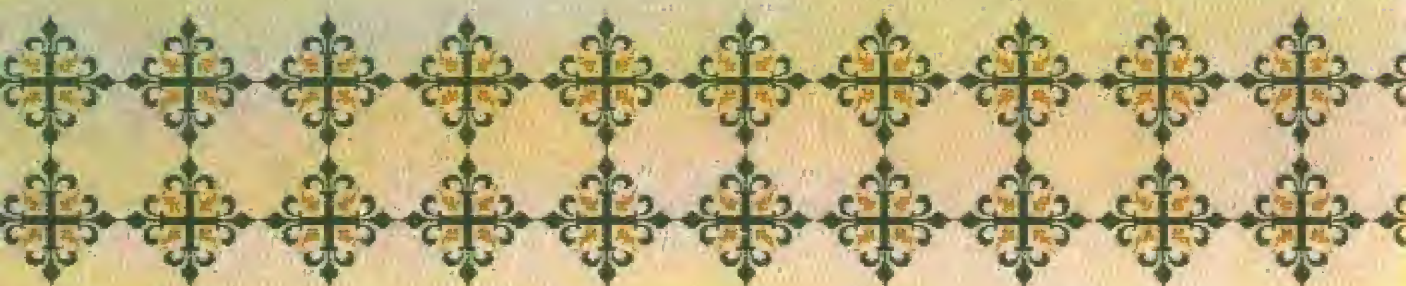


فوحاشِ عثمانیہ

دیوبندی، بریلوی تقاض ختم کرنے کے لیے

فیصلہ کن مناظرے



سناظر اہل سنت مولانا محمد منظور عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

دیوبندی، بریلوی تنازع ختم کرنے کے لیے فیصلہ کن مناظرے

فَوَحَاتِ نَعْمَانِیَہ

مناظر اہل سنت

رئیس المحدثین و امکین حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ



انجمن ارشاد المسلمین

۱۴- بہاولپور روڈ ○ مرنگ، لاہور

جملہ حقوق محفوظ!

سلسلہ مطبوعات / 03



نام کتاب : فتوحات نعمانیہ

مرتب : حضرت مولانا قاری عبدالرشیدؒ

ناشر : دارالکتاب، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور 042-7235094

طابع : خفیف سبز

اشاعت : ستمبر 2006ء

قیمت :



قانونی مشیر _____ باہتمام

مہر عطاء الرحمن ایڈووکیٹ ہائیکورٹس، پاکستان حافظ محمد ندیم

فون: 0300-4356146, 042-7080020 0300-8477008

عرضِ ناشر

حضرت مولانا قاری عبدالرشید صاحب رحمہ اللہ (۱۴۱۳/۱۹۹۲) نے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے سلسلے میں جو کارنامے نمایاں انجام دیے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اس راہ میں آپ کو جو تکالیف پیش آئیں بالخصوص اس سلسلے کی کتب کی فراہمی میں آپ نے جو وقتیں برداشت کیں اور جن صعوبتوں سے آپ کو گزرنا پڑا آج ان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، آپ فرمایا کرتے تھے کہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لیے جو کتب و رسائل ہمارے اکابر نے تحریر فرمائے ہیں وہ بہت کافی ہیں اور اس سلسلے میں از سر نو کاوش سے بہتر ہے کہ اکابر کی نادر و نایاب تحریرات کو تلاش کر کے انہی کو شائع کیا جائے۔

چنانچہ آپ نے انتہائی لگن اور محنت و جانفشانی کے ساتھ اکابر علماء اہل سنت کی بہت سی نادر و نایاب کتب کو ملک بیرون ملک سے تلاش کر کے اپنی زیرنگرائی طبع فرمایا، انجمن ارشادِ مسلمین اور ”جمعیت اہل سنت“ کی طرف سے شائع ہونے والی چھوٹی بڑی کتابیں آپ کی عظیم یادگار ہیں، ان میں متعدد کتب ایسی بھی ہیں جن پر آپ نے موقعِ مقدمات تحریر فرمائے ہیں جو سبجانے خود مستقل کتاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت قاری صاحبؒ نے اپنے اسی جذبہ کے تحت حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم کے بہت سے نادر و نایاب مناظر اکٹھے کئے تھے اور اپنی زیرنگرائی ان کی خوبصورت کتابت بھی کرائی تھی آپ کا ارادہ تھا کہ ان کے

شروع میں ایک مفصل مقدمہ تحریر کر کے ان سب کو ایک مجموعہ کی شکل میں شائع
 کیا جائے لیکن اجل نے موقع نہ دیا اور آپ کا انتقال ہو گیا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا رَاجِعُونَ۔
 کارکنان انجمن ارشاد المسلمین جو حضرت قاری صاحبؒ کی اس تمنا اور
 آرزو سے واقف تھے انہوں نے ان مناظرات کو ترتیب دے کر ان کے شائع
 کرنے کا اہتمام کیا۔ خدا کے فضل و کرم سے وہ مناظرات زیور طبع سے آراستہ
 ہو کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچ گئے۔ اس مجموعہ میں درج ذیل مناظرات شامل ہیں
 (۱) صاعقہ آسمانی برفرقہ رضا خانی حصہ اول و دوم مع ضمیمہ بارتقہ آسمانی (۲)
 فیصلہ کن مناظرہ (۳) مناظرہ کیا (۴) فتح بریلی کا دلکش نظارہ (۵) مناظرہ علم غیب
 ان مناظرات کا نام ”فتوحاتِ نعمانیہ“ رکھا گیا ہے کیونکہ یہ نام خود
 حضرت قاری صاحبؒ نے تجویز فرمایا تھا، آپ جب ہندوستان کے سفر
 میں لکھنؤ تشریف لے گئے تھے تو آپ نے مولانا نعمانی دامت برکاتہم سے اس
 کا تذکرہ کیا تھا موصوف نے اس پر خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے پسندیدگی
 ظاہر فرمائی تھی۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ ان مناظرات سے استفادہ کے وقت
 حضرت مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحت و سلامتی کے ساتھ درازنِ عمر اور
 حضرت قاری عبد الرشید صاحب مرحوم و مغفور کے لیے رفع درجات کی
 دُعا ضرور فرمائیں،

کارکنان انجمن ارشاد المسلمین

مناظرہ سنبھل دو در ضلع نیننی تال کی مفصل روداد

فتح الابرار علی الفجار

۲۷ ۱۲ھ

صاعقه آسمانی فرقہ رضا حانی

حصہ اول

مرتبہ

مولانا ابوالمجاہد محمد عبدغفار

انجمن ارشاد المسلمین

۱۴- بہاولپور روڈ، مرتنگ لاہور

نقاب بر جہان ثبات یاکسے
بیدار دل و عاق فیصیب بهامن
یہ نور مہربان دکھایا کسے
مخاد لون فی اللہ و هو شدید الحال

احمد شادمانی کہ مباحثہ سبب حاصل در صلاح نبی مال کی مکمل مشغول ہو گیا

مسیحی باہم تاریخی

فتح الأبرار على البغفار

ما عقب به

صَاعِدَةُ آسْمَانِي بِفَرْقَةِ خَانِي

مرتبہ جناب مولانا ابوالحجاء محمد عابد صاحب فاضل شکستہ ناظرین کیجائی ہے

ان روئدادین حد تک ایں مباحثہ کی تکمیل و نقل و کارروائی درج ہے جو آخر خرمشہ ۱۳۴۲ء میں ماہین

فہرستِ عنوانات

صفحہ نمبر

۱	مقدمہ
۱۶	تہمید
۲۰	عرضِ ناشر
۲۳	تہمید و کیفیتِ مناظرہ
۳۰	خطِ الایمان کی عبارت پر مناظرہ
۵۱	مناظرہ کا دوسرا دن
۵۹	مناظرہ پر عبارتِ تہذیبِ الناس
۶۷	لفظِ خاتم النبیین کے معنی حضرت نازقویؑ کے نزدیک
۹۲	مناظرہ کا تیسرا دن
۹۲	مناظرہ پر مسئلہ علمِ غیب
۱۰۵	(ضمیمہ) بارِ قدرِ آسمانی
۱۱۹	رضا خانی تہذیب کی ننگی تصویر
۱۳۵	فہرست مطالباتِ قسمِ اول
۱۵۱	فہرست مطالباتِ قسمِ دوم
۱۵۸	رضا خانی روایت کے متعلق ایک استفہاری خط اور مولانا نعمانی صاحب کی طرف سے اس کا جواب

مقدمہ

بندہ معترف بعجز و قصور خاکسار محمد منظور صانہ اللہ عن الحوادث الشرور و صلح الاحوال لکیر الامور

کی طرف سے

برادران دینی کی خدمت میں ایک نخلصانہ اور نہایت ضروری التماس



باسمہ تعالیٰ حامداً و مصلیاً و مسلماً قال اللہ تعالیٰ

و اعتصموا بحبل اللہ جمیعاً و لا تفرقوا - (القرآن)

اس پر آشوب زمانہ میں جب کہ مذہب مقدس پر ہر طرف سے ناپاک حملے ہو رہے ہوں جب کہ آریہ سماج ہندوستان کے سات کروڑ فرزندان توحید کو شمشیر کے رنگ میں رنگنا چاہتے ہوں۔ جب کہ صلیبی پرچم غناطہ و دوشق کے سبزہ زاروں پر لہرا رہا ہو۔ جب کہ قرطبہ و اندلس کا ذرہ ذرہ مسلمانوں کے خون مقدس سے رنگا جا چکا ہو اور جب کہ چالیس کروڑ فرزندان اسلام کو سچی ملک گیری نے فضا پر آزادی میں سانس لینا دو بھر کر دیا ہو۔ ضروری اور نہایت ضروری تھا کہ مسلمان خواب غفلت سے بیدار ہوتے اور گرد و پیش کے حالات سے متاثر ہو کر بجائے گھر میں آگ لگانے کے تبلیغ و حفاظت اسلام کو اپنا حقیقی نصب العین قرار دیتے مگر افسوس کہ ان کی بدقسمتی سے آج انہیں میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے جن کے پاس کوئی حلال ذریعہ معاش نہیں اور نہ ان کو خدا کی رزاقی پر بھروسہ ہے۔ ان کی روزی بس اسی میں ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑائیں اور خانہ جنگیوں میں مبتلا کر دیں۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ مسلمانوں کو جس قدر نقصان ان مارا ان آستین لے حضرت مولانا کی یہ بصیرت افزا تحریر ہم کو اس غرض سے موصول ہوئی تھی کہ اس کو روزنامہ ہذا کا خاتمہ بنا دیا جائے لیکن ہم نے اس کو مقدمہ قرار دینا زیادہ مناسب سمجھا ۱۲ (مرتب)

معیان اسلام سے پہنچا ہے اتنا ظاہر باہر مخالفین یہود و نصاریٰ وغیرہ سے ہرگز نہیں پہنچا۔

من از بیگانگان کان ہرگز نہ ناظم

کہ باسن آئینہ کرد آستانہ کرد

یوں تو یہ گھر کے چور بہت سے فرقوں پر منقسم ہیں لیکن اس وقت مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ خطرناک دو فرقے ہیں۔ ایک رضا خانی دوسرا قادیانی۔ اول الذکر فرقہ اس چودھویں صدی کی مجددیت کے دعویٰ دار مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی انجہانی کا پیرو ہے۔ اور مؤخر الذکر فرقہ بھی اسی صدی کی مجددیت اور نبوت کے دوسرے دعویٰ دار مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا پیرو ہے تجربہ شاہد ہے کہ عام مسلمانوں پر آریوں عیسائیوں کا مکرو و خداع اس قدر کارگر نہیں ہوتا جتنا کہ ان دونوں فرقوں کی طبع کاریوں کا ان پر اثر پڑتا ہے۔ بالخصوص رضا خانیوں کے ہتھکنڈے اس اعتبار سے آج دنیا میں بے نظیر ثابت ہو رہے ہیں۔ یہ لوگ بڑے بڑے عمامے باندھ کر نیچی نیچی عبا میں پہن کر واعظ یا پیر بن کر عاشقانِ محمدی کا روپ بھر کر آتے ہیں اور اپنے آپ کو اہل سنت و جماعت ظاہر کرتے ہیں اور حق و اہل حق سے متنفر کرنے کے لئے علماءِ حقانی پر ایسے ایسے بے بنیاد و بے اصل اتہامات رکھتے ہیں کہ جو کبھی اہلسُلوٰۃ کو بھی نہ سوجھے ہوں۔ اگرچہ اس سے قبل بھی ہندوؤں کا ہوا دھوس نے اس قسم کی جیاسوز کاروائیاں کی ہیں۔ لیکن سچ یہ ہے کہ اس مجدد البہدات کی ذریت کے کارناموں نے ان سب کو بھلا دیا۔ روافض نے حسراتِ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے برگشتہ کرنے کے لئے یہ کہا تھا کہ وہ اہل بیتِ نبوی کے جانی دشمن تھے تو ان رضا خانیوں نے ایک قدم آگے بڑھ کر یہ اڑانی شروع کی کہ معاذ اللہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں ان کی جناب رفیع میں گستاخیاں کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ایک مسلمان کو جس قدر عقلی محضرت محبوب رب العزت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا ہے اتنا نہ کسی سے ہوتا ہے نہ ہو سکتا ہے۔ ایک مسلمان بشرطِ طہیکہ مسلمان ہو کسی حد تک اپنے یا اپنے ماں باپ کے متعلق برے کلمات سن سکتا ہے لیکن اگر کوئی ملعون اس کے سامنے سرکارِ ابد قرار

دو جہاں کے سردار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبارک و عظیم الی یوم القرار کے متعلق کوئی گستاخانہ کلمہ نکالے تو اس کی حمیت ایمانی وغیرت اسلامی کا یہی تقاضا ہوتا ہے کہ اگر بس چلے تو اس کو فی اللہ جہنم رسید کرے ورنہ انتہائی نفرت تو ہو ہی جانی چاہئے۔ اگر اتنا بھی نہ ہو تو وہ ہمارے نزدیک مومن نہیں منافق ہے۔

امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”ما بقاء امت بعد سب نبیہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیئے جانے کے بعد اس کی امت کی کیا زندگی ہے۔“
اس مجدد البہدعات نے مسلمانوں کے اندر اس خاص جذبہ کا احساس کرتے ہوئے یہ چال چلی اور شیاطین ابن کو بھی شرمادیا اور یہ مغلّی عمل کا اگر ہوا اور نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے سادہ لوح مسلمانوں میں علمائے اہل سنت کی طرف سے ایک خاص نفرت پیدا ہو گئی اور وہ بے چارے ان کی دایم تزدیر کا شکار ہو گئے۔ بقول شخصے ح

دایم ہر سنگ زمین بود گرفتار شمیم
اور توفیق الہی نے جن کی مساعدت کی انہوں نے جب تحقیق کے بعد ان الزامات کو بے اصل و بے بنیاد پایا تو وہ اس فتنہ کے شر سے محفوظ رہے۔

ہم یہ بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ان فتنہ پردازوں کو اس غلط اور شرمناک پروپیگنڈے کا موقع کیوں ملا۔

حقیقت حال

ہذا دران ملت اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب ان رضا خانیوں نے اپنے عقیدے کے مطابق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات مختصہ میں شریک کیا۔ اور حضرات اولیائے کرام کو سند کُن فیکرُن پر بٹھایا۔ مقبولان بارگاہ ایزدی کو لا راد لسا قضاہ ولا مانع لسا اعطاہ کا مصداق بتلایا اور اس طرح مذہب مقدس کو سناپی دہرم کے قالب میں ڈھال کر امت محمدیہ کو گمراہ کرنا شروع کیا۔ تب ان علمائے ربانی نے اپنے فرائض مذہبی منصبی سے مجبور ہو کر ان کے اس غلو اور افراط فی الدین کی تردید کی اور یہ بتلایا کہ مقررین بارگاہ الہی کے لئے ان مراتب کا ثابت

کرنا خداوند تبارک و تعالیٰ اور خود ان حضرات کی بھی نارضا مندی کا باعث ہے۔ تمام وہ صفاتِ قدسیہ جو کسی مخلوق کے لئے زیبا ہو سکتی ہیں وہ ان میں موجود ہیں۔ لیکن ان صفات کا ثابت کرنا خداوند تعالیٰ سے بغاوت کرنا ہے۔

تب ان رضا خانیوں نے عوام کو یہ دھوکا دیا کہ ہم نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی تھی اولیاءِ کرام کا مرتبہ بڑھایا تھا وہ ان دہائیوں سے نہیں دیکھا گیا یہ بزرگوں سے جلتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگر غور کیا جائے تو یہ ایسا صریح اور کھلا ہوا دھوکا تھا کہ اس میں کسی مسلمان کا آنا ہی ایک تعجب بالائے تعجب امر تھا۔ کیوں کہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ جس طرح تفریط گمراہی کا باعث ہے اسی طرح افراط بھی۔ اگر یہود و حضراتِ انبیاءِ علیہم السلام کی تفتیش و توہین کی وجہ سے سورۃ غضب النبی ہونے میں تو نصاریٰ نے محض اس وجہ سے کہ انہوں نے سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ ماجدہ کے لئے وہ مافوق البشریت صفات ثابت کیں جو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے منزاوار تھیں نہ کسی مخلوق کے لئے خود آقا نے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں ”یا علی یہلک فیک اثنان محب مفرط و مبغض مفرط“ لے علیؑ تمہارے بارے میں دو فرقے ہلاک (گمراہ) ہوں گے۔ ایک وہ جو محبت میں حد سے بڑھے گا اور دوسرا وہ جو عداوت میں افراط کرے گا۔

خود اپنے متعلق ارشاد فرماتے ہیں ”لا تطرواخی کما اطرات النصار علی“

عیسیٰ ابن مریمؑ فانتما تعبدان اللہ ورسولہ فقورا عبد اللہ ورسولہ ۔

جس طرح کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی حد سے بڑھایا ہے تم اس طرح مجھ کو میری حد سے بڑھانا میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول۔ پس کہو عبد اللہ ورسولہ ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آمرونا النبی صلی اللہ

علیہ وسلم ان نُنزل الناس منازکہم ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ ہم سب کو اپنے اپنے مرتبوں میں رکھیں ۔

اسی کا ترجمہ کسی بزرگ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے ع
 گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

الغرض فرق مراتب اور حفظ حدود ایسا بدیہی اور سہل الثبوت مسئلہ ہے جس کا انکار مسلمان تو کیا
 کوئی سمجھدار انسان بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن ان ہندوگان جو ادھو کس نے اس کا نام توہین رکھا۔ اور
 اس شرمناک پروپیگنڈے کے ذریعہ سرزمین ہند میں ایک ادھم مچا دیا۔ فائدہ یہ کہ یوم القیامت
 کیا قیامت ہے کہ آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے اہل باطل کے مقابلے میں جو جہاد قرآن عزیز
 نے کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان جس پر کار بند رہے، اسلاف کا جو
 لائحہ عمل رہا آج ایک مدعی اسلام جماعت اس کو کفر بتلا رہی ہے۔

انقلابِ چین دھڑکی دیکھی تکمیل آج قارون بھی کہہ دیتا ہے حاکم کو بخیل
 سامری موسیٰ عمران کو کہے جادوگر اور محفوظ کو کہتی ہے محرف انجیل
 نصاریٰ نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں افراط سے کام لیا اور ان کو صفات
 خداوندی میں شریک کر کے اپنے نزدیک خدا کے ایک جلیل القدر نبی کی بہت بڑی تعظیم و توقیر کی تو
 اللہ تعالیٰ نے ان کے اس غلو اور حد سے بڑھانے کو کفر اور شرک بتلایا اور ارشاد فرمایا۔

ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل

واما صديقه كانا ياكلان الطعام (المائدہ: ۵-۵۵)

یعنی مسیح بن مریم بس ایک رسول ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے
 ہیں اور ان کی والدہ ماجدہ ایک صدیقہ ہیں (تم کیسے ان کو خدائی میں شریک کرتے
 ہو، وہ دونوں تو کھانا کھایا کرتے تھے جو لوازم بشریت میں سے ہیں)۔

غزوہ اُحد میں شیطان ملعون نے جب مسلمانوں کی کمر توڑنے کے لئے یہ صدا دی کہ۔
 الان محمد اقد قتل۔ اے لوگو! حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔
 اور بعض صحابہؓ کو کچھ توہمات لاحق ہوئے تو قرآن عزیز نے نہایت عتاب آمیز انداز میں ان توہمات

کی نیخ کنی کرتے ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ عظیم اس طرح بتلایا۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْفَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْفَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَإِنَّ لِلَّهِ شَيْئًا (الایۃ: (آل عمران ۳ = ۱۴۷)

جب کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو از خود رفتہ کر دیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دصال کے بارے میں خود صحابہ رضی کی رائیں مختلف ہو گئیں اور بہت سوں کے دلوں میں کسی خامی کی وجہ سے اُن ہونے خطرات گزرنے لگے تب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صدیقیت کا کرشمہ دکھایا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب عظیم ان الفاظ میں بیان فرما کر کہ۔

مَنْ كَانَ يُعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ

يُعْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ ۝

اگر کوئی شخص حضور اقدس کے لئے عبادت کرتا تھا تو خبردار ہو جائے کہ ان کی وفات ہو چکی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں یا دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اس کو کبھی وفات ہونی نہیں ۝

اس سیلاب میں بننے والوں کی دستگیری فرمائی اور روحانیت کے اس بھنور سے نکال کر

ساحل پر پہنچایا۔

مسلمانو! اگر یہ بیان مراتب نہیں تو اور کیا ہے؟ واللہ العظیم ہمارا جرم بھی اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ اگر حقیقتاً اولیاء کرام کو خدا یا خدائی کا مالک نہ جانا حضرات انبیاء علیہم السلام اور سرکارِ دو عالم حبیبِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائے قدوس سے بڑا یا اس کے برابر نہ جانا بلکہ سب کو اپنے اپنے مرتبوں میں رکھنا اسی کا نام توہین و تمقیص ہے اور اسی میں وہابیت کا راز مضمر ہے تو بے شک ہم وہابی ہیں اور سو جان سے اس وہابیت کے خریدار اور اس مبارک

بے راہ روی پر جس قدر بھی ناز کریں تھوڑا ہے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا
غوب فرمایا ہے ۛ

لو كان رفضا حب آل محمد

فليشهد الثقلان اني رافض

یعنی اگر اہل بیت نبوی کی محبت ہی کا نام رفض ہے تو زمین کے بسے والے جنات اور
انسان شہید ہوں کہ میں سب سے بڑا اور پہلا رافضی ہوں ۛ

مسلمان خبردار ہو جائیں کہ بھگوان اللہ تعالیٰ ہم افراط و تفریط دونوں سے بری ہیں۔ جملہ عقائد
و اعمال میں سلف صالحین کی تقلید کو باعثِ نجات جانتے ہیں اور اسی کی برکت سے بدعات سے متنفر
ہیں جس عقیدہ یا عمل میں بدعت کا شائبہ بھی ہوتا ہے اس سے احتراز ادائی سمجھتے ہیں کیوں کہ نور اور
نجات ہمارے نزدیک فقط اتباعِ سنت ہی میں منحصر ہے (دیکھو مکتوباتِ امام ربانی ۛ)

بھگوان اللہ ہمارا جو عقیدہ ہے اس پر قرآن عزیز اور احادیث نبوی کریم علیہ التعمید والتسلیم و اقوالِ سلف
سے اپنے پاس کافی سند رکھتے ہیں۔ جس وقت جس کا جی چاہے امتحان کر سکتا ہے سارے بزرگان
دین ہمارے سر کے تاج ہیں ان کی محبت کو باعثِ نجات اور ان کی عداوت کو باعثِ شقاوت و محرومی
جانتے ہیں۔ الغرض نہ ہم شیعوں اور قادیانیوں کی طرح انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام کی شان
میں گستاخ اور ان کی کرامت کے منکر و مشرکین اور رضا خانیوں کی طرح ان کی خدائی کے اثبات میں
بھگوان اللہ ہمارا اور ہمارے اکابر کا لائحہ عمل یہ ہے ۛ

یار کا پاس ادب و ادب دل ناساز رہے

نالہ محض ہوا رکتی ہوئی فریاد رہے

بفضلہ تعالیٰ ہمارے اکابر جامع شریعت و طریقت ہیں اور آج ابھی کی یہ شان ہے ۛ

در کفہ جام شریعت در کفہ سندان عشق

ہر چہ سنانا کے نہ داند جام و سندان بافتن

ہاں اس کا کوئی علاج نہیں کہ بنظر انصاف دیکھا ہی نہ جائے ع
ہنر بچپن عداوت بزرگ تر عیب است

اندیس حالات بھی جو لوگ ہمارے اکابر کو برا کہیں وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑتے اپنے نامہ اعمال
کو خراب کرتے ہیں۔ مرشد العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر مکی نے اپنے
نور قلب و قرۃ عین حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے بدگوئیوں کے متعلق کیا خوب لکھا ہے۔

ع آپ ہی بے بہرہ جو معتقد میر نہیں :-

فقط ہذا والسلام آخر الکلام۔

راقم خیر خواہ خلافتِ خاکسار محمد منظور نعمانی ر

سنبھلی غفرلہ ولوالدیہ۔

تمہید

تاریخ دان حضرات پر یہ حقیقت پوشیدہ نہ ہوگی کہ سلطنت مغلیہ کے عروج کے زمانہ میں علوم اسلامیہ کے اعتبار سے سنبھل کو ایک خاص امتیاز حاصل تھا۔ یہاں کے بعض علماء کی سلاطین دہلی کے دربار میں ایسی ہی وقت تھی جیسی کہ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی اور علامہ سید زاہد ہروی کی۔ لیکن اس اسلامی سلطنت کے انحطاط کے بعد جو سارے ہندوستان میں علم کا زوال شروع ہوا تو اس میں سنبھل بھی برابر کا شریک رہا۔ اور رفتہ رفتہ یہاں بھی علماء کا قحط ہو گیا۔ اہل علم خال خال نظر آنے لگے اور ایک وقت میں وہ بالکل ایک تاریک بستی رہ گئی۔ شیطان ایسے مواقع کا خاص طور پر منتظر رہتا ہی ہے۔ اس نے میدان صاف دیکھ کر بعض شیاطین الانس کی امداد سے قبر پرستی پیر پرستی اور بالخصوص تعزیہ پرستی کو ارکان دین بنا کر رواج دیا۔ یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ شیطانی تعلیم جس قدر کہ باطل ہوتی ہے اسی قدر جلد بھی فروغ پاتی ہے۔

چنانچہ سامری کی تعلیم دربارہ گوسالہ پرستی تعلیمات حقانیہ کے سامنے زیادہ زود اثر ثابت ہوئی۔ ابھی سلطنت کے انحطاط کو پوری صدی نہ گزری تھی کہ یہ سنبھل بدعات کا گوارہ بن گیا اور یہاں کے بیشتر لوگ رافضی یا نیم رافضی ہو گئے۔ اس کے بعد رحمت خداوندی اور متوجہ ہوئی اور حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ کی برکت سے محلہ میاں سرائے میں مدرسۃ الشریع قائم ہوا۔ جس کی خدمت ایک عرصہ تک حبیب توفیق الہی بعض بشارات نبویہ عالی جناب مفتی حمید الدین صاحب مرحوم مغفور نے انجام دی۔ فجزاھما اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ باغ قاسمی کی قلم بار آور ہوئی اور تھوڑے ہی عرصہ میں سنبھل کے اندر اہل علم خاصی تعداد میں نظر آنے لگے۔

یہ روشنی نہایت سرعت کے ساتھ پھیل رہی تھی کہ حضرت مولانا سراج احمد صاحب مرحوم مغفور نے مدرسہ سراج العلوم کے اجراء سے سنبھل کے خوش طالعے پر چار چاند لگا دیئے۔ ضلالت اور گمراہی

کی کالی کالی گھنگور گھٹائیں پھٹنے لگیں۔ اور بدعت کا بازار روز بروز سرد پڑتا گیا۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ ایک زمانہ میں بدعت کی دوکان بالکل ہی پھکی پڑ گئی اور اس کساد بازاری سے تاجرانِ باطل کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔

یہ بے چارے اپنی ناکامی پر آٹھ آٹھ آنسو رو رہے تھے کہ شوقی تقدیر سے مولوی محمد اجمل میاں صاحب بھی اسی زمانہ میں دستا فضیلت سے سرفراز ہو کر سنبھل تشریف لائے فکرِ معاش دامنگیر ہوئی اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ مسلمانوں میں تفریق کر کے کوئی مکتب یا مدرسہ قائم کیا جائے۔ دو چار شہری اور کچھ دیہاتی بچوں کو گھیر کے حکایات لطیف آمد نامہ وغیرہ شمرع کرایا اُس مکتب یا عالی شان مدرسہ کا افتتاح جہان خان والی مسجد میں ہوا۔ اور خوش قسمتی سے حکومتِ حجاز کا غیر متوقع اعلان بھی اس زمانہ میں ہوا۔ اور حکومتِ عرب کی باگ شریف حسین کے ہاتھوں سے نکل کر سلطان نجد ابن سعود کے ہاتھوں میں پہنچی۔ وہ رضا خانی جن کی روزی کے دروازے برسوں سے بند ہو چکے تھے کسی ایسی تحریک کے منتظر بیٹھے ہی تھے جھٹ سے میدان میں اترے اور سعودی دشمنی تحریک کے ضمن میں اپنی روٹیاں سیدھی کرنے کے لئے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنی شروع کر دی۔ ہمارے کرم فرما مولوی اجمل میاں صاحب نے بھی اس موقع کو غنیمت جانا اور مسلمانوں کے شیرازہ اتحاد کو منتشر کرنے کے لئے ان رضا خانی مبلغین کو سنبھل بھی بلانا شروع کیا۔ یہ پیشہ ور واعظ اور مدہبی تاجر برابر آتے رہے۔ اور پہلا کام انہوں نے یہ ہی کیا کہ عوامِ مسلمین کو علماء اہل سنت سے برگشتہ کرنے کے لئے ان کی طعن ایسے شرمناک کفریات منسوب کئے کہ جن کو سن کر ابلیس لعین بھی کانوں پر ہاتھ دھرے۔ چونکہ علماء اہل سنت ہر اس کام سے بچنا اپنا فرض جانتے ہیں جس سے مسلمانوں کا شیرازہ اتحاد منتشر ہو۔ اس لئے انہوں نے کوئی مدافعانہ کارروائی بھی پسند نہ کی۔ نیز ان کے مشاغل دینی نے ان کو اس کی اجازت دی کیونکہ ان کا حال تو کھدا اللہ یہ ہے۔

بسودائے جاناں زجبان مشتعل
بذکر حبیب از جہاں مشتعل

لیکن اس کا تلخ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد عوام کی ذہنیت بدل گئی اور ان کے اندر وہی اسپرٹ پیدا ہو گئی کہ علماء اہل سنت دشمن رسول ہیں۔ ان کی بات سنا حرام۔ ان کی کتابیں دیکھنا گناہ کبیرہ ہے۔ اس کے بعد ان رضا خانیوں نے اپنے ان عقائد فاسدہ کی تبلیغ شروع کی جن کو اگر شرک نہیں تو مفسی الی الشرک ضرور کہا جاسکتا ہے۔ اس وقت ان حضرات کو مجبوراً متوجہ ہونا پڑا۔ لیکن ان فریب کاروں کی شرانگیزیوں نے عوام کے خیالات میں ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ وہ اہل سنت کی بات سنا ہی گوارا نہ کرتے تھے۔ ہم حیران تھے کہ کس طرح ان بھولے بھٹکے مسلمانوں کے کان میں کلمہ حق ڈالا جائے کہ یکایک غیب سے اس کا انتظام ہوا۔ اور ماہ محرم ۱۳۴۷ھ میں رئیس الناظرین جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی سنبھلی اور جناب مولوی رحم الہی صاحب مدرس اول مدرسہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلی کے مابین درو ضلع غنئی تال میں مناظرہ ہوا۔ اس مناظرہ کے تیسرے روز کچھ واقعات ایسے پیش آ گئے کہ اس کو کسی شہر کی طرف منتقل کرنا مناسب معلوم ہوا۔ اور بہت سی باتوں کے بعد یہ قرار پایا کہ یہ باقی ماندہ مناظرہ سنبھل ہوگا۔ کامل تین ماہ کی خط و کتابت کے بعد اس مناظرہ کی تاریخیں ۲۲۔۲۳۔۲۴ جمادی الاولیٰ مقرر ہوئیں۔ لیکن تاریخ معینہ پر بھی باوجود سفر خرچ روانہ کر دینے کے مولوی رحم الہی صاحب تشریف نہ لائے۔ تب یہاں سے بذریعہ تاریک لوٹس دیا گیا جس نے ان کو آنے پر مجبور کر دیا۔ اور وہ ۲۴ جمادی الاولیٰ کو مسدہ اور چند علماء جماعت رضویہ کے وارد سنبھل ہوئے، لیکن چونکہ تیرنستان مناظرہ جناب حضرت مولانا محمد منظور صاحب مظلہ سے مناظرہ کرنے کا تلخ مزا درو میں چکھ چکے تھے اس لئے بذات خود مناظرہ نہیں فرمایا بلکہ مولوی حشمت علی صاحب کو بحیثیت وکیل جماعت رضویہ مناظرہ میں پیش کیا۔ اور یہ مناظرہ حسب قرار واسلہ غیب پر تین روز متواتر نہایت زور شور سے جاری رہا۔ ناظرین کرام رونہا دیکھ کر خود فتح شکست کا فیصلہ فرمالیں گے۔ ہم اس وقت کوئی رائے زنی بے سود سمجھتے ہیں۔ ہاں اتنا کہنے پر مجبور ہیں کہ بچہ اللہ اس عظیم الشان مناظرہ نے رضا خانیوں پر اللہ کی حجت تمام کر دی۔ اور دنیا لے یہ دیکھ لیا کہ مسئلہ غیب میں ان کے پاس مکڑی کے جلنے کے برابر بھی کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ اس کے برعکس ان عرصہ

نے اس غیبیہ عقیدہ کا ایسا ہی تبلیغ رد کیا ہے جیسا کہ مشرکین کے بہت سے اولیاء باطلہ کا۔
 فالحمد لله علی ایضاح الحق وازہاق الباطل۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس ذریعہ
 سے رضا خانیوں کے کان میں کلر متقی ڈلو کر ہمیشہ کے لئے اپنی حجت تمام کر دی۔ اور بہت سے حق پسند
 جو اپنی سادگی کی وجہ سے رضا خانیوں کے دامن تزدیر میں پھنس چکے تھے اور رضا خانیوں کے زبردست جبری
 تھے ہمیشہ کے لئے رضا خانیت سے تائب ہو گئے اور جن کے قلوب بدعات کی تاریکیوں سے مسخ ہو
 چکے تھے انہوں نے عار کو نار پر ترجیح دی۔ فاشد عیسیٰ یوم القیامۃ۔

اس کے بعد خاکسار اس عظیم الشان مناظرہ کی رونداد ہدیہ ناظرین کرنا چاہتا ہے۔ لیکن چونکہ
 اس مناظرہ کے اسباب کا سلسلہ مباحثہ درود ضلع فیئی تالی پر ختم ہوتا ہے اس لئے اس کی رونداد بھی پیش
 ناظرین کرنی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ لہذا ہم اس رونداد کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ پہلے حصہ کے
 اندر مباحثہ درود کی مکمل رونداد درج کریں گے۔ اور دوسرے میں سنبھل کے مناظرہ کی۔ اور اللہ تعالیٰ
 سے دعا کرتے ہیں کہ جس طرح اس نے اس مناظرہ سے بہت سوں کو نفع پہنچایا اسی طرح اس کی رونداد
 کو بھی نافع خلافت بنائے آمین ثم آمین۔

خاکسار ابو الجہاد

محمد عابد غلش

کان اللہ لہ ولوالدیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

روڈ کا یہ مناظرہ جس کی رونماد کاؤسٹر ایڈیشن اس وقت آپ کے سامنے ہے اوائل ۱۳۴۷ء میں ہوا تھا۔ اہلسنت کی طرف سے رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دامت فیوضہم مناظر تھے اور رضا خانیوں کی طرف سے ان کے مرکزی دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے صدر مدرس مولوی رحمہ اللہ صاحب پہلی مرتبہ اس مناظرہ کی رونماد مناظرہ سنبھل کی رونماد کے ساتھ اسی سال شائع کردی گئی تھی۔ مگر چونکہ یہ دونوں مناظرے اپنی نوعیت میں بے نظیر تھے اس لئے ان کی رونمادیں بھی بے حد مفید ثابت ہوئیں۔ اور بہت زیادہ مقبول ہوئیں یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ان کے تمام نسخے ختم ہو گئے۔ اور اب بعض احباب کے اصرار سے ان کو دوبارہ طبع کرانا پڑا۔

اس مرتبہ یہ دونوں رونمادیں علیحدہ علیحدہ شائع کی جا رہی ہیں۔ مناظرہ سنبھل کی رونماد "صاحفہ آسمانی حصہ دوم" کے اس ایڈیشن میں ایک نہایت مفید اور قابل دید "تکمید" کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے۔ مناظرہ "درو" کی رونماد "صاحفہ آسمانی حصہ اول" کے متعلق ہم کو صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ اس کے پہلے ایڈیشن کو شائع ہونے پانچ برس پورے ہوا چاہتے ہیں۔ لیکن اکھٹہ شدہ مولوی رحمہ اللہ صاحب یا ان کے کسی حواری کی طرف سے اس کی ترویج یا تغلیط میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا گیا۔ مولوی رحمہ اللہ صاحب اور ان کے رفقاء کی یہ خاموشی ہماری اس رونماد کی بہترین تصدیق اور توثیق ہے۔

پر ہے مع الفضل ما شہدت به الاعداء =

ضروری تنبیہ

چونکہ رونماد نویسی کا حق پہلے ایڈیشن میں ادا کر دیا گیا۔ اور مولوی رحمہ اللہ صاحب کی پینچ سالہ خاموشی نے اس رونماد پر مہر تصدیق بھی ثبت کر دی ہے۔ اس لئے آگس ایڈیشن میں بغرض تعمیم فائدہ اس قدر تغیر کر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے کہ بعض مقامات پر قوسین کے

درمیان میں توضیحی کلمات کا اضافہ کر دیا جائے یا کہیں کہیں حسب ضرورت مشکل الفاظ کے بجائے دوسرے
سہل الفاظ اختیار کر لئے جائیں۔ تاہم اس کی پوری کوشش کی جائے گی کہ ان مواقع پر بھی اصل مضمون
اور معنوں محفوظ رہے۔ زیادہ سے زیادہ ہمارے اس تصرف کو روایت بالمعنی کہا جاسکتا ہے۔ اور شرعاً
عرفاً۔ اخلاقاً اس کے جواز میں کسی کو کلام نہیں۔

خاکسار ناظم دارالاشاعت سنبھل

مستتم طبع دوم یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

تمہید و کیفیت مناظرہ درو ضلع مینی تال

منفقہ ۱۸ جولائی ۱۹۲۸ء

مبسلًا و محمدًا و مصلیًا و صلما

ناظرین ! یہ درو قصبہ بلدوانی منڈی ضلع مینی تال کے طقات میں ایک موضع ہے جس کے باشندے عموماً رضا خانی ہیں۔ حکیم محمد حنیف صاحب ساکن بلدوانی کے ایک عزیز کی شادی اسی درو میں ایک شخص مسمیٰ پیر بخش کی بہن سے ہوئی تھی۔ چونکہ حکیم محمد حنیف صاحب بفضلہ تعالیٰ سنی اور علماء دیوبند دامت فیوضہم کے معتقد ہیں۔ اس لئے پیر بخش کی برادری کے لوگوں نے بارہائے بعض علماء فرقا رضا خانی اس کو اس پر مجبور کیا کہ وہ اپنی بہن کا نکاح فسخ کرانے اور اپنے بہنوئی سے قطع تعلقات کر دے۔ اور وجہ یہ بیان کی کہ وہ حکیم محمد حنیف صاحب کو مسلمان جانتا ہے۔ اور حکیم صاحب علماء دیوبند کو مسلمان جانتے ہیں۔ اور علماء دیوبند (نحوہ باللہ) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی رکھتے ہیں۔ نہ ختم نبوت کے قائل ہیں نہ معراج کو مانتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ لہذا حکیم محمد حنیف صاحب علماء دیوبند کو مسلمان جاننے کی وجہ سے کافر ہیں۔ اور پیر بخش کا بہنوئی چونکہ حکیم صاحب کو مسلمان جانتا ہے اس لئے وہ بھی کافر ہے۔

حکیم صاحب موصوف کو جب ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ تکفیر یہ جماعت نے جو الزامات ہم پر لگائے ہیں وہ بالکل بے اصل اور افتراء مختص ہیں ہم جمع عام میں ان کی صفائی دینے کے لئے تیار ہیں۔ لہذا آپ ان علماء کو بلائیں جو ہمارے اور ہمارے اکابر کے متعلق ایسی بے سرو پا

۱۰۔ یہ امر قابل ملاحظہ ہے کہ مباحثہ درو کی پوری روئاد جناب مولوی نجم الحسن صاحب کی مرتب کردہ ہے جو اس مناظرہ میں از

اول تا آخر موجود رہے۔ خاکسار نے بعض اشاعت ان سے حاصل کی ہے ۱۱

باتیں مشہور کرتے ہیں۔ ہم ان کی موافقت میں ان کا بے اصل اور بے بنیاد ہونا ثابت کریں گے۔ چنانچہ یہی بات قرار پائی۔ اور اس مناظرہ کی تاریخیں ۱۸، ۱۹، ۲۰ جولائی ۱۹۲۸ء مقرر ہوئیں۔ درو کے صاحب خانیوں نے مرکز رضا خانیت بریلی سے اپنے علماء کو بلایا اور جناب حکیم محمد حنیف صاحب نے عمدۃ المقرین زبدۃ الراغبین جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلی مدظلہ العالی۔ وحامی سنت ماحی بدعت شیریںیاں مناظرہ جناب مولانا مولوی محمد منظور صاحب نعمانی سنبھلی مدظلہ کو دعوت شرکت دی۔

چنانچہ یہ دونوں علمبرداران سنت ۱۷ جولائی کو ملتان پہنچے۔ اور ۱۸ کو ۸ بجے داخل درو ہوئے۔ ۱۹ بجے اطلاع ملی کہ عالیجناب ثروت یار خان صاحب رئیس و مجسٹریٹ درو نے یہ طے فرمایا ہے کہ بعد از نماز ظہر فریقین کو ایک ایک گھنٹہ تقریر کے لئے دیا جائے گا۔ بعد ازاں کاروائی مناظرہ شروع ہوگی۔

چنانچہ بعد ازاں ایک نماز ظہر حکیم محمد حنیف صاحب جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب و جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہا کو ہمراہ لے کر مقام مناظرہ پہنچے۔ جناب مجسٹریٹ صاحب نے اولاً جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب سے تقریر کی استدعا کی۔ مولانا موصوف نے باوجود ناسازشی طبع اس کو منظور فرمایا

اور اپنے اسی خاص طرز میں جو قسم ازل نے آپ کو عطا فرمایا ہے (جس کی وجہ سے مخالفین بھی اپنی سچی مجلسوں میں آپ کو سحر بیان کے لقب سے یاد کرتے ہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ بے مثل اور عظیم النفیۃ فضائل بیان فرمائے جو کبھی رضا خانیوں نے خواب میں بھی نہ سنے ہوں گے۔ بالخصوص اس تقریر کا وہ حصہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی الانبیاء ہونے پر روشنی ڈالی گئی تھی سننے ہی سے تعلق رکھتا تھا۔ پھر اس تقریر کے ضمن میں جب کبھی مولانا یہ فرمادیتے تھے کہ یہ سب فضائل بلکہ اس سے بدرجہا زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے لیکن پھر بھی آپ مخلوق ہی تھے خالق ہرگز نہیں۔ عجب ہی تھے معبود ہرگز نہیں۔ تو یہ رضا خانی سخت مضطرب اور بے چین ہوتے تھے۔ صدق اللہ عز و جل وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ذکر توحید سے بے ایمانوں کے دل پڑمردہ ہوتے ہیں۔

یہ جادو بھری تقریر ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔ اس کے بعد حسب قرار داد ختم کرنی پڑی۔

اس کے بعد جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب صدر المدرسین مدرسہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے تقریر شروع کی۔ اولاً تقریباً ۵ منٹ تک نہایت خوش الحانی کے ساتھ ایک نعتیہ نظم پڑھی اس کے بعد تقریباً ۲ منٹ تک مولانا محمد اسماعیل صاحب کی نقل اتاری۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ہی بیان فرمائے۔ لیکن چونکہ مولانا کو مہارت کسی دوسرے فن میں تھی۔ بدیں وجہ مولانا کا اسٹاک ۲ منٹ میں ختم ہو گیا۔ اور فرمانے لگے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے میں نے یہ فضائل بیان کئے ان کی شان میں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی حفظہ الایمان میں لکھتے ہیں کہ ”

” اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص الخ “

اس کے بعد حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے متعلق زہرا گلنا شروع کیا۔ لیکن چونکہ مولانا محمد اسماعیل صاحب کی تقریر نے رضا خانیوں کو جو اس بانختہ کر دیا تھا بدیں وجہ باوجود مہارت نامہ مولوی رحمہ اللہ صاحب اس سلسلہ کو بھی دیر تک نہ نبھاسکے۔ بلکہ ۱۳ منٹ کے بعد تقریر ختم کر دینی پڑی الغرض مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اوقات پُری کے لئے بدعہدی بھی اختیار کی (جو حکم نبوی منافقین کی علامت ہے) لیکن پھر بھی کچھ کام نہ چلا اور ۵ منٹ کے بعد ” الیوم نختص علیٰ اعدائہم “ کا منظر سامنے آ ہی گیا۔ جب مولوی رحمہ اللہ صاحب اس تقریر کو ختم کر کے پلیٹ فارم سے نیچے تشریف لائے تو مولانا محمد منظور صاحب نے مجسٹریٹ صاحب سے سوال کیا کہ کیا منظر شروع ہو گیا یا شروع ہونے میں کچھ دیر ہے ؟ مجسٹریٹ صاحب نے فرمایا کہ میرے نزدیک تو ابھی منظر شروع نہیں ہوا۔ ہاں مولانا (رحمہم اللہ) صاحب نے یہ کارروائی قبل از وقت اور خلاف معاہدہ کی۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اگر منظر ابھی شروع نہیں ہوا ہے تو بہتر یہ ہے کہ کارروائی منظر شروع ہونے سے پہلے شرائط منظر طے ہو جائیں۔ مجسٹریٹ صاحب نے بھی اس تجویز کو منظور فرمایا۔ جب مولوی رحمہ اللہ صاحب نے دیکھا کہ منظر اب شاید ہو ہی جائے گا تو سخت بے چینی اور سرسبکی کی حالت

میں کھڑے ہو کر فرمانے لگے کہ یہاں مناظرہ کی کوئی ضرورت نہیں یہاں سب ایک خیال کے لوگ ہیں نہ یہاں کوئی نزاع ہے اور جو کچھ تھا بھی اس کا فیصلہ ہو گیا۔ یہ کہہ کر اپنے معتقد خاص عبداللہ کو پکار کر فرمانے لگے کیوں بھی کیا اب بھی یہاں کچھ نزاع باقی ہے ؟

عبداللہ : حضور یہاں اب کچھ جھگڑا نہیں رہا۔ پہلے ہمارا اور پیر بخش کا یہ جھگڑا تھا کہ وہ کہتا تھا کہ حکیم محمد حنیف دیوبندی نہیں ہیں ادھم کہتے تھے کہ وہ دیوبندی ہیں۔ لیکن اب جب وہ دیوبندی مولویوں کو اپنے ساتھ لائے ہیں تو معلوم ہو گیا کہ وہ بھی دیوبندی ہیں۔ بس اب جب تک پیر بخش اپنے بہنوئی سے تعلقات نہ چھوڑے گا اس کا حقہ پانی ایسے ہی بند رہے گا۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب نے تو سمجھ لیا کہ بس ”رکسیدہ بود بلائے دلے بخیر گذشت“ لیکن یہ نہ سوچا کہ خادمان سنت سے سچھا چھڑانا آسان نہیں۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اول تو یہ محض غلط ہے کہ یہاں کوئی نزاع نہیں۔ میرا اور آپ کا آج یہاں آنا ہی اس کی روشن دلیل ہے اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہاں کسی قسم کا نزاع نہیں تو جانے دیجئے۔ کم از کم میرے اور آپ کے درمیان ہی نزاع ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ آج اسی کا تصفیہ ہو جائے۔ اس کے بعد مولانا صاحب نے جناب مجسٹریٹ صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا جناب کو اس کے متعلق کچھ علم ہے کہ یہاں آج کی تاریخ میں کوئی مناظرہ ہونے والا تھا ؟

مجسٹریٹ صاحب نے فرمایا کہ ایک عرصہ سے یہاں پیر بخش اور ان کی برادری کے لوگوں میں کچھ جھگڑا تھا جس کی تفصیل شاید آپ حضرات کو معلوم ہو چکی ہوگی۔ اب کچھ دنوں سے سنا تھا کہ اس کے تصفیہ کے لئے کوئی مناظرہ ہو گا اور باہر سے علماء کرام تشریف لائیں گے۔ اسی سلسلہ میں فریقین کے آدمیوں نے مجھ سے کہا کہ آپ کوئی ایسی تاریخ مقرر کر دیں جس میں آپ یہاں موجود ہوں تاکہ نقص امن وغیرہ کی طرف سے اطمینان رہے۔ میں نے اپنی ذمہ داری کو محسوس کیا اور اپنی فرصت کا لحاظ رکھتے ہوئے آج کی تاریخ مقرر کر دی تھی اور اسی وجہ سے آج یہاں موجود ہوں ورنہ ممکن تھا کہ آج کسی دوسری جگہ ہوتا۔

اس کے بعد مولانا منظور صاحب نے مولوی رحمہ اللہ صاحب سے فرمایا۔ کہئے مولانا آپ یہاں کے

حالات سے زیادہ باخبر ہیں یا عالی جناب محترم صاحب ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : اچھا چلے میں مناظرہ کسے تیار ہوں۔

مولانا محمد منظور صاحب : الحمد للہ! اب یہ اور طے ہو جانا چاہئے کہ بحث مناظرہ

کیا رہے گا ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : مولوی اشرف علی صاحب و مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی

خلیل احمد صاحب کا کفر و اسلام۔

مولانا محمد منظور صاحب : کیا ہماری اور آپ کی جماعت میں بس یہی اختلاف ہے یا اور بھی

کچھ مسائل مختلف فیہا ہیں اگر ہیں تو ان کو کیوں چھوڑا جاتا ہے ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : یہاں نزاع محض اسی میں ہے کہ ان حضرات کو یہاں کے اہلسنت و

جماعت (رضا خانی) کا فر کہتے ہیں۔ چونکہ علماء عزمین شریفین نے ان کو کافر کہا ہے۔ اور دوسرے لوگ مسلمان

بلکہ مسلمانوں کا پیشوا جانتے ہیں۔ لہذا یہاں اسی پر بحث ہونی چاہئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : اچی حضرت ابھی تو آپ فرماتے تھے کہ یہاں سب ایک خیال کے

لوگ ہیں یہاں کوئی نزاع نہیں۔ اور ابھی چند منٹ کے بعد آپ فرما رہے ہیں کہ یہاں بس مولانا اشرف علی

صاحب وغیرہ کے اسلام و کفر میں نزاع ہے۔ آپ کو کچھ تو اپنی ذمہ داری محسوس کرنی چاہئے۔ رہا جناب

اے فرما کہ یہاں بس یہی ایک نزاع ہے۔ اس کے متعلق بھی میں یہیں کے لوگوں سے دریافت کئے لیتا ہوں

اس کے بعد مولانا صاحب نے ایک اجنبی شخص کی طرف اشارہ کر کے فرمایا : ”اومیاں بھائی صاحب فرما

کھڑے ہو جائیے گا۔“ وہ شخص کھڑا ہو گیا۔

مولانا محمد منظور صاحب : اس اجنبی شخص سے مخاطب ہو کر۔ تم جانتے ہو کہ ”حفظ الایمان“

کا مصنف کون ہے ؟

اجنبی : نہیں

مولانا محمد منظور صاحب : تم جانتے ہو کہ مولانا خلیل احمد صاحب کون تھے اور ”برائین“ کا

کس کی کتاب ہے ؟

اجنبی : میں نہیں جانتا !

مولانا محمد منظور صاحب : تم نے "تحذیر الناس" دیکھی ہے یا تم کو معلوم ہے کہ اس میں کیا لکھا

ہے اور وہ کس کی تصنیف ہے ؟

اجنبی : صاحب مجھے کیا خبر تم مولوی مولوی جانو ۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولوی رحمہ اللہ صاحب سے مخاطب ہو کر ، مولانا آپ کو معلوم ہوا کہ

ان غریبوں کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ کس کی کتابیں ہیں اور ان میں کیا مضامین ہیں ۔ اب بتلائیے آپ کا یہ فرمانا

کہاں تک صحیح ہے کہ یہاں بس یہی نزاع ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب وغیرہ مسلمان ہیں یا کافر ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : ارے بھائی عبداللہ جو واقعہ ہے تم کیوں صاف صاف نہیں بتلاتے

بس یہی نزاع ہے نا، کہ مولوی اشرف علی صاحب ، مولوی خلیل احمد صاحب مولوی محمد قاسم صاحب جن کو

حریم شریفین کے علماء نے کافر لکھ دیا ہے کافر ہیں یا مسلمان ۔ یا اور بھی کوئی نزاع ہے ؟

عبداللہ : حضور نہیں یہاں بس یہی نزاع ہے ۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : مولانا محمد منظور صاحب سے مخاطب ہو کر : لیجئے مولوی صاحب

اب تو ہمیں کے لوگوں سے معلوم ہو گیا کہ یہاں بس یہی نزاع ہے نہ کوئی اور ؟

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا اگر ایسی تلقینوں اور اس طرح سبق پڑھانے سے کام چلتا ہو

تو مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں انہی آپ کے عبداللہ سے ابھی ۵ منٹ کے اندر اندر اس کے خلاف کسوا دوں

لیکن خیر مجھ کو محض آپ حضرات کی صداقت دکھانی تھی وہ بھلا اللہ آشکارا ہو گئی ۔ اب میں مزید جرح و قدر

کی ضرورت نہیں سمجھتا ۔ اور متوکل علی اللہ تعالیٰ اعلان کرتا ہوں کہ آپ کے پیش کردہ تینوں مجتہد ہم کو منظور

ہیں اور ہم اپنی طرف سے صرف ایک مسئلہ علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اضافہ کرتے ہیں امید ہے کہ جناب

اس کو منظور فرما کر اپنی آمادگی کا ثبوت دیں گے ۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : جب یہاں اس مسئلہ پر نزاع ہی نہیں تو اس پر بحث محض بے کار ہے ۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ کے نزدیک تو یہاں کوئی بھی نزاع نہیں تھا۔ اب خدا خدا کر کے تو آپ نے یہ تسلیم کیا ہے کہ یہاں اکابر علماء دیوبند کے کفر و اسلام پر نزاع ہے۔ اب انشاء اللہ آپ یہ بھی تسلیم فرمائیں گے کہ یہاں مسئلہ غیب پر بھی نزاع ہے۔ میں خود جناب مجسٹریٹ صاحب سے دریافت کرتا ہوں ؟ فرمادیں کہ یہاں اس پر نزاع ہے یا نہیں ؟

جناب مجسٹریٹ صاحب : میرے علم میں تو یہی ہے کہ یہاں اس مسئلہ پر بھی نزاع ہے اور اکثر اس کا تذکرہ بھی سنتا رہتا ہوں۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولوی رحمہ اللہ صاحب سے مخاطب ہو کر کہئے مولانا جناب تو فرماتے تھے کہ یہاں اس مسئلہ میں نزاع ہی نہیں اور جو کچھ مجسٹریٹ صاحب نے فرمایا وہ بھی جناب نے سن لیا۔ مولوی رحمہ اللہ صاحب : اچھا چلئے مسئلہ غیب بھی رکھتے ہیں اس پر بھی بحث کرنے کو تیار ہوں۔ مولانا محمد منظور صاحب : مباحث کی ترتیب کیا رہے گی ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : پہلے عبارت ”حفظ الایمان“۔ بعد ازاں عبارت ”تسخیر الناس“ اس کے بعد عبارت ”براہین قاطعہ“۔ بعد ازاں مسئلہ علم غیب۔

مولانا محمد منظور صاحب : منظور ہے لیکن مباحثہ کے لئے ایک صدر کا ہونا بھی لازمی ہے اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ عالی جناب مجسٹریٹ صاحب اس جلسہ کے صدر قرار پائیں۔

جناب مجسٹریٹ صاحب : میں ہرگز اس قابل نہیں کہ علماء کے کسی جلسہ کا صدر قرار پاؤں لہذا مجھ کو معاف رکھا جائے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : مجسٹریٹ صاحب سے مخاطب ہو کر : ع خدا جب مال دیتا ہے لیاقت آہی جاتی ہے۔

اس کے بعد فریقین کے اصرار سے عالی جناب مجسٹریٹ صاحب نے صدارت منظور فرمائی۔ بعد ازاں سے تہذیب و آداب مناظرہ وغیرہ کے متعلق چند شرطیں اور بھی طے ہو گئیں۔ یہ بھی طے ہو گیا کہ مسائل کو تقریر کے لئے ۱۰ منٹ دیئے جائیں گے اور مجیب کو پندرہ منٹ۔

(۱۰ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

مولانا محمد منظور صاحب : مولوی رحمہ اللہ صاحب سے مخاطب ہو کر : یہ اور فرمائیے کہ آپ کی جانب سے کون صاحب مناظر ہوں گے ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : مناظر کی تعیین ہم کل کریں گے ۔

مولانا محمد منظور صاحب : کیا خوب ۔ مناظرہ آج ہوگا اور مناظر کی تعیین کل یہ کہاں کی منطق ہے ۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : مناظرہ آج نہیں کل ہوگا ۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا ہم اس قدر بے کار نہیں ہیں ۔ ہمارے متعلق درسی خدمات ہیں

یقین فرمائیے میری اور مولانا محمد اسماعیل صاحب کی ذات سے کم و بیش سوا طلبہ کا لفع ، نقصان و البتہ ہے لہذا مہربانی فرما کر مناظر کی تعیین فرمائیے تاکہ جلد از جلد کاروائی مناظرہ شروع کی جائے ۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : اپنے ہمراہ بیان سے مشورہ کرنے کے بعد ، اچھا میرا نام لکھ لیجئے ۔

اور آپ بھی اپنے مناظر کی تعیین کر دیجئے ۔

مولانا محمد منظور صاحب : جناب کا اسم گرامی ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : رحمہ اللہ ۔

مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی رحمہ اللہ صاحب کا نام لکھ لیا اور فرمایا کہ خاکسار خود ہی مناظر ہوگا ۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) : اگرچہ وقت کی یہ تحدید کدی گئی تھی مگر اس کا عمل صرف وہاں تک ہوتا تھا کہ اصل مقصود امتحان حق و باطل

نہو۔ چنانچہ صدر صاحب نے خود فرمادیا تھا کہ جس مناظر کو اس سے زیادہ وقت کی ضرورت ہوگی ان کو زیادہ وقت دیا جائے گا۔ بشرطیکہ وہ

وقت بے کار اور خارجی باتوں میں ضائع نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب مظلہ کی بعض تقریریں آدھے گھنٹے اور پورے

گھنٹے کی بھی ہوئیں اور بیس بیس منٹ سے کم تو حضرت مولانا کی شاید کوئی بھی تقریر نہ ہوئی ہو۔ اور مولوی رحمہ اللہ صاحب کی کوئی تقریر شاید

۱۰ منٹ سے بڑھی ہو۔ ورنہ اگر وقت ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جاتی تھی۔ ہم صدر صاحب کی سخن شناسی کے مشکور ہیں کہ انہوں نے حضرت

مولانا محمد منظور صاحب کو ہر مرتبہ ضرورت کے مطابق وقت دیا۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا موصوف کی اکثر تقریریں مقدار میں مولوی

مولوی رحمہ اللہ صاحب : احقر شریف جناب کا

مولانا محمد منظور صاحب : احقر کو محمد منظور کہتے ہیں۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : وطن عزیز جناب کا سنبھل ہے ؟

مولانا محمد منظور صاحب : جی ہاں خاکسار سنبھل ہی رہتا ہے۔

حفظ الایمان کی عبارت پر مناظرہ

ان تمام باتوں کے بعد نماز عصر ادا کی گئی۔ اور اس کے بعد حسب قرارداد ”حفظ الایمان“ کی عبارت پر اس طرح مناظرہ شروع ہوا۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب :

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام

علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین :

اس کے بعد تقریباً ۱۵ منٹ تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ علمی فضائل بیان کئے جو

سب مسلمانوں کو مسلم ہیں، اس کے بعد فرمایا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی یہ شان ہے ان کے متعلق

آپ کے مولوی اشرف علی صاحب ”حفظ الایمان“ میں لکھتے ہیں۔

” پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کھانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب ہے۔

امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں

حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم

کے لئے حاصل ہے ؟

اس عبارت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو پاکلوں اور چوپاؤں کے علم کے برابر بتایا گیا

ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہے اور اسی وجہ سے علماء حرمین شریفین نے ان کو کافر

کہا ہے۔ اور آپ ان کو مسلمان بلکہ اپنا پیشوا جانتے ہیں۔ آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے۔ کیا ایک

شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے بعد بھی مسلمان رہ سکتا ہے ؟

مولانا محمد منظور صاحب :-

الحمد لله ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل
 عليه ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من
 يهده الله فلا مضل له ومن يضلل الله فلا هادي له ونشهد أن لا
 اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد أن سيدنا ونبينا وشفيعا
 وحبيبنا وحبيب ربنا ومولانا محمدا عبده ورسوله الذي
 ارسله بالحق الى كافة للناس بشيرا ونذيرا و داعيا اليه باذنه
 وسراجا منيرا وصلى الله تعالى عليه وعلى اله واصحابه وسلم
 تسليما كثيرا كثيرا يا معين بك نستعين بسم الله الرحمن الرحيم ط
 اما بعد -

معزز حاضرین ! آپ نے مولوی صاحب کی تقریر سنی۔ مولوی صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ مولانا
 اشرف علی صاحب کافر ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ نعوذ باللہ مولانا اشرف علی صاحب نے جناب
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے۔ اور جو شخص آنحضرت کی توہین کرے وہ کافر ہے۔ مولوی صاحب
 کے دوسرے جزم میں مجھے کلام نہیں۔ واقعی جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے وہ کافر ہے ملعون
 ہے۔ واجب القتل ہے۔ خدا کی زمین کو اس کے ناپاک وجود سے پاک کر دینا چاہتے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ
 وسلم کی توہین کرنے والے کو مذاہب اربعہ میں پناہ نہیں۔ بلکہ میرے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارک
 کے تسم کی توہین کرنے والا بھی کافر ہے۔

حضرت شیخ عبدالحی صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور کتاب ”جذب القلوب“
 میں ارقام فرماتے ہیں کہ جو شخص مدینہ طیبہ کی خاک کے متعلق کہے کہ اس میں کہیں بھی شمشیر نہیں آتی اس کے متعلق
 حضرت امام مالکؒ کا فتویٰ ہے کہ اس کو قید کر دیا جائے۔ اگر توبہ کرے فبا درہ تین روز کے بعد قتل کر دیا جائے
 الغرض مولوی صاحب کا یہ فرمانا کہ جو شخص توہین کرے وہ کافر ہے بالکل صحیح ہے۔ تمام مسلمانوں کا یہی
 عقیدہ ہے۔ خود حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ بھی اپنی کتابوں میں یہی لکھتے ہیں۔ اب رہا مولوی صاحب

کی دلیل کا پہلا جز۔ یعنی یہ کہ مولوی اشرف علی صاحب نے العیا ذی اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے۔ بس اسی میں میرا اور مولوی صاحب کا نزاع ہے۔ جو عبارت مولانا نے ”حفظ الایمان“ کی آپ حضرات کو پڑھ کر سنائی ہے اس کا اول اور آخر اگر مولانا پڑھ دیتے تو شاید کچھ کو جواب دینے کی بھی حاجت نہ ہوتی۔ اس سے خود آپ حضرات سمجھ جاتے کہ اس عبارت میں توہین کا شائبہ بھی نہیں۔ مولوی صاحب نے لا تقربوا الصلوة تو پڑھ دیا اور وانت مسکری کا ذکر تک بھی نہ کیا۔ خیر یہ تو مولوی صاحب کی دیانت داری تھی۔ اب میں آپ حضرات کو اس کی حقیقت بتاتا ہوں سنئے !

”حفظ الایمان“ مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ کا ایک مطبوعہ فتویٰ ہے جس میں تین سوالوں کا جواب ہے۔ پہلا سوال سجدہ تعظیمی کے متعلق ہے۔ دوسرا طواف قبور اولیاء اللہ کے متعلق ہے۔ اور تیسرا سوال یہ ہے کہ ایک شخص جس کا فرضی نام زید ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بواسطہ کے اعتبار سے عالم الغیب کہتا ہے۔ اس کا یہ عالم الغیب کہنا کیسا ہے ؟ حضرت مولانا مدظلہ جواب دیتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں۔ اور اس کی دو دلیلیں بیان کی ہیں۔ پہلی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ عام طور پر شریعت کے محاورات میں عالم الغیب اسی کو کہا جاتا ہے جس کو غیب کی باتیں بلا واسطہ اور بغیر کسی کے بتلائے معلوم ہوں (اور یہ شان محض اللہ تعالیٰ کی ہے) لہذا مخلوق پر بلاقرینہ علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ناجائز ہوگا۔ پھر اسی مضمون کو قرآن و حدیث سے ثابت فرما کر اسی دعوے پر دوسری دلیل یوں قائم فرماتے ہیں۔ ذرا غور سے سنا جائے۔

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا۔ یعنی آنحضرت صلعم کو عالم الغیب کہنا۔ اگر بقول زید (رضا خانی) صحیح ہو تو دریافت طلب۔ اسی زید سے یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد۔ یعنی اس غیب سے جو لفظ عالم الغیب میں ہے اور جس کی وجہ سے آنحضرت صلعم کو وہ عالم الغیب کہتا ہے۔ بعض غیب ہیں یا کل غیب۔ یعنی یہاں اس میں کلام نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر علوم غیبیہ عطا فرمائے گئے نہ یہاں اس کی بحث ہے۔ بلکہ مولانا ان لوگوں سے دریافت کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتے ہیں اور کہنا جائز سمجھتے ہیں کہ اے عقل کے دشمنوں ذرا یہ تو بتلا دو کہ تم جو آنحضرت

کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کرتے ہو اس لفظ غیب سے تمہاری کیا مراد ہے۔ بعض غیب یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس عالم الغیب کہنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص الیسا بعض عالم غیب کہ کسی کے عالم الغیب کہنے کے لئے جس کی ضرورت تم سمجھتے ہو۔ یعنی مطلق بعض مغیبات کا علم تو زید، عمرو بلکہ ہر صبی مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ تو چاہتے کہ تمہارے اصول پر سب کو عالم الغیب کہا جائے۔ کیونکہ تمہارے نزدیک کسی کے عالم الغیب کہنے کے لئے محض اتنا کافی ہے کہ اس کو غیب کی کسی بات کا علم ہو اور ان حقیر چیزوں کو بھی بعض مغیبات کا علم ضرور ہے کم از کم اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کا علم ہے اور وہ بھی منجملہ مغیبات کے ہے۔ پھر مولانا فرماتے ہیں کہ۔

”پھر اگر (یہ رضا خانی) زید اس کا التزام کرے کہ میں ہاں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالات نہ یہ شمار کیوں کیا جاتا ہے۔ جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نہوت سے کب ہو سکتا ہے۔ اور اگر التزام نہ کیا جاوے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔“

مولانا ذرا انصاف کو دل میں جگہ دیکھئے اور پھر فرمائیے کہ کیا اس عبارت کا وہ مطلب ہے جو جناب نے فرمایا تھا اور جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے ”حسام الکھمین“ میں لکھ کر علما و محدثین شریفین کے سامنے پیش کیا۔ یعنی یہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو پاکلوں اور جانوروں کے برابر بتا دیا۔ یا وہ مطلب ہے جو خاکسار نے عرض کیا۔ ذرا غور تو کیجئے! مولانا تو یہ فرماتے ہیں کہ آپ لوگوں کے اس بہودہ اصول پر کہ جس کو غیب کی کچھ باتیں بھی معلوم ہوں اس کو بھی عالم الغیب کہا جاسکتا ہے۔ یہ لازم آتا ہے کہ ان حقیر چیزوں کو بھی عالم الغیب کہا جاوے۔ اور جب یہ لازم باطل ہے تو تمہارا اصول باطل ہوا۔ مہربان من مولانا کے نزدیک تو یہ برابری ایسی باطل ہے کہ اس کے بطلان سے آپ کے اصول کے باطل ہونے پر دلیل قائم کر رہے ہیں اگر اس پر بھی کوئی شخص یہ کہے کہ مولانا اشرف علی صاحب نے سعادۃ انحضرت صلعم کے علم کو حیوانات وغیرہ کے علوم سے تشبیہ دے دی تو اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں اللہ مقلب القلوب ہدایت فرمائے۔

اس کے بعد میں مناسب سمجھتا ہوں کہ خود حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے جو جواب اس الزام کا دیا ہے اس کو بھی باختصار نقل کر دوں تاکہ مظلوم ہو جانے کو خود مصنف حفظ الایمان کا اس بارہ میں کب خیال ہے۔

جناب مولانا مرتضیٰ حسن صاحب، حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کو خط لکھتے ہیں کہ مولوی رخصان صاحب بریلوی آپ کے متعلق یہ لکھتے ہیں کہ آپ نے معاذ اللہ حفظ الایمان میں یہ تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر کچھ اور ہر پاگل اور ہر جانور کو حاصل ہے۔ کیا کہیں حفظ الایمان میں آپ نے یہ لکھا ہے۔ کیا آپ کا یہ عقیدہ ہے۔ اگر آپ کا یہ عقیدہ نہیں تو آپ اس شخص کو کیسا سمجھتے ہیں جو ایسا خبیث عقیدہ رکھے۔

حضرت مولانا جواب دیتے ہیں۔

”میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا۔
 لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا۔
 میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا جیسا کہ اخیر میں عرض کروں گا۔
 جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں۔۔۔۔۔۔ تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے ؟
 جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحت یا اشارۃً یہ بات کہ میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔“

اس کے بعد حضرت مولانا نے اس الزام کا مفصل جواب بھی دیا ہے اور اس عبارت کا مطلب بیان کیا ہے جس کو پڑھ کر سنانے کی اب حاجت نہیں رہی۔ کیونکہ میں نے جو جواب دیا ہے وہ اسی سے ماخوذ ہے پھر اسی تحریر کے خاتمہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ۔

”بفضلہ تعالیٰ میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلیہ والعلیہ ہونے کے باب میں یہ ہے ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر (از بسط البیان)

حاضرین ! اللہ ذرا انصاف سے کام لیجئے جو شخص اس عقیدہ کو خبیث قرار دے اس کے عقیدہ کو خارج از اسلام بتائے، ایسا عقیدہ یہ تحریر کرے کہ " بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر " اس کی عبارت میں قطع برید کر کے اس کی طرف اس عقیدہ کو منسوب کرنا کس قدر انصاف کا خون کرنا ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : اپنے مخصوص لہجہ میں : ۱۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا

جو چیرا تو ایک قطرہ خون نہ نکلا

مولوی صاحب ! آپ نے مجھ پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں نے حفظ الایمان کی اس عبارت کا اول و آخر نہیں پڑھا۔ بے شک میں نے ساری کتاب نہیں پڑھی اور نہ اس کی ضرورت تھی۔ جتنی عبارت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین تھی میں نے کل پڑھ کر سنا دی اس میں اگر میں نے کوئی لفظ چھوڑا ہو تو آپ مجھ سے شکایت کر سکتے ہیں۔ حاضرین پھر سن لیں وہ عبارت یہ ہے۔

" پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا یا نہ (الاختصار من المرتب)

اس عبارت کو کوئی تعلق ماقبل یا مابعد سے نہیں۔ یہ پھر کا لفظ خود اس کو بتلاتا ہے کہ یہاں سے کوئی

نئی بات شروع ہوتی ہے جس کا ماقبل سے کوئی تعلق نہیں۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس عبارت میں

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو حیوانات اور پانگوں کے علم سے تشبیہ نہیں دی گئی حالانکہ اس میں صاف

ایسا کا لفظ موجود ہے جو تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ افسوس ! ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتا ہے آپ

کے علم کو پانگوں اور جانوروں کے برابر بتاتا ہے اور آپ اسے مسلمان ثابت کرنے کے لئے ایسے ایسے رکیک

احتمالات پیدا کرتے ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : اس وقت ہمارے فاضل مخاطب نے میری تقریر کے جواب میں محض

دو باتیں کہی ہیں۔ ایک یہ کہ عبارت زیر بحث کو اول و آخر سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسری یہ کہ اس عبارت میں

لفظ ایسا ہے جو تشبیہ کے لئے آتا ہے لہذا اس عبارت میں ضرور تشبیہ ہے۔ میں بالترتیب اس کا جواب دیتا

ہوں۔ غور سے سنئے۔

اس عبارت کو ماقبل سے بھی تعلق ہے اور مابعد سے بھی۔ اس عبارت سے پہلی عبارت تو اس کو بتلاتی ہے کہ گفتگو اس میں نہیں کہ آنحضرت صلعم کو غیب کی کتنی باتوں کا علم تھا اور کوئی دوسرا علوم غیبیہ میں آپ کے برابر ہے یا نہیں۔ بلکہ محض اس میں ہے کہ آنحضرت صلعم کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق جائز ہے یا نہیں۔ اس عبارت سے چند سطر پہلے یہ چند فقرے موجود ہیں جو صاف بتلا رہے ہیں کہ محض اطلاق کی بحث ہے نہ علم غیب کی مقدار کی۔ فقرہ ۱۔ تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ناجائز ہوگا۔ فقرہ ۲۔ اسی لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا۔ فقرہ ۳۔ اور اگر کسی ایسی تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو تو خالق و رزاق وغیرہما کا بتاویل اسناد الی السبب کے بھی اطلاق کرنا جائز ہوگا۔ کیونکہ آپ ایجاد اور بقائے عالم کے سبب ہیں۔ فقرہ ۴۔ جس طرح آپ پر عالم الغیب کا اطلاق اس تاویل سے جائز ہوگا۔ الخ

ان فقروں سے معلوم ہوتا ہے کہ بحث محض اطلاق لفظ عالم الغیب کے جواز و عدم جواز کی ہے نہ آنحضرت صلعم کے علم شریف کے مقدار کی۔ یہ تو تھا عبارت کا اول سے تعلق۔ اب آخر سے سنئے۔

اس عبارت سے چند سطر بعد مولانا کی یہ عبارت موجود ہے۔ "نبوت کے لئے جو علوم لازم و ضروری ہیں وہ آپ کو (صلی اللہ علیہ وسلم) بتا دیا حاصل ہو گئے تھے۔" جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے نزدیک آنحضرت صلعم کو تمام علوم لازمہ نبوت حاصل تھے۔ انصاف شرط ہے۔ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایجاد عالم و بقا عالم کا سبب سمجھے اور یہ عقیدہ رکھے کہ آنحضرت صلعم کو تمام علوم لازمہ نبوت حاصل تھے کیا وہ زید و عمرو وغیرہ کے علم کو علوم محمدی کے برابر بتا سکتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ عبارت زیر بحث سے پہلے عبارت تو اس کو بتاتی ہے کہ گفتگو محض اطلاق میں ہے نہ کہ رسول اللہ صلعم کے علم شریف کی مقدار میں۔ اور بعد کی عبارت اس کو بتاتی ہے کہ مولانا کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام علوم لازمہ نبوت آنحضرت صلعم کے لئے حاصل تھے۔ اب تو جناب

لے اس کے علاوہ عبارت زیر بحث کا ایک خاص تعلق مابعد سے یہ بھی ہے کہ اسی عبارت کے متصل ایک فقرہ یہ ہے۔ "پھر اگر زید اس (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ عبارت زیر بحث کا اول و آخر سے کیا تعلق ہے۔

یہ تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اثنائے تقریر میں فرمایا کہ لفظ ”پھر“ کا آپ کے پاس کیا جواب ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے کوئی نئی بات شروع کرنی چاہتے ہیں جس کا

اول و آخر سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ بھی بتلائیے کہ عربی میں اس ”پھر“ کا ترجمہ کیا کیا جائے گا؟

مولانا نے جواب دیا کہ یہ لفظ ”پھر“ یہاں اُسی موقع پر استعمال کیا گیا ہے جس موقع پر عربی میں علیٰ اللہ استعمال کرتے ہیں۔ ایک دعا پر ایک دلیل قائم کرنے کے بعد جب دوسری دلیل شروع کرتے ہیں تو کہتے ہیں علیٰ اللہ۔ اسی طرح جب یہاں مولانا اپنے دعوے پر ایک دلیل قائم کر چکے تو دوسری دلیل کو لفظ ”پھر“ سے شروع کیا۔ اب تو شاید اس ”پھر“ کا پھیر بھی جناب کی سمجھ میں آ گیا ہوگا۔

جناب نے اپنی تقریر میں دوسری بات یہ فرمائی تھی کہ عبارت ”حفظ الایمان“ میں لفظ ”ایسا“ ہے جو تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے معلوم ہوا کہ جناب کو اردو ادب میں بھی بہت زیادہ دسترس ہے۔ سنئے۔

امیر مینائی مرحوم اپنی مشہور کتاب ”امیر اللغات“ جلد دوم کے صفحہ ۳۰۲ پر لفظ ایسا کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

۱۔ ایسا اس قسم کا۔ اس شکل کا۔ فقرہ ایسا قلم داں ہر ایک سے تہنا دشوار ہے۔

محبوب نہیں باغ جہاں میں کوئی ایسا
(آتش) بور کتا ہے گل ایسی نہ لذتِ ثمر ایسی۔

۲۔ اس قدر۔ اثنائے فقرہ ایسا مارا کہ ادھموا کر دیا۔

اس بادہ کش کا جسم ہے ایسا لطیف و صاف
(برق) زنا پر گمان ہے موجِ شراب کا۔

دبیرہ شیعہ صفحہ گزشتہ کا التزام کرنے کے میں ہاں سب کو عالم الغیب کہوں گا الخ۔ اسی فقرہ کے خط کشیدہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ ہوا؟

صرف اطلاق کی بحث ہے نہ علم شریف کی مقدار کی ۱۲۔ قتال۔ ۱۳۔ یا ثم اللہ ۱۴۔

اس کے بعد اسی لفظ "ایسا" کے تین معنی اور لکھے ہیں جن کو پڑھ کر سننے کی چنداں حاجت نہیں اس کے علاوہ یہ کہ اہل زبان برابر اپنے محاورات میں کہتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے تو کیا نعوذ باللہ تعالیٰ اس کی قدرت کو کسی کی قدرت سے تشبیہ دینی مقصود ہوتی ہے؟ اب آیا خیال شریف میں کہ لفظ "ایسا" محض تشبیہ ہی کے لیے نہیں آتا، بلکہ دوسرے معانی میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور عبارت زیر بحث میں بھی جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں ایسا یعنی اتنا مستقل ہے اور تشبیہ پہلے نہیں۔ اب میں مزید توضیح کے لیے اس عبارت کا حاصل اپنی اور آپ کی مثال دے کر عرض کرتا ہوں۔

فرض کر لیجئے کہ آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کرتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ میں آپ سے کہتا ہوں آپ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتے ہیں تو آیا اس وجہ سے کہ آپ کو کل مغیبات کا علم ہے یا اس وجہ سے کہ بعض مغیبات کا۔ پہلی صورت کے تو آپ خود بھی قائل نہیں۔ اور اگر آپ اس کے قائل بھی ہوں تو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے اس کا باطل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر آپ آنحضرت صلعم کو عالم الغیب اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ کو بعض امور غائبہ کا علم ہے۔ قطع نظر اس سے کہ وہ ایک ہے یا ایک کر ڈر یا اس سے بھی زیادہ۔ تو پھر میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے آپ کے اس اصول پر تو لازم آتا ہے کہ اب دنیا کی حقیر چیزوں کو بھی عالم الغیب کہا جائے کیوں کہ کسی نہ کسی غیب کی بات کا علم تو حیوانات کو بھی ہے۔ کم از کم اللہ تعالیٰ ہی کا علم ہے اور وہ بھی غیب کا ایک فرد ہے تو کیا آپ اپنے اس اصول کی بنا پر ان حیوانات کو بھی عالم الغیب کہیں گے۔ اگر آپ کہیں کہ ہاں ہم سب کو عالم الغیب کہیں گے۔ تو میں کہوں گا کہ پھر اس صورت میں حضور کو عالم الغیب کہنے میں کیا تعریف نکلی جب کہ آپ کے نزدیک حیوانات کو بھی عالم الغیب کہا جاسکتا ہے۔ یہ ہے حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ کی عبارت کا مطلب جو میں نے مثال کی صورت میں عرض کیا۔ اب ذرا انصاف سے کہئے کہ مولانا نے العیا باللہ آنحضرت صلعم کے علم شریف کو حیوانات کے علوم کے مساوی اور برابر بتا دیا۔ یا آپ لوگوں کو اس برابری اور

مذہب مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنے رسالہ "خالص الاعتقاد" کے صفحہ ۲۲ پر تصریح کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو صرف بعض مغیبات کا علم مانتے ہیں نہ کہ کل کا۔ ۱۳۔

مسافات فی الاطلاق سے بچانے کی کوشش کی لیکن بات وہی ہے ع

گل است سعدی و حشمت دشمنان خارا است

جناب نے اپنی تقریر کے آخر میں یہ بھی فرمایا تھا کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتا ہے اور تو اس کی عبادت میں رکیک احتمالات پیدا کر کے مسلمان کہلوانا چاہتا ہے۔ سو اس کا جواب وہی ہے جو میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین بے شک کفر بلکہ اشد کفر ہے۔ دنیا بھر کے کافروں کو پناہ مل سکتی ہے لیکن جو کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے اس کی منزل محض تلوار ہے۔ اجمی حضرت احقر اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو بڑی چیز ہیں واللہ میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ جو شخص حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی توہین بھی صحابی ہونے کی حیثیت سے کرے وہ بھی کافر ہے مردود ہے ملعون ہے۔ لیکن ہاں واقعہ میں توہین ہونی چاہئے۔ خواہ مخواہ کسی کے سر توہین کا التزام تقویٰ پنا گناہ کبیرہ ہے۔ ہمارے فقہاء کرام تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر کسی عبارت میں ہزارہا احتمالات کفر کے ہوں اور صرف ایک ضعیف سا احتمال ایسا ہو جس کی وجہ سے اس کے قائل کو مسلمان کہا جاسکے تو اس کو کافر مت کہو چہ جائیکہ کسی کی عبادت میں کوسوں تک توہین کا شائبہ بھی نہ ہو اور محض عوام میں شہرت حاصل کرنے کے لئے اس کے سر توہین منڈھ کر اس کو کافر کہا جائے۔ آپ غور کیجئے واللہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب دہلوی کا اس سے کچھ نہیں بگڑتا ہاں آپ اپنے نامہ اعمال کو خراب کر رہے ہیں۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب ۱۔ آپ نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ نہ عبارت زیر بحث کا اول و آخر سے کوئی معقول تعلق بیان کیا۔ اور جو تعلق آپ نے بیان کیا ہے ایسا تو ساری کتاب کو اول سے آخر تک ہنوا کرتا ہے۔ ایسا تعلق بتلائیے جس سے معلوم ہو کہ اس عبارت کا مطلب سمجھنا اول و آخر پر موقوف ہے۔ آپ بار بار فرماتے ہیں کہ اس عبارت میں توہین نہیں تو کیا سارے علماء بحرین نے بے سوچے سمجھے مولوی اشرف علی صاحب کو کافر کہہ دیا۔ مولوی صاحب وہ ایسی جگہ کے علماء ہیں جہاں شیطان کا دخل بھی کم ہوتا ہے۔ اگر اکیلے اعلیٰ حضرت نے کافر لکھا ہوتا تو یہ بھی کہا جاسکتا تھا کہ عداوت یا تحویل شہرت کی وجہ سے کہہ دیا ہو گا لیکن مشکل تو یہ ہے کہ محکمہ مظہر اور مدینہ منورہ کے علماء نے بھی تکفیر کر دی ہے۔ آپ خدا کا خوف لکھا کر میری باتوں کا جواب دیجئے ادھر ادھر کی باتوں میں وقت کو مت ٹالئے۔

مولانا منظور صاحب : الحمد للہ ! مولانا نے یہ تو تسلیم کر لیا کہ لفظ ”ایسا“ تشبیہی کے لئے نہیں آتا۔ چونکہ اس کے متعلق برائے نام بھی کوئی حرف نہیں کہا ورنہ اگر کہہ دیتے کہ امیر مینانی مرحوم بھی وہابی تھے تو میں کیا کر لیتا۔ خیر۔ ع

عمرت دراز باد کہ این بسم غنیمت است

رہا مولانا کا یہ فرمانا کہ عبارت زیر بحث کا کوئی تعلق ماقبل و مابعد سے نہیں بتایا۔ اس کے جواب دینے کی اگرچہ اب ضرورت نہیں کیونکہ میں نے جو تعلق بیان کیا ہے وہ ایسا ظاہر ہے جس کو ہر تھوڑی سی سمجھ رکھنے والا سمجھ گیا ہوگا۔ لیکن مولانا کی خاطر پھر اسی کا اعادہ کرتا ہوں سنتے۔

عبارت زیر بحث سے پہلی عبارت اس کو بتلاتی ہے کہ بحث محض اس کی ہے کہ آنحضرت صلعم کو عالم الغیب کہا بھی جاسکتا ہے یا نہیں۔ نہ اس کی کہ آنحضرت صلعم کو کس قدر علوم غیبیہ عطا فرمائے گئے اور کوئی مخلوق ان علوم میں آپ کی برابری کر سکتا ہے یا نہیں۔ اور اس عبارت سے بعد کی عبارت اس کو بتلاتی ہے کہ مولانا کا عقیدہ دربارہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے کہ جو علوم لازمہ نبوت تھے وہ تمامہا آنحضرت صلعم کو حاصل ہو گئے۔ جب تک کوئی شخص عبارت زیر بحث سے پہلی عبارت نہ دیکھے کیسے سمجھ سکتا ہے کہ بحث محض اطلاق کی ہے نہ اس کی کہ واقعہ میں کس قدر علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھے اور جب تک کوئی اس عبارت سے بعد کی عبارت کو نہ دیکھے اس وقت تک اس کو مولانا کا عقیدہ دربارہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں کر معلوم ہو سکتا ہے ؟

ہاں اس مرتبہ ہمارے فاضل مخاطب نے ایک بات نہایت عجیب کہی اور وہ یہ کہ اگر زیر بحث عبارت میں توہین نہیں تھی تو علماء حرمین نے کیوں تکبیر کی کیا انہوں نے بے سمجھے کفر کا فتویٰ دے دیا ؟

مہربان من ! مفتی کا بس یہی فرض ہے کہ اس کے سامنے جو سوال پیش کیا جائے وہ اس کا جواب دے دے۔ اس کے ذمہ یہ نہیں کہ سوال کی واقعیت اور عدم واقعیت کی تحقیق کرے۔ جس فتوے کا آپ بار بار ذکر فرماتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے مولانا اشرف علی صاحب کی یہ عبارت اس کا ماقبل و مابعد حذف کر کے اُسی طرح علماء حرمین شریفین کے سامنے پیش کی جس طرح کہ آپ نے اس وقت

پسک کے سامنے۔ بلکہ انہوں نے ایک کمال یہ بھی کیا کہ حضرت مولانا کی اس عبارت کے لکھنے سے پہلے ہی اس کا مطلب بھی ان الفاظ میں بیان کر دیا۔

”اُس میں (یعنی حفظ الایمان میں) تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر کچھ اور ہر پانچ اور ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے۔“ (حسام الحرمین ص ۱۱)
 علما و بحرین کو کیا خبر تھی کہ اس عبارت میں کیا کیا قطع برید کی گئی ہے۔ انہوں نے اسی قدر عبارت کا وہ مطلب سمجھ کر جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے لکھا تھا۔ مولوی احمد رضا خان صاحب کے فتوے سے اتفاق کیا۔ یہ ہے اس فتوے کی حقیقت جس کو آپ تکفیر کا مدار ٹھہرا ہے جس اگر میرے سامنے بھی وہ فتوے پیش کیا جاتا اور مجھے حقیقت حال کی خبر نہ ہوتی تو میں بھی اس فتوے کی تصدیق کرتا۔ الغرض علما و بحرین نے جو کچھ لکھا وہ بے سوچے سمجھے نہیں لکھا۔ ہاں مولوی احمد رضا خان صاحب نے ان سے جھوٹ بولا اور ان کو دھوکا دیا۔ انہیں کیا خبر تھی کہ ایسی عبا قبا دے محض کسی مسلمان کی تکفیر کے لئے جھوٹ بھی بولتے ہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض حضرات نے تو یہ بھی لکھ دیا کہ اگر حقیقت میں ان لوگوں (مولوی اشرف علی صاحب وغیرہ) نے توہین کی ہے اور ان کے عبارتوں کا مطلب وہی ہے جو تم نے (یعنی مولوی احمد رضا خان صاحب نے) بیان کیا تو وہ کافر ہیں ورنہ نہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ جب ان حضرات کو یہ اطلاع ہوئی کہ یہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا مکرو فریب تھا تو انہوں نے اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبِیٍّ فَتَّبِعُوْا پر عمل کر کے براہ راست حضرات علما و دیوبند کے پاس کچھ سوالات بھیجے کہ ان مسائل میں آپ کا کیا خیال ہے۔ ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا لغو باشد تمہارے نزدیک حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حیوانات اور پانچوں جیسا ہے؟

اس کا جواب یہاں سے دیا گیا کہ یہ خبیث عقیدہ ہمارا ہرگز نہیں۔ جو شخص ہماری طرف ایسے عقائد منسوب کرے وہ کذاب ہے و جال ہے۔ پھر اس کے بعد مولانا اشرف علی صاحب کی یہ عبارت بھی مع توضیح کے لکھی گئی تو خود انہیں علما و بحرین نے اس پہلی تکفیر سے رجوع کیا جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے دھوکہ دیکر

کرائی تھی۔ اور صاف لکھ دیا کہ آپ کے مسلمان ہیں اور اہلسنت و جماعت ہیں۔ علماء حرمین شریفین کا یہ فتویٰ سالہا سال ہوئے ”التصدیقات“ کے نام سے چھپ کر شائع ہو چکا ہے اور میرے پاس بھی اس وقت موجود ہے آپ چاہیں تو ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ مولانا شاید آپ کو خبر نہیں کہ حقیقت حال معلوم ہونے کے بعد علماء حرمین کے نزدیک آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب کی کتنی قدر و منزلت رہ گئی ہے۔ ذرا دیر منورہ کے مفتی اعظم حضرت مولانا مسیح احمد صاحب بزرگجیؒ کا ”غایۃ المامول“ ملاحظہ فرمائیے۔ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ حقیقت حال معلوم ہو جانے کے بعد علماء حرمین شریفین نے مولوی احمد رضا خان صاحب کو کیسے کیسے نفیس خطابات دیئے ہیں۔ اور وہ حضرات قدسی صفات، مولوی احمد رضا خان صاحب سے کس قدر خوش ہیں۔ اس کے بعد اہلسنت کے مسلم امام علامہ میر سید شریف کی شرح مواقف سے ایک عبارت پیش کرتا ہوں ذرا اس کو ملاحظہ فرمائیے اور بتائیے کہ ”حفظ الایمان“ کے اور اس کے مضمون میں کیا فرق ہے۔ کیا آپ ان کو بھی کافر کہیں گے اگرچہ آپ کی دلیری سے یہ بعید نہیں کہ آپ ان کو کافر کہہ دیں۔ لیکن یاد رہے کہ پھر ان کے ساتھ سیکڑوں برس کے ان تمام علماء کو بھی کافر کہنا پڑے گا جو ان کو مسلمان بلکہ مسلمانوں کا امام جانتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ آپ کے مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی اپنی بعض کتابوں میں ان کو مستند مانا ہے۔ اگرچہ سنایہ بھی گیا ہے کہ جب پہلی مرتبہ یہ عبارت شرح مواقف کی اعلیٰ حضرت کے سامنے کسی نے پیش کی تو فوری طور پر یہی فرمایا کہ۔

”آخر دوزخ بھی تو کسی طرح بھری جائے گی اس کا رقبہ بھی تو کچھ کم نہیں ہے“

(انا لله وانا الیہ راجعون) خیر سنئے وہ عبارت یہ ہے۔

و اما الفلاسفة فقالوا هوای	بہر حال فلاسفہ پس وہ یہ کہتے ہیں کہ نبی وہ ہے
النبي من اجتمع فيه خواص ثلاث	کہ جس میں تین باتیں خاص طور پر پائی جائیں جن کی
یبتاز بها من غیرہ احدها ای	وجہ سے وہ نبی، غیر نبی سے ممتاز ہو۔ ان میں سے
احد الامور المختصة به ان یكون له	ایک بات یہ ہے کہ نبی کو اطلاع ہو چکی ہے ان
اطلاع علی المغیبات الکائنة و	مغیبات پر جو ہوتے ہیں۔ یا ہو چکے ہیں۔ یا ہونے
الماضیة والاتیة۔	کو ہیں۔

اس کے بعد چند سطر میں یہ ثابت کیا ہے کہ یہ بات انبیاء علیہم السلام کے لئے چند اہل مستقبل نہیں اس

کے بعد فرماتے ہیں۔

وکیف یستنکر ذلک الاطلاع فی
من قلت شواغله لریاضة افواج
المجاهدات او لمرض صارف
لنفس عن الاشتغال بالبدن
واستعمال الآلة او لنوم ینقطع به
احاساته الظاهرة فان هؤلاء
قد یطلعون علی مغیبات و
یخبرون عنها كما یشهد به
التسامع والتجارب بحیث لا یبقی
فیہ شبهة للمنصفین۔

یعنی انبیاء علیہم السلام کا ان مغیبات پر مطلع ہونا،
کیوں کہ مستبعد ہو سکتا ہے۔ حالانکہ یہ اطلاع علی
المغیبات ان لوگوں میں بھی پائی جاتی ہے جن کے شواغل
نفسانی مجاہدوں کی ریاضت یا کسی ایسے مرض کو جو
سے کم ہوں جو نفس کو اشتغال بالبدن اور آلات
کے استعمال سے روکنے والا ہو یا یہ شواغل ایسی نیند
کی وجہ سے کم ہوں جس کی وجہ سے اس سونے والے
کے احساسات ظاہری منقطع ہو گئے ہوں۔ پس
تحقیق یہ لوگ (یعنی ریاضات اور مجاہدے کرنے
والے اور مریض جن کو مایخی لیا ہو تا ہے اور سونے
والے بھی) کبھی مغیبات پر مطلع ہو جاتے ہیں جیسے
کہ تجربہ شاہد ہے۔ کہ کہ اہل انصاف کو اس
میں شبہ تک۔

یہاں تک تو فلاسفہ کا مذہب اور اس کے دلائل تھے۔ اس کے بعد حنف رحمۃ اللہ علیہ اہلسنت و

جماعت کی طرف سے اس کا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

قلنا ما ذکرتم مردودٌ بوجوه
اذ الاطلاع علی جمیع المغیبات لا
یجب للنبی اتفاقاً منا ومنکم
ولهذا قال سید الانبیاء لو کنت
جو کچھ تم نے کہا چند وجہ سے مردود ہے اس لئے کہ
تمہاری مراد اس اطلاع علی المغیبات سے کیا ہے
کل مغیبات پر اطلاع ہونی چاہئے یا بعض پر، کل
مغیبات پر مطلع ہونا تو نبی کے لئے کسی کے نزدیک بھی

ضروری نہیں نہ چارے نزدیک نہ تمہارے نزدیک
اور اسی وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
اگر میں غیب کو جانتا ہوتا تو میں نے خیر سے بہت سا
جمع کر لیا ہوتا اور مجھ کو برائی نہ چھوٹی اور بعض مفیات
پر مطلع ہو جانا نبی کے ساتھ خاص نہیں (یعنی غیر نبی
میں بھی پایا جاتا ہے) جیسے کہ خود تم کو اقرار ہے اس
لئے کہ تم اس کو جائز رکھتے ہو یا نہت کر نیوالوں
کے لئے اور مرغیوں کے لئے۔ اور سونے والوں کے

لئے۔ لہذا نبی غیر نبی سے ممتاز نہ ہوگا۔

اعلم الغیب لا استکثرت من
الخبیر وما مستنی السوء و
البعض ای الاطلاع علی
البعض لا یختص به اعم بالنبی
کما اقررت به حیث جوزتموه
للمرتا ضیف والمرضى
والناثمین فلا یتمیز النبی
من غیر النبی -

(شرح مواقف مصری ج ۳ ص ۱۰۵)

مولانا ذرا غور کیجئے اس عبارت اور حفظ الایمان کی عبارت میں کیا فرق ہے کیا اب آپ ان کو بھی
کافر کہیں گے؟ اگر میں نے کہیں ترجمہ غلط کیا ہو تو یہ کتاب حاضر ہے آپ صحیح کر کے دکھا دیجئے۔ آخر میں یہ او
عرض کرتا ہوں کہ مہربانی فرما کر وقت ضائع نہ کیجئے۔ کام کی باتیں کیجئے۔ واللہ مولانا اشرف علی صاحب سے میری
کوئی رشتہ داری نہیں نہ وہ میرے استاد ہیں اور جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ کسی میرے استاذ کے بھی استاد نہیں
بلکہ سچ پوچھئے تو مولوی احمد رضا خان صاحب سے ایک گونہ قرب حاصل ہے کیوں کہ وہ بریلی کے رہنے والے ہیں
اور میں سنبھل کا اور سنبھل بھی بریلی میں ہے۔ ہاں میرا ایمان ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ میں خواہ مخواہ کسی
دور قریب کے رہنے والے مسلمان کو کافر کہوں۔ البتہ بحث کو مختصر کرنے کے لئے اثنا اور کتاہوں کو میرے نزدیک
حفظ الایمان کی عبارت بے اعتبار ہے اس میں ہرگز توہین نہیں۔ اگر توہین ہوتی تو میرے نزدیک بلکہ تمام امت
محمدیہ کے نزدیک اس کا مصنف کافر ہوتا۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : آپ مجھ سے کہتے ہیں کہ وقت ضائع نہ کرو، اور آپ خود وقت
ضائع کرتے ہیں۔ جو میرا اصل سوال ہوتا ہے آپ اس کا تو جواب دیتے نہیں ہاں ادھر ادھر کی ٹالینیاں
شرع کر کے وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا تھا کہ عبارت زیر بحث کا کیا توہین آگے پیچھے سے

ہے آپ نے ابھی تک کوئی معقول تعلق نہیں بتلایا جس سے معلوم ہوتا کہ اس عبارت کا مطلب سمجھنا اول و آخر کے دیکھنے پر موقوف ہے بلکہ آپ نے اسی تعلق کو پھر بیان کر دیا جس کو آپ پہلے بیان کر چکے تھے۔ مولوی صاحب ! میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ وہ تعلق ایسا نہیں جس کی وجہ سے عبارت کا مطلب سمجھنا اول و آخر پر موقوف ہو ایسا تعلق تو ہر کتاب کو اول سے آخر تک ہوا کرتا ہے۔ اس مرتبہ آپ نے شرح مواقف کی عبارت بھی پیش کی ہے اور اس کے متعلق بہت طول طویل تقریر کی ہے۔ پہلے تو یہ بتلائیے کہ اس میں لفظ ایسا کہاں ہے ؟ دوسرے یہ کہ آپ نے اس کا مطلب نہیں سمجھا۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ فلاسفہ یہ کہتے ہیں کہ جس شخص میں یہ تینوں باتیں پائی جائیں وہ نبی ہو جائے گا۔ یعنی نبوت ان کے نزدیک ایک کبھی چیز ہے۔ تو قاضی عضد صاحب مواقف اور شارح علامہ میدثر لہذا ان کے اس باطل عقیدہ کو رد فرماتے ہیں کہ۔ اے یوقوفو ! تم نے نبوت کو کیا سمجھ لیا ہے اسے یہ ضروری نہیں کہ جس شخص کے اندر یہ تینوں باتیں پائی جائیں وہ نبی ہو جائے۔

تیسری بات یہ کہ مولوی صاحب ! اس میں حکما اقررتہ کا لفظ ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی کہا جا رہا ہے بطور الزام ہے اپنے عقیدہ کا بیان نہیں اور حیث جوزتموہ کا لفظ اس کو اور زیادہ ظاہر کر رہا ہے۔ اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ بعض مغیبات پر اطلاع ہونا نبی کا خاصہ نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ تم یعنی فلاسفہ اس کو اہل ریاضات اور مریضوں اور سونے والوں کے لئے بھی جائز رکھتے ہو۔ الغرض شرح مواقف میں جو کچھ ہے وہ محض بطور الزام لکھا گیا ہے۔

اس مرتبہ آپ نے ”التصدیقات“ کا حوالہ بھی دیا ہے۔ دیکھئے بس یہاں سے اعلیٰ حضرت اور آپ کے علماء کی دیانت کا فرق معلوم ہوتا ہے ”التصدیقات“ میں جو عبارت ”حفظ الایمان“ کی علماء حرمین کے سامنے پیش کی ہے وہ بعینہ ”حفظ الایمان“ کی عبارت نہیں ہے بلکہ اس میں اور حفظ الایمان کی عبارت میں بہت فرق ہے اور اعلیٰ حضرت نے حفظ الایمان کی جو عبارت حسام اکرمین میں لکھی ہے وہ بعینہ ”حفظ الایمان“ کی عبارت کا لفظی ترجمہ ہے اب بتلائیے علماء حرمین شریفین کو کس نے دھوکہ دیا۔ آپ اس کا جواب دیں۔ مولانا میں بھی سچ عرض کرتا ہوں کہ مجھ کو مولوی اشرف علی صاحب سے کوئی عداوت نہیں بلکہ ایک اعتبار سے جس قدر قرب مجھ کو مولوی اشرف علی صاحب سے حاصل ہے اس قدر اعلیٰ حضرت سے بھی نہیں۔ اور

وہ یہ کہ میں بھی ضلع مظفرنگر کا رہنے والا ہوں اور تھانہ بھون بھی ضلع مظفرنگر ہی میں ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ وہ بہت بڑے وسیع المعلومات عالم ہیں مجھے ان کی وسعت علمی سے انکار نہیں۔ بلکہ ایک زمانہ تک میں نے ان کی تکفیر بھی نہیں کی۔ اور جس زمانہ میں میں یہاں بریلی آیا تو یہ وہ زمانہ تھا کہ اعلیٰ حضرت برابر مناظرہ کا اعلان دیتے تھے اور کوئی شخص مناظرہ کے لئے تیار نہیں ہوتا تھا۔ تو میں نے تین سال تک مولوی اشرف علی صاحب کے بارہ میں اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کیا۔ بالآخر مجھ کو یہ یقین ہو گیا کہ وہ کافر ہیں تب میں نے ان کو کافر کہا ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب: تو پہلے تین سال تک آپ مولوی اشرف علی صاحب کے بارے میں اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کیا کرتے تھے؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب: (درا زور دار لہجہ میں) جی ہاں! جب کہ اعلیٰ حضرت سے نہ کوئی مناظرہ کرتا تھا اور نہ کر سکتا تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب: مولانا اب ذرا اپنی بھی خبر لیجئے

تجھ کو پرانی کیا پڑی اپنی نسب پڑ تو

جس ”حسام الحرمین“ کے فتوے سے آپ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کو کافر بتا رہے ہیں کچھ خبر ہے اس کا آپ کے متعلق کیا حکم ہے۔ سنئے وہ لکھتے ہیں۔

من شك في كفرهم وعذابهم فقد كفر

یعنی جس نے ان کے کفر اور عذاب ابدی میں شک تردد کیا وہ بھی کافر ہے۔

اب مہربانی فرما کر یہ اور بتلا دیجئے کہ کب آپ از سر نو مسلمان ہوئے اور کس تاریخ، نکاح کی تجدید کی۔ اور

کون لوگ اس کے شاہد تھے۔

ابھاسے پاؤں یار کا زلف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

مولوی رحمہ اللہ صاحب: (نہایت پریشانی کی حالت میں) اچھی حضرت کافر تو میں ان کو اسی وقت

سے برابر جانتا تھا جب سے کہ میں نے حفظ الایمان دیکھی تھی۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا ابھی تو آپ فرماتے تھے کہ میں نے تین سال تک مولوی اشرف علی صاحب کی تکفیر کے بارے میں اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کیا اس کے بعد میں نے ان کو کافر کہا۔ اور ابھی آپ فرماتے ہیں کہ میں ان کو کافر پہلے ہی سے سمجھتا تھا۔ اگر آپ کافر پہلے ہی سے سمجھتے تھے تو کیا مناظرہ سے محض شتی کنی مقصود تھی۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : جی ہاں مزید اطمینان کے لئے میں اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کیا کرتا تھا تاہم یہ کہ مولوی اشرف علی صاحب کے کفر میں مجھ کو کوئی شبہ تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب : حاضرین کرام بالخصوص جناب صدر صاحب ! ملاحظہ فرمائیں کہ مولانا نے کس قدر جلد اپنی بات کو بدل دیا۔ آپ حضرات کو یاد ہو گا کہ مولانا نے صاف یہ کہا تھا کہ تین سال تک میں نے اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کیا اس کے بعد مجھ کو یقین ہو گیا کہ وہ کافر ہیں۔ تب میں نے ان کو کافر کہا ہے۔ اور اب فرماتے ہیں کہ مجھے پہلے ہی سے ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں تھا۔ استغفر اللہ کچھ ٹھکانا ہے اس صداقت کا۔ خیر اب میں مولانا کی اصل تقریر کا جواب دیتا ہوں۔ اولاً تو مولوی صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ تعلق کوئی نہیں بیان کیا۔ کیوں جناب صدر صاحب کیا یہ صحیح ہے کہ میں نے ابھی تک کوئی معقول تعلق نہیں بیان کیا۔ یا میں اس عبارت کا ماقبل و مابعد سے دو مرتبہ تعلق بیان کر چکا ہوں۔

صدر صاحب : جی ہاں تعلق تو آپ بیان کر چکے ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : مہربان میں ! میں نے تعلق بیان کر دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ اس تعلق کی وجہ سے عبارت زیر بحث کا صحیح مطلب سمجھنا بغیر اول آخر دیکھے دشوار ہے۔ آپ سے اگر ہو سکے تو میرے بیان کردہ تعلق کو رد کیجئے۔ ہر مرتبہ محض یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ کوئی تعلق بیان نہیں کیا۔ الغرض میں تعلق بیان کر چکا اس کی معقولیت بھی بتا دی۔ اگر ہو سکے تو اس معقولیت کو رد کر کے اس کی نامعقولیت آپ ثابت کر دیں میں جواب دے لوں گا۔ شرح مواقف کی عبارت پر بڑا اعتراض آپ نے یہ کیا ہے کہ اس میں فلاسفہ سے الزام یہ کیا جا رہا ہے کہ بعض مفیبات پر مطلع ہونا نبی کے ساتھ خاص نہیں کیوں کہ ریاضت کرنے والوں۔ اور مالِ بخولیا والوں۔ اور سولے والوں کو بھی ہو سکتا ہے۔ اگر جناب کا مطلب اس سے یہ ہے کہ خود قاضی عضد و علامہ میر سید شریف اس کے قائل نہیں

ہیں بلکہ محض الزام کہہ رہے ہیں تو یہ غلط اور محض غلط ہے۔ اس صورت میں تو فلاسفہ کا مدعا ثابت ہو جائے گا اور مصنف کی ساری تردیدی تقریباً کار ہو جائے گی۔ علاوہ اس کے یہ کہ بعض مغیبات پر غیر انبیاء علیہم السلام کا مطلع ہونا تو ایسی بدیہی بات ہے کہ قاضی محمد اور علامہ میر سید شریف کیا معنی، خود آپ بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کا علم نہیں، کیا جنت و دوزخ، عرش و کرسی، لوح و قلم کا علم آپ کو نہیں، کیا حضرت جبریل و دیگر ملائکہ علیہم السلام و بعض انبیاء سابقین علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم بذریعہ قرآن و حدیث آپ کو نہیں، یا آپ کے نزدیک یہ چیزیں مغیبات میں سے نہیں ہیں؟ ان اشیاء کا علم ہر مسلمان کو ہے اور وہ یقیناً مغیبات میں سے ہیں۔ الغرض یہ کہ دینا کسی طرح صحیح نہیں کہ صاحب مواقف و شارح رحمہما اللہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ محض بطور الزام لکھا ہے ان کا خود یہ عقیدہ نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ مطالع الانظار شرح طوابع الانوار کی عبارت میں کسی طرح یہ گنجائش بھی نہیں کہ یہ کہا جاسکے کہ یہ جواب الزامی ہے۔ کیوں کہ اس میں نہ حکما اقررتہ کا لفظ ہے نہ حیث جوزتہ کا وہ عبارت یہ ہے۔

فذهب الحكماء الى ان النبي من	حکما کا یہ مذہب ہے کہ نبی وہ ہو سکتا ہے جو تین
كان مختصاً بخواص ثلثة الاولى ان	خاص باتوں کے ساتھ مختص ہو پہلی بات یہ کہ وہ غیب
يكون مطلعاً على الغيب لصفاء جوهر	پر مطلع ہوا اپنے نفس کی صفائی اور مبادی عالیہ کیساتھ
نفسه وشدة اتصاله بالمبادئ	زیادتی اتصال کی وجہ سے بغیر سابقیت تعظیم
العالية من غير سابقة كسب وتعلم	و تعلم کے اور اہلسنت
وتعليم وقد اورد على	کی طرف سے اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر ان
هذا بانهم ان ارادوا بالاطلاع	فلاسفہ کی مراد یہ ہے کہ نبی کو کل مغیبات پر اطلاع

لے چونکہ مطالع الانظار اس منظر میں ہمراہ نہیں تھی بدین وجہ محض حوالہ دے دیا گیا تھا اب بغرض تکمیل فائدہ خاکسار

الاطلاع على جميع الغائبات فصوليس
بشرط في كون الشخص نبيا بالاتفاق
وان ارادوا الاطلاع على بعضها
فلا يكون ذلك خاصة للنبي اذا ما
من احد الا ويجوز ان يطلع على
بعض الغائبات من دون سابقية تعلم
وتعليم -

ناظرین غور کریں کہ اس میں اور عبارت حفظ الایمان میں کیا فرق ہے -

التصديقات کے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس کے مضمون اور حفظ الایمان کے مضمون میں شمار برابر
فرق نہیں آپ دیکھ سکتے ہیں۔ الفاظ کے بدل جانے سے حکم نہیں بدلتا۔ اس کے بعد یہ گزارش ہے کہ اگر کوئی نئی
بات کہنی ہو تو فرمائیے بے کار وقت ضائع کرنے کی حاجت نہیں۔

صدر صاحب : میں بہت خوشی سے اس کا اندازہ کر رہا ہوں کہ دونوں جانب سے بار بار ایک ہی بات
کی جا رہی ہے لہذا اب اگر کسی صاحب کو کوئی نئی بات کہنی ہو تو فرمائیں درمخص اضاعت وقت میں کوئی
فائدہ نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : جناب نے جو کچھ فرمایا بالکل صحیح ہے لیکن میں مجبور ہوں اس لئے کہ
میرا منصب مجیب کا ہے تاوقتیکہ سائل کا سوال نہ بدلے جواب کیسے بدل سکتا ہے۔ ہاں اگر گڑھ گڑھ کے
جواب دول تو ہر مرتبہ نیا دے سکتا ہوں۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ واقعی بات تو ایک ہی ہو کر تی ہے۔ لہذا آپ ملنا
کو مجبور کریں کہ وہ سوال بدلیں تاکہ لوگوں کا وقت ضائع نہ ہو۔

صدر صاحب : مولوی رحمہ اللہ صاحب سے مخاطب ہو کر مولانا میرے نزدیک اس بحث پر
فریقین کافی روشنی ڈال چکے ہیں لہذا مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت یہ بحث ختم کر دی جائے اور کل صبح
سے دوسری بحث شروع ہو۔

ہونی چاہیے تو یہ تو بالاتفاق کسی کے نزدیک بھی
نبی ہونے کے لیے شرط نہیں۔ اگر ان کی مراد یہ ہے
کہ بعض منیبات پر اطلاع ہونی چاہیے تو یہ نبی
کے ساتھ خاص نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ بغیر تعلیم
تعلیم بعض منیبات پر مطلع ہو جانا ہر ایک کے لیے
ممکن ہے۔

مولوی رحمہ اللہی صاحب : مولوی صاحب میری باتوں کا جواب دے دیں تو دوسری بحث شروع ہو سکتی جب تک میرے اس سوال کا جواب نہ ہو میں کیسے دوسرا سوال کر سکتا ہوں۔

صدر صاحب : معاف کیجئے مولانا اس کا فیصلہ تو فریقین نہیں کر سکتے کہ جواب ہوا یا نہیں آپ کہیں گے کہ جواب نہیں ہوا اور دوسرا فریق کئے گا کہ جواب ہو گیا۔

مولانا محمد منظور صاحب : بے شک فریقین تو نہیں کر سکتے۔ لیکن جناب کو یہ حق حاصل ہے۔

صدر صاحب : میں تو عرض کر چکا۔ میری رائے تو یہی ہے کہ اس مسئلہ پر کافی روشنی پڑ چکی اس بحث کو ختم کر دیا جائے۔ ہاں اگر مولوی رحمہ اللہی صاحب اسی بحث کے متعلق کوئی نئی بات فرمائی چاہیں تو فرما سکتے ہیں۔

مولوی رحمہ اللہی صاحب : جب میری پہلی ہی باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا تو میں اور نئی باتیں پیش کر کے کیا کروں گا۔ اب میں کل کو دوسری ہی بحث شروع کر دوں گا۔

شب کو دس بجے کے قریب یہ جلسہ ختم ہوا اور قرار پایا کہ کل ساٹ بجے ”تحذیر الناس“ کی عبارت پر گفتگو شروع ہوگی۔ لیکن صدر صاحب و مولوی رحمہ اللہی صاحب کی تشریف آوری میں چونکہ کچھ دیر ہوئی اس لئے جلسہ تقریباً ۸ بجے شروع ہوا۔

مناظرہ کا دوسرا دن

۱۹ جولائی ۱۹۲۸ء یوم پنجشنبہ

مولوی رحمہ اللہ صاحب : حضرات آپ نے دیکھا کہ کل جو میں نے مولوی صاحب سے "حفظ الایمان" کے متعلق سوال کیا تھا اس کا جواب مولوی صاحب نے کچھ بھی نہیں دیا۔ مولوی صاحب نے شرح مواقف کی عبارت پڑھی اس پر میں نے سوال کیا کہ اس میں "ایمان" کا لفظ کہاں ہے تو اس کا مولوی صاحب کوئی جواب نہ دے سکے۔ پھر میں نے اس کا مطلب بیان کیا تو مولوی صاحب نے اس کا بھی کوئی رد نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرح مواقف کی عبارت کا جو مطلب میں نے بیان کیا تھا اس کا صحیح ہونا مولوی صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ مولوی صاحب سے جب کچھ بن پڑا "التصدیقات" پیش کی کہ اس میں علامہ حرمین نے مولوی اشرف علی صاحب وغیرہ کو مسلمان لکھا ہے۔ میں نے اس پر اعتراض کیا کہ اس میں بعینہ حفظ الایمان کی عبارت نہیں لکھی گئی بلکہ بدل کر علامہ حرمین کے سامنے پیش کی گئی ہے۔ اور اعلیٰ حضرت نے بعینہ حفظ الایمان کی عبارت "حسام الحرمین" میں لکھی ہے اس کا بھی مولوی صاحب کوئی جواب نہ دے سکے۔ اب میں تنزل کے طور پر کہتا ہوں کہ اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ حفظ الایمان میں توہین نہیں ہے اور اس کا وہی مطلب ہے جو آپ نے بیان کیا۔ تب بھی مولوی اشرف علی صاحب کو چاہئے تھا کہ کم از کم اس کے الفاظ بدل دیتے وہ الفاظ آسمان سے تو اترے ہی نہیں تھے۔ بالخصوص جب کہ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں توہین ہے تو پھر ان الفاظ کے رکھنے ہی کی کیا ضرورت تھی ان الفاظ کا نہ بدلنا خود اس بات کو بتلاتا ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب اس توہین کے الزام سے راضی ہیں۔ آپ خواہ مخواہ ان کے وکیل بن کر ان کو مسلمان ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ خیر وہ بحث تو ختم ہی ہو گئی۔ اب میں "تہذیب الناس" کے متعلق سوال کرتا ہوں۔ آپ ذرا مجھ کو حسام الحرمین دے دیجئے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب چونکہ گھر ہی سے مناظرہ کے امداد سے نہیں آتے تھے۔ جیسا کہ ان کی ابتدائی گفتگو سے ناظرین کو معلوم (بقید اگلے صفحہ پر)

مولانا محمد منظور صاحب : (صدر صاحب سے مخاطب ہو کر) بیٹے ہو چکا ہے کہ ہر مسئلہ پر مجیب کی تقریر آخری ہوگی۔ اور یہی اصول بھی ہے لہذا مولوی رحمہ اللہ صاحب کو دوسرے سوال کا جب حق ہے جبکہ وہ میری جوابی تقریر سن لیں لہذا مجھ کو اجازت دی جائے کہ میں مولوی صاحب کی تقریر کا جواب دوں۔

صدر صاحب : تو پھر وہی سلسلہ شروع ہوتا ہے جو کل تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب : یہ صحیح ہے لیکن اس کی ابتداء مولوی رحمہ اللہ صاحب کی جانب سے ہوئی ہے۔ اگر جناب کے نزدیک یہ مناسب نہ تھا تو مولوی رحمہ اللہ صاحب نے جس وقت اس کو شروع کیا تھا تو اس وقت ان کو روکنا چاہئے تھا۔ اب جب کہ وہ تقریر فرما چکے تو کوئی وجہ نہیں کہ مجھ کو جوابی تقریر کا حق نہ دیا جائے۔

صدر صاحب : اچھا شروع فرمائیے۔

مولانا محمد منظور صاحب : معزز حاضرین ! آپ نے مولوی رحمہ اللہ صاحب کی دلیری دیکھی آپ فرماتے ہیں کہ ”حفظ الایمان“ کے متعلق جو سوال کیا گیا تھا اس کا کوئی جواب نہ دیا گیا۔ اہی حضرت ! جواب تو ایسا دیا گیا کہ آپ کا دل ہی خوب جانتا ہو گا اور سامعین نے بھی یہ دیکھ لیا کہ میرے اصل جواب پر عینی اس مطلب پر جو میں نے ”حفظ الایمان“ کا بیان کیا آپ نے کوئی بھی اعتراض نہیں کیا۔ اور نہ انشاء اللہ آپ قیامت تک کوئی اعتراض کر سکتے ہیں۔ لیکن آپ بھی مجبور ہیں آخر یہ نہ کہیں تو اور کیا کہیں، مقتدین جو ہاتھ سے چھوڑتے ہیں۔

اس وقت آپ کی مثال بالکل ان شیعہ حضرات کی سی ہے جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے نفوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت بھی تو میں کی اور یہ کہا کہ۔
 ”ان کو چھوڑ دو وہ بکواس کرتے ہیں“ (نفوذ باللہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہو چکا ہے اس لئے اپنے ساتھ کوئی کتاب بھی نہیں لائے تھے ہر کتاب حتیٰ کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے مسائل بھی حضرت مولانا محمد منظور صاحب ہی سے مانگتے تھے اس سادگی پر کون مدد جائے یا خدا ! ملتے ہیں اور ہاتھ میں تو ابھی نہیں

اہلسنت ان کے اس نامعقول اور جھوٹے الزام کے ہزار دندان شکن جواب دیں لیکن وہ یہی کہہ جاتے ہیں کہ: صاحب حضرت حمزہؓ نے ضرور توہین کی۔ تو مہربان من نہ ہم سے ان کی زبان پکڑی جاتی ہے نہ آپ کی۔ اور اگر واقعی بات یہ ہے کہ آپ نے میرا جواب نہیں سمجھا تو یہ فہم عالی کا قصور ہے۔

گر نبیند بروز شیر چشم
چشم آفتاب را چو گناہ

”شرح مواقف“ کی عبارت پر آج بھی آپ نے روشنی ڈالی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حفظ الایمان اور شرح مواقف کی عبارت میں بڑا فرق ہے۔ حفظ الایمان میں لفظ ”ایسا“ ہے اور شرح مواقف میں وہ کہاں ہے۔ مولانا یہ آپ ایسی بات فرماتے ہیں کہ شاید آٹھ برس کا ناناوندہ بچہ بھی ایسی بے نیکی نہیں کہے گا۔ مہربان من! حفظ الایمان اردو میں ہے اور شرح مواقف عربی میں۔ بھلا اُس میں لفظ ”ایسا“ کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر ایسے ہی دونوں عبارتوں میں فرق ثابت ہوتا ہے تو یہی کہہ دیجئے کہ وہ اردو میں ہے یہ عربی میں۔ وہ سفید کاغذ پر چھپی ہے اور یہ زرد پر۔ وہ تھکانہ بھون کی چھپی ہوئی ہے، یہ مصر کی۔ اس کی قیمت ایک آنہ بھی نہیں اور اس کی دس بارہ روپیہ ہے۔ گفتگو تو اس میں ہے کہ مضمون دونوں عبارتوں کا ایک ہے یا نہیں تو میں عرض کر چکا ہوں کہ مضمون دونوں کا متحد ہے بال برابر فرق نہیں۔ ذرا شرح مواقف کو بغور ملاحظہ فرمائیے میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ قیامت تک فرق ثابت نہیں کر سکتے۔ آپ نے جو اس کا مطلب بیان کیا ہے اس کا اس میں کوئی نام و نشان بھی نہیں۔ ذرا اپنے بیان کردہ مطلب کو اس کی عبارت سے چسپاں کر کے تو دکھا دیجئے۔

”التصدیقات“ کے متعلق جو آپ کو اعتراض ہے آج اس کو آپ نے پھر دہرایا ہے۔ میں اس کا مختصر جواب کل ہی دے چکا تھا لیکن خیر اب اس کو قدرے تفصیل سے پھر عرض کرتا ہوں۔ سنئے:

اس کا اندازہ آپ کو بھی ہوگا کہ لفظی ترجمہ میں بسا اوقات مطلب پورے طور سے سمجھ میں نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث اور فقہ کی کتابوں کا مطلب سمجھنے کے لئے کوئی شخص بھی لفظی ترجمہ کو کافی نہیں سمجھتا۔ جب یہ سمجھ لیا گیا تو سنئے۔ چونکہ مولوی خلیل احمد صاحب کا مقصود یہ تھا کہ علماء حرمین حفظ الایمان کی عبارت کا صحیح مطلب سمجھ لیں

اور اس کے بعد اس کے مصنف کے اسلام یا کفر کا فتوے دیں اس لئے انہوں نے محض لفظی ترجمہ نہیں کیا بلکہ
 ”حفظ الایمان“ کی پوری عبارت کا پورا مطلب عربی عبارت میں لکھ کر ان حضرات کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے
 لکھ دیا کہ ایسی بات کہنے والا ہرگز کافر نہیں۔ اور چونکہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا مقصد یہ تھا کہ حفظ الایمان
 کی عبارت کا مطلب نہ سمجھا جائے۔ اس لئے انہوں نے اول عبارت کا اول و آخر حذف کیا اور بیچ میں سے ایک
 ٹکڑا لے لیا اور اس کا بھی مطلب نہیں لکھا بلکہ لفظی ترجمہ جس کا فی نفسہ سمجھنا بھی آسان نہیں۔ اب کہتے کس نے
 دیانت داری سے کام لیا ؟

اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ ایک عربی شخص کہتا ہے۔

وكانت فاطمة بنت رسول الله صلعم تحت علمي

ابن طالب رضي الله تعالى عنه۔

مولوی احمد رضا خان صاحب کا کوئی چھوٹا بھائی کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اس شخص نے حضرت فاطمہ

زہرا اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی سخت توہین کی ہے اور اس نے یہ کہا ہے کہ

”مختی فاطمہ بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیچے علی کے جو بیٹا ہے ابو طالب کا“

دوسرا شخص کوئی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کا بھائی کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ لے بندہ خدا !

یہ اس غریب کے سر محض بہتان ہے تم نے اس کی عبارت کا لفظی ترجمہ کر دیا جس کی وجہ سے یہ توہین پیدا ہو گئی،

اس کا مطلب تو یہ ہے کہ۔

”حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو صاحب زادی ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ مطہرہ تھیں“

اب بتلائیے کس نے نقل میں خیانت کی اور بددیانتی سے کام لیا۔ اب معلوم ہوا جناب کو مولوی احمد رضا

خان صاحب و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی دیانت کا فرق۔

اس مرتبہ آپ نے ایک معقول بات بھی کہی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم فرض کرتے ہیں کہ عبارت حفظ الایمان

میں توہین نہیں لیکن جب کہ بہت سے لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اس میں توہین ہے تو مولوی اشرف علی صاحب کا فرض

تھا کہ وہ کم از کم انہیں کی رعایت سے وہ الفاظ بدل دیتے۔ لیکن اس کا جواب دینے سے پہلے میں جناب سے دریافت کرتا ہوں کہ کبھی آپ نے یا آپ کی جماعت کے کسی سربراہ اور وہ نے بھی کسی خط کے ذریعہ حضرت مولانا کو یہ شورہ دیا تھا ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : ہم کو کیا ضرورت تھی ان کو خود سوچنا چاہئے تھا۔
 مولانا محمد منظور صاحب : افسوس ! اس عبارت کے متعلق صد ہا اشتہارات در سائل تو لکھے گئے جن میں کوئی بازاری گالی نہیں چھوڑی گئی اور وہ بذریعہ حربی تھانہ مہجون بھی روانہ کئے گئے۔ اسی عبارت پر فتوے تکفیر حاصل کرنے کے لئے عرب کا سفر بھی کیا گیا۔ لیکن اتنا نہ ہوسکا کہ کبھی مخلصانہ طور پر تہذیب کے ساتھ حضرت مولانا کو سادے کارڈ کے ذریعہ یہ شورہ دیا ہوتا۔ محض اس لئے کہ اس میں اصلاح کی ایک صورت تھی اور بہت ممکن تھا کہ مولانا اس کو قبول فرمائیے اور فرقہ وارانہ جنگ کا خاتمہ ہو جاتا۔ بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ ہم کو اس کی کیا ضرورت تھی۔ کیوں صاحب آپ کو ان کے کافر ثابت کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟ لیکن۔ ”مطلب قاضی دیگر است“

اس کے بعد میں بتلانا چاہتا ہوں کہ حضرت مولانا کو یہ شورہ دیا بھی گیا اور حضرت نے اس کو قبول بھی فرمایا اور وہ خط اور مولانا کی جانب سے اس کا جواب ”تفسیر العنوان“ کے نام سے چھپ بھی چکا ہے جو میرے پاس اس وقت موجود بھی ہے۔ اس خط کے الفاظ یہ ہیں۔

”حفظ الایمان کے سوال سوم کے جواب میں ایک شق میں یہ عبارت ہے۔ ”آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے۔“ الخ اس عبارت پر بعض حضرات شبہ کرتے ہیں کہ اس میں نعوذ باللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو مماثل اور مشابہ ٹھہرا دیا علم مجاہدین و بہائم کے اور یہ استخفاف ہے اور استخفاف کفر ہے اور اس شبہ کا جو جواب رسالہ بسط البنان میں لکھا گیا ہے وہ بالکل کافی وافی ہے۔ لیکن اسلامی دنیا میں چونکہ ہر فہم کے

لوگ ہیں یا کم از کم قصداً شبہ ڈالنے والے بھی موجود ہیں جو شبہ ڈالنے میں کچھ مصالح سمجھتے ہوئے ہیں خواہ وہ مصالح دینیہ ہوں جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے یا دنیویہ ہوں جیسا واقعہ ہے اس لئے کم فہم کی رعایت سے، تاکہ ان کو نہ خود شبہ ہو نہ دوسرے کوئی شبہ ڈال سکے، اگر اس عبارت میں اس طرح سے ترمیم کر دی جائے جس میں معنوں محفوظ رہے اور عنوان بدل جاوے تو امید ہے کہ موجب اجر ہوگا۔ گو یہ ترمیم درجہ ضرورت میں نہ ہوگی درجہ استحسان ہی میں ہوگی۔ آئندہ جو رکتے ہو۔

..... فقط

حضرت مولانا یہ جواب دیتے ہیں۔

» جزاك الله تعالى بہت اچھی رائے ہے کیوں کہ اس سے قبل کسی نے واقعی بنا ظاہر نہیں کی اس لئے ترمیم کو دلالت علی خلاف المقصود کے اقرار کے لئے مستلزم سمجھا۔۔۔۔۔ اب حفظ الایمان کی اس عبارت کو۔۔۔۔۔ اس طرح بدلتا ہوں۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلعم کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے الخ اور ایسی عبارت بعینہا شرح مواقف۔۔۔۔۔ اور مطالع الانظار میں موجود ہے۔ اب اگر اس پر بھی کلام ہو تو پھر بدلنے کو تیار ہوں مگر شرح مواقف اور مطالع الانظار کی عبارت بدلنے کے بعد۔ واللہ الموفق۔

اشرف علی ۱۸ صفر ۱۳۴۲ھ وقت الفتح۔

مولوی صاحب سنا آپ نے مولانا نے عبارت بدل بھی دی اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرمادیا کہ اگر اس پر بھی کلام ہو تو میں پھر بدلنے کو تیار ہوں۔ اب کہئے کہ حضرت مولانا پر آپ کا یہ الزام کہاں تک صحیح ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : یہ کتاب ذرا مجھ کو دے دیکھئے۔ کتاب دے دی گئی۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : دیکھئے صدر صاحب ! اس میں یہ لکھا ہے کہ اب حفظ الایمان کی اس عبارت کو جو اس سوال کے شروع میں ہے اس طرح پڑھا جائے، یہ نہیں لکھتے کہ اس طرح لکھا جائے۔ بلکہ یہ لکھتے ہیں کہ اس طرح پڑھا جائے، معلوم ہوتا ہے کہ بالکل بدلنا مقصود نہیں بلکہ لکھا تو وہی جائے گا جو پہلے

لکھا جا چکا ہے۔ ہاں پڑھنے کے متعلق کہتے ہیں کہ اس طرح پڑھا جائے۔ بھلا مولانا ! اس سے کیا ہوتا ہے ان کو یہ لازم تھا کہ پہلے جو عبارت لکھی گئی تھی اس کو قلمزد کر دیتے اور دوسری حفظ الایمان چھپوا دیتے جس میں وہ عبارت نہ ہوتی بلکہ یہ نئی عبارت ہوتی ؟

مولانا محمد منظور صاحب : آپ حضرات نے مولانا کی اس تقریر سے اندازہ کر لیا ہوگا کہ اس وقت ہمارے فاضل مخاطب کا حال یہ ہے کہ اگر میں اس وقت یہ کہہ دوں کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں تو ہمارے مخاطب صاحب شاید فوراً یہی فرمائیں گے کہ ہرگز نہیں بلکہ پانچ ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں میں مولانا کی اس پُر مغز اور بامعنی تقریر کا کیا جواب دوں۔ بہتر ہو کہ جناب صدر صاحب ہی اگر کچھ مناسب خیال فرمائیں تو فرمادیں۔

صدر صاحب : میرے نزدیک تو محض اس خط کا اور اس کے جواب کا چھپوا دینا ہی کافی ہے اس کی ضرورت نہیں کہ جو کتاب میں پہلے چھپ چکی ہیں ان کو جمع کر کے ان کی عبارات کو قلمزد کیا جائے اور ان میں یہ نئی عبارت لکھی جائے اور نہ میرے نزدیک یہ کسی کے امکان میں ہے۔ میں مسئلہ مسائل تو جانتا نہیں میں ایک نامزد شخص ہوں۔ ہاں اخبارات دیکھا کرتا ہوں تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی ایڈیشن میں کوئی غیر غلط چھپ جاتی ہے تو دوسرے ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو جاتی ہے یہ نہیں کیا جاتا کہ پہلے ایڈیشن کے تمام پرچوں کو جمع کر کے اصلاح کی جائے۔ ہاں یہ ضرور ہونا چاہئے کہ اس کے بعد اگر وہ کتاب چھپے تو اس میں وہ عبارت درج کی جائے جو بعد میں بدلی گئی ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : خدا کا شکر ہے کہ مولانا کے اعتراض کی حقیقت آپ حضرات پر بھی آشکارا ہو گئی اب میں یہ بھی بتلا دینا چاہتا ہوں کہ ”حفظ الایمان“ اس واقعہ کے بعد چھپی ہے اور اس میں یہی نئی عبارت ہے وہ پہلی عبارت نہیں ہے۔ اور وہ میرے پاس موجود ہے۔ سنئے ! اس میں عبارت زیر بحث کی بجائے یہ لفظ ہیں۔

”اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلعم کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ تو

غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی حاصل ہیں الخ“

مولوی رحمہ اللہ صاحب : یہ کون سی کتاب ہے ذرا مجھ کو دے دیکھنے۔ کتاب دے دی گئی۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (بعد غور بیدار) آپ نے یہ بھی دیکھا کہ یہ حاشیہ میں کیا لکھا ہوا ہے ؟
 مولانا محمد منظور صاحب : جی ہاں ! دیکھا ہے۔ یہ لکھا ہے کہ اس جگہ اصل میں عبارت اور تھی
 جو ”تغییر العنوان“ کے سوال میں موجود ہے اس کی بجائے یہ عبارت بدل دی گئی ہے اور بدلنے کی وجہ تغیر العنوان
 ہی میں لکھی ہوئی ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : دیکھئے صدر صاحب ! مولوی اشرف علی صاحب یہ نہیں چاہتے کہ
 دنیا اس عبارت کو بھول جائے۔ نہی حفظ الایمان بھی چھپو اتنی تو اس کے حاشیہ پر یہ لکھ دیا کہ ہماری اصل عبارت
 تغیر العنوان میں دیکھ لینا۔ بھلا اس کے یاد دلانے کی کیا ضرورت تھی ؟ اسی کی تو ہم لوگوں کو شکایت ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا آپ کا بھی وہی مضمون ہے

”ملا آں باشد کہ چپ نہ شود“

خیر لیجئے اس کا جواب بھی سنتے۔ حضرت مولانا کو معلوم تھا کہ اس وقت دنیا میں نفسانیت کا بازار
 گرم ہے۔ بعض نام نہاد مسلمانوں کا پیشہ ہی یہ ہے کہ وہ دوسروں پر الزام رکھنے کے لئے موقع کے مشالشی بہتے
 ہیں اگر حفظ الایمان میں یہ حاشیہ نہ ہوتا تو آپ ہی کے کوئی پھوٹے بھائی یہ فرماتے کہ ؟ دیکھا اگر حفظ الایمان
 کی عبارت میں توہین نہیں تھی تو پھر کیوں عبارت بدلی معلوم ہوا کچھ دال میں کالا تھا ایسے لوگوں کی دہان دوزی
 و زبان بندی کے لئے حضرت مولانا نے حاشیہ پر یہ لکھ دیا کہ یہ عبارت بدلی ہوئی ہے اور جو بدلنے کی وجہ سے
 وہ ”تغییر العنوان“ میں ہے یعنی یہ کہ گمراہ کرنے والوں کو گمراہ کرنے کا موقع نہ ہے۔

اس کے بعد گزارش ہے کہ یہ مجلس مناظرہ ہے یہاں وہ بات کہنی چاہئے جو مناظرہ کی شان کے لائق ہو
 یہاں چپ نہ شود کے ثبوت دینے کی ضرورت نہیں میں خود اعتراف کرتا ہوں کہ آپ چپ نہیں ہو سکتے۔ لہذا آپ
 ”تحدیر الناکس“ کے متعلق جو اعتراض کرنا چاہتے ہیں اس کو شروع کیجئے۔

اے خدا کی قدرت کہ دوسرے ہی روز کو جب مولوی عبدالعزیز خان صاحب، مولوی رحمہ اللہ صاحب کی امداد کے لئے بریلی سے آئے
 تو ایک موقع پر حضرت مولانا محمد منظور صاحب سے فرمایا کہ آپ فضول مولوی اشرف علی صاحب کی وکالت کرتے ہیں۔ انہوں نے
 (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

مناظرہ - بر عبارت تحذیر الناس

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (حسام الحرمین ہاتھ میں لے کر) لیجئے میں آپ کی خاطر ”تحذیر الناس“ ہی کی بحث شروع کرتا ہوں۔ آپ کے مولوی محمد قاسم صاحب اپنی کتاب ”تحذیر الناس“ میں لکھتے ہیں کہ۔

”بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو، جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہے گا۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ عوام کے خیال میں تو رسول صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابقین کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں“

دیکھئے اس عبارت میں مولوی محمد قاسم صاحب اس کو مان رہے ہیں کہ آپ کے زمانے میں بھی اور نبی ہو سکتے ہیں اور آپ کے زمانے کے بعد بھی۔ اور اس سے حضور صلعم کا خاتم ہونا بدستور رہتا ہے۔ بلکہ غضب تو یہ ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ عوام الناس کے خیال میں تو رسول صلعم کا خاتم النبیین ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک جو شخص خاتم النبیین کے یہ معنی سمجھے کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں وہ عوام میں داخل ہے اور اہل فہم میں سے نہیں۔ حالانکہ خود رسول صلعم نے اس کے یہی معنی سمجھے ہیں اور صحابہ اور تابعین اور سارے ائمہ نے بھی اس کے یہی معنی سمجھے ہیں۔

حضور صلعم فرماتے ہیں انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ بخاری شریف میں ایک حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ میری مثال ایک مکان کی سی ہے جس کو اچھی طرح بنایا گیا ہو لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو اور لوگ اس کو دیکھ کر تعجب کرتے ہوں کہ مکان اس قدر اچھا بنایا گیا ہے لیکن یہ اینٹ کی جگہ کیسی خالی ہے۔ پس میں وہ اینٹ ہوں جس نے

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) خود عبارت بدل کر یہ تسلیم کر لیا کہ اس میں تو میں تھی۔ اگر نہیں تھی تو بدلا کیوں؟ اور چونکہ مولوی عبدالعزیز خان صاحب مولوی رحمہ اللہ صاحب کے نائب تھے اس لئے چھوٹے بھائی کا لفظ بھی خوب چسپاں ہوا۔ ۱۲

نبوت کے گھر کو مکمل کر دیا اور میں خاتم النبیین ہوں۔

ان دو حدیثوں اور ان کے علاوہ اور بے شمار حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے آقا و مولا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں۔ لیکن مولوی محمد قاسم صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کو سب سے آخر کا نبی خیال کرنا عوام کا خیال ہے اہل فہم کا نہیں۔ اس میں حضور صلعم کے خاتم النبیین ہونے کا بھی انکار ہے اور حضور کی توہین بھی ہے۔ بلکہ تمام صحابہ اور تابعین اور ائمہ مفسرین کی توہین ہے کہ ان کی تفسیروں کو عوام کا خیال بتایا۔ اسی وجہ سے علماء حرمین شریفین نے ان کو کافر کہا ہے۔ اگر آپ بھی انہیں کافر سمجھتے ہیں تو فیصلہ ہوا میرا آپ کا کوئی جھگڑا نہیں۔ اور اگر آپ ان کو مسلمان جانتے ہیں تو اس کا جواب دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولوی صاحب نے اپنی اس تقریر میں قاسم العلوم و انجرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ تقابلے پر دو اعتراض کئے ہیں۔ اول یہ کہ وہ ختم نبوت کے قائل نہیں۔ اور یہی مولوی صاحب کا بڑا اعتراض ہے۔ دوسرا یہ کہ انہوں نے آنحضرت صلعم کی معاذ اللہ توہین کی۔

قبل اس کے کہ میں ان اعتراضوں کا مفصل جواب دوں پہلے یہ بتلا دینا چاہتا ہوں کہ خود حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ کا عقیدہ اس کے متعلق کیا ہے۔ جس کتاب کی عبارت ہمارے مخاطب صاحب نے پڑھ کر آپ حضرات کو سنا ہے وہ میرے پاس موجود ہے۔ اس کے صفحہ ۱۰ پر یہ عبارت ہے۔

”سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمت زمانی ظاہر ہے درہ تسلیم لزوم خاتمت زمانی

بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔ ادھر تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلہ

ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی او کما قال جو بظاہر بطرز

مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی۔ کیوں کہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ

گیات ہے پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدم

تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی ایسا ہی ہو گا۔ جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ

باوجود دیکھ الفاظ احادیث مشرق و غربت متواتر نہیں۔ جیسا ان کا منکر کافر ہے اس کا

منکر بھی کافر ہو گا۔ الخ

اس عبارت میں حضرت مولانا نے حضور انور صلعم کے خاتم النبیین ہونے کی چار دلیلیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ

قرآن عزیز میں جو لفظ خاتم النبیین آنحضرت صلعم کی شان میں وارد ہے اس سے ختم نبوت زمانی اور ربی دونوں مراد ہوں تو اس صورت میں حضور صلعم کا آخر الانبیاء اور سب سے پچھلا نبی ہونا قرآن عزیز سے بدالالت مطابقتی ثابت ہوگا۔

۲ : دوسری یہ کہ لفظ خاتم النبیین سے محض خاتمیت ربی مراد لی جاسکتی ہے۔ لیکن چونکہ اس کے لئے ختم زمانی لازم ہوگا ہے اس لئے اس لفظ خاتم النبیین کی دلالت اس پر بطور التزام ہوگی۔

۳ : تیسری دلیل یہ بیان کی کہ احادیث متواترہ المعنی سے آپ کا خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہونا ثابت ہے۔

۴ : چوتھی دلیل یہ کہ امت محمدیہ کا اس پر اجماع منقہ ہو گیا ہے کہ آنحضرت صلعم سب سے پچھلے نبی ہیں۔ آخر میں یہ بھی فرمادیا کہ ختم نبوت زمانی کا منکر کافر ہوگا۔

حاضرین! مجھ کو اور آپ کو سب کو ایک دن خدا کو منہ دکھانا ہے ذرا انصاف سے کہئے کہ جو شخص اتنی

دلیلوں سے ختم نبوت ثابت کرے اور اس کے منکر کو کافر بتلائے کیا اس سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ یہ عقیدہ

دیکھے کہ حضور صلعم کے بعد اور بھی نبی آسکتے ہیں۔ اسی کتاب میں جا بجا اس قسم کی اور بھی عبارات موجود ہیں۔ لیکن میں

بخوف طوالت ان کو نظر انداز کرتا ہوں۔ پھر یہ کہ یہ مضمون مولانا مرحوم کی متعدد کتابوں میں ملے گا محض اسی کتاب میں

نہیں۔ میرے پاس اس وقت حضرت مرحوم کی مشہور کتاب ”منظرہ عجیبہ“ ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس

میں سے بھی دو ایک عبارتیں سنا دوں سنتے۔ ”منظرہ عجیبہ ص ۳۹“

”خاتمیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے ناسحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں۔ سو اگر ایسی باتیں

جائز ہوں تو ہمارے منہ میں بھی زبان ہے۔“

پھر اسی منظرہ عجیبہ کے صفحہ ۵۰ پر فرماتے ہیں۔

”خاتمیت زمانی سے مجھے انکار نہیں بلکہ یوں کہئے کہ منکروں کے لئے گنجائش انکار نہ چھوڑی۔

افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جلا دیئے۔ اور نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے

پر رسول اللہ صلعم کے برابر کسی کو نہیں سمجھتا۔“

اور اسی منظرہ عجیبہ کے صفحہ ۱۰۳ پر فرماتے ہیں۔

در اقسام بالغیر میں کسے کلام ہے اپنا دین و ایمان ہے بعد رسول اللہ صلعم کسی اور نبی کے ہونے

کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں ۔

اس کے علاوہ حضرت مولانا مرحوم کی دیگر تصانیف میں بھی اسی قسم کے مضامین بکثرت موجود ہیں۔ جنگو پڑھ کر سننے کی اب چندال حاجت نہیں۔ ایک منصف مزاج کے لئے اتنا ہی کافی ہے اس کے بعد میں صاف طور پر کہنا چاہتا ہوں کہ انتہاء درجہ کی بے شرمی ہے اگر کوئی حضرات علماء دیوبند پر یہ الزام رکھے کہ وہ معاذ اللہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ آج امت محمدیہ کی عمر ساڑھے تیرہ سو برس کی ہوتی ہے لیکن میں بیابانگ دہل دعوے سے کہتا ہوں کہ مسئلہ ختم نبوت کی جو خدمت فرزند ان دیوبند نے کی ہے اس کی نظیر آج تک کوئی پیش نہ کر سکا۔ نہ پیش کر سکتا ہے۔ مسئلہ ختم نبوت پر محض مولانا مولوی محمد شفیع صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند کے چار رسالے ہیں۔

۱ : ہدیۃ المہدئین فی آیۃ خاتم النبیین - ۲ : ختم النبوة فی القرآن - ۳ : ختم النبوة فی الحدیث - ۴ : ختم النبوة فی الآثار :

ختم النبوة فی القرآن : میں تقریباً ایک سو آیات سے جناب رسول اللہ صلعم کا خاتم النبیین ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ ختم النبوة فی الحدیث : میں تقریباً دو سو احادیث نبویہ سے آنحضرت صلعم کا آخر الانبیاء ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ ختم النبوة فی الآثار : میں سلف صالحین کے بے شمار اقوال سے ختم نبوت کا ثبوت دیا گیا ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہ مانے وہ کافر ہے۔ یہ چاروں رسالے قادیانیوں کے رد میں تنہا مولوی محمد شفیع صاحب کے ہیں۔ ان کے علاوہ جو رسائل اور مضامین دیگر حضرات دیوبند کے ہیں وہ جداگانہ ہیں۔ جن کا ایک مجلس میں شمار کرنا بھی آسان نہیں۔ کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ آپ نے یا آپ کی جماعت کے کسی شخص نے قادیانی جماعت سے کبھی مسئلہ ختم نبوت پر مناظرہ کیا ہو۔ اگر آپ مجھ سے دریافت کریں تو ایک ڈنڈ نہیں بلکہ دس بیس جگہ ایسی لگتا سکتا ہوں جہاں فرزند ان دارالعلوم دیوبند نے قادیانی جماعت سے اسی مسئلہ ختم نبوت پر مناظرے کئے ہیں بلکہ ان میں بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں آپ کی جماعت کے لوگوں نے آپ حضرات کو تار پر تار دیتے لیکن چونکہ مسئلہ ختم نبوت پر کسی قادیانی سے گفتگو کرنا آسان نہ تھا اس لئے تاروں

کا جواب بھی نہ دیا گیا۔ اس کے بعد ان غریبوں نے دیوبند سے مناظر طلب کئے اور وہاں سے فوراً بھیجے گئے۔ اسی کا اثر ہے کہ آج قادیانی جماعت کو علماء دیوبند کے نام سے بخدا چڑھتا ہے۔ ان واقعات کے سامنے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص یہ کہے کہ علماء دیوبند نفوذ باللہ ختم نبوت کے منکر ہیں تو اس کا جواب بس ہمارے پاس یہ ہے۔

”مُبْحَانُكَ هَذَا بُحْتَانٌ عَظِيمٌ“

دوسرا اعتراض آپ کا حضرت فاطمہ العلو کو انحراف پر یہ تھا کہ معاذ اللہ انہوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کر دی۔ میں کل عرض کر چکا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کفر بلکہ اشد کفر ہے۔ لیکن واقعہ میں توہین ہونی چاہئے۔ جس ذات قدسی صفات کے متعلق آپ یہ فرما رہے ہیں کہ العیاذ باللہ انہوں نے حضور صلعم کی توہین کی ہے۔ خدا ان کا کلام اٹھا کر دیکھئے۔ بخدا وہ ایسے عاشق رسول اللہ صلعم ہیں کہ آج ان کی نظیر ملنا بھی دشوار ہے۔ مولانا مرحوم اپنے قصیدہ نصیہ میں فرماتے ہیں :-

تو فخر کون و مکان زبدۂ زین زماں
ہریشہ کر پیغمبران شہر ابرار
جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
تھے کہاں کسی میں نہیں مگر دو چہر
آگے چل کر فرماتے ہیں :-

مدد کرے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں قاسم بے کس کا کوئی حامی کار
جو تو ہی ہسکونہ پوچھے تو کون پوچھے گا
بنے گا کون ہمارا ترے سوا غنوار
ایک جگہ فرماتے ہیں :-

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
جیوؤں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھول
مردوں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار
جو یہ نصیب نہ ہو اور کہاں نصیب میرے
کہ میں ہوں اور سگانِ حرم کی تیرے قطار
اڑا کے باد مری مشبہ خاک کو پس مرگ
کرے حضور کے روضہ کے آس پاس شمار
وہ لے یہ ترسہ کہاں مشبہ خاکِ قاسم کا
کہ جلنے کو چہ اظہر میں تیرے بن کے غبار
مگر نسیمِ مدینہ ہی گردِ باد ہوتا
کشاں کشاں مجھے لے جا جہاں ہے تیرا راز

اگرچہ جی چاہتا ہے کہ اس قصیدہ کو تہما مہا پڑھ کر سناؤں مگر خوف طوالت چھوڑتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو سمجھ دی ہے وہ اسی سے سمجھ گئے ہوں گے کہ حضرت مولانا مرحوم کو جناب رسول اللہ صلعم کے کس درجہ عشق تھا۔ میں نے اپنے بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ جب حضرت مرحوم حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر بغرض زیارت روضۃ النور مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئے ہیں تو کئی منزل پہلے اونٹ سے اتر پڑے۔ ادب و تعظیم کے لئے پایا پہننے لگے۔ پیروں میں کانٹے لگتے تھے۔ پتھروں کی ٹھوکروں سے قدموں کا حال دگرگوں تھا مگر ادب کی وجہ سے سوار نہ ہوتے تھے۔ جب مدینہ طیبہ پہنچے اور زیارت روضۃ النور سے مشرف ہوئے تو غلاف شریف پر نظر پڑی۔ فوراً خیال ہوا کہ میرے پیر کی جوتی کا کیمخت بھی سبز رنگ کا ہے اور یہ غلاف شریف بھی۔ اس خیال کے آتے ہی جوتی پاؤں سے نکال دی اور اس کے بعد عمر بھر کیمخت کی لگی ہوئی جوتی نہ پہنی۔ محض اس خیال سے کہ وہ روضۃ النور کے غلاف کے ہم رنگ ہوتا ہے۔ لیکن افسوس آج ان کو کہا جاتا ہے کہ یہ جناب رسول اللہ صلعم کے دشمن ہیں اور حضرت کی توہین کرتے ہیں۔ مسلمانو! خدا را بناؤ کہ اگر یہ بھی دشمن ہیں تو دوست کس جگہ بستے ہیں سمجھا اس وقت حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے دو شعر یاد آتے ہیں۔ فرماتے ہیں :-

چنین کردند و خلق در تماش
ہمیں گفتند حاشا ثم حاشا
کزیں روئے نکو بدکاری آید
دیزیں دل دار دل آزاری آید

اس کے بعد میں مولانا کے اعتراض کی حقیقت بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ جو عبارت اس وقت مولانا نے ”حسام الکھمین“ سے ”تحذیر الناس“ کی پڑھی ہے وہ ایک جگہ کی عبارت نہیں۔ بلکہ اس میں ایک فقرہ صفحہ ۲۸ کا۔ ایک صفحہ ۱۴ کا۔ ایک صفحہ ۲۸ کا ہے۔

مولانا! اگر اسی طرح کسی کا کفر ثابت ہوتا ہے تو مجھ کو اجازت دیجئے کہ آپ کے اعلیٰ حضرت کے ایک ایک رسالہ سے ہزار ہزار، دو دو ہزار کفریات نکال دوں۔ میرے محترم ”تحذیر الناس“ تو ایک بشر کی کتاب ہے اگر کوئی مولوی احمد رضا خان صاحب کا چھوٹا بھائی ایسی ہی حیا داری پر اتر آئے تو پھر قرآن عزیز سے بھی معاذ اللہ بے شمار مضامین کفریہ جمع کر سکتا ہے۔ بلکہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے تو اتنی کلفت بھی اٹھائی کہ ایک فقرہ صفحہ ۲۸ کا لیا۔ دوسرے صفحہ ۱۴ کا۔ تیسرے صفحہ ۲۸ کا۔ اُس کو شاید اتنا بھی نہ کرنا پڑے بلکہ ایک صفحہ نہیں بلکہ ایک

۱۳
ہی آیت میں الٹ پھیر کر کے ایسے مضامین بنا سکتا ہے۔

مثالیوں کے کہ معاذ اللہ قرآن شریف میں ہے۔

”ان الابرار لفي جحيم وان الفجار لفي نعيم“ ۱۷

یعنی اچھے لوگ جہنم میں جائیں گے اور بدکار جنت میں ۱۷ اور کوئی پوچھے کہ قرآن شریف میں کہاں ہے تو کہہ دے کہ پارہ عم - سورۃ الفطار میں ہے۔ حاضرین یہ ہے حقیقت مولوی احمد رضا خاں صاحب کے الزامات کی۔ مختلف جگہ کی عبارتیں جمع کر کے ایک کفریہ مضمون بنایا اور لکھ دیا کہ فلاں نے یہ مضمون لکھا ہے لہذا کافر یہ بھی نہیں بتلاتے کہ یہ عبارتیں مختلف مقامات کی ہیں۔ بلکہ ایک مسلسل عبارت لکھ دی جاتی ہے جس سے ہر ایک دیکھنے والا یہی سمجھے گا کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے ”تخذیر الناس“ میں کہیں یہ لکھا ہو گا۔ پھر یہ بھی نہیں کہ ترتیب دار لکھا ہو بلکہ صریح کفری مضمون بنانے کے لئے مولوی احمد رضا خاں صاحب نے یہ خیانت کی پہلے صفحہ ۱۲، کافقرہ لکھا۔ پھر صفحہ ۲۸ کا۔ پھر صفحہ ۳۰ کا۔ واللہ اگر مجھ سے ایسی حرکت ہو جاتی تو میں ہر گز اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ کسی مناظرہ کے جلسہ میں شریک ہوں۔ لیکن صد آفریں آپ حضرات کی حیاء شرم پر کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے تو یہ خیانت کی ہی تھی لیکن آپ حضرات بچائے اس کے کہ اس کی پردہ پوشی کرتے آج مجلس مناظرہ میں اس کو پیش کرتے ہیں۔ ع

اس کار از تو آید و مردان چنیں کنند

لیجئے اب میں ان فقرہوں کا علیحدہ علیحدہ صحیح مطلب بیان کرتا ہوں۔ جو فقرہ آپ نے سب سے آخر میں بڑھا ہے وہ ”تخذیر الناس“ کے صفحہ ۳ کا ہے۔ اور یوں سمجھئے کہ تخذیر الناس گویا اسی سے شروع ہوتی ہے۔ اس جگہ حضرت مولانا مسئلہ ختم نبوت پر کلام نہیں فرما رہے بلکہ آیت کریمہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین الایۃ کے معنی میں کلام فرما رہے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ۔

۱۷ آیت کریمہ یوں ہے إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ۔

یعنی نیک جنت میں رہیں گے اور بدکار دوزخ میں۔ ۱۷

” اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں “ یعنی آیت کہ میرے بعد جو آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے اول اس کے معنی سمجھنے چاہئیں۔
اس کے بعد فرماتے ہیں۔

” سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب سے آخری نبی ہیں “
یعنی عوام کا خیال تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم فقط اس معنی کہ خاتم النبیین ہیں کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں۔ مولانا یہ نہیں فرما رہے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی کرنا عوام کا خیال ہے بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ عوام کے نزدیک اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ رسول اللہ صلعم آخری نبی ہیں۔ یعنی بس اسی معنی میں حصر کرنا اور لفظ خاتم النبیین کے بس یہی معنی کرنا اس کو مولانا مرحوم فرماتے ہیں کہ یہ حصر کرنا عوام کا خیال ہے۔
پھر فرماتے ہیں۔

” لیکن اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں “
یعنی زمانے کے ادل یا آخر میں آنا اس میں بالذات آنحضرت صلعم کے لئے کوئی فضیلت نہیں بلکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری زمانے میں تشریف لانا اس آخری زمانے کے لئے باعث فضیلت ہے۔
اس زمانے کی وجہ سے آنحضرت صلعم میں چار چاند نہیں لگے بلکہ آنحضرت صلعم کی تشریف آوری نے اس زمانے میں چار چاند لگا دیئے اور وہ خیر القرون کہلایا۔ اگر بالفرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا نوح علیہ السلام یا سیدنا حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بھی تشریف لاتے تو وہی زمانہ خیر القرون سے کہلایا جاتا۔ تو مولانا مرحوم فرماتے ہیں کہ عوام کے نزدیک لفظ خاتم النبیین کے بس یہی معنی ہیں لیکن یہ حصر مناسب نہیں۔ اس لئے کہ اس میں کوئی بڑی فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں نکلتی، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی تشریف کے موقع پر یہ لفظ (خاتم النبیین) فرمایا ہے۔ لہذا اس کے اگر ہو سکیں تو کوئی ایسے معنی کرنے چاہئیں جن میں پورے طور سے فضیلت محمدی نکلے پھر اپنی ساری کتاب میں اُسی معنی کی تفصیل فرمائی ہے جس کا حاصل مقصود لفظوں میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

لفظ خاتم النبیین کے معنی

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ عزیز کے نزدیک



مولانا مرحوم فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو قرآن عزیز میں خاتم النبیین فرمایا گیا ہے اس سے خاتمیت زمانی بھی مراد لی جائے اور خاتمیت مرتبی بھی۔ خاتمیت زمانی کو تو آپ حضرات بھی جانتے ہوں گے۔ یعنی یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں۔ اور خاتمیت مرتبی کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصف نبوت کے ساتھ بالذات متصف ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام بالعرض اور آپ کے واسطے سے۔ یعنی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی واسطے کے کمالات نبوت عطا فرمائے گئے۔ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور سرور عالم کے واسطے سے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو بالذات روشن بنایا یعنی یہ کہ وہ اپنی روشنی میں کسی دوسری روشن چیز کا محتاج نہیں اور اس کی روشنی کسی دوسری روشنی سے مستفاد نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالذات نبی بنایا اور آپ اپنی نبوت میں کسی دوسرے نبی کے محتاج نہیں۔ اور جس طرح کہ چاند اور دوسرے ستاروں کو بالعرض یعنی آفتاب کے ذریعہ سے روشن کیا اور وہ اپنی روشنی میں آفتاب کی روشنی کے محتاج ہیں اور ان کی روشنی آفتاب کی روشنی کا عکس ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دوسرے انبیاء علیہم السلام کو نبی بالعرض بنایا۔ یعنی ان کو کمالات نبوت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے عطا فرمائے اور وہ اپنی نبوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج ہیں اور ان کی نبوت حضور سرور عالم کی بارگاہ نبوت سے مستفاد ہے۔

الغرض مولانا فرماتے ہیں کہ لفظ خاتم النبیین سے فقط یہ نہ مراد لیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پچھلے نبی ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی مراد لیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی بالذات ہیں یعنی اپنی نبوت میں کسی دوسری مخلوق کے دست نگر نہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اپنی نبوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے فیض کے دست نگر ہیں، تو مولانا کے نزدیک لفظ خاتم النبیین سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو قسم کی خاتمیت ثابت ہوئی۔ ایک خاتمیت زمانی دوسری خاتمیت مرتبی۔ جس کا مطلب میں ابھی بیان کر چکا ہوں۔ پھر اسی خاتمیت مرتبی کے متعلق صفحہ ۱۲ پر فرماتے ہیں کہ۔

» یہ ایسی خاتمیت ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے «

پھر اسی خاتمیت مرتبی کے متعلق صفحہ ۲۸ پر فرماتے ہیں کہ۔

» بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا «

الفرض یہ دونوں فقرے خاتمیت مرتبی کے متعلق ہیں نہ خاتمیت زمانی کے متعلق۔ جیسا کہ ہر تھوڑی سی عقل رکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے۔ پس حضرت مرحوم کو ختم نبوت زمانی سے انکار نہیں بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ بس آنحضرت صلعم زمانہ ہی کے اعتبار سے خاتم ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مرتبہ کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں۔ جس کا مختصر الفاظ میں مطلب یہ ہے کہ آپ نبی الامت ہونے کے ساتھ ساتھ نبی الانبیاء بھی ہیں۔ اور جس طرح ہم غلامانِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم آنحضرت کے دربار سے فیض یاب ہیں اسی طرح آدم و نوح و ابراہیم و اسحاق، موسیٰ و عیسیٰ و کل انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ و السلام بھی آپ کی بارگاہ رسالت پناہ سے فیض یاب ہیں اور اسی مضمون کو ایک جناب رسول اللہ صلعم کا سچا عاشق ایک شعر میں ادا کرتا ہے ۔

فکل من رسول اللہ ملتئم قطراً من البحر اور شقامن الدیم

رب صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

حضرت مولانا نے تو وہ بات کہی تھی کہ عاشقانِ محمدی کو قربان ہونا چاہئے تھا۔ لیکن افسوس مولوی احمد رضا

خان صاحب کی دیانت پر کہ محض اپنی شہرت کی غرض سے عبارت میں ناجائز قطع و برید کی اور ایک فقرہ صفحہ ۲۸ دوسرے صفحہ ۱۴ قیسر صفحہ ۳۰ کا لکھ کر زبردستی ایک کفری مضمون بنایا اور کہہ دیا کہ صاحب مولوی محمد قاسم صاحب نے ختم نبوت کا انکار کر دیا۔ (لعنة الله على الكاذبين)۔

اگرچہ محمد اللہ مولانا کے دونوں اعتراضوں کا کافی کافی جواب ہو گیا اور ہمارے ذمہ کوئی بات باقی نہیں رہی لیکن میں حاضرین کی خاطر یہ بھی بتلا دینا چاہتا ہوں کہ یہ تحقیق کہ حضور سرور عالم صلعم نبی بالذات ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام نبی بالعرض یعنی ان کو نبوت حضور سرور عالم صلعم کے واسطے سے ملی محض مولانا ہی کی نہیں بلکہ اس کا قرار ایک جگہ خود مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی کیا ہے سنئے مولوی احمد رضا صاحب اپنی کتاب ”جزاء اللہ عدوہ“ مطبوعہ حسنی پریس بریلی صفحہ ۲۳ پر فرماتے ہیں۔

”اور نصوص متواترہ اولیاء کرام و ائمہ عظام و علمائے اعلام سے مبرہن ہو چکا کہ ہر نعمت قلیل یا کثیر، صغیر یا کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی، روزِ اول سے اب تک اب سے قیامت تک۔ قیامت سے آخرت تک۔ آخرت سے اب تک۔ مومن یا کافر مطیع یا فاجر ملک یا انسان جن یا حیوان بلکہ تمام ماسوا اللہ میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی اس کی کلی انہیں کے صباۓ کرم سے کھلی اور کھلتی ہے اور کھلے گی انہیں کی ہاتھوں پر پٹی اور بٹی ہے اور بٹے گی۔ یہ سر الوجود و اصل الوجود خلیفۃ اللہ الاعظم ولی نعمت عالم ہیں صلی اللہ علیہ وسلم“

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس کو جو کچھ نعمت ملی روحانی ہو یا جسمانی۔ دینی ہو یا دنیوی وہ حضور صلعم ہی کے واسطے سے ملی اور چونکہ نبوت بھی ایک بڑی بلکہ سب سے بڑی نعمت ہے تو معلوم ہوا کہ جس کو بھی نبوت عطا ہوئی وہ حضور صلعم ہی کے ہاتھ سے عطا ہوئی۔ اگرچہ ہم کو معلوم ہے کہ یہ مضمون خان صاحب کا مسروقہ ہے۔ اور محمد اللہ ہم یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ یہ مسرقہ کہاں سے ہوا ہے لیکن ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں۔ ہمیں تو یہ ثابت کرنا تھا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب بھی حضور صلعم کو نبی بالذات اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو نبی بالعرض جانتے ہیں۔ وہ بفضلہ تعالیٰ اس عبارت سے کما حقہ ثابت ہو گیا۔ اب جو شخص مصنف تحذیر الناس

کی تکفیر کرے اس کو چاہتے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی پہلے خبر لے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے فاضل مخاطب نے اور تمام حاضرین نے اب تحذیر الناس کے تینوں فقروں کا صحیح مطلب سمجھ لیا ہوگا۔ اگر پھر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت سمجھوں گا تو پھر انشاء اللہ عرض کروں گا۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

مولانا کی یہ تقریر ۵۴ منٹ میں ختم ہوئی۔ ہم صدر صاحب کے دل سے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے تقریر کی نوعیت دیکھ کر باوجود وقت گزر جانے کے نہیں روکا اور ۵۴ منٹ برابر جاری رہنے دی۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (بعد از خطبہ) آپ حضرات نے مولوی صاحب کا مدعظنا۔ بجلال ان باتوں کی یہاں کیا ضرورت تھی میں نے جس عبارت پر اعتراض کیا تھا اس کا جواب دینا چاہئے تھا۔ میرا اعتراض یہ تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے یہ لکھا ہے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی سمجھنا کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں عوام کا خیال ہے۔ اس عبارت میں خود حضرت رسالت و جمیع صحابہ و تابعین و ائمہ مفسرین کی توہین ہے کیوں کہ اس آیت کے معنی خود آنحضرت نے بھی ہم کو یہی بتلائے ہیں۔ اور صحابہ و تابعین و ائمہ مفسرین نے بھی یہی سمجھے ہیں۔ اور مولوی محمد قاسم صاحب کہتے ہیں کہ یہ عوام کا خیال ہے اہل فہم کا نہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا توہین ہو سکتی ہے۔ کیا آپ کے نزدیک بس ماں بہن کی گالیاں دینا ہی توہین ہے ؟ آپ سے یہ توہین سکا کہ اس کا کوئی جواب دیتے۔ آپ نے قصیدہ نعتیہ کے شعر سنائے کہ دیکھئے مولوی محمد قاسم صاحب کو حضور سے کس درجہ محبت ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ایک شخص آپ کے یا آپ کے کسی استاد کے متعلق ایک اشتہار شائع کرے اور اس میں لکھے کہ آپ سٹور ہیں۔ گدھے ہیں۔ کہتے ہیں۔ پاچی ہیں۔ غرض ایسے ہیں ویسے ہیں پھر آپ کے دوست احباب کی خوشنودی کے لئے ایک دوسری تحریر میں لکھے کہ آپ معظم ہیں مکرم ہیں عالم ہیں فاضل ہیں۔ تو کیا آپ یہ کہیں گے کہ اس نے میری توہین نہیں کی۔ وہ مجرم نہیں۔ میں تو یہ کہوں گا کہ نالائق

تو مجرم ہے جب تک کہ اپنی پہلی تحریر کی معافی مولوی صاحب سے نہ چاہے گا تیرا جرم باقی رہے گا۔ ایسے ہی اگر کہیں مولوی محمد قاسم صاحب نے مسلمانوں کا دل خوش کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف بھی کر دی تو کیا اس سے ان کا اسلام ثابت ہو جاتا ہے۔ یاد رکھئے کہ جب تک وہ اس کھلی توہین سے توبہ نہ کریں ہرگز مسلمان نہیں۔ مولوی صاحب! یہ وعظ کی جگہ نہیں یہ مجلس مناظرہ ہے۔

آپ کا کچھ پرانہ اعلیٰ حضرت پر یہ اعتراض ہے کہ مختلف جگہ کی عبارتیں جمع کر کے کفریہ مضمون بنالیا۔ ارے صاحب یہ تو آپ جب کہیں جب میں ان عبارتوں کو ملا کر اعتراض کروں۔ میرا اعتراض تو صرف تحذیر الناس کے اس فقرہ پر ہے۔

”سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں“

میں دوسرے اور تیسرے فقرے پر تو ابھی اعتراض ہی نہیں کر رہا۔ پھر سن لیجئے کہ میرا اعتراض اس وقت صرف یہ ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے حضور سرور کونین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی کیونکہ آپ کے بیان کردہ تفسیر کو عوام کا خیال بتایا جس کی وجہ سے علماء حرمین شریفین نے ان کو کافر کہا ہے آپ اس توہین کو ان کے سر سے اٹھائیے اور بے کار وقت ضائع نہ کیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ سُنو) حاضرین! آپ کو یاد ہو گا کہ مولوی صاحب نے اپنی پہلی تقریر میں قاسم العلوم و انکسارات حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہ العزیز پر دو اعتراض کئے تھے۔ ایک یہ کہ وہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ دوسرے یہ کہ العیاذ باللہ انہوں نے حضرت سرور کائنات فخر موجودات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی اور آپ کے بیان کردہ معنی کو عوام کا خیال بتایا۔ لیکن اب جبکہ مولوی صاحب اور ساری بریلوی جماعت کے قبلہ و کعبہ جناب مولوی احمد رضا خان صاحب کی خیانت کا راز طشت از بام ہوا اور لوگوں پر یہ ثابت ہو گیا کہ واقعی تحذیر الناس کی عبارت میں نہایت شرمناک قطع برید کی گئی ہے تو اب مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ میرا اعتراض صرف ایک فقرہ پر ہے۔ حضرت والا! اگر آپ

کا اعتراض صرف صفحہ ۳۲ کے فقرہ پر تھا تو صفحہ ۱۴ و صفحہ ۲۸ کے فقرے کیوں پڑھے تھے ؟ مولانا اگر آپ کو خدا کا خوف نہیں ہے تو کم از کم اپنی بات کا تو کچھ پاس لحاظ چاہئے۔ یہ لوگ جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں آپ کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے۔ انہوں نے ابھی جناب سے یہ سنا تھا کہ۔

” اس عبادت میں صاف ختم نبوت کا انکار ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین

بھی ہے “

اور ابھی آپ فرما رہے ہیں کہ میرا اعتراض صرف توہین کے متعلق ہے۔ خیر یہ بھی خدا کا شکر ہے کہ

انکار ختم نبوت والے الزام کا بے اصل اور افتراء محض ہونا عملاً جناب نے بھی تسلیم کر لیا۔ ع

عمرت دراز باد کہ اس ہم غنیمت است

اب رہا جناب کا توہین والا الزام اگرچہ اس کا جواب میں شافی دے چکا ہوں۔ لیکن سنئے بطور

خلاصہ اسی کو پھر عرض کرتا ہوں۔ مولانا یہ نہیں فرماتے کہ لفظ خاتم النبیین کے یہ معنی کرنا کہ

آپ سب سے آخری نبی ہیں عوام کا خیال ہے۔ بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ اس لفظ کے عوام کے خیال میں صرف

یہی معنی ہیں۔ تحذیر الناس کی لعینہ عبارت یہ ہے۔

” سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا باطل معنی ہے (یعنی صرف اس معنی کو

ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں “

پس مولانا نے حصر کو عوام کا خیال بتایا ہے نہ نفس اس معنی کو اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں حصر

نہیں فرمایا نہ انشاء اللہ آپ کسی صحابی سے ثابت کر سکتے ہیں نہ کسی تابعی سے۔

الغرض حضرت مرحوم نے جس کو عوام کا خیال بتایا ہے وہ ہرگز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ تفسیر نہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں نہیں فرمایا کہ اس لفظ کے بس یہی معنی کرنا کہ میں سب سے آخری نبی ہوں۔ یہ ضرور

فرمایا ہے ” انا خاتم النبیین لا نبی بعدی “ لیکن اس سے تو زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہوتا

ہے کہ لفظ خاتم کے وہ معنی بھی ہیں جو عام طور پر مشہور ہیں۔ اور میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ مولانا مرحوم کو اس

سے انکار نہیں ہاں حضرت سے انکار ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں کہ اس لفظ خاتم کے وہ معنی بھی ہیں جو عام طور پر

مشہور ہیں اور یہ بھی ہیں کہ آنحضرت صلعم خاتم مرتبی بھی ہیں۔ اور یہ ممکن ہے کہ ایک وقت میں ایک آیت کے کئی معنی ہوں۔ حدیث شریف میں خود جناب رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں لکل آية منها ظہر و بطن و لکل حد مطلع " یعنی قرآن عزیز کی ہر ایک آیت کے دو قسم کے معنی ہیں۔ ایک ظاہری (جس کو ہر زبان و ان سمجھ سکتا ہے) دوسرے باطنی (جس کو خواص ہی سمجھتے ہیں و عوام) یہ حدیث صحاح میں موجود ہے۔ اب اگر کسی آیت کے کوئی معنی خود آنحضرت صلعم یا کسی صحابی نے بیان کر دیئے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے نزدیک اس کے بس وہی معنی ہوں نہ کوئی دوسرے۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے وہ معنی بھی ہوں اور کوئی دوسرے معنی بھی ہوں۔ پس ایسے ہی سمجھ لیجئے کہ لفظ خاتم النبیین کے وہ معنی بھی ہیں جو عام طور پر مشہور ہیں یعنی یہ کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں، اور وہ معنی بھی جن کو مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم نے بیان فرمایا ہے۔ اور اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ قاضی بیضاوی نے تفسیر بیضاوی شریف میں جہاں بقرہ نبی اسرائیل کا قصہ آیا ہے۔ اولاً ان آیات کے وہ معنی بیان کئے جو عام طور پر مشہور ہیں اور جن کو سب لوگ سمجھتے ہیں اور وہی ظاہر قرآن عزیز سے سمجھ میں بھی آسکتے ہیں۔ اس کے بعد ایک نئے معنی بیان کئے اور وہ یہ کہ بقرہ سے نفس انسانی مراد لیا جائے اور اس کے ذبح کرنے سے جہاد بالنفس۔ تو اس سے ہرگز یہ نہیں سمجھا جاتا کہ قاضی بیضاوی نے مشہور معنی چھوڑ دیا۔ بلکہ یہ کہا جائے گا کہ انہوں نے معنی مشہور بھی لئے اور اس کے علاوہ ایک اور دوسرے باریک معنی بھی بتائے جو عوام کے خیال سے بالاتر تھے۔

علی ہذا خاتم الولائی حضرت شیخ محی الدین اکبر ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر کو ملاحظہ فرمائیے۔ مشکل سے کوئی آیت ایسی ملے گی جس کے انہوں نے وہ معنی کئے ہوں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ یا تابعین یا ائمہ مفسرین سے منقول ہوں۔ بلکہ اکثر آیات کے معنی ایسے عجیب و غریب بیان کئے ہیں جن کو دیکھ کر بھی حیرت ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ بہت سی وہ آیات جن کی کوئی تفسیر خود جناب رسول اللہ صلعم یا صحابہ کرام سے منقول ہے ان کی تفسیر میں بھی انہوں نے کوئی نئے معنی ہی بیان کئے ہیں۔ لیکن اس سے ہرگز یہ نہیں سمجھا جاتا کہ انہوں نے آنحضرت صلعم یا صحابہ

کی بیان کردہ تفاسیر کو چھوڑ دیا معاذ اللہ بلکہ دنیا بھر کے علماء اس کا یہی مطلب سمجھتے ہیں کہ ان کے نزدیک وہ معافی تو مسلم ہیں ہی ان کے علاوہ دوسرے باریک معنی بیان کرتے ہیں جس کو ہر شخص قرآن عزیز سے نہیں سمجھ سکتا تھا بلکہ یہ تو قرآن عزیز کا معجزہ ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تنقضی عجاائبہ (یعنی قرآن عزیز کے عجائب و غرائب تا بقا دنیا ختم ہونے والے نہیں) بس ایسے ہی مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ کو سمجھنے کہ وہ ان معنی کو بھی تسلیم کرتے ہیں جو عام طور پر مشہور ہیں اور ایک اور باریک معنی بتلاتے ہیں جن کی وجہ سے فضیلت محمدی دوبالا ہو جاتی ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی بالذات ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام انبیاء بالعرض۔ اور یہ معنی بھی احادیث نبوی سے مستنبط ہیں۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ مولانا مرحوم نے ہصر کو عوام کا خیال بتایا ہے۔ تو یوں جب ہوتی جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں ہصر فرمایا ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں ہصر نہیں فرمایا۔ بلکہ حدیث شریف میں لکل ایۃ منها ظہر و بطن الحدیث " فرما کر کسی دوسرے کے لئے بھی ہصر کی گنجائش نہ چھوڑی۔ والحمد للہ علی ذالک۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : حاضرین ! مولوی صاحب نے تحذیر الناس کی عبارت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ خاتم النبیین کے صرف یہ معنی کرنا عوام کا خیال ہے۔ اور یہ مطلب بایں معنی کے لفظ سے نکالا ہے۔ بس میرا سوال یہ ہے کہ بایں معنی کے جو آپ نے یہ معنی کیے کہ صرف اس معنی میں، اس کی آپ کے پاس کیا سند ہے ؟

مولانا محمد منظور صاحب : اس کی سند خود مولانا کا کلام ہے۔ غور کیجئے لفظ خاتم النبیین میں تین ہی احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے معنی صرف یہ ہوں کہ حضور خاتم زمانی ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس کے معنی صرف یہ ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم مرتبی ہیں۔ تیسرے یہ کہ خاتم زمانی بھی اس کے مفہوم میں داخل ہو اور خاتم مرتبی بھی۔ اور یہی مولانا مرحوم کا مختار ہے۔ چنانچہ اسی تحذیر الناس کے صفحہ کی آخری سطر میں فرماتے ہیں۔
 دو اور مجھ سے پوچھئے تو انجہ ۛ

مولانا نے یہ عبارت تقریباً ایک درفی پڑھی تھی ہم نے بوجہ اختصار اس کو چھوڑ دیا ہے اور اس کا آخری حصہ یہ ہے دو سو اگر اطلاقی اور
 (بقیہ ماشیہ صفحہ آئندہ)

اس عبارت سے جناب نے بھی سمجھ لیا ہوگا کہ مولانا مرحوم کے نزدیک خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمانے کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں اور رتبہ کے اعتبار سے بھی اور مکان کے اعتبار سے بھی۔ اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ مولانا مرحوم کا خیال صرف حصر کو بتلا رہے ہیں نہ نفس ان معنی کو جو مشہور ہیں۔ اس لئے کہ ان کو تو خود بھی مان رہے ہیں ہاں حصر کو نہیں مانتے۔

الفرض خود مولانا کا کلام اس کو بتلا رہا ہے کہ ”بایں معنی“ سے مراد یہ ہے کہ ”صرف یہ معنی“ اور مولانا ان کا رد کر رہے ہیں جو اس لفظ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی سمجھتے ہیں اور اسی میں حصر کرتے ہیں۔ مولوی رحمہ اللہ صاحب : یہ سند کیسی ہے اجماع حضرت لغت سے یہ ثابت کیجئے کہ ”بایں معنی“ کے یہ معنی آتے ہیں کہ ”صرف اس معنی میں“ ابھی آپ کو یہ بھی خبر نہیں کہ کسی لفظ کے معنی متعین کرنے کے لئے لغت کی سند چاہئے لہذا آپ کسی لغت کی کتاب سے اس کا ثبوت دیکھئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : حضرت والا یہ سند ایسی ہے جیسی کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے اپنے سر سے کفر کا الزام اٹھانے کے لئے ایک جگہ پیش کی ہے۔ سنئے۔

مراد آباد کا کوئی طالب علم مولوی احمد رضا خان صاحب کو لکھتا ہے کہ جناب نے مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید دہلوی کے متعلق ”کو کبر شہابیہ“ میں لکھا ہے کہ انہوں نے معاذ اللہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو صاف صاف صریح گالیاں دیں ہیں جس میں کسی تاویل کی گنجائش بھی نہیں۔ اور آپ ہی نے تمہید میں فرمایا ہے کہ احتیاط اس میں ہے کہ شہید مرحوم کو کافر نہ کہا جائے اور اسی کو مختار اور مفتی بہ قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ مسئلہ مسئلہ ہے کہ جو شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی کلمی ہوتی توہین کرے کہ جس میں تاویل کی بھی گنجائش نہ ہو وہ کافر ہے حتیٰ کہ جو شخص اس کے کفر میں شک کرے احتیاط برتے وہ بھی کافر ہے لہذا اب آپ خود اپنے اقرار سے کافر ٹھہرتے ہیں تو مولوی احمد رضا خان صاحب کی طرف سے اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی کی

کی عبارت میں تاویل کی گنجائش ہے اس لئے ہم نے تہذیب میں یہ لکھا ہے کہ ان کو کافر نہ کہا جائے۔ اور الکوثر الشہابیہ میں جو یہ الفاظ ہیں کہ ”اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں“ تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بالکل کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تاویل قریب کی گنجائش نہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ”تاویل“ کے معنی تاویل قریب کے کیسے گڑھے گئے؟

تو آپ کے اعلیٰ حضرت جواب دیتے ہیں کہ کوکہ شہابیہ جس سوال کے جواب میں لکھی گئی ہے اس میں سائل نے حکم فقہی دریافت کیا ہے۔ اور ہم نے بھی اس کے اندر صغیر پر لکھ دیا ہے کہ یہ تکفیر فقہاء کرام و اصحاب فتویٰ کے نزدیک ہے یہ قریب ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد تاویل سے تاویل قریب ہے نہ مطلق تاویل۔ کیونکہ تاویل قریب ہی فقہاء کے نزدیک معتبر ہے نہ تاویل بعید۔ یہ خلاصہ ہے اس سوال و جواب کا جو الموت المحسر میں درج ہے۔

اگرچہ یہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا غدر گناہ بدتر از گناہ ہے۔ لیکن ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں۔ ہمیں تو محض یہ ثابت کرنا تھا کہ کسی لفظ کے معنی متعین کرنے میں مکالم کے کلام کو بھی دخل ہوتا ہے وہ بھلا اللہ مدد کچھ اضافہ کے آپ کے اعلیٰ حضرت کے کلام سے ثابت ہو گیا۔ پس میں کہتا ہوں کہ ”بایں معنی“ جو تحذیر الناس کی عبارت میں واقع ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ عوام کے نزدیک خاتم النبیین کے صرف یہ معنی ہیں اور اس پر خود مولانا کا کلام شاہد ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : میں نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ ”بایں معنی“ کے یہ معنی کون سے ہیں اس کی کیا سند ہے؟ آپ نے اس کی کوئی سند بیان نہیں کی۔ کسی لغت کی کتاب کا حوالہ نہیں دیا بلکہ جو پہلے کہا تھا اسی کو پھر دہرا دیا۔ مہربانی فرما کر اس سوال کا جواب دیجئے۔ اور کسی لغت کی کتاب سے اس کا ثبوت دیجئے۔ آپ بار بار یہ کہتے ہیں کہ مولوی محمد قاسم صاحب ہصر کرنے والوں کا رد کر رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی نے ہصر کیا تھا؟ تابعین یا مفسرین نے کہیں ہصر کیا تھا؟ جس کا وہ رد کر رہے ہیں۔ ہصر کا رد تو جب کریں جب کسی نے ہصر کیا ہو۔ جب کسی نے ہصر کیا ہی نہیں تو پھر رد کس کا؟

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا نے اس تقریر میں تو کمال ہی کر دیا۔ اور جو کچھ مجھ کو کہنا چاہئے۔

تھا اختصار کے ساتھ وہ سب ہی تو کہہ ڈالا۔ پھر ہے ع

عرو شود سبب — خیر گر خدا خواہد

سنئے مولانا فرماتے ہیں کہ "کیا کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہصر کیا؟ کیا کسی صحابی، کسی تابعی نے ہصر

کیا؟ پھر خود ہی فرماتے ہیں کہ "جب کسی نے ہصر کیا ہی نہیں تو پھر رکس کا؟"

کیا خوب کہ غیہ پر وہ کھولے

جاد ہے وہ جو سر پر چڑھ کے بولے

میرے محرم! میں بھی تو یہی عرض کر رہا ہوں کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے ہصر کو عوام کا خیال بتایا

ہے۔ اور وہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، نہ کسی صحابی سے، نہ کسی تابعی سے۔ لہذا توہین نہیں۔ توہین جیب

ہوتی کہ کہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہصر کیا ہوتا۔ بلکہ آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ خود آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہصر کیا ہی نہیں دوسروں کے لئے بھی ہصر کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اس لئے کہ خود فرمادیا "لکل

ایۃ منها ظہر و بطن" (یعنی ہر آیت قرآنی کے دو قسم کے معنی ہیں ایک ظاہر ایک باطن)۔ اب میرا آپ

کا نزاع محض ایک بات میں رہا۔ اور وہ یہ کہ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب "لفظ خاتم النبیین

سے خاتم زمانی مراد لینے کو عوام کا خیال بتلا رہے ہیں۔ اور میں عرض کر رہا ہوں کہ نہیں بلکہ اسی معنی میں ہصر کرنے

کو مولانا مرحوم نے عوام کا خیال بتایا ہے۔ خدا کا فضل و کرم ہے کہ میں خود مولانا ہی کے کلام سے ثابت کر چکا کہ

وہ محض ہصر کو عوام کا خیال بتا رہے ہیں۔ آپ نے مجھ سے دریافت کیا کہ یہ کیسی سند ہے بحمد اللہ میں نے اس کا بھی

جواب دے دیا کہ یہ ایسی ہی سند ہے جیسی کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے اپنے سر سے کفر کا بار گراں اٹھانے کے لئے

پیش کی۔ اگرچہ ان کی بدقسمتی سے پھر بھی وہ کفر نہ اٹھ سکا لیکن اگر آپ کے نزدیک یہ بھی کافی نہیں تو لیجئے میں خود

آپ ہی سے اقرار کرتا ہوں کہ یہاں مولانا ہصر ہی کو عوام کا خیال بتلا رہے ہیں نہ نفس معنی کو۔ ذرا غور سے سنئے۔

مولانا مرحوم کی عبارت یہ ہے۔

"سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق

کے زمانے کے بعد اور آپ سب سے آخری نبی ہیں؟

میں آپ ہی سے دریافت کرتا ہوں کہ یہ ”ہاں معنی“ مرتبہ بشرطی میں ہے یا بشرط لاشیٰ میں یا بشرط شئی میں۔ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیجئے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : اچھا مولوی صاحب جب آپ نے یہ بحث چھیڑی ہے تو پہلے ان تینوں مرتبوں کی تعریف کر دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : نے فرمایا کہ اگر علی قابلیت کا امتحان مقصود ہے تو اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ آپ بھی ان مراتب کی تعریفات لکھ دیں اور میں بھی لکھ دیتا ہوں۔ لیکن مولوی رحمہ اللہ صاحب کسی طرح اس پر تیار نہ ہوئے۔ بالآخر مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ لیجئے آپ مجھ سے ہی تعریفات سنئے۔

مرتبہ بشرطی، شئی مع القید کا مرتبہ ہے لیکن یہ قید غیر اطلاق کے ہوا۔ اور مرتبہ بشرط لاشیٰ، شئی مع قید الاطلاق کا مرتبہ ہے جس کو الشئی المطلق سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ اور مرتبہ لا بشرطی، شئی من حیث ہو ہو کا مرتبہ ہے جس کو مطلق الشئی بھی کہا جاتا ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : مولانا یہ تعریفیں کس کتاب میں لکھی ہوتی ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : کیا جناب کو ان سے انکار ہے ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : بے شک مجھ کو انکار ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ کو انکاری تحریر مع دستخط دینی ہوگی۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : پہلے آپ مجھ کو اپنی تحریر دے دیجئے میں اسی پر انکار لکھ دوں گا۔

مولانا محمد منظور صاحب : نے وہ ہی تعریفیں جو تقریر میں کی تھیں لکھ دیں اور مولوی رحمہ اللہ صاحب

کو پڑھ کر سنائیں۔ مولوی رحمہ اللہ صاحب نے فرمایا کہ آپ نے حوالہ نہیں لکھا۔ مولوی محمد منظور صاحب نے

لکھ دیا کہ ان مراتب کی یہ تعریفیں قطبی ہی میں مبرور ہیں۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : اچھا یہ اور بتلائیے کہ مرتبہ لا بشرطی اور بشرط لاشیٰ میں عنوان و

مصادقات کچھ فرق ہے یا نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : عنوان بھی فرق ہے اور مصداق بھی۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (اپنے مخصوص انداز میں) ہاں اس کو بھی لکھ دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : نے اُس کے نیچے لکھ دیا کہ مرتبہ تین اخیر تین میں عنوان بھی فرق ہے

اور مصداق بھی۔ اور اپنے دستخط بھی ثبت فرمادیئے۔ اس کے بعد مولوی رحمہ اللہ صاحب کی خدمت میں وہ تحریر حاضر کی گئی کہ آپ اس پر لکھ دیجئے کہ یہ تعریفات صحیح نہیں ہیں۔ مولوی صاحب نے تحریر کو ہاتھ میں لے لیا اور اس پر لکھا۔

” تصحیح نقل درکار ہے۔ فقط۔ رحمہ اللہ غفرلہ “

مولانا محمد منظور صاحب : نے فرمایا کہ حضرت والا جناب نے فرمایا تھا کہ مجھ کو ان تعریفات سے

انکار ہے اور میں اس کی دستخطی تحریر دے گا۔ اب آپ یہ کیا لکھتے ہیں۔ مہربانی فرما کر حسب وعدہ انکاری تحریر دیجئے۔ تقریباً نصف گھنٹہ اس پر مولانا محمد منظور صاحب نے اصرار فرمایا۔ اور صدر صاحب نے بھی فرمایا کہ آپ انکاری تحریر دینے کا وعدہ کر چکے تھے۔ لہذا آپ کو دے دینی چاہئے۔ لیکن مولوی رحمہ اللہ صاحب نے ایک نہ سنی۔ نہ دینی تھی نہ دی۔ اس کے بعد مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مولانا اگر آپ حسب وعدہ تحریر مجھ کو دے دیتے تو شاید آپ سے آپ کے لوگ اس قدر بدظن نہ ہوتے جس قدر اب ہو گئے ہوں گے۔ کیوں کہ وہ ایک علمی غلطی ہوتی جس کو اہل علم ہی سمجھ سکتے تھے۔ اب تو آپ کی راست بازی کا راز سب کھل گیا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ شیروں کی بات کا جواب دینا تو ہے ہی مشکل ان کے مقابلہ میں جو اس کا صحیح سالم رہنا بھی آسان نہیں۔ افسوس کہ خواہ مخواہ آپ نے یہ ایک گھنٹہ فضول باتوں میں ضائع کر دیا اور جس لئے میں نے یہ بات شروع کی تھی وہ بات بھی رہ گئی۔ خیر اب میں خود ہی اختصار کے ساتھ عرض کرتا ہوں سنئے۔ لفظ ”ہاں معنی“ کے لفظ دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مرتبہ بشرط لاشی میں ہو۔ دوسرے یہ کہ مرتبہ بشرط شئی میں ہو۔ اور یہ دوسری شئی خود حضرت مولانا مرحوم کی مختار ہے جیسا کہ میں ابھی انہیں کی عبارت سے ثابت کر چکا ہوں۔ اب پہلی شئی رہ جاتی ہے یعنی یہ کہ وہ مرتبہ بشرط لاشی میں ہو اور وہ بعینہ حصہ ہے اسی کو مولانا عوام کا خیال بتلا رہے ہیں۔ رہا مرتبہ لا بشرط شئی تو اس کا تحقق یا مرتبہ بشرط شئی کے ضمن میں ہو گا یا مرتبہ بشرط لاشی کے ضمن میں۔ و انحراد عوامنا ان الحمد للہ رب العالمین۔

اس تقریر پر محکم صدر صاحب جلسہ برخواست ہو گیا۔ اور شام کو بعد

مغرب اس طرح مناظرہ کی کاروائی شروع ہوئی :-

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (بعد از خطبہ) حضرات آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے صبح مولوی صاحب سے سوال کیا تھا کہ آپ کے مولوی محمد قاسم صاحب نے یہ لکھا ہے کہ۔

”عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابقین کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں لیکن اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدیم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں انتہی“

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص خاتم کے یہ معنی کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں، مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک وہ عوام میں داخل ہے اہل فہم میں نہیں اور میں ثابت کر چکا ہوں کہ اس کے یہ معنی خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرماتے ہیں صحابہ نے بھی یہی سمجھے ہیں اور مولوی صاحب بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں تو مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک انھوں نے با اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ و تابعین اور تمام ائمہ مفسرین عوام کا لاف عام میں داخل ہیں اور اہل فہم میں سے نہیں۔ اہل فہم میں محض اب مولوی محمد قاسم صاحب رہ گئے۔ ان کے نزدیک تمام مفسرین یک قلم بے سمجھ اور غیر معتبر ہیں حالانکہ ان میں حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر بھی ہیں جن کے بارے میں حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

گر باطلہ استدلال کار دیں بدے

فخر رازی رازدوین بدے

لہذا اس عبارت میں خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توہین ہوئی۔ کیوں کہ آپ کو عوام میں داخل کر دیا اور علیٰ ہذا تمام صحابہ و تابعین اور سارے مفسرین کی توہین ہوئی اور وہ بالاتفاق کفر ہے۔ بلکہ جو توہین رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم صاحب کو یہ بھی خبر نہیں کہ اس شعر میں امام رازی علیہ الرحمۃ کی منقبت ہے یا کچھ اور۔ برہن محفل و دانش نباید گریست۔

یہ ہیں عشا خانوں کے محدث و مفسر۔ اللہ و انا الیہ راجعون۔

صلعم کو کفر نہ جانے وہ بھی کافر ہے۔ صاحبو! میرا سوال یہ تھا مولوی صاحب نے اس کا کوئی کافی جواب نہیں دیا بلکہ صبح ایک بے کار منطقی بحث چھیڑ کر سارا وقت ضائع کر دیا جس سے مولوی صاحب کی غرض یہ تھی کہ وقت گزر جائے اور تحذیر الناس کی عبارت پر پوری روشنی نہ پڑے۔ مولوی صاحب! جب تک آپ سرے اس سوال کا جواب نہ دیں گے میں ہرگز آپ کو آگے نہ بڑھنے دوں گا۔ آپ بار بار کہتے ہیں کہ حصر کی نفی ہے حصر کی نفی ہے لیکن ثابت بھی تک نہیں کر سکے۔ کسی کی اس قدر بے جا حمایت اچھی نہیں۔ آپ رسول اللہ صلعم کے مقابلہ میں مولوی محمد قاسم صاحب کی حمایت کرتے ہیں۔ کیا آپ کو مولوی محمد قاسم صاحب سے جس قدر محبت ہے اتنی بھی جناب رسول اللہ صلعم سے نہیں۔ انہوں نے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی جس پر سارے علماء نے حتیٰ کہ حرمین شریفین کے علماء نے بھی کافر کہا لیکن آپ انہیں مسلمان ہی ثابت کرنا چاہتے۔ واللہ مولوی محمد قاسم صاحب قیامت میں آپ کے کچھ کام نہ آئیں گے۔ اور حضور سلاطین نور صلی اللہ علیہ وسلم عذاب ابدی سے نجات دلائیں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب : میں سمجھتا تھا کہ شاید دوپہر سے اس وقت تک مولوی صاحب نے تحذیر الناس کے متعلق کوئی نئی بات سوچی ہوگی لیکن مولوی صاحب کی اس تقریر نے بتا دیا کہ بس اب ان تلوں میں تیل نہیں رہا جو کچھ آپ نے تحذیر الناس کی عبارت کے متعلق صبح کہا تھا وہی لعینہ اب فراموش ہے ہیں۔ اس کے جواب کی تو میں اب ضرورت نہیں سمجھتا کیوں کہ صبح تفصیل کے ساتھ کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں جس کو پبلک نے سمجھ لیا ہوگا۔ ہاں اس مرتبہ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ تو ہیں رسول اللہ صلعم کافر ہے اور جو اسے کفر نہ کہے وہ بھی کافر ہے میں کہتا ہوں کہ مسئلہ بے شک یوں ہی ہے کہ تو ہیں جناب رسول اللہ صلعم کفر بلکہ اشد کفر ہے اور جو مردود اس توہین کر لے والے کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اسی وجہ سے تو ہم کو آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب کے اسلام میں کلام ہے کیوں کہ وہ ”کو کبہ شہابیہ میں مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید دہلوی کے متعلق لکھتے ہیں کہ۔“

”انہوں نے جناب محمد رسول اللہ صلعم کو بے دھڑک صاف صریح گالیاں دیں اور اللہ جبار

وقہار کا کچھ خوف نہیں کیا“ اور قسم کھا کر فرماتے ہیں۔ ”کہ واللہ واللہ ان گالیوں کی اطلاع

رسول اللہ صلعم کو ہوئی اور خدا کی قسم ان کو ان گالیوں سے ایذا پہنچی“ پھر آگے چل کر فرماتے

ہیں۔ ”کہ اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں“

الغرض مولوی احمد رضا خان صاحب مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید دہلوی کے متعلق یہاں تو قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی توہین کی۔ صاف صاف گالیاں دیں جن میں تاویل کی بھی گنجائش نہیں اور اپنے رسالہ ”سبحان السبوح“ میں انہیں شہید مرحوم کے متعلق آخری حکم یہ دیتے ہیں کہ۔ علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے۔ وہو الجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتویٰ وھو المذہب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامة وفیہ السداد۔

یعنی مولوی اسماعیل صاحب کو کافر نہ کہنا بلکہ مسلمان کہنا یہی جواب با صواب ہے اور اسی پر فتوے ہونا چاہیے اسی پر فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر عہد کرنا چاہیے۔ اسی میں سلاستی ہے اور اسی میں استقامت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے نزدیک ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاف صاف صریح گالیاں دے کر بھی مسلمان رہ سکتا ہے اور اسے کافر کہنا بے اعتدالی اور ہلاکت میں پڑنا ہے۔ سلامتی اسی میں ہے کہ اسے مسلمان کہا جائے۔ استغفر اللہ العلی العظیم۔ اور یہ خود کفر عظیم ہے جیسا کہ آپ ابھی فرما چکے ہیں۔ لہذا آپ کے اعلیٰ حضرت خود اپنے اور آپ کے قول سے کافر بنے۔ ابھی تک تو آپ کی جماعت ان کے اس اقرار ہی کفر کو اٹھا نہیں سکی ہے اگر آپ کے اندر بہت ہو تو آپ ہی اٹھائیں لیکن ذرا سوچ سمجھ کر کیوں کہ خاکسار کو بھی آپ کے اعلیٰ حضرت کی کتابوں سے کچھ واقفیت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کی تاویل کو خود انہیں کا کلام شریف رد کر دے۔

سنجیل کے رکھنا قدم دشت خار میں مجبـون
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

یہ تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ گھبرا کر مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اثنائے تقریر میں جواب دیا کہ۔

مولوی صاحب! الکوکبة الشہابیہ اور سبحان السبوح ایک بشر کی کتابیں ہیں ان میں تناقض ہو جانا کچھ بعید نہیں یہ شان تو محض خدا تعالیٰ کے کلام پاک کی ہے۔ چنانچہ قرآن عربی میں فرمایا جاتا ہے
أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ
إِخْتِلَافًا كَثِيرًا۔

یعنی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم لوگ قرآن شریف کو غور سے نہیں دیکھتے۔ اس کے خدائی کتاب ہونے کی بھی

بڑی دلیل ہے کہ اس کے مضامین میں اختلاف نہیں۔ اگر وہ خدائی کتاب نہ ہوتی بلکہ کسی بشر کی بنائی ہوتی تو اس میں بہت سا اختلاف ہوتا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کلام میں تناقض نہ ہونا محض اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے کسی بشر کی نہیں۔ پس آپ کے اس الزام کا بھی یہی جواب ہے کہ ”الکوۃ الشہابیہ“ اور ”سبحان السبوح“ کے مضمون میں تناقض ہو گیا ہے جو ایک بشر کی شان سے بعید نہیں۔ خود آپ کے علماء کے کلام میں بھی بہت سی جگہ تناقض ہے علمائے حضرت ہی پر کیا الزام ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب :

انجھاپے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صریح آگیا

مولانا جواب تو آپ نے واقعی نیا اور نہایت ہی عجیب و غریب دیا لیکن واللہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے کفر پر جھڑپی ہی کر دی اور جو کچھ ٹوٹی پھوٹی تاویلیں آپ کی جماعت اب تک اس کفر کے اٹھانے کے لئے کیا کرتی تھی آپ نے بھگد اللہ ان سب پر ہی پانی پھیر دیا۔ لیکن میں اس کی تفصیل جب کہ دل کا جب پہلے آپ مجھ کو اس کی تحریر دے دیں کہ ”الکوۃ الشہابیہ“ اور ”سبحان السبوح“ کی دونوں عبارتوں میں تناقض ہے جو کسی بشر کی شان سے بعید نہیں۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : آپ بے کار باتوں میں وقت ضائع نہ کریں یہ خارجی بحث ہے یہ بھی میرا احسان تھا کہ میں نے اس کا جواب دے دیا اصل میں بحث مولوی محمد قاسم صاحب کے کفر و اسلام کی ہو رہی ہے جو آپ دیکھئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : مہربان من ! شرائط میں یہ طے ہو چکا ہے کہ اثنائے مناظرہ میں جس

سلسلہ کا مشن مولانا نے یہ نہ فرمایا ہوتا اور محض تحریر ہی کے مطالبہ پر اس تقریر میں اکتفا کیا ہوتا۔ مولانا کی یہ غیر معمولی اور غیر ضروری

جرات اکثر مخالفین کے لئے سہولت کا باعث بن جاتی ہے۔ جیسا کہ سبھل اور درو کے مباحثہ میں تجربہ ہوا۔ ۱۲۔

مناظر کا جو جملہ فریق مخالف لکھانا چاہتے گا لکھائے گا۔ اس کو حق انکار نہ ہوگا۔ آپ کو اس کی تحریر دینی ہوگی۔
ہاں اگر آپ فرمائیں گے تو میں اس پر بحث نہیں کروں گا۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کی تحریر
چھوڑ دی جائے۔ اس پر مولوی احمد رضا خان صاحب کے کفر و اسلام کا انشاء اللہ اقرار فیصلہ ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : دیکھئے صدر صاحب یہ صبح کی طرح پھر اس وقت خارجی باتوں میں وقت
ضائع کرنا چاہتے ہیں۔ مولوی صاحب ! اس وقت مولوی احمد رضا خان صاحب کے کفر و اسلام کی بحث یہیں
سے بلکہ مولوی محمد قاسم صاحب کے کفر و اسلام کی بحث ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : بے شک اصل بحث حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سے ہی کے متعلق
تھی اور آپ مولوی احمد رضا خان صاحب کے وکیل بن کر مولانا مرحوم کا کفر ثابت کرنا چاہتے تھے لیکن حضرت مرحوم
کی کرامت ہے کہ آپ کے موکل خود ہی کفر کے جال میں پھنس گئے اور ایسے پھنسے کہ اب آپ اس معاملہ میں ان کے
وکالت کے لئے بھی تیار نہیں رہے۔

چاہ کن ما چاہ در پیش

خیر اگر آپ تحریر دے سکتے ہیں تو مہربانی فرما کر عنایت فرمائیے در نہ صاف فرما دیجئے کہ میں تحریر
نہیں دوں گا۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : مولانا یہ بالکل خارج از بحث باتیں ہیں لہذا میں ہرگز تحریر نہیں دوں گا۔
اور نہ از روئے شرائط مناظرہ میں تحریر دینے پر مجبور ہوں۔ کیوں کہ اس میں یہ نہیں ہے کہ خارجی باتوں کی بھی تحریر لی
جائے گی۔ مولوی صاحب ! آج تحذیر الناس کی بحث ہے الکویتہ الشہابیہ اور سبحان السبوح کی بحث نہیں
ہے۔ آپ میری تقریر کا جواب پورا کیجئے۔ اور ان خارجی باتوں کو چھوڑ دیجئے۔ مناظرہ اس طرح نہیں ہوا کرتا۔
مولانا محمد منظور صاحب : معلوم ہو گیا کہ مولوی صاحب کسی طرح تحریر دینے کے لئے تیار نہیں
اب حاضرین اور صدر صاحب یہ خود فیصلہ کر لیں کہ از روئے شرائط مناظرہ مولوی صاحب مجبور ہیں یا نہیں
میں اپنی باقی ماندہ تقریر کو پورا کرتا ہوں۔

مولوی صاحب نے فرمایا تھا کہ تم بار بار کہتے ہو کہ حصر کی نفی ہے حصر کی نفی ہے اور ثابت ابھی تک

نہیں کر سکے۔ میں عرض کرتا ہوں بے شک حصہ ہی کی نفی ہے اور اسی کو مولانا مرحوم عوام کا خیال بتا رہے ہیں اور بھگت اللہ خود حضرت مولانا ہی کے کلام سے میں اس کا ثبوت بھی دے چکا ہوں۔ آپ سے اگر ہو سکے تو اس ثبوت کو رد کیجئے آپ نے اپنی تقریر کے آخری حصہ میں میرے متعلق یہ بھی فرمایا تھا کہ العباد باللہ ثم العباد باللہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں مولانا محمد قاسم صاحب کی حمایت کرتا ہوں۔ آپ کو خدا کا خوف کھانا چاہئے دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں ہے۔ ایک دن مجھ کو اور آپ کو دونوں کو اس خدا کے دربار میں بھی جانا ہے جو دونوں کے حالات کو بھی جانتا ہے وہاں میرا اور آپ کا فیصلہ ہوگا۔

واللہ ایک مولوی محمد قاسم صاحب کیا معنی کر ڈروں محمد قاسم قربان ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاک پا پر۔ یاد رکھئے کہ ہم اگر مولانا محمد قاسم صاحب سے کچھ تھوڑا بہت تعلق رکھتے ہیں تو وہ محض اس وجہ سے کہ وہ ایک ظالم ہیں حضرت سرور کائنات فخر موجودات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اور وہ ایک باغبان ہیں گلستان محمدی کے۔ اور ہم کو مولوی احمد رضا خان صاحب سے اگر کچھ بغض و عداوت ہے تو وہ محض اس وجہ سے کہ انہوں نے آگ لگائی ہے بارگ محمدی میں اور جو توحید و سنت کا باغ دنیا میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا تھا۔ جس کو صحت نے اپنے خون کی ندیاں بہا کر سیراب کیا تھا آپ کے مولوی احمد رضا خان صاحب نے شرک و بدعت کو رواج دے کر اس چمنستان توحید کو اجاڑا ہے۔

اسی پر ہم کو کہا جاتا ہے کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں مولوی محمد قاسم صاحب سے محبت ہے۔ بے شک ہم کو مولوی محمد قاسم صاحب سے محبت ہے کیوں کہ انہوں نے ہمارے سینہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بھر دیا آج انہیں کی جوتیوں کا طفیل ہے کہ مجھ کو بدعت ملعونہ سے سخت نفرت اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ سے الفت ہے۔ الغرض جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وجہ سے محبت ہے کہ آپ محبوب ہیں اور مولوی محمد قاسم صاحب سے یوں محبت ہے کہ انہوں نے محبوب تک پہنچا دیا۔

ہمارا ایمان ہے کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دنیا و مافیہا سچی کہ اپنی جان سے بھی زیادہ نہ ہوگی اس وقت تک ایک مسلمان مومن کہلانے کا مستحق نہیں۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولده

مولوی رحمہ اللہ صاحب : نہیں جناب آپ محض مجیب ہیں آپ کو تو کسی سوال کا حق ہی نہیں۔
 مولانا محمد منظور صاحب : اچھا آپ مجھ کو اس کی تحریر دے دیجئے کہ میرا یہ مطالبہ خلاف آداب
 مناظرہ ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : اچھا لیجئے میں ثبوت دیتا ہوں مجھ کو حسام اکھرین دے دیجئے۔
 ۱۰۔ سنٹ تقریباً حسام اکھرین کا مطالعہ کرنے کے بعد صدر صاحب کے پاس آکر لیجئے حضرت اس
 میں وہ عبارت بھی موجود ہے جس پر میں صبح سے بحث کر رہا ہوں اور جس میں توہین ہے۔ اور وہ یہ ہے۔
 ”سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق
 کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں“

اسی پر اعلیٰ حضرت نے تکفیر کی ہے اور اسی سے علماء حرمین نے اتفاق کیا ہے اس سے معلوم ہو گیا
 کہ علماء حرمین نے بھی توہین کی وجہ سے مولوی محمد قاسم صاحب کو کافر کہا ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : مجھے اس وقت بے ساختہ کنا پڑتا ہے کہ اس وقت جناب کی تقریر
 بالکل ایسی ہوئی ہے کہ کسی نے کہا تھا کہ الف بے زبر عرف۔ الف تے زیر عرف۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ میرا
 نام محمد یوسف ہے۔

اس کے بعد میں مناسب سمجھتا ہوں کہ فتویٰ ”حسام اکھرین“ کی کل وہ عبارت پڑھ کر سنادوں
 جس کا تعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ کی تکفیر سے ہے تاکہ آپ حضرات کو معلوم ہو جائے کہ مولوی حسام
 اور آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب کس قدر سچے ہیں۔ اصل میں حسام اکھرین عربی میں ہے لیکن
 وہ مع ترجمہ چھپی ہے لہذا میں اس کا ترجمہ ہی پڑھ کر سناتا ہوں۔ مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں۔

”اور قاسم قاسم نالو تو ہی کی طرف منسوب جس کی تحذیر الناس ہے اور اس نے اپنے رسالہ
 میں کہا ہے (اس کے بعد تحذیر الناس صفحہ ۱۴ کا فقرہ۔ بعد ازاں صفحہ ۲۸ کا فقرہ۔ بعد ازاں
 صفحہ ۳ کا فقرہ لکھا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔“ حالانکہ فتاویٰ تتمہ اور الاشباہ و
 النظائر وغیرہ میں تصریح فرمائی کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پچھلا نبی نہ جلنے تو سنا

و الناس اجمعين او كما قال عليه السلام -

الغرض میں مولوی محمد قاسم صاحب کی حمایت کرتا ہوں تو محض اس وجہ سے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام ہیں اور ان پر ایک دشمن رسول نے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ میں توہین جناب استمات ب صلی اللہ علیہ وسلم کا الزام لگایا ہے۔ میری یہ حمایت بھی اللہ اور اس کے رسول جل ذکرہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لئے ہے کسی کے غلام کی حمایت یقیناً اس کے آقا کی خوشنودی اور رضامندی کا باعث ہے لہذا میری یہ حمایت محض مولوی احمد رضا خان صاحب کے مقابلہ میں ہے جنہوں نے اللہ کے پاک بندوں پر ناپاک الزامات رکھ کر اپنا نامہ اعمال سیاہ کیا ہے۔

اس کے بعد میں اصل بحث کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں اور اسی پر انشاء اللہ اس بحث کا خاتمہ ہے بشرطیکہ آپ نے کچھ صداقت سے کام لیا۔ حاضرین جلسہ بالخصوص جناب صدر صاحب ! آپ حضرات صبح سے سن رہے ہیں کہ مولوی صاحب کا یہ سوال ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی جس کی وجہ سے علماء حرمین شریفین نے ان کو کافر کہا ہے۔ میں اس توہین کے جھوٹے الزام کا تو بکھد اللہ کافی شافی جواب دے چکا اور یہ ثابت کر چکا کہ تسمیہ الناس کی عبارت میں ہرگز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نہیں ہے۔ ہاں کسی کے نزدیک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ہی بیان کرنے کا نام توہین ہو تو وہ ضرور یہ کہہ سکتا ہے کہ اس عبارت میں توہین ہے۔ لیکن اب میں ان تمام باتوں سے قطع نظر کہہ کے مولوی صاحب سے کہتا ہوں کہ دکھلائیے کہاں علماء حرمین نے توہین کی وجہ سے مولانا محمد قاسم صاحب کو کافر لکھا ہے ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : آپ کو اپنا منصب ملحوظ رکھنا چاہئے۔ مولانا آپ مجیب ہیں آپ کو اس سوال کا حق نہیں۔ آپ خلاف آداب مناظرہ چلنے لگے۔

مولانا محمد منظور صاحب : بہت خوب آپ کل سے یہ دعوئے کر رہے ہیں کہ مولانا محمد قاسم صاحب کو علماء حرمین شریفین نے توہین کی وجہ سے کافر کہا ہے اب میں حوالہ طلب کرتا ہوں تو میرا یہ مطالبہ خلاف آداب مناظرہ ہے۔ معلوم ہوا کہ جناب کو فن مناظرہ سے بھی بہت زیادہ تعلق ہے۔ اچھی حضرت ناقل کے ذمہ یہ نقل ہے خواہ وہ سائل ہو یا مجیب۔

نہیں۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخر الانبیاء ہونا سب انبیاء سے

زمانے میں پچھلا ہونا ضروریات دین سے ہے۔

اس عبارت سے ہر عقل والا یہی سمجھے گا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب مولوی محمد قاسم صاحب کو محض اس وجہ سے کافر لکھ رہے ہیں کہ وہ العیاذ باللہ ختم نبوت کے منکر ہیں اور اسی فتوے پر علماء حرمین نے تصدیق کی ہے۔ اب اگر کسی کے دل میں یہ خلجان ہو کہ کافر تو کہا ہی ہے اگرچہ انکار ختم نبوت کی وجہ سے ہی تو اول تو یہ مولوی صاحب کا اعتراض ہی نہیں صحیح مولوی صاحب اس اعتراض سے دست برداری دے چکے ہیں۔ اور فرما چکے ہیں کہ میرا سوال محض توہین کے متعلق ہے آپ حضرات کو بھی یہ بات یاد ہوگی۔ دوسرے یہ کہ یہ تکفیر کی ہوگی جس نے ختم نبوت زمانی کا انکار کیا ہو۔ اور میں ثابت کر چکا ہوں کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہم نبوت زمانی کا انکار نہیں فرما رہے۔ بلکہ اس کو متعدد دلیلوں سے ثابت کر کے اس کے منکر کو کافر ٹھہرا رہے ہیں۔ ہاں اس کے ساتھ ختم نبوت مرتبی کا اضافہ بھی فرما رہے ہیں۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے علماء حرمین کو دھوکہ دیا اور ایک فقرہ صفحہ ۴۱ کا۔ دوسرا صفحہ ۲۸ کا تیسرا صفحہ ۳۰ کا لکھ کر ایک مسلسل مضمون بنایا اور مولانا مرحوم کو ختم نبوت زمانی کا منکر ٹھہرا کر ان کی تکفیر کے علماء حرمین نے بھی اس کی تصدیق کر دی۔ انہیں کیا خبر تھی کہ اس عبارت میں کیسی کیسی ناجائز قطع برید کی گئی ہے۔ اور ایک فقرہ صفحہ ۲۸ کا، دوسرا صفحہ ۴۱ کا، اور تیسرا صفحہ ۳۰ کا لے کر بالقصد ایک کفری مضمون بنایا گیا ہے بلکہ ان میں سے بعض حضرات نے تو یہ تصریح بھی کر دی ہے کہ اگر واقعی مولوی محمد قاسم صاحب ختم نبوت زمانی کے منکر ہوں اور فی الحقیقت مولوی اشرف علی صاحب وغیرہ نے توہین کی ہو جب وہ کافر ہیں ورنہ نہیں۔ چنانچہ فتوے حسام اکھرمین کی تقریظ نمبر ۳ میں یہ الفاظ ہیں۔

فہم و الحال ما ذکرت کفار مارقون۔

”یعنی اگر فی الحقیقت ان لوگوں کا وہی حال ہے جو تم نے (یعنی مولوی احمد رضا خان صاحب

لے لکھا ہے تو وہ کافر ہیں اسلام سے خارج ہیں۔“

حسام اکھرمین صفحہ ۳۴ و صفحہ ۱۵۰ کی ایک تقریظ کے یہ الفاظ ہیں

فاذا ثبت وتحقق ما نسب الى هؤلاء القوم مما هو مبين في
السؤال فعند ذلك يحكم بكفرهم ۔

”یعنی مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو باتیں ان لوگوں (مولانا محمد قاسم صاحب و مولانا
اشرف علی صاحب وغیرہ) کی طرف اس میں منسوب کی ہیں اگر وہ پایہ ثبوت کو پہنچ جائیں اور
متحقق ہو جائیں تو اس وقت ان کے کفر کا حکم لگایا جائے گا۔ (ورنہ نہیں)“
صفحہ ۱۳ پر ایک تقریظ کے یہ الفاظ ہیں۔

هذا حكم هؤلاء الفرق والاشخاص ان ثبت عنهم هذا المقالات
الشيعة

”یعنی اگر یہ برے اقوال ان لوگوں کے ہوں جب ان کے کافر ہونے کا حکم دیا جائے گا“
مولانا کی یہ تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ مولوی رحم الہی صاحب نے اثناء تقریر میں فرمایا کہ تو کیا یہ عبادتیں
جو حسام اکھرین میں اعلیٰ حضرت نے ان مولوی محمد قاسم صاحب وغیرہ کی لکھی ہیں ان کی نہیں ہیں۔ اور یہ ان کے
برے اقوال نہیں ہیں ؟

مولانا محمد منظور صاحب : جس طرح کہ لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ (نماز کے پاس مت جاؤ)
بلاشبہ الفاظ قرآنی ہیں ایسے ہی حسام اکھرین میں جو عبارت ”حفظ الایمان کی لکھی گئی ہے وہ حفظ الایمان
کی ہی عبارت ہے اور جس درجہ میں کہ۔

ان الذين آمنوا وعملوا الصلحت اولئك اصعب الناس
هم فيها خالداون ۔

(مؤمنین صاحبین سب کے سب دوزخی ہیں اسی دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے)۔
قرآن شریف کے الفاظ ہیں۔ اسی درجہ میں حسام اکھرین میں لکھی ہوئی عبارت تحذیر الناس کی عبارت

ہے۔ اور جس طرح ان الفاظ قرآنی سے نماز کے حرام اور مومنین صاحبین کے دوزخی ہونے کا حکم نکالنے والا بے ایمان ہے ایسے ہی حفظ الایمان کی اس عبارت سے توہین اور تحذیر الناس کی عبارت سے انکار ختم نبوت کا مطلب نکالنے والا بھی بے ایمان ہے۔

اس کے بعد میں جناب صدر صاحب سے درخواست کروں گا کہ ان کے نزدیک اس عبارت پر بھی کافی روشنی پڑ چکی ہو تو اس کو ختم کر دیا جائے۔ ہاں اگر مولوی صاحب حسام الحرمین میں یہ دکھانا چاہیں کہ علماء حرمین شریفین نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی تکفیر توہین کی وجہ سے کی ہے تو نہایت شوق سے اب بھی دیکھنے کو تیار ہوں۔ لیکن عرض کر چکا ہوں کہ انشاء اللہ تاقیامت مولوی صاحب نہیں دکھا سکتے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : آپ کے پاس ”الموت الاحمر“ ہے ؟
مولانا محمد منظور صاحب : جی ہاں موجود ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : اس میں اعلیٰ حضرت نے توہین کی وجہ بھی لکھی ہے۔ لایسے میں آپ کو ابھی دکھاتا ہوں۔

مولانا محمد منظور صاحب : بہت خوب ! دعویٰ یہ کہ علماء حرمین نے توہین کی وجہ سے کافر کہا ہے۔ اور دلیل یہ کہ اعلیٰ حضرت نے ”الموت الاحمر“ میں لکھا ہے۔ مہربان من ! بحث اس کی ہے کہ کہیں علماء حرمین نے بھی توہین کی وجہ سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کو کافر کہا ہے یا نہیں ؟ اگر ہو سکے تو اس کا جواب دیجئے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : آپ مجھ کو الموت الاحمر تو دے دیجئے۔ بالآخر دے دی گئی۔
مولوی رحمہ اللہ صاحب نے ”الموت الاحمر“ یا تھق میں لے کر اس طرح تحریر شروع کی۔

” مراد آباد کے کسی طالب علم کی طرف سے اعلیٰ حضرت کے پاس ایک خط آیا تھا جس میں کچھ سوالات اور اعلیٰ حضرت پر کچھ اعتراضات تھے۔ اعلیٰ حضرت کا طریقہ یہ تھا کہ دیوبندی فرقہ کی طرف سے جو تحریر اعلیٰ حضرت کے پاس آتی تھی وہ اس کو مولوی اشرف علی صاحب کی سمجھ کر اس کا جواب مولوی اشرف علی صاحب ہی کے پاس تھا نہ بھون بھونجا کرتے تھے۔ چنانچہ جب مراد آباد کے اس طالب علم کی طرف سے یہ خط آیا تو اعلیٰ حضرت نے حسب

عادت شریفی اس کا جواب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے نام یہ لکھا جو الموت الاحمر کے نام سے چھپ چکا ہے اس میں مولوی محمد قاسم صاحب کے کفر پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں (اس کے مولوی رحمہ اللہ صاحب نے تقریباً دو صفحہ اس الموت الاحمر کے پڑھ ڈالے۔ اس کے بعد فرمایا) کہ کہتے مولوی صاحب اب تو جناب کو معلوم ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت نے محض انکار ختم نبوت ہی کی وجہ سے مولوی محمد قاسم صاحب کو کافر نہیں کہا ہے بلکہ توہین کی وجہ سے بھی کافر کہا ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : مہربان سن! آپ کا دعویٰ یہ تھا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کو علماء حرمین نے توہین کی وجہ سے کافر کہا ہے۔ میرا یہ مطالبہ ہے کہ دکھلائیے کہاں علماء حرمین شریفین نے توہین کی وجہ سے کافر لکھا ہے۔ آپ اس کا جواب دیتے ہیں کہ جی اعلیٰ حضرت نے "الموت الاحمر" میں توہین کی وجہ سے کافر لکھا ہے۔ استغفر اللہ۔ اچھی حضرت! آپ کے اعلیٰ حضرت کو پوچھتا کون ہے؟ ان کے متعلق تو ہمیں پہلے ہی سے معلوم ہے کہ ماشاء اللہ وہ کفریات کا خزانہ ہیں۔ ایک توہین کیا معنی اگر وہ ہزار وجہ سے بھی کسی کو کافر کہیں تو تعجب نہیں۔ سوال تو علماء حرمین کے متعلق ہے۔ یا آپ کے نزدیک برقی، اور بدایوں ہی حرمین شریفین ہیں؟ اس کے بعد میں پھر جناب صدر صاحب کو توجہ دلاؤں گا کہ وہ وقت ضائع نہ ہونے دیں ہم اس قدر بے کار نہیں ہیں۔

جناب صدر صاحب : میرے نزدیک فریقین اس بحث پر کافی روشنی ڈال چکے اور واقعی جیسا کہ مولانا نے فرمایا۔ بہت دیر سے وقت ہی ضائع ہو رہا ہے لہذا اس بحث کو یہیں ختم کر دیا جائے۔ اور دوسری بحث کل صبح سے شروع کی جائے۔ مگر مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ آپ کی ترتیب کے لحاظ سے کل براہین قاطعہ کی عبارت پر بحث ہونی چاہئے۔ لیکن مجھے کل پانچ بجے میاں سے ٹینی ٹال جانا ہے لہذا میری خواہش یہ ہے کہ کل مسئلہ علم غیب پر بحث ہو جائے۔ کیوں کہ عبارتوں کی بحث کے متعلق مجھ کو اتنا معلوم ہو گیا کہ آپ حضرات میں بس اختلاف عبارتوں کے مطلب

لے قرآن جائے اس سمجھ کے، چاہے مولوی اشرف علی صاحب کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہو لیکن ان اعلیٰ حضرت کے نزدیک تحسیر

مولوی اشرف علی صاحب ہی کی بے واہ رسے چودہویں صدی کے مجدد تیرہ عقل ۱۲۔

میں ہے۔ آپ کے نزدیک جو ایک عبارت کا مطلب ہے آپ اس کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک جو مطلب ہے وہ اس کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ غالباً براہین قاطعہ کی عبارت میں بھی یہی بحث ہوگی۔ اور یہ کچھ زیادہ مفید نہیں۔ لہذا میری ذاتی رائے یہ ہے کہ مسئلہ علم غیب پر بحث ہو۔ آئندہ جو آپ حضرات کی رائے ہو۔ عالیجناب صدر صاحب کی یہ تجویز مولانا محمد منظور صاحب نے منظور فرمائی۔ اور مولوی رحمہ اللہ صاحب کو بھی ناگواری کیساتھ منظور کرنی پڑی۔ اس کے بعد محکم جناب صدر صاحب جلسہ برخواست ہوا۔ اور دوسرے روز تقریباً ۸ بجے صبح کو اس طرح کارروائی شروع ہوئی۔

مناظرہ کا تیسرا دن

۲۰ جولائی بروز جمعہ بوقت صبح

مناظرہ بر مسئلہ علم غیب

مولانا محمد منظور صاحب : مولوی رحمہ اللہ صاحب سے مسئلہ علم غیب میں چونکہ مدعی آپ حضرات ہیں۔ لہذا اصولاً مجھے کو سوال ہونا چاہئے۔ لیکن اگر آنجناب سائل بننے میں اپنے لئے کچھ سہولت سمجھیں تو میں آپ کو سوال کا حق دیتا ہوں۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : آپ خود ہی سوال کریں میں جواب دوں گا۔

مولانا محمد منظور صاحب : معزز حاضرین ! کل اور پرسوں جو بحث ہوئی اس کا حاصل محض یہ تھا کہ

آیا حضرت مولانا اشرف علی صاحب و مولانا محمد قاسم صاحب وغیرہ کی عبارات میں توہین ہے یا نہیں۔ مولوی صاحب نے ان ہر دو صاحبان کا کفر ثابت کر لے کے لئے یہ کوشش کی کہ کسی طرح یہ ثابت کر دیں کہ ان عبارات میں نعوذ باللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ اور میں نے اجوبہ تعالیٰ یہ ثابت کیا کہ ان میں ہرگز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نہیں۔

الغرض مولوی صاحب کی ساری کوشش محض اس لئے تھی کہ ان دو مسلمانوں بلکہ ہزار مانہیں بلکہ لکھو کھو

مسلمانوں کو کافر بنائیں۔ اور میری ساری سعی و سرگردانی اس لئے تھی کہ کسی طرح یہ لاکھوں مسلمان جن میں ہزاروں کی تعداد میں دین کی خدمت کرنے والے اور مخالفین اسلام کے دندان شکن جواب دینے والے بھی ہیں مسلمان ہی رہیں۔ اب میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو ہمیشہ اسی کی توفیق دے۔

بہر حال اب تک ہجرت ہوئی وہ کسی اختلاف فی مسئلہ کے متعلق نہیں تھی بلکہ وہ محض حفظ الایمان اور تحذیر الناس کی عبارتوں کے مطلب پر تھی۔ اب دو روز کے بعد خدا خدا کر کے وہ دن آیا ہے کہ ایک بہت بڑے اختلافی مسئلہ پر میری اور مولوی صاحب کی گفتگو ہوگی۔ آپ حضرات سے درخواست ہے کہ نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ فریقین کی تقریریں سنیں۔ اور فیصلہ کریں کہ قرآن عزیز کس کے حق میں فیصلہ دیتا ہے اور احادیث نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کس کے ساتھ ہیں۔ صحابہ کرام اور سلف صالحین بالخصوص حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن کس کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے بعد میں جناب مولوی صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ پہلے وہ اپنا دعوئے دربارہ علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متعین کر دیں تاکہ حاضرین کو محل نزاع معلوم ہو جائے اور بحث نتیجہ خیز ہو۔ مولوی رحمہم الہی صاحب : آپ نے جو تبصرہ کل اور پرسوں کی بحث پر کیا وہ سراسر انصاف کے خلاف ہے یوں کہنا چاہئے کہ رحمہم الہی نے اس کی کوشش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کر نیوالے کو کافر ثابت کرے۔ اور میں نے یہ کوشش کی کہ اس کو کافر نہ کہنے دوں بلکہ مسلمان ہی رہنے دوں اب لیجئے میں اپنا دعوئے متعین کرتا ہوں۔ ہم اہلسنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ماکان و مایکون کا علم دیا۔ مولانا محمد منظور صاحب : مہربانی فرما کر ذرا اردو میں فرما دیجئے۔ یہاں کی پبلک آپ کی اس عربی کو نہیں سمجھی۔

مولوی رحمہم الہی صاحب : میری مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ازل سے ابد تک کا تمام علم دیا۔

مولانا محمد منظور صاحب : اس ازل و ابد سے جناب کی کیا مراد ہے ؟ آیا وہ جس کو اصطلاح میں ازل و ابد کہتے ہیں۔ یعنی مالا بدایۃ لہ و مالا نہایۃ لہ یا اس سے ابتداء دنیا و انتہاء دنیا مراد ہے ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب نے دو تین مرتبہ دریافت کرنے پر بھی اس کا کوئی معقول جواب نہیں دیا اور ہر مرتبہ گول مول لفظ کہہ کر ٹال دیا۔ بالآخر مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ کو اپنا صحیح مذہب معلوم نہیں ہے یا آپ کسی وجہ سے اس کو ظاہر کرنا نہیں چاہتے تو پھر مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں آپ کے اعلیٰ حضرت کی تصانیف سے بتاؤں کہ آپ کا اس میں کیا مذہب ہے

تب بڑی مشکل سے مولوی عبدالعزیز خان صاحب مدرس مدرسہ منتظر اسلام بریلی کی تلقین پر فرمایا کہ میری مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو ابتداء آفرینش عالم سے اس وقت تک کی تمام باتیں تفصیلی طور پر بتا دیں جب تک کہ جنتی جنت میں جائیں اور دوزخی دوزخ میں۔

مولانا محمد منظور صاحب : یہ علم محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کب عطا ہوا ؟
مولوی رحمہ اللہ صاحب : یہ علم تدریجاً دیا گیا۔ لیکن اس کی تکمیل اس وقت ہوئی جب قرآن عزیز کا زودل ختم ہوا۔

مولانا محمد منظور صاحب : یہ عقیدہ جناب کا قطعی ہے یا محض وہم و گمان کے درجہ میں ؟
مولوی رحمہ اللہ صاحب : قطعی کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے خلاف کوئی احتمال کسی قسم کا نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ اس کے خلاف احتمال ناشی عن الدلیل نہ ہو۔ اگرچہ احتمالات غیر ناشیہ عن الدلیل موجود ہوں۔
ہمارا یہ عقیدہ اسی دوسرے معنی کے اعتبار سے قطعی ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ اس کے منکر کو کیسا سمجھتے ہیں۔ مسلمان یا کافر ؟
مولوی رحمہ اللہ صاحب : ہم منکرین کی تفصیل کرتے ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو کوئی بات بھی غیب کی نہیں بتائی تو ہم اس کو کافر سمجھتے ہیں۔ اور اگر محض ہماری اس تحدید کا انکار کرے تو گمراہ جانتے ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : حضرت گمراہ کئی مشکوک ہے۔ کافر کو بھی گمراہ کہا جاسکتا ہے اور اس کو بھی جو مسلمان ہو لیکن اہلسنت سے خارج ہو۔ حتیٰ کہ اس کو بھی کہا جاتا ہے جو کوئی بات خلاف تحقیق سلف کے۔ اگرچہ اہلسنت سے خارج نہ ہو۔ لہذا برائے مہربانی تعین فرمائیے کہ وہ کس درجہ کا گمراہ ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : اس میں بھی ہم تفصیل کرتے ہیں۔ اگر اس کے نزدیک یہ عقیدہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے لیکن محض ضد و ہٹ دھرمی کی وجہ سے انکار کرتا ہے تو گمراہ ہے اور اگر درحقیقت اس کی نظر دلیلوں تک نہیں پہنچی اور اس کے نزدیک ثابت ہی نہیں ہوا اس وجہ سے انکار کرتا ہے تو وہ معذور ہے ہم اس کو گمراہ بھی نہیں کہتے۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ حضرات ہمارے فاضل مخاطب کی لیاقت علی کی داد دیں۔ ابھی تک تو ہم نے منطق کی کتابوں میں یہ دیکھا تھا کہ تقسیم الشیء الى نفسه و الى غیرہ ” ناجائز ہے۔ لیکن ہمارے مولوی صاحب نے اس کو بھی آج جائز کر دیا۔ اور کیوں نہیں جب دین میں بھی نئے ایجادیں ہو سکتی ہیں تو پھر منطق میں کیوں نہ ہوں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے آپ کو یاد ہو گا کہ ابھی میں نے مولوی صاحب سے سوال کیا تھا کہ جو شخص آپ کے اس عقیدہ (علم غیب) کو نہ مانے وہ آپ کے نزدیک کیسا ہے اس کا جواب مولوی صاحب نے یہ دیا کہ اگر بالکل سرے سے علم غیب کا انکار کرے تو کافر ہے۔ اور اگر محض ہماری تحدید کا انکار کرے تو گمراہ ہے اس پر میں نے مولوی صاحب سے یہ سوال کیا کہ گمراہ ایک عام لفظ ہے اس سے آپ کی کیا مراد ہے۔ تو اس کا جواب مولوی صاحب دیتے ہیں کہ اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ اگر محض ضد و ہٹ دھرمی کی وجہ سے نہ مانے تو گمراہ ہے۔ اور اگر لاعلمی کی وجہ سے انکار کرے تو وہ گمراہ بھی نہیں۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ مولوی صاحب نے جس کو پہلے گمراہ کہا تھا اس کی دو قسمیں ہیں ایک گمراہ اور دوسری وہ کہ گمراہ بھی نہیں ہے۔ مہربان من ! اسی کا نام تو تقسیم الشیء الى نفسه و الى غیرہ ہے۔ لیکن خیر یہ تو ایک علی لطیفہ تھا اب میں اصل مطلب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

میل سوال تا ہنوز باقی ہے۔ اس کا ابھی کوئی جواب نہیں ہوا۔ آپ نے یہ نہیں بتلایا کہ وہ کس درجہ کا گمراہ ہے۔ نیچے میں آپ کی سہولت کے لئے ایک خاص صورت میں اس سوال کو پیش کرتا ہوں۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے قرآن عزیز کو بغور تمام از اول تا آخر دیکھا۔ احادیث نبویہ کا مطالعہ کیا اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز یہ علم محیط نہیں دیا گیا اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ علم محیط ثابت کرے

وہ جھوٹا ہے مفری ہے بتلائیے اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے۔ مہربانی فرما کر صاف صاف جواب دیا جائے۔
گول باتوں کا یہ وقت نہیں ہے۔ دیکھنا ہے کہ آپ کے اندر کس قدر جرات ہے اور آپ آج کتنوں کو کافر اور گمراہ
بناتے ہیں۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب نے تقریباً نصف گھنٹہ تک اس کو صاف نہیں کیا اور ہر مرتبہ ادھر ادھر کی باتیں
کر کے وقت صرف کر دیا اور حقیقت میں انہوں نے بڑی دور اندیشی سے کام لیا ورنہ ساری رضا خانیت کی فلاحی کھلے
جاتی۔ اور سلف صاحبین بالخصوص صحابہ کرام کو العیاذ باللہ گمراہ کہنا پڑتا۔ یا یعلم !
بالآخر مجبور ہو کر مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ اپنے عقیدہ کو روافض کی طرح پردہ لاد میں رکھنا
چاہتے ہیں تو یہ لقیہ آپ کو مبارک ہو۔ آپ نہ بتلائیے۔ لیکن اب اس دعوے پر دلیل ہی پیش کیجئے۔ وقت تو ضائع
نہ ہو۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (بعد از خطبہ) مولوی صاحب ! آپ مجھ کو کہتے ہیں کہ وقت ضائع کرتے
ہو۔ اللہ کچھ تو انصاف سے کام لیجئے۔ یہ بے کار باتیں کس نے شروع کی تھیں اگر آپ مجھ سے پہلے ہی دلیل کا مطالبہ
کرتے تو نہ معلوم میں اب تک کتنی دلیلیں پیش کر چکا ہوتا۔ خیر اب دلیل سنئے۔ قرآن شریف میں ہے۔
وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا
اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک جناب رسول اللہ صلعم سے فرماتا ہے کہ ہم نے سکھا دیا تمام وہ جو تم
نہیں جانتے تھے۔

مولوی صاحب ! اگر آپ تدریس کا کام کرتے ہیں تو آپ کو ضرور معلوم ہو گا کہ اہل اصول کا اس پر اتفاق
ہے کہ ماعوم کے لئے آتا ہے یہ اصول کی تمام چھوٹی بڑی کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور یہاں آیت کریمہ میں کوئی
استثناء بھی نہیں کیا گیا۔ تو اس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے سکھا دیں تم کو تمام وہ باتیں جو تم نہیں
جانتے تھے پس اس آیت سے صاف معلوم ہو گیا کہ تمام ماکان و مایکون کا علم رسول اللہ صلعم کو ان کے رب جلیل
نے عطا فرمایا۔ واللہ اعلم۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ سنو) آپ حضرات نے مولوی صاحب کی دلیل سنی۔ اب اس

کو ذرا دعوے پر منطبق کر کے اور دیکھ لیجئے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ مولانا کی پیش کردہ دلیل کو ان کے دعوے سے کتنا تعلق ہے۔ مولوی صاحب کا دعوے یہ تھا کہ۔ اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش عالم سے جنت اور دوزخ کے داخلہ تک کی تمام باتوں کا تفصیلی علم عطا فرمایا۔ اور اس سلسلہ میں جو آیت مولانا نے پڑھی وہ مولانا کے بیان کردہ مطلب کے اعتبار سے اس کو چاہتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم غیر متناہیہ حاصل ہوں۔ اس لئے کہ مولانا بڑے زور شور سے فرما چکے ہیں کہ ماعوم کے لئے آتا ہے اور آیت میں کوئی استثناء بھی نہیں۔ پس اگر مولوی صاحب کی تقریر کو صحیح مان لیا جائے تو لازم آتا ہے کہ تمام علوم خواہ وہ ابتداء آفرینش عالم سے پہلے ہی کیوں نہ ہوں اور خواہ وہ داخلہ جنت و دوزخ سے بعد ہی کے کیوں نہ ہوں سب کے سب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوں۔ حالانکہ مولوی صاحب خود فرما چکے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام علوم غیر متناہیہ نہیں مانتے بلکہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو محدود بین الغایتین جانتے ہیں۔

یہیں سے حاضرین یہ بھی فیصلہ کر لیں کہ ہم میں اور مولوی صاحب کی جماعت میں کیا فرق ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے علوم ظاہری و باطنی عطا فرمائے جن کو شمار بھی ہم نہیں کر سکتے۔ اور ان کی صحیح تعداد بھی بس ان کا دینے والا جانے یا لینے والا۔ ہاں اجمالاً اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ جس قدر علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے گئے اتنے کسی نبی کسی ولی کسی فرشتہ کو بھی عطا نہیں ہوئے۔ اور ہمارے نزدیک شریعتِ مطہرہ سے ثابت بھی اتنا ہی ہوتا ہے اس سے زیادہ ہرگز نہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جتنا مرتبہ علوم کے اعتبار سے ہمارے نزدیک شریعت سے ثابت ہے ہم اسی قدر مانتے ہیں نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ اور اسی میں اپنی نجات سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمارے مخاطب صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن عزیز سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علوم غیر متناہیہ ثابت ہوتے ہیں لیکن ہمارے عقیدہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیر متناہی نہیں بلکہ متناہی تھا۔ اور وہ بھی ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ بقول مولوی صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جس قدر علوم قرآن عزیز ثابت کرتا ہے مولوی صاحب اس کا لاکھواں کروڑواں حصہ

بھی نہیں مانتے۔

کہیے کس نے شان گھٹائی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور کون اقرار ہی وہابی ہے ؟

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

بہر حال اب آپ یا تو اس کا اقرار کریں کہ آپ نے جو مطلب اس آیت کریمہ کا بیان کیا ہے وہ غلط ہے،

اس کے بعد میں انشاء اللہ اس کا صحیح مطلب بیان کروں گا۔ یا یہ اقرار کریں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے معلوم غیر متناہیہ مانتا ہوں میں نے پہلے تفسیر سے کام لیا تھا۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : آپ حضرات نے مولوی صاحب کا اعتراض سنا۔ مولوی صاحب یہ فرماتے

ہیں کہ آیت کریمہ و علمک ما لم تکن تعلمہ تمام علوم کو ثابت کرتی ہے اور تمہارا دعوئے تمام علوم کا نہیں بلکہ محض ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کا ہے۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرا دعوئے اسی قدر ہے۔ لیکن آپ کے اس اعتراض کا میرے استدلال پر کیا اثر

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم دے دیے گئے تو اس ضمن میں ابتداء آفرینش عالم سے دخول جنت و دوزخ تک کے علوم بھی آگئے۔ بلکہ اس سے تو میرا دعوئے مع شئی زائد ثابت ہو گیا۔ کیا آپ نے منطق نہیں پڑھی۔

مولوی صاحب ! عام کا ثبوت خاص کے ثبوت کو مستلزم ہوتا ہے۔ جب تمام علوم کلیہ و جزئیہ آیت کریمہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہو گئے تو ابتداء آفرینش عالم سے دخول جنت و دوزخ تک کے علوم خود بخود ثابت ہو گئے واللہ اعلم۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) اگر اس وقت میرے مخاطب آپ کے بھانے کوئی سماجی

دوست ہوتے تو واللہ میں اس عجیب و غریب تحقیق پر (کہ ثبوت عام ثبوت خاص کو مستلزم ہے) ایک فرمائشی فقرہ لگواتا۔ لیکن مجھ کو آپ کی اس بزرگانہ صورت کا احترام کرنا پڑتا ہے۔

ہمارے فاضل مخاطب فرماتے ہیں کہ تو نے منطق نہیں پڑھی۔ بے شک میں نے وہ منطق نہیں پڑھی جس

میں یہ ہو کہ عام کا ثبوت خاص کے ثبوت کو مستلزم ہے۔ میں نے جو منطق پڑھی ہے اس میں تو یہ ہے کہ خاص کا

ثبوت عام کے ثبوت کو مستلزم ہے اور عام کا ثبوت خاص کے ثبوت کو مستلزم نہیں۔ یہ نئی منطق جس میں ایسی

ایسی باتیں ہوں آپ ہی حضرات کو مبارک رست ہم تو کا حقد اس کی داد بھی نہیں دے سکتے۔ ہاں اگر آج شیخ رئیس ابن سینا دنیا میں موجود ہوتا تو شاید آپ کی فہم و فراست کی کما حقد داد ملتی۔

رہا جناب کا یہ فرمانا کہ یہ ثبوت دعویٰ مع شنی زائد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جناب کو فن مناظرہ سے بھی بہت زیادہ واقفیت ہے جس قدر کہ جامعہ رضویہ کے ایک صدر المذکرین کو ہونی چاہئے۔

مہربان من ! میرا اعتراض یہ ہے کہ آیت کریمہ جس قدر علوم بقول آپ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرتی ہے آپ خود اسے قائل نہیں۔ پس اب آپ کے لئے دواستہ ہیں۔ ایک یہ کہ آپ اقرار کریں کہ میں نے آیت کریمہ کا مطلب غلط بیان کیا۔ اس سے تمام چیزیں مراد نہیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ میں نے اپنا عقیدہ ناقص بیان کیا۔ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام علوم غیر متناہیہ مانتا ہوں۔ اس کے بعد میں انشاء اللہ آپ کی دلیل کا جواب دوں گا۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (نہایت غضب ناک لہجہ میں) مولوی صاحب یہ مجلس مناظرہ ہے۔ آپ مذاق کرتے ہیں یا مناظرہ ؟ آپ نے اس مرتبہ میری ذات پر میرے علم پر کتنی حملے کئے ہیں۔ اگر علم ہی دیکھنا ہے تو اپنے استادوں کو بلا لیجئے۔ مولوی اشرف علی صاحب بھی زندہ ہیں ابھی میرے نہیں ہیں۔ ان کو تھکانہ بھون سے نکال لائیے اور پھر علی جوہر دیکھ لیجئے۔ آپ ہیں کیا چیز۔ ابھی آپ ہیں کئے دن کے بچے۔ چلتے ہیں آپ کے ساتھ تھکانہ بھون چلتا ہوں۔ وہاں مولوی اشرف علی صاحب سے مناظرہ کرا دیکھئے گا۔ آپ نے یہ کہا ہے کہ ثبوت دعویٰ مع شنی زائد اس کو نہیں کہتے۔ اگر اس کو نہیں کہتے تو بتلایئے کس کو کہتے ہیں ؟

مولانا محمد منظور صاحب : شرعہ

عجب مزاح ہے کہ مضمون تو دستیاب نہیں

مستابلہ یہ پڑھاتے ہو آستینوں کو

حضرات آج رات میں نے اپنے بعض احباب سے کہا تھا کہ غالباً صبح کو مولوی رحمہ اللہ صاحب مناظرہ کے درہم برہم کرنے کی انتہائی کوشش کریں گے اور انتہائی سخت کلامی سے کام لیں گے۔ کیونکہ صبح کی بحث میں انشاء اللہ آفتاب نیروز کی طرح معلوم ہو جائے گا کہ کون اہلسنت و جماعت ہے اور سلف صاحبین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین کا سچا قمع ہے۔ اور کون جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باغی ہے۔

اللہ پاک کا شکر ہے کہ اس نے میری اس پیشینگوئی کو سچ دکھایا۔ اب میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ آپ ہی کی خصوصیت نہیں۔ کچھ اللہ تعالیٰ آج تک آپ کی جماعت کے جن شخص سے بھی اس مسئلہ پر گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا ہے اس نے عاجز آکر یہی راستہ اختیار کیا ہے۔ مثل مشہور ہے: اذا عجز اللفظ ابطال اللسان۔ لیکن میری گزارش یہ ہے کہ اگر اس مناظرہ کو ختم ہی کرنا ہے تو اس ناگوار طرز کے اختیار کرنے کی حاجت نہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ میں کسی مصلحت سے مناظرہ کرنا نہیں چاہتا میں جناب کو مجبور نہیں کروں گا اور نہ مجھ کو مجبور کرنے کا حق ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : آپ کا یہ خیال غلط ہے۔ ہم غصہ نہیں کرتے۔ ہم اس مسئلہ پر ایک مہینہ تک مناظرہ کرنے کو تیار ہیں۔

اس کے جواب میں جناب مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب نے فرمایا کہ جناب کی فراخ سوسلی کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ ہم بھی عرصہ سے اس کے متمنی ہیں لیکن چونکہ یہ مسئلہ ایک علمی مسئلہ ہے۔ لہذا ہماری خواہش یہ ہے کہ مناظرہ مراد آباد یا اور کسی بڑے شہر کی طرف منتقل کر لیا جائے تاکہ حاضرین جلسہ فریقین کی تقریریں سن کر کسی خاص نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ مولانا محمد منظور صاحب نے اس رائے سے اتفاق کیا اور فرمایا کہ میں اس کے لئے بریلی کو زیادہ مناسب سمجھتا ہوں وہ یہاں سے بہت زیادہ قریب ہے اور مولوی صاحب کی قیام گاہ ہونے کے علاوہ ان کی جماعت کا مرکز بھی ہے وہاں آپ کو زیادہ سہولت رہے گی۔ میں اسی وقت جناب کے ہمراہ چلنے کو تیار ہوں۔ بس جلسہ کا انتظام جناب کرادیں باقی اپنے ذاتی اخراجات کا میں خود کفیل ہوں گا۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اس کو بھی تسلیم نہیں کیا۔ اور اسی پر اصرار کیا کہ مناظرہ یہیں ہو ورنہ کوئی حقیقت حال سے خبردار نہ ہو جائے۔

بالآخر مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ کسی وجہ سے بریلی کو مناسب نہیں سمجھتے تو پھر مراد آباد کو منظور فرمائیے اس میں کُل انتظامات بذمہ فریقین ہوں گے۔ اور اگر یہ بھی منظور نہیں تو چلئے سنبھل کر دیکھئے ہم کُل انتظامات کریں گے حتیٰ کہ اگر آپ چاہیں گے تو کرایہ بھی آپ کو دیا جائے گا۔ لیکن کسی طرح تیار تو ہو جائیے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب نے جب دیکھا کہ اب کوئی مفر نہیں تو مجبور ہی اپنے ہمراہیوں سے مشورہ کر کے سنبھل کو منظور کیا اور اس کے متعلق مندرجہ ذیل تحریر فریقین کی جانب سے تیار ہوئی۔

۱۔ آج بتاریخ ۲۰ جولائی ۱۹۲۸ء دوران مناظرہ جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب مدرس اقل مدرسہ منظر اسلام بریلی و مناظر جماعت ضریہ نے یہ فرمایا کہ اگر یہ مناظرہ ایک ماہ تک بھی جاری رہے تو بھی ہم اس مسئلہ (علم غیب) پر گفتگو کرنے کو تیار ہیں۔ جو اب جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب سنبھلی نے فرمایا کہ بطیب خاطر منظور ہے۔ لیکن یہ مناظرہ مراد آباد ہونا چاہئے تاکہ حاضرینے فریقین کی گفتگو سے کسی خاص نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ اس کے جواب میں مولوی رحمہ اللہ صاحب نے فرمایا کہ تبدیلی محض امت کی حاجت نہیں۔ یہ وہ مقام ہے کہ جس کو نہ ہمارا ہی کہا جاسکتا ہے نہ آپ ہی کا۔ جو اب مولوی محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ میں تین مقام پیش کرتا ہوں جو جناب مناسب خیال فرمائیں منتخب فرمائیں۔ بریلی، مراد آباد، سنبھلی۔ اگر بریلی منظور ہو تو جناب کل اخراجات کے کفیل ہوں گے۔ اور اگر مراد آباد ہو تو انتظامات کے ذمہ دار فریقین ہوں گے۔ اور اگر جناب سنبھلی کو مناسب خیال فرمائیں تو ہم انتظامات کے کفیل ہوں گے۔ جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب نے سنبھلی کو منظور فرمایا۔

اس مناظرہ کے متعلق امور ذیل قرار پائے۔

۱۔ ہر فریق کو اختیار ہوگا کہ وہ جس کو چاہے اپنی جانب سے مناظرہ مقرر کرے۔

۲۔ شرائط مناظرہ بذریعہ خط و کتابت طے ہوں گے۔

۳۔ اس مناظرہ کے متعلق جملہ خط و کتابت مولوی رحمہ اللہ صاحب مدرس اقل مدرسہ منظر اسلام

جامعہ ضریہ بریلی سے کی جائے گی۔ یا جناب مولانا حامد رضا خان صاحب سے۔

اس کے بعد اس تحریر کو مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی رحمہ اللہ صاحب کے سامنے پیش کیا کہ اگر اب آپ

کسی مزید ترمیم کی حاجت سمجھیں تو اس وقت کر دیں۔ ایسا نہ ہو کہ بعد میں اور شقیں نکلیں۔ مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اس کو لے لیا اور تین گھنٹہ کے بعد بعد اتفاقاً خانے بس بیاریہ لکھ کر واپس کیا۔

ہم ناظرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ مناظرہ سنجیل کی روداد کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔
ہذا آخر الکلام والسلام علی من اتبع الهدی والتزم
متابعة المصطفیٰ علیہ وعلیٰ الہ من الصلوات اتمہا ومن
التحیات اکملہا۔

خاکسار

ناظم دارالاشاعت سنجیل

تَوَصَّلَ إِلَى الصَّاحِقَةِ دُرُودِ
 انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں
 میری سرکشی کی اور اس کو نہ مانا پس صاعقہ آسمانی یعنی
 قہر الہی کی بجلی بنے شبن کو ہانک کر دیا اور وہ دیکھنے کے دیکھتے رو گئے

حضرت ساجد و مراد آباد کے رضا خانیوں نے اپنا گھر بگڑا دیکھ کر مناظرہ سنبھل کی بجلی دیا
 "صاعقہ آسمانی برفرقہ رضا خانی جمعہ دوم" کے جواب میں کسی مادی و مانع سوزی اور
 عرفری کے بعد ایک نام نہاد اور دلہا تعریف کر کے شاعری کی تھی۔ اس کو اپنی اپنی
 الجہد کہ اس رسالہ نقاشی بموجب بصیرت ایمانی موعود ہو

بازقہ آسمانی برفرقہ رضائی

ضمیمہ صاعقہ آسمانی نمبر (۱)

نے رضا خانیوں کے اس طلسمی قلعہ کو بھی مسمار کر دیا
 اس مبارک رسالہ کے پانچ حصے ہیں پہلے حصہ میں مولوی اہل مبارک پناہ مناظرہ صاعقہ آسمانی و مراد آباد
 سے دہل سوالیہ کئے گئے ہیں جن سے اس رسالہ کے جعلی اور سبائی ہونیکہ فہمیت ہے۔ دوسرا
 دوسرے حصہ میں صاعقہ آسمانی تہذیب کی نگی تصویر کا نظارہ دکھایا گیا ہے۔ تیسرے حصہ میں اہل صاعقہ
 مکمل جواب دیا گیا ہے جن کا اضافہ اس روکھاد میں مولوی احمد رضا خان صاحب وغیرہ کے
 رسالوں سے کیا گیا تھا۔ چوتھے حصہ میں حضرت مولانا منظور صاحب کے ان ایک سو تیس مطالبات
 کی فہرست "صاعقہ آسمانی سے انتخاب کر کے پیش کی ہے جن کے جواب کے مناظرہ میں مولوی
 شمس علی صاحب عاجز رہے۔ پانچویں حصہ میں خاص علم قیامت کے متعلق میں المناظرہ حضرت
 مولانا شمس منظور صاحب کی ایک محققانہ اور عجیب غریب تشریح جس کی بلند پایگی
 کے لئے حضرت مولانا کا نام ہی کافی ضمانت ہے۔ اس تحریر کا
 جواب کہ لے رضا خانی میں لکھا گیا

بارتول... اذیت فی تنویر دلائل الخیر کے خیر دستاویز ہے (جس کا پتہ دارالاشاعت سنبھل)
 "صاعقہ آسمانی برفرقہ رضا خانی" جس کی اشاعت دارالاشاعت بنوئی خیلوں میں ہوئی، تم کچھ دیکھ کر ہر دہشک و قہریت

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ. وَاللَّهُ عَلِيمٌ الْغُثَّيْنِ

اگر سچے ہو تو ثبوت پیش کرو، ورنہ سمجھ لو کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے :

الہی تیرا تہم اُن پر گرسے برقی بلا ہو کر

جو دیں دھوکہ مسلمانوں کو ان کے رہنما ہو کر

بارقہ آسمانی برفرقہ رضا خانی

ضمیمہ

صاعقہ آسمانی نمبر

مولوی اجمل میاں صاحب کے خود اپنے قلم سے رضا خانی روئداد کا تسلیع قمع

اور بالکل جعلی اور جھوٹی ہونے کا اقرار

اہلسنت کی روئداد کے بالکل صحیح اور مطابق واقعہ ہونے کا غیثی فیصلہ

اس گھر کو آگ لگے گئی اپنے چراغ سے

ناظرین کرام ! جمادی الاول ۱۳۴۷ھ میں جو عظیم الشان مناظرہ مابین اہلسنت و جماعت، وفقرہ

رضا خانی۔ سنہ ۱۳۴۷ھ میں ہوا تھا اس کی سچی روئداد رمضان المبارک میں ہم شائع کر چکے ہیں جس کے صحیح اور

مطابق واقعہ ہونے کا اعتراف منصف مزاج مخالفین کو بھی کرنا پڑا ہے۔ اس روئداد نے چونکہ مناظرہ کے اس فیض کو

جو سنہ ۱۳۴۷ھ میں ہوا تھا عام کر دیا۔ اور جہاں جہاں وہ روئداد پہنچی وہاں اس نے اس مناظرہ کا صحیح فوٹو کھینچ دیا۔

اور رضا خانیوں کے دعوؤں کی حقیقت، ان کی علی قابلیت اور ان کی حیا سوز تہذیب کی نیکی تصویر جس کا قطارہ

دوران مناظرہ میں صرف باشندگان سنہیل نے کیا تھا، ہر ناظر کے پیش نظر کر دی۔ اس لئے رضا خانیوں نے بھی اس

کے جواب میں ایک نام نہاد روئداد تصنیف کی وہ ہماری بھی نظر سے گزری۔ اس میں جس قدر بے ایمانی اور دروغ بیانی سے کام لیا گیا ہے اس کا صحیح اندازہ وہ حضرات خود فرما سکتے ہیں جو اس مناظرہ میں شریک رہے ہوں۔ ہم خود اس کے متعلق کچھ لکھنا غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ ہاں بس یہ عرض کریں گے کہ اے شرم و حیا کے دشمنو! مناظرہ کے پلیٹ فارم پر اپنے دعوے کے ثبوت سے عاجز رہ کر آج چھ ماہ کے بعد یہ لکھ کر چھاپنا کہ ہم نے یہ دلیل پیش کی اور وہ دلیل پیش کی۔ مقابل کی دلیلوں کے یہ جواب دینے اور وہ جواب دینے۔ بس تمہاری ہی شرم و حیا کا آقا ہے کیا نہیں سنا۔ ” مشے کہ بعد از جنگ یاد آید بر گلہ خود باید زد ۱۱

اب ہم مولوی اجمل میاں صاحب سے اس جعلی روئداد کے متعلق چند سوالات کرتے ہیں اور اسی میں انشاء اللہ اس روئداد کے جعلی اور مصنوعی ہونے کا اقرار می فیصلہ ہے۔ بشرطیکہ کچھ عقل مندی اور صداقت سے کام لیا گیا۔ لیکن وہ کہاں وہ تو نصیب دشمنان۔

میاں صاحب! خدا نے تمہارے کو حاضر ناظر جان کر بطور مزید احتیاط بدیں الفاظ ہمارے سوالات کا جواب شائع کریں کہ۔ ” اگر ہمارے اس بیان میں جھوٹ ہو یا ہم نے جھوٹ لکھا ہو تو ہم پر خدا کی لعنت اور قیامت کے دہی حضرت رسول رب العالمین، شفیع الذینین کی شفاعت نصیب نہ ہو۔“

اگر میاں صاحب نے اپنی طرف سے ہمارے ان سوالات کا کوئی جواب نہ دیا تو ناظرین سمجھ لیں کہ یہ روئداد ان کے اقرار سے جعلی اور بناوٹی ہے واقعات مناظرہ سے اس کو کچھ تعلق نہیں۔

سوال نمبر ۱ : حال میں پادروہ ضلع بڑودہ کے ایک صاحب کا ہمارے پاس ایک خط آیا ہے۔ ہم اس کو بجانب ذیل میں ”رج کرتے ہیں۔“

لے اس خط نامی روئداد پر بحیثیت مرتب مولوی محمد یونس صاحب کا نام لگا گیا ہے لیکن نعل کی سیلک کو بالعموم اور ہم کو بالخصوص معلوم ہے کہ روئداد کے مرتب و تصنیف مولوی اجمل میاں صاحب ہیں بے چارے مولوی محمد یونس یا ان کے استاد مولوی نعیم الدین صاحب مارواٹا ہادی کو صرف شہرہ دینے کا فرما رہے ہیں۔ لہذا ہم اس روئداد کے متعلق جو کچھ استفسارات کریں گے وہ اس کے حقیقی مرتب مولوی اجمل میاں صاحب سے کریں گے اگر ان کو ایسے سے انکار ہو تو اپنا انکاری بیان بحلف شائع کر دیں پھر صرف بتویر اسم ہمارا بھی خطاب مولوی محمد یونس صاحب سے ہے۔ اس کا جواب دیں۔ ۱۲

۱۳ یہ پادروہ مولوی حشمت علی صاحب کی قیادت میں ہے۔

اد جناب ناظم صاحب دارالاشاعت سنجل - السلام علیکم ورحمۃ اللہ -

آداب و نیاز کے بعد التماس ہے کہ کئی مہینے ہوئے مولوی حسنت علی صاحب نے یہاں آکر یہ بیان کیا کہ میں سنجل میں مناظرہ کر کے آیا ہوں اور میں نے دو مہینوں دیوبندیوں کو بہت برا کیا۔ اور بہت سی باتیں بیان کیں۔ ہم لوگوں کو ان کی باتوں کا یقین تو نہ ہوا لیکن فکر ضرور ہوئی۔ کچھ دنوں کے بعد مسجد میں مولوی حسنت علی صاحب کا ایک خط ملا جو ان کے نام سنجل سے آیا تھا۔ میں بغرض تفتیش ہی اس کو پڑھ لیا۔ اس کے مضمون سے میں نے یہ تو بخوبی سمجھ لیا کہ مناظرہ میں اہل حق کی فتح ہوئی۔ لیکن نئی فکر اس سے یہ ہو گئی کہ سنجل میں اہل حق کو مسجدوں سے نکال دیا گیا ہے۔ اس کی تفتیش کی تمام ہی لیکن مجبوری یہ تھی کہ سنجل کا کوئی خاص پتہ جس سے صحیح حالات کا انکشاف ہوتا معلوم نہ تھا۔ اب حسن اتفاق سے آپ کا ایک اشتہار ”بریاؤ میں“ میری نظر سے گزرا، اس سے پتہ معلوم ہوا۔ لہذا آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ آپ براہ کرم اصلی حالات سے مطلع فرمائیں۔ کیا واقعی سنجل میں بدعتیوں نے اہلسنت کو اسی طرح مسجد سے نکال دیا ہے جس طرح کہ مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ شریف سے نکال دیا تھا۔ یا یہ بھی محض جھوٹ ہے؟ (اللہ کرے ایسا ہی ہو) میں آپ کا بے حد ممنون ہوں گا۔ اب میں بعینہ اس خط کو نقل کرتا ہوں (اس کے بعد کسی محمد اسماعیل کی چند سطریں لکھی ہیں لیکن چونکہ اس سے ہماری غرض متعلق نہیں اس لئے ہم اس کو چھوڑتے ہیں اور مولوی اجمل میاں صاحب کا خط بجنسہ نقل کرتے ہیں۔)

”مکرمی جناب مولانا حسنت علی صاحب (السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ)۔

جناب کے دو گرامی نامے آئے ایک اس وقت آیا تھا جب میں مراد آباد تھا۔ کئی روز قیام رہا۔ اس وجہ سے تاخیر ہوئی کہ اتنے میں دوسرا خط سریر سوار ہو گیا۔ رونداد کی طباعت شروع ہو گئی ہے۔ کئی کاپیاں چھپ چکی ہیں نہایت جلد ہفتہ عشرہ میں مطبوع ہو جائے گی۔ اس میں (یعنی رونداد میں) مولوی حسنت علی صاحب نے پادارہ سے لکھ کر بھیجی تھی۔ مشہور اتنا تغیر اور کر دیا گیا ہے کہ جہاں سے سوال و جواب نہیں ہے ان کو انہیں کی اپنی

مولوی اجمل میاں صاحب کے بعض خاص آدمیوں سے ہم کو معلوم ہوا تھا کہ اصل رونداد مولوی حسنت علی صاحب نے مرتب کر کے بھیجی تھی

لیکن وہ ناکافی سمجھی گئی اور بہت سے رسالوں سے اس میں عبارتیں وغیرہ بڑھائی گئیں۔ الحمد للہ کہ اس خط نے اس کی پوری پوری تصدیق کر دی ۱۲

اہل سنت کی، روئداد سے نکال کر نہایت زبردست پہلو اپنا کر کے دکھایا گیا ہے۔ اب شک آپ بے محقق
کی آنکھوں میں خاک چھوکنے میں کوئی کمی نہیں کی۔

اس کار از تو آید و مردان چہیں کنند

اور اس میں ان کی (یعنی اہل سنت کی) تمام خرافات کا جواب بالذالاً ہر ایک فقرہ میں دے دیا گیا ہے
(واقعی آپ نے اپنی کرنی میں کوئی کسر چھوڑی اور مولوی حسمت علی صاحب پر بالخصوص اور ساری رہنمائی جہالت
پر بالعموم بڑا احسان کیا۔ مشہور اور ہر سلسلہ پر کافی بحث کر دی گئی ہے اور آخر میں ایک عمدہ تنقیدی اس کے ساتھ منظم
کر دیا جائے گا۔ آپ کی (یعنی مولوی حسمت علی صاحب کی) ہر ایک فقرہ میں ان کے (یعنی حضرت مولانا محمد منظور
صاحب مظہر کے) مواخذات کا بطریقہ دفع و حل مقدم کے خوب دیتے گئے ہیں (اجی حضرت! یہ فرماتے کہ جوابات
دینے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے۔ جوابات کی تو ہوا بھی نہیں۔ جب ان بے پناہ گرفتوں کا جواب مناظرہ میں
مولوی حسمت علی صاحب و مولوی رحمہ اللہ صاحب وغیرہ بھی نہ دے سکے تو آپ بے چارے کیا جواب دیں گے۔

سبحان اللہ! سہ

بہت کریں ارزد خدائی کی شان تری کیمیائی کی

ہم ناظرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ فریقین کی روئدادیں سامنے رکھ کر فیصلہ کریں کہ حضرت مولانا محمد منظور
صاحب نے جو گرفتیں رضا خانی دیوں پر کی ہیں کیا ان کا جواب رضا خانی روئداد میں ہو چکا (۹) آپ (یعنی مولوی حسمت
علی صاحب) دیکھیں گے تو عجیب شان کی ہو گئی ہے۔ اب گزارش یہ ہے۔ دو سو جلدیں جناب فریدیں اور
تیس روپیہ آپ روانہ فرمادیں اور ان کو تمام احباب میں تقسیم فرمادیں۔ اتنی گزارش کی بھی فقط اس وجہ سے ضرورت
لائی ہوئی کہ میں نے قرض لے کر اس کو طبع کرایا ہے (اجی میاں صاحب اتنا پیسہ! حضرت یہ تو فرمائیے وہ غریبوں
کا چندہ کیا ہوا جو ایک خاص مدت دار میں روئداد کے بہانے کیا گیا ہے، دہائیوں کی روئداد بھی بقیہ، فروخت
ہوتی ہے یعنی (۱۰) اور غالباً اس کی قیمت اس کی نصف ہوگی (اس کے بعد چند سطریں مقامی حالت کے متعلق

لکھی ہیں۔ لیکن چونکہ ان سے ہماری غرض متعلق نہیں لہذا ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد میاں صاحب لکھتے ہیں، دعا فرمائیے محمد عمر سید کے متعلق جیسا جناب کا حکم ہو وہ بسر و چشم قبول ہے۔ والد صاحب، اور حافظ صاحب، مسٹر کلن صاحب، دشیر حسین صاحب، شیخ شرافت حسین صاحب و تمام محبان گرامی آپ کو سلام فرماتے ہیں اور جناب کا شب در روز انتظار کرتے ہیں۔

محکمہ حمل قادری ختم ہوا خط کا مضمون،

میاں صاحب پر کتنا کٹیہ خط آپ ہی نے مولوی حسنت علی صاحب کے نام لکھا ہے اگر لکھا ہے تو آپ کا یہ خط آپ کی رونماد کے مصنوعی، فرضی، بناوٹی ہونے کا کافی ثبوت فراہم کر رہا ہے یہ ہے قدرت کا غیبی فیصلہ اور وہ بھی آپ کے قلم سے ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں

زینح نے کیا خود پاک دامن ماہ کنف کا

اور اگر آپ کو اس خط سے انکار ہے تو پھر صاف صاف لکھتے کہ یہ خط ہمارا نہیں۔ اگر ہم نے اس مضمون کا کوئی خط مولوی حسنت علی صاحب کو لکھا ہو تو ہم پر خدا کی لعنت اور بروز حسرت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو۔ پھر انشاء اللہ العزیز حقیقت کے پردہ سے نقاب اٹھا کر حق و باطل کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور آپ کی راست بازی و صداقت شعاری کا سچا فوٹو منظر عام میں پیش کر دیا جائے گا۔

اجنباب دست شوق سے گستاخیاں معاف

اب خیب آپ کے نہیں بندہ تباہ کی

سوال نمبر ۲ : منظرہ سے دو چار روز بعد آپ نے اپنی فرضی فتح کا جواہر تہا رلعنوان رالمسندت کی عظیم الشان فتح، شائع کرایا تھا اس میں مولوی حسنت علی صاحب نے پچاس سوالات وارد کئے اور اس جعلی رونماد میں ڈیڑھ سو سوالات لکھے گئے ہیں۔ ہم آپ کے ان بیانوں میں سے کون سے بیان کو سچا سمجھیں اور کون سے کو جھوٹا پرچ ہے۔ ”دروغ گور حافظہ نہ باشد“ دوسروں کی پرشگنی کے لئے اپنی ناک کٹنا اسی کا نام ہے۔ کہاں ہیں وہ لوگ جن کا منہ میاں صاحب کتے کتے خشک ہوتا ہے وہ آئیں اور اپنے ان میاں صاحب کی

صداقت شعاری کو ملاحظہ فرمائیں کہ ایک تحریر میں سوالات کی تعداد پچاس بتلا رہے ہیں اور دوسری میں ایک سو پچاس۔ کیا بدعتیوں کے سامنے میاں جی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اے سکینو! اپنی حالت پر رحم کرو۔

کارِ شیطان می کند ہمیشہ دلی

گر دلی این است لغت برو دلی

سوال نمبر ۳ : اس جعلی روئداد میں جن کتابوں کے حوالے درج کئے گئے ہیں اور جن کی عبارتیں لکھی گئی ہیں کیا وہ تمام مناظرہ میں مولوی شمس علی صاحب کے پاس موجود تھیں۔ اگر نہیں تو کہاں سے آئیں؟ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیا جائے۔ کتابوں کے متعلق ہمارے پاس مولوی رحمہ اللہ صاحب کی ایک تحریر بھی محفوظ ہے۔ اور آپ بھی اپنی اس روئداد کے صفحہ ۲۸ پر مولوی شمس علی صاحب کی ایک تقریر کے ذیل میں اقرار کر چکے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی تفسیر نہ تھی ہم نے مولوی محمد منظور صاحب سے لے کر پیش کیں۔ حالانکہ اس روئداد میں ایسی کتابوں کے بھی حوالے ہیں جو سرے سے منجھل میں بھی موجود نہیں چرچائیکہ مناظرہ میں ہوں۔

ناظرین! اسی سے سمجھ لیں کہ یہ روئداد محض مولوی احمد رضا خان صاحب وغیرہ کے رسائل سے تصنیف کی گئی ہے مناظرہ کے واقعات سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔

سوال نمبر ۴ : آپ نے اس جعلی روئداد میں انعقاد مناظرہ کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ علماء اہلسنت نے اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے ایک چال یہ چلی کہ مناظرہ کی علانیہ بریلی سے مکاتبت شروع کر دی انہو آپ سے دریافت کیا جاتا ہے کہ یہ آپ نے اپنی طرف سے لکھا ہے یا سچوں کے بادشاہ مولوی رحمہ اللہ صاحب سے دریافت کر کے؟

جن لوگوں نے اہلسنت کی روئداد صاعقہ آسمانی کو ملاحظہ فرمایا ہو گا ان کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ منجھل کا منظرہ درو ضلع یعنی تال کے مناظرہ کے بعد دین زبانی طور پر بغیر کسی خط و کتابت سے ہو چکا تھا۔ اور خط کتابت صرف شرائط کے متعلق ہوئی تھی۔ اس کا اقرار مولوی رحمہ اللہ صاحب کی متعدد تحریروں میں بھی موجود ہے۔ نیز ۲۱ جمادی الاولیٰ کو جو دلال اشتہار منجھل میں مولوی رحمہ اللہ صاحب کا شائع ہوا تھا۔ اس کی پہلی سطر میں ہے۔

» درو ضلع یعنی تال میں جو قرار داد ہو چکی تھی اس کے مطابق میں آپ سے مناظرہ کے لئے تیار تھا »

اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ سنبھل کا مناظرہ درو میں بغیر کسی خطا و کوتاہی کے طے ہو چکا تھا اور یہ حرافہ کہتی ہے کہ مولانا محمد منظور صاحب نے اپنے مذہب کے پھیلائے کے لئے مناظرہ کی مکاتبت شروع کر دی۔ نفرت ہمارے اس سفید جھوٹ پر۔

سوال نمبر ۵ : اس جعلی روئداد کے صفحہ ۵ پر لکھا گیا ہے کہ "جب مولوی حسنت علی صاحب مناظرے پہلے سنبھل آئے تو اہلسنت ان سے مناظرہ کے لئے آمادہ نہیں ہوئے۔ انتہی ملخصاً"

کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں کہ اس وقت کی فریقین کی تحریریں کسی منصف مزاج آزاد مسلمان یا کسی تعلیم یافتہ غیر مسلم کے سامنے رکھ کر اس کا فیصلہ لے لیا جائے کہ کون جماعت ہر وقت مناظرہ کے لئے تیار رہی اور کس نے مناظرہ سے جان بچائی۔ ہم اس کے لئے بالکل تیار ہیں۔ اور ہمارے پاس فریقین کی تحریریں بھی محفوظ ہیں (دیوبند) میاں صاحب ! کیا وہ منظر آپ بھول گئے جب کہ مناظر اسلام حضرت مولانا مولوی محمد اسعد اللہ صاحب سہانپوری دام فیوضہ خود آپ کے مکان پر مناظرہ کے لئے تیار ہو کر آئے اور ہر چند چاہا کہ مولوی حسنت علی صاحب مناظرہ کے متعلق سو بگو گفتگو کریں۔ لیکن مولوی حسنت علی صاحب کو مولانا کے نام سے کچھ ایسا بخار چڑھا کہ اندر آنے کی بھی اجازت نہ دی گئی اور صاف فرما دیا کہ میں دیوبندوں کو اپنی صورت دکھانا نہیں چاہتا۔ اور ان کی صورت دیکھنا چاہتا ہوں۔ (یعنی ان سے پردہ کرتا ہوں)۔

میاں صاحب ! آپ ایمان نکل جائیں لیکن آپ کے درو دیوارہ انا اذا نزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذرين کے اس منظر کو نہ بھولیں گے جب کہ شیر نیت انظر حضرت مولانا محمد منظور صاحب و رئیس المقرین حضرت مولانا مولوی محمد سمیع صاحب دامت فیوضہما آٹھ بجے صبح سے دس بجے تک کامل دو گھنٹے آپ کی ڈیوڑھی پر تشریف فرما رہے۔ اور بار بار کہا کہ ہم مولوی حسنت علی صاحب سے مناظرہ کرنا چاہتے ہیں وہ باہر تشریف لائیں اور ہم سے شرائط وغیرہ طے کریں۔ لیکن وہ آپ کے شیر بیشہ بھگی بلی کی طرح دم سامنے بیٹھے رہے۔ باوجود مبارک بلی کے پنے درپے نعروں کے، سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اتنا بھی نہ ہو سکا کہ پردہ ہی میں سے کچھ جواب دے دیتے۔

کیا وہ رات یاد نہیں جب مولوی حشمت علی صاحب مع چند حوالی موالی کے آپ کے کمرہ میں بند تھے اور رئیس المقرین حضرت مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب دامت فیوضہم کی باطل سوز اور رضا خانیت شکن تقریر آپ کے مکان کے سامنے شیخ آل حسن صاحب کے مکان پر ہو رہی تھی۔ حضرت مولانا نے بار بار لکاکر فرمایا کہ جس کو اہلسنت و جماعت کے مذہب کی حقانیت میں کچھ شک ہو وہ آئے اور اپنے شک کو پیش کرے میں جواب دہی کے لئے حاضر ہوں۔ لیکن الحمد للہ صدائے برنخواست۔ کسی فرزند بدعت کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

کیا یہی تھی مولوی حشمت علی صاحب کی آمدگی مناظرہ اہلسنت کی عدم آمدگی؟ شرم، شرم۔ لیکن کہو کہ جہان نے جھوٹے مذہب میں اچھوٹے مذہب کی حمایت کے لئے جھوٹ بولنا بھی جائز بلکہ ثواب ہے۔ کیا یہی ہیں وہ مولوی حشمت علی صاحب جو رئیس المناظرین، سلطان الاعظمین، حجتہ اہل السنۃ فی الارضین حضرت مولانا مولوی محمد عبدالشکور صاحب دامت فیوضہم و برکاتہم سے مناظرہ کے خواست گار تھے۔ کیا انہیں باتندیب کو حضرت علامہ لکھنوی کے مخصوص جب کہ امر و ہر کے مناظرہ میں رضا خانیوں کے مسلم مناظر اور مفتی اعظم مولوی نثار احمد صاحب کانپوری کو شکست فاش دے کر مبلغ پچاس روپیہ بھی وصول فرما چکے ہیں۔ ان واقعات کو سامنے رکھ کر ہر ہوش مند سمجھ سکتا ہے کہ حضرت موصوف الصدور مولوی حشمت علی صاحب کی درخواست مناظرہ کیا معنی رکھتی ہے۔ اس کے معنی یہ اور صرف یہ تھے کہ کسی طرح رضا خانیوں کے محدث، مولوی حشمت علی صاحب کے استاد مولوی رحمہ اللہ صاحب کی گردن شیرنستان منظرہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے زبردست پنجے سے چھوٹ جائے۔

سوال نمبر ۶ : آپ نے اپنی اس رد و داد کے صفحہ ۶ پر یہ دکھایا ہے کہ حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب نے مولوی رحمہ اللہ صاحب سے مناظرہ کے متعلق خود ہی خط کتابت شروع کی۔ اور پھر خود ہی پہلو تہی بھی کرنی چاہی، لہذا، میاں صاحب! آپ ایمان نکل جائیں، جھوٹ بولنے پر کمر باندھ لیں۔ لیکن مخلوق اندھی نہیں۔ آپ کے پاس مولوی رحمہ اللہ صاحب کی ان تحریروں کا کیا جواب ہے جو منہ سے بول رہی ہیں کہ مولوی رحمہ اللہ صاحب کے لئے حضرت مولانا محمد منظور صاحب کا مقابلہ موت کے سامنے سے کم نہ تھا۔ مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اپنی گلو خلاصی کے لئے جس قدر کا دیا کیا اس کیوں اور چالیس چالیس ان کی تفصیل ہمارے ناظرین کو صاف آسمانی حصہ دوم کے مطالعہ سے معلوم ہو چکی ہوگی۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب والا لال اشتہار، (جواب تک سنبل کے بعض رد و دیوار پر چسپاں ہے)

کیا اپنے ناظرین سے بزبان حال نہیں کہہ رہا کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب کا مقابلہ مولوی رحمہ اللہ صاحب کے لئے منہ کا نوالہ نہیں زہر کا پیالہ تھا۔ اگر کسی کو ہمارے اس بیان میں شبہ ہو تو۔

۱۔ ہم اعلان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کو سارے ہندوستان کے رہنما خانی اڑی چوٹی ملک کا زور لگا کر حضرت مولانا کے مقابلہ کے لئے مولوی رحمہ اللہ صاحب کو تیار کر دیں اور پھر قدرت کا تماشا دیکھ لیں۔

لیکن ہم پیشین گوئی کرتے ہیں کہ مولوی رحمہ اللہ صاحب کا تیار ہو جانا آسان نہیں ہے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

آپ نے رونما دے صفحہ ۶ پر لکھا ہے کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی رحمہ اللہ صاحب کو لکھا

تھا کہ ۱۵ جمادی الاول کے کو سفر خرچ آپ کے پاس پہنچ جائے گا اور ۲۲ کو پہنچا ہوا

بتلائیے! کہ حضرت مولانا نے اپنے کس مکتوب گرامی میں یہ تحریر فرمایا ہے اور اس کا ثبوت دیجئے اور اگر آپ

ثابت نہ کر سکیں اور انشاء اللہ العزیز ماقیامت ثابت نہ کر سکیں گے، تو صاف اقرار کریں کہ ہم نے جھوٹ بولا۔ ہم پر خدا اور اس کے رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت، آسمان کے فرشتوں اور زمین کی کائنات کی لعنت۔

آپ نے اسی صفحہ پر یہ بھی لکھا ہے کہ اشتہار ”رضا خانیوں کا شرمناک فرار“ جو مولوی رحمہ اللہ صاحب

کے تاریخ مقررہ پر نہ آنے اور اشتہار ”کھلا خط“ بھیج کر اپنے شرمناک فرار کا اعلان کرنے پر ۲۲ جمادی الاولیٰ

کو اہلسنت کی جانب سے شائع ہوا تاریخ مناظرہ سے پہلے ہی چھپو کر رکھ لیا گیا تھا۔ انتہی غصہ۔ کیا آپ کا یہ بیان

سفید جھوٹ اور کذب خالص نہیں، کیا آپ اس کا کوئی ثبوت دے سکتے ہیں؟

ناظرین! اشتہار ”شرمناک فرار“ ۲۲ جمادی الاول کے گیارہ بجے لکھا گیا اور چار بجے کے

بعد چھپ کر شائع ہوا۔ جب کہ مناظرہ کی ایک تاریخ گزر بھی چکی تھی۔ پریس موجود ہے پریس والے کاتب بھی موجود ہیں۔

ان سے تصدیق کی جاسکتی ہے۔ میاں صاحب! رات کو دن اُٹوؤں ہی کے مجمع میں کہا جاسکتا ہے اور وہی اس کو

باور بھی کر سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۷ : اس روزنامہ میں جناب کو مناظر لکھا گیا ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ جناب نے اپنی عمر میں کس قدر مناظرے کئے اور کہاں کہاں اور کس کس سے؟

سوال نمبر ۸ : اس روزنامہ میں ظاہر کیا گیا ہے کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے کبھی آپ سے مناظرہ کرنا چاہا اور پھر خود ہی پہلو پٹھی بھی کی۔ یہ مجنونانہ بڑا تو محتاج تردد نہیں، لیکن ہم امید کرتے ہیں کہ آپ کی قابلیت اب پہلے سے کم نہ ہوگی تو کیا اب آپ حضرت مولانا کے کسی ادنیٰ شگرد سے مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہیں؟

سوال نمبر ۹ : آپ نے اس روزنامہ کے آخر میں اعلان کیا ہے کہ علمائے اہلسنت ہمارے انے ایک سو پچاس سوالات کا جواب دیں۔

کیا آپ مولوی رحمہ اللہ صاحب یا مولوی نعیم الدین صاحب یا مولوی حامد رضا خان صاحب یا فرقہ رضا خانی کے کسی اور زمرہ دار کو (جس کی دولت مولوی شمس علی صاحب کی طرح صرف بدزبانی نہ ہو) اس کے لئے تیار کر سکتے ہیں کہ وہ کسی ایک صدر مسلمہ فریقین کی زیر صدارت بالمواجد آپ کے ان ایک سو پچاس سوالات کا جواب سنیں (جو ساری رضا خانی جماعت کی چھ ماہ کی متفقہ کوششوں اور دماغ سوزیوں کا نتیجہ ہیں) اور ہمارے بھی اتنے ہی سوالات کا جواب دیں۔ سوالات کی ترتیب وہی ہے گی جس کو ہر نصف مزاج پسند کرے۔ یعنی ایک سوال ہماری جانب سے اور ایک سوال آپ کی جانب سے۔ ہر سوال کے لئے باتفاق فریقین یا بغیر صلہ صدر اس کے مناسب وقت مقرر کر دیا جائے گا۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب اس کے لئے بالکل تیار ہیں اور جواب کے منتظر ہیں دیکھئے کب تک جواب خط سے آنکھیں شاد ہوں۔

سوال نمبر ۱۰ : آپ نے اپنی روزنامہ کے صفحہ ۳ پر حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید مرحوم و مظلوم اہل بدعت کے متعلق لکھا ہے کہ معاذ اللہ ان کے نزدیک نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آجائیل اور

لے میاں صاحب! مجھوت ہونے کو بھی سلیقہ چاہئے۔ کجا آپ اور کجا حضرت مولانا محمد منظور صاحب دامت برکاتہم۔

ظہور حشر نہ ہو کیوں کہ کچھ ٹی گئی حضور بل بستان کرے نواسخی ۱۲

لے چونکہ یہ سوالات ہمیشہ مجموعی آپ کے اقرار سے مناظرہ کے سوالات نہیں بلکہ بعض کے تصنیف کردہ ہیں جیسا کہ سوال نمبر ۷ میں معلوم ہو چکا لہذا ہم کو اس درخواست کا جواب

گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔ انتہی۔ مختصراً

قطع نظر اس سے کہ حضرت شہید مرحوم نے کیا لکھا ہے اور کیا نہیں ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ کے نزدیک شہید مرحوم کے اس فرضی کلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو بہتر ہو کہ آپ اپنے اور اپنے استاد مولوی نعیم الدین صاحب کے دستخطوں سے شائع کرادیں کہ اس کلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین نہیں۔ پھر انشاء اللہ ہمیں کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہ ہوگی اذنا ب خود ہی منہ کی مکھیاں اڑادیں گے۔ اور اگر اس فرضی کلام میں صریح توہین ہے، جیسا کہ آپ کے کلام سے ظاہر ہے، تو پھر گزارش یہ ہے کہ آپ کے اعلیٰ حضرت اور سارے رضا خانیوں کے قبلہ و کعبہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی ان کو نہ خود کافر کہتے ہیں اور نہ دوسروں کو کافر کہنے کی اجازت دیتے ہیں۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ سلامتی اسی میں ہے کہ ان کو کافر نہ کہا جائے حالانکہ یہ مسئلہ منسلک ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاف صریح ناقابل تاویل و توجیہ توہین کرے وہ کافر ہے۔ حتیٰ کہ جو اس کے کفر میں شک کرے یا احتیاطاً کافر نہ کہے وہ بھی قطعی کافر مرتد ہے۔ فرمایا جائے کہ خالصتاً بالقابہم کے متعلق کیا فتوے ہے اور شہید مرحوم کو کافر نہ کہنے کے باوجود ان کے مسلمان ہونے کی کیا صورت ہے؟

۱۔ خان صاحب بالقبول اپنی مشہور کتاب ”تہذیب ایمان“ کے صفحہ ۳۴ پر لکھتے ہیں: ”اور امام الطائفہ (اسماعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرنا کہ ہمیں چاہئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک کہ وہ کافر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف یا ضعیف محض بھی باقی نہ رہے فان الاسلام یعلمو ولا یعلمی انتہی“

خود فرمایا جائے یہاں یہی نہیں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب اپنی ذاتی رائے سے شہید مرحوم کی تکفیر سے زبان روکتے ہیں بلکہ صاف فرماتے ہیں کہ حکم نبوی شہید مرحوم کو کافر نہ کہنا منع ہے۔ گویا جو کافر کے وہ بقول خان صاحب آنحضرت کا نافرمان ہے۔ پھر محض کتب لسان ہی نہیں بلکہ خط کشیدہ الفاظ صاف بتلا ہے ہیں کہ فاضل بریلوی ان کو مسلمان سمجھتے ہیں اور یہی ان کے نزدیک حکم نبوی کی تعمیل ہے۔ پھر اسی ”تہذیب“ صفحہ ۲ پر ہے ”علائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی جواب یا صواب ہے اور اسی پر فتوے ہو۔ اور اسی پر فتوے ہے۔ اور یہی چھاپا ہوا ہے۔ اور اسی میں سلامتی ہے۔ اور یہی سید حجازی ہے۔ ۱۲ انتہی مختصراً و ترجیاً۔“

۲۔ بھلنے اس کے کہ ہم اپنی طرف سے اس کا کوئی ثبوت پیش کریں مناسب سمجھتے ہیں کہ اس موقع پر فاضل بریلوی ہی کی دو ایک عبارتیں (بقیہ حاشیہ پر صفحہ آئندہ)

انجھاپے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

میان صاحب! کافروں کا کفریں ثابت ہوتا ہے۔ چور یوں پکڑے جاتے ہیں۔ اصلی دہائیوں کا یوں

پتہ لگتا ہے۔

افسوس! ساری دنیائے اسلام کو چھوڑ کے جن کا دامن کڑا تھا، سب کو دہائی کا فر۔ مرتد بنا کے جن کو
عالم اہلسنت، مجدد ملت سمجھا تھا وہ بھی صاف آنکھیں دکھا گئے اور شہید مرحوم کو مسلمان کہہ کر دہائیہ کی سرفروست
اپنا نام درج کر گئے۔

جو طبیب اپنا تھا دل اس کا کسی پر زار ہے

مژدہ باد لے مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے

لے شہید تجھ پر خدا کی بے شمار رحمتیں۔ تو نے دنیا میں زندہ رہ کر جہاد کیا اور کفار کو ان کے کیفر و کردار کو
پہنچایا۔ اور آج بھی تو مجاہد ہے۔ خدا کے دشمنوں کو آج بھی تیری شمشیر بے نیام سے پناہ نہیں۔ زندہ باد لے
شہید زندہ باد۔

ختم ہونے ہمارے سوالات۔ ان کا جواب حتی الوسع جلد دیا جائے۔ جواب آجانے پر انشاء اللہ پھر دس ہی

سوالوں کی ایک دوسری قسط پیش کر دی جائے گی۔ منتظر رہیں۔ یاد رکھئے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) نقل کریں۔ ۵۰ مئی لاکھ بھاری ہے گواہی تیری۔ (تسبیح ۳۳) انھو خدا کے نفس مسلک کا وہ گراں بخیز ہے جس میں ایسے گویوں کے کفر

میں اجماع تمام امت کی تصریح ہے اور یہ بھی کہ جو انہیں کافر کہے وہ خود کافر ہے۔ انتہی۔ نیز اسی کے ۲۵ پر لکھتے ہیں۔ نہ کہ ایک ملعون کلام مکذیب خدا یا

تحقیق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسار میں صاف صریح ناقابل تاویل و توجہ ہوا۔ اور پھر بھی حکم کفر ہو۔ اب تو اسے کفر کہنا کفر کو اسلام ماننا ہوگا

جو کفر کو اسلام مانے خود کافر ہے۔ خان صاحب بالکل صحیح فرمایا۔ لیکن یہ تو فرمائیے کہ ہنجناب کے سوا وہ کون کجبت ہوگا جو صاف صریح توہین

سنے پھر بھی حکم کو لگائے اور سلامتی مسلمان کہنے ہی میں جلائے۔ یہ عالی مرتبتی تو ازل سے آپ ہی کے حصہ میں آئی ہے۔

ایں کار از تو آید و مردان چہ نہیں کنند ۱۲

دست از طلب نہ دارم نہ کام من برآید

یا تن رسد بجاناں یا جان ر تن برآید



اس کے بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ بطور نمونہ اس جعلی روٹداد کے مضامین سے بھی اپنے ناظرین کو آشنا
کرا دیں جو چند ماہ کی مسلسل کوششوں کے بعد بڑے بڑوں کے مشوروں سے تصنیف کی گئی ہے۔ سب سے پہلے ہم
رضا خانی تہذیب کا ایک فوٹو بدیع ناظرین کرتے ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے ناظرین اس کو دیدہٴ عبرت سے دیکھیں گے
اور اس سے کوئی خاص سبق حاصل کریں گے۔



سلیقہ گالیاں دینے کا بھٹا ہے اگر ان کو
تو ہم کو شیوہ تسلیم ابراہیم اور سے

قال النبی صلعم خصال المنافق ثلث اذا احاد غدر واذا اخاصم فجر
فرمایا سید ابراہیم : دو جہاں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی خصلتوں میں سے ہے کہ جب نزاع
ہو تو گالیاں کہنے لگے ۔

رضا خانی تہذیب کی سنگی تصویر

مولوی اہل میاں صاحب روڈ ادولیس کی فحش کلامی و خرافات نگاری
مولوی حشمت علی صاحب کے

سوقیہ سب و شتم اور بازاری گالی گلوچ کے تیرہ و تار مظاہرے



ناظرین کرام ! رضا خانی صاحبان نے سوقیہ سب و شتم اور بازاری گالی گلوچ میں جو خاص مہارت حاصل کی
ہے وہ اپنی غیر معمولی شہرت کی وجہ سے محتاج بیان نہیں ۔ رضا خانیت کے موجد و مجدد خان صاحب بریلوی اور ان کی ذریت
باقیہ کی مطبوعہ تحریروں میں آج اس کا زندہ ثبوت ہیں ۔ جن کے طرز تحریر نے صحیح یہ ہے کہ بھٹیاریوں کو بھی شرمادیا ہے ۔ تہذیب
ان کی ذہنیت پر قائم کر رہی ہے ، انسانیت ان کی گندہ دہنی پر نوحہ خواں ہے ۔ آہ ! ان سٹنڈاسی تحریروں سے حیا و
شرم کی ناک کٹ جاتی ہے ، شرافت کی پیشانی عرقِ الفعال سے تر ہوتی جاتی ہے ۔ اندر میں حالات اگر کوئی شخص اس سے
دشنام دہی میں ان کی ہمسری کا دعویٰ کرے تو غلطی ہے ۔ یہ ان کے گھر کی میراث اور ان کے مورث اعلیٰ کا خاص ترکہ
ہے ۔ بقول کسے کہ ۔

چند تصویرِ بستان چہد سینوں کے خطوط
بعد مرنے کے میرٹ گھر سے یہ سامان نکلا

الغرض ہم اقرار کرتے ہیں کہ ان بازاری گالیوں کے جواب سے ہم عاجز اور بالکل عاجز ہیں۔ اس کا جواب ہی دے سکتا ہے جس نے شرافت و انسانیت کو بالائے طاق رکھ کے حیا و شرم کو تین طلاقیں دی ہوں۔ ان صرف یہ کہتے ہیں۔ اے ناخدا رسو! قیامت تو دے آئے گی؟ حساب تو نہ ہوگا؟ ان بازاری گالیوں پر بارگاہ قہار سے مطالبہ جواب تو نہ ہوگا؟ ہاں ہاں جواب تیار رکھو اس سخت وقت کے لئے جب کہ ہماری طرف سے جھگڑنا آئے گا ہمارا ایمانی کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اب ہم بسواللہ نہیں بلکہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ پڑھ کر اس روئے داد سے رضا خانی تہذیب کی صرف ایک دہائی بولتی چلتی تصویریں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ مولوی اجمل میاں صاحب اہلسنت و جماعت کے متعلق لکھتے ہیں: ”مسلمانوں (یعنی رضا خانیوں) کی مسلمانی اور اہلسنت (یعنی بدعتیوں) کی سنت اپنے حلقہ ترویج میں پھیلتے تھے“ (ص ۳۔ سطر ۱۸)۔
 ۲۔ علامہ اہلسنت و جماعت کے متعلق لکھتے ہیں: ”تم اپنی مجموعی حیثیت کے ساتھ مجھ سے کراؤ میں ایک بار کرنے کو تیار ہوں“ (ص ۴۔ سطر ۱۳)۔

چونکہ اس جگہ مولوی اجمل میاں صاحب کی تہذیب پر روشنی ڈالنی مقصود بالذات نہیں۔ لہذا ہم انہیں دو شہادتوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ شریعتِ مطہرہ نے بھی اکثر معاملات میں دو ہی شاہدوں پر کفایت کی ہے۔ ان کے علاوہ اور جو ان سے بڑھ چڑھ کر بازاری گالیاں بالخصوص سلطان المناظرین حجۃ اللہ فی الارضین حضرت مولانا مولوی محمد عبد الشکور صاحب مدیر الخیمہ دامت فیوضہم و ربہم المناظرین حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہم العالی کے متعلق لکھی گئی ہیں ہم ان کا نقل کرنا بھی پسند نہیں کرتے۔ اگر کسی صاحب کو دیکھنے ہی کا شوق ہو تو صفحہ ۴ کی سطر ۵ و ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳

از خدایا جویم توفیق ادب

بے ادب محروم ماند از فضل رسد

اس کے بعد ہم مولوی حشمت علی صاحب کی تہذیب کے بھی نمونے دیتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہوتا رہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس آخری زمانہ میں جو حدائت و تحفظیت اور رضا خانوں کو حضرت مولانا کے
شعبہ خاندانی سے پہنچے ہیں وہ کچھ ایسے ہیں کہ باقی کے دنیا فراطوش نہیں کئے جاسکتے۔ آخر ۱۳۴۵ھ میں جو مناظرہ حضرت مولانا سے امرہ میں ہوا
اس میں غریبوں کو ایسی شکست ہوئی جس کا نام اگر صدیوں کیا جائے تو کم ہے۔ پھر مولوی شاد احمد صاحب نے سب سے پہلے پچاس روپے بطور جرمانہ پیش کر
کے اس شکست پر بھڑکی بھی کر دی اور کسی رضا خانی کے لئے لب کشائی کا موقعہ دھوڑا۔ پھر ۱۳۴۶ھ میں مہلک پور کے مناظرہ میں یہی صورت پیش
آئی اور رضا خانوں کو حضرت موصوفیہ کے مقابلہ میں وہ شکست ہوئی جس کو ہر مخالف و موافق نے برائی العین دیکھا یہاں تک کہ مناظرہ
کے آخری اجلاس میں رضا خانوں کے مناظر و نامندہ مولوی محمد فاخر صاحب الزبیدی غشی لکھا کر گر گئے۔ جس کے متعلق سول سرچن صاحب کا
معائنہ کرنا کہ اس وقت نے باضابطہ سا شکیلیٹ بھی لے لیا اور اس غشی نے وہی کام کیا جو امرہ کے مناظرہ میں مولوی شاد احمد صاحب کے پچاس
روپیہ نے کیا تھا۔ اس کے بعد ۱۳۴۷ھ میں یہ سنبھل کا واقعہ پیش آیا جس میں رضا خانوں کو ایک نہیں چند شکستیں ہوئیں۔ سب سے پہلی لاہور
شکست یہ ہوئی کہ مولوی رحمہ اللہ صاحب باوجود منی کر ڈر کے ایک ہفتہ قبل ہوائی اور تار کی وصول پائی کے جس میں ۲۱ تک پہنچ چکے تھے
تاکید تھی تاہم یہ سنبھل نہ آئے۔ اور ایک لال استہارہ بھیج کر اپنی شرم ناک فرار کا خود ہی اعلان کر دیا۔ یہ ایسی اقرار ہے اور لاہور شکست بھی
جس کا جواب قیامت تک نہیں دیا جاسکتا۔ اور اس کا بیشتر تعلق حضرت مولانا صاحب مدیر الجمہوریہ کی ذات سے تھا۔ صورت یہ پیش پائی کہ
جب مناظرہ کے متعلق ساری باتیں طے ہو گئیں۔ تاہم یہ بھی معین ہو گئی تو مولوی رحمہ اللہ صاحب کی طرف سے ایک گورنر الیمینان ہو گیا۔ لیکن جو
مولانا محمد منصف صاحب کو پھر یہ اندیشہ ہوا کہ اگر سنبھل پہنچ کر مولوی رحمہ اللہ صاحب کو دود کا منظرہ یاد آگیا تو بہت ممکن ہے کہ مولوی احمد رضا
خان صاحب والی آخری چال چلی جائے اور کہہ دیا جائے کہ وہ تم میرے قریب نہیں ہو لہذا میں تم سے مناظرہ نہیں کرنا چاہتا کسی بڑے گونا گونا
اس لئے احتیاطاً حضرت مولانا صاحب مدیر الجمہوریہ کو تشریف آوری کی تکلیف دی۔ اور انھیں شہر کا باوجود چند وجوہات کے حضرت موصوفیہ
سنبھل تشریف لانے کا وعدہ فرمایا۔ جب یہ خبر سنبھل میں گرم ہوئی تو ہمارے دوست مولوی اجمل میاں صاحب کو اس میں پہنچے۔ اور وہ کل شہر کے
اس کی اطلاع عام کر رہی تھی۔ اب کیا تھا مستقبل اور بھی زیادہ نامور ایک نظر آئے لگا۔ بہت سے مشورہ والے کے بعد فرار کی ہر نیت کو نصیحت جان کر
(بقیہ حاشیہ صفحہ آگے)

۱ : کہئے آپ کی فہم تنگ میں اب بھی داخل ہوا یا نہیں۔ ص ۱۱۔ سطر ۲۲۔

۲ : آپ کی سمجھ کے اندر نہیں آیا۔ ص ۱۱۔ سطر ۹۔

۳ : میں آپ کی خواہش پورا کرنے کے لئے اتنا اور زائد کئے دیتا ہوں۔ ص ۹۔ سطر ۹۔

۴ : بالکل صاف اور سیدھا ہے لیکن افسوس آپ کی سمجھ میں نہیں اترتا۔ ص ۸۔ سطر ۱۴۔

۵ : میرا کلام تو بہت صاف اور سیدھا تھا کچھ پیچیدہ نہ تھا مگر افسوس کہ آپ کی سمجھ میں داخل نہ ہوا۔ ص ۸۔ سطر ۱۴۔

۶ : جو کام مجھ سے کرنا چاہا میں نے اسے انتہائی حد تک کر دیا۔ ص ۱۲۔ سطر ۵۔

۷ : میں ڈھائی منٹ میں کر دوں گا اپنا پورا کام۔ ص ۳۴۔ سطر ۲۴۔

۸ : اگر کوئی شخص مولوی اشرف علی صاحب کو لکھے کہ تمہاری صورت گدھے کی سی ہے۔ تمہاری ناک سونڈ کی سی

ہے۔ تمہاری آنکھ اُٹو کی سی ہے۔ تمہارے دانت کتے کے سے ہیں۔ ص ۲۰ و ۲۱۔

ناظرین ! یہ ہے ان مسکینوں کی تہذیب جس پر شیطان بھی لاجور ہے پڑھتا ہو گا۔ یہ ایک دہائی گالیاں صرف

نوسے کے طور پر۔ اور وہ بھی محض ابتدائی صفحات سے پیش کی جاتی ہیں جو ہمارے ناظرین کی عبرت آموزی کے لئے کافی

(بقیہ حاشیہ مضمون گذشتہ) ایک اشتہار کا مضمون تیار کیا گیا جس میں اپنے شرمناک فرار کا کھلے لفظوں میں اقرار ہی نہیں اعلان تھا۔

لال اشتہار جنی پریس بریلی میں چھپوا کر مولوی رحیم میاں کے سپرد کیا گیا اور میاں صاحب نے سنبھل بیچ کر ۱۱ ہجاری الاٹے کو اس کو شائع کیا۔

اور مولوی رحمہ اللہ صاحب نے سمجھ لیا کہ سچا ایس ریسیہ بد بلائے دے بیکر گشت۔ اور ہر ۲۲ کو سات بجے حضرت مولانا صاحب دیرالنجف نے حسب وعدہ سنبھل

میں نزول اجلال فرمایا۔ لال اشتہار کا حال معلوم ہوا ان لوگوں کی حیا و شرم پر سخت تیرت ہوئی۔ بالآخر چار بجے حضرت مولانا کے مشورہ سے مولانا محمد منظور صاحب

نے بذریعہ تار برقی مولوی رحمہ اللہ صاحب کو ایک ہجری نوٹس دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ سب سیلوں کو چھوڑ کر فوراً آئیے درجہ جملہ صرافت کا رحمن کا تحفہ

دوبیسہ کے قریب تھا۔ آپ پر دعوت آجائے گا۔ لیکن انہوں نے استقامت باوجود کیے جوابی تار تھا۔ بریلی سے جواب دیا۔ چونکہ حضرت مولانا صاحب فرما

تھے اور آپ ایک بیوی بھی سخت مریض تھیں رحمن کا انتقال دو چار روز بعد ہی ہو گیا، اس لئے آپ کی گھنٹے کا دل کے جواب کا انتظار کرنے کے بعد گھنٹہ بھر

سے گئے لیکن بریلی سے تار کے جواب میں کوئی آواز نہ آئی۔ پھر دوسرے روز شاہد وکیلوں نے مشورہ دیا کہ دعویٰ یقیناً دگر ہی ہو جائے گا۔ منصرف ہو گئی

میں آیا اور ۲۳ کی شام کو یہ جواب آیا کہ حضرت سفر کو گئے ہیں اجازت کا منتظر ہیں۔ پھر کی صبح کو کشاں کشاں جناب تشریف بھی لے گئے۔ اور اس کے بعد جو

ہیں ان گالیوں سے ان مسکینوں کی ذہنیت اور علمی قابلیت کا ہر ہوشمند بسہولت اندازہ لگا سکتا ہے۔ ورنہ ان گالیوں کے پسند
اور غلطیات کی پوٹ میں ہر ہر دق پر ہلکے ہر صغیر و سطر میں بازاری گالیوں کے ایسے ہی تیرہ و تار منظر موجود ہیں۔ ج
بس۔ قیاس کن اذ کلستان من ہر مار

ہم ان بازاری گالیوں کا نہ کچھ جواب دینا چاہتے ہیں اور نہ دے سکتے ہیں۔ ہاں بریل کی ہی اگر کوئی بازاری جواب
دے تو شاید دے سکے۔ ہمارے نزدیک تو بخدا ہر شریف انسان اس گالی نامہ کا دیکھنا بھی پسند نہ کرے گا۔ چہ جائیکہ
جواب لکھے۔

ہاں ہم اپنے مجروح دل کو قرآن مجید و فرقان حمید کے اس فرمان عالی شان سے تسکین دیتے ہیں جو ایسے ہی وقت
کے لئے نازل فرمایا گیا ہے۔

وَلْتَسْمَعْنَ مِنَ الَّذِينَ آوَتْهُنَّ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالَّذِينَ
أَشْرَكُوا إِذْ كَانَ كَثِيرًا وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ
مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝ (آل عمران ۳۰-۱۸۶)

یعنی اے مسلمانو! شیخ محمدی کے پر دانو انتم اہل کتاب اور عام مشرکوں سے بڑی گندی اور
تکلیف دہ باتیں سنو گے۔ اگر تم نے صبر اور تقویٰ سے کام لیا تو یہ بڑا کام ہے ۵
ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ اگر اس نے آپ کو گالیاں ہی دینے کے لئے پیدا کیا ہے تو ہم کو اپنی مرضی کے
مطابق اس پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرماتے ۵

سلیقہ گالیاں دینے کا بخت اب اگر ان کو
تو ہم کو شیوہ تسلیم ابراہیم آذر دے
واللہ ان گالیوں سے ہمارا کچھ نہیں بگڑتا بلکہ ہماری نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ خدا الطفیل حبیب پاک صاب

(بقیہ حاشیہ منور گوشتہ) جو کچھ ہر اساعت آسمانی میں مذکور ہو چکا ہے۔ الفرض حضرت میرالنجم پر جو کچھ عزیمت وہ ان غامضی ضرور کا خمد
ہے۔ ہم دست بدعا میں کراؤں تبارک و تعالیٰ حضرت مولانا کا سایہ ہمارے سروں پر رحمت دراز تک قائم رکھے ۵ جسے لاکھوں برس ساقی تارا آباد بخار

لو لاک ہو ہمارے نیت کو درست رکھو ۔

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغ

سیر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اس کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ اس جلی روند لاہی مسئلہ غیب کے متعلق جن مضامین کا اضافہ کیا گیا ہے۔ انتہائی اختصار کے ساتھ ان کے جوابات کی طرف بھی اشارہ کر دیا جائے تفصیل کو کسی دوسرے ضمیمہ کے لئے ملتوی کرتے ہیں۔
اس رونداد میں بالخصوص دو قسم کے اہل علم کے لئے ہیں۔ (۱) مسئلہ غیب کے متعلق جو کچھ ثبوت منظرہ میں رضا خانیوں کی طرف سے پیش کیا گیا تھا جس کو حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی بے نظیر تائید تھی۔
لا جواب گرفتوں نے بے کار کر دیا تھا۔ رونداد میں صاحب اور ان کے مشیروں نے اس ثبوت کو کافی سمجھ کر مزید ثبوت کا اضافہ کیا ہے۔ لیکن کچھ شے کہ وہ ثبوت ہیں بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی نے کہا تھا۔ عین قاندر عین، عین قاندر عین
لذا ثابت ہو گیا کہ ہمارا نام محمد ابراہیم

بر حال، اپنی شہادت علی صاحب نے جو کچھ ٹوٹا پھوٹا ثبوت اپنے دعوے کا، منظرہ میں پیش کیا تھا اس کے دندان شکن اور دہل دوز جوابات دے کر اس کے پرچے تو دیں منظرہ میں اڑا دیئے گئے تھے جس کے جواب ابواب کی اب تک زبوت نہیں آئی۔ چھ ماہ کی مسلسل کوششوں اور بڑے بڑوں کے مشوروں کے باوجود رضا خانی رونداد بھی ان کے جوابات سے سکت ہے۔ پیچ ہے۔ الفضل ما شہدت به الاعداء کمال وہی ہے جس کا اقرار دشمن بھی کریں

بلکہ ان ایسا خود ہوا ہے کہ بعض جگہ رونداد نویس صاحب جواب دہی کے شوق میں رضا خانی مذہب ہی کو چھڑ گئے ہیں۔ لیکن یہ کیا نہیں؟ فرار عن اللبحث ہے اور مقابل کی بات کو تسلیم کرنا ہے۔ مثلاً آپ صفحہ ۴۸ پر ایک فقرے کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "وہی" یہ بات کہ ہم حیرت سے قبل حضور کے علم غیب کے قائل ہوں یہ بالکل غلط ہے = (دقیقہ حاشیہ بر صفحہ ۴۸ سندہ)

یہ عبارت جس تقریر میں ہے اس کے شروع میں یہ الفاظ ہیں "پہلی حدیث کا حاشیہ لکھا ہوں" لکھنا کا لفظ خود بخود بتا رہا ہے

کہ یہ مولوی حشمت علی صاحب کی تقریر ہے یا بعد کی تصنیف۔ جاوہر وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

زبان سے نہ سہی عمل سے۔ اور جس ثبوت کا اب اضافہ کیا گیا ہے اس کا جواب اب حاضر خدمت ہے۔ بنظر انصاف ملاحظہ فرمایا جائے۔

ہم جواب دینے سے پہلے مناسب سمجھتے ہیں کہ مولوی حسنت علی صاحب کی وہ آخری تقریر جس میں ادلہ کا اضافہ کیا گیا ہے رضا خانی دوداد سے بکینہ نقل کر دیں تاکہ جوابات کے سمجھنے میں آسانی ہو اور ایک طرف بات بھی نہ رہے۔ اور ناظرین کو فریقین کی تحریروں سے صحیح نتیجہ نکالنے کا بہترین موقع ملے۔ رضا خانی دوداد کے صفحہ ۷۶ پر ہے۔

”اب نریں آیت سنا ہوں و نزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیء“ یعنی اے محبوب ہم نے تم پر یہ کتاب نازل فرمائی جو ہر شے کا روشن بیان ہے“

”دوسریں آیت ملاحظہ ہو ما فرطنا فی الکتاب من شیء“ یعنی ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہ رکھی۔ یعنی اس میں ہر چیز کا بیان ہے“

”گیارہویں آیت و کل شیء احصینا فی امام حسین ہر چیز کو ہم نے قرآن پاک میں بیان کر دیا ہے“

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مگر آپ قائل ہوں یا نہ ہوں آپ کو پوچھنا کون ہے۔ فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خانی صاحب کو صاف اقرار فرماتے ہیں کہ ختم نول قرآنی سے پہلے ہجرت کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض کو نیات کا علم نہ تھا۔ اور اگر آپ کی مراد مطلق بعض منہیات کا علم تو یہ فوار عن المباحث ہے اس کی میان بحث کب ہے۔ الفرض دوداد نویس صاحب نے جہاں جواب دینے کی کوشش کی ہے وہاں یا تو مجبور ہو کر اپنے مذہب قدیم کو چھوڑ کر کوئی نیا مذہب اختیار کیا ہے یا ایسا ہی اور کوئی مغالطہ دیا ہے۔ اور اکثر تو یہ جو انفرادی کی ہے کہ جن باتوں کا جواب دہ تھا ان کو سرے سے ذکر ہی نہیں کیا ہے ۵ ایں کار از تو آید و مردان چنین کنند۔

ناظرین! ہر دو دودادوں کا مطالعہ فرما کر چارے اس بیان کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ ۱۲

۱۱ یہ خطاب مولوی بھل میاں صاحب سے ہے کیوں کہ یہ جہت انہیں کی ہے۔ اگر سناغزوہ میں مولوی حسنت علی صاحب کبھی یہ کہہ دیتے تو

پھر ان کے لئے رضا خانیت و بال جہاں ہی ہو جاتی۔ ۱۲

”وہ ہر شے فصلانہ تفصیلاً اور ہم نے ہر چیز کی پوری پوری تفصیل کر دی“

تیسری آیت ”وَلَا حَبَّةٌ فِي ظِلْمَتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٌ وَلَا يَابِسٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ“

یعنی کوئی ایسا دانہ نہیں جو زمین کی تاریکیوں میں ہو اور نہ تر و خشک مگر کتاب میں ہے۔“

ان پانچوں آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن پاک ہر شے کا بیان ہے اور حضور اس کے عالم تھے لہذا حضور کو ہر

شے کا تفصیلی علم ہو گیا اور تمام ممالک و مایکوں پر اطلاع حاصل ہو گئی۔

چودھویں آیت ”ذَٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ“ یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم نے

تیری طرف وحی کی ہیں۔“

پندرہویں آیت ”فَاَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ“ پس وحی کی اپنے حبیب کی طرف جو کچھ کہ وحی کی۔“

اب دو حدیثیں بھی تیر کا اور پیش کرتا ہوں۔ طبرانی میں حضرت ابوالدرداء سے مروی ہے۔ لَقَدْ تَرَكْنَا

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَحْرُكُ طَائِرٌ جَنَاحَهُ إِلَّا ذَكَرْنَا مِنْهُ عِلْمًا.

یعنی نبی کریم علیہ السلام نے ہم سے اس حال میں مفارقت کی کہ کوئی پرندہ ایسا نہیں کہ اپنے بازو کو ہلانے مگر حضرت

نے دراصل اضافہ بیان سے شروع ہوا کہ اس سے پہلے آیات اور ان کے جوابات تکمیل عطا نہ کھو دیئے گئے ہیں۔

تھے ”رضاخانی“ و ”مداو میں یہ لفظ اسی طرح لکھا ہوا ہے اور غلط نام میں اس کی تصحیح اس طرح کی گئی ہے ”پرندہ“ معلوم ہوا ان کے بچانے

ف لکھ دینا تو تیرے چارے کامب کی غلطی تھی لیکن ۱ کے بجائے پرندہ کو الف سے لکھنا یہ جناب فضیلت باب مولوی اجمل میاں صاحب کا کمال ہے

اور کیوں نہ ہو آخر تفسیر کو تفسیر لکھنا یہ بھی تو آپ ہی کی خصوصیت ہے۔ ہمارے پاس میاں صاحب کی وہ تحریر کچھ اللہ محفوظ ہے جس میں آپ نے تفسیر

کے بجائے تفسیر لکھا اور یصوب کو الف سے یا سوب لکھنا یہ تو حال ہی کی کراست ہے جس کا جی چاہے خود میاں صاحب کا نکاح خوانی کا بہتر دیکھ

سکتا ہے اور اس میں یہ دونوں نمونے موجود ہیں۔ میاں صاحب کے کسی عنایت فرما کر عمار الدین صاحب بی اے علیگ نے اپنی ماضی نظم میں کیا خوب

لکھا تھا کہ لکھا تفسیر کو تفسیر ہی علی لیاقت تھی۔ مگر بخت تھے ظالم پڑیں گے خوب ہی ڈنڈے۔ اس کے علاوہ اب بھی اس رضاخانی و ”مداو میں

اطلا کی ایسی غلطیاں ہیں جن کے متعلق و تون سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ صرف مولوی اجمل میاں صاحب ہی کی کراست ہیں انشا اللہ کسی آئندہ مصنف

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس کا بھی حال بیان فرمادیا۔

تفسیر روح البیان میں ایک حدیث بیان کی جس کے الفاظ یہ ہیں۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم لم یلد المعراج قطرت فی خلقی قطرة فعمت ما کان وما سیکون یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میں میرے خلق میں ایک قطرہ ٹپکا گیا اس کے فیضان سے مجھے ماکان وما یکون کا علم حاصل ہو گیا۔ ص ۷۶۔

اس کے علاوہ صفحہ ۶۶ پر حضرت فاروق اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک روایت کا اضافہ کیا ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق

حتى دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم "

یعنی حضور ہم میں ایک بار کھڑے ہوئے تو جب سے مخلوقات کی پیدائش کی ابتدا ہوئی اس وقت

سے جب تک جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں۔ اس وقت تک تمام چیزوں کا بیان

فرمادیا "

نیز اسی صفحہ پر ایک عبارت شرح زرقانی سے نقل کی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔ صحابہ صلی اللہ علیہ

وسلم جازمون باطلا علی الغیب صحابہ کرام یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے "

ان کے علاوہ اپنے دعوے کی تائید میں جن اقوال کو پیش کیا ہے ہم ان کے جواب دینے کی چنداں ضرورت نہیں سمجھتے

کیوں کہ بیشتر تو ان میں وہ ہیں جن کا جواب صاعقہ آسمانی ہی کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے اور کچھ کا جواب ہماری اسی مختصر

تحریر سے معلوم ہو جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز الکریم۔ علاوہ ازیں یہ کہ وہ حجت شرعیہ بھی نہیں۔ اب ہم نمبر وار جواب دیتے ہیں۔

بنظر انصاف ملاحظہ فرمایا جائے۔

اس تقریر میں جو پہلی آیت کریمہ ہے اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ "اور نازل کیا ہم نے تم پر کتاب کو کہ (وہ) پورا

بیان ہے ہر شے کا " آپ کے اس استدلال پر پہلے تو چند مناظرہ سوالات کئے جاتے ہیں۔ ذرا سوچت سمجھ کر جواب

دیا جائے۔

۱۱۔ اگر آپ نے اس کا مطلب سمجھا ہے کہ قرآن عزیز میں ہر چیز کا بیان ہے خواہ وہ الٰہی ہو یا اعلیٰ۔ دین کی یا دنیا کی۔ شان نبوت کے مناسب ہو غیر مناسب۔ آج کی ہو یا کل کی، حال کی ہو یا مستقبل کی۔ تو آپ خود اس کے قائل نہیں۔ آپ محض ان چیزوں کا علم محیط مانتے ہیں جو ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر دہریم آخرت تک وجود میں آئیں نہ اس سے قبل کی اشیاء کا نہ اس سے بعد کی اشیاء کا۔ آپ نے اپنی اس روئداد کے صفحہ ۱۲ سطر ۱۱ میں صاف لکھا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات وصفات کا پورا علم نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے نہ آئندہ ہو گا اور نہ ہو سکتا ہے، محضاً۔ حالانکہ ذات وصفات الٰہیہ بھی موسیٰ احمد رضا خان صاحب کی تصریح کے مطابق اشیاء میں داخل ہیں۔

”انباء المصطفیٰ“ صفحہ ۲ پر فاضل بریلوی لکھتے ہیں۔

”اور اہلسنت کے مذہب میں شے ہر موجود کو کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات وصفات بھی موجودات میں سے ہیں۔ بلکہ ساری مخلوق کا وجود ظنی اور ذات وصفات الٰہیہ کا وجود اصلی ہے۔ نیز یہ خالص الاعتقاد“ میں آپ کے انہیں اعلیٰ حضرت نے علم قیامت کے متعلق تردید ظاہر کیا ہے کہ آیا وہ داخل ہے یا خارج۔ لہذا اگر اس آیت کریمہ کے یہ عام معنی لئے جائیں گے تو یہ آپ کے مذہب کے بھی مخالف ہے اور جو الزام آپ ہم پر رکھنا چاہتے تھے وہی بعینہ آپ پر بھی وارد ہو گا۔“

ہم الزام ان پر رکھتے تھے قصور اپنا نکل آیا

۱۲۔ جس طرح اس آیت کریمہ میں قرآن عزیز کو تنبیانا لکل شیء فرمایا گیا ہے اسی طرح توریت کے متعلق بھی سورۃ الفعام میں ارشاد ہے۔ ولقد اتینا موسیٰ الكتاب تماما علی الذی احسن و تفصیلاً لکل شیء۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وکتبناہ فی الالواح من کل شیء موعظۃ و تفصیلاً لکل شیء۔ پس آپ کے اصول پر لازم آئے گا کہ توریت میں بھی ہر چیز کا بیان ہو اور علوم قرآن اور علوم توریت برابر ہوں۔ اور قرآن پاک میں کوئی بات توریت سے زیادہ نہ ہو اور یہ یقیناً کفر ہے۔

۳۔ پھر یہ بھی لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف ابن حضرت موسیٰ و عیسیٰ علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کے برابر ہو ان سے زیادہ نہ ہو۔ کیونکہ حضور اقدس کی طرح بواسطہ توریت ہر ہر چیز کا پورا پورا علم ان کو معین ہو گا اور یہ بھی صریح کفر ہے۔

لے (حاشیہ صفحہ آئندہ)

سردست صرف یہی تین مناظرہ وار کئے جاتے ہیں۔ ان کا جواب آجانے پر اس آیت کے متعلق کچھ اور بھی عرض کیا جائے گا۔ کیوں کہ یہ لوی احمد رضا خان صاحب کے نزدیک مسئلہ علم غیب کی نہایت زبردست دلیل ہے۔ اس کے بعد ہم اس آیت کریمہ کا صحیح مطلب مفسرین امت کے کلام سے پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ تفسیر مدارک التنزیل

میں ہے۔

۱۔ تبیاناً لكل شیء من امور الدین۔ یعنی قرآن عزیز میں دین کی ساری باتوں کا بیان۔

۲۔ تفسیر جلالین شریف میں ہے۔ یحتاج الیہ من امر الشریعة (ص ۲۲۲) یعنی قرآن شریف میں ان سب باتوں کا بیان ہے جن کی ضرورت لوگوں کو شریعت کی باتوں میں پڑتی ہے۔

۳۔ تفسیر جامع البیان میں بھی اس کے قریب قریب الفاظ میں۔ (ملاحظہ ہو ص ۲۲۲)

۴۔ تفسیر تبصیر الرحمن میں ہے۔ لكل شیء من المعارف والاحکام واخبار الماضین۔ یعنی قرآن شریف میں ہر چیز کا بیان ہے معرفت کی باتوں میں سے اور احکام میں سے اور اگلے لوگوں کے واقعات میں سے۔

۵۔ تفسیر روح البیان میں ہے۔ لكل شیء یعلق با امور الدین۔ یعنی قرآن شریف سب دینی باتوں کا بیان ہے۔

۶۔ تفسیر معالم التنزیل میں ہے۔ تبیاناً لكل شیء یحتاج الیہ من الامر والنہی والحلال والحرام والحدود والاحکام۔ (ص ۱۷۷) یعنی قرآن شریف میں ہر اس چیز کا بیان ہے جس کی حاجت پڑتی ہے۔ یعنی اوامر و نواہی کا حلال و حرام کا۔ حدود اور احکام کا۔

۷۔ تفسیر خازن میں ہے۔ قال اهل المعانی (تبیاناً لكل شیء) یعنی من امور الدین ص ۱۳۹

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) اے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو اس لئے کہ تودیت خود ان پر نازل ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عالم تودیت ہونا قرآن عزیز میں مذکور ہے۔ قال الله تعالى ويعلمه الكتاب والحكمة والتوراة والانجيل الآیہ ۱۳

یعنی قرآن شریف میں سب دینی باتوں کا بیان ہے۔

۸ : تفسیر رضوی شریف میں ہے۔ (تبیاناً لکل شیء) من امور الدین (ص ۳۲۲-۳۲۳ ج ۱)۔

یعنی قرآن شریف میں سب دینی باتوں کا روشن بیان ہے۔

۹ : تفسیر ابوسعود میں ہے۔ (تبیاناً لکل شیء) يتعلق با امور الدین (ص ۳۶۲-۳۶۳ ج ۱)۔

یعنی قرآن پاک میں تمام ان چیزوں کا روشن بیان ہے جو دین سے متعلق ہیں۔

۱۰ : تفسیر کبیر میں تقریباً یہی مضمون ہے۔ لیکن چونکہ اس میں اس کو مدلل بیان کیا ہے اس وجہ سے عبارت طویل

ہو گئی ہے ہم بقصد اختصار اس کو چھوڑتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر ص ۳۴۴ ج ۵۔

ہم بقصد اختصار صرف انہی دس تفسیروں کے حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں ورنہ اہلسنت کی صد ہا تفسیر سے اس قسم کی عبارتیں نقل کی جاسکتی ہیں۔

ان عبارات سے ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ مفسرین اہلسنت کے نزدیک اس آیت کریمہ کا مطلب صرف یہ ہے کہ قرآن پاک میں دینی باتوں کا پورا بیان ہے۔ اور اللہ کہ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ بے شک قرآن عزیز میں دین الہی کی باتوں کا نہایت واضح اور روشن بیان ہے۔ اور ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے عالم میں علم ہی نہیں بلکہ معلم ہیں۔ اور جس کو جو کچھ دین الہی کا علم ہے وہ حضور ہی کا صدقہ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم و بادک و عظم و شرف و کرم۔

ہاں یہ رضا خانیوں ہی کی ذہنیت ہے کہ ان کے نزدیک قرآن شریف میں یہ بھی مذکور ہے کہ فلاں روز اتنی کھیاں مریں گی، اتنی پیدا ہوں گی، اس قدر مجھ مریں گے اور اس قدر پیدا ہوں گے۔

ناظرین ! ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ کیا قرآن عزیز مکھی، بکڑی، بچھر، پتو اور کیڑے مکوڑوں کے موت و حیات اور دیگر حالات بیان کرنے کے لئے نازل ہوا ہے؟ کیا وہ مچھلی، مینڈک اور برساتی کیڑوں کی ہڑی اور حالات زندگی بتلانے کا؟ میرے نزدیک تو کوئی باایمان بھی اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ نعوذ باللہ من سوء الفحص۔

اس کے بعد ہم دوسری آیت کریمہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ ”نہ چھوڑی ہم نے کتاب

میں کوئی چیز؟ اس آیت کریمہ سے جو استدلال کیا جاتا ہے اول تو اس پر وہی تین مناظرانہ سوال کئے جاتے ہیں جو اس سے پہلے استدلال پر کئے گئے۔ تا وقتیکہ ان کے شافی جوابات دے کر دلیل کو دعوے کے مطابق نہ کر دیا جائے اس سے استدلال کرنا بقول مولوی احمد رضا خان صاحب نہ صرف جہالت بلکہ دیوانگی ہے، سوالات کے اعادہ کی حاجت نہیں نظر میں خود جاری فرما سکتے ہیں۔

اس کے بعد ہم اس آیت کریمہ کا بھی صحیح مطلب مشاہیر مفسرین اہلسنت کی تفسیر سے نقل کرتے ہیں۔ ملحوظ رہے کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض نے لفظ ”کتاب“ سے لوح محفوظ مراد لی ہے اور بعض نے قرآن پاک۔ ظاہر ہے کہ جب لوح محفوظ مراد لی جائے گی، جیسا کہ جلالین شریف ص ۱۱۳۔ و تفسیر جامع البیان ص ۱۱۳۔ و تفسیر مدارک التنزیل ص ۱۸۲۔ و تفسیر تبصیر الرحمن ص ۲۱۴ وغیرہ میں ہے، تو آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے لوح محفوظ میں کوئی چیز نہ چھوڑی۔ پس اس صورت میں اس آیت کریمہ کو مسند علم غیب سے کوئی تعلق ہی نہ ہوگا۔ اور نہ ہمارے مخالفین اس معنی کے اعتبار سے اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ ان کا استدلال صرف اس صورت میں ہے جب کہ کتاب سے قرآن پاک مراد ہو۔ لہذا ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ جن مفسرین نے کتاب سے قرآن پاک مراد لیا ہے انہوں نے اس آیت کا مطلب کیا سمجھا ہے۔ آیا وہ جو ہمارے دوست رضا خانیوں نے سمجھا (یعنی یہ کہ قرآن شریف میں ساری باتیں مذکور ہیں خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی، مفید ہوں یا غیر مفید حتیٰ کہ (معاذ اللہ) کیڑے مکوڑوں کا پانچاں داؤ پیشاب بھی مذکور ہے) یا وہ معنی سمجھے ہیں جو باتباع مفسرین ہم سمجھتے ہیں۔ (یعنی یہ کہ قرآن شریف میں دین الہی کی تعلیم ہے ہدایت کے اصول ہیں۔ معارف کا بیان ہے، حقائق کا تبیان ہے)۔ ملاحظہ ہو۔ تفسیر مدارک التنزیل میں ہے۔

او الكتاب القرآن وقوله من شيء أي من شيء يحتاجون إليه الخ مدارک ص ۱۸۶۔

یعنی اس آیت میں یا کتاب سے قرآن عزیز مراد ہے تو اس صورت میں شے سے مراد وہی چیز ہے جس کے لوگ

دینی معاملات میں محتاج ہوں۔ یعنی قرآن شریف میں دینی ضروریات کو نہیں چھوڑا گیا۔

تفسیر ابوالسعود میں ہے ای ما ترکنا فی القرآن شیئاً من الاشیاء المهمة (ص ۶۴ ج ۲)

یعنی ہم نے قرآن شریف میں (سب ضروری باتیں بیان کر دیں) کوئی چیز بھی ضروریات میں سے نہیں چھوڑی۔

تفسیر کبیر میں ہے قوله ”ما فرطنا فی الكتاب من شيء“ ”یجب ان یکون مخصوصاً

ببیان الاشياء التي يجب معرفتها والاحاطة بها۔ یعنی اس آیت کریمہ میں جو شے کا اظہار ہے
 اس کو عام نہیں رکھا جاسکتا بلکہ اس کا ان اشیاء کے ساتھ خاص کر دینا واجب ہے جن کی معرفت ضروری ہو اور جن کا
 علم لابدی ہو۔ یعنی آیت کریمہ کا صرف یہ مطلب ہے کہ ہم نے قرآن شریف میں تمام وہ چیزیں بیان کر دیں جن کا جاننا لازماً
 ہے ان میں سے کوئی چیز نہ چھوڑی۔

یہاں ہم خوف طوالت صرف انہیں حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں اور اباب انصاف کے لئے اسی قدر کافی سمجھتے ہیں
 اس کے بعد ہم پوچھتی آیت کریمہ وکل شیء فصلناہ تفصیلاً کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس کا ترجمہ
 یہ ہے کہ ہم نے ہر چیز کی پوری تفصیل کر دی۔

اس استدلال پر بھی ہمارے وہی اہل تین سوال میں ہو سکیں دلیل پر وارد کئے جا چکے اور جن کا جواب نہ ہوا اور نہ
 الشارح ہو سکے گا (ناظرین ان سوالات کو خود جاری فرمائیں) رہا اس کا صحیح مطلب اس کو ہم چند معتبر و مستند تفسیر
 سے نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایا جائے۔

۱۔ تفسیر حلالین شریف میں ہے (وکل شیء) یحتاج الیہ (فصلناہ تفصیلاً) ص ۲۹
 یعنی ہم نے ہر ضروری چیز کی پوری تفصیل کر دی۔

۲۔ تفسیر جامع البیان میں ہے (وکل شیء) مما تحتاجون الیہ (فصلناہ تفصیلاً)
 یعنی ہم نے ان تمام چیزوں کی پوری تفصیل کر دی جن کی ضرورت تم کو پڑتی ہے۔

۳۔ تفسیر مدارک شریف میں بھی یہی ہے۔ ملاحظہ ہو، مدارک ص ۳۵۸

۴۔ تفسیر البر السعد میں ہے (وکل شیء) تفتقرون الیہ فی المعاش والمعاد۔

(ص ۲۰۶-۶ ج) یعنی ہم نے ہر اس چیز کی پوری تفصیل کر دی جس کی تمہیں امر معاش و معاد میں
 ضرورت ہے۔

۵۔ تفسیر کبیر میں ہے وکل شیء فصلناہ تفصیلاً ای کل شیء بکمال الیہ

حاجۃ الخ ص ۳۳، ج ۵۔

یعنی ہم نے ان تمام چیزوں کی پوری تفصیل کر دی جن کی تم کو ضرورت ہے۔

یہاں بھی بقصد اختصار صرف انہی حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ واللہ الہادی الی سبیل

الترشاد۔

مفسرین عظام کی ان تصریحات سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس آیت کریمہ کا بھی یہی مطلب ہے کہ قرآن عزیز انسانی ضروریات کا کفیل ہے اس میں ضروری ضروری باتیں بیان کر دی گئی ہیں۔ نہ کہ اس میں حشرات الارض و زمین کے کیڑے مکوڑوں کی سوانح عمری ہو۔ جیسا کہ ہمارے رضا خانی دوستوں کا خیال ہے۔ و العیاذ باللہ رب العالمین۔

آیت نمبر ۳ وکل شیء احصیناہ فی امام مبین۔ و نبرہ یعنی ولا حبة فی ظلمت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ کے متعلق ہم صرف اس قدر عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں میں کتاب مبین سے لوح محفوظ مراد ہے۔ مفسرین اہلسنت نے تو اس کی تفسیر کی ہے لیکن یہاں تو غضب یہ ہے کہ آپ کے قبلہ و کعبہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی بھی لوح محفوظ ہی مراد لے رہے ہیں۔ دیکھو ۱۰ انبار المصطفیٰ ص ۳ سطر ۲۱ و ۲۲، اگرچہ تقریباً تمام تفاسیر میں بھی یہی مذکور ہے۔ لیکن ہم خان والا نشان کے فرمان عالی شان کے بعد کسی مفسر کی عبارت نقل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ ع

دعویٰ لاکھ یہ بھبھادی ہوتے گواہی تیری

آیت کریمہ نمبر ۶ و ۷ کے متعلق ہم کچھ عرض کرنے کی حاجت نہیں سمجھتے۔ ناظرین خود فیصلہ فرمائیں کہ ان کو کمال تک رضا خانیوں کے دعوے سے تعلق ہے۔ پہلی آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے (اے حبیب درویشان محبت کے طبیب) یہ غیب کی خبروں میں سے ہے ہم تمہاری طرف اس کو وحی کرتے ہیں۔ دوسری آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے۔ پس وحی کی اپنے حبیب کی طرف جو کچھ کہ وحی کی۔

غور فرمایا جائے کہ دعوے تو اتنا طویل و عریض کہ بیا بانوں کے ذرہ ذرہ کا، سمندروں کے قطرہ قطرہ کا، درختوں کے پتہ پتہ کا، دریاؤں کی مچھلی، مینڈک اور زمین کے ہر کیڑے مکوڑے کی حرکت و سکون کا، حتیٰ کہ پافانہ و پیشاب وغیرہ کا علم تفصیلی محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات شریف سے ایک ہی روز قبل عطا فرمایا گیا اور دلیل یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غیب کی خبروں میں سے کوئی خبر وحی فرمائی یا یہ کہ وحی فرمائی ہو کچھ کہ وحی فرمائی۔ سبحان اللہ! واہئے استدلال۔

قرآنی آیات کی بحث سے فارغ ہو کر اب ہم ان احادیث کی جانب متوجہ ہوتے ہیں جن کا اضافہ رضا خانیوں کی اس جعلی روئداد میں کیا گیا ہے۔ فاقول و باللہ التوفیق۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت "لقد ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث کے متعلق سر درست صرف اس قدر لکھتے ہیں کہ یہ دعوتے سے خاص ہے۔ اور دعوائی عام دلیل خاص سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ کما بین فی کتب الاصول۔

دوسری روایت جو جناب نے شب معراج کی پیش کی ہے اس کا ترجمہ آپ کے اصول پر یہ ہے۔ "پس میں نے جان لیا (اس شب معراج میں) جو کچھ کہہ چکا اور جو کچھ کہہ گا : "لہذا یہاں وہی سوال وارد ہو گا کہ اس سے کل مراد ہے یا بعض۔ اگر کل مراد ہے تو یہ آپ کے دعوتے سے عام ہے (جیسا کہ رضا خانیوں کے استاد العلماء مولوی نعیم الدین صاحب نے "الکلمۃ العلیا" میں اس کا اعتراف کیا ہے) لہذا یہ دلیل خود آپ کے بھی مذہب کے مخالف اور آپ کے دعوتے سے متخلف ہوگی۔ اور اگر اس سے بعض مراد ہے یعنی وہ جو اس وقت عند اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب تھا تو وہ ہمارے مخالف نہیں وہ بعینہ ہمارا مذہب ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر اس روایت سے یہ علم محیط ثابت ہو گا تو شب معراج میں ہجرت سے بھی بہت پہلے ماننا پڑے گا اور آپ خود اس کے قائل نہیں آپ صرف وفات شریف سے کیا سی روز قبل اس علم محیط کی تکمیل مانتے ہیں۔ لہذا یہ روایت آپ ہی کے بیان کردہ مطلب کے اعتبار سے آپ کے بھی مخالف ہے۔

تیسرے یہ کہ اس روایت کو تا قیامت صحیح نہیں ثابت کیا جاسکتا۔ صحیح ہونا تو درکنار اس کی پوری اسناد بھی نہیں بتلائی جاسکتی۔ راویوں کی جرح و تعدیل تو بعد کی چیز ہے۔ لیکن میاں صاحب! انوس کہ آپ کے سامنے ان چیزوں کا ذکر کرنا ہمارے نزدیک بھینس کے آگے بن بجالے سے کم نہیں۔ کاش کہ کسی ذی علم کا مقابلہ ہوتا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ والی روایت : "قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث" جس کا اضافہ اس رضا خانی روئداد کے صفحہ ۶۶ پر کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب بھی ہرگز یہ نہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وعظ میں رضا خانیوں کا تمام ماکان و مایکون بتلادیا۔ کیوں کہ ظاہر ہے کہ حضور ص نے یہ تو بیان کیا ہی نہ ہو گا کہ "شراب اس طرح بنائی جاتی ہے، جو ایوں کھیلا جاتا ہے۔ فلان وقت ملے (حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

زیادہ غل خانہ میں جانے لگا۔ فلاں وقت پاخانہ میں۔ فلاں وقت کلکتہ کے بازار میں گندم کا یہ نرخ ہوگا۔ جو کا یہ نرخ ہوگا۔ ہندوستان میں ایک شہر بریلی ہوگا اس میں ایک پاگل خانہ ہوگا اور اس میں فلاں فلاں پاگل ہوں گے۔ الغرض میرے نزدیک کوئی عقل مند اس کو گوارا نہیں کرے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر دنیا بھر کی ان خرافات کو بیان کیا جو۔ بلکہ یہ کہنا تو ایک درجہ میں شان نبوت کی توہین کرنا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کام کے لئے تشریف نہیں لائے تھے۔ بلکہ بعثت کی غرض دین الہی کی تعلیم تھی۔ لہذا اس حدیث شریف کا وہی مطلب ہوگا جو ہمارے اور آپ کے دونوں کے مسلم شیخ الشیوخ شاہ عبدالحی صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں لکھا ہے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے الفاظ اس موقع پر یہ ہیں۔ اسی مما یتعلق بالہدین ای کلیاتہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وعظ میں بدرالخلق سے لے کر دخول جنت و دخول تک کی تمام وہ باتیں بیان فرما دیں جو دین سے متعلق تھیں۔ اور اس کے بھی کلیات نہ ہر ہر جزئی۔

اچھڑا اس دلیل کا فیصلہ ایسے کے قلم سے ہوا جس کے سامنے رضا خانی دم نہیں مار سکتے۔ فذلہ الحجة السامیہ۔ یہی شرح زرقانی کی عبارت ”اصحابہ صلی اللہ علیہ وسلم جازمون باطلا عہ علی الغیب“ اس کا جواب صرف اس قدر کافی ہے کہ یہاں غیب سے گل غیب تو نہ تمہارے نزدیک مراد ہو سکے ہیں نہ ہمارے نزدیک۔ لہذا بعض غیب مراد ہوں گے اور اس صورت میں مثبت مدعا نہیں پھر اس سے استدلال بقول مولوی احمد رضا خان صاحب نہ صرف جہالت بلکہ دیوانگی ہے۔

اچھڑا کہ روند ادولیس صاحب نے جس قدر ثبوت کا اضافہ کیا تھا وہ تمام بھی پہلے ثبوت کی طرح ہسباء منشورا ہو گیا۔ وخسر هنالك المبتلون۔

دوسری قسم کا اضافہ جو اس جعلی رونداد میں کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ کریب المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب

(جس کا صفحہ گزشتہ) نے یہ اس لئے عرض کیا گیا کہ رضا خانیوں کا مکان دما یکن بھی دنیا سے زائل ہے آئندہ انشاء اللہ کسی تحریر میں اس کی

تفصیل کی جائے گی۔ (صفحہ ۱۲) اور یہی مطلب بعینہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا ہے جس کا اضافہ

رضا خانی رونداد کے صفحہ ۲ پر کیا گیا ہے۔ ۳

ظلم العالی نے اہلسنت کی طرف سے اپنے دعوے کے ثبوت میں جو آواز قاہرہ پیش کئے تھے اور جن کا جواب مولوی حسرت علی صاحب نمائندہ فرقہ رضا خانی نے قسم کھانے کو بھی نہ دیا تھا ان کے جوابات دینے کی نہایت زبردست کوشش کی گئی ہے، لیکن الحمد للہ نتیجہ وہی ہوا ہے جو آفتاب پر دخول ڈالنے کا ہوا کرتا ہے۔

تاہم ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ انسانی اختصار کے ساتھ ان مضامین پر بھی کچھ تبصرہ کریں۔ وباللہ التوفیق۔
حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں سب سے پہلی آیت کریمہ ^۱وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ پیش فرمائی تھی۔ اور بقول بعض مقامی حکام کے، اس پہلی ہی آیت نے ہر ذی فہم کے لئے منظر کا وہ ٹوک فیصلہ کر دیا تھا۔ اس ذیل پر جو کچھ مولوی حسرت علی صاحب نے مناظرہ میں کلام کیا تھا وہ اور اس کا جواب تو صاعقہ آسمانی میں مذکور ہو چکا ہے وہاں ملاحظہ فرمایا جائے۔

اب چھ ماہ کے بعد اس جعلی روئداد میں حضرت مولانا کی اس دلیل کے متعلق بہت کچھ خامد فرسائی کی گئی ہے۔ لیکن خلاصہ اس ساری تطویل لا طائل کا بھی صرف وہی دو باتیں ہیں جو مولوی حسرت علی صاحب نے تھوڑے لفظوں میں کہہ دی تھیں۔ ایک یہ کہ آیت کریمہ میں شعر سے وہ شعر مراد نہیں ہو سکتا جس کو عرب میں عام طور پر شعر کہا جاتا تھا، بلکہ صرف تنجیلات کا ذہ مراد ہیں۔ دوسرے یہ کہ علم سے اس آیت کریمہ میں صرف نکتہ مراد ہے۔

لیکن روئداد نویس صاحب اس کے اس دندان شکن جواب سے بالکل ہی آنکھ میچ گئے جو مناظرہ میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے دیا تھا اور جو صاعقہ آسمانی کے صفحہ ۱۲۶ پر مذکور ہے۔ جس کے بعد مولوی حسرت علی صاحب اس آیت شعر کے متعلق ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکال سکے۔ ناظرین سوال مذکورہ بالا پھر ملاحظہ فرمائیں۔

اہلسنت کی طرف سے دوسری دلیل آیت کریمہ ^۲اِنَّ الساعۃَ اَیۡۃُ اَکۡثَادٍ اُخۡضِیۡمَہَا الْاَیۡۃُ

۱۔ ترجمہ: نہیں سکھایا ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر اور نہ ان کی شان۔ رفع کے مناسب تھا۔ ۱۲

۲۔ صاعقہ آسمانی کے صفحہ ۱۲۶ پر بحوالہ تفسیر ابن کثیر ایک روایت نقل کی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور

حضرت صدیق اکبر و فاطمہ علیہم السلام نے بھی آیت کریمہ کا وہی مطلب سمجھا ہے جو ہم مراد لیتے ہیں، نہ وہ جو رضا خانی کہتے ہیں ۱۳

۱۴۔ تحقیق قیامت کے دن والی ہے میں ارادہ کرتا ہوں یہ کہ اس کو چھپاؤں۔ ۱۴

پیش کی گئی تھی۔ روزداد نویس صاحب نے اس پر بھی بہت کچھ گہرا نشانی فرمائی ہے۔ اور سوالات و سوالات پیدا کئے ہیں۔ لیکن کاش کہ میاں صاحب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تفسیروں کو بھی نقل فرمادیتے جو اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے پیش فرمائی تھیں اور جو صاعقہ آسمانی صفحہ ۱۰۵ پر ہیں۔ لیکن نقل کیے کرتے، صاف خفایت کا جو گھر بگڑتا تھا۔ خیر ہم اب ان کو پھر نقل کرتے ہیں۔

جبرائیل علیہ السلام کے چچا زار بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ **يَقُولُ لَا أَظْهَرُ عَلَيْهَا أَحَدٌ غَيْرِي** یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔ اپنے سوا اس قیامت (کے وقت) پر کسی کو اطلاع نہ دوں گا۔ روایت کیا اس کو ابن ابی حاتم نے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں **وَلَعَمْرِي لَعَدَاخُفَاها اللهُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَمِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالرَّسُلِينَ**۔ یعنی بخدا قیامت کے وقت کو چھپا لیا ہے اللہ تعالیٰ نے مقرب فرشتوں اور انبیوں اور رسولوں سے۔ روایت کیا اس کو ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے۔ غویا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اس وقت فرما رہے ہیں جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کو ایک عرصہ ہو چکا ہے۔ فرماتے میاں صاحب کیا اب بھی کسی سوال میں کچھ نہیں باقی ہے یا سب کا خاتمہ ہو گیا؟ اگر کچھ بھی رہا تو صاف کہہ دینا۔ تیسری دلیل سورہ لقمان کی آخری آیت **إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ عِنْدَ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ** پیش کی گئی تھی جو آج تک سنبھل کے عوام کی بھی زبان پر ہے۔

اس آیت کریمہ کے متعلق بھی روزداد نویس صاحب نے کئی ورق سیاہ کئے ہیں۔ ادھر یہ ہے کہ بے چاروں نے اپنے قلم کا سدا ہی روز ختم کر دیا ہے۔ اور مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی کی **الْكَلْبَةُ الْعَلِيَا** کے ورق کے ورق

ملے جو تحقیق اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم۔ اور وہی نازل کرتا ہے بارش کو۔ یعنی یہ بھی اسی کے علم میں ہوتا ہے کہ بارش کب ہوگی، اور وہی جانتا ہے جو کچھ عورتوں کے رحم میں ہوتا ہے۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ ان مرنے والے تحقیق اللہ ہی جانتا ہے والا خیر۔

نقل کر ڈالے ہیں لیکن حاصل اس ساری تطویل کا بھی صرف یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں جن پانچ چیزوں کا ذکر ہے غیر متحرک سے صرف ان کے علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے ورنہ ان کا علم بعلطائف الہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بہت سے اولیاء کرام کو حاصل ہے۔

ہمیں افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ اگر میاں صاحب اس موقع پر حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تفسیر کو بھی نقل کر دیتے جو مناظرہ میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہ العالی نے اس آیت کریمہ کے مطالب پر روشنی ڈالتے ہوئے بحوالہ ”تفسیر ابن کثیر“ پیش فرمائی تھی تو آج ہمیں کچھ عرض کرنے کی حاجت نہ ہوتی۔ اس سے خود معلوم ہو جاتا کہ صرف علم ذاتی کی نفی ہے یا علم عطائی کی بھی۔ لیکن وہاں تو ٹھہری ہوئی ہے کہ مقابل کی بات کو کبھی پورا نقل کیا ہی نہیں جائے گا۔ خیر اب ہم اس کو نقل کرتے ہیں۔

تفسیر ابن کثیر صفحہ ۳۲۸۔ جلد ۸ پر ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا۔
 خمس من الغیب استأثر بہن اللہ فلم یطلع علیہن ملکا
 مقربا ولا نبیا مرسلًا۔

یعنی یہ غیب کی پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے ان کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے نہ کسی نبی اور رسول کو (علیہا الصلوٰۃ والسلام)۔

فرمائیے ! یہ علم عطائی کی نفی ہوئی یا علم ذاتی کی ؟ اس سے بھی بڑھ کر اگر ثبوت درکار ہو تو ملاحظہ فرمائیے اس روایت کو انہیں علوم خمسہ کے متعلق مناظرہ میں پیش کی جا چکی ہے۔ اور ”صاعقہ آسمانی“ کے صفحہ ۱۳۹ پر درج ہے اور نہ معلوم کمن سے دل سے آپ نے بھی اپنی روئداد کے صفحہ ۵۳ پر اس کو نقل کر دیا ہے۔ اصل روایت صاعقہ آسمانی میں ملاحظہ فرمائی جائے۔ یہاں صرف اس کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

روایت کیا ہے سعید بن منصور اور امام احمد اور امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت ربیع بن

۱۔ یہ کُل عبارت چند سطر کی ہے اور اس سند میں نہایت مفید ہے یہاں صرف اس کا پہلا ٹکڑا نقل کر دیا گیا ہے۔ پوری عبارت

حواش رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ ”مجھ سے حدیث بیان کی ایک شخص نے بنی عامر میں سے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا علم میں سے کوئی ایسی بات باقی رہ گئی ہے جس کو آپ نہ جانتے ہوں حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت خیر سکھایا اور بہت تحقیق ابھی علم میں سے وہ بھی ہے جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہی پانچ چیزیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور استشہاد یہی آیت پڑھ دی، ان اللہ عنہ علم الساعة الا یہ ۛ

کہئے! کیا اب بھی کہا جاسکتا ہے کہ صرف علم ذاتی کی نفی ہے نہ عطائی کی۔ آپ کی عقل رسالت کچھ زیادہ بعید تو نہ تھی لیکن اس کا کیا علاج ہے کہ آپ اپنی روئداد کے صفحہ ۵۵ پر اسی حدیث کے متعلق یہ لکھ چکے ہیں کہ ”اس حدیث سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک حضور کو ان علوم خمسہ پر اطلاع نہ دی گئی ہو۔ انہی ۛ لیجئے یہاں تو آپ نے کھلے لفظوں میں اقرار کر لیا کہ ان پانچوں چیزوں کے علم عطائی کی نفی سے ۛ

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں

زلیخانے کیا خود پاک دامن ماہ کنعان کا

احمد اللہ کہ علوم خمسہ کی بحث میں جو کچھ اوراق آپ نے سیاہ کئے تھے ان کو خود ہی قلم نہ بھی کر دیا اور ہم کو کچھ زیادہ عرض کرنے کی حاجت نہ رہی۔ وکفی اللہ المؤمنین القتال۔

رہا آپ کا اور آپ کے بڑوں کا یہ فرمانا کہ ممکن ہے ان پانچوں چیزوں کا علم اس حدیث کے بعد عطا فرمایا گیا ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ باب عقائد میں کوئی بات بے دلیل نہیں سنی جاتی تا وقتیکہ کسی دلیل سے یہ نہ ثابت کر دیا جائے کہ اس حدیث کے بعد ان پانچوں چیزوں کا علم کلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا گیا۔ اس وقت تک یہ ۛ

ۛ اگر کہا جائے کہ یہ اقرار صرف حدیث کے متعلق ہے، نہ آیت قرآنی کے متعلق۔ تو ہر نام یہ ناممکن ہے کہ اس حدیث میں تو علم

عطائی کی نفی ہو اور آیت میں صرف ذاتی کی۔ ورنہ لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس موقع پر اس آیت کو بطور استشہاد

تلاوت فرمانا، منافخانیوں کا سب سے محل اور بے جوڑ استدلال ہو۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ ۛ

ہرگز قابلِ سماعت نہ ہوگی۔ اور یہ انشاء اللہ العزیز قیامت ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

جو روایات آپ نے روزِ مہر کے صفحہ ۳۳ و ۳۴ و ۳۵ و ۳۶ و ۳۷ پر علومِ خمسہ کے ثابت کرنے کے لئے اپنے بڑوں کے رسالوں سے نقل کی ہیں مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت امام مہدی کے پیدا ہونے کی خبر دینا، حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے میاں صاحبزادہ کے تولد کی اطلاع دینا، یا غزوہ خیبر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق **لا عظیمین** هذه الراية عند الحديث ارشاد فرمانا، یا مقتولین بدر کی قتل گاہیں دکھانا یا قبل از قیامت ایک عالمگیر بادشہ ہونے کی خبر دینا وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس سے ان پانچوں چیزوں کا علم کلی ثابت ہو سکے۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک میں صرف جزئی واقعات کا ذکر ہے جس کا کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیبِ پاک کو علومِ خمسہ کے بہت سے جزئیات کی اطلاع دی۔ لیکن ان کا علم کلی کسی کو عطا نہیں فرمایا۔ اگر علم کلی اور جزئی کا یہ فرق یاد رکھا جائے تو پھر انشاء اللہ کوئی مضامین دھوکہ نہیں دے سکتا۔

یہی جوابِ عجیبہ میاں صاحب کی اس مہمل تقریر کا ہے جو آیت کریمہ **و عندہ مفاتيح الغیب لا یعلمہا الا هو** کے متعلق کر کے میاں صاحب نے کاغذ کو بھی اپنے دل کی طرح سیاہ کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ طے شدہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں مفاتيح الغیب سے یہی پانچ چیزیں مراد ہیں جیسا کہ مناظرہ میں متعدد روایات سے ثابت کیا جا چکا ہے، دیکھو صاعدی، بلکہ سورۃ لقمان کی مذکورہ بالا آیت **ان اللہ عندہ علم الساعة** الحدیث۔ بحکم حدیث نبوی اسی آیت **مفاتيح الغیب** کی تفسیر ہے لہذا جو مطلب اس کا ہو گا وہی اس کا بھی ہو گا۔ اور الحمد للہ کہ ہم روزِ روشن کی طرح ثابت کر چکے کہ سورۃ لقمان کی اس آیت میں عطائی کی بھی نفی نہ صرف ذاتی کی۔ بس انہیں دلائل سے ثابت ہو گیا کہ آیت مفاتيح الغیب میں بھی عطائی کی نفی ہے۔

پھر یہ کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تو صریح ارشاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مفاتيح الغیب کا علم عطا نہیں فرمایا گیا بلکہ حفظ ہو قیام الباری شریف شرح بخاری شریف۔ لیکن ہمارے میاں صاحب یہی فرماتے جاتے ہیں کہ ان آیات سے علم عطائی کی نفی نکالنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو گھٹانا ہے۔ ایسی تو بیوقوفانہ

سے توبہ کرنی چاہئے۔

ادخالو ! تم اور تمہارے بڑے تعظیم کرتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ شانِ مصطفویٰ کو گھٹاتے اور توہین کرتے ہیں۔ اسے وہ تو وہ پاک ذات ہے جس نے عمر بھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کفش برداری کی اور وہ صاحب النعل و الوسادة کا لقب پایا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں اول اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو ایک زمانہ تک یہ سمجھتا رہا کہ عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اہل بیت نبوت سے ہیں۔ کیوں کہ میں دیکھتا تھا کہ آپؐ گھر والوں کی طرح بلا روک ٹوک کا شائد نبوت میں آجایا کرتے تھے۔ یہ وہی ابن مسعود ہیں ملائکہ جن کا ادب کرتے تھے۔ یہ وہی ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم جن کو جناب رسالت تاب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا راز دار کہا کرتے تھے۔ لیکن آج وہ رضا خانی جن کا امام ناخر جام خان بریلوی اپنے پیر بھائی کی نسبت کرتا ہے کہ۔

”جب اُن کا انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اتر اچھے بلا مبالغہ

وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضۃ النور کے قریب پائی تھی“

(ملفوظات خان بریلوی، ص ۲۵)

اور پیر کی قبر میں تو شاید اور کچھ بڑھ چڑھ کر ہوگی، آہ ! اس کے ہمتہ ہی کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ غلام تھے انہوں نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹائی۔ ایسی توہین کرنے والے کو توبہ کرنی چاہئے۔ اگرچہ کہا کچھ ایک ترجیح سے ہے۔

اے بزرگانو ! یاد رکھو ان بے گناہوں کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ قیامت کا میدان ہوگا اور تمہاری زبانوں کے گھماؤل غدا فی دربار میں طالب انصاف ہو کر آئیں گے جن کے آگے سر دار دو جہاں کے غلام ہمارے آقا و مولیٰ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہوں گے جن کی جوتی کا تسمہ بادشاہوں کے تاج سے زیادہ قیمتی ہے۔ اونچے پیچھے اس آخری دور کے مظلوم مدنی تاجدارم کے غلامان غلام ہم اور ہمارے اکابر ہوں گے۔ منتظر ہو اور حساب کے لئے تیار ہو جاؤ۔ خیر بات کہیں کی کہیں جان پہنچی اور اپنے اس آقا کی حمایت میں ہمارا لہجہ کچھ زیادہ تلخ بھی ہو گیا۔ لیکن ہم واللہ معذور ہیں۔

کیوں کہ دل جہلوں کے لبوں پر غصاں نہ ہو
ممکن نہیں کہ آگ لگے اور دھواں نہ ہو

اب ہم اس مضمون کو ہمیں ختم کرتے ہیں اور اپنے اصلی مقصود کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایا جائے ان تین مذکورہ بالا آیات کریمہ کے علاوہ چھ آیتیں اور بھی حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے قیامت کے وقت خالص کے علم کے متعلق پیش فرمائی تھیں ان سب کے متعلق بھی ہمارے عنایت فرما مولوی اجمل میاں صاحب نے ان تمام تفاسیر سے آنکھ بند کر کے جو حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے ان آیات کا مطلب بیان کرتے ہوئے مناظرہ میں پیش فرمائی تھیں اور جو ہر آیت کے ذیل میں صاعقہ آسمانی میں درج ہیں۔ نہایت جرأت کے ساتھ یہی لکھ مارا ہے کہ ان سب میں بھی صرف علم ذاتی کی نفی ہے علم عطائی کی نہیں۔ ہم مفسرین کی تمام عبارات کو نقل کر کے اپنی اس تحریر کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتے۔ صرف حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک فرمان صاعقہ آسمانی ہی سے نقل کرتے ہیں جو انہوں نے آیت کریمہ **يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مَرْسَلُهَا قُلْ إِنَّمَا** علمہا عند ربی **الآیہ (اعراف ۱، رکوع ۲۳)** کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

”و انما علمہا عندہ استاثر بعلمہا فلم یطلع علیہا ملکاً ولا رسولاً“

یعنی اس (قیامت کے وقت) کا علم بس اللہ ہی کو ہے، اس نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔ پس نہ کسی فرشتہ کو اس کی اطلاع دی اور نہ کسی رسول کو“

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان تفسیر کی بہت سی کتابوں مثلاً ابن کثیر، خازن، درمنثور وغیرہ میں موجود ہے۔ ناظرین اس سے فیصلہ فرمائیں کہ آیا یہاں صرف علم ذاتی کی نفی ہے یا عطائی کی بھی۔ اس کے علاوہ تفاسیر کی اور عبارات صاعقہ آسمانی میں ملاحظہ فرمائی جائیں۔

پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے: ”اے ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے بارے میں کہ کب آئے گی۔ فرمادیجئے بس اس کا علم میرے رب ہی کو ہے۔ میں ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت خاص پر مگر اللہ تعالیٰ بھاری ہے وہ آسمانوں اور زمینوں میں وہ اچانک بے خبری ہی میں آئے گی وہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کو جانتے ہیں کہ دیجئے اس کا علم صرف (بقیہ حاشیہ پر صفحہ آئندہ)

آیت کریمہ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم
لنا انک انت علام الغیوب۔

کا جواب روئداد نویس صاحب نے یہ دیا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا یہ فرمانا کہ ہم کو علم نہیں۔ صرف
ادب کے طور پر ہوگا۔ اور اس کے ثبوت میں رضا خانیوں کے استاذ العلماء مولوی نعیم الدین صاحب کے رسالہ۔
”الکلمۃ العلیا“ سے بحوالہ تفسیر خازن ایک عبارت بھی نقل کی ہے۔ اس کے متعلق ہمیں صرف یہ کہنا ہے کہ
تفسیر خازن سے صرف اس محطے کو نقل کر دینا اور ادلہ و آخر کو ہضم کر جانا تمہاری اور تمہارے استاذ العلماء ہی کی حیا داری
ہے۔ چوری کریں اور وہ بھی ہاتھ میں چراغ لے کر چلے۔ چہ ولا در سمت دزدے کہ بجھ چراغ دارد

ناظرین کرام! علامہ علی بن محمد خازنؒ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں چند اقوال نقل فرمائے ہیں
پہلا قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔ انبیاء علیہم السلام سوال خداوندی کے جواب
میں فرمائیں گے کہ ہم کو آپ کا عالم نہیں۔ کیوں کہ آپ ان لوگوں کے ظاہر و باطن دونوں کو جانتے ہیں اور ہم کو صرف
ان کے ظاہر کا علم ہے۔

دوسرا قول آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ نقل فرمایا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام سوال خداوندی کے جواب میں فرمیں
گے کہ جب تک ہم دنیا میں رہے ان کے اقوال و افعال کا ہم کو علم رہا اور جب دنیا سے ہمیں اٹھا لیا گیا پھر ہمیں معلوم
نہیں کہ کیا ہوا اور انہوں نے کیا کیا بدعتیں ایجاد کیں۔

تیسرا قول یہ نقل فرمایا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام عرض کریں گے اے بار اللہ ہم کو معلوم نہیں کہ آپ
کی اس میں کیا حکمت ہے کہ ہم سے اُس بات کا سوال کیا جا رہا ہے جس کا علم آپ کو ہم سے زیادہ ہے۔
(ان تینوں اقوال سے اہلسنت و جماعت کی پوری پوری تائید ہوتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے)۔

چوتھا قول ایک اور نقل کیا ہے لیکن چونکہ خود ہی اس کو ضعیف اور قابل اعتراض قرار دیا ہے لہذا ہم اس کا نقل
کرنا بھی غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ اس ضعیف قول کے بھی بعد اخیر میں وہ قول نقل کیا ہے جس کو مولوی نعیم الدین صاحب نے
الکلمۃ العلیا میں لیا ہے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ مفسر نے اس کو اختیار کیا ہو بلکہ اس کے بعد ہی متصلاً دوسری

بقیہ ماشیہ صفر گزشتہ: اللہ تعالیٰ کو ہے، لیکن بہت سے لوگ اس سے ناواقف ہیں

سطر میں انٹ انت علام الغیوب کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ یعنی انٹ تعلقہ ماغاب علام
یعنی انبیاء علیہم السلام کا مطلب یہ ہے کہ اے پروردگار آپ اندرونی باتوں کو بھی جانتے ہیں اور ہم صرف ظاہری باتوں کو
اندرونی حالات کی ہم کو خبر نہیں۔

افسوس ہے مولوی نعیم الدین صاحب کی دیانت پر کہ ادل و آخر سب حذف کر کے درمیان سے ایک ٹکڑا مفید مطلب
نقل کر دیا اور کہہ دیا کہ تفسیر خازن میں یوں لکھا ہے۔ مولوی صاحب اگر جاری نہیں تو خدا و رسول کی تو شرم کی ہوتی۔
شرم بادست از خدا و از رسول

الحمد للہ کہ رونداد نویس صاحب نے جن گیارہ آیات کریمہ پر کچھ کلام فرمایا تھا اس سب کا کافی شافی جواب اپنی
پنزد سطور میں ہو چکا۔ یہی آیت کریمہ نمبر ۱۲ وما یعلم جنود ربک الا هو اس کا جواب ہونا
عملاً خود میاں صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ چنانچہ اس آیت کریمہ کو (شاید بھول کر) اپنی رونداد کے صفحہ ۱۱ پر نقل تو کر دیا ہے لیکن
جواب سے بالکل ہی جواب ہے۔ اور آیت کریمہ نمبر ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ کو تو نقل بھی نہ کیا بالکل ہی منہم کر گئے۔ شاہدش اے
فاضل نوجوان شاہدش مردوں کو ایسا ہی چاہئے۔

علیٰ ہذا رسول پاک صاحب لولاک کی جس قدر احادیث شریفہ و حضرات صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
و علیٰ ہذا کلام و صفویا بہ عظام کے جتنے بھی اقوال کریمہ حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب نے مناظرہ کے آخری اجلاس میں پیش فرمائے
تھے جنہوں نے رضا خانیوں کے اس غیبیہ عقیدہ کی بالکل ہی قطعی کھول دی تھی ان سب کو تو ایسا ہضم کیے کہ شاید ڈکار تک
بھی نہ لی۔ ناظرین ان سب کو صاعقہ آسمانی میں ملاحظہ فرمائیں۔ ہم اس سلسلہ کو یہیں ختم کرتے ہیں۔ اور ناظرین کے مزید فائدہ کے
لئے حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب کے ان مطالبات و مواخذات کی ایک فہرست پیش کرتے ہیں جن کے جوابات مولوی
حشمت علی ندوے سکے۔ اور چھ ماہ کی متفقہ کوششوں کے باوجود رضا خانی رونداد بھی جن کے جواب سے خالی ہے۔ ملحوظ رہے
کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے کبھی دوران مناظرہ میں اپنے مطالبات کی کوئی فہرست نہیں سنائی اور نہ ان کو قرآن و
حدیث پیش کرنے سے ان غیر ضروری باتوں کی فرصت ملی اور نہ حقیقت یہ مناظر کا کام ہے۔ ہاں جس کے پاس

مولوی حسرت علی صاحب کی طرح اوقات پُری کا کوئی سامان نہ ہو وہ ہر چانس میں اگر یہ بے کار باتیں نہ کرے تو بیچارہ اور کیا کرے۔ الغرض حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے کبھی اس بے کار مد میں اپنا کوئی منٹ صرف کرنا سب نہ سمجھا اور نہ ہم نے رد و داد مناظرہ صاعقہ آسمانی میں کوئی فرست اس قسم کی شائع کی اور نہ اس کی ضرورت سمجھی۔ اب جب کہ بعض احباب نے اس پر اصرار کیا ہے تو ہم بھی اس ضمیمہ میں ان مطالبات و مواخذات کی ایک فرست شائع کرتے ہیں۔

ناظرین ! حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب کے مطالبات دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ گرفتیں جو مولوی حسرت علی صاحب کی تقریروں پر کی گئیں اور وہ ان کے جوابات سے عاجز رہے۔ دوسرے وہ ادلہ و تائیدات جو مذہب اہلسنت و جماعت کے ثبوت میں حضرت مولانا نے پیش کیں اور مولوی حسرت علی صاحب باوجود پے درپے مطالبہ کے ان کے کچھ جوابات نہ دے سکے۔ پہلی قسم کے مطالبات کی تعداد شتر اور دوسری قسم کے مطالبات کی ساٹھ ہے۔ فرست ہدیہ ناظرین ہے۔

فرست مطالبات قسم اول

انشاء اللہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا جائے گا جو کچھ عرض کیا جائے گا بحوالہ صفحہ صاعقہ آسمانی سے نقل کیا جائے گا۔

(۱) صفحہ ۸۸ و ۸۹۔ قرآن عزیز کا نزول کب ختم ہوا ؟ اس سوال کے جواب میں بہت دیر تک تو مولوی حسرت علی صاحب نے اڑاں گھائیاں ہی کاٹیں (جس کا اقرار رضا خانی روئداد میں بھی ہے) بڑی عرق ریزی کے بعد مولوی رحمہ اللہ صاحب نے ایک روایت کسی رسالہ سے بڑھوائی۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یوم وفات تک وحی نازل ہوئی۔ اس پر مولانا محمد منظور صاحب یہ نقص کیا۔

(۲) صفحہ ۹۰۔ اس سے مطلق وحی کے اختتام کا وقت معلوم ہوا، نہ قرآن عزیز کا۔ حالانکہ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ پھر بے چاروں نے ایک دوسری روایت اکیاسی روز والی نکال کر مولوی حسرت علی صاحب سے پیش کرانی۔ حضرت مولانا نے اس پر یہ نقص فرمایا۔

(۳) صفحہ ۹۱۔ کہ جن لوگوں کا یہ قول ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ اس مدت کے بعد احکام کی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اور دوسری قسم کی آیات اس کے بعد بھی نازل ہوئی ہیں لہذا یہ جواب بھی صحیح نہیں۔

۴ : صفحہ ۱۰۔ آپ کا یہ کہنا کہ تمام علوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب ہیں قرآن عزیز کا مقابلہ کرنا ہے اس میں علم شعر کے متعلق صاف ارشاد ہے کہ وہ آپ کی شان کے مناسب نہیں۔

۵ : صفحہ ۱۰۔ آپ کے اس قول سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ جوئے بازی، شراب سازی وغیرہ کا علم بھی حضور کی شان کے مناسب ہو۔

۶ : صفحہ ۱۰۔ اگر آیت کریمہ وما علمناہ الشعر میں شعر منطقی بھی مراد ہو تو ہمارا مدعا پھر بھی ثابت ہے کیوں کہ وہ بھی ماکان و ماکون میں داخل ہے۔

۷ : اگر آپ کے نزدیک اَحْکَادُ اُخْفِیْمَا میں اخفاہ کسی خاص زمانہ تک محدود تھا تو اس تحدید کے دلیل پیش کیجئے۔

۸ : صفحہ ۱۰۔ میں نے جس آیت کا مطلب بیان کیا ہے وہ یا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان فرمودہ ہے۔ یا حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا یا علامہ نسفیؒ کا۔ لہذا آپ کا میرے بیان کردہ مطالب کو غلط کہنا ان حضرات کی تفسیر سے ہے۔

۹ : صفحہ ۱۰۔ سورۃ لقمان والی آیت کا مطلب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف سے بیان کیا گیا ہے کیا آپ کے نزدیک معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قرآن عزیز کا مطلب نہیں سمجھا۔

۱۰ : کہئے کیا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کی ان تصریحات کے علم کے بعد بھی یہ عقیدہ رکھنے کی گنجائش ہے کہ قیامت کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔

۱۱ : صفحہ ۱۰۔ کیا انہیں شیخ عبدالحی صاحب محدث دہلویؒ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں متنازعین کے موافق ہیں جنہوں نے اشۃ اللمعات کے صفحہ ۳۳، جلد ۴ و صفحہ ۵۴، جلد ۱ پر تصریح کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم حاصل نہیں تھا۔

۱۲ : صفحہ ۱۰۔ مابرج النبوت کی عبارت کا ہرگز وہ مطلب نہیں ہو سکتا جو آپ بیان کر رہے ہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ مساوات اور برابری لازم آجائے گی۔ اور اس کو مولوی احمد رضا خان صاحب بھی کفر کہتے ہیں۔

۱۳ : صفحہ ۱۰۔ پھر یہ مطلب خود حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے مسلک کے بھی مخالف ہے۔ کیونکہ علم قیامت کے متعلق ان کا عقیدہ ابھی معلوم ہو چکا ہے۔

۱۳ صفحہ - کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں کہ مسئلہ علم غیب کا فیصلہ کسی کو نہایت مقرر کر کے حضرت شیخؒ ہی

کی تصانیف سے کر لیا جائے۔

۱۵ صفحہ - حدیث (رأیت ربی عز وجل) کس زمانہ کی ہے۔

۱۶ صفحہ - چونکہ یہ واقعہ شب معراج میں پیش آیا ہے (جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت شاہد

ہے) لہذا اگر اس سے صحیح ماکان و مایکون کا علم ثابت ہوگا تو ہجرت سے بھی پہلے مکہ معظمہ میں ماننا پڑے گا اور آپ اس کے خود قائل نہیں۔

۱۷ صفحہ - حضرت ثوبانؓ کی روایت سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ جس وقت حضور ص کو یہ

مشاہدہ کرایا گیا ہو اس وقت دنیا میں جو کچھ تھا اس کو آنحضرت ص نے دیکھ لیا ہو۔ اور یہ جمیع ماکان و مایکون کا کروڑوں حصہ بھی نہیں۔

۱۸ صفحہ - پھر اس حدیث میں صرف زمین کا ذکر ہے اور ماکان و مایکون میں عرش کرسی، لوح و قلم

سب ہی داخل ہے۔

۱۹ صفحہ - پھر جس قدر کا علم لازم آتا ہے اس کا بھی تفصیلی نہیں۔ کیونکہ روایت کے لئے علم تفصیلی

ضروری نہیں۔

۲۰ صفحہ - علیٰ ہذا حدیث (فعلمت ما فی السموت والارض) سے بھی صرف

اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت جو کچھ زمین و آسمان میں تھا اس کا علم اجمالی ہو گیا۔ اور ظاہر ہے کہ اس وقت اس زمانہ کی بہت سی چیزیں موجود نہ تھیں۔ میں بھی موجود نہ تھا، آپ بھی موجود نہ تھے، یہ پتہ ال بھی موجود نہ تھا۔

۲۱ صفحہ - حضرت شیخؒ کی عبارت میں لفظ "بود" خود اسی مطلب کی تائید کر رہا ہے جو بیان کیا گیا۔

۲۲ صفحہ - کیا حضرت خذیفہؓ کی روایت کا یہ مطلب ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس وعظ میں یہ بیان

فرمایا کہ جو ایوں کھیل جاتا ہے، دیکھو شراب یوں بنائی جاتی ہے، پوری یوں کی جاتی ہے۔ میرے نزدیک تو کوئی عقلمند اس کو گولاند کرے گا۔

۲۳ صفحہ - پھر یہ کہ حضرت خذیفہؓ کی حدیث میں نہ کیا تھی روز کا ذکر ہے نہ بیاسی روز کا۔

۲۲ : صفحہ — نیز حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی اس کا کوئی ذکر نہیں۔

۲۵ : صفحہ — آیت کریمہ و علمک ما لو تکن قلعہ کب نازل ہوئی۔

۲۶ : صفحہ — یہ آیت کریمہ میں نازل ہوئی ہے اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً

سات برس دنیا میں رونق افروز رہے۔ لہذا اس کو آپ کے دعوے سے کوئی تعلق نہیں۔ اس نقص کے علاوہ بعض

۲۷ و ۲۸ : اور بھی اس دلیل پر پیش کئے گئے تھے جو صاعقہ آسمانی میں نمبر وار مذکور ہیں۔ ملاحظہ ہو صفحہ

۲۹ : صفحہ — کیا آپ لوگ اس تفسیر کو بھی سینے سے لگائیں گے (اور بسر و چشم قبول کریں گے) جو حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر سے ٹکڑائے (اور اس کے مخالف ہو) یا للعجب۔ زبانی محبت کا دعوے تو اتنا لانا چھوڑا اور دل کی یہ حالت۔

۳۰ : صفحہ — کیا آپ کے نزدیک ان کا غلہ اور پھٹول کا نام تفسیر ہے ؟ مہربان من ! تفسیر کے

معنی ہیں قرآن شریف کے معانی کو کھولنا اور بیان کرنا۔ دیکھو حواشی تفسیر جلالین وغیرہ۔

۳۱ : صفحہ — حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مقولہ ہے کہ اگر میرا کوئی قول حدیث نبوی کے مخالف پاؤ تو دیوار

پر مار دو۔ تو کیا آپ کے نزدیک اس کا یہ مطلب ہوگا کہ قول امام کوئی ڈھیلا یا پتھر ہے۔

مولوی حسرت علی صاحب کی دلیل نمبر ۲ کے متعلق تین سوال۔

۳۲ : ۳۳ : ۳۴ : نمبر وار درج ہیں۔ ملاحظہ ہو صاعقہ آسمانی صفحہ

۳۵ : صفحہ — امام بخاری اور امام احمد وغیرہ کی روایت نے صاف طور پر بتلادیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے بھی علم عطائی کی نفی سمجھی ہے۔

۳۶ : صفحہ — حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایات نے بھی بتلادیا کہ علم

عطائی کی نفی کی گئی ہے۔

۳۷ : صفحہ — کیا اس کے بعد بھی کسی کو یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ صرف علم ذاتی کی نفی ہے۔

۳۸ : صفحہ — جب یہ ثابت ہو چکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت عبداللہ بن عباسؓ و حضرت

عبداللہ بن مسعودؓ نے بھی علم عطائی کی نفی سمجھی ہے تو پھر آپ کے استاذ مولوی نعیم الدین صاحب کا یہ لکھنا کہ ”اس

آیت سے نفی علم عطائی کی نکالنا ظلم ہے۔ "خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت ابن عباس رضی و ابن مسعود رضی
کہ ظالم کہتا ہے جو خالص کفر ہے۔

۱۳۹ صفحہ — جب کہ یہ معلوم ہو چکا کہ آیت کریمہ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ما
ذا احببتہ قالوا لا علم لنا الآیۃ میں انکار انبیاء علیہم السلام کی جانب سے ہو گا تو پھر آپ کے استاذ
مولوی نعیم الدین صاحب کا یہ لکھنا کہ: "ایسے انکار سوائے ادب پر محمول ہوتے ہیں" کیا صاف طور پر حضرات انبیاء
علیہم السلام کو بے ادب اور گستاخ کہنا نہیں ہے، اور یقیناً ہے اور وہ بھی خالص کفر ہے۔
مولوی حسرت علی صاحب کی دلیل نمبر ۳ پر جو تین سوال۔

۴۰، ۴۱، ۴۲۔ کئے گئے تھے وہ صاعدہ آسمانی صفحہ — پر نمبر وار درج ہیں۔ ملاحظہ فرمائے

جائیں۔

مولوی حسرت علی صاحب کی دلیل نمبر ۴ پر جو تین سوال۔

۴۳، ۴۴، ۴۵۔ کئے گئے ہیں وہ صفحہ — پر نمبر وار درج ہیں۔

نیز دلیل نمبر ۵ پر جو تین سوال

۴۶، ۴۷، ۴۸۔ کئے گئے ہیں وہ بھی حوالہ بالا پر ملاحظہ ہوں۔

۴۹ صفحہ — آیت کریمہ عالم الغیب فلا یراہ علی غیبہ أحد الاۃ میں

سلب عموم ہے یا عموم سلب یا سلب خصوص۔

۵۰ صفحہ — اور بہر تقدیر مستثنی متصل ہے یا منقطع۔

۵۱ صفحہ — علیٰ ہذا آیت کریمہ ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب الاۃ میں

سلب عموم ہے یا عموم سلب یا سلب خصوص۔

۵۲ صفحہ — اور بہر تقدیر مستثنی متصل ہے یا منقطع۔

۵۳ صفحہ — آپ کی دلیل نمبر ۶ سے بقول آپ کے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کو کسی ذریعہ سے اعمال امت کی اطلاع ہوتی ہے اور یہ آپ کے دعوے کا کر وڑواں حصہ بھی نہیں۔

مولوی حسرت علی صاحب کی دلیل نمبر ۸ پر جو تین اعتراض۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے وارد کئے تھے وہ حوالہ بالا پر نمبر وار درج میں ملاحظہ

فرماتے جاتیں:

۴۸ صفحہ — آپ کا یہ فرمانا کہ ”جو علوم اللہ تبارک و تعالیٰ کی شان کے مناسب ہوں وہ انھیں

صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیے غیر مناسب ہو سکتے ہیں“ مخلوق کو خالق عزوجل پر قیاس کرنا ہے اور یہ قیاس مع الفارق

ہے۔ قرآن عزیز میں صاف ارشاد ہے۔ لیس کمثل شی۔

۴۹ صفحہ — دیکھو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا انسان کا فرض ہے اور کسی مخلوق کی عبادت کرنا شرک

اور کفر الٰہ۔

۵۰ صفحہ — خود آپ کے اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں کہ ”خداوند تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ذاتی ہے۔ اور اگر

کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک ذرہ کے کروڑ ویں حصہ کا بھی ذاتی طور پر مانے تو بلاشبہ مشرک ہے“

کہئے ان کے متعلق کیا ارشاد ہے۔

فہرست مطالبات قسم دوم

یعنی وہ آدھ و تائیدات جن کے جواب کا مطالبہ مولوی حسرت علی صاحب سے کیا گیا اور وہ ان کے جوابات سے

عاجز ہے۔

۵۱ صفحہ — وما علمناہ الشعر ہم نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر نہیں سکھایا۔

۵۲ صفحہ — وما ینبغی لہ اور نہ علم شعر ان کی شان کے مناسب ہے۔

۵۳ صفحہ — اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الساعة اتیہ احکاد اخفیہا بہ تحقیق قیامت

آنے والی ہے۔ میں ارادہ کرتا ہوں کہ اس کو چھپاؤں۔

۵۴ صفحہ — اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنے سوا کسی کو

قیامت کے وقت کی اطلاع نہ دوں گا۔

۵، ۶ : صفحہ - حضرت قتادہ رضی فرماتے ہیں۔ بخدا قیامت کے وقت کو اللہ تعالیٰ نے چھپا لیا ہے۔

اس کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے نہ کسی نبی و رسول کو۔

۷، ۸ : صفحہ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل ؑ سے فرمایا قیامت کے بارہ میں میرا علم

تم سے زیادہ نہیں۔ یعنی نہ میں جانوں نہ تم جانو۔

۹، ۱۰ : صفحہ - اور فرمایا اے گروہ صحابہؓ یہ سائل جبریل امین تھے۔ تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ قیامت کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں جزو دین ہے۔ (یعنی دستخطی و تحفہ

الباری شریح بخاری)۔

۱۱، ۱۲ : صفحہ - اور فرمایا یہ علم قیامت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۱۳، ۱۴ : صفحہ - فتح الباری شریف میں ہے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے علم کو اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔

۱۵، ۱۶ : صفحہ - سورہ لقمان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الله عنده علم الساعة

بہ تحقیق اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم۔

۱۷، ۱۸ : صفحہ - اور فرماتا ہے ویُنْزِلُ الْغَيْثَ یعنی یہ بھی اسی کے علم میں ہے کہ بارش کب ہوگی۔

۱۹، ۲۰ : صفحہ - اور فرماتا ہے ویَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ یعنی اور وہی جانتا ہے جو

کچھ رحموں میں ہوتا ہے۔

۲۱، ۲۲ : صفحہ - اور فرماتا ہے وما تدری نفس ماذا تکسب عدا اور کوئی نہیں

جانتا کہ کل کیا کرے گا۔

۲۳، ۲۴ : صفحہ - اور فرماتا ہے وما تدری نفس باقی ارض تموت اور کوئی نہیں

جانتا کہ کہاں مرے گا۔

۲۵، ۲۶ : صفحہ - حضرت قتادہ رضی فرماتے ہیں کہ یہ پانچ چیزیں غیب میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو

اپنی ہی ذات کے لئے خاص کر لیا ہے۔ اس کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی نہ کسی نبی و رسول کو۔

۲۷، ۲۸ : صفحہ - سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے یَسْئَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ

ایمان میں رہنا قل انما علمها عند ربی لے ہمارے رسول م لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کب آئے گی۔ فرمادیجئے کہ میں اس کا علم میرے رب ہی کو ہے۔
۸۷: صفحہ — اور فرماتا ہے قُلْتُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ اس آیت کریمہ کی تفسیر

رسالہ ہذا کے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

۸۸: صفحہ — اور فرماتا ہے یَسْأَلُونَكَ كَالفُتَىٰ عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ یعنی لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا کہ آپ اس کو جانتے ہیں۔ فرمادیجئے بس اس کا علم میرے رب ہی کو ہے۔
۸۹: صفحہ — حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ قیامت کا علم بس اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اس کے علم کو اس نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔ پس اس کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے نہ کسی رسول کو۔

۹۰: صفحہ — تفسیر مدارک شریف میں ہے۔ اس نے علم قیامت کو اپنے ہی لئے خاص کر لیا ہے۔ اس کی خبر نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے اور نہ کسی رسول کو (علیہا الصلوٰۃ والسلام)۔

۹۱: صفحہ — حضرت شیخ عبدالحی صاحب محدث دہلوی "اشعۃ اللمعات" صفحہ ۴۵ پر ارقام فرماتے ہیں قیامت کے وقت کو بجز خداوند تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا اور اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی فرشتوں اور رسولوں میں سے اس کی اطلاع نہیں دی۔

۹۲: صفحہ — مسلم شریف میں ہے کہ حضور اقدس ص نے اپنی وفات سے صرف ایک ماہ قبل ارشاد فرمایا تم لوگ مجھ سے قیامت کا سوال کرتے ہو حالانکہ اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے۔

۹۳: صفحہ — حضرت شیخ عبدالحی صاحب "اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ آن خود معلوم من نیست و آرا جز خدا نے تعالیٰ نہ اند۔ یعنی وہ خود مجھے معلوم نہیں اور اس کو سوال نے خداوند تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔
۹۴: صفحہ — اللہ تعالیٰ سورۃ مائدہ میں ارشاد فرماتا ہے یَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ

فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ قَالَوَا لَا عِلْمَ لَنَا۔

۹۵: صفحہ — اور فرماتا ہے إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ۔ جس دن کہ جمع کرے گا اللہ تعالیٰ

رسولوں کو پس فرمائے گا ان سے تم کو کیا جواب دیا گیا۔ عرض کریں گے وہ کہ ہمیں علم نہیں۔ آپ ہی غیب کی باتوں کے جاننے والے ہیں۔

۹۶: صفحہ — حضرت خواجہ علی مہاشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام فرمائیں گے کہ اگرچہ ہم کو اس کی ظاہری باتوں کی خبر ہے لیکن ہم ان کے دلوں کی حالت کو نہیں جانتے۔ کیوں کہ وہ غیب ہے اور غیب کا احاطہ تیری ہی ذات پاک کا خاصہ ہے۔

۹۷: صفحہ — مسند احمد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے وقت کا سوال کیا گیا حضور نے فرمایا کہ بس اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ الحدیث۔

۹۸: صفحہ — اللہ تعالیٰ سورۃ ملک میں ارشاد فرماتا ہے ویقولون متی هذا الوعد ان کنت صادقین۔ قل انما العلم عند اللہ وانما انا نذیر مبین۔

یہ کفار کہتے ہیں کہ بتلاؤ یہ وعدہ یعنی قیامت کب ہوگا۔ فرمادیجئے اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے اور میں تو صرف ڈرلے والا ظاہر کر دینے والا ہوں۔

۹۹: صفحہ — تفسیر جامع البیان میں ہے۔ اس وعدہ کے وقت کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۱۰۰: صفحہ — اللہ تعالیٰ سورۃ النام میں ارشاد فرماتا ہے و عندہ مفاتیح الغیب لا یسلما الا هو اللہ ہی کے علم میں ہیں مفاتیح الغیب۔ ان کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۱۰۱: صفحہ — بخاری شریف میں ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مفاتیح الغیب پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا (وہی جو سورۃ لقمان کی آیت میں مذکور ہو چکیں)۔

۱۰۲: صفحہ — حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ مفاتیح الغیب وہی پانچ چیزیں ہیں انہی۔

۱۰۳: صفحہ — اسی کے قریب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا فرمان بھی ہے۔

۱۰۴: صفحہ — حضرت ربیع بن جراح رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جو بحوالہ مسند احمد وغیرہ رسالہ ہذا کے صفحہ

پر مذکور ہوئی۔

۱۰۵: صفحہ — اللہ تعالیٰ سورۃ احزاب میں ارشاد فرماتا ہے یسئلك الناس عن الساعة

قل انما علمها عند الله - اے محبوب تم سے لوگ قیامت کا سوال کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ بس اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔

۱۰۶ صفحہ - تفسیر جلالین شریف میں ہے۔ تم اس کو نہیں جانتے۔

۱۰۷ صفحہ - اللہ تعالیٰ سورۃ زخرف میں ارشاد فرماتا ہے۔ وعندہ علم الساعة الا انی

اسی (اللہ تعالیٰ) کو ہے قیامت کا علم۔

۱۰۸ صفحہ - تفسیر جامع البیان میں ہے۔ بس اسی کو ہے قیامت کا علم نہ اس کے غیر کو۔

۱۰۹ صفحہ - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الب یرد علم الساعة الا انی کی طرف پھیرا جاتا ہے۔

قیامت کے وقت کا علم۔

۱۱۰ صفحہ - جلالین شریف میں ہے لا یعلمہ غیرہ اس کے سوا اس کو کوئی نہیں جانتا۔

۱۱۱ صفحہ - حضرت حسن بصریؒ کی وہ روایت جو رسالہ مذاکے صفحہ پر مذکور ہو چکی۔

۱۱۲ صفحہ - تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازیؒ آیت کریمہ یوم یجمع الله الرسل کی

تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ نقل فرماتے ہیں۔ انما قالوا لا علم لنا الله یعنی انبیاء علیہم السلام نے جو اللہ تعالیٰ کے سوال کے جواب میں یہ کہا کہ "ہم کو علم نہیں" اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے ظاہر و باطن دونوں کو جانتے ہیں اور ہم کو بس ان کی ظاہری باتوں کی خبر ہے۔

۱۱۳ صفحہ - اللہ تعالیٰ سورۃ مدثر میں فرماتا ہے وما یعلم جنود ربك الا هو۔ اللہ کے

شکروں کی تعداد کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۱۱۴ صفحہ - اللہ تعالیٰ سورۃ والنزعت میں ارشاد فرماتا ہے۔ یسئلونک عن الساعة

ایات مرسلہا۔ الآیہ۔

۱۱۵ صفحہ - تفسیر مدارک الشریعہ میں ہے۔ وقت قیامت کے علم کی انتہاء اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے۔ اس

کے سوا اس کو کوئی نہیں جانتا۔

۱۱۶ صفحہ - اسی کی مثل جلالین شریف میں ہے۔

۱۱۷: صفحہ — اللہ تعالیٰ سورہ نسا میں ارشاد فرماتا ہے ورسلا لہ نقصصہم علیک

یعنی اے محبوب ہم نے بہت سے ایسے رسول بھیجے ہیں جن کو ہم نے تم سے بیان نہیں کیا۔

۱۱۸: صفحہ — حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حبشیوں میں سے ایک نبی بھیجے تھے

اور وہ ان میں سے تھے جن کی اطلاع جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دی گئی۔

۱۱۹: صفحہ — اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے قل لا یعلم من فی السموت والارض

الغیب الا اللہ وما یشترون ایان یبعثون۔ فرما دیجئے اسے محبوب کہ نہیں جانتا کوئی د آسمان

میں اور نہ زمین میں اس غیب کو اللہ کے سوا۔ اور انہیں خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

۱۲۰: صفحہ — جلالین شریف میں ہے کہ کسی فرشتہ کو خبر ہے اور کسی انسان کو۔

۱۲۱: صفحہ — اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فان تولوا فقل اذنتکم علی سواء واد

ادری اقرب ام بعید ما توعدون۔ یعنی پس اگر یہ لوگ (توحید سے) روگردانی کریں تو فرما دیجئے

کہ میں تم کو اطلاع دیتا ہوں مساوات پر۔ اور میں نہیں جانتا کہ قریب ہے یا بعید جو تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

۱۲۲: صفحہ — تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ یعنی یہ وعدہ وقوع میں تو ضرور آئے گا لیکن مجھے اس کے قرب و

بعد کی خبر نہیں۔

۱۲۳: صفحہ — بخاری شریف میں حضرت زید بن ارقم ؓ سے مروی ہے۔ الخ رپوری روایت روئداد کے

صفحہ نمبر — پر ملاحظہ ہو۔ بقصد اختصار ہم صرف حوالہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۲۴: صفحہ — بخاری شریف و مسلم شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنے

وفات شریف سے صرف تقریباً تین ماہ قبل فرمایا کہ۔ اگر پہلے مجھے اس معاملہ کی خبر ہوتی جو اب بعد میں ہوئی تو میں اپنے ساتھ

قربانی نہ لاتا۔

۱۲۵: صفحہ — اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے شیخ عبدالحی صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ میں

لکھتے ہیں۔ "اگر من پس ازین می دانستم برآمدن از احرام بر شام شاق خواہد آمد من نیز سوق ہدی نمی کردم و منے

نمی دانستم کہ حکم الہی چنین خواہد بود " یعنی اگر اس سے پہلے مجھے معلوم ہوتا کہ تم پر احرام سے نکلنا شاق گزرے گا تو میں

مجھے قربانی ساتھ نہ لانا۔ اور مجھے معلوم نہ تھا کہ حکم الہی ایسا ہو جائے گا۔

صفحہ ۱۲۶، مرض الموت والی حدیث جس نے بتلادیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط یوم وفات

تک بھی عطا نہیں ہوا۔

صفحہ ۱۲۷، اہلسنت کی مسلم کتاب شرح عقائد نسفی کی فیصلہ کن اور نہایت مفید عبارت صاعقہ آسمانی

صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

صفحہ ۱۲۸، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روح کی حقیقت کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کو نہیں عطا فرمایا گیا۔

صفحہ ۱۲۹، حضرت شیخ محی الدین اکبر بن عربیؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ قیامت کا علم سوار اللہ کے

اور کسی کو بھی نہیں۔

صفحہ ۱۳۰، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ فرماتے ہیں کہ قیامت کے وقت کی اطلاع جناب رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دی گئی۔ عبارت رسالہ بذلک کے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

ناظرین کرام! یہ میں ہمارے وہ ایک سو تیس مطالباتِ قاہرہ جن کے جواب سے رضا خانی جماعت کے مناظر

مولوی حسنت علی صاحب عاجز رہے۔ اور الحمد للہ چھ ماہ کی متفقہ عرق ریزی اور دماغ سوزی کا نتیجہ رضا خانی رد و نفاذ بھی آج

ان کے جواب سے مل سکتا ہے۔ رد و نفاذ نویس صاحب نے ہمارے بعض مطالبات کے جو ٹوٹے پھوٹے جوابات لکھ کر اپنے ظاہر

و باطن کی طرح کاغذ کو بھی سیاہ کیا تھا۔ الحمد للہ کہ اس مختصر ضمیمہ نے ان سب پر بھی پانی پھیر دیا۔

و خسر هنالك المبطلون۔ واعلموا ان الله لا يعبدى كيد الخائنين۔



رضا خانی رومداد کے متعلق ایک استفساری خط

اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہ کے قلم سے اس کا جواب

حال میں کسی محب سنت کا ایک خط آیا تھا جس کا حاصل یہ تھا کہ : رضا خانی رومداد میں حضرت شیخ عبدالحق صاحب
محدث دہلوی : حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب : و شیخ ملا علی قاری : و علامہ قسطلانی شامی : و امام فخر الدین رازی
و علامہ ابوالسعود : و علامہ غازی : و صاحب تفسیر روح البیان : یہ کل حضرات اس کے قائل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
قیامت کے وقت خاص کا علم لفظائے الہی حاصل تھا ۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ نسبت کہاں تک صحیح ہے ؟
اس خط کا جو جواب حضرت مولانا نے دیا تھا سو نکہ اس میں بہت سی مفید باتیں آگئی ہیں اس لئے ہم اُس کو بوجہ
شائع کرتے ہیں ۔
(خاکسار ابوالانصار محمد سرالحمی نعمانی عفی عنہ)

نقل جواب باصواب حضرت مولانا محمد منظور صاحب رحمہ فیضہم

مکرمی زاد کو اللہ حرصاً علی اتباع السنۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔

گرامی نامہ موصول ہوا ۔ بوجہ عدم الفرصۃ انتہائی اختصار کے ساتھ جواب لکھتا ہوں ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مختصر

تحریر کو شفی بخش بنائے ۔ و ما ہو علی اللہ بعزیز ۔

جن حضرات کے اسماء گرامی آپ نے لکھے ہیں ان کی طرف اس بے اصل عقیدہ کی نسبت کرنے والا نہ صرف مفتی و
کذاب بلکہ بے حیا بھی ہے ۔ آج وہ حضرات دنیا میں زندہ نہیں لیکن ان کی کتابیں جو ان کی زندہ یاد گاریں ہیں اس بے اصل
عقیدہ کی تردید سے پر ہیں ۔ ان کی طرف اس عقیدہ کی نسبت کرنا ان کی ارواح مقدسہ کو ایذا پہنچانا اور اپنے آپ کو قیامت
میں ان کا مواخذہ داربنا ہے ۔ یہ حضرات اور ایسے مصنوعی عقیدہ کی تائید ؟ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ ۔

اب میں ان حضرات کی چند عبارتیں ان کی مشہور و معروف تصانیف سے نقل کرتا ہوں ان سے معلوم ہو جائے گا کہ علم قیامت کے بارے میں ان کا کیا عقیدہ ہے۔ واللہ بہ الموفق۔

حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ المصابیح شرح مشکوٰۃ شریف میں حدیث جبریل کے تحت میں ارقام فرماتے ہیں۔

”وے تعالیٰ ہیچ کس کا اطلاع دے گا اور اسے برکات اطلاع دے گا“ (اشعۃ المصابیح جلد اول ص ۴۵)۔

نیز یہی شیخ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل فرماتے ہیں عن الساعۃ الحدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یعنی از وقت وقوع قیامت کبریٰ ہی پر سیدہ آل خود یعنی اے گروہ صحابہ تم مجھ سے قیامت کے آنے کا وقت پوچھتے ہو وہ خود مجھ کو معلوم نہیں۔ اور اس کو سوائے خدا معلوم من غیب و ازرا جز خداوند تعالیٰ نداند“ (اشعۃ المصابیح جلد چہارم ص ۳۷)۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر فتح العزیز پارہ تبارک کے ترجمہ معروف بہ تفسیر عزیزی کے صفحہ ۳۶ پر ہے۔

وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ اور کہتے ہیں (یعنی یہ کفار) کب ہو گا یہ وعدہ اگر تم لوگ سچے ہو۔ سوال کی اس بات کے جواب میں (قل) کہہ کہ ہم اُس وعدہ کو معین نہیں کر سکتے۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس کا علم نہیں دیا۔ بلکہ اس وعدہ کو مبہم اور پوشیدہ رکھا ہے۔ اور اس کو مبہم اور پوشیدہ رکھنے میں ایک بڑی حکمت ہے۔ سو اسی واسطے اس کا علم کسی مخلوقات کو عنایت نہیں ہوا بلکہ (انما العلم عند اللہ) نہیں ہے اس واقعہ کا علم مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔ بلکہ ہر شخص کی موت کا علم بھی اسی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا۔

سورۃ " والنزعت " کی تفسیر میں علم قیامت کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے بھی زیادہ لکھا ہے۔ لیکن ہم اس عبارت کے نقل کرنے کے بعد کسی مزید ثبوت کی حاجت نہیں سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ جس کو بہتر دین اس کو اسی قدر کافی ہے۔

_____ علامہ قسطلانیؒ اپنی مشہور کتاب " ارشاد الساری شرح بخاری شریف " میں حدیث جبریلؑ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ان الله تعالى استأثر بعلم وقت مجيئها
 (ص ۲۸۰ - ج ۱)
 اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقت کا علم اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔

ایک جگہ لکھتے ہیں۔

اعتقاد وجود الساعة وعدم العلم
 بوقتها لغير الله تعالى من الدين -
 (ص ۲۴۴ - ج ۱)
 قیامت کے آنے کا اعتقاد، اور اس بات کا اعتقاد کہ اس کے وقت کا علم اللہ کے سوا کسی نہیں، یہ دونوں باتیں ہر دین میں ہیں۔

_____ علامہ علی قاریؒ کی اپنی مشہور کتاب " موضوعات کبیر " میں اپنے زمانہ کے بعض غالی لوگوں کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وقد جاهر بالكذب بعض من يدعي
 العلم في زماننا ان رسول الله صلى الله
 عليه وسلم يعلم متى تقوم الساعة
 ولا ريب انه الحياء هؤلاء على هذا
 الغلو اعتقادهم انه يكفر عنهم
 سيئاتهم ويدخلهم الجنة وكلما
 غلوا كانوا اقرب اليه فهم اعمى
 الناس لامرهم واشدهم مخالفة
 ہمارے زمانہ کے بعض مدعیان علم نے یہ کھلم کھلا جھوٹ بولا
 ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے وقت
 کا علم ہے۔ اور بے شک ان مدعیان علم کو اس یادہ گوئی
 پر صرف ان کے اس خیال نے مجبور کیا ہے کہ ان کی یہ بات
 ان کے لئے کفارہ سیئات بن جائے گی۔ اور ان کو جنت
 میں داخل کر دے گی۔ اور جس قدر بھی وہ آپ کی شان
 میں غلو سے کام لیں گے اسی قدر آپ سے قربت حاصل
 ہوگی۔ یہ لوگ حضورؐ کے حکم سے بالکل ہی اندھے ہیں

لسنة فيهم شب ظاهراً من
النصارى غلوا على المسيح اعظم
الفلو خالفوا شرعاً ودينه اعظم المخالفة
انتهى۔ (موضوعات کبیر، ص ۱۱۹)

اور آپ کی سنت کے سب سے بڑے مخالف ہیں ان
میں نصاریٰ کی ظاہر باہر مشابہت ہے۔ انہوں نے
بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں بڑے غلو سے
کام لیا اور ان کی شریعت، اور ان کے دین کی مخالفت کی۔
غور فرمایا جائے کس قدر حیار دار ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ملا علی قاریؒ علم قیامت میں رضا خانیوں کے

موافق ہیں۔

امام فخر الدین رازیؒ تفسیر کبیر میں آیت کریمہ یسئلونک عن الساعة الا انک تعلمت ان وقت الساعة مکتوم عن الخلق۔
فرماتے ہیں۔

یعنی بہ تحقیق قیامت کا وقت ساری مخلوق سے چھپا لیا
گیا ہے۔ (ص ۳۳۰-۳۳۱ ج ۲)

اگے چل کر انما علمها عند ربی کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ای لا یعلم الوقت الذی فیہ یحصل
القیامة الا الله سبحانه۔
یعنی قیامت کے وقت خاص کا علم اللہ سبحانہ کے
سوا کسی کو نہیں۔

اس کے علامہ رہنے اس کی حکمت بھی بتلاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقت کا علم تمام مخلوق سے کیوں
چھپا دیا۔ میں بقصد اختصار اس کو چھوڑتا ہوں۔ پھر ثقلت فی السموت و الارض کی تفسیر کرتے ہوئے امام
تفسیر سدیؒ کا قول یہ نقل کرتے ہیں۔

ای اخفیت فی السموت و الارض و لم
یعلم احد من الملائكة القربین و
الانبياء والمرسلین متى یکون حد و ثما و
وقوعها۔
یعنی قیامت مخفی ہے آسمانوں اور زمینوں میں۔ اور
مقرب فرشتوں اور نبیوں اور رسولوں میں سے کسی کو علم
نہیں کہ کب واقع ہوگی۔

نیز آیت کریمہ یسئلک الناس عن الساعة قل انما علمها عند الله کے تحت میں ارقام

فرماتے ہیں۔

ان الله اخفاها للحكمة۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی حکمت کی وجہ سے قیامت

(ص ۵۹۲ - ۶۱۵)

کے وقت کو چھپایا ہے۔

تفسیر کبیر میں اس مضمون کی صد ہا عبارتیں موجود ہیں۔ لیکن چونکہ استیعاب مقصود نہیں اس لئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

تفسیر السعد میں آیت کریمہ عالم الغیب فلا یظهر علی غیبہ احدا الا یہ کے تحت میں مرقوم ہے۔

واما ما لا یعلق بہا علی احد الوجہین

اور جن غیوب کا تعلق رسالت سے نہ ہو، جن میں سے ایک

من الغیوب الی من جعلتها وقت قیام

قیامت کا وقت خاص بھی ہے سو اللہ تعالیٰ ان کی اطلاع

الساعة فلا یظهر علیہا احدا ابدا۔

کبھی کسی کو نہیں دے گا۔

تفسیر خازن میں آیت کریمہ یسئلونک عن الساعة الا یہ کے تحت میں ہے۔

استأثر الله بعلمها فلم یطلع علیہ احدا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقت کا علم اپنے لئے

خاص کر لیا ہے اس کی اطلاع کسی کو نہیں دی۔

(ص ۳۶۵ - ۳۷۰)

اسی آیت کریمہ کے تحت میں تفسیر روح البیان میں ہے۔

قد استأثر به لم یطلع علیہ ملکا

یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے ہی لئے خاص

مقربا ولا نبیا مرسل۔ (ص ۸۰۰ - ۸۱۰ ج ۱)

کر لیا ہے نہ کہ کسی مقرب فرشتہ کو اطلاع دی ہے، نہ کسی

نبی و رسول کو۔

نیز اسی تفسیر میں آیت کریمہ ان الله عندہ علم الساعة کے تحت میں غیب کے اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ومنہ ما استأثر الله به لا یطلع علیہ

اور غیب کی ایک قسم وہ ہے جس کو اس نے اپنے لئے خاص

ملك مقرب ولا نبی مرسل کما اشار

کر لیا ہے۔ اس کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو ہوئی ہے

الی بقوله وعندہ مفاتيح الغیب لا

نہ کسی نبی و رسول کو علیہا الصلوٰۃ والسلام۔ چنانچہ اسی طرف

یعلمہا الا هو ومنہ علم الساعة

اشارہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں

فقد اخفا الله علم الساعة -

وعند دمفاتيح الغيب لا يعلمها الا هو -

(تفسیر روح البیان، جلد سوم، صفحہ ۹۶)

اور اسی قسم میں قیامت کے وقت کا علم ہے۔ پس تحقیق اس

کو اللہ تعالیٰ نے چھپا لیا ہے۔

پھر آیت کریمہ عالم الغیب فلا یظهر علی غیبہ احدا الا یہ کے تحت میں ارقام فرماتے ہیں۔

اور یہی غیوب کا تعلق رسالت سے نہ ہو، جن میں سے ایک

واما ما لا یتعلق بہا علی احد الوجہین

قیامت کے وقت کا علم بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اطلاع

من الغیوب الی من جہلتہما وقت قیام

کبھی بھی کبھی نہیں دے گا۔ اس کے علاوہ یہ کہ قیامت کے

الساعة فلا یظهر علیہ احدا ابدا علی

وقت کا بتلا دینا حکمت تشرع کے بھی مخالف ہے۔ جس

ان بیان وقتہ مغل بالحکمة التشرعیة

پر نبوت اور رسالت کا دار و مدار ہے۔

التي یدور علیہا خلک الرسالة -

(جلد سوم، ص ۱۱۷۹)

جن حضرات کے اسماء گرامی آپ نے تحریر فرمائے تھے ان ہی کی یہ چند عبارتیں اور وہ بھی انتہائی مختصر اور طویل

رکھتے ہوئے نقل کر دی گئی ہیں۔ اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ وہ نسبت کہاں تک صحیح ہے۔

علم قیامت کی نفی کے بارے میں اگر قرآن حکیم و نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے نصوص اور صحابہ و تابعین و دیگر بزرگان

دین کے اقوال کو جمع کیا جائے تو دو ڈھائی سو صفحوں کی ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ لیکن آپ کے لئے اس کی

ضرورت ہے اور نہ تحفہ کو اس قدر فرصت۔ اگر توفیق ایزدی شامل حال رہے تو انشاء اللہ اس کی کسی قدر تفصیل اپنے

رسالہ ”بوارق الغیب علی من یدعی لغیب اللہ علم الغیب“ میں کر دیں گا۔ لیکن افسوس یہ

ہے کہ اسال تعلیمی مشاغل کی کثرت کی وجہ سے تالیف کے لئے بہت ہی کم وقت ملتا ہے۔ اور اسی وجہ سے ”بوارق“

کی اشاعت میں باوجود احباب کی سخت تاکیدوں کے روز بروز تاخیر ہوتی جا رہی ہے۔

فکر معاش و ذکر خدا یاد رفتگان

دو دن کی زندگی میں جھپٹا کوئی کیا کرے

بہر حال اس مختصر تحریر میں اس مسئلہ پر کافی روشنی نہیں ڈالی جاسکتی۔ لیکن اجمالاً متنازع کرنا ہوں کہ

بفضلہ تعالیٰ اس وقت میرے پاس آیات قرآنی کے ماسوا تقریباً چالیس ایسی حدیثیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے قیامت کے وقت خاص کا علم کسی کو عطا نہیں فرمایا۔ جن میں سے کچھ سنبھل کے مناظرہ میں پیش ہو چکی ہیں۔ (دوسرے مناظرہ صاحبہ آسمانی میں ملاحظہ فرمائیں) اور ایک اب صرف آپ کی خاطر لکھتا ہوں۔

”روایت کیا ہے امام احمد نے سند میں، اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں، اور ابن جریر و ابن ہشام نے اپنی تفسیروں میں، اور بیہقی نے ”البعث والنشور“ میں، اور حاکم نے مستدرک میں۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن
النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لقیت
لیلۃ امری بجبرائیل و موسیٰ و
عینی (علیہم السلام) فتذاکروا امر
الساعة فردوا امرهم الی ابراهیم فقال
لا علم لی بها فردوا امرهم الی موسیٰ
فقال لا علم لی بها فردوا امرهم الی
عینی فقال اما وجبتہا فلا یعلمہا احد
انتہی بقدر الحاجة۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شب معراج میں حضرت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی۔ پس انہوں نے قیامت کے وقت کا ذکر کیا۔ پس پہلے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے سوال کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا گیا۔ انہوں نے بھی فرمایا کہ مجھے علم نہیں۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کے وقوع کے وقت کو کوئی بھی نہیں جانتا۔

اسی طرح جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جبرائیل ؑ نے حضور کی عمر شریف کے اخیر حصہ میں قیامت کے متعلق سوال کیا تو حضور نے بھی یہی فرمایا کہ ”یہ ان پانچ چیزوں میں داخل ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں“ میں نہیں سمجھ سکتا کہ خدا کے ان برگزیدہ رسولوں کی ان زبردست شہادتوں کے بعد کس ثبوت کا انتظار باقی رہ جاتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ اس کے لئے ہے جس کے قلب میں ایمان کا کوئی ذرہ اور خدا کا خوف ہو۔ منکروں کے حق میں خود ارشاد خداوندی ہے۔

وما تغنی الآیات والنذر عن قوم لا یؤمنون (یونس ۱۰۱-۱۰۲)

تھی دستان قسمت را چہ سودا ز مہر کابل

کہ خضر از آب حیوا تشنہ می آرد سکندر را

فقط والسلام ختام الکلام رقمہ نب ز خاک محمد منظور نعمانی غفر اللہ لہ ولوالدہ

ختم ہوا خط کا مضمون

اب ہم اپنی اس حقیر تحریر کو اسی پر ختم کرتے ہیں اور دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی اسی طرح
نافع خلاقی بنائے جس طرح کہ اصل روئے داد صاعقہ آسمانی کو اس نے نافع بنایا۔ واللہ شہ رب العالمین۔

خاکسار محمد سراج الحق

ناظم دارالاشاعت سنہ ۱۳۸۵

ضلع مراد آباد (یوپی)

مناظرہ سنبھل و در ضلع نمنی تال کی مفصل روداد
فتح الابرار علی الفجار
۲۷ ۱۳

صاعقه آسمانی فرقہ رضا خانی

حصہ دوم

مرتبہ

مولانا ابوالجہاد محمد شمس عابد خاں

انجمن ارشاد المسلمین

۱۴- بہاولپور روڈ، مزنگ لاہور

آیتہ کتاب

۱۶۹	ویساچہ
۱۷۲	تمہید
۱۷۷	گل دیگر شگفت
۱۸۱	ابتدائی گفتگو
۱۸۶	آعن از مناظرہ (مسئلہ علم غیب)
۲۰۳	مناظرہ کا دوسرا دن
۲۳۹	مناظرہ کا تیسرا دن
۲۷۷	تکملہ
۲۸۱	رضا خانی رویت اور کے مضامین پر ایک نظر

دیباچہ

باسمہ تعالیٰ حامداً و مصلیاً و مسلماً

سنجھل کا یہ مناظرہ جس کی روئداد کا دوسرا ایڈیشن اس وقت آپ کے سامنے ہے جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ میں ہوا تھا۔ اہلسنت کی طرف سے رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی ایدہ اللہ بنصرہ مناظر تھے۔ اور رضا خانیوں کی طرف سے مولوی حشمت علی صاحب لکھنوی رضا خانی جماعت کے نمائندہ اور وکیل ہو کر پیش ہوئے تھے۔ اہلسنت نے اس مناظرہ کی مکمل و مفصل روئداد اسی وقت شائع کر دی تھی جس کی صحت کا اعتراف منصف مزاج مخالفین نے بھی کیا۔ مگر چونکہ یہ مناظرہ اپنی نوعیت میں بے نظیر تھا اس لئے اس کی روئداد بھی بے حد مفید ثابت ہوئی۔ اور بہت زیادہ مقبول ہوئی۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس کا ایک نسخہ بھی باقی نہ رہا اور اب بعض اصحاب کے اصرار سے اس کو دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔

یہ روئداد جب پہلی مرتبہ شائع ہوئی اور اس نے ہر صاحب بصیرت کے لئے سنجھل کے اس عظیم الشان اور معرکہ الآراء مناظرہ کا سچا فوٹو کھینچ کر دور دراز تک یہ غلط فہمی بلند کر دیا کہ رضا خانیوں کے پاس اپنے غیبی عقیدہ کے ثبوت میں مکڑی کے جالے کے برابر قوت رکھنے والی بھی کوئی دلیل نہیں۔ اور اہلسنت کے پاس رضا خانیوں کے اس خانہ ساز عقیدہ کی تردید میں صد ہا آیات و احادیث موجود ہیں۔ تو سنجھل و مراد آباد کے رضا خانیوں کو بھی ایک روئداد گھڑنے کی فکر اُمنگیر ہوئی۔ اور بالآخر مناظرہ سے چٹھ، سات، مہینے کے بعد رضا خانی برادری کے بڑے بڑے بچوں کے مشوروں اور کمیشنوں کی ہدایتوں سے ایک روئداد تصنیف ہوئی جس کا خوبصورت سا نام ”مذہبی و قائل کی روئداد مکمل“ تھا۔ اس نام نہاد روئداد میں جس قدر بے ایمانی و دروغ بیانی سے کام لیا گیا تھا، حتیٰ یہ ہے کہ وہ ہمارے رضا خانی دوستوں ہی کا حصہ تھا جیسے ہی یہ مصنوعی روئداد شائع ہوئی اسی وقت.....

” دارالاشاعت “ کی طرف سے ایک تنقیدی رسالہ ” بارقہ آسمانی “ اس پر نازل کر دیا گیا۔ آسمانِ حق کی اس بارقہ (بجلی) نے اس شیطانی گورکھ دھندے کو جلا کر خاکِ سیاہ کر دیا۔ اور چھ سات مہینے کی عرقِ جگر و داغِ سوزی کے بعد جھوٹ اور گالیوں کی جو عمارتِ رضا خانی محامدوں نے تیار کی تھی وہ بھک سے اڑ گئی اور باوجودِ زبردست مطالبہ کے آج تک (کہ چار سال گزرے) رضا خانیوں کی طرف سے اس رسالہ ” بارقہ آسمانی “ کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ صدق اللہ عز و جل۔

فَعْتُوا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَاخَذَ اللَّهُ الصَّاعِقَةَ وَهُمْ يَنْظُرُونَ
فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ وَمَا كَانُوا مُنْتَصِرِينَ ۝ (الذاریات ۵۱-۵۲-۵۳)

اس دوسرے ایڈیشن کے حاشیہ میں جہاں کہیں رضا خانی رونداد پر ہم کوئی تنقیدی نوٹ لکھیں گے اسی بارقہ آسمانی سے ماخوذ ہوگا۔ اس دفعہ اس رونداد میں ایک مستقل کلمہ کا بھی اضافہ کیا جا رہا ہے جس میں ان دلائل کا مکمل جواب ہے جو رضا خانی رونداد میں مولوی احمد رضا خان صاحب وغیرہ کے رسالوں سے بڑھائے گئے ہیں یہ جوابات بھی ” بارقہ آسمانی “ ہی سے ماخوذ ہیں۔

نیز اسی کلمہ میں رضا خانی رونداد نویس مولوی اجمل علی خان صاحب سنبھلی کا ایک پراسرار گرفتار شدہ خط بھی درج ہے جس نے ان کی رونداد کے جعلی ہ مصنوعی اور بناوٹی ہونے کا قطعی فیصلہ کر دیا ہے۔ اس خط کا ہمارے ہاتھ آجانا صرف تاثرِ غیبی اور ہماری صداقت و حقانیت کا ایک معجز نما کرشمہ ہے ورنہ

کہاں ہم اور کہاں یہ نگہ بستِ گل

نسیم صبح تیرے مہربانی

یہ پراسرار خط آج سے چار سال پہلے ” بارقہ آسمانی “ میں بھی شائع ہو چکا ہے مگر الحمد للہ کہ مولوی اجمل علی یا مولوی شمس علی باوجودِ زبردست چیلنج کے آج تک اس کا انکار نہ کر سکے۔ اس خط کے بعد رضا خانی رونداد کے بناوٹی اور مصنوعی ثابت کرنے کے لئے کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہیں۔ خود رونداد نویس صاحب کے اس خط نے اس بے چاری کا کام تمام کر دیا آہ۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

لے انہوں نے اپنے پڑرگزار کے حکم سے سرکش کی تو انہیں غدا بے آلیا۔ اس حال میں کہ وہ دیکھ رہے تھے تب وہ نہ کھڑے ہی ہو سکے اور نہ (ہم سے) بدلہ ہی لے سکے۔

صدق الله عز وجل -

يُخْرِجُونَ مِثْلَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ
فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

(المشرع ۵۹ = ۲)

خاکسارِ ناظم دارالاشاعت

مہتمم طبع دوم : جمادی الاخریٰ ۱۴۳۷ھ

نوٹ : مناظرہ سنبھل کے متعلق حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی و جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب

کے مابین جو خط و کتابت تقریباً تین مہینے جاری رہی تھی پہلے ایڈیشن میں وہ کسی تفصیل کے ساتھ درج کی گئی تھی مگر اس دفعہ چونکہ حاشیہ اور تہملکہ میں دوسرے اہم اور ضروری مضامین کا اضافہ کیا جا رہا ہے اس لئے اس مراسلت کا ذکر صرف اجمالاً کیا جائے گا اور وہ اس قدر اہم اور ضروری بھی نہیں ہے۔

ناظم دارالاشاعت

اے وہ اپنے گھروں کو اپنے ہی ہاتھوں سے اجاڑ رہے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی۔ لہذا اے عقل مندو! ہمت حاصل کرو۔

تمہید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى
سیدنا و مولانا محمد المصطفیٰ و علی الہ المجتبیٰ



ناظرین کو یہ صاعقہ آسمانی حصہ اول کے مطالعہ سے معلوم ہو چکا ہوگا کہ مناظرہ درو کے آخری اجلاس میں جبکہ مسلم علم غیب زیر بحث تھا اور صرف دو گھنٹے کی گفتگو نے مولوی رحمہ اللہ صاحب کے چھکے چھڑا دیے تھے اور مولوی صاحب موصوف نے مناظرہ کے درہم برہم کرنے کے لئے انتہائی سخت کلامی شروع کر دی تھی۔ ان کی خوش قسمتی سے وہاں کی عام پبلک نے ان علی اور دقیق مباحث کو سمجھتی تھی جو اس بحث میں آتے تھے اور مولوی رحمہ اللہ صاحب کی اس چال کو۔ اور قریب تھا کہ یہ دل چسپ اور معرکہ الارادہ مناظرہ مولوی رحمہ اللہ صاحب کے سخت کلامی کی نذر ہو کر بغیر کسی نتیجہ کے درہم برہم ہو جائے۔ اس لئے اس عظیم الشان مناظرہ کے نتیجہ خیز اور کامیاب بنانے کے لئے بعض حضرات نے انتقال مقام کی تجویز پیش کی جو بڑی رد و دک کے بعد منظور ہو گئی۔ پھر تعین مقام کے متعلق گفتگو ہوئی۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے بریلی کو پیش کیا (جو وہاں سے بہت زیادہ قریب ہونے کے علاوہ مولوی رحمہ اللہ صاحب کی اقامت گاہ اور ان کی جماعت کا مرکز بھی ہے) اور فرمایا کہ اگر آپ تیار ہوں تو میں ابھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں صرف جلسہ کے انتظامات آپ کرادیں باقی اپنے ذاتی اخراجات کا میں خود کفیل ہوں گا۔ مگر جب مولوی رحمہ اللہ صاحب اس کے لئے کسی طرح رضامند نہ ہوئے تو حضرت مولانا نے مراد آباد کو پیش کیا۔ لیکن مولوی رحمہ اللہ نے اس کو بھی منظور نہ کیا۔ بالآخر حضرت مولانا نے اپنے وطن عزیز سنبھل کو پیش کیا اور نہایت فراخ دل کے ساتھ جملہ انتظامات کی ذمہ داری بھی خود ہی لی۔ اور فرمایا کہ اگر آپ چاہیں گے تو آپ کو اور آپ کے رفقاء کو سفر خرچ بھی دیا جائے گا۔ اس کے بعد جب مولوی رحمہ اللہ صاحب کے لئے کوئی سفر

باقی نہیں رہا تو چارو ناچار ان بے چاروں کو منظور ہی کرنا پڑا۔ اللہ بھلا کرے دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے مدرس دوم اور مولوی رحمہ اللہی صاحب کے معین مناظرہ مولوی عبدالعزیز خان صاحب کا وہ چونکہ مولوی رحمہ اللہی صاحب کے مناظرہ کا تلخ نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے اس لئے انہوں نے مولوی رحمہ اللہی صاحب کا لحاظ کئے بغیر صاف کہہ دیا کہ آئندہ ہم کو مناظر تبدیل کرنے کا حق ہوگا۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ میں اس کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتا۔ لیکن مولوی عبدالعزیز خان صاحب اور ان کے بعض دوسرے رفقاء کار نے اس پر سخت اصرار کیا اور کہا ہم صرف اپنے ہی لئے یہ حق نہیں چاہتے۔ بلکہ آپ کو بھی یہ حق دیتے ہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ ”اچھا شرمیجے اس کی ضرورت نہیں۔“ بہت دیر تک اس پر گفتگو جاری رہی (لیکن مولوی رحمہ اللہی صاحب اس وقت بالکل خاموش یا نکتہ ہوش تھے کیونکہ ان کا ایک رفیق کا بلکہ ایک محنت مدرس ان کی معزولی پر زور دے رہا تھا۔ جس کے معنی یہ اور صرف یہ تھے کہ اس کے نزدیک مولوی رحمہ اللہی صاحب ناقابل مناظرہ ثابت ہوئے ہیں) بہر حال دیر تک اس تجویز پر بحث ہوتی رہی۔ بالآخر صدر مجلس مناظرہ عالی جناب ثروت یار خان صاحب مجسٹریٹ دروڑ نے بھی مولوی عبدالعزیز خان صاحب کی سفارش کی اور آخر کار یہ تجویز منظور کر لی گئی۔

یہ بھی قرار پایا کہ اس مناظرہ کے لئے شرائط بذریعہ خط کتابت از سر نو طے ہوں۔ یہ بھی طے ہو گیا کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب شرائط کے متعلق مولوی رحمہ اللہی صاحب سے خط کتابت کریں یا امیر رضا خانیت مولوی حامد رضا خان صاحب سے۔ بعد میں ان تمام چیزوں کے متعلق ایک یادداشت بھی لکھ لی گئی۔ سب کچھ طے ہو جانے کے بعد مولوی رحمہ اللہی صاحب نے اس یادداشت کے آخر میں یہ عبارت لکھ کر کہ۔

” بشرط اجازت سرپرست ملازمہ حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب مدظلہ “

اس سارے معاملہ کو مولوی حامد رضا خان صاحب کی اجازت پر موقوف کر دیا اور دروڑ کی ساری کاروائی اس پر ختم ہو گئی۔ وہاں سے واپس آکر اس قرارداد کے بموجب حضرت مولانا نے ایک رجسٹری شدہ خط مولوی حامد رضا خان صاحب کے نام ارسال فرمایا اور منجمل کے مناظرہ کے لئے شرائط طلب کئے۔ مولوی حامد رضا خان صاحب نے یہ دیکھ کر کہ اس خط کے بھیجنے والے رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب لغمانی ہیں اس کے

وصول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور ۱۰ صفر کو یہ حبشری شدہ خط انکاری واپس آگیا۔ حضرت مولانا نے مولوی حامد رضا خان صاحب کا اس درجہ گریز دیکھ کر ان کا پیچھا چھوڑ دیا اور براہ راست مولوی رحمہ الہی صاحب کے نام ایک خط بذریعہ حبشری روانہ فرمایا۔ جس میں ان کے خداوند نعمت مولوی حامد رضا خان صاحب کے اس بے بجا گریز کا ذکر کرتے ہوئے خود ان سے شرائط مناظرہ طلب کئے اس خط میں یہ بھی لکھ دیا گیا تھا کہ اگر اس کا جواب دس روز تک نہ آیا تو پھر دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔ بعونہ تعالیٰ وہو الکافی۔

اس خط کے اس آخری جرنے مولوی رحمہ الہی صاحب کو جواب دینے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ ۲۲ صفر کو ان کا جواب آیا جس میں حضرت مولانا کے خط کے جواب میں صرف اس قدر الفاظ تھے کہ۔

”اب ہم بالکل تیار ہیں اور آمد و رفت اور خورد و نوش کے خرچ کے منظر میں لہذا جلد از جلد تاریخ مناظرہ اور تمام مناظرہ کہ سنجل میں کس جگہ ہوگا اور شرائط مناظرہ مقرر فرما کر اور اس کے ساتھ حسب قرار داد آمد و رفت اور خورد و نوش کا خرچ نقد روانہ فرما دیجئے“

اس کے جواب میں ۲۶ صفر کو حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے ایک حبشری روانہ کی جس میں سات شرطیں بھی نہایت مناسب لکھ دیں جن میں فریقین کے حقوق بالکل مساوی تھے اور یہ بھی لکھ دیا کہ ان کے علاوہ اور جو شرائط آپ مناسب خیال فرمائیں ان کو بھی تحریر فرمادیں۔ شرائط طے ہونے کے بعد ہم تاریخ بھی معین کر دیں گے اور اسے تاریخ سے ایک ہفتہ پہلے زادراہ بھی حاضر خدمت کر دی جائے گی۔ اس خط کے جواب میں بھی مولوی رحمہ الہی صاحب نے خاموشی اختیار کر لی۔ بالآخر دو ہفتہ کامل انتظار کرنے کے بعد ۱۱ ربیع الاول کو بطور تقاضا ایک اور حبشری حضرت مولانا نے ارسال فرمائی جس کے آخر میں یہ بھی لکھا تھا کہ اس حبشری کو تار کے حکم میں سمجھا جائے اور جواب میں انتہائی عجلت سے کام لیا جائے۔“

اس حبشری کے بعد بھی مولوی رحمہ الہی صاحب نے کوٹ نہلی تب مجبوری کامل دس دنوں کے انتظار کے بعد ۲۲ ربیع الاول شریف کو حضرت مولانا نے ایک اور حبشری روانہ کی جس کے آخر میں یہ بھی تحریر فرما دیا تھا کہ۔

”اس کا جواب یکم ربیع الآخر تک آجانا چاہئے۔ اگر اس عرصہ میں نہیں آیا تو ہم جناب کے اس طرز عمل کو پہلو تہی اور گریز سے تعبیر کرنے پر مجبور ہوں گے۔ پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ پہلو تہی کا بیخ

محض آپ کی ذات تک محدود نہیں ہے گا بلکہ چونکہ یہ مناظرہ مولوی حامد رضا خان صاحب کی رضا و اجازت سے طے ہوا ہے اور پھر آپ کو آپ ہی لوگوں کی درخواست پر یہ بھی حق دیا گیا ہے کہ آپ جس کو چاہیں اپنی جماعت میں سے منتخب کر کے مناظرہ میں پیش کریں اس لئے آپ کا یہ طرز عمل آپ کی ساری جماعت اور خود مولوی حامد رضا خان صاحب کا گریز کہا جائے گا۔

حضرت مولانا کے اس گرامی نامہ نے جب سب اگلی پچھلی سمجھائی تو کچھ بوری مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اپنی چپ تڑنی پڑی اور ۲۶ ربیع الاول شریف کو ۲۶ صفروالی تحریر کے جواب میں ایک جبٹری روانہ کی جس میں حضرت مولانا کے پیش کردہ شرائط کے متعلق اپنی رائے ظاہر کی تھی اور بعض کے متعلق کچھ سوالات کئے تھے مولوی رحمہ اللہ صاحب کی اس جبٹری کا مفصل جواب حضرت مولانا نے ۱۲ ربیع الآخر کو ارسال فرمایا جس کا جواب مولوی رحمہ اللہ صاحب کی طرف سے ۳ اکتوبر کو آیا جس میں کوئی خاص بات قابل ذکر نہ تھی۔ صرف جلسہ مناظرہ کے لئے ایک مسئلہ فریقین صدر کے ہونے کو اصولاً تسلیم کرتے ہوئے تعین صدر کے معاملہ کو الجھانے کی کوشش کی گئی تھی جس کا واحد مقصد یہی تھا کہ نہ صدارت کا مسئلہ طے ہو نہ مناظرہ کی نوبت آئے۔ نہ نومین تیل ہو گا نہ۔۔۔۔۔

لیکن آخر یہ ہے حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی ہمت مردانہ پر کہ آپ نے نہایت فراخ دل سے کام لیتے ہوئے صدارت کے لئے جناب چودھری محفوظ علی خان صاحب سپیکٹر پولیس پنشنر ساکن سنجل کا نام لکھ بھیجا۔ (جو اردوئے عقائد تقریباً رضا خانی ہی ہیں مگر ان کی وجاہت اور انصاف پسندی سے کسی خلاف انصاف کا رد کی امید نہ تھی) نیز حضرت مولانا نے مولوی رحمہ اللہ صاحب کی اس روش کو دیکھتے ہوئے اس مکتوب گرامی کے اخیر میں یہ بھی لکھ دیا تھا کہ :

”یہ سلسلہ خط و کتابت بظاہر اس طرح ختم ہوتا نظر نہیں آتا اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس سلسلہ کو ہمیں ختم کر دیا جائے کیونکہ شرائط کا بیشتر حصہ طے ہو چکا ہے اور جو کچھ باقی ہے وہ سنجل پہنچ کر طے ہو سکتا ہے۔ لہذا اس مناظرہ کی تاریخیں ۲۲ - ۲۳ - ۲۴ جمادی الاول کے مقرر کی جاتی ہیں۔ بس اس عرصہ کے جواب میں ان تاریخوں کی منظوری سے مطلع کر دینا کافی ہے اگر یہ اطلاع ۱۰ جمادی الاول تک موصول ہو گئی تو پندرہ جمادی الاول کو حسب قرار داد سفر خرچ روانہ کر

دیا جائے گا :

حضرت مولانا کے اس گرامی نامہ نے مولوی رحمہ اللہ صاحب کے لئے کوئی راہ قرار نہ چھوڑی اور مبصدا سے
 ”تنگ آمد بجنگ آمد“ ناچار مناظرہ منظور کرنا ہی پڑا۔ لیکن ایک آخری چال یہ چلی کہ اس مکتوب کا جواب بکلی
 اس کے کہ ۸۔ ۸۔ ۸۔ جمادی الاول کے کو دیتے جو دس تک حضرت مولانا کے پاس پہنچ جاتا ۱۲ جمادی الاول کے کو لکھا
 ہو مہر کو حضرت مولانا کو وصول ہوا۔ مقصد اس تاخیر کا صرف یہ تھا کہ حضرت مولانا انتظامات کے لئے اس تھوڑی
 مدت کو ناکافی سمجھیں گے اور لامحالہ مناظرہ کی تاریخیں بدلنے پر مجبور ہوں گے۔ ہم کو یہ کہہ کر پھینچا چھڑانے کا اچھا موقع
 مل جائے گا کہ آپ نے خود ہی مناظرہ کی تاریخیں مقرر کی تھیں ہم نے منظور کر لیں اب آپ مناظرہ سے فرار کرتے ہیں۔
 ”ہمدی لگے نہ پھٹکڑی“ گھر بیٹھے بٹھائے عظیم الشان فتح ہاتھ آتے گی۔ مگر شیر نیتان مناظرہ نے ان اقرارانی
 سب بارگاہ رضوی کی اس چال کو سمجھ لیا اور حسب وعدہ تاریخ معینہ سے ایک ہفتہ قبل سفر خرچ روانہ کر کے اس
 آخری منصوبے کا بھی خاتمہ کر دیا۔ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْبَاطِلُونَ۔

لیکن اس کے بعد بھی ایک احتمال باقی تھا کہ کچھ سادش کر کے تاریخ معینہ تک منی آرڈر وصول نہ کیا جائے
 اور تاریخ ہانے مناظرہ گزر جانے کے بعد لکھ دیا جائے کہ آپ کا منی آرڈر دیر سے وصول ہوا لہذا ہم نہیں آسکے اس قسم کی
 رو باہ بازیوں کا دروازہ قطعاً بند کرنے کے لئے حضرت مولانا نے بذریعہ جسطری ایک خط بھی روانہ کر دیا۔ جس کا مضمون
 یہ تھا کہ۔

”ہم حسب وعدہ سفر خرچ روانہ کر چکے۔ اگر بفرض محال ۲۱ جمادی الاول تک کسی وجہ سے
 وصول نہ ہو تو جناب اس کا انتظار نہ فرمائیں بلکہ ۲۱ کو ضرور بالضرور سوار ہو جائیں۔ یہاں پہنچنے پر
 سفر خرچ حاضر خدمت کر دیا جائے گا۔“

پھر مزید احتیاط کے لئے تاریخ مناظرہ سے تین روز قبل یعنی ۱۹ جمادی الاول کو ایک تاریخ بھی اس مضمون
 کا دے دیا کہ۔

”انتظامات بالکل مکمل ہو چکے ہیں ہر قسم کے حیلوں کو ترک کر کے تشریف لائیے۔“

جَلَّ جَلَالُهُ وَعَمَّ نَوَالُهُ

ہمارا ارادہ تھا کہ ہم اس لال اشتہار پر مفصل تبصرہ کریں گے لیکن چونکہ مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اس کا کذب خالص اور دروغ بے فروغ ہونا اپنے طرز عمل سے خود ہی ثابت کر دیا لہذا ہم اس کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے بس یہ عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ یہ سرخ اشتہار یا لال چٹھڑا بعد میں خود مولوی رحمہ اللہ صاحب کے لئے وبال جان ہو گیا اور ان بے چاروں نے اس کے چھپانے کی ایسی ہی کوشش کی جیسی کہ..... لال چٹھڑوں کے چھپانے کی کرنی چاہتے۔ مختصر یہ کہ مناظرہ میں تین روز متواتر مجمع عام میں یہ سوال کیا گیا کہ یہ اشتہار آپ کا شائع کردہ ہے یا نہیں؟ لیکن کوئی جواب نہ دیا گیا۔ بعد اختتام مناظرہ بذریعہ تحریر بھی دریافت کیا گیا لیکن آج تک کوئی جواب موصول نہ ہوا۔

اے بدعت ملعونہ تجھ پر خدا کی ہزار لعنت۔ کیا تو ایمان و اسلام کے ساتھ آدمی کی انسانیت کو بھی رخصت کر دیتی ہے۔ کیا آج کوئی ہے کہ آرضا خانی محدث کی اس راست بازی کا نمونہ دنیا کی کسی مہذب و متعلم قوم کے لڑکچہ سے پیش کر سکے۔

بہر کیف مولوی رحمہ اللہ صاحب نے یہ اشتہار بھیج کر اپنے شرمناک فرار کا اعلان کر دیا اور سمجھ لیا کہ بس رسید ہو بلائے دے بچیز گزشت۔ لیکن افسوس یہ نہ سوچا کہ یہ لوٹری کی سی چالیں کسی اپنے ہم جولی ہی کے مقابلہ میں کامیاب ہو سکتی ہیں شیرانِ حق کے مقابلہ میں۔

تاریخ مناظرہ سے ایک روز قبل یعنی ۱۲ کو یہ اشتہار منجیل میں شائع ہوا تھا اور ۲۲ کو حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہ نے بذریعہ جوابی کار برقی مندرجہ ذیل نوٹس دیا۔

” فوراً آئیے ہر قسم کی بہانہ بازی کو چھوڑ دیجئے۔ ورنہ جملہ ہر جہ کے آپ ذمہ دار ہوں گے۔“

اس نوٹس نے سارے منصوبوں کا خاتمہ کر دیا اور بے چارے مولوی رحمہ اللہ صاحب کی یہ آخری چال بھی

شیرِ نیستان کے مقابلہ میں بے کار ثابت ہوئی۔

صَدَقَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْخَائِبِينَ - وَمَكْرُؤًا

وَمَكَرَ اللَّهُ وَ اللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ -

بہر حال اس برقی ٹوٹنے نے حسرت علی صاحب دلی وہ فرضی پانچ شکستیں بھی بھلا دیں اور یہ

قہر و ریش بر جان درویش

مولوی رحمہ اللہ صاحب مع جناب مولوی عبدالعزیز خان صاحب و بعض دیگر علماء فرقر رضا خانی کے مناظرہ کے آخر روز یعنی ۲۴ جمادی الاول کو ۸ بجے سنبھل وارد ہوئے اور نو بجے مقام مناظرہ پر پہنچے۔ اور یہاں پہنچ کر فرار کی ایک نئی یہ راہ نکالی کہ مسئلہ صدارت کے متعلق اگرچہ طے ہو چکا تھا کہ کل جلسہ مناظرہ کا ایک صدر ایسا ہے گا جو فریقین سے بالکل آزاد ہو۔ اور حضرت مولانا نے نہایت فراخ حوصلگی اور عالی ہمتی سے کام لیتے ہوئے ایک ایسا شخص بھی پیش کر دیا تھا جو نہ بہار رضا خانیوں سے اقرب تھا۔ یعنی جناب چوہدری محفوظ علی خان صاحب انسپٹر پولیس پنشن لیکن مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اگر مسئلہ صدارت کے متعلق صاف کہہ دیا کہ اگر ایک صدر فریقین ہو سکتے ہیں تو بس فلاں صاحب یا فلاں صاحب (جو شاید خود مولوی رحمہ اللہ صاحب سے بھی زیادہ غالی رضا خانی ہیں) ورنہ ہر فریق کا صدر علیحدہ رہے گا۔ جس کا کام محض اپنی اپنی جماعت کو قابو میں رکھنا ہوگا۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے ہر چند اس پر زور دیا کہ کسی ایسے آزاد شخص کو صدر مقرر کیا جائے جو فریقین سے کوئی خاص تعلق نہ رکھتا ہو۔ یہ بھی کہا کہ اگر آپ کے نزدیک مسلمانوں میں کوئی ایسا نہیں ہے تو سنبھل کے غیر مسلم تعلیم یافتہ طبقہ میں سے کسی کو منتخب فرمائیے۔ لیکن مولوی رحمہ اللہ صاحب کی ہٹ ختم نہ ہوئی۔ بالآخر یہ بھی کہا گیا کہ اچھا کسی ایسے رضا خانی ہی کو صدر مقرر کر لیجئے جو معاملہ سنجہ ہونے کے ساتھ ساتھ رضا خانیت میں غالی نہ ہو۔ لیکن ان سب باتوں کا جواب یہی ملا کہ اگر ایک صدر مسئلہ فریقین ہوگا تو بس انہی دو صاحبان میں سے کوئی ہو سکتا ہے جن کو پہلے پیش کیا جا چکا ہے ورنہ ہر فریق کا صدر جدا گانہ ہوگا۔ مقصد اس بے جا ضد کا بھی یہی تھا کہ اہلسنت ہماری ان بے جا ضدوں کو منظور نہ کریں اور کسی طرح مناظرہ سے جان بچے۔ لیکن حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب نے بالآخر ان کی اس ہٹ کو بھی مان لیا۔ رضا خانیوں کی طرف سے جناب خان صاحب ولایت حسین صاحب صدارت کے لئے منتخب ہونے اور اہلسنت کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ ہماری طرف سے عالی جناب نواب داؤد علی خان صاحب انصاری دام غیضہ الجاری خدمات صدارت کو انجام دیں گے۔

لے حاشیہ صفحہ آئندہ

اس کے بعد مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اس طرح تقریر شروع کی۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ۔

غوث اعظم بامن بے سرو سامان مددے

قبلہ دین مددے کعبۂ امیاں مددے

میں نے سب سے کہ کل اور پرسوں میرے نہ آنے کی مولوی محمد منظور صاحب نے بہت زیادہ شکایتیں کی ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ آپ کا منی آرڈر کچھ دیر سے پہنچا۔ اور چونکہ میں مدرسہ کا ملازم تھا اس لئے حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب مدظلہ کی اجازت کے بغیر آ بھی نہیں سکتا تھا اور وہ اتفاق سے گاؤں کو چلے گئے تھے۔ میں نے اجازت لینے کے لئے ان کے پاس آدمی بھی بھیجا۔ لیکن کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ وہ آدمی بھی واپس نہ آیا اب جب میں نے دیکھا کہ سب باریکیں مناظرہ کی گزری جاتی ہیں تو بغیر اجازت ہی چلا آیا ہوں اور میں نے ملازمت کی بھی پرواہ نہیں کی۔ آپ تصدیق کریں یا نہ کریں لیکن میں حلف اٹھانے کے لئے بھی تیار ہوں اور آپ بری آدمی بھیج کر اس کی تصدیق بھی کرا سکتے ہیں۔ بغیر گزشتہ اسچہ گزشتہ۔ اب جو باقی ماندہ شرائط ہیں ان کو طے کر لیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ سنون) حسبنا اللہ ونعم الوکیل

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یا معین بلک نستعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

۱۷ (حاشیہ صفحہ گزشتہ) دو سال ہوئے کہ خان صاحب موصوف اس دار فانی سے رحلت کر چکے ہیں۔ اگرچہ راقم الحروف کو خان صاحب کے خیالات و عقائد سے سخت اختلاف تھا مگر اس میں شک نہیں کہ موصوف بڑی خوبصورت آدمی تھے، بالخصوص اپنے چھوٹوں کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتے تھے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے ساتھ بہتر معاملہ کرے۔ ۱۲

(حاشیہ صفحہ ۱۸) ۱۸ کیا آخری رجسٹری اور سولہ کاروانہ شدہ تار بھی ۲۱ تک نہیں پہنچا؟ شدم شدم ۱۔ ۱۸ بالکل غلط۔ یوں کہنا چاہیے کہ اب جب دیکھا کہ فرار کی کوئی راہ نہیں رہی جب مجبوری آیا ہوں ۱۲۔

ابتدائی گفتگو

میں اولاً اپنے محترم دوست جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ لال شہتار
 ۲۰ کھلا خط بنام دبا بیہ دیوبند یہ سنبھل ضلع مراد آباد ۵۰ جناب ہی کا شائع کردہ ہے یا کسی دوسرے نے بغیر آپ
 کی اجازت کے آپ کی طرف سے شائع کر دیا ہے ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب : (نہایت خوشامداز لہجہ میں) مولوی صاحب میں آپ کی سلامتی طبع کا
 قائل ہوں یہ باتیں کچ طبع لوگ کیا کرتے ہیں۔ اب عجب میں آہی گیا تو وہ بات ختم ہو گئی۔ لہذا اب مناظرہ کے
 کارروائی شروع ہونی چاہئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : کارروائی مناظرہ ابھی شروع ہوتی ہے لیکن پہلے اشتہار کے معاملہ
 کو صاف کر دیجئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ حضرات کس قدر صداقت اور راستبازی سے کام لیتے ہیں۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب : دیکھئے آپ بالکل بے کار وقت ضائع کر رہے ہیں میرے آجانے کے بعد
 اس اشتہار کا تذکرہ ہی فضول ہے۔ اور اگر معلوم ہی کرنا ہے تو خود اشتہار کو دیکھ لیجئے وہ بتلا دے گا کہ میں کس کا شائع
 کردہ ہوں۔ اور اگر اس کا مضمون مجھ کو بتلایا جائے تو میں بھی بتلا سکتا ہوں کہ وہ میرا شائع کردہ ہے یا نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا یہ اشتہار کتنا سے کہ میں مولوی رحمہ اللہ صاحب صدر مدرس مدرسہ
 منظر اسلام بریلی کا شائع کردہ ہوں۔ فرمائیے یہ صحیح کہہ رہا ہے یا غلط ؟ جناب نے اس مرتبہ یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر
 اس کا مضمون مجھ کو سنایا جائے تو میں بتلا سکتا ہوں تو سنئے۔ اس کا مضمون یہ ہے اس کے بعد حضرت مولانا نے
 اُس کذب و بہتان کے طور مار کو از اول تا آخر پڑھ کر سنایا، جن لوگوں نے مولوی رحمہ اللہ صاحب کی مذکورہ بالا مضمون
 سنی تھی اور تاہنوز یہ اشتہار نہ دیکھا تھا وہ اس کے حرف حرف پر ان محدث صاحب کی صداقت شعاری اور استیلا
 کی داد دل و زبان سے دے رہے تھے۔ اس وقت خود مولوی رحمہ اللہ صاحب کی جو حالت تھی وہ دیکھنے ہی سے
 تعلق رکھتی تھی، اس اشتہار کے سننے کے بعد مولانا نے فرمایا کہ اب تو فرمائیے کہ یہ جناب ہی کا شائع کردہ ہے یا آپ کے
 کسی خیر اندیش کی کار سازی ہے ؟

مولوی رحمہ الہی صاحب : دیکھئے مولوی صاحب یہ بالکل وقت کو ضائع کرنا ہے۔ آپ جلد کہو
مناظرہ شروع کیجئے اور جو شرائط باقی ہیں ان کو طے کیجئے۔ مناظرہ شروع ہونے کے بعد ہم اس اشتہار کے متعلق
بھی تشفی بخش جواب دے دیں گے۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی رحمہ الہی صاحب کی اس قابلِ رحم حالت پر رحم کھا کر جواب
سوچنے کے لئے یہ مہلت بھی دے دی۔ اور شرائط کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ تقریباً ایک گھنٹہ میں مع ان شرائط
کے جو بذریعہ خط کتابت طے ہوئی تھیں مندرجہ ذیل شرائط طے ہوئیں۔

- ۱ : یہ مناظرہ محض مسئلہ علم غیب پر ہوگا اس کو دوسرے اختلافات سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔
- ۲ : ہر فریق کا فرض ہوگا کہ نفس مسئلہ پر استدلال یا مسئلہ کتب عقائد اہلسنت سے کرے یا انصوص قطعیہ سے
اگر کوئی فریق ان کے سوا دوسری قسم کے ادلہ پیش کرے گا تو دوسرے فریق کو حق ہوگا کہ وہ اس وقت تک
ان کا جواب نہ دے جب تک کہ مسئلہ سے یہ تحریر نہ لے لے کر میں اپنا مدعا کتب عقائد اہلسنت اور انصوص قطعیہ
سے ثابت نہیں کر سکتا۔

- ۳ : مسئلہ زیر بحث کے علاوہ اگر کوئی مناظرہ دوسری بحث چھیڑے گا تو اولاً اس کو متنبہ کر دیا جائے گا اگر وہ باز
نہ آیا تو یہ اس کے فریق کی کھلی شکست سمجھی جائے گی۔ اور دوسرے فریق کا فرض ہوگا کہ وہ اس خارج از بحث
امر کی طرف متوجہ نہ ہو ورنہ غلطی اور لاعنی سمجھا جائے گا۔

- ۴ : ہر مناظرہ کو حق ہوگا کہ وہ اپنے مقابل کے جس جملہ کو لکھنا چاہے لکھ لے اس کو کسی طرح حق انکار نہ ہوگا۔
بلکہ اس کا انکار اس کی شکست سمجھی جائے گی۔

- ۵ : مناظرہ کے سوا کسی کو حق دخل وہی نہ ہوگا۔

- ۶ : دل آزار اور اشتعال انگیز کلمات کوئی مناظرہ استعمال نہ کرے گا۔ جو مناظرہ خلاف تہذیب الفاظ زبان سے
نکلے گا اس کی مسئلہ شکست سمجھی جائے گی اور دوسرے فریق چاہے گا تو مناظرہ ختم کر دے گا۔

- ۷ : ہر فریق کے مناظرہ کو تقریر کے لئے دس دس منٹ وقت دیا جائے گا۔

- ۸ : یہ مناظرہ زیادہ سے زیادہ تین روزہ رہے گا۔

۹ : جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی سائل ہوں گے اور جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب مجیب۔
ان شرائط کے طے ہو جانے کے بعد مولوی رحمہ اللہ صاحب نے سوال کیا کہ آپ علماء دیوبند کے اقوال کو بھی

تسلیم کریں گے یا نہیں ؟

مولانا محمد منظور صاحب : نے فرمایا یہ سوال بالکل لغو ہے اس لئے کہ شرائط میں یہ طے ہو چکا ہے کہ
نفس مسئلہ پر استدلال یا مسئلہ کتب عقائد اہلسنت سے ہو گا یا انصوص قطعیہ سے۔ اور ان حضرات کے اقوال ان میں سے
کسی قسم میں بھی داخل نہیں۔ اور نہ میں ان حضرات کا مقلد ہی ہوں کہ بحیثیت تقلید ان حضرات کا قول واجب تسلیم ہو
بلکہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقلد ہوں البتہ ان حضرات کا ایک ادنیٰ کنش بردار ہوں۔ ہاں اتنا
جانتا ہوں اور وثوق کے ساتھ کہ سکتا ہوں کہ جو میرے نزدیک اصول شریعت ہیں وہی ان حضرات کے بھی اصول
ہیں یعنی کتاب و سنت و قیاس و اجماع امت۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اس کی تحریر طلب کی۔ جناب مولانا محمد منظور صاحب نے اس کی تحریر بھی دے
دی۔ اس کے بعد مولوی رحمہ اللہ صاحب نے فرمایا کہ آپ کی طرف سے مناظر کون ہو گا ؟ جناب مولانا محمد منظور صاحب
نے فرمایا کہ یہ کوئی دریافت کرنے کی بات نہیں۔ اپنی جماعت کی طرف سے آپ ہوں گے اور اہلسنت کی جانب سے خاکسار
ہو گا۔ مولوی رحمہ اللہ صاحب نے فرمایا کہ درود میں یہ طے ہو چکا ہے کہ ہر فریق کو جتنی ہو گا کہ وہ جس کو چاہے
اپنی طرف سے بحیثیت مناظر پیش کرے۔ لہذا آپ اپنی طرف سے کسی ایک کو متعین کر دیجئے ہم بھی اپنی طرف سے کسی
ایک کو وکیل کر دیں گے جس کے بعد کسی دوسرے کو بولنے کا حق نہ رہے گا۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ جب میں اور آپ دونوں موجود ہیں اور کسی کو کوئی معذوری بھی نہیں تو
پھر وکالت کے کیا معنی ؟ مولوی رحمہ اللہ صاحب نے دیر تک اسی پر اصرار کیا۔ بالآخر مولانا محمد منظور صاحب نے
فرمایا کہ آپ کو یاد ہو گا جس وقت استحقاق تبدیل مناظر کی تجویز جناب کی طرف سے پیش ہوئی تھی میں نے شدت سے

سنا اگرچہ یہ تجویز مولوی عبدالعزیز خان صاحب نے پیش کی تھی مگر چونکہ وہ مولوی رحمہ اللہ صاحب کے مشیر و رفیق کار تھے لہذا ان کی تجویز
گلیا مولوی رحمہ اللہ صاحب ہی کی تجویز ہے۔ ۱۲۔

مخالفت کی تھی اور اسی وقت کہہ دیا تھا کہ بھلا اللہ تعالیٰ خاکسار اس سے مستغنی ہے۔ لہذا مناظر بدلنے کا سبب نہ خود لینا چاہتا ہے نہ مولوی رحمہ اللہ صاحب کو دینا چاہتا ہے۔ اور بہت دیر تک اس پر گفتگو بھی رہی تھی اور میں کسی طرح قبول کر کے لئے تیار نہ تھا۔ بالآخر آپ کے اٹھانی اصرار اور جناب صاحب کی سفارش کی وجہ سے میں نے منظور کر لیا تھا۔ اور اس وقت بعونہ تعالیٰ اس کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ الغرض چونکہ یہ استحقاق تبدیل مناظر کی تجویز آپ کی جانب سے پیش ہوئی تھی لہذا آپ پہلے اپنا مناظر متعین فرمادیں، بندہ بھی عرض کر دے گا۔ اس کے جواب میں مولوی رحمہ اللہ صاحب نے فرمایا کہ تجویز کسی کی جانب سے پیش ہوئی ہو لیکن مناظر پہلے آپ ہی متعین فرمائیں گے۔ اور بہت دیر تک اسی پر بحث کی۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ لیجئے میں آپ کی خاطر اس قدر تعین بھی کرتا ہوں کہ اگر اپنی جماعت کی طرف سے آپ خود مناظر ہوتے تو بندہ ہی مناظرہ کرے گا۔ اور اگر جناب نے کسی دوسرے کو کھڑا کیا تو اس کا نام معلوم ہوئے پر اسی درجہ کا مناظرہ خاکسار بھی پیش کر دے گا۔ اتنی معقول بات پر بھی مولوی رحمہ اللہ صاحب کی وہ بے جا طفلانہ ضد اور ہٹ ختم نہ ہوئی۔ بالآخر شیر نستان مناظرہ جناب مولانا مولوی محمد منظور صاحب نے اعلان فرمایا کہ الحمد للہ ثم الحمد للہ! اب جب کہ جناب کا عجز آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو چکا تو بندہ اعلان کرتا ہے کہ آپ جس کو بھی اپنی جانب سے بحیثیت وکیل پیش فرمائیں ہم کو منظور ہے اور اپنی طرف سے خاکسار خود ہی مناظرہ کرے گا۔

اس گلو خلاصی کی جو مسرت مولوی رحمہ اللہ صاحب کو ہوئی وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ ناظرین خود اندازہ کر لیں کہ جس رہائی کے لئے شرمناک سے شرمناک تدابیر اختیار کی گئی تھیں اور بد قسمتی سے سب کی سب ناکام رہیں اس کے غیر متوقع حصول پر کس درجہ مسرت ہوئی ہوگی۔ اسی غیر معمولی مسرت کی حالت میں فرمایا کہ میں اپنی طرف سے مولوی حافظ حشمت علی صاحب لکھنؤی سلمہ کو پیش کرتا ہوں وہ اسی مسئلہ پر انہیں طے شدہ شرائط کے ساتھ مناظرہ کریں گے اور ان کا سامنے پر داغہ میرا سامنے پر داغہ سمجھا جائے گا۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مجھ کو اس کی تحریر دے دی جائے۔ مولوی رحمہ اللہ صاحب نے یہ الفاظ لکھ دیئے کہ۔

”وہ میرے وکیل مطلق ہوں گے اور ان کا ساختہ پرداختہ میرا ساختہ پرداختہ سمجھا جائیگا۔“
اس تحریر کو لکھنے کے بعد مولوی رحمہ اللہ صاحب نے حاضرین جلسہ کو پڑھ کر سنا بھی دیا۔ اور اس کے بعد
فرمایا کہ جناب! میں نے یہ تحریر لکھ بھی دی اور آپ حضرات کو پڑھ کر سنا بھی دی۔ لیکن دول گانہیں۔ اور ان
الفاظ کے لکھانے کا مجھ سے مولوی صاحب کو حق ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے بوجہ کثیر استحقاق ثابت کیا لیکن مولوی رحمہ اللہ صاحب نے ایک دہسنی اور
یہی فرماتے رہے کہ ان الفاظ کے لکھانے کا آپ کو حق نہیں ہے۔ جب ان محدث صاحب کی راست بازی کا حق
حاضرین جلسہ پر آشکارا ہو گئی تو مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ آپ تحریر دیں یا نہ دیں لیکن کچھ اللہ آپ ہی
کی زبان سے حاضرین جلسہ کو یہ تو معلوم ہو ہی گیا کہ مولوی حشمت علی صاحب آپ کے وکیل مطلق ہیں اور ان کا ساختہ
پرداختہ بعینہ آپ کا ساختہ پرداختہ ہو گا۔ پس جن لوگوں کے نزدیک دنیا میں زبان بھی کوئی چیز ہے وہ خود سمجھ
لیں گے کہ مولوی حشمت علی صاحب آپ کے وکیل مطلق ہیں یا نہیں۔ لہذا اب آپ جن الفاظ میں بھی مجھ کو تحریر
دے سکتے ہوں دے دیں۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب نے بچانے اس تحریر کے مندرجہ ذیل تحریر دی جو ہمارے پاس دستخطی محفوظ ہے۔
”۷۶۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلَیْ رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ ہماری طرف سے
جناب حافظ مولوی حشمت علی صاحب مناظر مقرر کئے جاتے ہیں اُسی مسئلہ اور انہیں شرائط
کی پابندی کریں گے جو مجھ سے طے ہوتے ہیں۔ فقط

رحمہ اللہ غفرلہ : ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ

(دستخط صدر صاحب) ولایت اللہ بقلم خود :

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ ہمارے فاضل مخاطب جن
مصیبت سے بچنا چاہتے ہیں اسی میں ایسے گرفتار ہوتے ہیں کہ ربانی بھی دشوار ہو جاتی ہے۔ پہلے آپ نے یہ قرار
کیا کہ مولوی حشمت علی صاحب میرے وکیل مطلق ہیں اور ان کا ساختہ پرداختہ میرا ساختہ پرداختہ سمجھا جائے۔
اس وکالت مطلقہ کے متعلق جناب نے ایک تحریر بھی لکھ دی۔ لیکن ذمہ داری سے بچنے کے لئے اس تحریر کے

دینے سے انکار کر دیا جس سے مجھ کو دو فائدے ہوئے۔ ایک یہ کہ آپ کے اقرار کی وجہ سے ذمہ داری بھی بدستور رہی۔ دوسرے یہ کہ تحریر نہ دینے سے آپ کی راست بازی بھی لوگوں کو معلوم ہو گئی۔ اگر میں اس کی کوشش بھی کرتا تو شاید اس قدر کامیاب نہ ہوتا۔ آپ نے تحریری ذمہ داری سے بچنا چاہا لیکن بمصدق فرما من المطرۃ فوق تحت المیزاب ایسی تحریر دی جس سے نہ محض اپنی بلکہ ساری رضا خانی جماعت کے ذمہ داری تسلیم کر لی۔ و ذالک من فضل اللہ علینا و علی الناس و لکن اکثر الناس لا یشکرون۔ اس کے بعد کاروائی مناظرہ شروع کی جاتی ہے۔

آغازِ مناظرہ بر مسئلہ علمِ غیب

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ سنونہ)۔ حسبنا اللہ و نعم الوکیل
ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اللہم ائتک عضدی
ونصیری بک احول و بک اصول و متیننا باسمک اقولے
اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم
ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین۔

اما بعد ! چونکہ اس مسئلہ میں مدعی آپ حضرات ہیں لہذا پہلے آپ اپنا دعویٰ متعین فرمادیں تاکہ حاضرین کے نزدیک محل نزاع متعین ہو جائے۔

مولوی حسرت علی صاحب : (وکیل و نمائندہ فرقہ رضا خانی) ایک طو لانی خطبے کے بعد جس میں استغانت بغیر اللہ کا عنصر غالب تھا۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ پاک نے اپنے حبیب اکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ماکان و مایکون کا علم دیا۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) مہربان من ! ایسے لفظ بولئے کہ عام حاضرین بھی سمجھ لیں۔ آپ کے اس کَانَ اور یَکُون کو وہ نہیں سمجھتے۔ آپ صاف لفظوں میں اپنے عقیدہ کا اظہار کیجئے۔
مولوی حسرت علی صاحب : یا غوث یا شیخ عبدالقادر جیلانی شہیداً للہ۔

مولوی صاحب میں نے تو اپنا عقیدہ صاف صاف بیان کر دیا تھا لیکن آپ کہتے ہیں کہ اور تفصیل کرو اور کرو تو لیجئے میں آپ کی خواہش پر اذیت دیتا ہوں۔ سنئے ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم (حاشیہ جعفر آئندہ)

شیخ اعظم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش دنیا سے قیامت تک جو کچھ کہہ چکا یا ہو رہا ہے یا ہوگا اس سب کا علم تفصیلی محیط عطا فرمایا۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ مسنونہ) قیامت کے بعد جو کچھ ہونے والا ہے کیا اس کا علم آپ کے اس دعوے سے خارج ہے ؟

مولوی حشمت علی صاحب : معلومات مابعد القیامت کے متعلق ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے وہ ہمارے دعوے سے خارج ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : نے فرمایا کہ اپنے اس عقیدہ کو لکھ دیجئے۔ مولوی حشمت علی صاحب نے یہ الفاظ لکھ دیئے۔

” اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش عالم سے قیامت تک جو کچھ ہوگا جو ہو رہا ہے جو ہوگا سب کا تفصیلی علم محیط عطا فرمایا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اقدس اس سے بھی بڑھانا نہ ہے۔“ فقط۔

فقر الباقی عبد الرضا محمد حشمت علی قادری ضوی لکھنوی غفرلہ

مولانا محمد منظور صاحب : نے فرمایا کہ یہ بھی لکھ دیجئے کہ واقعات مابعد القیامت کا علم ہمارے دعوے سے خارج ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب : نے اسی تحریر پر لکھ دیا۔ ” مگر یہ کہ معلومات مابعد القیامت ہمارے دعوے میں سکوت عنہا ہیں۔“ فقط۔

مولانا محمد منظور صاحب : افسوس آپ نے کہا تو یہ تھا کہ معلومات مابعد القیامت ہمارے دعوے سے خارج ہیں۔ اور اسی کی میں نے تحریر بھی طلب کی تھی۔ لیکن آپ تحریر میں لکھتے ہیں کہ۔ وہ ہمارے دعوے میں سکوت عنہا ہیں۔ یعنی ہم اس کے متعلق کچھ کہنا نہیں چاہتے چپ رہنا چاہتے ہیں۔ مہربانم ! چپ تو آپ جب رہ سکتے ہیں

جب کوئی آپ کو چپ رہنے دے۔ اگر میرے سوالات کے جواب میں چپ رہنے کا ارادہ تھا تو آپ یہاں نہ رہتے ہی کیوں لائے تھے؟ مناظرے کے پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر سوال کے جواب میں سکوت کرنا کہاں کا اصول ہے؟ مہربانی فرما کر صاف لکھنے کہ معلومات مابعد القیامت کے متعلق ہماری عقیدہ نہیں وہ ہمارے دعوے سے خارج ہیں۔

مولوی حسرت علی صاحب نے مجبور ہو کر اسی تحریر کے نیچے یہ بھی لکھ دیا: یعنی وہ ہمارے دعوے سے خارج ہیں؟

مولانا محمد منظور صاحب (بعد از خطبہ) ہمارے فاضل مخاطب نے لفظ مسکوت عندہ کی تفسیر یہ کی ہے کہ وہ ہمارے دعوے سے خارج ہیں۔ اس کی داد تو اہل علم خود ہی دیں گے میں اس کے متعلق کہنا بے کار سمجھتا ہوں۔ ہاں مولوی صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ جناب نے تو اپنا عقیدہ یہ بیان کیا ہے کہ ابتداء آفرینش عالم سے قیامت تک کا علم تھا اور واقعات مابعد القیامت کو اپنے عقیدہ سے خارج ہے۔ اور جماعت رضویہ کے امیر ثانی مولوی نعیم الدین صاحب رضا خانی مراد آبادی اپنی کتاب الکلمۃ العلیا میں اپنی جماعت کا عقیدہ یہ تحریر فرما رہے ہیں کہ۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش سے داخلہ جنت و دوزخ تک کے تمام علوم جزئی و کلی حاصل ہیں؟

علاوہ قیام قیامت اور اس داخلہ میں حسب تصریح حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہزار برس کا فاصلہ ہے۔ لہذا مولوی نعیم الدین صاحب کی اس تحریر اور آپ کے بیان کردہ عقیدہ میں زمین و آسمان کا فرق ہوا۔ تو جناب سے یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ ہم آپ کی جماعت کا عقیدہ وہ سمجھیں جو جناب نے بیان کیا یا وہ جو آپ کی جماعت کے رکن مبین مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے لکھا ہے۔ یا پہلے وہی عقیدہ تھا اور اب اسنت کی واروگیر سے اس عقیدہ میں کچھ تبدیلی کر لی گئی ہے جس طرح آریہ سماج ہر سال علماء اسلام کے اجتماع سے عاجز آکر اپنے مذہب میں کچھ تبدیلی کر لیتے ہیں۔

مولوی حسرت علی صاحب: مولوی صاحب آپ نے میرا مطلب نہیں سمجھا۔ میرا مطلب بھی یہی تھا کہ

ابتداء آفرینش سے دخول جنت اور دوزخ تک کے تمام علوم دے دیئے گئے وہ پچاس ہزار برس کا زمانہ قیامت ہی کا تو ہے آپ کو اتنی بھی خبر نہیں۔ مولوی صاحب اتنی بے خبری سے کام لیتے تھے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ یہ شخص آپ کی تاویل ہے کیوں کہ جب محاورات میں قیامت تک کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے قیامت کا آنا مراد ہوا کرتا ہے نہ جنت و دوزخ میں داخل ہونا۔ لیکن چونکہ ہمارا اور دنیا کے تمام اہل عقل کا یہ اصول ہے کہ اگر متکلم اپنے کلام کا کوئی مطلب بیان کرے اگرچہ وہ ایک گونہ بعید ہی کیوں نہ ہو تو اس کو مان لینا چاہئے۔ اس لئے میں اس کو تسلیم کئے لیتا ہوں۔ یہ اصول آپ ہی کو مبارک رہے کہ متکلم اپنے کلام کا ایک نہایت واضح اور صاف مطلب بیان کرے اور قسم کھا کر کہے کہ میری یہی مراد ہے لیکن آپ حضرات یہی کہیں گے کہ ہرگز نہیں تیرے کلام کا وہی مطلب ہے جو ہم نے سمجھا ہے اگرچہ اس بے چارے کے کلام سے کوسوں دور ہو۔

بہر حال میں اس کو مانے لیتا ہوں کہ آپ کی مراد وہی ہے جو الْحَكَمَةُ الْعُلْيَا میں لکھا ہوا ہے۔ یعنی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کا تمام علم تفصیلی محیط عطا فرمایا۔ لیکن یہ اور بتایا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط کب عطا فرمایا گیا۔ آیا ولادت باسعادت سے پہلے عالم ارواح میں یا ولادت شریفہ سے بعد کو۔ پھر نبوت سے پہلے یا بعد میں۔ اگر بعد میں تو ہجرت سے پہلے یا بعد میں۔ اگر بعد از ہجرت تو کس سند میں؟

مولوی حسرت علی صاحب : یہ علم محیط حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتدریج عطا فرمایا گیا۔ اور اس کی تکمیل اس وقت ہوئی جب قرآن عزیز کا نزول ختم ہوا۔

مولانا محمد منظور صاحب : قرآن عزیز کا نزول کب ختم ہوا؟

مولوی حسرت علی صاحب : مولوی صاحب ! آپ علم غیب کی بحث کرتے ہیں یا نزول قرآن کی؟ اسے صاحب ! یہ تو کوئی مختلف فیہ مسئلہ نہیں ہے۔ جب آپ کے نزدیک ختم ہوا ہے اسی وقت ہمارے نزدیک بھی ختم ہوا ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : میرے محترم یہاں ان باتوں سے کام چلنا دشوار ہے یہ علمی میدان ہے

اگر جناب کو معلوم نہیں اور یقیناً معلوم نہیں تو صاف لفظوں میں لاعلمی کا اقرار کیجئے پھر میں بتلاؤں گا کہ قرآن
عزیز کا نزول کب ختم ہوا۔ اور اگر معلوم ہے تو اظہار فرمائیے۔ ہاں آپ کا یہ جملہ کہ علم غیب کی بحث کسے ہو یا نہ ہو
قرآن کی بہت ہی معنی خیز ہے۔ آپ کے نزدیک اس بحث کا علم غیب سے کچھ تعلق ہی نہیں۔ بہت خوب۔

مولوی حسنت علی صاحب : مولوی صاحب میں کہہ چکا ہوں کہ وہ اتفاقی مسئلہ ہے اس میں
مذہب آپ کا ہے وہی ہمارا بھی ہے۔ ہمیں اس سے انکار نہیں اگر میں بتاؤں گا تو بہت ممکن ہے آپ اس کو
مائیں لہذا جو تاریخ ختم نزول قرآن کی آپ بتائیں وہی ہمیں بھی تسلیم ہے۔ مولوی صاحب ! میں نے آپ کی بہت
تعریفیں سنی ہیں اور اسی وجہ سے مجھے آپ کے ساتھ بہت زیادہ حسن ظن ہے آپ ان بے کار باتوں سے اس حسن ظن کو کم
مت کیجئے اور علم غیب کی بحث شروع کیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : مہربانم میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ یہ علمی میدان ہے دو چار رسالے
دیکھ کر اس میدان میں قدم رکھنا بجز ندامت کے اور کوئی فائدہ نہیں بخشتا۔ دو مرتبہ میں سوال کر چکا ہوں اور محمد
قرآن عزیز سے آپ کی اور مولوی رحمہ اللہ صاحب کی ناواقفی آفتاب نیروز کی طرح روشن ہو چکی ہے۔ اب پھر تیسری
مرتبہ وہی سوال کرتا ہوں اگر اب بھی جناب نے جواب نہ دیا تو انشاء اللہ آپ کی اور آپ کے موکلہ ساری رضا خانی
جماعت بالخصوص مولوی رحمہ اللہ صاحب کی لاعلمی پر ایسی جھڑی ہوگی جس کو دنیا دیکھے گی۔ اگر آپ اس کے لئے کچھ
مہلت طلب کریں وہ بھی دی جاسکتی ہے۔

مولوی رحمہ اللہ صاحب نے بہت دیر عرق ریزی کے بعد کسی رسالہ سے ایک عبارت نکال کر دی۔ مولوی
حسنت علی صاحب بڑی مسرت کے ساتھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ لیجئے مولوی صاحب آپ کہتے تھے کہ حسنت علی کو
ختم نزول قرآن کی تاریخ معلوم نہیں اب حسنت علی ہی آپ کو بتائے دیتا ہے۔ سنئے۔ ردی ابن جریر

لے اس روایت کے پیش کر لے سے چونکہ مولوی حسنت علی رحمہ اللہ صاحب کی جہالت اور حماقت ثابت ہوتی ہے اس لئے
رضا خانی رویداد کے اخیر صفحات میں اس روایت کا صاف انکار کیا گیا ہے۔ اور اس کو ہمارا جھوٹ بتلایا گیا ہے لیکن ہم کو امید ہے کہ
سنجھن کا تعلیم یافتہ طبقہ آج تک اس بحث کو نہ بھولا ہوگا اور وہ ہماری صداقت کی شہادت دے گا ۱۳

اس روایت کا مضمون یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یوم وفات تک برابر وحی نازل ہوتی تھی اور سب سے زیادہ وحی اس روز نازل ہوتی جس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف ہوئی ہے۔ اس روایت کے پڑھنے کے بعد مولوی حسنت علی صاحب نے غیر معمولی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اب تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ قرآن شریف کا نزول کب ختم ہوا۔ میں چاہتا تھا کہ اس بے کار بحث میں نہ پڑوں لیکن آپ نے یہ سمجھا کہ حسنت علی کو معلوم ہی نہیں ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ کے متعلق تو میں کچھ عرض کرنا نہیں چاہتا۔ اس لئے کہ آپ اپنی قابلیت سے مجبور ہیں۔ ہاں مولوی رحمہ اللہ صاحب پر حیرت ہے کہ وہ باوجود صدائے حسین ہونے کے وحی اور قرآن عزیز کا فرق بھی نہیں سمجھتے۔ کیا آپ کی جماعت کے محدث ایسے ہی ہوتے ہیں ؟ میرے نزدیک ایسی فحش غلطی اصولِ لسانی پڑھنے والا بھی نہیں کرے گا۔ مولوی صاحب ! اگر آپ کو یہ فرق معلوم نہیں تھا تو کسی پڑھے لکھے سے دریافت کر لیا ہوتا۔

تعلم اذا كنت لست بعالم فما العلم الا عند اهل التعلم
تعلم فان العلم ازين للفتى من الحلة الحسناء عند التكلم

ترجمہ ! علم حاصل کرو جب کہ تم عالم نہ ہو کیوں کہ علم پڑھنے والوں ہی کے پاس ہوتا ہے۔ اور علم حاصل کرو کیوں کہ بات کرتے وقت علم عمدہ لباس سے زیادہ زینت کی چیز ہے۔

مہربان من ! وحی عام ہے اور قرآن خاص۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں جو مضمون بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے خواہ وہ بذریعہ الامام اور کشف کے ہو یا بواسطہ جبریل علیہ السلام کے، اصطلاح شریعت میں وہ سب وحی ہے اور قرآن عزیز اس کا ایک خاص حصہ ہے جس کو وحی منلو کہا جاتا ہے۔ پس جو روایت آپ نے پڑھی ہے اس سے تو محض یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یوم وفات تک وحی ہوتی۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس روز تک قرآن عزیز نازل ہوا۔ بلکہ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چند روز پیشتر قرآن شریف کا نزول ختم ہو چکا تھا۔ افسوس کہ آدھ گھنٹہ کی عرق ریزی کے بعد جو کچھ نکالا گیا تھا وہ بھی غلط ثابت ہو گیا۔ اس وقت ہمارے مخاطب مولوی حسنت علی صاحب دل

میں تو ضرور کہتے ہوں گے کہ مولوی رحمہ اللہ صاحب نے کس بلا میں مجھ کو بھنسا دیا ۔
 اس کشمکشِ دام سے کیسا کام تھا مجھے
 اسے الفتِ حیمین تراخا ز خراب ہو

اس کے بعد مولوی رحمہ اللہ صاحب نے اسی رسالہ میں سے ایک دوسری روایت نکال کر دی۔ مولوی
 حسنت علی صاحب نے اس کو پڑھ کر سنا دیا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ۔

امام احمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس میں بہت زیادہ اختلاف ہے کہ سب سے آخر میں کوئی آیت
 نازل ہوئی اور اکثر اس طرف ہیں کہ آخری آیت الیوم اکملت لکم دینکم ہے۔
 اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا اسی روز نجات رہے ۛ

مولوی حسنت علی صاحب نے اس روایت کے پڑھنے کے بعد بہت جھنجھلا کے فرمایا کہ۔ کیا اس کو بھی آپ
 نہیں مانتے گا۔ اس سے تو صاف معلوم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کیا اسی روز پہلے قرآن جز
 کا نزول ختم ہو گیا تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب : میرے محترم میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ یہ علی میدان ہے کسی کے
 رسالوں پر اعتماد کر کے اس میں قدم رکھنا ذلت اور رسوائی ہی کا باعث ہوتا ہے۔ اس آیت کریمہ کو جن لوگوں نے
 آخری آیت کہا ہے ان کا مطلب مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ احکام کی آیات کے اعتبار سے یہ آخری آیت ہے یعنی
 اس کے بعد کوئی آیت حلال و حرام کے بارے میں نہیں نازل ہوئی۔ اور دوسری قسم کی آیتیں اس کے بعد بھی نازل
 ہوئی ہیں۔ جیسا کہ کتب حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ ہاں اس روایت نے یہ بھی بتا دیا کہ یہ مسئلہ اختلافی
 ہے جس کے متعلق پہلے آپ نے بار بار یہی کہہ کر ٹالنا چاہا کہ یہ مسئلہ اختلافی نہیں متفق علیہ ہے۔ افسوس کہ آپ رسالے
 بھی پہلے دیکھ کر نہیں آتے یہیں آکر دیکھتے ہیں۔

بہر حال بفضلہ تعالیٰ آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ آپ حضرات کو قرآن شریف سے کتنا تعلق ہے۔
 اتنوں میں کسی کو بھی خبر نہیں کہ قرآن شریف کا نزول کب ختم ہوا۔ اسی علم و قابلیت پر اہل حق سے مناظرہ کرنے
 کی جرأت ہے ۔

بہت کریں آرزو خدا کی شان تیسری بیانی کی

خیر تنزل کے درجہ میں میں آپ کی اسی پیش کردہ روایت کو ماننے لیتا ہوں۔ اس بنا پر آپ کا عقیدہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کا علم محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف سے اکیاسی روز قبل عطا فرمایا معلوم ہوا کہ ان آخری اکیاسی روز کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری عمر شریف میں میرا اور آپ کا کوئی نزاع نہیں۔ کیوں کہ اس میں میرے اور آپ کے کسی کے نزدیک بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط حاصل نہیں تھا۔ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے علوم غیبیہ عطا فرمائے تھے جتنے کہ نہ کسی نبی کو دیئے گئے۔ نہ کسی ولی کو۔ نہ کسی فرشتہ کو۔ پس اب مولوی صاحب کو چاہئے کہ وہ کوئی ایسی دلیل پیش کریں جس سے معلوم ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عمر شریف کے آخری اکیاسی روز میں یہ علم محیط عطا فرما دیا گیا۔ کیوں کہ ان کا دعویٰ محض انہیں آخری اکیاسی روز کے متعلق ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب : آپ نے ابھی یہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اتنے علوم غیبیہ عطا فرمائے کہ جتنے نہ کسی ولی کو دیئے گئے نہ کسی نبی کو۔ نہ فرشتے کو۔ آپ پہلے اس کی تحریر یہ دے دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے اسی مضمون کی تحریر دے دی۔

مولوی حشمت علی صاحب : آپ نے ابھی اقرار کیا تھا کہ میرے اور علماء دیوبند کے اصول ایک ہیں۔ اور آپ کے علماء دیوبند میں سے مولوی خلیل احمد صاحب نے براہین قاطعہ میں یہ لکھا ہے کہ۔
”شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے۔“

دیکھئے اس میں صاف اقرار ہے کہ شیطان کے علم کی وسعت نص سے ثابت ہے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت کسی نص سے ثابت نہیں۔ مولوی صاحب آپ اپنا عقیدہ چھپاتے ہیں

آپ کا اور آپ کے بڑوں کا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شیطان ملعون کا علم بھی زیادہ ہے اور آپ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے کہتے ہیں کہ حضور کے برابر کسی ولی، کسی نبی، کسی فرشتے کو بھی علم غیب نہیں تھا مولوی صاحب آپ کو شرم کمفی چاہتے۔ بتاتے کہ خلیل احمد انبٹھی اور رشید احمد صاحب گنگوہی نے حضور کے علم شیطان مردود کے علم سے کم بتایا یا نہیں؟ اس سے حضور کی توہین ہوئی یا نہیں؟ وہ آپ کے نزدیک کافر ہیں یا نہیں؟ آپ ان سوالوں کا جواب ٹھیک دے دیں گے تو ہم علم غیب کا مسئلہ آپ کو ڈومنت میں سمجھا دیں گے۔ پہلے آپ اپنے اور اپنے بڑوں کا مسلمان ہونا تو ثابت کر دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) اب معلوم ہوا کہ مولوی رحمہ اللہ صاحب نے کون سی نصیحت دیکھ کر آپ کو مناظرہ میں کھڑا کیا ہے۔ لیکن میرے محترم آپ کا یہ اختیار کردہ راستہ آپ کی مشکل کو حل نہیں کر سکتا۔
ترجمہ یہی ہے اے عربی
کیں رہ کہ تو میری برکت ناست

مہربانم شرائط میں یہ طے ہو چکا ہے کہ تین روز تک مناظرہ محض مسئلہ علم غیب پر ہو گا اور اس میں سائل میں رہوں گا۔ آج بحث محض مسئلہ علم غیب کی ہے۔ اس کی نہیں کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مسلمان ہیں یا نہیں۔ اگر اس پر بھی مناظرہ کرنا ہو تو بندہ حاضر ہے لیکن تین دن کے بعد جب مسئلہ علم غیب پر کافی روشنی پڑ جائے۔ اور آپ حضرات کا سنی حنفی ہونا لوگوں کو معلوم ہو جائے اور اگر ابھی شوق ہے تو مجھ کو یہ تحریر دے دیجئے کہ ہم مسئلہ علم غیب پر مناظرہ کرنے سے عاجز ہیں لہذا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب وغیرہ کے اسلام پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ بندہ اسی وقت ان کا اسلام ثابت کر کے دکھا دے گا۔ یہ بھی بتائے دیتا ہوں کہ آپ کے لئے اسی آخری صورت میں سہولت ہے کیوں کہ مسئلہ علم غیب پر اہلسنت سے بحث کرنا لوہے کے چنے چیلنے ہیں۔ اگر آپ کی ساری جماعت مل کر قیامت تک زور لگائے تو کمرہ می کے چالے کے برابر بھی کوئی دلیل اس علم غیب پر نہیں پیش کر سکتی۔

بہر حال اب آپ کے لئے دو راستہ ہیں ایک یہ کہ اگر ہمت ہو تو اپنے دعوے پر کوئی دلیل پیش کیجئے جس سے معلوم ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط دفات شریف سے محض کیا تھی روز قبل دے دیا گیا۔ لیکن میں

پیشین گوئی کر چکا ہوں کہ آپ قیامت تک کوئی دلیل نہیں پیش کر سکتے۔ دوسرے یہ کہ آپ اپنے عجز کا اقرار
کریں پھر میں انشاء اللہ اپنا اور اپنے بڑوں کا اسلام بھی ثابت کر کے دکھا دوں گا۔ فرمائیے کیا رائے ہے۔

مولوی حسرت علی صاحب : سنی بھائیو! آپ نے دیکھ لیا کہ مولوی صاحب رشید احمد و خلیل احمد
صاحبان کو کافر کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ پہلے علم غیب کی بحث کرو۔ ارے صاحب! میں کہہ چکا
ہوں کہ پہلے آپ اپنا اور اپنے بڑوں کا اسلام کو ثابت کر دیجئے پھر علم غیب کا سمجھا دینا ہمارا کام ہے۔ بس ڈونٹ
میں سمجھا دیں گے۔ دیکھئے پھر سی لیجئے کہ آپ کے خلیل احمد صاحب اپنی براہین قاطعہ کے صفحہ ۵۱ پر یہ لکھ رہے ہیں کہ
”شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص

قطعی ہے؟“

میرا سوال یہ ہے کہ گنگوہی و انبیٹھی صاحبان نے حضور کے علم کو شیطان کے علم سے کم بتایا یا نہیں یا اس میں
حضور کی توہین ہوئی یا نہیں؟ توہین کرنے والا کافر ہے یا نہیں۔ اور لیجئے آپ کے مولوی تھانوی صاحب اپنے
حفظ الایمان میں لکھتے ہیں کہ۔

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زیر صرح ہو تو دریافت طلب
امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس
میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم
کو بھی حاصل ہے۔“

اس عبارت میں تھانوی صاحب نے حضور کے علم اقدس کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتایا یا نہیں۔
یہ حضور کی توہین ہے یا نہیں؟ تھانوی صاحب آپ کے نزدیک کافر ہوئے یا نہیں؟ آپ پہلے ان چھ سوالات
قاہرہ کا جواب دیجئے اس کے بعد ہم سے دلیل لیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) حاضرین! ہمارے فاضل مخاطب کی دیدہ دلیری اور
حمیاداری کو ملاحظہ فرمائیں۔ باوجودیکہ یہ طے ہو چکا ہے کہ گفتگو محض مسئلہ علم غیب پر ہوگی۔ اور سوال کا حق بس
مجھ کو ہو گا لیکن ہمارے مخاطب صاحب ہر مرتبہ غلط بحث کرنے کے لئے خارج از بحث باتوں میں سارا

وقت صرف فرمادیتے ہیں۔

مہربانم ! شاید آپ کو معلوم نہیں ہے کہ مباحثہ درؤ میں (جس کا یہ مباحثہ تتمہ ہے) میں اپنے بڑوں کا اہم
آپ کے سلسلہ و محکم جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب کے مقابلہ میں ثابت کر چکا ہوں۔ وہاں مولانا اشرف علی صاحب
مذللہ وغیرہ کی انہی عبارات پر دو روز متواتر گفتگو رہی تھی۔ آپ مولوی رحمہ اللہ صاحب سے کہنے کہ انہوں نے محض
مسئلہ علم غیب پر مباحثہ طے کر کے کیوں آپ کو مصیبت میں دے دیا۔ اس وقت آپ کا یہ ادھر ادھر ہاتھ پیر
پھینکنے لگے۔ اور اگر انہی عبارات پر بحث کرنی تھی تو آپ نے پہلے میرے تنقیحی سوالات کا جواب کیوں دیا۔
لیکن آپ کو کیا خبر تھی کہ دعوے کی تیقح کے بعد ایسی مصیبت کہہ رہی قائم ہو جائے گی۔

اس کے بعد میں حاضرین کی طمانیت کے لئے یہ بھی بتلادینا چاہتا ہوں کہ جو عبارات مولوی صاحب نے
براہین قاطعہ اور حفظ الایمان کی پڑھ کر سنائی ہیں ان میں نہایت شرمناک خیانت سے کام لیا ہے۔ براہین قاطعہ
کی اس عبارت سے پہلے اور بعد میں جو عبارت ہے اگر مولوی حشمت علی صاحب اس کو بھی پڑھ دیتے تو شاید سمجھ کر
جواب دینے کی بھی حاجت نہ ہوتی۔ حاضرین خود اس سے براہین کی عبارت کا صحیح مطلب سمجھ لیتے اور ان کو معلوم ہو
جاتا کہ حضرت مولانا غلیل احمد صاحب علم فاتی کی نفی فرما رہے ہیں جس کا ثابت کرنا آپ حضرات کے نزدیک بھی شرک
محض ہے۔ پھر مولوی صاحب نے تو نہیں پڑھی لائے میں پڑھ کر سنائے دیتا ہوں۔ سنئے۔

براہین قاطعہ میں جس جگہ یہ بحث ہے اس کی پہلی سطر یہ ہے۔

”تمام امت کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب فخر عالم صلعم کو اور سب مخلوق کو جس قدر علم حق تعالیٰ نے
عنایت کر دیا اور بتلا دیا اس سے ایک ذرہ زیادہ کا بھی علم ثابت کرنا شرک ہے۔ سب کتب
شرعیہ سے یہی مستفاد ہے۔“

اس عبارت سے معلوم ہو گیا کہ صاحب براہین اس علم کے ثابت کرنے کو شرک بتا رہے ہیں جو علاوہ عطا
خداوندی کے کسی مخلوق کے لئے ثابت کیا جائے نہ اس کو جو بطائرہ اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی دوسری
مخلوق کے لئے ثابت کیا جائے۔ پھر اسی بحث میں کچھ دو رجل کر فرماتے ہیں۔

”عقیدہ اہلسنت کا یہ ہے کہ کوئی صفت حق تعالیٰ کی بندہ میں نہیں ہوتی اور جو کچھ اپنی صفات

کا نظر کسی کو عطا فرماتے ہیں اس سے زیادہ ہرگز کسی میں ہونا ممکن نہیں۔۔۔ پھر جس کو جس قدر علم عطا فرمایا ہے اس سے زیادہ ہرگز ذرہ بھر بھی نہیں بڑھ سکتا۔ شیطان اور ملک الموت کو جس قدر وسعت دی۔۔۔۔۔ اس سے زیادہ کی ان کو کچھ قدرت نہیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ۔

علم مکاشفہ جس قدر حضرت خضر کو ملا اس سے زیادہ پر وہ قادر نہ تھے اور حضرت موسیٰ کو بوجہ خود

افضلیت کے نہ ملا تو وہ حضرت خضر مفضل کے برابر بھی اس علم مکاشفہ کو پیدا نہ کر سکے۔

یعنی یہ خیال غلط ہے کہ کوئی افضل اپنی افضلیت کی وجہ سے بغیر عطائے خداوندی کوئی صفت کمال مفضل

سے زیادہ اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے بلکہ جس کو جو کچھ علم وغیرہ ملے گا وہ اللہ تعالیٰ ہی سے ملے گا۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اس مضمون کو مکمل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔۔۔ الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان

و ملک الموت کا حال دیکھ کر (یعنی یہ دیکھ کر کہ ان کو بعض مواقع زمین کا علم بعطاء الہی حاصل ہے) محیط زمین کا علم (یعنی

ذاتی) فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا (یعنی اس اٹکل سے کہ جب آنحضرت صلعم

شیطان و ملک الموت سے افضل ہیں تو آپ بوجہ اپنی اس فضیلت کے اپنے اندر خود ہی ساری زمین کا علم پیدا کر لیں

گئے) شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے بشیطان و ملک الموت کو یہ وسعت (یعنی اللہ کے حکم سے بہت سے

مواقع زمین کا علم ہونا) نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی (یعنی علم ذاتی کی) کیوں کہ قیاس فاسد اور

محض اٹکل سے تو وہی ثابت کیا جا رہا ہے۔ اور حضرت مولانا اسی کی بحث فرما رہے ہیں جیسا کہ اوپر کے مضمون سے

معلوم ہو چکا اور آئندہ خود حضرت مرحوم کی تصریح سے معلوم ہو جائے گا کہ کون نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر

کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

اس آخری جملہ سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت مرحوم اسی وسعت کی نفی فرما رہے ہیں جس کا ثابت کرنا

لے اس لئے کہ مولانا مرحوم آئندہ سطر میں اس کو شرک بنا رہے ہیں اور شرک ان کے نزدیک وہی ہے جو عطائی کے علاوہ مانا جائے۔

جیسا کہ پہلے مضمون سے معلوم ہوتا ہے اور آئندہ معلوم ہو جائے گا۔

شرک ہے اور یہ حضرت مولانا کی سب سے پہلی سطر نے بتلا دیا تھا کہ شرک اسی علم کا ثابت کرنا ہے جو عطا بر خداوندی کے علاوہ ثابت کیا جائے۔ الغرض اس عبارت سے پہلی عبارت اور اس کے متصل ہی اس سے بعد کی عبارت صاف طور پر بتلا رہی ہے کہ صاحب براہین اُسی وسعت علمی کی نفی فرما رہے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ذاتی طور پر بغیر عطا بر خداوندی مانی جائے اور اسی کو شرک قرار دے رہے ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ چند ہی سطر بعد مولانا مرحوم نے صراحتاً یہ بھی لکھ دیا کہ یہ بحث علم ذاتی میں ہے نہ عطائی میں۔ پھر بھی کہا جاتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو شیطان سے گھٹا دیا۔ یہ ہے ان حضرات کی دیانت۔ چنانچہ چند ہی جملوں کے بعد مولانا راہ کی یہ عبارت ہے۔ اور یہ بحث اس صورت میں ہے کہ علم ذاتی آپ کو کوئی ثابت کر سکے یہ عقیدہ کرے جیسا کہ جہلاء کا عقیدہ ہے۔ الغرض اس عبارت میں مولانا وسعت علم ذاتی کی نفی فرما رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علم ذاتی کی نفی کرنا ہرگز حضود کی توہین نہیں۔ قرآن عزیز نے بہت سی جگہ علم ذاتی کی نفی کی ہے۔ بلکہ آپ کے اعلیٰ حضرت تو خالص الاعتقاد میں یہ لکھتے ہیں کہ۔ قرآن عزیز میں جتنی جگہ بھی حضور سرور عالم سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے وہاں علم ذاتی ہی مراد ہے۔ تو کیا معاذ اللہ قرآن عزیز نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے۔ اور لعل کفر کفر نباشد تو کیا آپ معاذ اللہ، اللہ تبارک و تعالیٰ پر کفر کا فتوے دیں گے۔ بلکہ آپ کے اعلیٰ حضرت تو اسی خالص الاعتقاد میں یہ لکھ رہے ہیں کہ حضور اقدس کے لئے ذرہ بھر کا علم ذاتی ثابت کرنا بھی شرک ہے تو پھر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ہی نے کوئی سا بھس ملا دیا۔ لیکن بات یہ ہے کہ حج

گلُ است سعدی و در چشم دشمنان خارا ست

علیٰ ذہا ہمارے مخاطب صاحب نے حفظ الایمان کی بھی جو عبارت پڑھی ہے اس سے ما قبل و ما بعد کی عبارت

لے حفظ الایمان کی عبارت کی مکمل بحث صاحب آسمانی حصہ اول میں ملاحظہ ہو جس میں تقریباً تیس صفحات پر یہی بحث اور رضا خانیوں

کی سعدی ہرزہ بافیوں کا نہایت مکمل و مفصل جواب ہے ۱۷

لے براہین قاطعہ کی عبارت کے متعلق جو اضافہ رضا خانی روفا میں بعد میں کیا گیا ہے اس کا جواب غور کرنے والے کو حضرت مولانا محض نظر

صاحب کی اسی تقریر سے مل سکتا ہے اور مزید تفصیل حضرت مولانا غلام علی بے نظر کتاب "سیفِ یسائی" میں دیکھی جائے جس کے بعد کسی

بقیہ حاشیہ بر صفحہ آمد

اگر دیکھی جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت مولانا کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم زید و عمرو وغیرہ کے برابر ہے اور نہ کوئی مسلمان بلکہ انسان ایسی بے ہودہ بات کہہ سکتا ہے۔ مولانا کا مطلب تو یہ ہے کہ آپ کے اس بے ہودہ اصول پر کہ جس کو غیب کی بعض باتوں کا بھی علم ہو اس کو عالم الغیب کہا جاسکتا ہے۔ لازم آتا ہے کہ زید و عمرو جتنی کہ جان و دل اور پاگوں کو بھی عالم الغیب کہا جائے۔ کیونکہ غیب کی کسی دیکھی بات کا علم ان چیزوں کو بھی ضرور ہوتا ہے مثلاً کم از کم اللہ تعالیٰ ہی کا علم ہوگا اور وہ بھی غیب کا ایک فرد ہے۔ ذرا انصاف کے کام لیجئے۔ مولانا نے حضور اقدس کے علم شریف کو ان چیزوں کے برابر بتلایا یا آپ کو برابری سے بچانے کی کوشش کی؟ حفظ الایمان کی جو عبارت ہمارے مخاطب نے پڑھی ہے اس کے بعد یہ عبارت موجود ہے کہ۔

” جس قدر علوم لازمہ نبوت تھے وہ بتما ہمارا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھے “

کیا جس شخص کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم لازمہ نبوت حاصل ہوں وہ آپ کے علم شریف کو ان حقیر چیزوں کے برابر بتلا سکتا ہے ذرا کچھ تو عقل سے کام لیجئے۔

الفرض مسلمان مطمئن رہیں کہ کجھ اللہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کا ہرگز وہ عقیدہ نہیں جو ہمارے مخاطب صاحب نے بیان کیا اور نہ کسی مسلمان کا ہو سکتا ہے۔ جو شخص ایسا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے ملعون ہے۔ بخود حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے بھی ” بسط الذبان “ میں اس کو خارج از اسلام لکھا ہے۔ اور اسی میں یہ بھی لکھا ہے کہ

” بفضلہ تعالیٰ ہمیشہ سے میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع

الکمالات العلمیہ والعملیہ ہونے کے باب میں یہ ہے “

بعد از غمدا بزرگ توئی قصہ مخضر

اسی طرح حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ” بھی براہین قاطعہ کی ابتداء ہی میں تحریر فرما رہے ہیں کہ۔

” پس کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخر عالم علیہ الصلوٰۃ کے اقرب و اشرف کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا “

لیکن ہمارے مخاطب صاحب اور ساری رضا خانی جماعت کی بالکل وہ مثال ہے کہ کسی نے سادہ میں
 آنکھیں بنوائیں تھیں تو اس کو ہر طرف سبز ہی سبز نظر آتا تھا۔ اسی طرح اللہ کی عنایت سے ان حضرات کو کچھ کبریات
 سے اس قدر محبت ہے کہ جس عبارت کو بھی دیکھتے ہیں کفر ہی کفر نظر آتا ہے کسی نے اپنے محبوب کے بارے میں کہا ہے
 بدھ دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

خیر یہ تو حاضرین کو غلطی سے بچانے کے لئے عرض کر دیا گیا۔ آپ سے پھر وہی گزارش ہے کہ اس حیلہ بازی
 کو چھوڑ کر مسئلہ علم غیب پر کوئی دلیل پیش کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائے یا اپنے عجز کی تحریر دے دیکھتے۔ پھر
 چھ نہیں چھ سو سوال کیجئے اللہ العزیز سب کا جواب دیا جائے گا۔

مولوی حسرت علی صاحب : بھائیو! آپ نے سنا مولوی صاحب نے براہین قاطعہ کی عبادت کا جواب
 یہ دیا ہے کہ صاحب اس میں وسعت علم ذاتی کی نفی ہے۔ اچھا صاحب اگر ذاتی کی نفی ہے تو کیا مولوی خلیل احمد صاحب
 شیطان کے لئے علم ذاتی مانتے ہیں۔ اللہ اکبر۔ اسے شیطان کے لئے علم ذاتی ثابت کرنا شرک نہ ہو اور پیارے مصطفیٰ
 کے لئے اگر ثابت کیا جائے تو شرک ہو جائے۔ یہ ہے دیوبندی دھرم۔ دیکھا تم نے مسلمانو! ہمارے مولوی صاحب
 کہتے ہیں کہ تھانوی صاحب نے حفظ الایمان میں یہ بھی تو لکھا ہے کہ۔

” جس قدر علوم لازمہ نبوت تھے وہ تمام اُنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاصل تھے “

اچھا تو میں پوچھتا ہوں کہ جب تھانوی صاحب کے دھرم میں جانوروں کو بھی حضور کے برابر علم ہے اور

سے حضرت مولانا مرحوم کے نزدیک تو کسی مخلوق کو بھی علم ذاتی حاصل نہیں بلکہ اس کا ثابت کرنے والا مشرک ہے جیسا کہ ردہ اور

مذاکے صفحہ ۱۰۱ میں مذکور ہوا۔ ان البتہ کسی بدعتی مشرک بندہ شیطان کا یہ عقیدہ ہو تو عجیب نہیں۔ مولانا مرحوم کا مطلب تو یہ ہے کہ ساری
 زمین کا علم محیط جو کہ کمالات نبوت کے سامنے بالکل بچ ہے محض اس قیاس سے حضور اقدس کے لئے ثابت ذکرنا چاہئے کہ حبیب ملک الموت
 وحیرہ کو بعض زمین کا علم عطا ہوا وہی حاصل ہے تو اُنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ اپنی افضلیت کے اپنے اندر خود ہی اس سے زیادہ

یعنی ساری زمین کا علم محیط اور وحیرہ عطا ہوا وہی پیدا کر لیں گے۔ مزید تفصیل۔ ۱۔ السحاب المدور اور سیف یمانی میں ملاحظہ ہو ۱۲

سے حضرت مولانا دام محمد ہم کا عقیدہ تو ابھی ” بسط البتآن “ سے نقل ہو چکا کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مخقر۔

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

حضور کو تمام علوم لازم نبوت حاصل تھے تو ضرور حیوانات کو بھی حاصل ہوں گے اور حسب ان کو علوم لازم نبوت
ہوں گے تو وہ بھی ہو سکیں گے۔ تو بتلایئے کیا آپ کے دھرم میں گدھا بھی نبی ہو سکتا ہے، سور بھی نبی ہو
سکتا ہے، کتا بھی نبی ہو سکتا ہے، مکھی، مکڑی، مچھر، پتو بھی ہو سکتے ہیں۔ اگر ہو سکتے ہیں تو کبھی نبی ہوئے ہیں یا نہیں
اگر ہوئے ہیں تو ان کا ذکر قرآن میں حدیث میں کہیں ہے۔ آپ دکھا سکتے ہیں۔ یہ بھی بتلایئے کہ گدھے، کتے، سور
کو کتنا علم غیب تھا۔ مچھر، پتو، مکڑی، مکھی وغیرہ کو کس قدر علم غیب تھا اور کس نص قطعی سے ثابت ہے۔ میرے
چھ سوال پہلے آپ پر سوار ہیں اور نویسوار ہوئے آپ پہلے ان پندرہ سوالات کا ہرہ کو اپنی پیٹھ سے اتار دیجئے۔ اس
کے بعد ہم علم غیب پر دلیل بھی پیش کر دیں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) اگر اس سخت کلامی سے جناب کا مقصد یہ ہے کہ میں بھی جہاں
ترکی ہر کی دوں اور دونوں جماعتوں میں اشتعال پیدا ہو کر تصادم ہو جائے اور آپ کی جان مناظرہ سے چھوٹ
جائے تو یہ خیال غلط ہے ع

اس خیال است و محال است و جنوں

قرآن عزیز نے ہم کو پہلے ہی یہ بتلادیا ہے۔

وَلَقَدْ عَلِمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَوْفُوا بِكُتُبِهِمْ وَمِنَ الَّذِينَ
أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا فَإِنْ تُصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ
مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (آل عمران ۳-۱۸۶)

یعنی اے مسلمانو! شیعہ محمدی کے پروانو! تم اہل کتاب اور عام مشرکوں سے بڑی گندی اور
تکلیف دہ باتیں سنو گے اگر تم نے صبر اور تقویٰ سے کام لیا تو یہ بڑا کام ہے۔

(بقیہ حاشیہ منظر گذشتہ) لہذا ان کا تو یہ مذہب ہو نہیں سکتا۔ ان رضا خانی دھرم میں ایسی خواہات کا ہونا ممکن ہے کیوں کہ ان
کے خاندان ساز مذہب میں خدا کے قدوس کے لئے بھی بری سے بری صفات ماننا عین اسلام ہے۔ دیکھو فتاویٰ رضویہ ص ۲۵ و

ص ۲۶ و ۲۷ اور تہذیب شیطانی وغیرہ

لہذا میں آپ کی اس سخت کلامی پر صبر کرنے کو اپنے کمال ایمان کی علامت سمجھتا ہوں اور اس پر فخر

کرتا ہوں۔ ۷

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغیت

سردوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اور اپنے احباب سے بھی یہی کہتا ہوں کہ وہ بھی صبر سے کام لیں اور پوری طرح قمع سنت ہونے کا ثبوت لیں اور اگر آپ کا مقصد یہ ہے کہ میں بھی ان غرافات کی طرف متوجہ ہو جاؤں اور مسئلہ علم غیب پر روشنی نہ ڈالوں اور آپ کا خارج از اہلسنت اور خلاف خدا و رسول، مخالف فقہ حنفی غیر مقلد ہونا لوگوں کو معلوم نہ ہو تو یہ بھی غلط ہے۔
بجملہ اللہ بندہ ان چالوں میں آنے والا نہیں ہے۔

عقناشکار کس نہ شود دام باز چسپیں

کیں جا ہمیشہ باد بدست است دام را

بندہ نواز یہاں کی سپک اتنی جاہل نہیں کہ آپ کی ان چالوں کو نہ سمجھے۔ حاضرین آپ کی ان کاروائیوں کو خوب سمجھ رہے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ آپ مسئلہ علم غیب پر دلیل پیش کرنے سے قطعی عاجز ہیں۔ وہ دیکھ رہے ہیں کہ یہ آپ کے پندرہ سوال، سوال نہیں بلکہ مناظرے سے بھاگنے کے راستے ہیں۔ لہذا میں بطور خیر خواہی عرض کرتا ہوں کہ اگر کچھ رہا سہا وقار قائم رکھنا ہے تو علم غیب پر دلیل پیش کیجئے۔ ورنہ اپنے عاجز ہونے کی تحریر دیجئے۔ آپ کے یہ پندرہ سوال قطع نظر اس سے کہ اصول مناظرہ کے خلاف ہیں کیونکہ اذروئے شرائط مناظرہ میں مسائل نہیں اور آپ مجیب ہیں ان سب کا جواب اسی تقریر میں ہو چکا ہے جو حاضرین کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے میں نے کہی تھی

لہذا کہوں کہ یہ سوالات اسی وقت ہو سکتے ہیں جب کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے معاذ اللہ علم نذیر و عمر وغیرہ کو علم نبوی کے مساوی قرار دیا ہو۔ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے وسعت علم عطائی کے اثبات کو شرک کہا ہو۔ اور جب کہ یہ ثابت کر دیا گیا کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے برابری کا اثبات نہیں کیا بلکہ رضا خانیوں کو برابری سے بچایا ہے۔ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے وسعت علم ذاتی کے ثابت کرنے کو شرک کہا ہے نہ علم عطائی کے ثابت کرنے کو تو پھر ان سوالات کو پیش کرنا سراسر حماقت اور حماقت ہے۔

اب ان سوالات کا پیش کرنا آپ ہی کی حیا داری ہے۔

اس کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ مناظرہ کا یہی رنگ رہا۔ مولوی حسرت علی صاحب اپنے انہیں مایہ ناز سوالوں کو دہرا دیتے تھے اور اسی گندہ دہنی سے کام لیتے تھے جو خان بریلوی کے گھر کی ممتاز دولت تھی اور جس پر رضا خانیوں کو ناز ہے۔

اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مناظرہ اہلسنت اس کے جواب میں صرف یہ فرما دیتے تھے کہ آج بحث حفظ الایمان اور براہین قاطعہ کی نہیں ہے مسئلہ علم غیب کی بحث ہے۔ آپ مدعی ہیں اگر کوئی گری ٹری بھی دلیل ہو تو پیش کیجئے۔ لیکن میں دھوے سے کہتا ہوں کہ آپ کے پاس مکڑی کے جالے کے برابر، چڑیا کے پر کے برابر بھی کوئی دلیل نہیں۔ آپ اور آپ کی ساری جماعت اگر ذور لگائے تو قیامت تک پیش نہیں کر سکتے۔ اور اگر آپ علم غیب پر بحث کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو مجھ کو اس کی تحریر دے دیجئے۔ اور پھر پندرہ نہیں پندرہ سو سوالات کیجئے اور ان سب کے شافی جواب لیجئے۔ آپ نے جو کچھ سخت کلامی میرے یا میرے اکابر و مشائخ کے متعلق کہے ہیں اس کو معاف کرتا ہوں۔

ہرم گفتی و نرسندم عفاک اللہ نگو گفتی

جواب تلخ نے زبید لب لعل شکر خارا

یہ دن اسی طرح ختم ہوا۔ اور دوسرے روز ۹ بجے صبح کو اس طرح مناظرہ شروع ہوا۔

مناظرہ کا دوسرا دن

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ یوم جمعہ وقت صبح



مولانا محمد منظور صاحب : (خطبہ سنو) دَبْنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ قَوْمِنَا
بِالْحَقِّ وَأَنْتَ تَخَيِّرُ الْفَاتِحِينَ . اما بعد !

کل ہمارے فاضل مخاطب نے نہایت بے دردی کے ساتھ سارا وقت بے کار باتوں میں ضائع کر دیا تھا۔
حفظ الایمان و براین قاطعہ کی ایک خارجی بحث شروع کر دی تھی۔ جس کو مسئلہ زیر بحث سے کوئی تعلق نہ تھا۔ میں
نے بار بار دلیل کا مطالبہ کیا۔ لیکن اس مطالبہ کے جواب میں مولوی صاحب نے ہر مرتبہ اپنے پندرہ یا سولہ نہایت
معقول سوالات کی ایک فہرست پڑھ کر سنا دی۔ جس کی معقولیت یا نامعقولیت پر روشنی ڈالنے کی بھی ضرورت
نہیں۔ حاضرین خود فیصلہ کر لیں بلکہ کہہ چکے۔ لیکن بہر حال کل مولوی صاحب ایک درجہ معذور بھی تھے۔ کیوں کہ مسائل
بلاتے ناگہانی کی طرح سر پر آگیا تھا۔ شاید مسئلہ علم غیب کے متعلق رسالے دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا ہو گا۔ لہذا ان سوالات
کے سوا وقت پورا کرنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ لیکن خیر اب وہ وقت بھی گزر گیا اور مولوی صاحب کو رسالے دیکھنے
کے لئے کل سے اب تک تقریباً ۲۰ گھنٹے کی مہلت بھی مل گئی۔ لہذا رات بھر کے مشوروں کے بعد اگر کوئی دلیل کہیں
سے نکالی ہو تو پیش فرمائیے۔ لیکن اپنا دعوے یاد رہے۔ آپ کا دعوے یہ ہے کہ۔

”اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت
و دوزخ تک جو کچھ کہ ہو چکا یا ہو رہا ہے یا ہو گا اس سب کا علم تفصیلی محیط حضور کی وفات
شریف سے محض اکیاسی روز پہلے عطا فرمایا ہے۔“

آپ کے پاس کون سی ترازو ہے جس سے آپ نے حضور کے علم شریف کو تول کر یہ حکم لگایا ہے۔

مولوی حسرت علی صاحب : ایک خطبہ طولانی کے بعد۔ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً۔

حضرات میں تو اس تنا پر تھا کہ مولوی صاحب نے میرے سوالات قاہرہ کارات بھر محنت کر کے کچھ جواب
سوچا ہو گا مگر اس وقت جب کھڑے ہوئے تو میری سب آرزوں پر پانی پھیر دیا۔ اور وہی مرغی کی ایک ٹانگ کہ
علم غیب پر دلیل لائیے۔

مولوی صاحب ! میں پھر عرض کرتا ہوں کہ ہمارے ان سوالات قاہرہ کے جوابات دیکھیے۔ اور اس وقت

یہ پانچ سوال اور کئے جاتے ہیں۔

۱ کیا شرک نص سے ثابت ہو سکتا ہے۔

۲ کیا یہ ممکن ہے کہ بہائم کو علم غیب ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ہو۔

۱۳ میں نے کل یہ کہہ دیا تھا کہ جلدی مت کیجئے۔ جلدی کرنا شیطان کا کام ہے تو اس میں آپ کی توہین ہو گئی اور مولوی خلیل احمد صاحب نے حضور کے علم کو شیطان کے علم سے کم بتایا تو اس میں حضور کی کچھ توہین نہیں ہوئی۔

۱۴ میں نے کل کہا تھا کہ ڈھائی منٹ میں کر دوں گا اپنا کام تو اس میں آپ کے صدر صاحب کے نزدیک توہین ہو گئی اور تھانوی صاحب نے حضور کے علم کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتایا اس میں حضور کی کچھ توہین نہیں ہوئی۔

۱۵ آپ ہم سے سوال کرتے ہیں کہ تم نے حضور کے علم کو کس تراز میں تو لا۔ اچھا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کے پاس وہ کون سی تراز ہے جس میں آپ نے حضور اقدس کے علم کو تول کر یہ حکم لگایا کہ آپ کو جحیم کا مالک و مالکوں کا علم نہیں تھا۔

آپ پہلے ان میں سوالات قاہرہ کا جواب دے دیجئے اس کے بعد ہم علم غیب پر دلیل پیش کریں گے آپ یہ کہتے ہیں کہ میں سائل ہوں مجیب نہیں۔ لیکن یہ غوثِ پاک کی کرامت ہے کہ انہوں نے آپ کو مجیب بنا دیا۔ اگر آپ مجیب نہ تھے تو آپ نے کل حفظ الایمان اور براہین قاطعہ کی عبارت کا جواب کیوں دیا۔ تھانوی صاحب کی محبت آپ کے دل میں جگہ کر گئی۔ وہ حضور کو گالیاں دیتے ہیں اور آپ ان کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ ارے کیا آپ کو گنگوہی صاحب حضور سے زیادہ محبوب ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ سنون) جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی سے محبت کرے وہ ہمارے نزدیک مومن کہلانے کا مستحق نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَحِبَّ إِلَيْهِ مَنْ وَالِدَهُ وَوَلَدَهُ وَ

النَّاسَ أَجْمَعِينَ۔

کوئی شخص تم میں سے مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو میری محبت اپنے ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔

بھدا اللہ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ ایک حضرت گنگوہی کیا سننے کر وڑوں مولانا رشید احمد قرمان ہوں حضور کی

خاک پا پر۔ اللہ شاہد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ مبارکہ کی خاک پا کے برابر بھی ہمارے قلب میں مولانا شیدائے
صاحب وغیرہ کی حرمت نہیں اور جو بھی کچھ تھوڑی بہت حضرت گنگوہی سے ہے وہ بھی محض اس وجہ سے ہے کہ
حضور اقدس کے غلام اور سچے عاشق ہیں۔ آپ نے مجھ پر یہ افتراء کیا ہے کہ معاذ اللہ مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
زیادہ حضرت گنگوہی کی محبت ہے۔ میں اس کا انتقام خدا کے یہاں لوں گا وہ خوب دلوں کے حال کو جانتا ہے۔ رہے
آپ کے سوالات ان کا وہی ایک جواب ہے کہ وہ خارج از بحث ہیں ان کا جواب اردوئے ثرلٹ اصول تامل ضروری تو فرما
درست بھی نہیں کیونکہ آپ محض مجیب ہیں آپ کو کسی سوال کا سہی نہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت غوث پاک نے مجھے سائل اور تم کو مجیب بنادیا۔ بہت خوب۔ تو معاذ اللہ حضرت غوث پاک
کا کام یہی غصب کرنا اور سائل کا حق مجیب کو دلانا ہے؟ آپ کیوں خواہ مخواہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے دامن
کو لیسادھبہ لگاتے ہیں۔ کیا یہی حضرت غوث پاک کی محبت ہے؟ استغفر اللہ۔

رہ جناب کا یہ فرمانا کہ تو نے پہلے حفظ الایمان اور براہین کی عبارت کا جواب کیوں دیا۔ تو مہربان بن! اس کا
جواب یہ ہے کہ شاید جناب کو یاد نہیں رہا۔ میں نے اسی وقت یہ عرض کر دیا تھا کہ۔

”حاضرین کی غلط فہمی رفع کرنے کے لئے میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب نے

حفظ الایمان اور براہین کی عبارت پڑھنے میں نہایت شرمناک خیانت سے کام لیا ہے۔“

الغرض وہ جو کچھ عرض کیا گیا تھا محض حاضرین کی غلط فہمی رفع کرنے کے لئے عرض کیا گیا تھا نہ آپ کے سوال

کے رد کرنے میں۔ میرے نزدیک تو از روئے اصول مناظرہ آپ کے ان سوالات کا جواب جائز ہی نہیں یہ محض اللہ کا
فضل ہے کہ اس سے آپ کے سوالات کا کافی جواب بھی نہو گیا۔

آپ نے اس مرتبہ مجھ سے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ تمہارے پاس کون سی ترازو ہے جس سے تم نے یہ معلوم

لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ماکان و مایکون کا علم نہیں تھا۔ اگرچہ بحیثیت مدعی ہونے کے یہ آپ کا فرض

تھا کہ آپ کوئی ترازو بتاتے جس سے معلوم ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط حاصل تھا۔ لیکن چونکہ محمد اللہ کل

اور آج کی بحث نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آپ دلیل پیش کرنے سے قطعی عاجز ہیں آپ کے پاس علم غیب کے بارے میں

کڑی کے جالے کے برابر بھی کوئی دلیل نہیں اس لئے اب میں ہی آپ کو وہ ترازو بتاتا ہوں۔ سنئے اور غور سے سنئے

ہمارے پاس کوئی خانہ ساز ترازو نہیں بلکہ ہمارے پاس وہ کانٹا ہے جو حق و ناحق کے جانچنے کے لئے آج سے تقریباً ساڑھے تیرہ سو برس پہلے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا تھا۔ وہی حق کا کاٹا اور وہی حق کی کسوٹی ہم کو بتاتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ماکان و مایکون کا علم نہیں تھا۔

قال الله تعالى وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشَّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کو یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر نہیں سکھایا۔ اور نہ

ان کی شان کے مناسب ہے۔

علامہ نسفی حنفیؒ اپنی مشہور و معتبر تفسیر مدارک التنزیل میں فرماتے ہیں۔

وما علمناه الشعر اى قول الشعراء - يعنى نهيى سكهايا هم نى ان كوشعر لنى شعرا كقول

اس آیت کریمہ اور تفسیر مدارک کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم نہیں تھا۔ اور وہ بھی ماکان و مایکون میں داخل ہے۔ لہذا اس خدائی ترازو اور خدائی کسوٹی سے معلوم ہو گیا کہ ماکان و مایکون میں سے بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جن کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا گیا۔ بہت ممکن ہے کہ کسی کو یہ شبہ ہو کہ شعر کا علم اس آیت کے نازل ہونے کے وقت تک نہیں دیا ہو گا بعد میں دے دیا گیا ہو گا۔ جیسا کہ ہمارے فاضل مخاطب نے فرمایا ہے کہ اس علم محیط کی تکمیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف سے کیا سی روز قبل ہوئی ہے لیکن قرآن عزیز نے وَمَا يَنْبَغِي لَهُ فرما کر اس شبہ کا بھی خاتمہ کر دیا۔ اور بتلا دیا کہ یہ علم حضور کے لئے مناسب ہی نہیں۔ تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ کسی وقت بھی حضور کو یہ علم دیا گیا ہو۔ اور اس مناسب نہ ہونے کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ اس سے آپ کی نبوت کی سب سے بڑی دلیل یعنی قرآن عزیز پر ایک قسم کا پردہ پڑتا تھا۔ اگر حضور کو شعر کا علم دیا جاتا تو کفایت کہہ سکتے تھے کہ صاحب ان کو تو شعر کا علم آتا ہی تھا اگر انہوں نے خود بخود قرآن شریف بنالیا ہو تو کون سی بڑی بات ہے۔ پس اللہ جل شانہ نے اپنی حجت تمام کرنے کے لئے حضور کو شعر کا علم نہیں دیا۔ اور قرآن عزیز میں وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشَّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ فرما کر مسئلہ علم غیب کا بھی خاتمہ کر دیا۔

میں نے تو اپنی ترازو بتلا دی اب آپ بھی کوئی ترازو پیش کیجئے۔ یا آپ کی ترازو یہی ہیں سوالات ہیں۔ یہ مسئلہ

علم غیب کی ترازو تو یہ ہیں نہیں۔ ہاں آپ کے علم و قابلیت کی ضرورت ترازو ہیں۔

مولوی حسرت علی صاحب : آپ ہمارے سوالات کا جواب دیں گے یا نہیں۔ اگر آپ کے حلی میں دہر تو پھر ہم آپ کی دلیل ہی کو ٹھیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : میں شرائط اور اصول مناظرہ سے مجبور ہوں۔ جب تک کہ یہ بحث علم غیب کے ختم نہ ہو جائے گی میں ہرگز ان خرافات کا جواب نہیں دوں گا۔ جس کا نام آپ نے سوالات رکھا ہے۔ البتہ اگر آپ ایسے مصنوعی عقیدہ سے توبہ کر لیں یا مجھ کو عاجزی کی تحریر دے دیں تو ابھی اس کا بھی جواب دے دیا جائے گا۔

مولوی حسرت علی صاحب : ہمارے مخاطب صاحب نے آیت ”وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ“ پڑھی ہے اس پر آپ سے دو سوال ہیں۔ ۱۱ بتلائیے کہ علم کے کیا معنی ہیں ؟ ۲ شعر سے اس جگہ کیا مراد ہے ؟ دیکھتے ہمارے بیس سوال آپ پر جن کے توں قائم ہیں ان کو آپ نے ابھی نہیں اٹھایا ہے سب دیا آپ بھول گئے۔ لہذا میں پھر سناتے دیتا ہوں (اس کے بعد انہیں نام نہاد سوالات اور درحقیقت خرافات کا پھر اعادہ کر دیا۔ اس کے بعد فرمایا مولوی صاحب میں خیر خواہی سے کہتا ہوں کہ آپ پہلے ہمارے ان بیسوں اور دو بائیس سوالات کا جواب دے دیکھئے اس کے بعد ہم غیب کا مسئلہ دو منٹ میں سمجھا دیں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ سنو) میں نے بطور پیشین گوئی عرض کیا تھا کہ بریلوی جماعت مسئلہ علم غیب پر دلیل پیش کرنے سے عاجز اور بالکل عاجز ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھ کو گہوار کی پیش گوئی سچ کر دکھائی۔ اس وقت تک کی بحث سے آپ حضرات نے بھی اندازہ کر لیا ہو گا کہ ہمارے فاضل مخاطب سب کچھ کر سکتے ہیں گالیاں بھی دے سکتے ہیں۔ زور سے بھی بول سکتے ہیں۔ لعل بھی اتار سکتے ہیں۔ لیکن دلیل پیش کرنے سے بالکل ہی عاجز ہیں۔ اور اس عاجزی پر پردہ بھی نہیں ڈال سکتے۔ واللہ اعلم۔

آپ نے بڑے زور شور کے ساتھ فرمایا تھا کہ اگر آپ کا ارادہ سوالات کے جواب دینے کا نہ ہو تو ہم تہدیی دلیل کو توڑ دیں۔ میں نے عرض کر دیا تھا کہ تا وقتیکہ مسئلہ علم غیب کے متعلق کوئی فیصلہ نہ ہو جائے میں دوسری طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ میرا خیال تھا کہ اب ہمارے مخاطب صاحب میری پیش کردہ دلیل پر ہی کچھ اعتراض کریں گے لیکن آپ مجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ ”شعر سے کیا مراد ہے۔ علم کے کیا معنی ہیں“ کیا انہی سوالات سے قرآن عزیز کے نص قطعی کو توڑا جائے گا۔ کیا آپ ہی وہ ناذک خیال ہیں جو شیشہ سے پتھر کو توڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

نہاں خیاں میری تھیں عہد کا دل

میں وہ بلا ہوں شیش سے پتھر کو توڑ دوں

غیر چونکہ آپ کے ان دونوں سوالوں کا تعلق مسئلہ زیر بحث سے ہے لہذا جواب دیتا ہوں۔ علم کے معنی صراحہ
بلکہ میزان میں ہیں دَانِسْتَنْ یعنی جاننا۔ شعر کی مراد۔ میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ تفسیر مدارك التنزيل
سے بتا چکا ہوں۔ یعنی قول شعراء۔

اس کے بعد بتلادینا چاہتا ہوں کہ اگر آپ نے ہمت کی تو انشاء اللہ العزیز چالیس آیتیں قرآن عزیز سے
پیش کروں گا۔ آپ ذرا جواب ہی دینے کی ہمت کیجئے۔ جس میں سے ایک پیش کر چکا ہوں اور دوسری سنئے۔
قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أَخْفِيهَا لِتُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَى (ظہ - ۱۰)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ قیامت کے چھپانے کا ہے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ
فَعَالٌ لِّمَا يُرِيد ہے جو ارادہ کرتا ہے اس کو ضرور پورا کرتا ہے۔ لہذا ضرور اس نے قیامت کو چھپایا ہوگا۔
اور کسی کو بھی نہیں بتلایا ہوگا۔ سید المفسرین حیرالامست سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جن کے لئے جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر دعا فرمائی ہے۔ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْنَا الْكِتَابَ كَرَّمَهُ اللّٰهُ مِرَّةً
اس حیا زاد بھائی کو قرآن کا علم دے۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

يَقُولُ لَا أَظْهَرُ عَلَيْهَا أَحَدًا غَيْرِي - یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے سوا اس قیامت
پر کسی دوسرے کو مطلع نہیں کروں گا۔ روایت کیا
اس کو ابن ابی حاتم نے۔

اور ایسا ہی ہوا بھی کہ کسی کو اللہ تعالیٰ نے اس کا علم نہیں دیا۔ چنانچہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اسی آیت کے تحت
فرماتے ہیں۔

وَلَعَمْرِي لَقَدْ أَخْفَاهَا اللَّهُ مِنْ بَعْدِ قِيَامَتِهَا كَوَحْيٍ لِّمَا هِيَ اللَّهُ تَعَالَى لَمْ يَقْرُبْ

الحلقة المقربين ومن الأنبياء فرشتوں اور نبیوں اور رسولوں سے۔
 المرسلین (رواہ ابن المقفع وابن ابی خاتم)

بلکہ میں کہتا ہوں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے ضرور اسے یہ علم تھا کہ تیرہویں صدی کے آخر میں ایک فرقہ ایسا پیدا ہوگا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام ماکان و مایکون کا علم ثابت کرے گا اس لئے غالباً اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس فرقہ پر حجت قائم کرنے کے لئے اس مسئلہ کو قرآن شریف میں بھی زیادہ ماث کیا جیسا کہ کچھ معلوم ہو چکا اور کچھ معلوم ہو جائے گا اور جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بھی بہت زیادہ صاف کہ آیا جیسا کہ انشاء اللہ میں ثابت کروں گا۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ امت کو اس کا مشاہدہ کرا دیا کہ ہم نے بعض ماکان و مایکون کا علم افضل البشر سید الانبیاء یوم الحشر کو دیا ہے اور نہ افضل الملائکۃ المقربین سیدنا حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو۔ اور ان کی توہمتی بھی کیا ہے۔

چنانچہ بخاری شریف و مسلم شریف اور دوسری کتب حدیث میں بکثرت یہ روایت موجود ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز صحابہ کے مجمع میں تشریف رکھتے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک بدوی کی صورت میں تشریف لائے اور نہایت بے تکلفی کے سامنے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زانوؤں پر ہاتھ رکھ کر سوال کیا کہ ایمان کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ پھر سوال کیا کہ اسلام کیا ہے؟ آپ نے اس کا بھی جواب دیا۔ پھر دریافت کیا کہ احسان کیا ہے؟ آنحضرت نے اس کا بھی جواب دیا۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام دریافت فرماتے ہیں۔ متى الساعة یعنی قیامت کب آئے گی؟ سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے ہیں۔ ما المسئول عنها با علم من السائل یعنی قیامت کے بارے میں جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ اس کے بارے میں علم نہیں رکھتا۔ یعنی اس کا علم نہ مجھ کو ہے اور نہ تم کو۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے دریافت کیا کہ تم جانتے ہو یہ کون تھے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ و رسولہ اعلم اللہ اور اس کا رسول (جس ذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہی خوب جانتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ انہ جبرئیل جاء ليعلمکم دينکم یہ جبرئیل امین تھے تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لئے آئے تھے۔ یعنی الاسئلة سے مقصد خود دریافت

کرنا نہیں تھا بلکہ تم کو بتلانا مقصود تھا۔

دیکھئے اس جگہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے جمع میں حضرت جبریل سے قیامت کا سوال کرا کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا جواب یہ دلو ا کے کہ **ما لم یسئل عنہا با علم من السائل** صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو یہ مشاہدہ کرا دیا کہ بعض ماکان و مایکون کا علم نہ سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے اور نہ سید الملائکہ کو۔ بلکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں **جاء ليعلمکم دینکم** تمہارا دین تم کو سکھانے کے لئے آئے تھے، فرما کر یہ بھی بتلادیا کہ قیامت کا علم کسی کو نہ ہونا یہ دین کا جز ہے۔ جس طرح ایمان و سلام و احسان سے مسلمانوں کو واقف ہونے کی ضرورت ہے اسی طرح اس عقیدہ کی بھی ضرورت ہے کہ قیامت کا علم کسی کو نہیں دیا گیا۔ کیا ان نصوص کے بعد بھی کسی کو یہ گنجائش رہتی ہے کہ وہ یہ کہے کہ تمام ماکان و مایکون کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ ہاں جو علوم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب تھے وہ سب آپ کو حاصل تھے اور جو شان نبوی کے مناسب نہ تھے وہ آنحضرت کو نہیں عطا فرمائے اور اس سے آنحضرت کی کوئی شان نہیں گھٹتی۔ جس طرح کہ خالق اور رزاق نہ ہونے کی وجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی کمی نہیں آتی۔

مولوی حسرت علی صاحب : حضرات گرامی آپ نے دیکھا خدا اپنے محبوب کے دشمنوں سے یوں اقرار کراتا ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منکروں سے یوں کہلوالیتے ہیں۔ مولوی صاحب کو خبر بھی نہیں ہوتی اور وہ پیارے مصطفیٰ کے علم غیب کا اقرار کر گئے۔ آپ تعجب نہ کیجئے میں ابھی بتائے دیتا ہوں۔ سنئے۔

ابھی مولوی صاحب نے یہ کہا ہے کہ جس قدر علوم حضور کی شان کے مناسب تھے وہ سب حضور کو حاصل تھے۔ کیوں بھائیو! کہا ہے یا نہیں؟ رہا صاحب ہاں، بس میں کہتا ہوں کہ حضور کے مناسب یہی ہے کہ تمام ماکان و مایکون کا علم ہو۔ اب تو آپ نے خود ہی اقرار کر لیا۔ اب علم غیب پر مناظرہ کیا ہوگا۔ چلئے اب تو آپ کی ہوس بھی مٹ گئی۔ رسول پاک نے اپنے علم غیب کا اقرار خود آپ سے کرا لیا۔ اب تو آپ ہمارے سوالوں کا جواب دیجئے۔ یا اب بھی آپ نہیں دیں گے۔ ہمارے پہلے باتیں سوال جن کو مولوی صاحب نے ماتحت تک نہیں لگایا ہے یہ ہیں

داس کے بعد سوالات کی فہرست پھر پڑھ کر سنادی اسکے بعد کہا باتیں تو یہ ہیں اب ان پر تین سوالوں کا اور اضافہ

کرتا ہوں۔

۱ : وما علمناہ الشعر میں شعر سے شعر عرضی مراد ہے یا منطقی۔

۲ : اکاد اخفیہا پر میرا یہ سوال ہے کہ یہ اخفائے تک ہے گا۔

۳ : ما المسئول عنها با علم من السائل کا تو یہ مطلب ہے کہ میں تم سے زیادہ اس کو جاننے والا ہوں۔

جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس کا علم مجھ کو بھی ہے اور تم کو بھی ہے آپ نے نفی کہاں سے نکالی۔

بائیں پہلے تھے اور تین یہ ہوئے۔ آپ پہلے ان پچیس سوالات کا جواب دے دیجئے اس کے بعد آگے بڑھئے۔

میں آپ کو ہرگز نہ بڑھتے دوں گا۔ آپ کو علم غیب کی نفی میں آیتیں حدیثیں پڑھنی آتی ہیں اپنے اپنے بڑوں

کے سرے کفر اٹھانا نہیں آتا۔ آپ علم غیب کا اقرار کر چکے ہیں۔ لہذا اس کو تو اب چھوڑیے ہی مت۔ اب بس

جلدی سے ہمارے سوالات کا جواب دے دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : بعد از خطبہ مسنونہ ہمارے مخاطب فرماتے ہیں کہ مسئلہ علم غیب کا فیصلہ

ہو گیا اور تو نے خود ماکان و مایکون کے علم کا اقرار کر لیا۔ اس لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے وہی

مناسب ہے۔ آپ نے تقریر تو بڑے زور شور سے کی اور واقعی بات بھی ایسی ہی عجیب کہی ہے کہ سوا اس شخص کے

جو ایک زمانہ تک بریلی میں رہا ہو، دوسرا شخص مشکل ہی سے کہے گا۔ لیکن ذرا ایمان کی خبر لیجئے۔ آپ نے صریح قرآن

عزیز کا مواضع کیا ہے قرآن شریف تو صاف الفاظ میں کہتا ہے : وما علمناہ الشعر وما ينبغي له ۔

جس سے صاف معلوم ہوتا کہ ماکان و مایکون میں سے شعر کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب

نہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ تمام ماکان و مایکون کا علم ہی جس میں شعر بھی داخل ہے، شان نبوی کے مناسب

ہے آپ کو توبہ کرنی چاہئے۔ پھر یہ کہ آپ کے اس قول سے لازم آتا ہے کہ جوئے بازی شراب سازی وغیرہ کا علم

بھی معاذ اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب ہو۔ کیوں کہ یہ چیزیں بھی ماکان و مایکون

میں داخل ہیں حالانکہ کوئی مسلمان اس کو گوارا نہیں کر سکتا۔ کیا ان چیزوں کا علم بھی آپ کے نزدیک جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب ہے۔ پھر تو آپ نے شان نبوت کی بہت ہی توقیر و تعظیم کی۔

ہمارے مخاطب صاحب لے اس مرتبہ یہ بھی فرمایا ہے کہ اب علم غیب کی بحث کو نہ چھیڑیے وہ ختم ہو گئی

مہربان میں؟ ابھی تو ۲ آیتیں ہی پیش ہوئی ہیں اور تیس^۳ باقی ہیں۔ آپ کا ابھی سے یہ حال ہے ہمیں تو ابھی اس مسئلہ پر بہت کچھ کہنا ہے۔ ۵

سحر ہے دور تر از رنگِ نقی ابھی سے ہے

اس کے بعد میں ان سوالات کا جواب دیتا ہوں جو جناب نے میری تقریر پر فرمائے ہیں۔
۱۔ شعر سے وہی مراد ہے جس کو اہل عرب اپنے محاورات میں شعر کہتے ہیں۔ قضا یا شعر کہ شعر کہنا قرآن عزیز کے نازل ہونے سے سینکڑوں برس بعد کی منطقیوں کی ایجاد ہے قرآن شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی عربی زبان میں نازل ہوا ہے نہ مناطق کی اصطلاح میں۔ چنانچہ وہ خود صاف کہہ رہا ہے۔ *وهذا القرآن عربی مبین* اور اگر بغرض شعر منطقی بھی مراد ہے تو مجھ کو مضر نہیں میرا دعا پھر بھی ثابت ہے اس لئے کہ وہ بھی ماکان و مایکون میں سے ایک چیز ہے جب اس کے علم کی نفی کر دی جائے گی تو لامحالہ ماکان و مایکون کی نفی ہو جائے گی۔

۲۔ *اَكَادُ اُخْفِيهَا* میں کوئی قید نہ کو نہیں وہ مطلق ہے مگر آپ کے نزدیک وہ حکم کسی خاص زمانے تک تھا تو آپ اس کی دلیل پیش کریں۔

۳۔ آپ فرماتے ہیں کہ *ما المسئول عنها با علم من السائل* میں نفی کہاں سے نکالی ہے بلکہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ قیامت کا علم مجھ کو بھی ہے اور تم کو بھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ کبھی مشکوٰۃ شریف دیکھنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا۔ اس میں اسی حدیث میں بروایت بخاری بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ موجود ہیں۔
فخس لا يعلمهن الا الله ان الله عنده علم الساعة الآية

یعنی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل کو یہ جواب دیا کہ قیامت کے بارے میں تم سے زیادہ علم نہیں رکھتا۔ یہ ان پانچ چیزوں میں داخل ہے جن کے متعلق قرآن شریف نے بتلادیا ہے کہ ان کو سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور استشہاد سورۃ لقمان کی اس آیت کو بھی پڑھا
ان الله عنده علم الساعة الخ

یہ تو خود آنحضرت علیہ السلام کے الفاظ تھے جن سے معلوم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا

کہ قیامت کا علم جس طرح اے جبریل تم کو نہیں مجھ کو بھی نہیں۔ اب شامین حدیث کے اقوال ملاحظہ فرمائیے
خاتم الحفاظ ابن حجر عسقلانی ؒ اس حدیث کے تحت میں اپنی مشہور و معروف کتاب فتح الباری شریف
شرح بخاری شریف میں فرماتے ہیں۔

المراد التاوی فی العلم بان الله تعالى استأثر بعلمها لقوله

بعد خمس لا يعلمها الا الله۔ (فتح الباری مصری ص ۳۳)

یعنی حضور کی مراد یہ ہے کہ اے جبریل میں اور تم دونوں اس بات کے جاننے میں برابر ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے علم کو اپنے لئے خاص کر لیا ہے (کسی کو بھی نہیں دیا)۔

یہ تو تھا آپ کے سوالات کا مختصر جواب۔ اب تیسری آیت سنئے۔

قال الله تعالى إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ عَدًّا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ۔ (لقمان ۲۱۔ آخری آیت)	بہ تحقیق اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور وہی نازل کرتا ہے بارش کو یعنی یہ بھی اسی کے علم میں ہے ہے کہ بارش کب ہوگی، اور وہی جانتا ہے جو کچھ عورتوں کے رحم میں ہوتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ کہاں مرے گا۔ بہ تحقیق اللہ ہی جاننے والا اور بخبردار ہے۔
-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان پانچ چیزوں کا علم خدا کے سوا کسی کو حاصل نہیں حالانکہ یہ بھی ممکن و
ممكن میں داخل ہیں۔ چونکہ میرا وقت ختم ہو گیا اس لئے ختم کرتا ہوں۔ انشاء اللہ آئندہ نوبت میں اس پر مزید

ملے۔ ہذا خانہ روڈ میں ان دونوں آیتوں کے متعلق یہ سوالات اور ان کے علاوہ اور بہت سے سوالات تصنیف کر کے
بھر دیئے گئے ہیں۔ مگر آفرین اس بہادری پر کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے کفر شکن اور باطل سوز جوابات کا ایک لفظ
بھی نقل نہیں کیا۔ ہمارے ناظرین مولانا کی تقریر کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔ اس سے رضا خانیوں کے لئے سارے سوالات
پادر ہوا ہو جاتے ہیں۔

بدشتی ڈالوں گا۔

مولوی حسنت علی صاحب : افسوس میرے سوالات ویسے ہی قائم ہیں۔ مولوی صاحب نے ان کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اگر مولوی صاحب میں حقانیت ہے تو وہ ان کا جواب دیں لیکن میں پیشین گوئی کرتا ہوں کہ اگر مولوی صاحب کی ساری جماعت بھی مل کر زور لگائے تو میرے پچیس سوالات قاہرہ کا جواب نہیں دے سکتی۔ رشید احمد صاحب گنگوہی، ذلیل احمد صاحب انبلیشی، اشرف علی صاحب تھانوی کے سر سے کوئی کفر نہیں اٹھا سکتا۔ اگر مولوی صاحب میں بہت ہو تو اٹھائیں۔ لیکن کس کی مجال ہے کہ حسنت علی کے مقابلہ میں دیوبندیوں کا سلام ثابت کر دے۔

صاحبو ! یہ کمال میرا نہیں یہ اللہ و رسول جل جلالہ، صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے۔ یہ غوث پاک کی کرامت ہے وہ اپنے غلاموں کی ایسی ہی امداد فرماتے ہیں دُعا ان کا کوئی غلام نہ سکر تو دیکھے۔ میرے پچیس سوالات قاہرہ یہ ہیں (اس کے بعد تمام سوالات کی فہرست پڑھ کر سنا دی) اس کے بعد کہا اس مرتبہ مولوی صاحب سے دو سوال اور کرنا ہوں۔ اگرچہ امید ان کے جواب کی بھی نہیں ہے۔

۱۔ آپ نے جو اس مرتبہ سورۃ لقمان کی آیت پڑھی ہے ان میں پانچ علموں کا تذکرہ ہے اللہ تعالیٰ ان کا علم کسی کو دے بھی سکتا ہے یا نہیں ؟

۲۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ جبریل کی اس حدیث کے واقعہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم دے دیا گیا ہو۔ یہ کیسے معلوم ہوا کہ وفات شریف سے اکیسویں روز قبل بھی یہ علم نہیں دیا گیا ؟
مولوی صاحب آپ پہلے ہمارے ان ستائیس سوالوں کا جواب دے دیکھتے پھر ہم آپ کو ان آیات کا مطلب بھی سمجھا دیں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ خدا و رسول جل جلالہ، صلی اللہ علیہ وسلم پر اقرار کرتے ہیں کہ میرا کمال نہیں بلکہ اللہ و رسول جل جلالہ، صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے۔ یاد رکھئے کہ مسلمانوں کو کافر بنانا ہرگز جناب رسول اللہ علیہ وسلم کا کمال نہیں بلکہ شیطان کا کمال ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال یہ تھا کہ جس وقت دنیا ٹک و کفر کا گہوارہ بن رہی تھی کوئی

خدا پرست ڈھونڈے نہ ملتا تھا اس تاریک زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور چند ہی روز
 میں لاکھوں مسلمان بنادینے۔ آج انہیں کی جوتیوں کا صدقہ ہے کہ دنیا میں چالیں کر ڈرے زیادہ مسلمان ہوئے
 مہربانم! آپ کا اور آپ کی جماعت کے قبلہ و کعبہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا کمال تو ہے کہ ذی
 میں کوئی مسلمان نہ چھوڑا۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب شیدہ وہ کافر۔ جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر۔ علماء دیوبند
 وہ کافر۔ جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر۔ اہل حدیث وہ کافر۔ جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر۔ ندوۃ العلماء قائم ہوا
 آپ کے اعلیٰ حضرت نے حکم لگایا جو اس میں شریک ہو وہ کافر۔ آخری زمانہ میں تحریک خلافت اعلیٰ آپ کے اعلیٰ
 نے اس کے شرکار کو بھی کافر بتایا۔ حالانکہ ہندو و سیرون ہند کے سارے مسلمان اس میں شریک تھے۔ بالخصوص
 مولوی عبدالباری صاحب لکھنوی فرنگی محلی کو اسی جرم میں ایک سو ایک وجہ سے کافر لکھا۔ پھر مولوی محمد اسماعیل
 صاحب شیدہ کو مسلمان بتا کر خود کافر ہوئے۔ اپنی ساری جماعت کو کافر بنایا۔

الفرض آپ کا کمال تو یہ ہے کہ ساری دنیا کو کافر بنایا۔ سارے مسلمانوں کو شمشیر تکفیر کے گھاٹ اتار دیا۔
 اور آج کوئی دنیا میں ایسا نہیں جو مولوی احمد رضا خان صاحب کی تکفیر کا شکار نہ بنا ہو۔
 اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال یہ تھا کہ دنیا بھر میں سلام بھینچا دیا سینکڑوں برس کے کافر
 کو مسلمان بنا دیا۔

پہ نسبت خاک را با عالم پاک
 کجا عینی کج دستان نا پاک

آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے سوالوں کا جواب دو۔ اطمینان رکھئے اب حاضرین بھی آپ کی ان چالوں میں آنے
 والے نہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سوالات نہیں بلکہ مسئلہ علم غیب سے بچنے کی چالیں ہیں۔ میرے محترم دوست! یہاں کی
 پبلک اتنی نا سمجھ نہیں کہ اتنی روشن بات کو بھی نہ سمجھے۔

میں اس سے بہت زیادہ خوش ہوں کہ آپ ہر مرتبہ اسی طرح ان نام نہاد سوالات کو پڑھ کر مسند دیا کریں اور
 میں قرآن و حدیث سے مسئلہ علم غیب پر روشنی ڈال کر دوں۔

ہر کے را بہر کارے ساختند

میل او را در دلش انداختند

آپ کی دولت ہی سوالات ہیں اور میرے پاس قرآن و حدیث کی دولت ہے۔ کُلُّ حُزْبٍ بِمَا

لَدَيْهِمْ فَسِرْحُونَهُ

اس مرتبہ مولوی صاحب نے مسئلہ علم غیب کے متعلق دو باتیں دریافت کی ہیں۔ ایک یہ کہ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ دے بھی سکتا ہے یا نہیں ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نزدیک ضرور اس پر قادر ہے کہ ان چیزوں کا علم کسی کو دے دے۔ لیکن ہمارا اور سادے سلف صالحین کا حقیقہ یہ ہے کہ کسی کو دیا نہیں اور نہ دے گا۔ کیوں کہ اس نے ان علوم کو قرآن عزیز میں اپنے ہی ساتھ خاص بتلایا ہے۔ یہی سورہ لقمان کی آیت اس کی شاہد ہے۔ وقت ختم ہو جانے کی وجہ سے میں اس وقت اس پر کافی روشنی نہیں ڈال سکا تھا ورنہ مولوی صاحب کو اس سوال کی حاجت ہی نہیں رہتی۔ خیر اب عرض کرتا ہوں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

خمس من الغیب استأثر بہن اللہ	غیب میں سے پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ
فلہ یطلع علیہن ملاحظاً مقرباً ولا	نے اپنے لئے خاص کر لیا، ان کی اطلاع نہ کسی مقرب
نبیا مرسل ان اللہ عنده علم	فرشتہ کو دی ہے نہ کسی نبی و رسول کو۔ تحقیق اللہ
الساعة فلا یدری احد من الناس	ہی کو ہے قیامت کا علم۔ پس کوئی نہیں جانتا آدمیوں
متی تقوم الساعة فی ای سنة ولا	میں سے کہ کب قیامت آئے گی۔ کس سنہ اور کس
فی ای شہر الیلا ام نہارا وینزل	میں۔ دن میں آئے گی یا رات میں۔ اور وہی نازل
الغیث فلا یعلم احد متی ینزل الغیث	کرنا ہے بارش کو۔ پس کوئی نہیں جانتا کہ کب
الیلا ام نہارا ویعلم ما فی الارحام	بارش ہوگی۔ آیا دن میں یا رات میں۔ اور وہی جانتا
فلا یعلم احد ما فی الارحام اذکر	بہ نطفہ رحم میں ہے۔ پس کوئی نہیں جانتا اکل
ام انثی احمر او اسود ولا یدری	وہ جنوں میں ہے۔ یعنی کسی کو خبر نہیں ہے کہ بچہ

نفس ماذا تكسب عندا اخيرا ام
مشرا و ما تدرى نفس باى

ارض تموت ليس احد من الناس
يدرى اين مضجعه من

الارض افى بحر ام برقى سهل ام
فى جبل - رواه ابن جرير وابن ابى حاتم

تفسير ابن كثير جلد ۳ ص ۵۵ نم

نے -

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ یہ پانچ علم نہ کسی مقرب فرشتہ کو دیتے
گئے ہیں نہ کسی نبی و رسول علیہ السلام کو۔ علاوہ ازیں یہ کہ بخاری شریف سے جو ابھی میں نے حدیث جبریل کے الفاظ
پڑھے تھے وہ بھی صاف بتا رہے ہیں کہ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں عطا فرمایا۔ حدیث کے
الفاظ یہ ہیں۔

فی خمس لا یعلمهن الا الله ان الله عنده علم الساعة الذیۃ

یعنی تم قیامت کا سوال کرتے ہو کہ کب آئے گی۔ اس معاملہ میں میرا علم تم سے زیادہ نہیں۔

کیوں کہ وہ ان پانچ چیزوں میں سے جسے کہ جن کو اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا :-

اور حضور نے استدلال کے طور پر یہی آیت پڑھ دی معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس

آیت کا وہی مطلب سمجھا تھا جو میں عرض کر رہا ہوں۔ یہ کہنا کہ علم ذاتی کی نفی کی تھی جمالت کا ثبوت دینا ہے۔ کیونکہ

سائل نے یہ دریافت نہیں کیا تھا کہ آپ کو علم ذاتی ہے یا نہیں۔ بلکہ اس کا سوال یہ تھا کہ متى الساعة

قیامت کب آئے گی ؟ اب اگر یہ کہا جائے کہ حضور نے محض علم ذاتی کی نفی کی ہے اور حضور کا مطلب یہ ہے کہ

مجھ کو اس کا از خود بغیر اطلاع خداوندی علم نہیں تو یہ سوال از آسمان جواب از لیسمان " کی مثال صادق

آئے گی۔ اس کے علاوہ اور بھی میرے پاس قوی دلائل ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ محض علم ذاتی کی نفی مقصود

نہیں۔ لیکن چونکہ ان کا تعلق علم حدیث سے زیادہ ہے اس لئے اس مجمع میں بالخصوص آپ جیسے عالم متبحر

کے سامنے (جس کو یہ بھی خبر نہیں کہ خبر واحد دلیل قطعی نہیں ہوتی) بیان کرنا سوتیلوں کو کورے پر نکھیرنا سمجھتا ہوں۔
 یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس آیت سے علم قیامت نہ ہونے پر خود آنحضرت نے بھی استدلال فرمایا ہے۔
 ۱۲ دوسری بات آپ نے یہ دریافت کی تھی کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ قیامت کا علم اس حدیث جبریل کے واقعہ
 کے بعد بھی آنحضرت کو نہیں دیا گیا۔ ممکن ہے کہ اس واقعہ کے بعد دے دیا گیا ہو۔ ہمارا دعویٰ تو اکیاسی روز
 پیشتر کا ہے۔

قرآن و حدیث سے تو آپ کی واقفیت کل سے معلوم ہو رہی ہے۔ لیکن اس سوال سے معلوم ہوا کہ آپ اصول
 مناظرہ سے بھی بہت زیادہ واقف ہیں۔ میرے محترم دوست دلیل کی ضرورت اس کو ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ اس
 واقعہ کے بعد اکیاسی روز سے پہلے پہلے علم دے دیا گیا۔ اور جو انکار کرے اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں مناظرے
 پہلے آپ کو مناظرہ کشمیریہ پڑھنی چاہئے تھی۔

برستان رو کہ از بلبل طری عشق گیسری یاد
 بچنسل آ کہ از ناصح سخن گفستن بیا سوزی

لیکن چونکہ معلوم ہو چکا ہے کہ دلیل پیش کرنے کا سبق آپ نے پڑھا ہی نہیں ہے اس لئے میں ہی بتلاتا
 ہوں۔ سنئے۔

خاتم المحدثین حافظ ابن حجر عسقلانی ر فتح الباری شریف میں اسی حدیث کے تحت میں ارقام فرماتے ہیں۔

رواہ ابن مندۃ فی کتاب الایمان
 باسنادہ الذی علی شرط مسلم
 طریق سلیمان التیمی فی حدیث عمرادہ
 ان رجلاً فی آخر عمر النبی صلی اللہ علیہ
 وسلم جاء فی رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم فذکر الحدیث بطولہ۔
 اسی حدیث جبریل کو ابن مندہ نے کتاب الایمان میں
 اپنی اس سند سے جو علی شرط مسلم ہے بطریق سلیمان
 تیمی بروایت فاروق اعظم روایت کیا ہے اور اس کے
 پہلے لفظ یہ ہیں کہ۔

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے آخر میں
 ایک شخص جبریل، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
 میں حاضر ہوئے اس کے بعد پوری حدیث بیان کی۔“

(فتح الباری شرح بخاری)

اس روایت نے آپ کے اکیاسی روز والے احتمال کا بھی خاتمہ کر دیا اور بتلا دیا کہ یہ واقعہ ہی عمر شریف کے آخر حصہ میں ہوا ہے۔ یہ ہے معجزہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ یہ ہے امداد اللہ تعالیٰ کی، یہ ہے سچائی کا کرشمہ۔ واقعی جس وقت حضرت مولانا نے یہ روایت فتح الباری سے پڑھی تھی اس وقت مجمع کی ایک عجیب کیفیت تھی جو احاطہ تحریر سے باہر ہے۔

حاضرین کرام ! اس طرف بھی توجہ فرمائیں کہ مسئلہ علم غیب کے متعلق جوابات ہمارے فاضل مخاطب دریافت کرتے ہیں میں برابر اس کا جواب دیتا ہوں اور بحمد اللہ ایسا شافی کہ اس کے بعد مولوی صاحب کو لب کشائی کا موقع بھی نہیں رہتا۔ لیکن ان سوالات کی فہرست میں برابر ان کا شمار رہتا ہے۔ یہ ہے ہمارے فاضل مخاطب صاحب کی حق پرستی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولوی حسنت علی صاحب : ارے صاحب ! آپ کو ان کتابوں سے کیا واسطہ؟ آپ اشرف علی کی "حفظ الایمان" کو دیکھتے۔ گنگوہی کی "براین" کو دیکھتے۔ پہلے اپنے کفریات کو اٹھائیے۔ آپ کو تو ان اسلامی کتابوں کو ہاتھ لگانے کا بھی حق نہیں۔ آپ ان مقدس کتابوں کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ آپ اپنے کفر سے توبہ کر لیں تو ہم ابھی ان کتابوں کا مطلب سمجھا سکتے ہیں۔

حضرات گرامی ! میرے سوالات ستائیس^۲ ہو چکے ہیں اور مولوی صاحب ان کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ مولوی صاحب کو اپنا اور اپنے بڑوں کا کافر ہونا تسلیم ہے پھر میں اپنے سوالات سناتے دیتا ہوں۔ اس کے بعد وہی فہرست سنادی۔ اور جلسہ برخاست ہو گیا۔

اس اجلاس کی کیفیت کا اندازہ کسی قدر ہمارے ناظرین کو بھی ہو گیا ہو گا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس جلسہ کی کیفیت جس درجہ عجیب و غریب تھی اس کا صحیح نقشہ کھینچنا ہمارے اسکان سے باہر ہے۔ مختصر یہ کہ مولوی حسنت علی خان صاحب جس وقت اپنے ستائیس سوالات کی فہرست ہاتھ میں لے کر کھڑے ہوتے تھے تو سارے رضا خانی شرم سے آنکھیں نیچی کر لیتے تھے۔ اور بیچارے مولوی رحمہ اللہ صاحب نے تو سر اٹھانے کی قسم ہی کھالی تھی۔ رضا خانوں کے ہنس مسخرنوں نے جلسہ کا یہ رنگ دیکھ کر مولوی حسنت علی صاحب سے کہا بھی کہ آپ مجمع کا رنگ نہیں دیکھتے ان والوں کو رکھتے اور دلیل پیش کیجئے۔ بالآخر حجب ان کو یقین ہو گیا کہ ان تلوں میں تیل ہی نہیں تو بھجوری

انہوں نے بھی کہنا چھوڑ دیا۔

اور شام کو اس طرح مناظرہ شروع ہوا۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ سنوہ) حضرات جن مسئلہ پر بحث کرنے کے لئے اس جلسہ کا انعقاد ہوا تھا بجز اللہ اس پر کافی روشنی پڑ چکی ہے۔ میں تین آیتیں پیش کر چکا ہوں جن کا جواب ہمارے ^{فاضل} طلب اس کے سوا اور کچھ نہیں دے سکے کہ تم نے ان آیات کا مطلب نہیں سمجھا۔ اگر تم ہمارے سوالوں کا جواب دے دو گے تو ہم مطلب سمجھا دیں گے۔ لیکن آپ حضرات کو معلوم ہے کہ اب تک جو آیت میں نے پڑھی ہے اس کا مطلب بھی مفسرین امت کے کلام سے بیان کیا ہے۔ میں اپنی طرف سے کسی آیت کا مطلب بیان کرنا حرام سمجھتا ہوں۔ لہذا ہمارے فاضل مخاطب غور فرمائیں کہ آپ میرے بیان کردہ مطلب کو غلط نہیں بتلا رہے بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ۔ علامہ نسفی صاحب مدارک التذیل کے بیان کردہ مطالب کو غلط بتلا رہے ہیں۔ بلکہ سورہ لقمان کی آیت کا مطلب تو میں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف سے بیان کیا ہے۔ کیا معاذ اللہ آپ کے نزدیک آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی قرآن عزیز کا مطلب نہیں سمجھا۔ استغفر اللہ۔

اب چوتھی آیت سنئے۔

یَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّاتٍ	اے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، لوگ آپ سے
مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي	سوال کرتے ہیں قیامت کے بارے میں کہ کب آئے
لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي	گی۔ فرمادیکھئے کہ بس اس کا علم میرے رب ہی کو ہے۔

اے حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے اس کا التزام فرمایا تھا کہ جو آیت بھی پیش فرماتے تھے اس کی تفسیر اور توضیح کے لئے

احادیث یا آثار صحابہ یا اقوال مفسرین ضرور پیش کرتے تھے۔ سنبھل کی پہلک آج تک اس کی شہادت ہے۔ اور یہی وہ چیز تھی جس

لئے حضرت مولانا کے تبحر علی کا سکے دشمنوں کے قلب و جگر میں بٹھا دیا ہے۔ مگر رضا خانی رومداد میں برائے نام بھی ان چیزوں کا ذکر

نہیں۔ اللہ رے ایمان داری۔ الحساب یوم الحساب۔

السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكَ
إِلَّا بُعْثَةً يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ خَفِيفٌ
عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنْ
أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ

(اعراف - سورہ ۲۳)

نہیں ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت پر مگر اللہ تعالیٰ
بھاری ہے وہ آسمانوں اور زمینوں میں۔ وہ اچانک
بے خبری ہی میں آئے گی۔ وہ لوگ آپ سے سوال کرنے
میں گویا کہ آپ اس کو جانتے ہیں۔ کچھ دیکھ کر اس کا
علم اللہ ہی کو ہے۔ لیکن بہت سے لوگ اس راز سے
ناواقف ہیں۔

سید المفسرین سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لَمَّا سَأَلَ النَّاسُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ سَأَلُوهُ سَوَالَ قَوْمٍ كَانَهُمْ
يُرَوْنَهُ أَنَّ مُحَمَّدًا خَفِي بِهِمْ
فَادَّحَى اللَّهُ إِلَيْهِ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَهُ
اِسْتَاثَرُ بَعْلُهَا فَلَمْ يَطْلُعْ عَلَيْهَا مَلِكًا
وَلَا رَسُولًا اَخْرَجَهُ رَأْيُ جَرِيرٍ وَغَيْرِهِ «ثُمَّ

جب لوگوں نے حضور سے (قیامت کا) سوال کیا تو ان
لوگوں کا سا سوال کیا کہ گویا کہ وہ حضور کو اپنا بڑا
مہربان سمجھتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اس
کا علم بس اللہ ہی کو ہے۔ اس نے اپنے لئے خاص کر
لیا ہے۔ پس نہ کسی فرشتہ کو دیا ہے نہ کسی نبی علیہ السلام
کو۔ روایت کیا اس کو ابن جریر وغیرہ نے۔

علامہ نسفی حنفیؒ اپنی مشہور و مستبر تفسیر "مدارک التنزیل" میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

يَعْنِي قِيَامَتُكَ قَائِمُكَ كَقِيَامَتِكَ كَقِيَامَتِكَ
اللَّهُ تَعَالَى هِيَ كَقِيَامَتِكَ كَقِيَامَتِكَ
لَعَلَّكَ تَعَالَى هِيَ كَقِيَامَتِكَ كَقِيَامَتِكَ
اللَّهُ تَعَالَى هِيَ كَقِيَامَتِكَ كَقِيَامَتِكَ

قل انما علمها عند ربّي اى علم وقت
ارسائها عنده وقد استاثر به لم
يخبر به احدا من ملك مقرب ولا
نبي مرسل - (مدارك ص ۲۳ ج ۱)

غور کیا جائے کیا ان تصریحات کے ہوتے ہوئے بھی کسی مسلمان کو یہ گنجائش ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ
قیامت کے وقت کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارے فاضل مخاطب
صحیح کی طرح کہہ دیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد دے دیا گیا تھا۔ لیکن اول تو یہ کہنا اس وقت زیبا ہے جب

مولوی صاحب اس کی کوئی دلیل پیش کریں بے دلیل دنیا میں کوئی دعویٰ نہیں سنا جاتا۔ دوسرے یہ کہ حدیث جبریل نے اس احتمال کا بھی قلع قمع کر دیا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ آخر عمر تک بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم نہیں عطا فرمایا گیا۔

صبح جناب نے مجھ سے دریافت فرمایا تھا کہ حدیث جبریل کے الفاظ سے نفی کس طرح نکالی۔ اگرچہ اس کا جواب شافی میں صبح ہی دے چکا ہوں لیکن اس وقت حضرت شیخ عبدالحی صاحب محدث دہلوی کی عبارت اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف سے اور پڑھتا ہوں۔ جس سے حدیث جبریل کے معنوں پر کافی روشنی پڑ جائے گی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ مالمستول عنہا با علم من السائل کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یعنی حضور کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ اے سائل یعنی من تو ہر دو براہیم در نادر استن آں بلکہ ہر سائل مسئل ہمیں حال دارد کہ آنرا جز خداوند تعالیٰ کسے نہ داند دوے تعالیٰ پہنچ کس را از ملائکہ و سل برآن اطلاع ندادہ۔

بمعنی کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی ملائکہ اور رسولوں میں سے اس کی اطلاع نہیں دی۔
(اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۵۴)

یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ شیخ وہی ہیں جن کو فاضل بریلوی بھی اپنی بعض تصانیف میں شیخ الشیوخ لکھتے ہیں۔
مولوی حسرت علی صاحب : حضرات کل سے تقریریں ہو رہی ہیں۔ مولوی صاحب کا کفر علی ردس الاشہاد ثابت کیا جا رہا ہے۔ لیکن مولوی صاحب نہ اس کا کوئی جواب دیتے ہیں نہ اپنے کفر سے توبہ کرتے ہیں۔ ہمارے سوالات مستائیں ہو چکے ہیں لیکن مولوی صاحب ان کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ اچھا اب میں کہتا ہوں کہ آپ ہمارے سوالات کا جواب مت دیجئے۔ پس یہ تحریر دے دیجئے کہ ہم حسرت علی کے سوالات قاہرہ کے جواب سے عاجز ہیں اس کے بعد میں ان آیات کا مطلب بیان کر دوں گا جن کو پڑھ کر آپ مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔
اے مولوی صاحب ! آپ مولوی بہو کر خیانت کرتے ہیں لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ پڑھ کر آپ مسلمانوں کو

دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ آپ نے شیخؒ کی عبارت پر ہی نہیں پڑھی۔ اسی حدیث کے تحت میں شیخؒ کی عبارت یہ بھی تو ہے۔

”اینها از امور غیب اند کہ جز خدا کے آزاندا نہ مگر آنکہ دے تعالیٰ از نزد خود کے را بداند بوحی و الہام“

یعنی یہ قیامت وغیرہ پانچوں چیزیں امور غیب میں سے ہیں کہ خدا کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ وحی یا الہام کے ذریعہ سے بتا دیں

تو کیا آپ کے نزدیک حضور پر وحی نہیں ہوتی تھی؟

آپ دیے تو اتنے سیدھے جیسے ہیں لیکن خدا کے نبی کا علم گمٹانے کے لئے آپ کو ایسی ایسی خیانتیں کرتے آتی ہیں۔ سنتے ہی شیخ مارج النبوت کے خطبہ میں فرماتے ہیں۔

”وہی صلی اللہ علیہ وسلم داناست بر ہمہ چیزے از شیوانات ذات الہی و احکام و صفات

حق و اسماء و آثار و جمیع علوم ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ نموده است و مصداق

فوق کل ذی علم علیم است“

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذات الہی کی تمام شانوں اور اس کے احکام اور اس کے اسماء و صفات

و آثار کو جاننے والے ہیں۔ اور تمام علوم ظاہری و باطنی اور اول و آخر کو احاطہ کئے ہوئے ہیں

اور فوق کل ذی علم علیم کا مصداق ہیں“

دیکھئے یہ وہی تو شیخ ہیں ارے صاحب آپ کو شرم کرنی چاہئے۔ آپ بھرے مجمع میں ایسی خیانت کرتے

ہیں۔ آپ اپنے سرے کفر اٹھاتیے۔ ہمارے ستائیں سوالوں کا جواب دیکھئے یا اپنے عاجز ہونے کی تکبر دیکھئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ) ہمارے فاضل مخاطب نے جس قدر سخت الفاظ میرے متعلق

کہے ہیں میں ان کا جواب کچھ نہیں دینا چاہتا۔

بدم گفتی و ضرر مند عفاک اللہ بخوفتہ

جواب تلخ می زیب لب لعل شکر خارا

پخت کلامیاں اور بے تہذیبیاں آپ ہی کو مبارک ۔ ہاں اتنا عرض کروں گا۔ چونکہ آپ حضرات کا دن رات کا مشغلہ بزرگوں کے کلام میں ناجائز خیانت اور قطع برید کرنا ہے اس لئے آپ سب کو بھی ایسا ہی سمجھئے ہیں۔
 الْمَرْءُ يَقْنِصُ عَلَى نَفْسِهِ ۔ لیکن یاد رکھئے کہ بچہ اللہ اہل حق کو ان حیا سوز کارروائیوں کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

شیخ علیہ الرحمۃ کی جس عبارت کے متعلق جناب فرما رہے ہیں کہ وہ نہیں پڑھی۔ بے شک میں نے نہیں پڑھی۔ کیوں کہ اس کو مسئلہ علم غیب سے اثباتاً یا نفیاً کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس سے صرف اتنا نکلتا ہے کہ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تبارک و تعالیٰ اگر کسی بندے کو عطا فرما دے تو اس کو بھی ان کا علم ہو سکتا ہے۔ اور اس کا انکار کسی کو بھی نہیں۔ بے شک اگر اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کو ان پانچ چیزوں کا علم دے دے تو ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ بات کہ کسی کو دیا بھی یا نہیں، جدا گانہ ہے۔ اب یہ بھی شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیجئے کہ آیا کسی کو دیا بھی ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے یہاں سے ہی ملے گا کہ۔

”دی تعالیٰ بیچ کس را اد ملائکہ و رسل برآں اطلاع نداده“

”اور اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی فرشتوں اور رسولوں میں سے اس کی اطلاع نہیں دی ہے“

اب فرمائیے کہ کس نے خیانت کی اور کون بے حیا اور بے شرم بنا۔

ہم الزام ان پر رکھتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اس کے بعد شیخ رحمہ اللہ کی ایک اور عبارت پیش کرتا ہوں جس سے اور زیادہ صاف طور پر علم غیب کے متعلق شیخ کا عقیدہ معلوم ہو جائے گا۔ مشکوٰۃ شریف میں بروایت مسلم شریف یہ حدیث ہے۔

عن جابر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول قبل ان

یموت بشہر تسمى لوتی عن الساعة علمها عند اللہ ۔ الحدیث

ترجمہ ! مروی ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے سنا حضور پانی وفات شریف سے محض ایک مہینہ پہلے فرماتے تھے کہ تم لوگ مجھ سے قیامت

کا سوال کرتے ہو حالانکہ اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے“

اس حدیث کی شرح میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

گفت جابر شنیدم آنحضرت را فرمود پیش از رحلت
خود یک ماه تسلو فی عن الساعة می پرسید
مرا از وقت قیام قیامت و انما علیہا عند
اللہ و نیست علم بتعیین وقت آن مگر نزد خداوند
عزوجل یعنی از وقت وقوع قیامت کبری می پرسید
آن خود معلوم من نیست و آن را جز خداوند تعالی
نداند

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور کی وفات شریف سے ایک ماہ قبل سنا۔ حضور فرماتے تھے کہ تم مجھ سے قیامت کے آنے کا وقت دریافت کرتے ہو حالانکہ اس کے وقت معین کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ یعنی قیامت کبریٰ کے آنے کا وقت خود مجھ کو معلوم نہیں۔ اس کو خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

(شفۃ اللغات جلد چہارم ص ۳۴)

اس روایت نے صاف بتلا دیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم وفات شریف سے ایک ماہ قبل تک بھی نہیں تھا۔ چہ جائیکہ اکیسویں روز پیشتر۔ اور شیخ علیہ الرحمۃ کی اس عبارت نے اور زیادہ وضاحت کے ساتھ اس کو بیان کر دیا۔ کیا انہیں شیخ کو کہا جاتا ہے کہ وہ علم غیب کے قائل ہیں ؟

مولوی حشمت علی صاحب : حضرات گرامی ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ کل سے برابر مولوی صاحب کا کفر ثابت کیا جا رہا ہے لیکن وہ نہ اس کو اٹھاتے ہیں نہ توہ کر کے مسلمان ہی ہوتے ہیں۔ ہمارے ستائیں سوال مولوی صاحب پر سوار ہیں ان کو بھی ہاتھ نہیں لگاتے۔ بس وہی مرغی کی ایک ٹانگ ”علم غیب، علم غیب“ رٹ لیا ہے اسی کو لہر دہراتے ہیں۔ اور ہم سے کہتے ہیں کہ دلیل پیش کرو۔ اچھا میں کہتا ہوں کہ جب آپ کے بڑوں کے نزدیک جاننا کو بھی علم غیب ہے، شیطان کو بھی علم غیب ہے، تو آپ پہلے ان کے علم غیب کی کوئی قطعی دلیل پیش کر دیجئے اس کے بعد ہم حبیب پاک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی دلیل پیش کر دیں گے۔ اللہ اکبر !

آسمان پھٹ نہیں جاتا، زمین شق نہیں ہو جاتی، خدا کے محبوب کے علم غیب کا انکار کیا جاتا ہے اور اہلسرورہ ملعون کے علم غیب پر ایمان ہے۔ آہ گدھے، کتے، بکھی، مچھر بھنگے، پتو کے لئے علم غیب مانا جاتا ہے اور پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار کیا جاتا ہے اور اس پر آیتیں اور حدیثیں پڑھی جاتی ہیں۔

۱۲۹ میں مولوی صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ آپ نے تو اپنا عقیدہ یہ بتلایا ہے کہ حضور کو اس قدر علم غیب تھا کہ کسی نبی، کسی ولی، کسی فرشتہ کو بھی نہیں تھا۔ اور آپ کے مولوی گنگوہی صاحب لکھتے ہیں۔

”ہر چہ ائمہ علیہ السلام و جملہ علما متفق ہیں کہ انس یا علیہم السلام غیب پر مطلع نہیں ہیں“

(رسالہ مسئلہ علم غیب ص ۲۰)

لہذا جہیں بتلایا ہے کہ آپ کا اصل عقیدہ کیا ہے؟ مولوی صاحب یہ وقت چھپانے کا نہیں ہے۔ اب میرے سوالات آتے ہیں جو چکے ہیں۔ خدا کے واسطے کسی کا تو جواب دیجئے۔ یا آپ سے بس خدا کے محبوب کا علم عظیم گھٹانے کے لئے آیتیں ہی پڑھنی آتی ہیں۔

۳۰ میں نے مدارج النبوت کی عبارت پڑھی اس کا آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کا جواب دیجئے لیجئے اب میرے سوالات پورے نہیں آہو گئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ) محترم بزرگو! یہ باتیں تو آپ کل سے برابر سن رہے ہیں۔ اور بعد ضرورت میں ان کا جواب بھی دے چکا ہوں اب جس کے اعادہ کی حاجت نہیں سمجھتا۔ ہمارے مخاطب صاحب جن عقائد کو میری یا میرے اکابر کی طرف منسوب کر رہے ہیں کل ہی عرض کر چکا ہوں کہ وہ کسی مسلمان تو کیا معنی کسی مجتہد انسان کے بھی نہیں ہو سکتے۔ بحمد اللہ ہمارے اکابر کا دامن تقدس ان غرافات سے بالکل پاک ہے لیکن ناحق کی زبان داری کا علاج کسی کے پاس نہیں۔ یہ جیسا باش و برہہ خواہی کن۔

لیکن بچا پڑے مولوی صاحب بھی مجبور ہیں آخر کسی طرح دس منٹ بھی پورے کریں آیات و احادیث نہ سہی گالیاں اور افتراءات ہی سہی۔

لے بنے شک کسی مخلوق کو غیب پر اطلاع نہیں۔ لیکن اطلاع سے مراد وہ علم ہے جو کسی قوت مدد کے ذریعہ سے بغیر اخبار خداوندی حاصل ہو۔ چنانچہ تفسیر مدارک شریف میں زیر آیت مَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْهِرَكَ عَلَى الْغَيْبِ قَوْلًا ہے کہ غیب کی کسی بات پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہیں بلکہ آپ کو جن جانب اللہ خبر دی جاتی ہے۔ دونوں باتوں میں نہایت ایک فرق ہے خوب سمجھ لو ۱۲

بہر حال میں موافق تعلیم قرآنی مولوی صاحب کی ان لغویات سے اعراض کرتے ہوئے اصل بحث کے طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ پانچویں آیت سنئے۔

یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ما ذا
اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت
علام الغیوب۔

جس دن کہ جمع کرے گا اللہ تعالیٰ رسولوں کو۔ پس
فرمائے گا، ان سے، تم کو کیا جواب دیا گیا۔ عرض کریں
گے وہ کہ ہمیں علم نہیں آپ ہی غیب کی باتوں کو جاننے
والے ہیں۔

(مائدہ - رکوع ۱۴)

اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت خواجہ محمد دم علی مہاشمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
لا علم لنا وانت علمنا ظاہر ما قالوا لا نعلم ما فی قلوبہم
لانہ غیب وانت مخصص باحاطۃ المغیبات ۹

یعنی انبیاء علیہم السلام فرمائیں گے کہ اگرچہ ہم کو ان کی ظاہری باتوں کی خبر ہے لیکن ہم ان کے
دلوں کی حالت کو نہیں جانتے کیوں کہ وہ غیب ہے اور غیب کا احاطہ تیری ہی ذات پاک کے
ساتھ خاص ہے ۹ (تفسیر تیسیر الرحمن)

اصول کا مسئلہ ہے کہ اگر کسی بات پر امت محمدیہ کے مجتہدین متفق ہو جائیں تو پھر کسی کو اختلاف کی گنجائش
نہیں رہتی۔ اور یہاں خدا کے دربار میں سارے انبیاء علیہم السلام سیدنا حضرت آدم ؑ سے لے کر خاتم الانبیاء حضرت
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس بات پر اجماع کر رہے کہ ہمیں دلوں کے حال کی خبر نہیں۔ آپ ہی غیبوں
کے جاننے والے ہیں۔

لیکن افسوس! آج چودھویں صدی میں اس اجماع پیغمبران کا نہایت زور شور سے خلاف کیا جا رہا ہے
پھر یہ اجماع بھی دنیا میں نہیں بلکہ خدا کے دربار میں خداوند تبارک و تعالیٰ کے حضور میں۔ اس اجماع پیغمبران سے
بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے ۹

آپ نے جو مدارج النبوت کی عبارت پڑھی تھی اس کا ہرگز مطلب نہیں ہو سکتا کہ کل شیون وصفات الہی
اور کل علوم ظاہری و باطنی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔ اس لئے کہ شیون وصفات الہیہ غیر متناہی ہیں

اسی طرح کل علوم ظاہری و باطنی میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے تمام علوم داخل ہیں اور وہ بھی میرے ہی ہیں۔
 پس اس بنا پر لازم آئے گا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بھی غیر قتنا ہی اور معاذ اللہ، اللہ تبارک
 و تعالیٰ کے برابر ہو۔ اور اسی کو آپ کے اعلیٰ حضرت نے بھی کفر لکھا ہے۔ اس لئے شیخ رحمہ کی اس عبارت
 کا وہ مطلب تو ہو ہی نہیں سکتا۔ لہذا اس کا مطلب بھی یہی ہوگا کہ جو علوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب
 تھے وہ تمام حضور کو حاصل تھے۔ اور اس کی نظیر خود قرآن عزیز میں موجود ہے۔ مگر جنتیں کے متعلق ارشاد
 ہوتا ہے : **وَأُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ** ، اور اس کو ہر چیز دے دی گئی تھی۔

ظاہر ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا بھر کی تمام چیزیں اس کو دے دی گئی تھیں۔ کیونکہ ہمارے
 فاضل مخاطب ہی اس کے یہاں نہیں تھے، یہ پنڈال بھی یقیناً اس کو نہیں دیا گیا تھا۔ بس جس طرح اس آیت
 کریمہ کا سب کے نزدیک یہ مطلب ہے کہ جو چیزیں بحیثیت ملکہ ہونے کے اس کی شان کے مناسب تھیں وہ تمام
 اس کو دے دی گئی تھیں۔ اسی طرح اس عبارت کا بھی یہی مطلب ہے کہ جو علوم بحیثیت سید الانبیاء ہونے
 کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب تھے وہ کل کے کل حضور کو حاصل تھے اور اس کا کسی کو انکار
 نہیں۔ دوسرے یہ کہ شیخ رحمہ کی عبارت کا اگر وہ مطلب لیا جائے گا تو خود حضرت شیخ رحمہ کے مسلک کے خلاف ہوگا
 کیوں کہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قیامت ہی کا علم نہیں مانتے۔
 اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ اگر آپ شیخ رحمہ کو مانتے ہیں تو چلے بس انہی کی تصانیف پر فیصلہ رکھ لیجئے۔ ہم اس کے
 لیے بالکل تیار ہیں۔ کسی کو ثالث مقرر کر کے بس حضرت شیخ رحمہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کتابو
 ہی سے فیصلہ کرا لیجئے۔ میں اس کی تحریر بھی دے سکتا ہوں۔ آپ بھی ایک تحریر لکھ دیں۔

مولوہی حشمت علی صاحب : بزرگو! آپ نے دیکھ لیا مولوی صاحب عاجز ہیں۔ میرے
 سوالات کا ہرگز جواب نہیں دے سکتے۔ میرے تیس سوالات قاہرہ یہ ہیں۔ اس کے بعد فرست پڑھ کر سنادی
 اور کہا، بیابانوں کا کوئی ذرہ، دریاؤں کا کوئی قطرہ ایسا نہیں جس کا علم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ہو
 مولوی صاحب بہت سی آیتیں اور حدیثیں پڑھ چکے ہیں۔ اب میں بھی نمونہ کے طور پر ایک حدیث پڑھ کر سناتا
 ہوں۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

عن عبد الرحمن بن عائش قال قال
 رسول الله صلى الله عليه وسلم
 حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں
 نے اپنے رب عزوجل کو بہترین صورت میں دیکھا

رأيت رب عز وجل فاحسن

صورة قال فيما يختصم الملا

الاعلى قلت انت اعلو قال فوضع

حفد بين حكتفى فوجدت بردها

بين ثلثي فعلمت ما في السموات

والارض -

اس نے فرمایا کہ فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں؟

میں نے عرض کیا کہ آپ ہی خوب جانتے ہیں۔ پس

اللہ نے اپنا دست قدرت میرے شانوں کے بیچ

میں رکھ دیا پس میں نے اس کا اثر اپنے سینے میں محسوس

کیا۔ پس میں نے جان لیا اس کو جو آسمانوں اور زمین

میں ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہو گیا کہ حضور کو تمام آسمانوں اور زمین کا علم ہے۔ شیخ محدث دہلوی اسی

کے تحت میں فرماتے ہیں۔

” پس ”السم ہرچہ در آسمانها و ہرچہ در زمین بود عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی

و کلی و احاطہ آں ؟

یعنی میں نے جان لیا تمام ان چیزوں کو جو آسمانوں اور زمینوں میں تھیں اور اس سے مراد تمام

علوم جزوی و کلی کا حاصل ہونا اور اس کا احاطہ کرنا ہے۔

مولوی صاحب ! میں ایسی حدیثیں بہت سی پیش کر سکتا ہوں۔ لیکن پہلے آپ ہمارے تیس سوالوں کا

جواب دیکھتے ہم جب علم خیب پر بحث کریں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ سنونہ) سے

لائے اس بہت کو انتخاب کر کے

کفر مولا خدا خدا کر کے

میں اپنے ان عنایت فرما کا دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے آج آخری وقت اپنی ساری جماعت کی

لاج رکھنے کے لئے ہمارے ضدی فاضل مخاطب کو وہ معلوم کس خاص دہانہ سے اِدلہ پیش کرنے پر مجبور کر دیا کاش

ہمارے وہ عنایت فرما کل ہی سے اس طرف توجہ فرماتے ۔

ہزاروں غلوں پر بھی جہنم کی

تلافی کی بھی خطا م نے تو کیا کی

ہمارے فاضل مخاطب نے مسئلہ علم غیب سے بچنے کے لئے بہت کچھ ہمت پر مہیکے۔ انکل مشکل تیس سو سوالات کی فہرست بھی تیار کر لی جن کی حقیقت ہر سمجھ دار سمجھ سکتا ہے۔ لیکن جف القلم بامہو کا تن۔ وہی ہوتا ہے جو خدا چاہتا ہے۔ بالآخر جبراً قرآن مسئلہ علم غیب کی طرف آنا ہی پڑا۔

ہر کیف مولوی صاحب نے اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے جو حدیث پڑھی ہے اگرچہ از روئے شرائط ہر کیف منطوقی صاحب نے اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے جو حدیث پڑھی ہے۔ اہل شرائط میں یہ طے ہو چکا ہے کہ ہر فرقہ استدلال میں یا کتب عقائد پیش کرے گا یا نصوص قطعیہ۔ لیکن میں بطور احسان مولوی صاحب کی اس دلیل کا جواب دیتا ہوں۔ مگر پہلے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ حدیث کس زمانے کی ہے؟ کیا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات شریف سے محض اکیاسی روز پیشتر یہ فرمایا تھا؟

مولوی حسرت علی صاحب : اکھٹہ ! مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ میں نے ایک حدیث پیش کی کی تھی جن کا جواب مولوی صاحب کچھ نہیں دے سکے۔ یہ فرماتے ہیں کہ صاحب نص قطعی نہیں ہے۔ ارے مولوی صاحب ! آپ نص قطعی کے معنی بھی نہیں جانتے۔ مجھ سے کہتے ہیں کہ اس حدیث کا زمانہ بتا دو۔ دیکھا تم نے مسلمانو ! جب میں نے دلیلیں پیش کرنی شروع کر دیں تو اب مولوی صاحب بھاگتے ہیں۔ ارے صاحب یہاں علم غیب کی بحث ہے یا زمانے کی؟ جو زمانہ آپ بتلا دیں گے وہی ہمیں بھی تسلیم ہے آپ ہی بتا دیجئے کہ یہ حدیث کس زمانہ کی ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) میرے محترم ! اس لفاظی سے یہاں کام چلنا دشوار ہے آپ کے یہ ظاہری الفاظ آپ کی لاعلمی پر پردہ ڈالنے کے لئے کافی نہیں۔ یہاں کی پہلک اتنی نا سمجھ نہیں کہ ایسی کھلی ہوئی باتوں کو بھی نہ سمجھے۔ اگر جناب کو اس حدیث کا زمانہ معلوم نہیں ہے تو مجھ کو اس کی تحریر دے دیجئے کہ ہم کو معلوم نہیں جو زمانہ تم بتلاؤ گے وہ ہم کو بھی تسلیم ہوگا۔

مولوی حسرت علی صاحب نے یہ تحریر دی۔

ار اس حدیث کا جو زمانہ مولوی منظور حسن صاحب بتلا دیں گے وہ ہم کو بھی تسلیم ہوگا۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) آپ حضرات ہمارے مخاطب صاحب کی علمی لیاقت

کے نور کے کل سے دیکھ رہے ہیں۔ جب کوئی علی سوال کیا جاتا ہے تو ہمارے فاضل مخاطب یہی فرماتے ہیں کہ اس کا جواب تم ہی دے دو۔ ہم ہی سائل اور ہم ہی مجیب۔ لیکن ہم اپنے محترم دوست کی خاطر اس کے لئے بھی تیار ہیں۔

کیوں نہ ٹھہریں ہدفِ نادر کہ ہمارے
خود اٹھ لگاتے ہیں جو تیر خط ہوتا ہے

خیر اب میں بتلاتا ہوں کہ یہ واقعہ شبِ معراج کا ہے۔ اس حدیث کو ابن جریر نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

فقلت يا رب انك اتخذت ابراهيم
خليلا و كلمت موسى تكليما
و فعلت و فعلت قال الم اشرح لك
صدرك الم اضع عنك وزرك
الم افعلك الم افعلك فافعلنى
الى اشياء لم يؤذن لى ان
احد شكروها قال فذلك قوله فى
كتابه ثم دنى فتدلى فكان قاب
قوسين او ادنى فادحى الى
عبده ما اوحي ما كذب الفؤاد
ما راى النور

یعنی حضور فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ۔ اسے
پروردگار آپ نے ابراہیمؑ کو خلیل بنایا۔ اور موسیٰؑ
سے کلام کیا اور یہ کیا اور یہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا کیا ہم نے تمہارا شرح صدر نہیں کیا۔ کیا ہم
نے تمہارا بار نہیں اتارا کیا یہ نہیں کیا۔ کیا یہ نہیں کیا۔
پس مجھ کو چن چن میں بتلائیں جن کو تم سے بیان کرنے
کا مجھ کو حکم نہیں دیا گیا۔ پس یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان
ہے قرآن عزیز میں۔ ثم دنى فتدلى
فكان قاب قوسين او ادنى فادحى
الى عبده ما اوحي ما كذب
الفؤاد ما راى النور

اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ شبِ معراج میں پیش آیا ہے۔ اور معراج ہجرت سے
بھی پہلے مکہ معظمہ میں ہوئی ہے لہذا یہ حدیث وفاتِ شریف سے سالہا سال پیشتر کی ہوئی۔ اور آپ خود
اس زمانہ میں علم غیب نہیں مانتے بلکہ وفاتِ شریف سے محض اکیاشی روز پہلے مانتے ہیں۔ لہذا آپ کے ہی بیان

بیان کردہ مطلب کے اعتبار سے یہ حدیث خود آپ کے مذہب کے ہی مخالف ہے۔ لہذا پہلے آپ خود اس کا جواب دیں اس کے بعد ہم سے جواب لیں۔

انجھا ہے پاؤں یا رکاز لطف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگے

مولوی صاحب ! کاربوزینہ نیست بخاری۔ دلیل پیش کرنا ہر ایک کا کام نہیں مستعمل بننے کے لئے

کچھ علم کی بھی ضرورت ہے۔ اور وہ نصیب دشمنان۔

مولوی حسرت علی صاحب ! میں بھی حدیثیں پیش کرتا ہوں۔

حضرت ثوبان رض سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو

سمیٹ دیا۔ یہاں تک کہ میں نے اس کے مشارق و

مغارب کو دیکھ لیا۔

۱ عن ثوبان قال رسول الله صلى

الله عليه وسلم ان الله زوى

لى الارض حتى رايت مشارقها

ومغاربها

○

حضرت حذیفہ رض سے مروی ہے کہ میں نے کھڑے

ہوتے ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نہیں چھوڑی آپ نے کوئی چیز جو ہونے والی تھی اس

مقام میں قیامت تک مگر یہ کہ آپ نے اس کو بیان

کر دیا۔ یاد رکھنا اس کو اس نے جس نے یاد رکھا اور

بھول گیا اس کو جو بھول گیا۔

۲ عن حذيفة رضي قال قام فينا

رسول الله صلى الله عليه وسلم مقاما

ما ترك شيئا يكون في مقامه

ذلك الى قيام الساعة الا حدث به

حفظه من حفظه ونسيه

من نسيه

○

مولوی صاحب ! ہمارے پاس حدیثیں بہت ہیں۔ لیکن پہلے آپ اپنا اسلام تو ثابت کر دیجئے۔ دیکھئے

آپ کا کفر ثابت ہو چکا ہے یا تو آپ علماء دیوبند سے علیحدگی ظاہر کیجئے یا توبہ کر کے مسلمان ہو جائیے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ سنوہ) حاضرین ! ہمارے فاضل مخاطب کی اس دلیری کو ملاحظہ فرمائیں۔ باوجودیکہ یہ طے ہو چکا ہے کہ استدلال میں کتب عقائد یا نصوص قطعیہ پیش کئے جائیں گے۔ لیکن آپ برابر اخصبہ احاد پیش کر رہے ہیں۔ میں جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب کو توجہ دلاؤں گا کہ وہ اپنے دلیل کو شرائط کی پابندی پر مجبور کریں۔ شرط نمبر ۲ کے الفاظ یہ ہیں۔

” ہر فریق کا فرض ہوگا کہ وہ نفس مسئلہ پر استدلال یا مسئلہ کتب عقائد اہلسنت سے کرے یا نصوص قطعیہ سے۔ لہذا اگر کوئی فریق استدلال میں دوسری قسم اڈلہ پیش کرے گا تو فریق مخالف کو حق ہوگا کہ وہ اس کا جواب اس وقت تک نہ دے جب تک کہ مسئلہ سے یہ تحریر نہ لے لے کہ ”میں اپنا مدعا نصوص قطعیہ اور مسئلہ کتب عقائد اہلسنت سے ثابت نہیں کر سکتا“

لہذا اس قرارداد کے مطابق میں جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے دلیل کو مجبور کریں کہ وہ استدلال میں نصوص قطعیہ یا کتب عقائد پیش کریں یا مجھ کو تحریر دیں کہ ہم اپنا عقیدہ نصوص قطعیہ اور کتب عقائد اہلسنت سے ثابت نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد میں پھر ان کی ان دلیلوں کا بھی جواب دوں گا اور انشاء اللہ بتلا دوں گا کہ ان حدیثوں کو آپ کے عقیدہ سے بال برابر بھی تعلق نہیں۔

مولوی حشمت علی صاحب : واہ صاحب واہ ! آپ حدیثیں پیش کریں تو وہ نصوص قطعیہ جو جائیں اور ہم پیش کریں تو وہ نص قطعی نہ ہو۔ یہ کہاں کا قاعدہ ہے پہلے آپ نص قطعی کے معنی تو بتلا دیجئے۔ آپ بے کار وقت ضائع مت کیجئے۔ ہماری دلیلوں کا جواب دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) میں سمجھ نہیں سکتا کہ اس وقت ہمارے فاضل مخاطب نے اپنی کی وجہ سے ایسی لاعلمی کی باتیں کر رہے ہیں یا جان بوجھ کر انجان بن رہے ہیں۔

فان كنت لا تدري فذلك مصيبة

وان كنت تدري فالمصيبة اعظم

میرے محترم ! نص قطعی اس کو کہتے ہیں جس کا تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا یقینی اور قطعی ہو۔ اور اس

کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ قرآن عزیز کی آیت ہو کیوں کہ سارے قرآن عزیز کا تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ایسی یقینی اور قطعی ہے کہ جس میں کچھ شبہ نہیں۔ اور اگر آج کوئی شخص قرآن عزیز کی آیت کے متعلق بھی یہ کہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نہیں تو وہ بالاتفاق است کا فر اور مرتد ہے۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی ایسی حدیث ہو جس کے راوی اس کثرت سے ہوں کہ اس کے فرمان رسول پر میں کسی قسم کا شبہ نہ ہے۔ یعنی حدیث متواتر ہو۔

اب تک جو دلیلیں آپ نے پیش کی ہیں ان میں نہ کوئی آیت قرآنی ہے نہ حدیث متواتر۔ اب معلوم ہوا جناب کو نص قطعی کس کو کہتے ہیں۔

رہا جناب کا یہ فرمانا کہ تم بھی احادیث پیش کرتے ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مجد اللہ میں نے استدلال میں ابھی تک کوئی حدیث پیش نہیں کی جو دلیل پیش کی ہے وہ قرآن عزیز کی آیت سے پیش کی ہے۔ ہاں تائید کے طور پر البتہ ضرور دو حدیثیں پیش کی ہیں۔ اگر جناب کو تائید اور استدلال کا فرق معلوم نہ ہو تو کسی پڑھے لکھے سے دریا کر لیجئے۔

تَعْلَمُ اِذَا كُنْتَ لَسْتَ بِعَالَمٍ فَمَا الْعِلْمُ اِلَّا عِنْدَ اَهْلِ التَّعْلَمِ
تَعْلَمُ فَاِنَّ الْعِلْمَ اَزِيْنِ لِلْفَتَى مِنْ الْحِلَّةِ الْحَسَنَاءِ عِنْدَ التَّكَلُّمِ

اس کے بعد میں بطور اتمام حجت آپ کی پیش کردہ دونوں دلیلوں کا جواب دیتا ہوں۔ بغور سنئے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو روایت جناب نے پیش کی ہے اس سے محض اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ کسی وقت اللہ تبارک و تعالیٰ نے ساری زمین کو سمیٹ کر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشاہدہ کرا دیا۔ ہمیں اس سے انکار نہیں۔ لیکن اس سے تمام ماکان و مایکون کا علم ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ اس سے محض اس قدر لازم آتا ہے کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مشاہدہ فرمایا تھا اس وقت جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہو اس کا علم ہو گیا ہو۔ اور یہ تمام ماکان و مایکون کا کہ درواں حصہ بھی نہیں۔ اس وقت میں بھی دنیا میں نہیں تھا۔ آپ بھی نہیں تھے۔ یہ پنڈال بھی نہیں تھا۔ پھر ماکان و مایکون میں عرش کرسی، لوح و قلم، ملائکہ وغیرہ سب ہی داخل ہیں اور اس حدیث میں محض زمین کا ذکر ہے۔ پھر جس قدر کا علم لازم آتا ہے اس کا بھی تفصیلی نہیں۔ کیونکہ روایت

دیکھنے کے لئے علم تفصیلی لازم نہیں۔ اس وقت آپ کہہ سکتے ہیں کہ شاید میں جس قدر پھول میں دوں دیکھ رہا ہوں۔ لیکن اگر کوئی آپ سے دریافت کرے کہ اس میں کتنے پھول ہیں؟ تو آپ محض اس دیکھنے کی وجہ سے نہیں بتا سکتے جب تک ان کو شمار نہ کریں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب مشرکین مکہ کے دور و حضور نے معراج کا ذکر فرمایا۔ اور بیت المقدس کی سیر کا ذکر کیا تو بطور امتحان انہوں نے بیت المقدس کے متعلق چند سوالات کئے۔ حضور سرور عالم فرماتے ہیں کہ ان کے سوالات سے میری طبیعت متروہ ہوئی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بیت المقدس کو حضور کے سامنے کر دیا۔ حضور اس کو دیکھ دیکھ کر ان کے سوالات کا جواب دیتے تھے۔ پس اگر دیکھ لینا علم تفصیلی کے لئے کافی ہوتا ہو تو دوبارہ بیت المقدس کو سامنے کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ معلوم ہوا کہ مشاہدہ کے لئے علم تفصیلی لازمی نہیں۔

اور یہی جواب تقریباً اس معراج والی حدیث کا بھی جس میں **فعلمت ما فی السموت والارض** آیا ہے۔ اس سے بھی ماکان و مایکون نہیں نکلتا۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت جو کچھ زمین و آسمان میں تھا اس کا علم اجمالی ہو گیا۔ اور ظاہر ہے کہ اس وقت دنیا کی بہت سی چیزیں نہیں تھیں۔ اشعة اللمعات کے الفاظ سے خود یہ بات نکلتی ہے کہ محض وہی چیزیں مراد ہیں جو اس وقت موجود تھیں چنانچہ شیخ کی عبارت میں لفظ ”بعد“ اس کو بتلایا ہے۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ علم تفصیلی ہی ہو۔

تیسری روایت جو آپ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی پڑھی ہے اس کا مطلب بھی ہرگز یہ نہیں کہ حضور نے تمام ماکان و مایکون بتلادیا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت تک جو دین میں نئے نئے ہونے والے تھے ان سب کو حضور نے بیان فرمادیا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تو بیان کیا ہی نہیں ہوگا کہ شراب اس طرح بنائی جاتی ہے۔ جو آبیوں کھیل جاتا ہے۔ سر قیوں کیا جاتا ہے۔ فلاں دقت زیر غزل خانہ میں جاسے گا۔ فلاں دقت پاشخانہ میں۔ فلاں شخص کی داڑھی میں اتنے بال ہوں گے۔ فلاں شخص کے سر پر اتنے بال ہوں گے۔ فلاں دقت منہ بھل کے بازار میں گندم کا یہ نرخ ہوگا۔ جو کا یہ نرخ ہوگا۔ فلاں جگہ نیب کا درخت ہوگا اس درخت میں اس قدر پتے ہوں گے۔ ہر پتے میں اتنی رگیں ہوں گی۔

الغرض میرے نزدیک کوئی عقل مند اس کو گوارہ نہیں کرے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر دنیا

بھر کی ان خرافات کو بیان کیا ہو۔ حضور کی شان اس سے بہت زیادہ اعلیٰ و ارفع ہے بلکہ یہ کہنا ایک درجہ میں شان نبوت کی توہین کرنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان خرافات کے بدلنے کے لئے تشریف نہیں لائے تھے۔ حضور سرور عالم خود فرماتے ہیں ”من حسن اسلام المرأة تركها مالا يعنيه“ آدمی کے دین کی خوبی یہ ہے کہ وہ غیر مفید باتیں نہ کرے؟ پس یہ کیسے ممکن ہے کہ دوسروں کو توبہ کے کار باتوں کے ترک کرنے کا حکم دیں اور خود منبر پر چڑھ کر ایسی بے کار باتیں بیان کریں جس نہ کوئی دینی فائدہ ہو نہ دنیوی۔ الغرض یہ عقلاً بھی ناممکن ہے کہ حضور نے اس مجلس میں دنیا بھر کی یہ خرافات بیان کی ہوں۔ اور نقل بھی۔ پھر ابو داؤد شریف کی روایت نے اس کو بالکل ہی صاف کر دیا ہے۔ ابو داؤد شریف میں انہی حضرت حذیفہؓ کی یہی روایت ہے اور اس کے الفاظ اس موقع پر یہ ہیں۔

”والله ما ترك من قاصد فتنة يبلغ من مع ثلثمائة فصاعداً“

یعنی حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم حضور نے اس بیان میں کسی فتنہ پرداز کو نہیں چھوڑا جس کے متبعین تین سو یا زیادہ ہو جائیں گے۔

اسی روایت سے صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت حذیفہؓ کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے بڑے بڑے فتنوں میں سے کوئی ایسا نہیں چھوڑا جس کا ذکر نہ کیا ہو۔ اور یہ ہم کو بھی تسلیم ہے۔ اس کا ایک قرینہ یہ بھی کہ عام محدثین اس حدیث کو کتاب الفتن ہی میں بیان کرتے ہیں۔ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ یہی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ قیامت کے علم کی نفی کی بھی روایت کر رہے ہیں۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الساعة فقال علمها عند رب عز وجل لا يجليها لوقتها الا هو الحديث.

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے وقت کے بارے میں سوال کیا گیا۔ حضور نے فرمایا کہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔

(روایت کیا اس کو امام احمد نے)

(رواہ احمد)

الغرض ان وجوہات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حذیفہؓ کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ حضور نے تمام ماکان و مایکون

کو بیان فرمایا۔ اسی وجہ سے حضرت شیخ عبدالحی صاحبؒ اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”یعنی نگہداشت دریں مقام پہنچ چیز سے راز و قانع کہ شدنی است تا روز قیامت“

اس سب کے علاوہ یہ کہ ان میں کوئی حدیث بھی ایسی نہیں جس میں الیاسی روز کا ذکر ہو۔ پھر ان کو اپنے دعوے کی دلیل میں پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی قل هو اللہ شریف پڑھ کر کہہ دے کہ اس سے علم غیب ثابت ہو گیا۔

میں امید کرتا ہوں کہ حاضرین ہمارے مخاطب صاحب کی تینوں دلیلوں کا جواب پوری طرح سمجھ گئے ہوں گے اگر مولوی صاحب نے ان جوابات کی طرف توجہ فرمائی تو بہت ضرورت پھر عرض کروں گا۔ پانچ آیتیں بجا شریف اپنی طرف سے پیش کر چکا ہوں۔ جن کا جواب ہمارے فاضل مخاطب نے قسم کھانے کو بھی نہیں دیا ہے۔ اب چھٹی آیت سنئے۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ ۖ
یہ کفار کہتے ہیں کہ بتلاؤ یہ وعدہ (یعنی قیامت)

كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۚ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ
کب ہوگا۔ کہہ دیجئے اس کا علم اللہ ہی کو ہے اور

اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۚ - المائدہ ۲۶
میں تو بس ڈرانے والا ہوں۔ بیان کرنے والا ہوں۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب جامع البیان ارقام فرماتے ہیں۔

قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ لَا يُعْلَمُ
کہہ دیجئے کہ اس وعدہ کے وقت کا علم اللہ ہی کو

الہو۔ ہے۔ اس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

حضرات میں چھ آیتیں پیش کر چکا ہوں اور مولوی صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر جرات ہو تو میری

دلیلوں پر کلام فرمائیں۔ یا شرائط کی پابندی کرتے ہوئے کوئی نص قطعی پیش کریں۔

مولوی حشمت علی صاحب : حضرات گرامی آپ نے دیکھ لیا میرے سوالات بدستور ہیں۔ مولوی

صاحب نے ان کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مولوی صاحب کہتے ہیں نص قطعی پیش کر دیجئے۔ میں نمونے کے طور پر

نص قطعی بھی پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ
اللہ نے تم کو سکھا دیا جو تم نہیں جانتے تھے۔ اور اللہ

کا آپ پر بڑا فضل ہے۔

فضل اللہ علیک عظیمہ۔

اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے تمام ماکان و مایکون کا علم دیا۔ واللہ اعلم۔

اس تقریر پر جلسہ ختم ہو گیا اور دوسرے روز صبح کو ۹ بجے اس طرح جلسہ شروع ہوا۔

مناظرہ کا تیسرا دن

۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ یوم شنبہ

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ مسنونہ) آپ حضرات بار بار سن چکے ہیں کہ اس مناظرہ کا انعقاد مسئلہ غیب کے تصفیہ کے لیے ہوا ہے۔ شرائط میں طے ہو چکا ہے کہ اس مناظرہ کو دوسرے مسائل مختلف فیہا سے کوئی تعلق نہیں ہوگا بلکہ یہ بھی طے ہو چکا ہے کہ جو فریق مسئلہ غیب سے باہر جائیگا اس کی مسئلہ شکست مانی جائے گی۔ (ملاحظہ ہو شرط نمبر ۱ و ۲)

الحمد للہ یہ اقرار ہی شکست تو ہمارے حریف کو پہلے ہی روز سے ہو رہی ہے۔ اور خدا کا فضل ہے کہ ہمارے فاضل مخاطب کی کوئی تقریر ابھی تک ایسی نہیں ہوئی ہے جس میں آپ نے مسئلہ علم غیب سے باہر جانے کی کوشش نہ کی ہو۔ الا ماشاء اللہ۔ بہر حال کل بمشکل تمام ساری جماعت کے مجبور کرنے سے ہمارے مخاطب نے بھی مسئلہ علم غیب کو چھوڑنے اور بڑے زور شور سے تین حدیثیں پیش کیں۔ جن کے جواب کچھ اللہ ایسے کافی اور شافی دیتے ہیں کہ مولوی صاحب کو اس کے جواب میں ایک حرف کہنے کی بھی جرات نہیں ہوئی اور نہ انشاء اللہ العزیز ہوگی۔

اس کے بعد آپ نے چلتے وقت ایک آیت بھی پڑھی تھی۔ اس کے متعلق بھی میرا پہلا سوال یہی ہے جس کا جواب نہ ابھی تک آپ نے دیا ہے اور نہ انشاء اللہ آپ دے سکیں گے۔ یعنی یہ بتلائیے کہ یہ آیت کریمہ کس زمانے

سے اس آیت سے ہرگز یہ معلوم نہیں ہوتا بلکہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ جو امور دین سے متعلق تھے اور تم ان کو نہیں جانتے

تھے ہم نے وہ بتلا دیئے۔ یا یہ کہ اگلے لوگوں کی جو خبریں تم کو معلوم نہ تھیں وہ ہم نے بتلا دیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۱۲

میں نازل ہوئی ہے ؟ اگر جناب کو معلوم نہ ہو تو دس منٹ خراب کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ سیدھی بات کہہ دیں کہ مجھ کو معلوم نہیں پھر میں انشاء اللہ عرض کروں گا۔

مولوی حسنت علی صاحب : (ایک خطبہ طولانی کے بعد) حاضرین ! آپ نے دیکھ لیا کہ مولوی صاحب کے پاس نہ ہمارے سوالوں کا جواب ہے نہ ہماری دلیلوں کا۔ میں نے تین حدیثیں پیش کیں۔ ہمارے مخاطب صاحب نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ نص قطعی نہیں۔ اب جب میں نے نص قطعی بھی پیش کر دیا اور ایک کڑا سا کھڑا کر دیا تو اب مولوی صاحب اس کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے اور مجھ سے پوچھتے ہیں صاحب یہ بتا دو کہ یہ آیت کب نازل ہوئی ہے مولوی صاحب یہاں علم غیب پر مناظرہ ہے اس پر نہیں ہے کہ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۖ کب نازل ہوئی۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) آپ نے جو اس تقریر میں اپنی خاص طرز میں میرے متعلق ایک نہایت گندہ جملہ استعمال کیا ہے اس سے قرآن عزیز کی بھی سخت توہین ہوئی ہے جو ایک سچے مسلمان کے دل کو پاش پاش کر دینے کے لئے کافی ہے۔ خدا توفیق دے تو آپ کو اس سے توبہ کر لینی چاہئے۔ میں اس کی شرح کر کے مسلمانوں کو سمجھانا بھی اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہوں۔ یہ آپ کی دولت آپ ہی کو مبارک۔

اس کے بعد میں آپ کی دلیل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ بھدا اللہ ! کل اور پرسوں کی بحث میں یہ بات تو آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہو چکی ہے کہ کسی آیت یا حدیث کے متعلق یہ تحقیق و تدقیق کہ وہ کب نازل ہوئی ؟ کیوں نازل ہوئی ؟ مفسرین اور محدثین نے اس کے متعلق کیا لکھا ہے یہ سب ہمارے ہی حصہ میں آیا ہے۔ ہماری حریف جماعت اس نعمت سے محروم ہے۔

آپ تو کیا چیز ہیں میں آپ کی جماعت کے محدث مولوی رحمہ اللہ صاحب کو چیلنج دیتا ہوں کہ جو آیت یا حدیث پیش کی جاوے وہ اس کا زمانہ نزول و شان نزول بتلائیں یا میں بتلاتا ہوں۔ چلئے آج شانِ محدث

لے یہ سبہ رضا خانیوں کا ایمان اور ان کی حیا سوز تہذیب ! آیات قرآنی کے ساتھ بھی یہ گستاخیاں۔ اسی ناپاک زبان سے

کہا جاتا ہے کہ حضرات دیوبند معاذ اللہ توہین کرتے ہیں۔ انصاف ! انصاف ! لے اہل انصاف !!! انصاف !!! الحساب یوم الحکمۃ۔

ہی کا امتحان ہے۔ (اس کو سن کر حبیب مولوی رحمہ اللہ صاحب سرنگوں ہو گئے تو مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا) لیجئے اب میں بتلاتا ہوں کہ۔ یہ آیت سکتہ کی ہے (درمنثور) اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً سات برس دنیا میں رونق افروز رہے ہیں۔ لہذا اس کو آپ کے دعوے سے کوئی تعلق نہیں۔ کیوں کہ آپ کا دعوے محض ایک سو روز پیشتر کا ہے اس سے پہلے آپ خود اس علم محیط کے قائل نہیں۔ دوسرے یہ کہ آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے۔

و اللہ تعالیٰ نے سکھلادیا آپ کو جو آپ نہیں جانتے تھے ۱

اگر آپ کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے وہ کل سکھادیا۔ تو میں دریافت کرتا ہوں کہ آپ خود اس کے قائل کیوں نہیں۔ جب آیت کریمہ آپ کے نزدیک کل کو ثابت کرتی ہے تو پھر آپ کو محمد و د کرنے کا کیا حق ہے ؟

ہم پر تو یہ افتراء کہ معاذ اللہ علم نبوی گھٹالے کے لئے آیات کے معنی بدلتے ہیں اور اپنا یہ حال کہ بقول خود آیت کریمہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام علوم غیر متناہیہ ثابت کرے اور آپ محض ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ کا علم محیط مانیں جو اس کا کوڑواں حصہ بھی نہیں۔ کہتے ! کس نے علم گھٹایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کون اقراری و ہابی بنا ؟ ۲

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اور اگر کہا جائے کہ آیت کریمہ کا یہ مطلب ہے کہ جن علوم کثیرہ کی تعلیم اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مناسب تھی وہ تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھادیئے گئے تو وہ ہمارا عین مذہب ہے لہذا ہمارے مخالف نہیں اور آپ کو مفید نہیں کیوں کہ آپ کا دعوے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کا علم تفصیلی محیط حاصل تھا۔ اور اس کا اس آیت کریمہ میں پتہ نشان بھی نہیں۔ بہر کیف آپ کی یہ دلیل دعوے پر منطبق نہیں۔

تیسرے یہ کہ اگر آپ کے نزدیک یہی الفاظ اس علم محیط کے ثابت کر لے کے لئے کافی ہیں تو مجھے خطرہ ہے کہ کہیں آپ اپنی جدت پسند طبیعت سے کفار دشمنان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی یہ علم غریب نہ ثابت

کس نے لگیں۔ کیوں کہ یہی الفاظ قرآن عزیز میں ان کے حق میں بھی استعمال کئے گئے ہیں۔ سورۃ النعام میں یہود کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔ «وَعَلَّمَ مَالَهُ تَعْلَمُوا انْتُمْ وَلَا آباءُكُمْ» اور سکھلا دیا گیا تم کو جو نہیں جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادے؟ (النعام ۶: ۹۱)

تو کیا اب آپ ان دشمنان رسول کے لئے بھی یہ علم محیط مائیں گے۔ پھر تو آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہی خوش کیا۔ اگرچہ مجھ کو ابھی اس آیت کریمہ کے متعلق بہت کچھ عرض کرنا ہے۔ کیوں کہ یہ آپ کے استاد العلماء مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی کی مایہ ناز دلیل ہے۔ لیکن سر دست اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں۔ اس کے بعد ساتویں آیت اور پڑھتا ہوں جس سے آفتاب نیمروز کی طرح معلوم ہو جائے گا کہ جمیع ماکان و مایکون میں سے بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے لئے خاص کر لیا ہے اور مخلوق میں سے کسی کو اس کا علم نہیں عطا فرمایا۔ قال اللہ تعالیٰ۔

وعنده مفاتيح الغيب لا يعلمها الا هو۔ الآية (النعام ۶: ۵۹) اسی کے علم میں ہیں مفاتيح الغيب، نہیں جانتا ان کو اس کے سوا کوئی۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں خود حضرت سرور کائنات فخر موجودات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مفاتيح الغيب پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے
ان الله عنده علم الساعة و
ينزل الغيث ويعلم ما في الارحام
وما تدري نفس ماذا تكسب عندا و
تدري نفس باي ارض تموت ان
الله اعلم خبير۔

مفاتيح الغيب پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے
سوا کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ ہی کو قیامت کا علم
ہے۔ اور وہی (اپنے علم سے) نازل کرتا ہے بارش کو
اور وہی جانتا ہے اس کو جو رحم مادر میں ہوتا ہے اور
کسی کو خبر نہیں کہ میں کل کیا کروں گا۔ اور کوئی نہیں
جانتا کہ کہاں مروں گا۔ اللہ ہی جانتے والا خبر دہے۔

رواہ البخاری عن ابن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

روایت کیا اس کو امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی
اللہ عنہ سے۔

اس روایت سے صاف معلوم ہو گیا کہ اس آیت کریمہ میں مفاتیح الغیب سے یہ پانچ چیزیں مراد ہیں۔ اب حضور کے ارشاد کے مطابق آیت کریمہ کا یہ مطلب ہو گیا۔

» اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہیں یہ پانچ چیزیں۔ اس کے سوال کو کوئی نہیں جانتا ۵
اصول تفسیر میں یہ مسئلہ طے ہو چکا ہے کہ اگر کسی آیت کریمہ کی تفسیر خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جائے تو اس کے مقابلہ میں کسی کی تفسیر مسموع نہ ہوگی۔ اور جو تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر سے ٹکرائے گی وہ ہرگز تسلیم نہیں کی جائے گی بلکہ ٹھکرا دی جائے گی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں صحابہ رض کا مرتبہ ہے۔ لہذا اگر کسی آیت کریمہ کی تفسیر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے کلام سے دیکھا جائے گا۔ پس اگر اس کی تفسیر کسی صحابی رض سے پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو اس کے مقابلہ میں غیر صحابی کی تفسیر قابل اعتبار نہ ہوگی۔

الحمد للہ کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے جیسا کہ بخاری شریف کی روایت سے معلوم ہو گیا۔ اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بھی۔ چنانچہ سید المفسرین سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مفاتیح الغیب کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

هَذَا خَمْسٌ ابْنُ اللَّهِ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ مفاتيح الغيب وهي پانچ چیزیں ہیں جو لقمان کی آیت
وینزل الغيث الآية (در منثور) میں مذکور ہیں۔ (در منثور)

اسی کے قریب قریب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی الفاظ ہیں۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ قرآن دانی میں صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جماعت میں جس طرح سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خصوصیت حاصل ہے اسی طرح حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ایک امتیاز حاصل ہے۔ ان کو قرآن دانی کی سند خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار سے ملی ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔

سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ
يقول خذوا القرآن من اربعة فرماتے تھے حاصل کرو (علم) قرآن ان چار سے عبداللہ

من عبد الله ابن مسعود و سالم و
 معاذ و الج بن كعب -
 بن مسعود سے اور سالم اور معاذ اور ابی بن کعب سے۔

نیز اسی بخاری شریف میں خود حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان موجود ہے۔
 والله الذی لا اله غیرہ ما انزلت
 سورة من کتاب الله الا انا اعلو این
 انزلت فلا آية من کتاب الله الا
 انا اعلو فیما انزلت ولو اعلو احدا
 اعلو منی بکتاب الله تبلفنیہ
 الابل لو کبت الیہ -
 قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔
 نہیں نازل ہوئی کوئی سورۃ قرآن عزیز کی مگر میں جاننا
 ہوں کہ وہ کہاں نازل ہوئی ہے۔ اور نہیں نازل
 ہوئی کوئی آیت قرآنی مگر مجھ کو علم ہے کہ وہ کس
 بارے میں نازل ہوئی ہے اور اگر میں سمجھتا کسی کو اپنے
 سے زیادہ قرآن دان اور پہنچا سکے مجھ کو وہاں تک
 اونٹ تو البتہ میں سوار ہی ہو کر اس کے پاس پہنچتا۔

حاضرین کو ان دونوں روایتوں سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
 قرآن عزیز کی تفسیر میں کس درجہ خاص امتیاز حاصل ہے۔

پس جب اس آیت کریمہ کی یہ تفسیر خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبد اللہ ابن عباس د
 حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہو گئی۔ تو اب کسی مدعی اسلام کو سرتابی کی گنجائش نہیں۔
 من شاء فلیؤ من و من شاء فلیکفر قد تبین الرشد من الغی
 حق آفتاب نیروز کی طرح ظاہر ہو چکا۔ اب جس کا جی چاہے سرکار ابد قرار آفائے نامدار جناب رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا غلام اور صحابہ رض کا سچا تبع بن کر نجات ابدی حاصل کرے۔ اور جس کا جی چاہے
 آنکھیں بند کر کے جہنم کا راستہ لے۔ اللہ کی رحمت تمام ہو چکی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مولوی حسرت علی صاحب : آپ نے اپنی تقریر میں یہ کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کی تفسیر کے مقابلہ میں ہر ایک کی تفسیر ٹھکرا دی جائے گی۔ میں اس کی تحریر لینا چاہتا ہوں۔

مولانا محمد منظور صاحب : میں نے عرض کیا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر

سے جو تفسیر ٹکرائے گی وہ ہرگز تسلیم نہیں کی جائے گی بلکہ ٹھکرا دی جائے گی۔ اسی کی میں تحریر بھی دے سکتا ہوں۔
اس کے بعد اس مضمون کی تحریر بھی دے دی گئی۔

مولوی حسرت علی صاحب : مولوی صاحب ! آپ تو بکچھے آپ نے یہ صریح کلمہ کفر کہا ہے۔
اے صاحب ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تو خدا کی تفسیر بھی ہے آپ اس کو بھی ٹھکرا دیں گے۔ اور
جب آپ تفسیر کو ٹھکرا دیں گے تو کیا قرآن شریف میں ٹھکرا نہیں لگے گی۔ قرآن شریف بھی تو تفسیر میں لکھا ہوا ہوتا
ہے آپ کو توبہ کرنی چاہئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ) حضرات میں نے عرض کیا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی تفسیر سے جو تفسیر ٹکرائے گی وہ ہرگز تسلیم نہیں کی جائے گی۔ بلکہ ٹھکرا دی جائے گی۔ ہمارے فاضل
مخاطب فرماتے ہیں کہ یہ صریح کلمہ کفر ہے تجھ کو اس سے توبہ کرنی چاہئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے فاضل مخاطب
صاحب اس تفسیر کو بھی سینہ سے لگائیں گے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر سے ٹکرائے گی۔
یا للعجب ! زبانی محبت کا دعوے تو ایسا لبا چوڑا اور دل کی یہ حالت۔ انا للہ و انا الیہ
راجعون۔

میرے محترم آپ کی شریعت میں یہ کلمہ کلمہ کفر ہو گا ہمارے نزدیک تو یہ عین ایمان ہے۔ قرآن عزیز
فرماتا ہے۔

یہ لوگ اس وقت تک مومن کہلانے کے مستحق نہیں
جب تک آپ کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم
نہ کریں۔ اور دل و زبان سے آپ کے منقاد و
مطیع نہ ہوں۔

فلا وربك لا يؤمنون حتى
يحكمواك فيما شجر بينهم ثم
لا يجدوا في انفسهم حرجا مما
قضيت ويسلموا تسليمًا۔ (النساء ۶۵)

ایک آیت کے معنی جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیئے تو اب اگر کوئی شخص اس
کے خلاف معنی بیان کرے تو ایک مومن کا فرض ہے کہ وہ ان کو ہرگز تسلیم نہ کرے بلکہ ٹھکرا دے۔ ہاں یہ ایک ہی
کہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے سوا خدا کی تفسیر بھی ہے۔ مہربان من ! آپ کے نزدیک خدا اور

خدا کے رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیریں دو دو ہوں گی۔ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر ہے وہی خدا کی ہے۔ قرآن عزیز نے بہانگ دہل فرمادیا۔

”و ما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى“

مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

گفتہ او گفتہ اللہ بود

گرچہ از مقدم عبد اللہ بود

جناب کا یہ فرمانا کہ ”جب تفسیر میں ٹھوکر ماری جائے گی تو قرآن شریف میں بھی ٹھوکر لگے گی“ آپ

کی علمیت پر بھی کافی روشنی طالتا ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک ان کا غذا اور پٹھوں کا نام تفسیر ہے۔

مہربان من ! تفسیر کے معنی ہیں قرآن شریف کے معانی کو کھولنا اور بیان کرنا۔ (دیکھو حواشی جلالین شریف)

(غیرہ) اور اس کا نہ ماننا ہی اس کو ٹھکر ادینا ہے۔ ٹھکر ادینے سے جوتی کی ٹھکر مراد لینا آپ کی خوش فہمی ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر میرے قول کو حدیث صحیح کے مخالف پاؤ تو اس کو دبا

پر مار دو۔ تو شاید جناب تو اپنی خوش فہمی سے یہی سمجھیں گے کہ قول امام کوئی ڈھیلا یا پتھر ہوگا جس کو دیوار پر

پھینک دیا جائے گا۔

بریں عقل و دانش ہباید گریست

اسکے بعد گزارش ہے کہ میں نے جناب کی دلیل پر جو اعتراضات کئے ہیں ان کے جوابات سے شکایت

ہو جائے۔ اور اگر ان اعتراضات کا لا جواب ہونا جناب کو بھی تسلیم ہو تو پھر دوسری دلیل پیش کیجئے۔

مولوی حسرت علی صاحب : لیجئے اب آپ کی دلیلوں کا جواب دیتا ہوں۔ آپ نے جو ابھی

آیت پڑھی ہے اس میں علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے۔ حضور کو ان پانچوں چیزوں کا علم بظاہر خداوندی حاصل تھا

مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ

اور عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم

وسلم صعدا احدا و ابو بکر و عمر

و عثمان فرجف بھم فضر به
برجلہ فقال اثبت احد فانما علیک
نہی و صدیق و شہید انت
ایک روز احد پہاڑ پر تشریف لے گئے وہ ہمیت
سے لڑنے لگا۔ حضرت نے ایک ٹھوکرا دی اور کہا
رک جا۔ کیوں کہ تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور
دو شہید ہیں۔

اگر آپ کو آئندہ کے واقعات کا علم بظاہر الہی بھی نہیں تھا تو پھر آپ نے حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان
غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کی خبر کیسے دے دی۔ اسی مشکوٰۃ شریف میں ہے۔
عن سهل ابن سعد عن رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال يوم خيبر
لا عطيين هذه الراية عند ارجل يفتح
الله علي يديه الحديث -
یعنی حضور نے غزوہ خیبر کے روز یہ فرمایا کہ میں یہ جھنڈا
کل ایک ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ
فتح دے گا الخ

دیکھئے اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ حضور کل کی ہونے والی باتوں کو بھی جانتے تھے۔
یہ ایک آیت پیش کر چکا ہوں اور دوسری اب سنئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
وما هو على الغيب بضنين - اور نہیں میں وہ غیب پر بخیل۔

یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی باتیں بتلانے میں بخیل نہیں۔ پیارے مسلمانو! جب
جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خود علم غیب نہ ہوگا وہ دوسروں کو غیب کی باتیں کیا بتلا سکتے گے۔ لہذا اس
آیت سے بھی معلوم ہو گیا کہ حضور کو علم غیب تھا۔
مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) حضرات گرامی! میں نے اپنے فاضل مخاطب سے

لے اس آیت کریمہ سے علم محیط ثابت کرنا محض نادانی ہے۔ اس کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو جو باتیں ہم بذریعہ وحی تعلیم فرماتے ہیں وہ ان کے بتلانے میں بخیل نہیں۔ تفسیر دارک میں ہے۔ وما محمد علی
الوحي ببخيل۔۔۔۔۔ ولا یکتہر شیئاً مما اوحی الیہ ۱۲

عرض کیا تھا کہ آپ کی پیش کردہ دلیل پر میں نے جو تین اعتراض کئے تھے اگر ہو سکے تو ان کے جوابات دیجئے اور اگر ان کا جواب ہونا آپ کو بھی تسلیم ہو تو دوسری پیش کیجئے۔ الحمد للہ کہ ہمارے مخاطب صاحب نے ان کا جواب ہونا خود ہی تسلیم کر لیا۔ اور اس استدلال سے ایسی دست برداری دی کہ قسم کھانے کو بھی کسی اعتراض کا جواب نہیں دیا۔ پس حاضرین اس سے اندازہ کر لیں کہ ہمارے مخالفین کے دلائل کتنے زبردست ہیں۔ اور یہ اس دلیل کا حال ہے جس پر مولوی نعیم الدین صاحب کو ناز ہے ۛ

پس قیاس کن زگلستان من بہار مرا

اب میں مولوی صاحب کی دوسری دلیل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اس دلیل پر بھی میرے تین اعتراض ہیں اگر ہو سکے تو نمبر وار جواب دیجئے۔

۱ : اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب پر کجخل نہیں ہیں“ میں دریافت کرتا ہوں کہ آپ کے نزدیک اس سے کل مغیبات مراد ہیں یا بعض۔ اگر کل مراد ہیں تو آپ خود کیوں کل مغیبات کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہیں مانتے اور کیوں حضور کے علم کو محدود کرتے ہیں۔ اور اگر بعض مراد ہیں تو ہمارے مخالف نہیں۔ لہذا اس آیت کریمہ کو ہمارے سامنے پیش کرنا اپنی جہالت کا ثبوت دیتا ہے۔

۲ : آپ کا دعوئے یہ ہے کہ ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کے کل واقعات جزئیہ و کلیہ کا علم تفصیلی محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ اور اس آیت کریمہ میں نہ ابتداء آفرینش کا ذکر ہے نہ دخول جنت و دوزخ کا لہذا دلیل دعوئے پر منطقی نہیں۔

۳ : آپ کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ علم محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات شریف سے محض کیا اسی روز پیشتر عطا فرمایا گیا اور یہ آیت کریمہ ہجرت سے بھی پہلے مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اور اس کے نزول کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس بارہ سال سے بھی زیادہ دنیا میں رونق افروز رہے ہیں۔ پس اگر اس آیت کریمہ سے یہ علم محیط ثابت ہو گا تو ہجرت سے پہلے بھی ماننا پڑے گا۔ اور اس کے آپ خود بھی قائل نہیں۔

اس وقت انہی تین اعتراضوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ اگر آپ نے کچھ توجہ فرمائی تو پھر انشاء اللہ العزیز ثابت کر دیں گا کہ یہی آیت کریمہ اس کو بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز وہ علم غیب نہیں تھا جس

کے آپ حضرات قائل ہیں۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ آپ بجائے جواب دینے کے اپنے استدلال ہی سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔ اس مرتبہ آپ نے خلاف عادت میری پیش کردہ دلیل کی طرف بھی توجہ فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے نہ عطائی کی۔ اور ان پانچوں چیزوں کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے عطائے خداوندی حاصل تھا۔

ابھو اللہ کہ یہ جناب کو بھی تسلیم ہے کہ اس آیت کریمہ میں ان پانچوں چیزوں کے علم کی نفی کی گئی ہے۔ اب ہمارا آپ کا یہ نزاع رہا کہ آپ کے نزدیک محض علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے اور میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ عطائی کی بھی نفی ہے۔

قرآن عزیز نے مومن کی یہ شان بتلائی ہے کہ وہ اپنے سارے اختلافات کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کرائے۔ اس لئے بس ہم بھی اپنے اس نزاع کا فیصلہ آقاؐ نے نامدار مدینہ کے تاجدارہ کے دربار سے کرائیں۔ لیکن یاد رہے کہ اس عالی دربار کے ناطق فیصلہ کے بعد اگر خدا بھی چون و چرا کی گئی تو بس ٹھکانا جہنم میں ہے۔ سنتے۔ درمشتور میں ہے۔

انخرج سعید بن منصور و احمد و البخاری فی الادب عن ربیع بن حراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال حدثنی رجل من بنی عامر انہ قال یا رسول اللہ هل بقی من العلم شیء لا تعلمہ قال لقد علمنی اللہ خیرا وان من العلم ما لا یعلمہ الا اللہ الخس ان اللہ عندہ علم الساعة الآیہ

روایت کیا ہے سعید بن منصور اور امام احمد و البخاری نے ادب المفرد میں حضرت ربیع بن حراشؓ سے۔ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حدیث بیان کی ایک شخص نے بنی عامر میں سے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا علم میں سے کوئی ایسی بات باقی رہ گئی ہے جس کو آپ نہ جانتے ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بہت کچھ خیر سکھایا اور بہ تحقیق ابھی علم میں سے وہ بھی ہے جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

وہی پانچ چیزیں ہیں (اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے بطور استشاد سورہ لقمان کی وہی آیت پڑھی
 ان اللہ عنہ علم الساعة (الآیہ)۔

کہتے کیا اس روایت کے بعد بھی کسی باایمان کو گنجائش دیتی ہے کہ وہ کہے کہ محض علم ذاتی کی نفی کی عطا کی نہیں۔ بحمد اللہ اس حدیث شریف نے صاف بتا دیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس آیت کو ہم سے علم عطائی کی نفی سمجھی ہے۔ لیکن آپ کے مولوی نعیم الدین صاحب ”الکلمۃ العلیا“ میں لکھتے ہیں کہ: اس آیت سے علم عطائی کی نفی نکالنا ظلم ہے۔

جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظالم تھے۔ سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ظالم تھے۔ کیوں کہ انہوں نے بھی ان پانچوں چیزوں کے علم عطائی کی نفی کی ہے۔

کہاں ہیں حضرات علماء دیوبند اور مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید کو برا کہنے والے آئیں۔ اور مولوی نعیم الدین صاحب کی اس دریدہ دہنی کو ملاحظہ فرمائیں کیسے کیسے جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہما حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ظلم کا مرتکب بتا رہے ہیں۔ افسوس آج انہیں مولوی نعیم الدین صاحب کو کہا جاتا ہے استاذ العلماء، فقیہ الہند اور پنا اور جنس سے

کار شیطان میکند تاش دلی
 گو دلی ایست لعنت بر دلی

لے اس لئے کہ سائل کا سوال علم عطائی ہی کے متعلق تھا۔ کیوں کہ وہ مسلمان تھا۔ اور حضور کے متعلق علم ذاتی کا حوالہ کسی مسلمان بالخصوص صحابی رضی اللہ عنہما کو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ نیز انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے یہی معلوم ہوتا ہے جیسے کہ خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ رضا خانی رومداد میں بھی اس کو تسلیم کر لیا گیا ہے کہ اس حدیث میں علم عطائی کی نفی ہے۔ مگر بایں ہر آیت کے متعلق بھی لکھا گیا ہے کہ اس میں صرف ذاتی کی نفی ہے۔ ناظرین غور فرمائیں کہ یہ رومداد

جبل احد اور غزوہ خیبر کی جو دو حدیثیں آپ نے پیش کی ہیں ان سے جزوی علم ثابت ہوتا ہے۔ ہم کو اس سے انکار نہیں۔ ہمارا دعوے یہ ہے کہ وہ ان پانچ چیزوں کا علم کلی مخلوقات میں سے کسی کو عطا نہیں فرمایا گیا۔ یہ حدیثیں اس کے مخالف نہیں۔ الحمد للہ کہ جو دلیل آپ نے پیش کی تھی اس کا بھی شافی جواب ہو گیا اور میری دلیل کے متعلق جو گہرا شافی فرمائی تھی اس کی حقیقت بھی معلوم ہو گئی۔ و الحمد للہ رب العالمین۔

مولوی حسرت علی صاحب : آپ کہتے ہیں کہ ان حدیثوں سے جز ثابت ہوتا ہے کل ثابت نہیں ہوتا (۳۱)۔ بتلایے جز کسے کہتے ہیں۔ (۳۲)۔ اور کل کی کیا تعریف ہے۔ (۳۳)۔ کل اور جز میں کون سی نسبت ہے۔ آپ نے میری دلیل پر اعتراض کیا تھا کہ دلیل دعوے پر منطبق نہیں۔ (۳۴)۔ بتلایے دلیل کسے کہتے ہیں۔ (۳۵)۔ دعوے کسے کہتے ہیں۔ (۳۶)۔ اور ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ آپ بار بار مضیبات مضیبات بولتے ہیں۔ (۳۷)۔ بتلایے یہ کیا لفظ ہے مضیبات یا مضیبات۔ (۳۸)۔ اور کیا صیغہ ہے۔ (۳۹)۔ اور اس میں کیا تعلیل ہوئی ہے۔ ؟

ہمارے تیس سوال آپ پر پہلے سوار ہیں اور نو یہ ہوئے۔ اب پہلے آپ ان اثنالیس سوال کاہرہ کو اپنے سرے آمار سے اس کے بعد علم غیب پر دلیلیں پیش کیجئے۔

صاحبو ! میں علم غیب پر دو آیتیں پیش کر چکا ہوں۔ اب تیسری اور پیش کرتا ہوں۔

عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ
احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔
خدا عالم الغیب ہے نہیں مطلق دیتا اپنے غیب پر کسی
کو مگر جس کو پسند کرے اپنے رسول سے ملے۔

سندہ اور بعینہ یہی جواب ان روایات کا ہے جو ان پانچوں چیزوں کا علم ثابت کرنے کے لئے رضا خانی روایت میں جا کا مولوی

احمد رضا خان صاحب وغیرہ کے رسائل سے بڑھائی گئی ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت امام مہدی کے پیدا ہونے کی خبر

دینا، حضرت فاطمہ زہراؓ کے یہاں فرزند کے تولد کی خبر دینا۔ یا متعزلیں ہر کی قتل گا ہیں دکھنا۔ یا نبیل از قیامت ایک عالمگیر بادشہ کی

خبر دینا۔ وغیرہ وغیرہ۔ عرض ان تمام روایات کا جواب اسی قدر کافی ہے کہ ان سے صرف جزئیات کا علم ثابت ہوتا ہے اور اس کے ہم بھی

قائل ہیں۔ ہمارا دعوئی صرف یہ ہے کہ ان پانچوں چیزوں کا علم کلی کسی کو نہیں دیا گیا۔ خوب سمجھ لو۔ (بعینہ حاشیہ پر صفحہ آئندہ)

جب حضور بھی پسندیدہ رسول ہیں تو پھر ان کو بھی اطلاع دی ہوگی۔ لہذا آپ عالم الغیب ہوتے۔
 مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ) حضرات میں نے عرض کیا تھا کہ مولوی نعیم الدین صاحب
 مراد آبادی کی تحریر سے لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظالم ہوں۔ ہمارے فاضل و مجتہد
 نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

اب انہی مولوی نعیم الدین صاحب کا دو سرفروشی ملاحظہ ہو جن کا نشانہ محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 ہی نہیں بلکہ سارے انبیاء علیہم السلام ہیں۔ آیت کریمہ یوم یجمع اللہ الرسل الاّٰیہ پر کلام فرماتے
 ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ۔

” اس سے استدلال نہ کیا جائے کیوں کہ اس قسم کے انکار سور ادب پر محمول ہوتے ہیں ؟
 اور چونکہ یہ انکار تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ہے تو مولوی نعیم الدین صاحب کی اس عبارت
 کے مطابق معاذ اللہ کل انبیاء علیہم السلام بے ادب اور گستاخ ہوئے۔
 ہمارے بعض بھولے بھالے بھائی کہا کرتے ہیں کہ علماء دیوبند کی عبارتوں میں کچھ بے ادبی اور گستاخی تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سہ میان غیب سے وہی محبوب مراد ہیں جن کو رسالت سے کچھ تعلق ہو۔ تفسیر الواسعہ جو بعض حیثیات
 سے تفاسیر المسند میں بہترین تفسیر ہے۔ اس میں ہے اِی رسولاً ارتضاءہ للاطلاع علی بعض غیوبہ المتعلقۃ
 برسالة..... تعلقاً تاماً..... اما لكونها مبادئ رسالة..... او لكونها اركانها و
 احكامها واما ما لا يتعلق بها علی احد الوجهین من الغیوب اللتی من جملتها وقت قیام
 الساعة فلا یظهر علیها احداً ابداً۔

یعنی ان غیوب پر پسندیدہ رسول کو اطلاع دیتا ہے جو اس کی رسالت سے پورا پورا تعلق رکھتے ہیں۔ خواہ اس طور
 پر کہ وہ معجزہ ہونے کی حیثیت سے رسالت کے موقوف علیہ ہوں۔ یا اس طور پر کہ وہ رسالت کے احکام و ارکان میں سے ہوں۔
 جن غیوب کا تعلق رسالت سے نہ ہو۔ جیسے قیامت کا وقت خاص۔ پس اس پر کبھی کسی کو اطلاع نہیں دیتا۔

ہوگی ہی۔ آخر مولوی احمد رضا خان صاحب اہل ان کے موافقت میں نے بلاوجہ تو ان کو بے ادب اور گستاخ بتایا ہی نہیں ہوگا۔ کیا وہ اپنی اس شکل سے یہاں بھی کام لیں گے۔ اور یہاں بھی یہی کہیں گے کہ صاحب انبیاء علیہم السلام نے کچھ نہ کچھ تو بے ادبی اور گستاخی کی ہی ہوگی تو بلاوجہ مولوی نعیم الدین نے بے ادب اور گستاخ بتایا ہی نہ ہو گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مسلمانو! جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ظالم۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام کو بے ادب اور گستاخ بتائے اس سے کیا لعید ہے کہ حضور کے غلاموں کو کافر، مرتد بتائے۔ یہ ہے ان لوگوں کا ایمان جس پر دوسروں کی تکفیر کی جارہی ہے۔ مولوی صاحب لکھا کافروں کا کفر یوں ثابت ہوتا ہے۔

آپ نے شمار بڑھانے کے لئے جو تیسری دلیل پیش کی ہے اس پر بھی میرے تین اعتراض ہیں۔ ۱۔ اگر آپ کے نزدیک اس کا یہ مطلب ہے کہ کل غیب پر برگزیدہ رسول کو اطلاع دی جاتی ہے۔ تو آپ کے مذہب کے بھی مخالف ہے۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ بعض مغیبات پر اطلاع دی جاتی ہے جیسا کہ تفسیر مدارک و معالم التنزیل و ابوالسعود وغیرہ میں لکھا ہے تو ہمارے مخالف نہیں۔

۲۔ آیت کریمہ میں ابتدائے آفرینش اور دخول جنت و دوزخ کا ذکر نہیں۔ اور وہ آپ کے دعویٰ میں داخل ہے۔

۳۔ آیت کریمہ میں کیا سی یا بیاسی روز کا کچھ پہ نشان نہیں بلکہ یہ آیت بھی مکی ہے لہذا آپ کے عقیدہ سے محض بے تعلق ہے۔

آپ دلیوں کی شمار بڑھا کر میری نقل اتارنا چاہتے ہیں۔ مہربان من! علمی باتوں کی نقل کے لئے بھی کچھ علم کی ضرورت ہے۔ کاربوزینہ نیست بخاری سے

و للزنبور و البازی جمیعا لدی الطیران اجنحة و خفق

ولکن بین ما یصطادہ باز و ما یصطادہ الزنبور فرق

آپ مجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کُل اور جُز کی کیا تعریف ہے اور اس میں کیا نسبت ہے۔ دلیل اور دعوے کی کیا تعریف ہے اور ان میں کیا فرق ہے یہ لفظ مغیبات ہے یا مغیبات۔ یہ سوالات کسی مناظر کے سامنے

پیش کرنے کے نہیں کسی طالب علم سے دریافت کیجئے گا۔ اور اگر اس وقت جواب لینے کا شوق ہے تو بھلا اللہ اس وقت بھی وہ طلبہ موجود ہیں جو آپ کے ان سوالات کے جوابات دینے کی اور اسی قسم کے دو چار سوال آپ سے بھی کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اگر آپ فرمائیں تو تھوڑی دیر کے لئے انہی کو کھڑا کر دیا جائے۔ اور اگر مجھ سے ہی دریافت کرنا ہے تو مناظر کی حیثیت سے نہیں طالب علم کی حیثیت سے سوالات کیجئے اور جوابات لیجئے۔

مولوی حسنت علی صاحب : آپ لوگوں نے دیکھ لیا کہ تجھ سوال میں نے منطق کے کئے تھے۔ مولوی صاحب ان کا کچھ جواب نہیں دے سکے اور یہ فرماتے ہیں کہ طالب علم بن کر سوال کرو۔ ارے مولوی صاحب ! آپ ہمیں شاگرد بنانا چاہتے ہیں۔ آپ کے بڑوں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاگرد بنایا ہے۔ آپ کے مولوی خلیل احمد صاحب نے لکھا ہے کہ حضور کو اردو زبان دیوبندیوں سے سیکھ کر آگئی۔ (۴۰) بتائیے کہ جو شخص حضور کو دیوبندیوں کا شاگرد بنائے اس نے حضور کی توہین کی یا نہیں ؟ اور وہ کافر ہوا یا نہیں ؟

انسانیں سوال ہمارے پہلے تھے اور ایک یہ ہوا۔ آپ ان چالیس سوالوں کا جواب دیجئے۔ حاضرین ! اب ہمارے مخاطب صاحب کا اسٹاک تو خالی ہو گیا۔ اب مجھ سے دیلیں سنئے۔ میں علم غیب پر تین دیلیں پیش کر چکا ہوں جو حقیقیہ ہے۔

ما چکان اللہ لیطلعکم علی الغیب نہیں ہے اللہ اس واسطے کہ تمہیں اطلاع دے غیب پر

سہ یہ حضرت مرحوم پر افترا محض ہے جن کی جزا رضا خانیوں کو انشاء اللہ مرنے کے بعد قبر میں اور عرش کے بعد جہنم میں ملے گی اور اگر کسی احمق نے یہ مضمون اس خواب سے تراشا ہو جو براہین کے منہ پر درج ہے تو یہ اس کی حماقت ہے جس سے حضرت مولانا بڑی ہیں اول تو اس کے اور اس کے مضمون سے کوئی نسبت نہیں۔ دوسرے یہ کہ عالم رویا پر اس عالم کے احکام جاری کرنا اصولی شریعت سے ناواقف ہے۔ بعض حضرات اولیاء کرام سے مروی ہے کہ انہوں نے خواب میں جناب اللہ تبارک و تعالیٰ کو مجسم دیکھا ہے۔ ان پر کیا فتوے ہو گا۔ مزید تفصیل اور رضا خانیوں کے اس بہتان کا دندان شکن رد وماند وز جواب حضرت مولانا محمد منظور صاحب

”ظلمہ کی کتاب“ سیف بیانی میں ملاحظہ ہو ۱۳

سہ بیشک گافریہ لکھ رہے لیکن یہ تو فرمائیے کہ بریل کے پاگل خاد کے سوالیہ جو اس نے والا کہیں لے گا بھی یا نہیں ؟ ۱۴

ولكن الله يجتبي من رسله من

لیکن وہ جن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اپنے رسولوں
میں سے۔

یشاء

پانچویں دلیل سنئے۔ قرآن شریف میں ہے۔ "خلق الانسان علمه البيان"

معالم التنزیل میں ہے۔

ای خلق محمد ا صلی اللہ علیہ وسلم و علمہ البیان ما کان

رما یشکون۔

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا اور جو کچھ کہ ہو چکا اور جو کچھ کہ ہوگا اس سب کا علم ان کو عطا فرمایا

اس تقریر پر جلسہ برخواست ہو گیا۔ اور شام کو اس طرح مناظرہ شروع ہوا۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ سنون) حاضرین کرام ! اس مبارک جلسہ کا یہ آخری اجلاس

ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اس کے بعد آپ حضرات کو حق و باطل میں امتیاز کرنے کا ایسا موقع نہ ملے لہذا میں درخواست

کرتا ہوں کہ آپ حضرات اس وقت انتہائی توجہ سے کام لیں اور یہ تمیز کریں کہ کس کے ہاتھ میں قرآن عزیز ہے لہذا

نبویہ کس کی حقانیت کی شہادت دے رہی ہیں۔ صحابہ و تابعین و دیگر سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

کا نام کس کے ہاتھ میں ہے۔ نام کی دلیلیں تو ہر باطل سے باطل فرق کے پاس ہوتی ہیں۔ لیکن قابل قبول دلیل وہی

ہوتی ہے جو عقل و نقل کی کسوٹی پر گرنے کے بعد اس قابل ثابت ہو۔ آپ حضرات مشاہدہ فرما رہے ہیں کہ اس وقت

لہ اس سے علم محیط ثابت کرنا محض جہالت ہے۔ تفسیر جامع البیان میں ہے۔ ولكن الله تعالى يجتبي من

رسله من يشاء فيخبره ببعض المغيبات : ص ۶۴۔ یعنی اللہ تعالیٰ برگزیدہ رسولوں کو بعض

مخپوب کی خبر دیتا ہے۔

۲۔ یہ تفسیر نہایت مروج ہے۔ پانچ صاحبِ معالم نے بہت سے اقوال نقل کرنے کے بعد آخر میں اس کا ذکر کیا ہے۔

اور خازن نے بلفظ رد قبیل : اس کو تفسیر کیا ہے جو اعلیٰ درجہ کے ضعف کی دلیل ہے۔ اس کی واضح تفسیر وہ ہے جو جلالین شریف

میں مذکور ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جنس انسان کو پیدا فرمایا اور اس کو گویا فی دی۔

تک ہمارے فاضل مخاطب نے جس قدر نام نہاد دلیلیں پیش کی ہیں بجز اللہ ان کے کئی کئی جوابات دیئے گئے ہیں جن پر ہمارے فاضل مخاطب صاحب کو ایک حرف کہنے کی بھی جرأت نہیں ہوئی اور نہ انشاء اللہ العزیز کی اور خاکسار نے اہلسنت کی طرف سے جو اولاً قاہرہ پیش کئے ہیں بفضلہ تعالیٰ ہمارے فاضل مخاطب بہ قسم کھالے کو بھی ان کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔

میں نے آیت کریمہ **وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ** پیش کی اور تفسیر مدارک سے اس کے معنی بیان کئے۔ وہ بجز اللہ لا جواب رہی۔ بعد ازاں میں نے

**يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا
أَنْتَ اللَّهُ الْغَيْبُوبُ**

پیش کی اور اس کی تفسیر حضرت خواجہ محمد دوم علی مہاشی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے یہ بیان کی کہ ہمیں دلوں کا حال معلوم نہیں۔ وہ بجز اللہ اس وقت تک لا جواب ہے اور انشاء اللہ العزیز قیامت تک لا جواب رہے گی۔ ان کے علاوہ میں نے چار آیتیں کل اور بھی پیش کی تھیں وہ بھی بجز اللہ اس وقت تک لا جواب ہیں۔ آج ساتویں آیت صبح پیش کی تو ہمارے مخاطب صاحب نے بڑی جرأت کر کے فرمایا کہ اس میں علم ذاتی کی نفی ہے۔ الحمد للہ کہ میں نے خود آنحضرت سنہ در کائنات فخر موجودات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ثابت کر لیا کہ عطائی کی بھی نفی ہے۔ اور پھر حضرت عبد اللہ بن عباس و حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اقوال سے بھی اس کا ثبوت یا بجے جواب میں ہمارے مخاطب صاحب ایک حرف بھی نہ کہہ سکے۔ صبح آخری تقریر میں آپ نے شمار بڑھانے کے لئے دو دلیلیں پیش کی تھیں۔ جن میں سے پہلی کا بعینہ وہی مضمون ہے جو آپ کی تیسری دلیل کا تھا۔ لہذا جو تین اعتراض خاکسار نے اس پر وارد کئے تھے وہ یہاں بھی وارد ہوتے ہیں۔ اس لئے پہلے ان اعتراضات کے جوابات دئے کہ اس دلیل کو اپنے دعوے پر منطبق کیجئے بغیر اس کے ان آیات کریمہ کو اپنے دعوے کی دلیل میں پیش کرنا بالکل ایسا ہی ہوگا جیسے کہ کوئی شخص علم غیب کے ثبوت میں قل ہو اللہ شریف پڑھ کر سنا دے۔

علیٰ ہذا آپ کی پانچویں دلیل بھی دعوے پر منطبق نہیں۔ کیوں کہ اگر اس تفسیر کو دوسرے ملزم الضحۃ، مفسرین کی تفسیروں کے مقابلہ میں صحیح اور راجح بھی تسلیم کر لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ اس سے یہ ثابت ہوگا

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے تعلیم فرمادیا جو کہ ہو چکا اور جو کہ ہو گا۔ لہذا یہاں بھی وہی سوال وارد ہو گا کہ اس سے کل مراد ہے یا بعض۔ اگر کل مراد ہے تو تمہارے بھی مخالف۔ اور بقول مولوی احمد رضا خان صاحب محال عقلی و شرعی۔ اور اگر بعض مراد ہے یعنی وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب ہے تو وہ ہمارے مخالف نہیں وہ بعینہ ہمارا مذہب ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ آیت کریمہ بھی مکی ہے لہذا اگر بفرض اس سے یہ علم محیط ثابت ہو تو ہجرت سے بھی پہلے مانا پڑے گا اور آپ دنات شریف سے محض کیا سی روز قبل مانتے ہیں۔ مولوی صاحب یہی دو تین اعتراض کچھ اللہ آپ کی ساری دلیلوں کا خاتمہ کر دینے کے لئے کافی ہیں۔ اگر کسی دلیل میں کچھ نبض باقی ہو تو فرمائیے تاکہ کچھ اہ عرض کر دیا جائے۔ اس کے بعد اب آٹھویں دلیل سنئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرماتے ہیں

يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ

انما علمها عند الله الآية

لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے وقت خاص کے بارہ میں فرما دیجئے۔ بس اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ (احزاب - رکوع ۸)

اسی آیت کے تحت میں تفسیر جلالین شریف میں ہے احسانت لا تعلمها یعنی تم اس کو نہیں جانتے۔ نویں دلیل سنئے۔

وعنده علم الساعة و اليه ترجعون

بس اسی کو ہے قیامت کا علم اور اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔ (نخف پارہ ۲۵۔ رکوع ۶)

تفسیر جامع البیان میں ہے۔ وعنده علم الساعة لا عند غيره یعنی اسی کے پاس ہے علم قیامت نہ اس کے غیر کے پاس۔ (ص ۴۰۸)

دسویں دلیل ملاحظہ ہو۔

اليه يرد علم الساعة الآية

اللہ ہی کی طرف پھیرا جاتا ہے قیامت (کے وقت) کا علم۔ (حم السجدہ : ۴۱ = ۴۲)

اس آیت کے تحت میں علامہ جلال الدین فرماتے ہیں۔ لا يعلمه غيره " اس کے سوا کسی

معلوم ہوا جناب کو کہ اہلسنت کے فرائض عامہ میں ابھی کیسے کیسے اولیٰ قاہرہ ہیں۔ ذرا جواب دینے کی تو ہمت کیجئے۔ ابھی تو دس ہی آیتیں پیش کی گئی ہیں اگر آپ نے ہمت کی اور وقت ملا تو اللہ چالیس آیات کریمہ سے آپ کے اس خانہ ساز عقیدہ کی حقیقت و اشکاف کی جائے گی۔

صبح آپ نے جزدکل، دعویٰ و دلیل کی تعریفیات دریافت کر کے اپنی منطق دانی پر بھی کافی روشنی ڈالی تھی جس کی داد اگر آپ ہمت کرتے تو طلبہ ہی سے اچھی ملتی۔ لیکن خیر آپ کی منطق دانی تو ان سوالات ہی سے معلوم ہو گئی اب میں ایک بات دریافت کرتا ہوں جس کو کچھ معمولی سائلوں سے بھی ہے۔ آپ سے تو سوال سمجھنے کی بھی امید نہیں۔ لہذا مولوی رحمہ اللہ صاحب سے گزارش ہے کہ وہ جواب مرحمت فرمائیں لیکن جواب سے پہلے درو کی بشرط لاشنی اور لا بشرط شنی والی بحث کو بھی یاد کر لیں۔

سوال یہ ہے کہ آیت کریمہ "فلا یظہر علی غیبہ احد" الایۃ و آیت کریمہ "لا ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب" الایۃ " میں سلب عموم ہے یا عموم سلب یا سلب خصوص اور بہر تقدیر استثناء متصل ہے یا منقطع ؟

مولوی رحمہ اللہ صاحب کے علاوہ اگر کوئی اور صاحب بھی جواب دینے کا شوق رکھتے ہوں تو ان کو بھی اجازت ہے۔

جناب نے صبح کی تقریر میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مرحوم مغفور پر ایک بہتان یہ گھڑا تھا کہ معاذ اللہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علامہ دیوبند کا شاگرد بتایا ہے۔ یہ آپ کا جیتا جاگتا افتراء ہے۔ اگر میں ایسی ہی حیاداری پر اتر آؤں تو کہہ سکتا ہوں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے خدا کے قدوس کو اپنا شگرد بتایا ہے۔ آپ کو خدا کا خوف کرنا چاہئے دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں ہے۔

مولوی حسنت علی صاحب : آپ حضرات دیکھ رہے ہیں کہ میرے سوالات چالیس ہو چکے ہیں مولوی صاحب ان کا کچھ جواب نہیں دیتے۔ ارے مولوی صاحب آپ یہاں جواب دیں یا نہ دیں آپ کو خدا کے یہاں جواب دینا پڑے گا۔ کیا آپ کو گنگوہی، تھانوی صاحبان کی محبت حضور سے زیادہ ہے ؟ آپ کہتے ہیں

کہ حشت علی نے ہماری دلیلوں کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اب میں آپ کی سب دلیلوں کا جواب دیتا ہوں۔ آپ نے
 ”وما علمناہ الشعر“ پڑھی تھی اس کا میں نے کل ہی جواب دے دیا تھا کہ یہاں شعر سے شعر منطقی
 مراد ہے اور علم سے ملکہ مراد ہے۔

”یوم یجمع اللہ الرسل“ کا مطلب آپ نے نہیں سمجھا وہ تو انبیاء علیہم السلام بطور ادب کے انکار
 فرمائی گئے۔ ورنہ ان کو علم تو ظاہر و باطن و دونوں کا ہے۔ باقی جو آیات آپ نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے
 پڑھی ہیں ان سب میں علم ذاتی کی نفی ہے۔
 اب لیجئے مجھ سے دلیلیں۔ سنئے قرآن شریف میں ہے۔

”لتکونوا شہداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شہیداً“ (بقرہ ۱۲۳)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور اپنی امت کے اعمال کی شہادت دیں گے۔ پس جب تک آپ کو علم نہ ہوگا شہاد
 کیے دے سکتے ہیں۔ لہذا اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ حضور کو امت کے تمام اعمال کی خبر رہتی ہے۔ اور سینے
 قرآن شریف میں ہے۔

ما کان حدیثاً یفتویٰ ولکن تصدیق الذی بین یدیه و تفصیل کل شیء
 یہ کتاب کوئی گھڑی ہوئی کتاب نہیں اس میں اگلی
 کتابوں تصدیق اور ہر شیء کی تفصیل ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن شریف میں ہر چیز کی تفصیل ہے تو آپ کو بھی ہر چیز کا علم ہوگا۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا رحمہ اللہ صاحب قبلہ مدظلہ میرے سوالات کا جواب دیں۔ ارے مولوی صاحب
 وہ تو ہمارے استاد ہیں۔ میرے سامنے تو آپ کا یہ حال ہے وہ تو آپ کی دھجیاں اڑا دیں گے۔ مولوی صاحب آپ
 کا خصم تو میں ہوں آپ کو ان سے کیا واسطہ۔ بتلائیے عام کسے کہتے ہیں، خاص کی کیا تعریف ہے۔ اور ان میں کون

لے حضور الحسنات نے اس آیت کے تحت میں تصریح فرمائی ہے کہ یہاں ”کل شیء“ سے وہی چیزیں مراد ہیں جن کا علم

دینی حیثیت سے ضروری ہے۔ چنانچہ تفسیر جلالین شریف ص ۳۱۸ پر ہے ”کل شیء یحتاج الیہ فی الدین“ یہی مضمون

تفسیر جامع البیان۔ تفسیر مدارک۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر بیضادی وغیرہ میں بھی موجود ہے ۱۲

سی نسبت ہے۔ ۹

حاضرین! آپ یاد رکھیں میرے سوالات تین تالیس ہو چکے۔ مولوی صاحب نے کسی کا بھی جواب نہیں دیا ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : حاضرین جلسہ ! میرے منہ میں بھی زبان ہے۔ میں بھی اپنا منہ ابھر

نفس رکھتا ہوں۔ مولوی صاحب کی سخت کلامی کے جواب میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ بھی میری عنایت ہے کہ میں نے مولوی

رحم الہی صاحب کی پیرائہ سالی پر رحم کر کے آپ کو ان کی بجائے قبول کر لیا ہے۔ روزِ درحقیقت میں مولوی رحم الہی

صاحب کا خصم تھا اور آج سے تقریباً چار ماہ قبل تین روز برابر درمیان مولوی رحم الہی صاحب کا خصم رہا ہوں

اور اب آپ کا خصم ہوں۔ یہاں آپ سے مناظرہ محض دل میں کرتا ہوں اور وہاں مولوی رحم الہی صاحب سے

رات میں بھی کیا کرتا تھا۔ خود مولوی صاحب موصوف اس کی شہادت دے سکتے ہیں۔ لیکن اللہ میں اس روقیاً

طرز گفتگو کو سرگز اپنی شان کے شایان نہیں سمجھتا۔ یہ بازاری باتیں آپ ہی کو مبارک۔ لہذا میں اس کا انتقام خدائے

سپر دکر کے حافظ شیرازی کی زبان میں وہی عرض کروں گا کہ

بدم گفستی و خرسندم عفاک اللہ بخو گفستی

جواب تلخ می زبید لب لعل شکر خارا

اس کے بعد جناب کی دلیلوں کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ پہلی آیت سے بقول آپ کے محض یہ ثابت ہوتا

ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی ذریعہ سے اعمالِ امت کی اطلاع ہوتی ہے۔ حاضرین غور فرمائیں کہ اس کو

ہمارے مخاطب صاحب کے دعوے سے کیا تعلق ہے۔ دعوے تو اتنا طویل و عریض کہ دنیا کے ذرہ ذرہ کا سمنہ

کے قطرہ قطرہ کا۔ درختوں کے پتہ پتہ کا۔ دریاؤں کی پھیلی، مینڈک۔ اور زمین کے ہر ایک کڑے کھوڑے کی برکت

و سکون کا۔ حتیٰ کہ پاخانہ و پیشاب وغیرہ کا علم تفصیلی محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دفاتِ شریف سے

اکیاسی روز قبل عطا فرمایا گیا۔ اور دلیل یہ کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اعمالِ امت کی اطلاع کسی طریقہ

سے ہوتی ہے۔ پھر یہ بات جدا گانہ ہے کہ یہ اطلاع کب ہوتی ہے۔ اجمالی ہوتی ہے یا تفصیلی۔

معزز حاضرین ! غور فرمائیں کہ ہمارے فاضل مخاطب اس وقت کیسی صحیح الحواسی سے کام لے رہے ہیں۔

دوسری دلیل آپ کی یہ ہے کہ قرآن شریف کے بارے میں تفصیلاً لکھل مشی فرمایا گیا ہے

اس دلیل پر بھی میرے تین اعتراض ہیں۔

۱ : اگر آپ کے نزدیک اس کا یہ مطلب ہے کہ قرآن شریف میں ہر چیز کی تفصیل ہے خواہ وہ ادنیٰ ہو، یا

اعلیٰ، دین سے متعلق ہو یا دنیا سے، شان نبوت کے مناسب ہو یا غیر مناسب۔ تو آپ خود اس کے قائل نہیں آپ

محض ان اشیاء کا علم مانتے ہیں جو ابتدائے آفرینش عالم سے پسکرا آخرت تک عالم دہر میں آئیں نہ اس سے

قبل کی اشیاء کا نہ اس سے بعد کی اشیاء کا۔ لہذا اس صورت میں یہ آیت آپ کے بھی مخالف ہوگی۔

۱۲ جس طرح اس آیت کو میرے قرآن عزیز کے بارہ میں تفصیلاً لکھ لکھ فرمایا گیا ہے

طرح تورات کے متعلق بھی سورۃ النعام میں ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلاً

لِكُلِّ شَيْءٍ ۝ (النعام ۶، ۱۵۲)

پس آپ کے اصول پر لازم آئے گا کہ علوم قرآن و علوم تورات برابر ہوں۔ اور قرآن شریف میں کوئی بات

توریت سے زیادہ نہ ہو۔ اور یہ یقیناً کفر ہے۔

۱۳ پھر یہ بھی لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف بس حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام

و علیہما السلام کے برابر ہو زیادہ نہ ہو۔ اور یہ بھی کفر ہے۔

اس کے بعد میں چاہتا ہوں کہ جناب نے جو میرے اولیٰ پر گہرا فحاشی فرمائی ہے اس کے متعلق بھی انحصار

کے ساتھ کچھ عرض کر دوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ شعر سے مراد بس شعر منطقی ہے اور علم سے مراد محض ملکہ ہے۔ میرے

عرض کرتا ہوں کہ غلط اور محض غلط ہے۔ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ

تعالیٰ عنہما اس کی غلطی پرست ہیں۔ تفسیر اس کثیر میں بروایت حضرت حسن بصریؒ روایت ہے کہ جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز اس طرح شعر پڑھ رہے تھے

كفى بالاسلام والشيب للمثرنا هيا

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت یہ شعر اس طرح ہے۔

كفى الشيب والاسلام للمثرنا هيا

لیکن حضور نے پھر اسی طرح پڑھنا۔ (علی مافی الدر المنثور)

یہ دیکھ کر صدیق اکبر رضی و فاروق اعظم رضی نے فرمایا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے پہلے رسول ہیں وہ خود فرماتا ہے "وما علمناه الشعر وما ينبغي له"

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ اس آیت کریمہ میں شعر سے وہی مراد ہے جس کو عام اہل عرب شعر کہتے ہیں نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ محض نلکہ کی نفی نہیں۔ کیوں کہ نلکہ کو شعر گوئی میں دخل ہوتا ہے نہ کسی کا شعر نقل کرنے میں۔ آپ فرماتے ہیں کہ "یوم یجمع اللہ الرسل الایۃ" کا تو نے مطلب نہیں سمجھا۔ مہربانم! میں عرض کر چکا ہوں کہ میرے نزدیک اپنی طرف سے کسی آیت کا مطلب بیان کرنا حرام ہے۔ میں نے اس آیت کا جو مطلب بیان کیا تھا وہ سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان کردہ ہے۔ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر نقل فرماتے ہیں۔ "انما قالوا لا علونا" یعنی انبیاء علیہم السلام نے جو اللہ تعالیٰ کے سوال کے جواب میں یہ فرمایا کہ۔ "ہم کو علم نہیں" اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے ظاہر و باطن دونوں کو جانتے ہیں اور ہم کو بس ان کی ظاہری باتوں کی خبر ہے لہذا آپ کا علم ان کے باہ میں زیادہ نافذ ہو گا۔ اور اس مطلب کے متعلق لکھتے ہیں۔

"هو الاصح وهو الذي اختاره ابن عباس رضی اللہ عنہما"

کہ یہی زیادہ صحیح ہے اور یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مختار ہے۔

معلوم ہوا جناب کو کہ وہ مطلب کس عالی ذات کا بیان کردہ ہے ؟ مسلمانو! اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صدیق اکبر رضی و فاروق اعظم رضی و ابن عباس رضی و ابن مسعود رضی اللہ عنہم کی اتباع کا نام ہی ناسمجھی اور گمراہی ہے تو شاید یہ ہو کہ اس ناسمجھی اور گمراہی کے ہم سوجان سے خریدار ہیں۔ آپ کو آپ کے مولوی نعیم الدین صاحب مبارک ہوں اور ہم کو یہ حضرات قدسی صفات۔ ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارا شریک بھی ان کے غلاموں میں کرے۔

قیامت وغیرہ کے علم متعلق آپ کا یہ فرمانا کہ محض علم ذاتی کی نفی ہے آپ ہی کی جرات ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس اور صحابہ کرام و تابعین عظام تو ان آیات سے علم عطائی کی نفی فرمائیں جیسا کہ

میں ثابت کر چکا ہوں، اور آپ ان حضرات کے مقابلہ میں فرماتے ہیں کہ محض علم ذاتی کی نفی ہے۔
اب گیارہویں دلیل سنئے۔ اللہ تعالیٰ سورہ مدثر میں فرماتا ہے۔

«وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ» (المدثر: ۷۰، ۷۱)

«اللہ کے لشکروں (کی تعداد) کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا»

بارہویں دلیل ملاحظہ ہو۔

«يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مَرْسَلُهَا فِيمَا انت مَبْرُورٌ»

ذکرہا الی ربک منتہمہا ۵ (النہضت: ۷۹، ۸۰، ۸۱)

دارک التمزیل میں ہے۔

«الی ربک منتہمہا، منتہی علمہا متی تكون لا یعلمہا غیرہ»

یعنی وقت قیامت کے علم کی انتہاء اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے۔ اس کے سوا اس کو کوئی نہیں

جانتا۔ اور اسی کی مثل جلالین شریف میں ہے۔

مولوی حسرت علی صاحب : حضرات آپ نے سنا ! مولوی صاحب کہتے ہیں کہ حضور کو شعر

کا علم نہیں تھا۔ میں ثابت کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم تھا۔ بخاری شریف میں ہے کہ غزوہ حنین میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر پڑھا ۔

انا ابن عبد المطلب انا النبی لا کذب

جب آپ کو شعر کا علم نہ تھا تو حضور نے یہ شعر کیسے پڑھا۔ آپ کہتے ہیں کہ حضور کو دلوں کا حال معلوم

نہیں۔ دیکھتے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دیکھتے ہیں کہ حضور کو اپنے امتیوں کے ایمان کے درجوں کی بھی خبر ہے
اور حضور کو معلوم ہے کہ کون کس درجہ کا مخلص ہے۔ بتائیے ! شاہ عبدالعزیز صاحب دیکھتے ہیں، یا
ابن عباس رضی اللہ عنہما

آپ کہتے ہیں کہ حضور کو قیامت کا علم نہیں تھا اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دیکھتے ہیں کہ قیامت کا علم حضور کو حاصل تھا۔ بتلائیے آپ کی یا نہیں یا شاہ عبدالعزیز صاحب کی۔ ہاں آپ تو کہہ ہی چکے ہیں کہ حضور کی تفسیر کے مقابلہ میں ساری تفسیریں ٹھکرادی جائیں گی۔ لہذا شاہ صاحب کی اس تفسیر کو بھی ٹھکرادیجئے مولوی صاحب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی ہمارے پاس بہت سی دلیلیں ہیں۔ لیکن پہلے آپ اپنا اسلام تو ثابت کر دیجئے۔

میں مسلمانوں کے سامنے کے لئے ایک آیت پڑھتا ہوں۔

» وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تَبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ « (النحل ۱۶۹)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں ہر چیز کا واضح بیان ہے لہذا حضور ہر چیز کے عالم ہیں آپ بار بار کہتے ہیں کہ دنیا کی باتوں کا علم حضور کی شان کے مناسب نہیں۔ ارے صاحب میں پوچھتا ہوں کہ آپ کے نزدیک ان چیزوں کا علم اللہ کے لئے بھی مناسب ہے یا نہیں؟ یا آپ کے نزدیک اللہ کو بھی ان باتوں کا علم نہیں۔ مولوی صاحب میرے سوالات پر پچاس کے قریب ہو چکے ہیں اب جلسہ ختم ہونے کو ہے خدا کی واسطے کسی کا جواب دیجئے۔ پھر ہم اور آپ کہاں ملیں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ) برادران ملت ! یہ میری آخری تقریر ہے۔ سب سے پہلے میں شعر گوئی کے اس بہتانِ عظیم کا جواب دینا چاہتا ہوں جو ہمارے فاضل مخاطب نے نص قطعی کی مخالفت کرتے ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گھڑا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کے اس بہتان نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہو گئے تھے بلکہ بہت سے رضا خانیوں کو بھی سخت ناگواری ہوئی تھی۔ مگر خود مولوی حسنت علی پر کوئی اثر نہ ہوا اور باوجود حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی تذکیر کے آخر وقت تک مولوی حسنت علی نے ان الفاظ سے توبہ نہ کی۔ اللہ بڑا کرے اس ضد ادب ہٹ کا کہ یہ انسان کو رادہ حق سے دور لے جاتی ہے ۱۷

۱۸ یہاں بھی وہی اشارہ مراد ہیں جن کی احتیاج دینی معاملات میں ہوتی ہے۔ مدارک میں ہے۔ تبیاناً لکل شئ من امور الدین۔ جلالین ص ۲۲۲ میں ہے یتحتاج الناس الیہ من امور الشریعۃ وکذا فی جامع البیان ص ۶۴۳۔ اور البیان تفسیر کبیر میں ہے ۱۷

مذہب مقدس کی مضبوط بنیادوں کو ہلادیا ہے۔ اب آپ سے بہن حاصل کر کے دنیا بھر کے کفار کو بھڑکاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاعر تھے اگر انہوں نے یہ فیض و بلیغ قرآن بنالیا ہو تو کیا عجب ہے۔

مولوی صاحب ! یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ دنیا سے اب حامیان اسلام اٹھ گئے اس گئی گزری حالت میں بھی دین الہی کے ایسے خادم موجود ہیں جو دانا دشمنوں کی ان پیرہ دستوں سے مذہب مقدس کی حفاظت کرنے کے لئے اگر اپنے ہاتھ میں تلوار نہیں تو منہ میں زبان رکھتے ہیں۔

سنئے۔ بخاری شریف سے جو ایک موزوں کلام آپ نے پڑھا ہے اس کو شعر کہنا ہی حماقت ہے۔ اصطلاح

اہل عربیت میں اس قسم کے موزوں کلاموں کو دھڑکنا جانا ہے۔ دیکھو فتح الباری شرح بخاری وغیرہ۔ نیز عام مغیرین نے بھی اسی آیت کے تحت میں اس کی تصریح فرمادی ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی دڑ کر پڑھا تھا تاکہ شعر کی بوجھ نہ ہے۔ اور مخالفین اسلام کو لب کشائی کی گنجائش ہی نہ رہے۔ تفسیر مدارک شریف میں ہے۔ علیہ السلام فتح الباری کذاب وخفض الباء فی الطلب۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی توہین کر کے ہم مسلمانوں کا بھول دکھایا ہے اس کا انتقام ہم اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ وہ تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں حضور تو عام صحابہ رض کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

» من اذاهم فقد اذاني ومن اذاني فقد اذی اللہ

ومن اذا اللہ فبوشک ان یراخذہ اللہ «

یعنی جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی۔ اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے اللہ

تعالیٰ کو ایذا دی۔ اللہ جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی قریب ہے کہ وہ اس کو دبوچ لے «

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہر آپ کا یہ افتراء ہے کہ وہ خلاف قرآن و حدیث قیامت کے وقت

کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاصل مانتے ہیں۔ تفسیر عزیزی میں حضرت شاہ صاحب نے

تصریح فرمائی ہے کہ - قیامت کے وقت کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

اس کے بعد میں آپ کی اس نئی دلیل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اس پر بھی میرے وہی تین اعتراض ہیں جو اس سے پہلی تقریر میں عرض کر چکا ہوں۔ یعنی یہ کہ اگر کل اشیاء مراد ہیں تو آپ کے بھی مخالف اور اگر وہ اشیاء مراد ہیں جو دین سے متعلق اور شان نبوی کے مناسب ہوں جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے تو وہ بعینہ ہمارا مذہب ہے۔ نیز یہ کہ قرآن عزیز میں توریت کے متعلق بھی اس قسم کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں لہذا آپ کی تقریر کی بنا پر لازم آئے گا کہ علوم توحید و علوم قرآن مساوی ہوں و نیز علوم محمدی و علوم موسوی بالکل برابر ہوں۔ پہلے ان کے جوابات سے سبکدوشی حاصل کیجئے اس کے بعد استدلال کا نام لیجئے۔

حاضرین ! اس وقت تک کی بحث سے بچہ اللہ یہ تو آپ حضرات کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ ہمارے مخالفین کے پاس کمزور سے کمزور بھی کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے ان کا دعویٰ ثابت ہو۔ میرا ارادہ تھا کہ اتہاماً للحجة میں نمبر دار ان آیات کا صحیح صحیح مطلب جو الہ تفاسیر بیان کرتا جو اس وقت تک ہمارے مخاطب صاحب نے تلاوت فرمائی ہیں۔ لیکن وقت کی تنگی کی وجہ سے اس کو اس وقت نظر انداز کرتا ہوں۔ ہاں مولوی صاحب کے اس مقابلہ کو رفع کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ۔

”جو علوم اللہ تبارک و تعالیٰ کی شان کے مناسب ہوں وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیر مناسب کیے ہو سکتے ہیں“

لے ملاحظہ ہو تفسیر غرزی پارہ تبارک ص ۳۶ و پارہ عشریتساوولون - سورة والتازعات ص ۳۷

لے ہم نے حاشیہ پر اختصار کے ساتھ مفسرین کی عبادتیں درج کر دی ہیں جن سے مولوی حسرت علی کی پیش کردہ آیتوں کا صحیح مطلب معلوم

ہوتا ہے۔ پوری تفصیل ہمارے ناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہ کی بے نظیر اور لاجواب کتاب -

”جواہر الغیب“ حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

مہربانم ! مخلوق کو خالق عزوجل پر قیاس کرنا یہی تو وہ خام خیال ہے جس نے بہت سوں کو دھریا ، اور بہت سوں کو مشرک بنادیا۔ قرآن عزیز نے اس باطل عقیدہ کا رد کرتے ہوئے صاف ارشاد فرمایا۔ لیس کمثلہ شیء ۔ اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں۔ لہذا اس پر کسی کو قیاس کرنا پرلے درجہ کی حماقت ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا انسان کا فرض ، اور کسی مخلوق کی عبادت کرنا مشرک اور کفر۔ مارنا اور جلانا اللہ تعالیٰ کے لئے مناسب اور سزاوار ، اور مخلوق کے لئے ہرگز سزاوار نہیں۔ اگر آج کوئی شخص کسی انسان کو مار ڈالے تو قانون رائج الوقت کی دوسرے پھانسی کا سہی ہے۔ انسان کو ہر حال میں ہر جگہ دیکھنا اللہ تعالیٰ کے لئے سزاوار ہے اور انسان کے لئے ہرگز یہ سزاوار نہیں کہ وہ دوسرے اپنے ہم جنسوں کو خاص خاص حالتوں میں دیکھے۔ الغرض جو چیز اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے مناسب ہو یہ ضروری نہیں کہ وہ مخلوق کے لئے بھی مناسب ہو۔ آپ کے اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں کہ۔

” خداوند تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ذاتی ہے اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی شخص ایک ذرہ کا علم بھی ذاتی ثابت کرے تو وہ مشرک ہے “

تو کیا اب آپ ان اعلیٰ حضرت سے بھی یہی سوال کریں گے ؟

اس کے بعد اصل بحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ بارہ آیات کریمہ تلاوت کر چکا ہوں جن کے جواب نہ ہو سکے کا داغ ہمارے مخاطب صاحب اور مولوی رحمہ اللہ صاحب کی پیشانی پر ہے اور انشاء اللہ رہے گا۔ تیرہویں آیت سنئے۔

قال اللہ تعالیٰ ورسلا قد قصصناهم علیک من قبل ورسلا لنعصمهم علیک ۔ (نساء - ع ۲۳)

اور بھیجے ہم نے بہت سے رسول جن کو ہم نے تم پر اب سے پہلے بیان کر دیا ہے اور بہت سے رسول ایسے ہیں جن کو ہم نے تم سے بیان نہیں کیا۔

اس آیت کریمہ نے صاف بتلادیا کہ بہت سے انبیاء علیہم السلام کا علم بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت نہیں فرمایا گیا۔ سیدنا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اس آیت کریمہ کے ماتحت ارشاد فرماتے ہیں۔

” بعث اللہ نبیا من الحبش وهو ممن لع یقص علی محمد

صلی اللہ علیہ وسلم “ (تفسیر منثور ج ۲ ص ۲۴۴)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک حبشی نبی کو مبعوث فرمایا تھا اور وہ ان میں سے ہیں جن کی اطلاع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دی گئی۔

کہاں ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا دم بھرنے والے، آئیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔ یہ وقت ان کے امتحان کا ہے۔ آج دیکھنا ہے کہ کس کو قرآن عزیز اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کبارہ والہ بیت المہار کی محبت ہے۔ اور کس کو فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب کی۔ ایک طرف قرآن عزیز اور احادیث نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اور الہدیت کرام و صحابہ عظام ہیں اور ایک طرف مولوی احمد رضا خان صاحب کے خیالات دامیہ۔

پورہ ہوں آیت کریمہ ملاحظہ ہو۔

قل لا یعلم من فی السموات و الارض الغیب الا اللہ وما یشعرون ایاں یشعرون
فرادیکھے کہ نہیں جانتا اس غیب کو کوئی آسمان یا زمین
کا رہنے والا۔ (یعنی نہ کوئی فرشتہ اور نہ کوئی انسان
کافی الجلالین) مگر اللہ ہی جانتا ہے۔ اور نہیں
جانتے وہ کہ کب اٹھائے جائیں گے۔
(الفہم ۲۷ = ۶۵)

اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے علامہ جلال الدین خسرانی ہیں۔

«وسئلوه عن وقت قیام الساعة فنزل قل لا یعلم الا یت»

یعنی لوگوں نے حضور سے قیامت کے وقت کا سوال کیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس شان نزول سے معلوم ہوا کہ آیت میں غیب سے مراد غیب خاص یعنی قیامت وغیرہ ہے۔ الغرض اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہو گیا کہ قیامت کا علم نہ کسی فرشتہ کو عطا فرمایا گیا نہ کسی انسان کو۔
پندرہویں آیت ملاحظہ ہو۔

لہ حکما نص علیہ الحافظ ابن کثیر تحت قوله تعالیٰ۔ ان الساعة

اتیة احکاد اخفیها الایۃ - ج ۲ - ص ۳۳۰ -

فَاتُ قُولُوا فَقُلْ أَذُنْتُكُمْ عَلَى
سَوَاءٍ وَأَنَا أَدْرِي أَقْرَبُ
أَمْ بَعِيدُ مَا تَوَعَّدُونَ

سورۃ انبیاء: ۲۱ رکوع آخر

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

ای ہو واقع لا محالہ ولكن لا علم لی بقربہ ولا ببعدہ - ج ۶ ص ۳۱۲ -
یعنی یہ وعدہ وقوع میں تو ضرور آئے گا لیکن مجھے اس کے قرب و بعد کی خبر نہیں ہے۔

مسلمانو! یہ پندرہ صاف صریح آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ
علم محیط حاصل نہیں تھا جس کی مدعی ہماری حریف جماعت ہے۔ اگرچہ ان نصوص قرآنیہ کے بعد کسی تائیدی کی بھی
حاجت نہیں رہتی لیکن میں مزید اتمام حجت کے لئے دو چار ایسی حدیثیں بھی سنا دینا چاہتا ہوں جو جناب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف کے آخری زمانے کی ہیں۔

بخاری شریف میں ہے۔

عن زید بن ارقم الخ یعنی حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ میں نے
عبداللہ بن ابی منافق کو سنا وہ یہ بک رہا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
رہنے والوں پر کچھ خرچ مست کرد۔ اور یہ بک رہا تھا کہ اگر ہم مدینہ پہنچے تو ہم میں سے جو عزت دار
زیادہ ہوگا وہ ذیلیوں کو نکال دے گا۔ پس میں نے اس کا تذکرہ اپنے چچا سے کیا۔ انہوں نے
حضور سے اس کا تذکرہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی اور اس کے
ساتھیوں کو بلایا اور ان سے دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ ان منافقین نے جھوٹی قسم کھا
لی کہ ہم نے نہیں کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تصدیق کر دی اور زید بن ارقم نے
کی تکذیب کر دی۔ حضرت زید فرماتے ہیں کہ مجھے اس کا اس قدر صدمہ ہوا کہ کبھی مدت العمر
میں ایسا صدمہ نہیں ہوا تھا۔ پس میں شرم کے مارے اپنے گھر میں بیٹھ رہا۔ پس اللہ تعالیٰ

پس اگر یہ لوگ (توحید سے) روگردانی کریں تو فرما دیجئے
کہ میں تم کو اطلاع دیتا ہوں مساوات پر اور میرے
نہیں جانتا کہ قریب ہے یا بعید جو تم سے وعدہ کیا
جا رہا ہے۔

نے سورۃ منافقوں کی ابتدائی آیتیں نازل فرمائیں۔ پس حضور ﷺ نے مجھ کو طلب فرمایا۔ اور

ارشاد فرمایا کہ مطمئن ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بیان کی تصدیق نازل فرمادی۔“

(بخاری شریف کتاب التفسیر ۷/۲۷۸)

اور نسائی شریف میں تصریح ہے کہ یہ واقعہ غزوہ تبوک میں پیش آیا۔ اور وہ ۹ھ میں ہوا ہے۔

بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے کہ سلمہ کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے لئے سفر فرمایا اور مکہ معظمہ پہنچ کر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا۔

”لو استقبلت من امری ما استدبرت لعاسق المہدی“

”اگر پہلے مجھے اس معاملہ کی خبر ہو گئی ہوتی جواب بعد میں ہوتی تو میں اپنے ساتھ قربانی نہ لانا“

اس حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے شیخ علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

”اگر من پیش ازین می دانستم کہ برآمدن از احرام بر شما شاقی خواهد آمد من نیز سوئی ہوں

نئے کہ دم و من نے دانستم کہ حکم اللہ چنانچہ خواہد بود“

یعنی اگر اس سے پہلے مجھے معلوم ہو جاتا کہ تم پر احرام سے نکلنا شاق گزرے گا تو میں بھی

قربانی ساتھ نہ لانا اور مجھے معلوم نہ تھا کہ حکم اللہ ایسا ہو جائے گا“

(اشعۃ اللغات ج ۱ ص ۱۲ ص ۳۲۸)

میاں یہ امر بھی قابلِ کاغذ ہے کہ آیت کریمہ ”اليوم اکملت لکم دینکم“ الایہ

بھی اسی سفر میں عرفہ کے روز نازل ہوئی ہے اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً تین ماہ اس دنیا میں رونق افروز رہے ہیں۔

وفات شریف سے ایک ماہ قبل کی روایت بحوالہ مسلم شریف، میں کل پیش کر چکا ہوں۔ جس میں آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے علم قیامت کی نفی فرمائی ہے۔ اور بحوالہ مسلم و بخاری حدیث جبریل بھی میں کل پیش کر چکا ہوں

جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت وغیرہ پانچوں چیزوں کے علم کی نفی فرمائی ہے۔ اور ابن مندہ کی

روایت سے یہ بھی ثابت کر چکا ہوں کہ وہ حدیث آخر عمر شریف کی ہے۔ نیز خالص مرض الموت میں آنحضرت صلی

علیہ وسلم کا چند مرتبہ نماز کے لئے اٹھنے کا ارادہ فرمانا اور ہر مرتبہ بخشی کا طاری ہو جانا اور مسجد شریف میں تشریف نہ لے جاسکتا۔ (دیکھو بخاری و مسلم) اس کی کھلی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط عمر شریف کے آخری روز تک بھی عنایت نہیں فرمایا گیا۔ اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و کمال میں کوئی کمی بھی نہیں آتی۔ جس طرح خالق، رازق، معی و ممیت نہ ہونے سے کچھ شان محمدی میں نقصان نہیں آتا۔

حاضرین کرام ! یہ احادیث شریفہ محض بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں۔ ورنہ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس قسم کی احادیث شمار کی جائیں تو سینکڑوں کی تعداد میں نکلیں گی۔ حدیث اور قرآن کے ان فیصلوں کے بعد اب میں اپنے مخالفین کو دعوت دیتا ہوں **تعالوا الی حکمة سواء بیننا و بینکم** آؤ ہم اس نزاع کا فیصلہ اہلسنت کی مسلمہ کتب عقائد سے کریں۔ شرح عقائد نسفی جو عام طور پر مدارس اسلامیہ میں پڑھائی جاتی ہے اس کے صفحہ نمبر ۱۰۱ پر ہے۔

الاولی ان لا یقتصر علی عدد فی التسمیة فقد قال اللہ تعالیٰ منهم من قصصنا علیک ومنهم من لم نقصص علیک ولا یومن فی ذکر العدد ان یدخل فیہم من لیس منهم.....	بہتر یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں نہ اقتصار کیا جائے کسی عدد پر نام لینے میں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ ان میں سے ہم نے بعض کو تم سے بیان کر دیا ہے اور بعض کو بیان نہیں کیا اور کسی عدد کے ذکر کرنے میں خوف ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام خارج ہو جائیں یا غیر نبی سلسلہ نسب یا یہ میں داخل ہو جائیں..... مطلب یہ ہے کہ خبر واحد اگر صحیح بھی ہو تو محض ظن کی مفید ہوتی ہے۔ اور اعتقادات
یعنی ان خبر الواحد..... لا ینفید الا الظن ولا عبرة بالظن فی باب الاعتقادات خصوصاً اذا.... کان	

القول بموجبہ یفضی الی مخالفة
ظاہر الکتاب وهو ان بعض
الانبياء لم يذكر للنبي عليه
الصلاة والسلام انتهى

میں ظن مستبر نہیں۔ بالخصوص جب کہ اس کے مفسرین
کا قائل ہونا ظاہر کتاب اللہ کی مخالفت تکلیف آمیز
اور وہ ظاہر قرآن مجید پر ہے کہ بعض انبیاء
علیہم السلام کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
نہیں کیا گیا۔

اس کے بعد بطور نمونہ اکابر صوفیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال بھی ملاحظہ ہوں۔
سارے صوفیاء کے سربراہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ابھی آپ حضرات سن چکے ہیں کہ
اللہ تعالیٰ نے ایک نبی حبشی مبعوث فرمائے تھے اور وہ ان میں سے ہیں جن کی اطلاع جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو نہیں دی گئی۔ (ملاحظہ ہو درختہ)

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”روح کی حقیقت کا علم جناب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا گیا۔“ (ملاحظہ ہو فتح الباری شرح بخاری شریف کتاب التفسیر)
حضرت شیخ اکبر ابن عربیؒ اپنی تفسیر قرآن میں متعدد جگہ تصریح فرماتے ہیں کہ ”قیامت کے وقت
کا علم اللہ کے سوا کسی کو بھی نہیں۔“

مسلمانو! کیا قرآن عظیم و امارت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم و صحابہ کبار و اہلبیت اطہار و مفسرین
اعلام و محدثین عظام و صوفیائے کرام کے ان صاف صاف فیصلوں کے بعد بھی کسی چیز کا انتظار باقی رہتا ہے؟
قبائی حدیث بعدہ یؤمنون۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین و افضل الصلوات
واکمل التحیات علی خیر خلقہ و نور عرشہ محمد خاتم
النبین قائد الفر المحجلین و علی آلہ الطاہرین
الطیبین و اصحابہ الراشدین المہدیین و علی سائر
عباد اللہ الصالحین الی یوم الدین۔

مولوی حسرت علی صاحب : سنی بھائیوں کو مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مناظرہ ان کی فتح پر ختم کیا اور پیارے مصطفیٰ کی امداد سے بغداد والے آقا کی کرامت سے ان کے دشمنوں کو ذلت نصیب ہوئی۔ سب حضرات نے دیکھ لیا کہ تین روز کی عرق ریزی کے بعد بھی مولوی صاحب اپنا اور اپنے بڑوں کا اسلام نہیں ثابت کر سکے۔ ہاں پیارے مصطفیٰ کا علم عظیم گھٹانے کے لئے مولوی صاحب نے آیتیں بہت سی پڑھ دیں۔ لیکن اب میں بھی آیتیں پڑھا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ

ہم نے قرآن شریف میں کوئی چیز نہیں چھوڑی
اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) : حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی یہ آخری تقریر تقریباً چودہ منٹ جاری رہی تھی۔ اس تقریر کے وقت مجمع کا سماں قابلِ دید تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ دلائل و براہین کا تیز و تند سیلاب ہے جو اٹھ رہا ہے اور علوم و معارف کا ایک ناپیدا کنارہ سمند ہے جو موجیں لے رہا ہے۔ سامانِ مجمع حیرت بنا حضرت مولانا کو دیکھ رہا تھا خود مولوی حسرت علی اس وقت متاثر تھے کہ اس کے بعد پانچ منٹ سے زیادہ نہ بول سکے۔ اور جیسے کچھ بولے ناظرین غور فیصلہ کر سکتے ہیں ان کی آخری تقریر بعینہ حاضر ہے۔ مگر اے بے حیاتی اور دروغ بیانی تجھ پر اور ترے دامن میں پناہ لینے والوں پر خدا کی ہزار لعنت۔ تو ہی بے ایمانوں کا سہارا ہے۔ سنبھل کی عام پبلک کو اور کچھ یاد ہو یا نہ ہو مگر مناظرہ کی آخری مجلس کا یہ عجیب سماں جس نے رضا خانیٹ کی کمر توڑی تھی ضرور ہی یاد ہو گا۔ مگر باوجود اس کے رضا خانی روئداد نویس صاحب نے اس موقع پر جس قدر شر و مناک خیانت سے کام لیا ہے وہ صرف ایسے ہی حسیا داروں کا حصہ ہے مختصر یہ ہے کہ حضرت مولانا کی اس طویل عریض تقریر کو سب کر کے صرف اوسط میں لکھا گیا ہے۔ اور مولوی حسرت علی کی اس آخری تقریر کو (جو نہ معلوم بے چارے نے کس پریشانی کی حالت میں صرف پانچ منٹ کی تھی) تقریباً چودہ صفحات پر لکھا گیا ہے۔ افسوس! جھوٹ بولنے کے لئے بھی سلیقہ چاہئے۔ کیا سنبھل کی پبلک اس حماقت کی داد دے گی۔ ۱۲

” اور ہر چیز کو ہم نے بیان کر دیا امام حسین قرآن شریف میں “

اور فرماتا ہے۔ ”وکل شیء فصلناہ تفصیلاً“

” اور ہم نے ہر چیز کی پوری پوری تفصیل کر دی ہے “

ترندی شریف میں حضرت معاذ بن جبل رضی سے ایک حدیث مروی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے سوال کیا ” فیما یختصم المسلماء الا علی “ میں نے عرض کیا ” لا ادری “ پس اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے شانوں کے درمیان میں رکھا۔ ”فتجلی لی کل شیء و عرفت “ اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل حضورؐ کے علم غیب کی ہو سکتی ہے ؟

ارے مولوی صاحب ! آپ رسول پاک کے علم غیب میں کلام کرتے ہیں میں تو کہتا ہوں کہ آدمی بغیر علم غیب کے مومن نہیں ہو سکتا۔ قرآن شریف میں ہے ”یؤمنون بالغیب“ جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ بتلائے جب تک غیب کا علم نہ ہوگا اس پر ایمان کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد میں اپنے سوالات سنانا چاہتا ہوں۔ سنی بھائی یاد کر لیں (اس کے بعد سوالات کی فہرست سنادی) اور جلسہ برخواست ہو گیا۔

اس وقت ۱۴ بجے تھے۔ چونکہ عصر کا وقت مستحب قریب الختم تھا اس لئے فوراً اہلسنت کے مؤذن

ملے غور رہے کہ یہ زمانہ وسط زمر کا تھا اور اس وقت آفتاب ۵ بجے کے قریب غروب ہو جاتا ہے پھر اتنی بڑی جماعت کے وضو کرنے کے لئے بھی کچھ وقت درکار ہے اہل سنت جن وقت نماز سے فارغ ہوئے ہیں تقریباً پانچ بجے کا وقت تھا مگر نہ معلوم رضا خانیوں کے لئے یہ مختصر وقت کس قدر متد ہو گیا تھا کہ بقول رضا خانی دونوں نولس صاحب کے۔ اسی وقت میں رضا خانیوں کا عظیم الشان جلوس شہر کا گشت کرتا ہوا قیام گاہ پر بھی پہنچ گیا اور اتنے بڑے انبہ نے باری باری وضو کر کے نماز بھی باجماعت پڑھی۔ اور بعد نماز فتح کا جلسہ بھی منعقد ہوا۔ جس میں چند شخصوں کی تقریریں بھی ہوئیں اور یہ تمام کارروائی مغرب سے پہلے ہی ختم بھی ہو گئی۔ ”جل جلالہ“

بھلا ان محافت آب روداد نولس سے کوئی پوچھے کہ اس وقت کا ہر منٹ ہزار سکند کا تھا یا ہر سکند کتنے منٹ کا؟
(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

نے اذان پڑھی اور ایک جم غفیر نے حضرت رئیس المناظرین کی اقامت میں جلسہ گاہ ہی میں فرض عصر باجماعت ادا کیا۔ اور رضا خانیوں نے اپنی شرمناک شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ حیرت افراز کارروائی کی کہ ایک صاحب نے مولوی حسنت علی صاحب کو اپنے کاندھے پر رکھا اور دوسرے صاحب نے جناب مولوی رحمہ البی صاحب کو۔ اور اس طرح شہر کے ایک حصے کی پھیری دیتے ہوئے اپنی قیام گاہ پہنچے اور فرض عصر کو بلا وجہ بالکل یا اس کے وقت مستحب پر ترک کر کے دربار رسالت سے فقہ کفر یا منافق کا خطاب باعتماد پایا اور جن کی حیا نے اور زیادہ ترقی کی انہوں نے شرم مٹانے کے لئے شیرینی وغیرہ بھی بکھیری اور بارگاہ النبی و دربار رسالت پناہی سے اس کے صلہ میں ”کانوا اخوان الشیاطین“ کا لقب پا کر، طوق لعنت اپنی گردن میں ڈالا۔ فلعلہ اللہ علیہم وعلیٰ اخوانہم یہ منظر بھی قابل دید تھا اور اس نے ہنود سنبھل کے ایک خاص سیلے (ہولی) کی یاد تازہ کر دی تھی۔ خیریت سے تماشاہیوں کی تعداد بھی خاصی تھی۔ سنا گیا ہے کہ بعض مسخرے یہ بھی کہتے جا رہے تھے۔

”راون بھیا کی جیت ہے“ ”راون بھیا کی جیت ہے“

اسی دین و دیانت سوز کارروائی پر ناز کرتے ہوئے ”سواد اعظم“ میراد آباد کا صداقت شعار مضمون نگار لکھتا ہے کہ ”رضا خانیوں نے اپنے مناظر مولوی حسنت علی صاحب کا زبردست جلوس نکالا اور شیرینی بکھیری اور یہ کیا اور وہ کیا۔ اور اہلسنت ہر میت خوردہ جماعت کی طرح جلسہ گاہ ہی میں منہ چھپائے پڑے رہے اور دیر کے بعد نہایت خاموشی کے ساتھ اپنی اپنی قیام گاہ پر چلے گئے۔“

ہم اس کے جواب میں اس سے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ ہمکو ہمیشہ اسی کی توفیق عطا فرمائے جو ہم نے بعد اختتام مناظر جلسہ گاہ پر ٹھہر کر کیا۔ یعنی فرض عصر کے بعد اس عظیم الشان فتح پر بدرگاہ خیر الفائن

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سنبھل کے رضا خانیو! کیا اپنے روزِ داد و لیس کی صحت سوا سی کی کچھ داد دے گے۔ دیکھو بگڑنا مت ہم کی بات کہتے ہیں۔ کہتے گھاس کھا لیا کرتے تو ہر شخص ہی ڈپال لیتا۔ ”کو کیسی کہی۔ اب ہمارے مناظرین خود فیصلہ کر لیں کہ بقول روزِ داد لیں اگر رضا خانیوں کے انہوں نے جلوس کے گشت کے بعد باری باری وضو کر کے عصر کی نماز پڑھی تو وہ وقت مستحب میں پڑھی یا غیر مستحب میں۔ دیکھو سچ جھوٹ پر اس طرح غالب آتا ہے۔ اچھی لعلوا ولا لعلی“

شکریہ ادا کر کے ولئن شکر تہ لا زید نکرہ کی نعمتوں سے مالا مال ہوتے، اور تم کو اسی کی توفیق دے جو تم نے اس گشت میں کیا۔ (یعنی نماز عصر کو بالکل یا اس کے وقت مستحب میں ترک کر کے سچی لعنت ہوئے اور شیرینی وغیرہ پامال کر کے انھوں نے شیاطین کا لقب پایا اور خان بریلوی علیہما علیہ کے فتوے سے اس اضاعت مال اور اسراف بے جا کے جرم میں فاسق بنے۔ دیکھو رسالہ تعزیر داری)۔

اگر اب بھی اپنی اس نام نہاد فحش پر دل سے راضی ہو تو کو بہاری اس دعا پر آمین! رضا خانوں کے شیعوں روافض کا اصول یہ ہے کہ جب ان کا مناظر ہار جاتا ہے تو وہ اس کی پیٹے سے بھی زیادہ عزت کرتے ہیں۔ لیکن اس کی دل دہی کے لئے اس کی شکست کو فحش نہیں کہتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہارنے میں مضائقہ نہیں وہ تو حقانیت کی دلیل ہے جیسا کہ امام جعفر صادقؑ کے ایک اس قول سے معلوم ہوتا ہے جو شیعوں کی بعض کتابوں میں منقول ہے کاش کہ روافض کے پیچھے بھی اسی قد پر بس کرتے۔ لیکن ان دشمنانِ صدق و صداقت نے تو یہ کیا کہ اپنے مناظر کی شکستوں کے لئے اس شرمناک شکست کو عظیم الشان فتح کا لقب دیا۔ ہم اس روئے داد کو ہمیں ختم کرتے ہیں اور بغرض تبرک و تیل فائدہ حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبد الفتاح درجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه کی مشہور کتاب فتوح الغیب شریف سے حضرت کا ایک باطل سوز فرمان نقل کر کے اسی کو اپنی اس روئے داد کا خاتمہ قرار دیتے ہیں اور اس کو اپنے حسن خاتمہ کی نیک فال سمجھتے ہیں۔

آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے فرزندانِ روحانی کو نصیحت فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

يَا بَنِيَّ اجْعَلِ الْكِتَابَ وَالسَّنةَ اِمَامَكَ وَلَا تَنْظُرْ اِلَى الْقَالِ وَالْقِيلِ فَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى مَنْ قَوْمٌ قَدْ ضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا الْاَيَةُ

یعنی اے بیٹا! قرآن و حدیث کو اپنا پیشوا اور رہنما بناؤ اور قیل و قال کی طرف ہرگز مت نظر کرو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ ایک گمراہ اور بھٹکی ہوئی قوم کے حق میں فرماتا ہے۔

”وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ“

جو لوگ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محض زباناً نہیں بلکہ قلبی تسلیم رکھتے ہیں وہ حضرت خدا کے اس

فرمان سے فیصلہ کر لیں کہ کون جماعت صراطِ مستقیم پر ہے اور کون جھکی ہوئی اور گمراہ ہے ۔
 و اخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین ۔



تکملہ



ہم دیباچہ میں بتلا چکے ہیں کہ سنبھل کے مناظرہ سے سچے سات پہینے بعد جب کہ صاعقہ آسمانی کی اشاعت کو بھی کئی پہینے گزر چکے تھے۔ رضا خانیوں نے بھی اس مناظرہ کی ایک نام نہاد رونداد تصنیف کر کے شائع کی تھی اس رونداد میں جس قدر بے ایمانی اور دروغ بیانی سے کام لیا گیا ہے اس کا اندازہ صرف وہی حضرات کر سکتے جو اس مناظرہ میں خود شریک تھے دوسرے لوگوں کے لئے اس کا فیصلہ سخت مشکل تھا۔ مگر صدمہ ہوا شکر اسے رب العزت کا جس نے خود رونداد کے مصنف کے قلم سے اس کا فیصلہ کرا دیا اور ہمیں اس کے لئے کسی بڑی کاوش کی ضرورت نہیں پڑی۔ و کفی الله المؤمنين القتال۔

وہ خود کہہ رہے ہیں یہ میری خطا ہے۔

اقراری ڈگری

جس وقت یہ رونداد پریس میں چھپ رہی تھی اس دوران میں اس کے مصنف مولوی اجمل علی سنبھلی نے اسی رونداد کے متعلق مولوی حشمت علی صاحب کو ایک کھلا کارڈ لکھا تھا جو صرف قدرت کی سازگاری سے ہمارے بھی ہاتھ لگ گیا ہم یہاں اس کو بعینہ نقل کرتے ہیں ۔

کیا لطف کہ غیر پردہ کھولے جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

لے یہ خط ہمارے ہاتھ کس طرح آیا اس کی تفصیل د باریقہ آسمانی میں لکھی جا چکی ہے ۔ ۱۲۔

ناظرین سے درخواست ہے کہ وہ اس خط کے ساتھ ہمارے حاشیہ پر بھی ایک نظر ڈالتے جائیں لطفتِ خالی نہ ہوگا۔ بریکٹ میں جو توضیحی الفاظ ہوں وہ ہمارے سمجھے جائیں۔

مولوی اجمل علی کا گرفتار شدہ خط

مکرمی جناب مولانا حسنت علی صاحب السلام علیکم درجۃ اللہ وبرکاتہ

جناب کے دو گرامی نامے آئے ایک اس وقت آیا تھا جب میں مراد آباد تھا۔ کئی روز قیام رہا اس وجہ سے تاخیر ہوئی کہ اتنے میں دوسرا خط سر پر سوار ہو گیا۔ روئداد کی طباعت شروع ہو گئی ہے کئی کاپیاں چھپ چکی ہیں نہایت جلد ہفتہ عشرہ میں مطبوع ہو جائے گی اس میں (یعنی اس روئداد میں جو مولوی حسنت علی صاحب نے لکھا کہ سنبھل بھیجی تھی) اسکا تغیر اور کر دیا گیا ہے کہ جہاں سے سوال وجواب نہیں ہے ان کو انہیں کی (یعنی اہلسنت کی) روئداد سے نکال کر نہایت زبردست پہلو اپنا کر کے دکھایا گیا ہے۔ اور اس میں ان تمام خرافات کا جواب بالا بالا ہر ایک تقریر میں دے دیا گیا ہے۔ اور ہر مسئلہ کی کافی بحث کر دی گئی ہے۔ اور آخر میں ایک تہہ تنقیدی اس کے ساتھ ضم کر

لے مولوی اجمل علی کے بعض خاص آدمیوں سے ہم کو معلوم ہوا تھا کہ اصل روئداد مولوی حسنت علی نے مرتب کر کے بھیجی تھی لیکن روئداد سنبھلی گئی اور بہت سے رسالوں سے اس میں عبارتیں وغیرہ بڑھائی گئیں۔ الحمد للہ کہ اس خط نے اس خبر کی پوری پوری تصدیق کر دی۔ ۱۲۔
لے اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ رضا خانیوں کے پاس اس مناظرہ کی کوئی کمال یا دداشت بھی نہیں تھی۔ اہلسنت کی روئداد کو مانگ رکھ کر بعد میں یہ سوال جواب گھڑے گئے ہیں۔ فیللہ الحمد۔ ۱۳۔

لے اس خط کشیدہ فقرہ نے فیصلہ کر دیا کہ مناظرہ میں رضا خانیوں کا پہلو کیسا رہا تھا اور روئداد میں کیسا دکھایا گیا ہے۔ دیکھو چوں کہ پڑھے جاتے ہیں۔ کیا ہمارے رضا خانی دوست اس سے کچھ عبرت حاصل کریں گے؟

لے بے آپ نے اپنی کرنی میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور مولوی حسنت علی پر بالخصوص۔ اور ساری رضا خانی جماعت پر بالعموم بڑا احسان کیا ہے کہ اس سٹیناک شکست کو فتح بنا دیا۔ مگر کیا کہنے قسمت بری تھی کہ یہ پراسرار خط دشمنوں کے ہاتھ آگیا۔ جس نے سارا بول کھل دیا۔ اللھم للک الحمد والمنة۔
(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۸)

کر دیا جائے گا۔ آپ کی ہر ایک تقریر میں ان کے (یعنی حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہ العالی کے) مواخذات کا بطریقہ دفع و حل معتمد کے خوب جوابات دے دینے گئے ہیں۔ آپ دیکھیں گے تو عجیب شان کی ہو گئی ہے۔ اب گزارش یہ ہے کہ دو سو جلدیں جناب خریدیں اور تیس روپیہ آپ روانہ فرمادیں اور ان کو تمام احباب میں تقسیم فرمادیں۔ اتنی گزارش کی بھی فقط اس وجہ سے ضرورت لاحق ہوئی کہ میں نے قرض لے کر اس کو طبع کرایا ہے۔

”محمد اجمل فتویٰ“

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ، ہم رضا خانی صاحبان اس فقرہ کی روشنی میں فیصلہ کریں کہ رضا خانی روئداد میں جو کافی یا ناکافی بحث ہے وہ مناظرہ کی ہے یا بعد کی تصنیف ؟ خدا جب عقل لیتا ہے حماقت آہی جاتی ہے۔ ۱۲

حاشیہ صفحہ ۱۴۱، اچھی حضرت یہ فرمائیے کہ جوابات دینے کی کوشش کی گئی ہے جوابات کی تو ہوا بھی نہیں۔ جب حضرت مولانا کی ان بے پناہ گرفتوں کا جواب مناظرہ میں مولوی حسنت علی صاحب ہی نہ دے سکے تو آپ بے چارے کیا جواب دیں گے۔

بُت کریں آرزو خدائے کی شان تیری کبیر یائے کی

ہم ناظرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ فریقین کی روئدادیں سننے دکھ فیصلہ کریں کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے جو گرفتیں رضا خانی دلیلوں پر کی تھیں (جو صاعقہ آسمانی میں مذکور ہیں) کیا ان کا جواب چھ بیسے کی متفقہ کوششوں اور کشیوں کے مشوروں کے بعد بھی رضا خانی روئداد میں ہو چکا ؟ ہرگز نہیں ! مالک عرش کی قسم اگر ساری رضا خانی دنیا زور لگائے تو مدت العمر بلکہ قیامت تک ان کا جواب نہیں دے سکتی۔ ولو کان بعضہم لبعض ظمیرا۔ کیا ہے کوئی رضا خانی کافر نہ ہو اب بھی ان گرفتوں کا جواب دینے کے لئے تیار ہو ؟ ہم ہر وقت سننے کے لئے تیار ہیں ۱۳

لے کیا مولوی حسنت علی فاضل نوجوان اجمل علی کے اس فقرہ کی داد دیں گے ؟

تہ اچھی میاں صاحب اثناسیوس ! یہ تو فرمائیے کہ خریدیں کا وہ چندہ کیا ہوا جو روئدادی کے بدلے سے ایک خاصی مقدار

میں کیا گیا تھا ؟

لے اس کے بعد اسی خط میں چند سطریں اد بھی ہیں لیکن چونکہ وہ ہماری غرض سے غیر متعلق ہیں اسلئے ان کو حذف کر دیا گیا ہے۔ ۱۴

یہ گرفتار شدہ خط " ہارتھ آسمانی " میں بھی شائع کیا گیا تھا اور ساتھ ہی ساتھ مولوی اجمل علی صاحب کی نہایت زبردست چیلنج دیا گیا تھا کہ اگر ان کو اس خط سے انکار ہو تو وہ حلفیہ بیان شائع کریں مگر " خود کردہ دلائل " نہایت " زبان پر ایسی مہر کی کہ آج تک ایک لفظ بھی نہ نکال سکے۔ اور اپنی پہلا سالہ خاموشی سے اس خط پر مہر تصدیق ثبت کر دی اور آج ۱۵ سالہ میں یہ خط گویا مولوی اجمل علی کی تصدیق اور توثیق کے بعد شائع کیا جا رہا ہے۔ اب سنبھل کے مناظرہ کی فتح و شکست اور رضا خانی روئداد کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں۔ رضا خانیوں کے روئداد نویس مولوی اجمل علی کا یہ خط کافی ہے۔

ہوا ہے مٹی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلینا لے گیا خود پاک داماں ماہ کنعان کا

یک نہ شد دوشد جس کو یار پکارا بھی دیکھا کیسے ؟

ہمارے ناظرین مولوی اجمل علی صاحب کی اس حماقت سے متحیر نہ ہوں۔ خدا کے فضل سے ہم جیسے قدر دانوں کے لئے آپ کی زندگی میں ایسے بہت سے دل چسپ لطائف موجود ہیں جو اباب ظرافت کے لئے تفریح طبع کا بہترین سامان ہیں چنانچہ آپ کی بوکھلاہٹ کا اس سے زیادہ چمکتا ہوا ایک دوسرا نمونہ ملاحظہ ہو۔

سنبھل کے مناظرہ سے دو چار روز بعد آپ نے اپنی فرضی فتح کا ایک اشتہار اپنے چند شاگردوں کے نام سے شائع کیا تھا جس میں مولوی حشمت علی صاحب کے کئی سوالات کی تعداد پچاس لکھی تھی۔ اور چھ مہینے بعد یہ روئداد تصنیف کر کے شائع کی تو اس میں ان سوالات کی تعداد اس سے تین گنی یعنی ڈیڑھ سو لکھی۔ جل جلالہ۔

پہلی خط والی غلطی کی تو میاں جی یہ تاویل بھی کر سکتے ہیں کہ وہ ایک پرائیوٹ خط تھا جس کے متعلق مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ دشمنوں کے ہاتھ لگ جائے گا اور تمام راز فاش ہو کہ ہماری ساری خفیہ کارروائیوں کا مجاہد ایوں

چرا ہے میں بھولے گا۔ مگر اس دوسری حماقت کی تو بظاہر کوئی تاویل بھی ممکن نہیں۔ رضا خانی دوستو! کچھ زیادہ افسوس دکر یہ اختلاف بیانی دروغ گوئی کے لوازم میں سے کیا نہیں سنا۔
دروغ گو را حافظہ نہ باشد

رضا خانی رونداد کے مضامین پر ایک نظر

ان دو شبہاتوں کے بعد اگرچہ رضا خانی رونداد کے متعلق کچھ عرض کرنے کی حاجت نہیں رہتی۔ مگر ہم اپنے ناظرین کی خاطر ان مضامین پر بھی ایک تنقیدی نظر ڈال دینا چاہتے ہیں جن کا اضافہ اس میں بعد میں کیا گیا ہے۔ یہ اضافہ دو قسم کا ہے ایک یہ کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے جو ادوار قاہرہ المہنت کی طرف سے پیش کئے تھے اور جن کا جواب مناظرہ میں برائے نام بھی مولوی حشمت علی صاحب نہ دے سکے تھے۔ اس مصنوعی رونداد میں ان کے جواب دینے کی انتہائی کوشش کی گئی ہے اور ان آیات و احادیث کی جو تاویلیں اگلے مضامینوں میں اپنے رسالوں میں کی تھیں ان سب کو نقل کر کے درق کے درق سیاہ کر ڈالے ہیں۔ مگر الحمد للہ نتیجہ وہی ہے جو آفتاب پر خاک اڑانے کا ہونا چاہئے۔ کیوں کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے اپنی ہر دلیل کے ساتھ استدلال کی تقریر میں مفسرین امت اور شریعین حدیث کے کلام سے ان تمام تاویلات کا دروازہ پہلے ہی بند کر دیا تھا۔ اس کے بعد بھی انہی فرسودہ تاویلات کا لکھنا محض اپنی جہالت اور نادانی کا ثبوت دینا ہے۔ البتہ اس بے ایمانی کا کوئی علاج نہیں کہ رضا خانی رونداد نویس صاحب نے مولانا کی تقریروں کو اس قدر مسخ کیا ہے کہ استدلالی تقریریں ایک جگہ بھی پوری نقل نہیں کی۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ اس بہادر نے یہ بھی کیا ہے کہ حضرت مولانا کی جس دلیل کا کوئی جھوٹا سچا جواب اگلے مضامینوں کے رسالوں میں نہ مل سکا تو سرے سے آپ اس کو مضمون ہی کر گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا کی پیش کردہ آیت نمبر ۱۳-۱۴-۱۵ کے ذکر سے رضا خانی رونداد بکسر خالی ہے۔ علیٰ هذا مناظرہ کے آخری اجلاس میں حضرت مولانا نے جو احادیث کریمہ پیش فرمائی تھیں اور صحابہ کرام و تابعین عظام و شایعہ اولیاء اللہ کے جواوہر الپیش کئے تھے جنہوں نے رضا خانی عقیدہ کی دھجیاں بکھیر دی تھیں ان سب کو تو ایسا مضمون

کیا ہے کہ شاید ڈکار بھی نہ لے۔ الغرض رضا خانیوں کے اس مصنوعی رونداد میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی تقریریں اپنے حسبِ نشانہ گھر کے ان کے جواب میں ورق کے ورق سیاہ کئے گئے ہیں۔ پس اگر اسی کا نام جواب ہے تو بے شک ہم کو اعتراف ہے کہ رضا خانی رونداد نویس صاحب نے جواب دے دیا مگر حقیقت یہ دلائل کا جواب نہیں بلکہ جواب کو جواب ہے۔

رضا خانی دوستو! جائے ماتم ہے کہ چھ مہینے کی دماغ سوزی اور عرق ریزی کے بعد تمہاری برادری کے بڑے بڑے منچوں اور کمیٹیوں کے مشورہ سے جو رونداد تصنیف کی گئی تھی وہ بھی حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے دلائل کا جواب نہ دے سکی۔ تو کیا ہم اب یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ

رضا خانیت کا دیوالہ نکل گئی

اگر کسی کو ہماری رائے سے اختلاف ہے تو دنیا نے رضا خانیت کو ہمارا چیلنج ہے » اجمعوا مشرکاء کم » اگر دم ہو تو میدان میں آئیں اور حضرت مولانا کے ان دلائل کا اب (جب کہ چار سال سے زیادہ گزر چکے ہیں) جواب دیں۔ کیا ہت کوئی جوان، بوڑھا، ادھیڑ بچہ۔ کہ اپنی برادری کی لاج رکھنے کے لئے میدان میں آئے؟ حاضر شو! حاضر شو!! حاضر شو!!! - خبر شرط است! خبر شرط است!! خبر شرط است!!!

دوسرا ہم اضافہ رضا خانیوں کی اس مصنوعی رونداد میں یہ کیا گیا ہے کہ مسئلہ علم غیب کے متعلق جو کچھ ثبوت مناظرہ میں رضا خانیوں کی طرف سے مولوی حسنت علی صاحب نے پیش کیا تھا جس کو حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے دندان شکن جوابات اور لا جواب گروہوں نے بے کار کر دیا تھا، رونداد نویس اور ان کے مشیروں نے اس ثبوت کو ناکافی سمجھ کر کچھ مزید ثبوت کا اضافہ کیا ہے۔ ہم اس نئے ثبوت کا جواب دینے سے پہلے مناسب سمجھتے ہیں کہ مولوی حسنت علی صاحب کی وہ آخری تقریر جس میں یہ اضافہ کیا گیا ہے رضا خانی رونداد سے بحسنہ نقل کر دیں تاکہ جوابات کے سمجھنے میں آسانی ہو اور یک طرفہ بات بھی نہ رہے اور ناظرین کو فریقین کی تحریروں سے صحیح نتیجہ نکالنے کا بہترین موقع ملے۔ رضا خانی رونداد کے صفحہ ۷۶ پر ہے۔

”اب نويس آيت سنا تا جوں“ و نزلنا عليك الكتاب تبيا لنا لكل شيء“

یعنی اسے محبوب ہم نے تم پر یہ کتاب نازل فرمائی جو ہر شے کا روشن بیان ہے“

دوسری آیت ملاحظہ ہو ”ما فرطنا فی الكتاب من شیء“ یعنی ہم نے اس کتاب

میں کوئی چیز اٹھا نہیں رکھی۔ یعنی اس میں ہر چیز کا بیان ہے“

گیا رہیں آیت ”وكل شیء احصیناه فی امام مبین“ ہر چیز کو ہم نے قرآن

پاک میں بیان کر دیا ہے“

بارہویں آیت ”وكل شیء فصلناه تفصیلاً“ اور ہم نے ہر چیز کی پوری پوری

تفصیل کر دی“

تیرہویں آیت ”ولا حبة فی ظلمت الارض ولا رطب ولا یابس الا

فی کتاب مبین“ یعنی کوئی ایسا دانہ نہیں جو زمین کی تاریکیوں میں ہو۔ اور نہ تر و خشک مگر کتاب مبین،

میں ہے“

ان پانچوں آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن پاک ہر شے کا بیان ہے اور حضورؐ اس کے عالم تھے لہذا حضورؐ

کو ہر شے کا تفصیلی علم ہو گیا اور تمام ماحکان و مایکون پر اطلاع حاصل ہو گئی“

چودھویں آیت ”ذالك من انباء الغیب نوحيها اليك“ یعنی یہ غیب کی خبریں

میں جو ہم نے تیری طرف وحی کی ہیں“

پندرہویں آیت ”فاوحی الی عبدہ ما اوحی“ پس وحی کی اپنے حبیب کی طرف

جو کچھ کہ وحی کی“

اب دو حدیثیں بھی تیر کا اور پیش کرتا ہوں۔ طبرانی میں حضرت ابوالدرداء رضی سے مروی ہے ”لقد

ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما یحروک طائر جناحیہ الا ذکر لنا من علما“

” یعنی نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ہم سے اس حال میں مفارقت کی کہ کوئی پر خدا ایسا نہیں کہ اپنے بازو کے بلائے مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس کا بھی حال بیان فرما دیا ۔“

۲۔ تفسیر روح البیان میں ایک حدیث بیان کی جس کے الفاظ یہ ہیں۔

قال صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ المعراج قطرت فی خلقی قطرة

فعلمت ما کان وما سیکون ۔“

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میں میرے خلق میں ایک قطرہ ٹپکایا

گیا اس کے فیضان سے مجھے ماکان وما یكون کا علم حاصل ہو گیا۔“ (صفحہ ۷۶)

اس کے علاوہ صفحہ ۶۶ پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت کا اضافہ کیا ہے۔

الفاظ یہ ہیں۔ ”قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء

الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم ۔“

سید رضا خانی رومنداد میں یہ لفظ اسی طرح لکھا ہوا ہے اور غلط نامہ میں اس کی تصحیح اس طرح کی گئی ہے ”پرندہ“ معلوم ہوا کہ فون کے بجائے ف لکھ دینا یہ تو بے چارے کاتب کی غلطی تھی لیکن ۵ کے بجائے ”پرندہ“ کو الف سے لکھنا یہ صاحب ضمیمہ تائب مولوی اجمل میاں کا کمال ہے اور کیوں نہ ہو آخر ”تفسیر“ کی بجائے ”تفسیر“ لکھنا یہ بھی تو آپ ہی کی خصوصیت ہے۔ پاس میاں صاحب کی وہ تحریر بحمد اللہ محفوظ ہے جس میں آپ نے ”تفسیر“ کی بجائے ”تفسیر“ لکھا ہے۔ اور ”یعسوب“ کو الف سے ”یا سوب“ لکھنا یہ تو حال ہی کی کرامت ہے۔ جس کا جی چاہے خود میاں صاحب کا نکاح خوانی کا اجڑدیکھ سکتا ہے اس میں یہ وہ بولے نمونے موجود ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی رضا خانی رومنداد میں ایسی غلطیاں ہیں جن کے متعلق دثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ صرف مولوی اجمل صاحب ہی کی کرامت ہے۔ انشاء اللہ کسی آئندہ ضمیمہ میں ان کی بھی فہرست شائع کر دی جائے گی۔

”یعنی حضور ہم میں ایک بار کھڑے ہوئے توحیب سے مخلوقات کی پیدائش کی ابتداء ہوئی اس وقت سے جب تک جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں اس وقت تک تمام چیزوں کا بیان فرمادیا“

نیز اسی صفحہ پر ایک عبارت شرح زرقانی سے نقل کی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔ اصحابہ صلی اللہ علیہ وسلم جاز موت باطلا علی الغیب : صحابہ کرام یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے“

ان کے علاوہ اپنے دعوے کی تائید میں جن اقوال کو پیش کیا ہے ہم ان کے جواب دینے کی چندال ضرورت نہیں سمجھتے۔ چونکہ بیشتر تو ان میں وہ ہیں جن کا جواب صاعقہ آسمانی ہی کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے اور کچھ کا جواب ہماری اس مختصر تحریر سے معلوم ہو جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز الکریم۔ علاوہ ازیں یہ کہ وہ حجت شرعیہ بھی نہیں اب ہم فیرا جواب دیتے ہیں بنظر انصاف ملاحظہ فرمایا جائے۔

اس تقریر میں جو پہلی آیت کریمہ ہے اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے ”اور نازل کیا ہم نے تم پر کتاب کو کہ (دور) پورا بیان ہے ہر شے کا“ اس استدلال پر پہلے تو دو ننداد نویس صاحب سے چند مناظرہ سوالات کئے جاتے ہیں۔

۱۔ اگر آپ نے اس کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ قرآن عزیز میں ہر چیز کا بیان ہے خواہ وہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ دین کی ہو یا دنیا کی، شان نبوت کے مناسب ہو یا غیر مناسب، تو آپ خود اس کے قائل نہیں۔ آپ محض اللہ چیزوں کا علم محیط مانتے ہیں جو ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر یوم آخرت تک عالم وجود میں آئیں۔ نہ اس سے قبل کی اشیاء کا نہ اس سے بعد کی اشیاء کا۔ چنانچہ آپ نے اپنی اس روزناد کے صفحہ ۱۳ سطر ۱۱ میں صاف لکھا ہے کہ ”اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات و صفات کا پورا علم نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے نہ آئندہ ہوگا اور نہ ہو سکتا ہے“ (مختصاً) حالانکہ ذات و صفات الہیہ بھی مولوی احمد رضا خان صاحب کی تصریح کے مطابق اشیاء میں داخل ہیں۔ ”انبار المصطفیٰ“ صفحہ ۲ پر فاضل ربیلوی لکھتے ہیں۔

”اور اہلسنت کے مذہب میں شے ہر موجود کو کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ

کی ذات و صفات بھی موجودات میں سے ہیں بلکہ ساری مخلوق کا وجود ذات و صفات
الہیہ کا وجود اصل ہے ۔

نیز خالص الاعتقاد " میں آپ کے انہیں اعلیٰ حضرت نے علم قیامت کے متعلق تردد ظاہر کیا ہے کہ آیا وہ
داخل اور خارج ۔ لہذا اگر اس آیت کریمہ کے یہ عام معنی لئے جائیں گے تو یہ آپ کے مذہب کے بھی مخالف ہے کہ
جو الزام آپ ہم پر رکھنا چاہتے تھے وہی بعینہ آپ پر بھی وارد ہوگا ۔ ع

ہم الزام ان یہ رکھتے تھے قصور اپن نکل آیا

۲ : جس طرح اس آیت کریمہ میں قرآن عزیز کو تنبیانا لکل شیء فرمایا گیا ہے اسی طرح توریت
کے متعلق بھی سورۃ النعام میں ارشاد ہے وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ
وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۔

دوسری جگہ ارشاد ہے وَكُتِبَ لَهُ فِي الْأَلْوَابِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةٌ وَتَفْصِيلًا
لِّكُلِّ شَيْءٍ پس آپ کے اصول پر لازم آئے گا کہ توریت میں بھی ہر چیز کا بیان ہو اور علوم قرآن و علوم توریت
برابر ہوں اور قرآن پاک میں کوئی بات توریت سے زیادہ نہ ہو اور یہ یقیناً کفر ہے ۔

۳ : پھر یہ بھی لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف پس حضرت موسیٰ وعلیہ علی نبینا وعلیہا
الصلوٰۃ والسلام کے برابر ہواں سے زیادہ نہ ہو ۔ کیوں کہ حضور اقدس ؐ کی طرح بواسطہ توریت ہر ہر چیز کا پورا پورا
علم ان کو بھی ہوگا ۔ اور یہ بھی صریح کفر ہے ۔

سیرت صرف یہی تین مناظرانہ وار کئے جاتے ہیں ان کا جواب آجانے پر اس آیت کے متعلق کچھ اور بھی
عرض کیا جائے گا ۔ کیوں کہ یہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے نزدیک مسئلہ علم غیب کی نہایت زبردست دلیل ہے
اس کے بعد ہم اس آیت کریمہ کا صحیح مطلب مفسرین امت کے کلام سے پیش کرتے ہیں ۔ ملاحظہ ہو تفسیر مدارک التنزیل

سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو اس لئے کہ توریت خود ان پر نازل ہوئی ۔ اور حضرت علی علیہ السلام کا عالم توریت ہونا قرآن عزیز

میں مذکور ہے ۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ الْآيۃ ۱۲

میں ہے۔

۱۔ تبیاناً لكل شیء من امور الدین یعنی قرآن عزیز میں دین کی ساری باتوں کا بیان ہے۔

۲۔ تفسیر جلالین شریف میں ہے یحتاج الیہ من امر الشریعۃ (ص ۲۲۲)

یعنی قرآن شریف میں ان سب باتوں کا بیان ہے جن کی ضرورت لوگوں کو شریعت کی باتوں میں پڑتی ہے

۳۔ تفسیر جامع البیان میں بھی اس کے قریب قریب الفاظ ہیں۔ ملاحظہ ہو ص ۲۲۲۔

۴۔ تفسیر تبصیر الرحمن میں ہے۔ لكل شیء من المعارف والاحکام و اخبار

الماضیین۔ یعنی قرآن شریف میں ہر چیز کا بیان ہے معرفت کی باتوں میں سے اور احکام میں

سے اور اگلے لوگوں کے واقعات میں سے۔

۵۔ تفسیر روح البیان میں ہے۔ لكل شیء يتعلق بامور الدین یعنی قرآن شریف سب دینی

باتوں کا بیان ہے۔

۶۔ تفسیر معالم التنزیل میں ہے۔ تبیاناً لكل شیء یحتاج الیہ من الامور والنهی

والحلل والحرام والحدود والاحکام : (ص ۱۰۰)۔

یعنی قرآن شریف میں ہر اس چیز کا بیان ہے جس کی حاجت پڑتی ہے یعنی ادا و نواہی کا حلال و حرام

کا حدود اور احکام کا۔

۷۔ تفسیر خازن میں ہے۔ قال المعانی (تبیاناً لكل شیء) یعنی من امور الدین (ص ۱۲۹)۔

یعنی قرآن پاک میں سب دینی باتوں کا بیان ہے۔

۸۔ تفسیر مضیادی شریف میں ہے۔ (تبیاناً لكل شیء) من امور الدین (ص ۳۲۲ ج ۱)

یعنی قرآن شریف میں سب دینی باتوں کا روشن بیان ہے۔

۹۔ تفسیر ابو السعود میں ہے۔ (تبیاناً لكل شیء) يتعلق بامور الدین (ص ۳۶۴ ج ۶)

یعنی قرآن پاک میں تمام ان چیزوں کا روشن بیان ہے جو دین سے متعلق ہیں۔

۱۰۔ تفسیر کبیر میں تقریباً یہی مضمون ہے۔ لیکن چونکہ اس میں اس کو مدلل بیان کیا ہے اس وجہ سے عبارت

طویل ہو گئی ہے ہم بقصد اختصار اس کو چھوڑتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر ص ۳۴۴ ج ۵۔

اب ہم بقصد اختصار صرف انہی دس تفسیروں کے حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں ورنہ اہلسنت کی صمدی تفسیر

سے اس قسم کی عبارتیں نقل کی جاسکتی ہیں۔

ان عبارات سے ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ مفسرین اہلسنت کے نزدیک اس آیت کریمہ کا مطلب صرف یہ ہے

کہ قرآن پاک میں دینی باتوں کا پورا بیان ہے۔ اور الحمد للہ کہ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ بے شک قرآن عزیز میں دین الہی

کی باتوں کا نہایت واضح اور روشن بیان ہے اور ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس

کے عالم ہیں، عالم ہی نہیں بلکہ معلم ہیں۔ اور جس کو جو کچھ دین الہی کا علم ہے وہ حضور ہی کا صدقہ ہے۔ صلی اللہ علیہ

وسلم وبارک و عظیم و شرف و کرم۔

ہاں یہ رضا خانیوں ہی کی ذہنیت ہے کہ ان کے نزدیک قرآن شریف میں یہ بھی مذکور ہے کہ فلاں روز اتنی بھیا

میں گی، اتنی پیدا ہوں گی، اس قدر پھر میں گے اور اس قدر پیدا ہوں گے۔

ناظرین! ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ کیا قرآن عزیز بھگی، مڑی، پھیر، پستو اور کپڑے کوڑوں کے

موت و حیات و دیگر حالات بیان کرنے کے لئے نازل ہوا ہے؟ کیا وہ پھیلی، مینڈک اور برساتی کیڑوں کی ہڈیاں

اور حالات زندگی بتلانے کا؟ میرے نزدیک تو کوئی با ایمان بھی اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہو گا۔ نعوذ

باللہ من سوء الفہم۔

اس کے بعد ہم دوسری آیت کریمہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے: ”نہ چھوڑی ہم نے

کتاب میں کوئی چیز“ اس آیت کریمہ سے جو استدلال کیا جاتا ہے اول تو اس پر وہی تین مناظرانہ سوال کئے جاتے

ہیں جو اس سے پہلے استدلال پر کئے گئے، تا وقتیکہ ان کے شافی جوابات دے کر دلیل کو دعوے کے مطابق نہ کر دیا

جائے۔ اس سے استدلال کرنا بقول مولوی احمد رضا خان صاحب نہ صرف بجاالت بلکہ دیوانگی ہے۔ (سوالات کے

اعادہ کی حاجت نہیں، ناظرین خود جاری فرما سکتے ہیں)۔

اس کے بعد ہم اس آیت کریمہ کا بھی صحیح مطلب مشاہیر مفسرین اہلسنت کی تفسیر سے نقل کرتے ہیں ملحوظ

رہے کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض نے لفظ ”کتاب“ سے لوح محفوظ مراد لی

اور بعض نے قرآن پاک ظاہر ہے کہ جب لوح محفوظ مراد لی جائے گی (جیسا کہ تفسیر جلالین ص ۱۱۳ - و تفسیر جامع البیان ص ۱۱۳ - و تفسیر مدارک التنزیل ص ۱۸۶ - و تفسیر تیسیر الرحمن ص ۳۱۴ - وغیرہ میں ہے) تو آیت کریمہ کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم نے لوح محفوظ میں کوئی چیز نہ چھوڑی۔ پس اس صورت میں اس آیت کریمہ کو مسئلہ علم غیب سے کوئی تعلق ہی نہ ہو گا۔ اور نہ ہمارے مخالفین اس معنی کے اعتبار سے اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ ان کا استدلال صرف اس صورت میں ہے جب کہ کتاب سے قرآن پاک مراد ہو۔ لہذا ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ جن مفسرین نے کتاب سے قرآن پاک مراد لیا ہے انہوں نے اس آیت کا مطلب کیا سمجھا ہے آیا وہ جو ہمارے دوست رضا خاں نے سمجھا یعنی یہ کہ قرآن شریف میں ساری باتیں مذکور ہیں خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی، مفید ہوں یا غیر مفید حتیٰ کہ (معاذ اللہ) کیڑے مکوڑوں کا پاخانہ اور پیشاب بھی مذکور ہے۔

یا وہ معنی سمجھے ہیں جو باتبع مفسرین ہم سمجھتے ہیں (یعنی یہ کہ قرآن شریف میں دین الہی کی تعلیم ہے ہدایت کے اصول میں معارف کا بیان ہے، حقائق کا تبیان ہے، ملاحظہ ہو۔ تفسیر مدارک التنزیل میں ہے۔

”او الكتاب القرآن وقوله من شيء اعي من شيء يحتاجون اليه“ (مدارک ص ۱۸۶)

یعنی اس آیت میں ”یا کتاب سے قرآن عزیز مراد ہے تو اس صورت میں شے سے مراد وہی چیز ہے جس کے لوگ دینی معاملات میں محتاج ہوں۔ یعنی قرآن شریف میں دینی ضروریات کو نہیں چھوڑا گیا۔

تفسیر السعد میں ہے۔ اسی ما ترکنا فی القرآن شیئا من الاشياء المهمة۔ (ص ۱۸۹ - ج ۱)

یعنی ہم نے قرآن شریف میں (سب ضروری باتیں بیان کر دیں) کوئی چیز بھی ضروریات میں سے نہیں چھوڑی۔

تفسیر کبیر میں ہے۔ قوله ”ما فرطنا فی الكتاب من شيء“ ”یجب ان ہو کون

مخصوصا ببیان الاشياء التي یجب معرفتها والاحاطة بها“

”یعنی اس آیت کریمہ میں جو شے کا لفظ ہے (اس کو عام نہیں رکھا جاسکتا بلکہ) اس کا ان اشیاء کے

ساتھ خاص کر دینا واجب ہے جن کی معرفت ضروری ہو۔ اور جن کا علم لازمی ہو۔ یعنی آیت کریمہ کا صرف یہ

مطلب ہے کہ ہم نے قرآن شریف میں تمام وہ چیزیں بیان کر دیں جن کا جاننا لازمی ہے۔ ان میں سے

کوئی چیز نہ چھوڑی۔“

ہم یہاں بخوف طوالت صرف انہیں حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں اور ارباب انصاف کے لئے اسی قدر کافی سمجھتے ہیں۔

اس کے بعد ہم چوتھی آیت کریمہ (وکل شیء فصلناہ تفصیلاً کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس کا ترجمہ یہ ہے "ہم نے ہر چیز کی پوری تفصیل کر دی"۔

اس استدلال پر بھی ہمارے وہی اہل تین سوال ہیں جو پہلی دلیل پر وارد کئے جا چکے ہیں اور جن کا جواب: ہوا اور نہ انشاء اللہ ہو سکے گا۔ (ناظرین ان سوالات کو خود جاری فرمائیں)۔ ہاں اس کا صحیح مطلب تو اس کو ہم چند مختصر و مستند تفاسیر سے نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایا جائے۔

۱۔ تفسیر جلالین شریف میں ہے۔ (وکل شیء) یحتاج الیہ (فصلناہ تفصیلاً) یعنی ہم نے ہر ضروری چیز کی پوری تفصیل کر دی۔

۲۔ تفسیر جامع البیان میں ہے۔ (وکل شیء) مما تحتاجون الیہ (فصلناہ تفصیلاً) یعنی ہم نے ان تمام چیزوں کی پوری تفصیل کر دی جن کی ضرورت تم کو پڑتی ہے۔

۳۔ تفسیر مدارک شریف میں بھی یہی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ مدارک ص ۳۵۸۔

۴۔ تفسیر ابوالسعود میں ہے۔ (وکل شیء) تفتقرون الیہ فی المعاش و المعاد (ص ۳۰۶-ج ۶)۔ یعنی ہم نے ہر اس چیز کی پوری تفصیل کر دی جس کی تمہیں امر و معاد میں ضرورت ہے۔

۵۔ تفسیر کبیر میں ہے۔ (وکل شیء فصلناہ تفصیلاً) ای کل شیء بحکم الیہ حاجۃ الخ (ص ۳۰۶-ج ۵) یعنی ہم نے ان تمام چیزوں کی پوری تفصیل کر دی جن کی تم کو ضرورت ہے۔

یہاں بھی بقصد اختصار صرف انہی حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ واللہ الہادی الی سبیل الرشاد۔

مفسرین عظام کی ان تصریحات سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس آیت کریمہ کا بھی یہی مطلب ہے کہ قرآن عزیز

انسانی ضروریات کا کفیل ہے اس میں ضروری ضروری باتیں بیان کر دی گئی ہیں نہ یہ کہ اس میں حشرات الارض
 و زمین کے کیڑے مکوڑوں کی سوانح عمری ہو جیسا کہ ہمارے رضا خانی دوستوں کا خیال ہے۔ والعیاذ باللہ
 رب العالمین۔

آیت کریمہ نمبر ۳ (وکل شیئ احصیہ فی امام مبین)۔ نمبر ۵ یعنی (ولا حبتہ
 فی ظلمت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین) کے متعلق ہم صرف
 اس قدر عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں میں کتاب مبین سے لوح محفوظ مراد ہے۔ مفسرین اہلسنت
 نے تو اس کی تصریح کی ہی ہے۔ لیکن یہاں تو غضب یہ ہے کہ آپ کے قبلہ و کعبہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی
 بھی لوح محفوظ مراد لے رہے ہیں۔ دیکھو "انبار المصطفیٰ" ص ۳، سطر ۲۱، ۲۲۔ اگرچہ تقریباً تمام تفاسیر
 میں بھی یہی مذکور ہے۔ لیکن ہم خان والا شان کے فرمان عالی شان کے بعد کسی مفسر کی عبارت نقل کرنے کے
 ضرورت نہیں سمجھتے ۵

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

آیت کریمہ نمبر ۶ و نمبر ۷ کے متعلق ہم کچھ عرض کرنے کی حاجت نہیں سمجھتے۔ ناظرین خود فیصلہ فرمائیں۔
 کہ ان کو کہاں تک رضا خانیوں کے دعوے سے تعلق ہے۔ پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ "دلے حبیب در دستان
 محبت کے طبیب، یہ غیب کی خبروں میں سے ہے ہم تمہاری طرف اس کو وحی کرتے ہیں"
 دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ "پس وحی کی اپنے حبیب کی طرف جو کچھ کہ وحی کی"

غور فرمایا جائے کہ دعوے تو اتنا طویل و عریض کہ بیابانوں کے ذرہ ذرہ کا، سمندروں کے قطرہ قطرہ
 کا، درختوں کے پتہ پتہ کا، دریاؤں کی پھلی، عینک اور زمین کے ہر کیڑے مکوڑے کی حرکت و سکون کا، حتی کہ
 پائخانہ و پیشاب وغیرہ کا علم تفصیلی محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات شریف سے اکیاسی روز
 قبل عطا فرمادیا گیا۔ اور دلیل یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غیب کے
 خبروں میں سے کوئی خبر وحی فرمائی، یا یہ کہ وحی فرمائی جو کچھ کہ وحی فرمائی۔ سُبْحَانَ اللہ ! واہ
 سنے استدلال۔

قرآنی آیات کی بحث سے فارغ ہو کر اب ہم ان احادیث کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جن کا منہ
رضا خانیوں کی اس جعلی روئداد میں کیا گیا ہے۔ فاقول وبالله التوفیق۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت لفظ ترکنا رسول اللہ صلعم اللہ
کے متعلق سر دست صرف اس قدر لکھتے ہیں کہ یہ دعوے سے خاص ہے اور دعوے عام دلیل خاص سے ثابت
نہیں ہو سکتا۔ کما بین فی کتب الاصول۔

دوسری روایت جو جناب شب معراج کی پیش کی ہے اس کا ترجمہ آپ کے اصول پر یہ ہے: ”یہیں میں
جان لیا (اس شب معراج میں) جو کچھ کہہ چکا اور جو کچھ کہہ گا“ لہذا یہاں وہی سوال وارد ہو گا کہ اس سے
کل مراد ہے یا بعض؟ اگر کل مراد ہے تو یہ آپ کے دعوے سے عام ہے (جیسا کہ رضا خانیوں کے اساتذہ العظام
مولوی نعیم الدین صاحب نے در الکلمۃ الصلیا میں اس کا اعتراف کیا ہے) لہذا یہ دلیل خود آپ
کے بھی مذہب کے مخالف ہے اور آپ کے دعوے سے متخلف ہوگی۔

اور اگر اس سے بعض مراد ہے یعنی وہ جو اس وقت عند اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب
تھا تو وہ ہمارے مخالف نہیں وہ بعینہ ہمارا مذہب ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر اس روایت سے یہ علم محیط ثابت ہوگا
تو شب معراج میں ہجرت سے بھی بہت پہلے ماننا پڑے گا۔ اور آپ خود اس کے قائل نہیں۔ آپ صرف وفات شریف
سے اکیالیسی روز قبل اس علم محیط کی تکمیل مانتے ہیں۔ لہذا یہ روایت آپ ہی کے بیان کردہ مطلب کے اعتبار سے
آپ کے بھی مخالف ہے۔

تیسرے یہ کہ اس روایت کو تا قیامت صحیح نہیں ثابت کیا جاسکتا، صحیح ہونا تو وہ کہنا اس کی پوری اسناد
بھی نہیں بتلائی جاسکتی۔ راویوں کی جمع و تعدیل تو بعد کی چیز ہے۔ لیکن میاں صاحب افسوس! کہ آپ کے
سامنے ان چیزوں کا ذکر کرنا ہمارے نزدیک بھینس کے آگے بین بچانے سے کم نہیں۔ کاش کہ کسی ذی علم کا
مقابلہ ہوتا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت (قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم
الحديث) جس کا اضافہ اس رضا خانی روئداد کے صفحہ ۶۶ پر کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب بھی برگزیدہ نہیں کہ جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس وعظ میں رضا خانیوں کا تمام ماکان و مایکون بتلا دیا۔ کیوں کہ ظاہر ہے کہ حضور نے یہ تو بیان کیا ہی نہ ہوگا کہ شراب اس طرح بنائی جاتی ہے، جو ایوں کھیلا جاتا ہے، فلال وقت زید غسل خانہ میں جائے گا۔ فلال وقت پلخانہ میں، فلال وقت کلکتہ کے بازار میں گندم کا یہ نرخ ہوگا جو کا یہ نرخ ہوگا، ہندوستان میں ایک شہر بمبلی ہوگا اس میں ایک پاگل خانہ ہوگا اور اس میں فلال فلال پاگل ہوں گے۔

الغرض میرے نزدیک کوئی عقل مند اس کو گواہ نہیں کرے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر دنیا بھر کی ان خرافات کو بیان کیا ہو، بلکہ یہ کہنا ایک درجہ میں شان نبوت کی توہین کرنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کام کے لئے کثرت شریف نہیں لائے تھے بلکہ بعثت کی غرض دین الہی کی تعلیم تھی لہذا اس حدیث کا وہی مطلب ہوگا جو ہمارے اور آپ کے دونوں کے مسلم شیخ اشیشو شاہ عبدالحی صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں لکھا ہے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے الفاظ اس موقع پر یہ ہیں۔

”ای مما يتعلق بالدين اى کلیاتہ“

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وعظ میں بدء الخلق سے لے کر دخول جنت و دخول تک کی تمام وہ باتیں بیان فرمادیں جو دین سے متعلق تھیں اور اس کے بھی کلیات نہ ہر جزئی ”اکھد اللہ کہ اس دلیل کا فیصلہ ایسے کے قلم سے ہوا جس کے سامنے رضا خانی دم نہیں مار سکتے۔ فللہ الحجة السامیہ۔“

یہی شرح زرقانی کی عبارت ”اصحابہ صلعم جازمون باطلاعه علی الغیب“ اس کا جواب صرف اس قدر کافی ہے کہ یہاں غیب سے کل غیب تو نہ ہمارے نزدیک مراد ہو سکتے ہیں نہ ہمارے نزدیک۔ لہذا البعض غیب مراد ہوں گے۔ اور اس صورت میں یہ ثابت مدعا نہیں۔ پھر اس سے استدلال بقول مولوی احمد رضا خان صاحب ”نہ صرف جہالت بلکہ دیوانگی ہے“ اکھد اللہ کہ روئداد نویس صاحب نے جس قدر

سلطہ یہ اس لئے عرض کیا گیا ہے کہ رضا خانیوں کا ماکان و مایکون بھی دنیا سے نرالا ہے اللہ الشاہد کہ کسی تحریر میں اس کی تفصیل کی جائے گی۔
۱۔ اور یہی مطلب بعینہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ہے جس کا اضافہ رضا خانی روئداد کے صفحہ ۲ پر کیا گیا ہے۔

ثبوت کا اضافہ کیا تھا وہ تمام بھی پہلے ثبوت کی طرح ”ہباء منشوراً“ ہو گیا

وَحَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ۔



دیوبند اور بریلی کے اختلاف و نزاع پر

فیصلہ کن مناظرہ

میں

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلی کے تکفیری فتوے "حسام الحرمین" کے جواب میں جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کا وہ فیصلہ کن بیان جو برصغور نے ۱۳۵۲ھ (م ۱۹۳۳ء) میں لاہور میں ہونے والے ایک ایسے مناظرہ میں پیش کرنے کے لیے تیار کیا تھا جس کے لیے علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم پروفیسر علامہ صفیر علی رومی مرحوم اور شیخ صادق حسن امیر سہری (بیرسٹریٹ لا) محکم طے پائے تھے۔ یہ بیان پہلی دفعہ ۱۳۵۳ھ میں "معرکہ القلم" کے نام اور فیصلہ کن مناظرہ کے لقب سے شائع ہوا تھا۔

ناشر

انجمن ارشاد المسلمین

۱۴۔ بہاولپور روڈ، مرنگ لاہور

فہرست مضامین

عرضِ ناشر

بریلی کا تکبیری فقہ (ماضی اور حال)

تعارف اور منذرت

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نالوتوی پر انکارِ ختم نبوت کا ہستان

حضرت نالوتوی اور تفسیر "خاتم النبیین"

تخذیر المسائل کی عبارتوں کا صحیح مطلب

ایک عام فہم مثال سے مولانا نالوتوی کے مطلب کی توضیح۔

خاتم النبیین کی تفسیر میں مولانا نالوتوی کے مسلک کی تائید مولوی احمد رضا خاں کی تصریحات سے

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی پر تکذیبِ رب العزت

بغلِ جلالت کا ناپاک ہستان اور اس کا جواب

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر تنقیصِ شانِ سید الانبیاء صلی اللہ

علیہ وسلم کا ناپاک ہستان۔

خانصاحب بریلوی کا کراماتی اُلُو۔

مولانا خلیل احمد صاحب کی صفائی میں مولوی عبد السمیع و مولوی احمد رضا خانصاحب کی

زبردست شہادت

براہین قاطعہ پر مولوی احمد رضا خانصاحب کے دوسرے اعتراض کا جواب

براہین قاطعہ پر خانصاحب کے تیسرے اعتراض کا جواب

براہین قاطعہ پر خانصاحب کے چوتھے اعتراض کا جواب

حکیم الامت حضرت تھانویؒ پر توہینِ شانِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ہستان اور اس

کا جواب۔

۳۰۵

”حفظ الایمان“ کی عبارت اور اس کی توضیح۔

۳۰۵

”حفظ الایمان“ کی عبارت میں خانصاحب بریلوی کی تحریفات کی تفصیل۔

۳۰۷

عبارت حفظ الایمان کی مزید توضیح

۳۰۸

حفظ الایمان کے اہم مقدمات کا ثبوت خود خانصاحب کی تحریرات سے

۳۰۹

ہر مومن کو کچھ غیوب کا علم تفصیلی ضرور ہوتا ہے

۳۱۰

خانصاحب کے والد بزرگوار کو بھی غیب کا علم تھا

۳۱۰

خانصاحب کے نزدیک گدھے کو بعض غیوب کا علم

۳۱۱

دنیا کی ہر چیز کو بعض غیوب کا علم حاصل ہے

۳۱۲

عبارت حفظ الایمان کا ایک شالی نوٹ

۳۱۷

تکملہ۔ مصنف حفظ الایمان کی حق پرستی اور بے نفسی عبارت حفظ الایمان میں ترمیم کا اعلان

عرض ناشر

پاکستان کی آزاد مملکت کے قیام کے بعد اس بات کی شدید ضرورت تھی کہ پاکستانی مسلمان آپس کے اختلافات کو ختم کر کے اپنی تمام مساعی اس طرف مبذول کریں کہ اس نوزائیدہ مملکت کو استحکام و استقلال نصیب ہو اور یہاں کتاب و سنت کے مطابق پورا اسلامی نظام نافذ ہو جائے اور اس طرح تمام روئے زمین کی حکومتوں کے سامنے ایک مثالی اسلامی حکومت کا صحیح نمونہ پیش کیا جاسکے۔ مگر نہایت افسوس کے ساتھ کہ پڑتا ہے کہ اس اہم نصب العین کی طرف صحیح معنوں میں کوئی اقدام نہیں کیا گیا اور روحانی اور اخلاقی اعتبار سے ہم دن بدن اور گرتے چلے جا رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں سیاسی لیڈروں اور سیاسی جماعتوں اور ان کے کارکنوں نے اور حکومت کے ذمہ دار عمدہ داروں نے ہر دور میں جو کچھ کیا اور جس طرح ملک کو ہر لحاظ سے تباہ و برباد کیا وہ تو ایک ظاہر حقیقت ہے، فی الحال مجھے اس کے بارے میں کچھ کہنا مقصود نہیں بلکہ دین اور علم دین کی طرف منسوب لوگوں نے جو کچھ کیا ان کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں۔ اگرچہ اس میں بھی شک نہیں کہ علماء کرام اور دیندار مسلمانوں کے ایک طبقہ نے اس عرصہ میں مسلسل کوششیں کی ہیں کہ اس ملک کا آئین قرآن و سنت کے مطابق بن کر نافذ ہو جائے اور پاکستان ایک صحیح اسلامی ریاست بن جائے اور انہوں نے تمام توجہات اسی ایک ہی مقصد کی طرف مبذول کی ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ علماء و کھلانے والے کچھ لوگ ایسے بھی اس ملک میں موجود ہیں جنہوں نے اس نصب العین سے عام مسلمانوں کی توجہات ہٹانے کے لئے دوسرے مشاغل اختیار کئے اور علماء بحق کو بھی ان فضول مشاغل میں الجھانے اور صحیح کام سے نکلانے کی کوششیں کی ہیں۔ چنانچہ ان ”اللہ کے بندوں“ نے دیوبندی بریلوی نزاع و اختلاف کو ہر دور میں اور ملک کے ہر گوشہ میں تازہ رکھا۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس ملک

میں ٹھوس بنیادوں پر دینی علوم اور دینی مسائل کی ترویج و اشاعت اور اسلامی نظام کے لئے علمی اور عملی جدوجہد کا کام دہ علماء کرام کر رہے ہیں جو دارالعلوم دیوبند کے ساتھ یا تو براہ راست تلمذ و عقیدت کا تعلق رکھنے والے ہیں، یا بالواسطہ اکابر علماء دیوبند کے ساتھ وابستہ اور ان کے متفقہ ہیں۔ لیکن ان علماء حق کے راستوں میں روڑے اٹھانے کے لئے اور قوم کا تعلق ان سے توڑنے کے لئے کچھ بندگانِ شکم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ علماء دیوبند کے خلاف ملک میں مستقل محاذ قائم رکھیں اور تکفیر و تفسیق کے تیروں سے ان کو نشانہ بناتے رہیں۔ عام مسلمان اپنی نادانی اور حقیقت حال سے بخبری کی بنا پر محرابِ دمنبر پر جلوہ گر ان داعطانِ خوش گلو کے دامِ فریب میں پھنس جاتے ہیں اور ان علماء ربانین اکابرہ علمائے دیوبند کے بارے میں بدظن ہوتے ہیں جن کی مجاہدانہ کوششوں اور دینی اور علوم دینی کی خدماتِ جلیلہ کی برکت سے آج ہندو پاکستان میں اسلامی روایات اور اسلامی علوم باقی ہیں۔ یہ داعطانِ حق ناشناس اور سود گردانِ مناجح دین و ایمان جس بہتان تراشی اور بہت طرازی سے کام لے کر اہل حق کے خلاف فضا کو ناسازگار کر کے اور ان کو دینی مقاصد میں ناکام بنانے کی سعی کر رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس کی حقیقت کھول کر ناواقف مسلمانوں کو اس دھوکہ اور فریب سے بچایا جائے۔ دیوبندی بریلوی اختلاف نہایت ہی عجیب قسم کا اختلاف ہے۔ یہ چند دینی مسائل کے فہم و تعبیر میں باہم علمی اختلاف نہیں بلکہ ناظرین کو جیسا کہ آئندہ ادران کے مطالعہ سے معلوم ہوگا اس کی اصلیت اور تاریخ صرف یہ ہے کہ۔

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے علماء دیوبند کی طرف بعض کافرانہ عقیدے منسوب کر کے دعویٰ کیا اور فتویٰ دیا تھا کہ

”چونکہ ان کے یہ عقیدے ہیں اس لئے وہ قطعی کافر ہیں، ایسے کافر کہ جو شخص ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی ویسا ہی کافر ہے“

اس کے جواب میں علماء دیوبند اسی وقت سے برابر کہہ رہے اور لکھ رہے ہیں کہ ”ہم پر کھن بہتان ہے، ہمارے ہرگز یہ عقیدے نہیں ہیں بلکہ جس کسی کے بھی ایسے ناپاک عقیدے ہوں ہم خود اس کو کافر اور اسلام سے خارج سمجھتے ہیں“ اور مولوی احمد رضا خان صاحب نے ہماری جن عبارتوں کا حوالہ دیا ہے ان کا ہرگز وہ مطلب نہیں ہے بلکہ ان کا مطلب یہ ہے جو تصریحات کتاب و سنت اور عقائد اہلسنت کے ہرگز خلاف نہیں ہے اور علماء دیوبند اپنے اس دعویٰ کا نہایت

صاف اور روشن ثبوت بھی دیتے ہیں۔ جس کی ایک مثال یہ رسالہ (فیصلہ کن مناظرہ) بھی ہے۔

ظاہر ہے کہ علماء دیوبند کے اس جواب کے بعد اس اختلاف کو عقیدہ کا اختلاف نہیں کہا جاسکتا اور مسائل میں اس اختلاف کے اب تک باقی رہنے کی کوئی وجہ اس کے سوا سمجھ میں نہیں آسکتی کہ کچھ لوگوں نے مسلمانوں میں اس اختلاف کے باقی رکھنے اور اس بنیاد پر ان کو آپس میں لڑانے کو اپنی روزی کا ذریعہ بنا لیا ہے اور اب یہی ان کا ناجائز پیشہ ہے۔

شاید بہت سے لوگ ناواقفی سے یہ سمجھتے ہوں کہ میلاد، قیام، عرس و قوالی، فاتحہ، تیجہ، دسواں برس، چالیسواں، برسی وغیرہ رسوم کے جائز و ناجائز اور بدعت و غیر بدعت ہونے کے بارہ میں مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں جو نظریاتی اختلاف ہے یہی دراصل دیوبندی و بریلوی اختلاف ہے مگر یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے درمیان ان مسائل میں یہ اختلاف تو اس وقت سے ہے جب کہ دیوبند کا مدرسہ قائم بھی نہیں ہوا تھا اور مولوی احمد رضا خان صاحب پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے ان مسائل کے اختلاف کو ”دیوبندی بریلوی اختلاف“ نہیں کہا جاسکتا۔

علاوہ ازیں ان مسائل کی حیثیت کسی فریق کے نزدیک بھی ایسی نہیں ہے کہ ان کے ماننے نہ ماننے کی وجہ سے کسی کو کافرا یا اہلسنت سے خارج کہا جاسکے۔ یہی وجہ ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب اور ان کی خاص ذریت کے علاوہ ہندوستان کے بہت سے علماء اور بہت سے علمی حلقے ایسے ہیں جن کی تحقیق اور رائے ان مسائل میں علماء دیوبند کی تحقیق سے مختلف ہے مگر اس کے باوجود ان میں سے کوئی بھی دوسرے کی تکفیر یا تصفیق نہیں کرتا۔ بلکہ آپس میں عقیدت اور احترام کے تعلقات ہیں جیسے کہ علماء بریلوی کے درمیان ہونے چاہئیں۔ اس کی مثال میں حضرات علماء فرنگی محل (لکھنؤ)، حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا معین الدین صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد سجاد صاحب ہماری حرم جیسے بہت سے علماء کرام اور علمی سلسلوں اور خاندانوں کا نام لیا جاسکتا ہے۔ ان حضرات کا مسلک حضرات علماء دیوبند کے مسلک سے مختلف تھا لیکن جاننے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ احترام میں کوئی فرق نہ تھا اور اب بھی یہی صورت ہے الغرض ان مسائل کے اختلاف کو ”دیوبندی بریلوی اختلاف“ سمجھنا صحیح نہیں ہے۔

دیوبند و بریلوی کا اصل اختلاف و نزاع جیسا کہ عرض کیا گیا وہی ہے جو مولوی احمد رضا خان صاحب کے تکفیری فتوؤں سے پیدا ہوا ہے اور ناظرین کو معلوم ہو چکا کہ وہ کس قدر بے بنیاد ہے کیونکہ جن عقائد کو بنیاد قرار دے کہ مولوی

احمد رضا خان صاحب نے حضرات علماء دیوبند کی تکفیر کی تھی وہ حضرات ان عقیدوں سے نہ صرف تبری اور تخاصی کرتے ہیں بلکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایسے عقیدے رکھنے والا خود ہمارے نزدیک بھی کافر ہے اور مولوی احمد رضا خان صاحب کے خلاف انصاف کی عدالت میں عرصہ دراز سے ان کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے ہماری طرف بالکل بے اصل فتوؤں کی نسبت کر کے اور ہماری عبارتوں میں ناجائز قطع و برید کر کے اور ان کو توڑ مروڑ کے ہم پر یہ بہتان لگائے ہیں اور وہ اپنے اس دعویٰ کا نہایت روشن اور ناقابل تردید ثبوت بھی دے چکے ہیں۔ اور یہ رسالہ بھی اس سلسلہ کی آخری فیصلہ کن کتاب ہے۔

الغرض مسلمانوں کی اس بد قسمتی پر کس قدر ماتم کیا جائے اور ان کی اس سادہ لوحی اور بیوقوفی پر کتنا رونا جائے کہ ایسا بے بنیاد اختلاف اپنی وسعت اور پھیلاؤ اور مضرت کے لحاظ سے ان کے سب سے بڑا اختلاف ہوا ہے ہندوستان پاکستان میں مسلمانوں کی بہت ہی کم خوش نصیب بستیاں ہوں گی جہاں کے مسلمان اس بے بنیاد دیوبندی بریلوی اختلاف کی نحوست اور تباہ کاری سے بالکل محفوظ ہوں۔

اس اختلاف کو بے حقیقت اور بے بنیاد ثابت کرنے اور عام مسلمانوں پر واضح کرنے کے لئے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے علماء دیوبند کی طرف کافرانہ عقائد کی نسبت کر کے ان کی تکفیر کی ہے وہ ہرگز ان حضرات کے عقائد نہیں ہیں۔ علماء دیوبند کی طرف سے اس سلسلہ میں بہت کچھ کہنا اور لکھا گیا ہے۔ لیکن اب ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء میں اسی موضوع پر لاہور میں ہونے والے ایک ایسے مناظرہ میں پیش کرنے کے لئے (جس کا فیصلہ دینے کے لئے علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم اور ان کے ساتھ دو اور ایسی ممتاز شخصیتوں کو حکم بھی تسلیم کر لیا گیا تھا) جو ایک مفصل بیان محمد دم و دم مولانا محمد صاحب نعمانی مظلہ نے علماء دیوبند کی طرف سے تیار کیا تھا جو بعد میں ”فیصلہ کن مناظرہ“ کے نام سے مستقل رسالہ کا شکل میں بھی شائع ہو گیا تھا۔ بلاشبہ اس موضوع پر وہ حریف آخر ہے اور سچ یہ ہے کہ اس نے اس اختلاف کے باقی رہنے کے لئے ذرہ برابر بھی گنجائش نہیں چھوڑی ہے۔

مدت دراز سے یہ بیان نایاب تھا اور ملک کے خاص حالات کی وجہ سے اس کی اشاعت کی خاص ضرورت بھی نہ تھی۔ مگر اب پاکستان کے مختلف شہروں میں اس فتنہ کے علمبردار جنہوں نے اسی فتنہ انگیزی کو اپنا پیشہ اور معاشی ذریعہ بنالیا ہے) پھر اس دفر شدہ فتنہ کو اکھاڑ رہے ہیں اور ملک کے مختلف حصوں سے اس آگ کے بھڑکنے کی اطلاعیں آرہی ہیں اسی آگ کو بجھانے اور نزاع کو ختم کرنے کے لئے ضرورت تھی اس سلسلہ کو بھر شائع کیا جائے۔ چنانچہ مسلمانوں میں اتحاد و

اتفاق کی فضا پیدا کرنے اور باہمی شقاق و خلاف کو دور کرنے کے ارادہ نیک اور اصلاح احوال کے جذبہ کی بنا پر ہمارا ادارہ اسے شائع کر رہا ہے۔

کچھ عرصہ پہلے مصنف ممدوح نے اس فتنہ کے متعلق ایک نہایت مفید اور بصیرت افروز مضمون بھی ”الفرقان“ میں شائع کیا تھا ہم نے مناسب سمجھا کہ ”مقدمہ“ کے طور پر اس کو بھی کتاب میں شامل کر دیں۔ اس ”پیش لفظ“ کے بعد ناظرین کرام اسی کو پڑھیں گے۔ اس کے بعد مولانا نعمانی ہی کے قلم سے صفحہ ۲ پر ”تعارف و معذرت“ کے عنوان سے ایک تعارفی نوٹ ہے۔ بعد ازاں صفحہ ۲۷ سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ناظرین: اس سے فائدہ پہنچائے اور اس فتنہ کے فروغ ہونے کا اس کو ذریعہ بنائے۔

واللہ شہ آدلاً و آخراً



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بریلی کا تکفیری فتنہ

ماضی اور حال

اس دنیا میں بعض واقعات اس قدر عجیب و غریب اور بعید از قیاس ہوتے ہیں کہ عقل ہزار سر مارے مگر ان کے کوئی معقول توجیہ کرنے سے عاجز ہی رہتی ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام اور ان کی دینی دعوت کے ساتھ ان کی قوموں نے عام طور سے جو سلوک کیا وہ بھی دنیا کے ایسے ہی عجیب و غریب اور بعید از قیاس واقعات میں سے ہے۔ خود اس دنیا کے پیدا کرنے والے اور چلانے والے خالق و پروردگار نے کتنے عجیب انداز میں اس پر حسرت کا اظہار کیا ہے۔

يَحْزَنُهُ عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ (سورہ زمرہ)

مثال کے طور پر صرف خاتم النبیین سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سرگزشت کو اس نفرت و حسرت کی کتابوں میں دیکھ لیا جائے۔

آپ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے، وہیں پلے بڑھے، بچپن ہی سے صورت میں دل کشی و محبوبیت اور عادات میں معصومیت تھی اس لئے ہر ایک محبت و احترام کرتا تھا۔ گویا آپ پوری قوم کو پیارے اور اس کی آنکھ کے تارے تھے پھر جب عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے صورت و سیرت کی اس محبوبیت و معصومیت کے ساتھ نبوت کا کمال اور رسالت کا جلال و جمال بھی عطا فرمایا، جس کے بعد سیرت اور زیادہ بلند ہو گئی۔ زبان سے علم و حکمت کے چشمے پھوٹنے لگے اور پیدائشی حسین و جمیل چہرہ میں اب نبوت کا نور بھی چمکنے لگا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف

لے ہائے کیسی حسرت ہے ان بندوں پر، ہماری طرف سے جو رسول بھی ان کے پاس پہنچے یہ ان کے ساتھ تسخیر

اور استغناء سے ہی پیش آئے۔

سے حکم ہوا کہ اپنی قوم کو توحید اور اسلام کی دعوت دیں۔ آپ نے پورے اخلاص اور کامل محبت اور انتہائی حکمت کے
 درد اور سوز سے بھری ہوئی اس آواز میں جس سے پتھر بھی متاثر ہوتے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اپنی قوم کے سامنے توحید اور اسلام
 کی وہ دعوت پیش کی جس کا حق اور معقول ہونا اور آپ کی قوم اور ساری انسانیت کیلئے سرسبز رحمت ہونا گویا بالکل بری
 تھا۔ عقل کا فیصلہ اور قیاس کا تقاضا یہی تھا کہ پوری قوم جو پہلے ہی سے آپ کی گرویدہ تھی اور آپ کو صادق و امین
 سمجھتی اور کئی تھی وہ آپ کی اس دینی دعوت پر ایک زبان ہو کر لبیک کہتی اور پروانہ دار آپ پر ٹوٹ پڑتی اور کم از کم
 مکہ میں تو ایک بھی مکذّب اور مخالف نہ ہوتا۔ لیکن ہوا یہ کہ گنتی کے چند سعادت مندوں کے سوا ساری قوم آپ کی تکذیب
 اور مخالفت پر متفق ہو گئی، ہم ہمیشہ سے صادق و امین کہتے اور عقیدت کے پھول چڑھاتے تھے وہی شاعر و مجنون اور
 ساحر و کذاب کہنے لگے اور آپ کے خلاف نفرت و عداوت کی آگ بھڑکانا ان کا محبوب ترین مشغلہ بن گیا۔ پھر تو قریباً
 دس سال تک آپ کے ان ہی جاننے پہچاننے والوں نے اس قدر ستایا اور ایسی ایسی کمینہ حرکتیں کیں کہ خود ارشاد فرماتے
 میں۔ مَا أُوْدِي فِي اللَّهِ أَحَدٌ مِّثْلَ مَا أُوْدِيَتْ ۝ اللہ کی راہ میں اس کے کسی بندہ کو
 کبھی اتنا نہیں ستایا گیا جتنا کہ مجھے ستایا گیا ہے۔

بے چاری عقل حیران ہے، ایسا کیوں ہوا؟ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ان دنوں مکہ میں دماغوں کو خواب کر کے
 آدمیوں کو پاگل بنا دینے والی کوئی خاص ہوا چلی تھی جس کے اثر سے ساری قوم کی قوم پاگل ہو گئی تھی اور آپ کے ساتھ
 یہ جو کچھ اس نے کیا وہ پاگل پن کے درجے سے کیا۔

اسی کی دوسری مثال امت میں لیجئے! حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور
 حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہم اجمعین) یہ چاروں بزرگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیل القدر صحابی ہیں۔
 اور اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ سے کچھ بھی واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ اللہ و رسول
 کے ساتھ اور ان کے مقدس دین کے ساتھ ان چاروں بزرگواروں کی وفاداری اور ان کا اخلاص ہر قسم کے
 شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اللہ کے ان صادق بندوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان جان نثاروں نے
 حضور کے زمانہ میں اور آپ کے بعد اسلام کے لئے جو کچھ قربانیاں کیں اور اللہ کے مقدس دین کی جو خدمات
 انجام دیں وہ آفتاب سے زیادہ روشن اور دنیا کے زیادہ سے زیادہ مشہور و مستحکم واقعات سے زیادہ مستحکم و مستند

ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے مواقع پر اپنے ان چاروں جان نثاروں کی خدمات اور قربانیوں کا جس محبت اور قدردانی کے ساتھ احترام فرمایا اور ان کے مقبول اور جنتی ہونے اور جنت میں بھی اپنے پاس اور اپنے ساتھ رہنے کی بار بار جو شہادتیں اور بشائرتیں دیں وہ اپنے قاتل کی دھڑ سے قریب قریب ایسی ہی یقینی اور نامقابل شک ہیں جیسا کہ عقیدہ توحید و عقیدہ قیامت اور نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے ہونا قطعاً غیر مشتبہ اور یقینی ہے۔

لیکن غور کیجئے اس امت کی تاریخ کا یہ کیسا عجیب و غریب اور ناقابل فہم واقعہ ہے کہ اسلام کے بالکل ابتدائی دو ہی میں خود مسلمانوں میں ایسے متغیر فرقے پیدا ہوئے جن کی خصوصیت اور جن کا امتیاز صرف یہی ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان حلیل القدر اور ممتاز صحابہ کے ایمان ہی سے انکار تھا اور وہ (معاذ اللہ) ان کو کافر و منافق اور گمراہ زنی کہنے پر مصرتھے۔ اور اب تک بھی یہ فرقے دنیا میں موجود ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ مسلمانوں کے قدیم ترین فرقہ شیعہ کی خصوصیت اور امتیاز ہی یہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عداوت و بدگوئی اور ان کے مومن و مخلص ہونے سے انکار، ان کے مذہب کی بنیاد یا کم از کم ان کا مذہبی شعار ہے اور اس معاملہ میں ان کا غلو اور جنون اس حد کو پہنچا ہوا ہے کہ ان کے بہت سے چوٹی کے مہذب "اور تعلیم یافتہ افراد" تہذیب و ادوار کے اس دور میں بھی اپنے اس حال کے اظہار سے نہیں شرماتے کہ ان بزرگوں کی تعریف و مدح میں کسی اور کا بھی کچھ کہنا ان کے لئے ناقابل برداشت ہے اور اسی کے برعکس ان پاک ہستیوں پر تبرّابازی ان کا محبوب ترین مشغلہ اور ان کے نزدیک کارِ ثواب ہے۔

ناطقہ سرگرمیوں کے لیے کیا کہتے!

خلافت عقل مجاہدانہ کی بجائیں کو تو چھوڑ دیجئے اور پھر ٹھنڈے دل سے غور کیجئے کہ کیا کسی کی عقل بھی ان لوگوں کے اس طرز عمل کی کوئی معقول توجیہ کر سکتی ہے؟

کون کہہ سکتا ہے کہ اس فرقہ والے سب پاگل اور عقل عالم سے محروم ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ان میں بڑے بڑے تعلیم یافتہ، بڑے دانشور اور ایک سے ایک ذہین و فطین ہر دور میں رہے ہیں اور آج بھی موجود ہیں بلکہ اس فرقہ کے جن ممتاز عالموں اور مصنفوں نے خاص اسی موضوع (مطالعہ خلفاء ثلاثہ) پر ضخیم ضخیم کتابیں لکھی ہیں ان

کہ وہی کتابیں شاہد ہیں کہ نہ وہ پاگل ہیں نہ بے خبر جاہل ہیں، بلکہ — اَصْلَهُ اللّٰهُ عَلَّمَ عَلَیْہِ — قابلِ عبرت نمونہ ہیں۔

یہی حال ان کے اصل حریف اور مد مقابل فرقہ یعنی خوارج و نواصب کا ہے۔ ان بد بختوں کے نزدیک سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ (معاذ اللہ) ایسے بد دین، اس درجہ کے دشمن اسلام، ایسے مجرم اور گمراہ تھے کہ ان کو ختم کر دینا نہ صرف کارِ ثواب بلکہ ان کے قاتل کے جنت میں پہنچنے کا یقینی ذریعہ تھا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ جب شقی ابن طحتم نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تلوار سے وار کیا اور اس کو معلوم ہو گیا کہ وار بھر پور پڑا اور حضرت مجددِ روح کی زندگی ختم کر دینے کے اپنے منصوبہ میں وہ کامیاب ہو گیا تو گرفتار ہونے کے باوجود وہ کہتا تھا کہ "خُذْتُ وَرَبَّ الْکُتُبِ"۔ اس بد بخت کا مطلب یہ تھا کہ سیدنا علی کو خاک و خون میں تڑپا کے اور ان کی شمعِ حیات کل کیلے میں لے نجات اور جنت حاصل کرنے کا سامان کر لیا، اور خواہ اس زندگی میں اب کچھ پر کچھ بھی گزرے لیکن مرنے کے بعد آخرت کی کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی میں میرا یہ عمل مجھے جنت میں ضرور پہنچا دے گا، — بتلایے! کہ عقل بے چاری اس گمراہی اور عقل باختگی کی کیا توجیہ کرے؟ — جو لوگ تاریخ کے ذریعہ ابن طحتم اور اس کے فرقہ کے حالات سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ فرقہ بھی پاگلوں اور اُن پڑھ جاہلوں کا فرقہ نہ تھا بلکہ ان میں بہت سے اچھے خاصے علم و فہم والے بھی تھے۔

اصل بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص حب مال یا حب جاہ یا ایسے ہی کسی اور غلط جذبہ کے تحت کسی معاملہ میں اللہ کی ہدایت کی بجائے اپنے نفس کی خواہشات اور اپنے ذاتی جذبات و خیالات کی پیروی کا فیصلہ کر لیتا ہے تو کم از کم اس خاص معاملہ میں خدا ترسی و حق بینی کی صلاحیت اور فہمِ سلیم کی دولت اس سے چھین لی جاتی ہے۔ اور پھر بظاہر عقل و ہوش رکھنے کے باوجود اس سے اس معاملہ میں ایسی ایسی حرکتیں سرزد ہوتی ہیں کہ عقلِ سلیم ان کی کوئی توجیہ بھی نہیں کر سکتی۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق قرآن کا بیان ہے۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ اُذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا اُولٰٓئِكَ حَالَتْ اَسْمَامُ بَلْ هُمْ اَصْلٰٓفٌ

یعنی ان کے دل ہیں مگر یہ ان سے سمجھتے نہیں، ان کے کان ہیں مگر یہ ان سے سنتے نہیں، ان کی آنکھیں ہیں مگر یہ ان سے دیکھتے

نہیں، یہ تو بس جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے اور زیادہ گمراہ ہیں۔

عقل و خود کی گراہی کی ایسی مثالیں اسلامی تاریخ کے بعد کے دوروں میں بھی بکثرت ملتی ہیں اور مختلف زمانوں میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے اپنے زمانہ کے اچھے سے اچھے اور نہایت نیک سیرت بندوں کی عداوت و دشمنی و بدگوئی و ایذا رسانی کو اپنا خاص شغل بنایا۔ بلکہ شاید امت کے اکابر و ائمہ میں سے شاذ و نادر ہستیاں ہی ایسی ہوں گی جن کو نبوت کی اس میراث سے حصہ نہ ملا ہو۔

شیخ تاج الدین سبکیؒ نے ”طبقات الشافعیۃ الکبریٰ“ میں رنج اور غصہ کے ساتھ لکھا ہے۔

ما من امام الا وقد
طعن فیہ طاعنون
واملک فیہ هالکون۔
امت کا کوئی امام ایسا نہیں ہے جس کو حملہ کرنے والوں نے اپنے حملوں کا نشانہ نہ بنایا ہو اور جس کی شان میں گستاخیاں کر کے ہلاک ہونے والے ہلاک نہ ہوئے ہوں۔

اس وقت جس افسوسناک اور تکلیف دہ واقعہ کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے وہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ حقیقتوں کا پورا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے لیکن جہاں تک بشری معلومات اور اطلاعات کا تعلق ہے اپنے دل کے پورے اطمینان کے ساتھ اور بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ و شاہ عبد العزیزؒ کے بعد تیرہویں صدی ہجری (اور انیسویں صدی عیسوی) میں ان کے اخلاف و وارثین حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ و حضرت حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے رفقاء نے اللہ کی راہ میں جو قربانیاں دیں اور اسلام کے فروغ اور اس کی سرسبزی کے لئے جو محنتیں کیں، یہاں تک کہ بالاکوٹ کے معرکہ میں اسی راہ میں اپنی جانیں بھی قربان کر دیں۔ اور پھر ان کی انہ مختوں اور قربانیوں کا یہاں کے مسلمانوں پر جو اثر پڑا اور اس ملک میں دین کی جو تجدید و ظہور میں آئی اور صلاح و تقوٰے اور تقویٰ باللہ اور روح جماد اور اتباع سنت کی صفات کو جو نئی زندگی اس ملک میں ملی اور ان صفات میں خود ان ہندگوں کا جو حال تھا، ان سب چیزوں کو پیش نظر رکھنے کے بعد اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ یہ حضرات اس دور میں اللہ تعالیٰ کے خاص مقبول بندوں میں سے تھے۔

پھر بعد کے دور میں (یعنی تیرہویں صدی کے آخر اور چودھویں صدی ہجری کے شروع میں) ان ہی مجاہدین ملت اور مصلحین امت کے علی و روحانی وارثین حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد

گنگوہیؒ اور ان کے خاص رفقا کو اللہ تعالیٰ نے اس ملک میں اپنے مقدس دین کی حفاظت و خدمت کی جو توفیق دی اور ان کی جد و جہد سے توحید و سنت اور عام اسلامی تعلیمات کی اس ملک میں جو اشاعت ہوئی اور علم و عمل اور عیش و فانیست کی جامعیت کے لحاظ سے خود ان بزرگوں کا جو حال تھا، اور یہ مبارک صفات ان کے ذریعہ امت کے مختلف طبقات میں جس وسیع پیمانہ پر پھیلیں، ان سب چیزوں کو اور ان کے اثرات و ثمرات کو آنکھوں سے دیکھنے کے بعد دل کو اس میں ذرا شبہ نہیں رہتا کہ حضرات اس دور کے خاصانِ خدا میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خدمت اور توحید و سنت کی اشاعت کے لئے، اور ان کے قلوب کو اپنے خاص تعلق کے واسطے چن لیا تھا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین کی وراثت و نیابت میں ان بندگانِ خدا کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ اسی دور میں کچھ ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے جنہوں نے ان حضرات کو بدنام کرنا اور ان پر جھوٹی تہمتیں لگانا کہ مسلمانوں میں ان کے خلاف نفرت پیدا کرنا اپنا مشغلہ بنالیا۔

تیرہویں اور چودھویں صدی کے ان مجاہدین فی سبیل اللہ اور محافظینِ سنت و شریعت و مصلحینِ امت کے خلاف فتویٰ بازی اور فتنہ انگیزی و افتراء پر دازی میں اس دور کے جن صاحب نے سب سے زیادہ حصہ لیا اور جو ”ذَٰلِذِی قَوْلٍ جَبَّوْهُ“ کے مصداق ہیں وہ بیریلی کے مولوی احمد رضا خان صاحب ہیں جو اپنی اس تکفیر بازی ہی کی وجہ سے یہ مقام حاصل کر چکے ہیں کہ ایمان والوں کی بے پناہ تکفیر کی مثال میں عام طور سے ان ہی کا نام بطور ”مذبذب المثل کے زبانوں پر آتا ہے۔“

ان خان صاحب نے پہلے تو عرصہ تک حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کو اپنی بدگوئی و کفر بازی کا نشانہ بنایا اور اپنے رسالوں اور فتوؤں میں ایسے ایسے گندے اور خبیث عقیدے ان کی طرف منسوب کئے جن کی نقل سے بھی ایمانی روح لرزتی ہے۔ برسوں ان بزرگوار کا یہی مشغلہ رہا۔ ایک ایک رسالہ اور فتوے میں راہِ خدا کے اس شہید کو ستر ستر اور پچتر پچتر وجہ سے کافر ثابت کر کے یہ اپنے شوقِ تکفیر کا مظاہرہ کرتے رہے۔

اس کے بعد انہوں نے اسی ولی اللہی خاندان کے علی و روحانی وارثین حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ وغیرہ اکابرِ جماعت دیوبند کو اپنی مشی بستم کے لئے انتخاب کیا اور پھر زندگی بھر ان ہی بزرگوں کی بدگوئی اور تکفیر کر کے ان کے حسنات میں اضافہ اور درجات میں ترقی کا سامان کرتے رہے۔

الغرض مولوی احمد رضا خان صاحب نے ان علماء حرمین کے سامنے جو اصل واقعات سے بالکل بے خبر تھے اور انہوں نے زبان سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے ان اکابر جماعت دیوبند کی وہ کتابیں بھی نہیں پڑھ سکتے تھے جن کی طرف مولوی احمد رضا خان صاحب نے انکار ختم نبوت وغیرہ کفریہ مضامین منسوب کئے تھے۔ اپنا یہ جعلی فتوے اس انداز میں اور اس تہمت سے پیش کیا کہ گویا ہندوستانی مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت اب بس اس فتوے سے اور اس پر علماء حرمین کی تصدیقی مہریں لگ جائیں گے و البتہ ہے۔ اگر یہ نہ ہوا تو گویا وہ سب شدتھی اور مرتد ہو جائیں گے۔ ————— فحود بالہ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔

مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے بہت سے نیک دل علماء نے مولوی احمد رضا خان صاحب کی ان سب باتوں کو واقعہ سمجھا اور اس کے بعد جیسا کہ ان کو چاہئے تھا انہوں نے پورے دینی جوہش کے ساتھ اس تکفیری فتوے پر تصدیقی لکھ دیں۔ لیکن بعض اہل فراست کو اپنی ایمانی فراست سے اور بعض کو دوسری اطلاعات سے اس معاملہ میں شک ہو گیا اور انہوں نے احتیاط طریق اور اس چال میں پھنسنے سے بچ گئے۔

قصہ مختصر یہ جعلی فتویٰ جس کی بنیاد محض غلط بیانی اور افتراء پر دہازی پر تھی ہندوستان لاکر "حسام الحرمین" کے نام سے شائع کیا گیا اور ایک شور و ہنگامہ برپا کر دیا گیا کہ ہندوستان کے ان مشاہیر علماء کرام اور جماعت دیوبند کے اکابر عظام (حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری، اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی) کے متعلق مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے علماء برہمچتیں نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے کہ (معاذ اللہ) یہ سب ایسے قطعی کافر اور مرتد ہیں کہ جو شخص ان کے کافر اور ناری ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر اور جہنمی ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی اس چال نے ہندوستانی مسلمانوں میں ایک طوفانی فتنہ کھڑا کر دیا اور شاید ہزاروں یا لاکھوں سادہ دل بندے جو مولوی احمد رضا خان صاحب کی فتوے بازی سے بالکل متاثر نہ تھے، علماء حرمین کے نام سے اس فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ ہمارے وہ بزرگ جن کی تمام تر توجہ اس وقت ہندوستان میں اسلام کی حفاظت کے بنیادی کاموں درس و تعلیم اور اصلاح و تربیت وغیرہ پر مرکوز تھی اور جنہوں نے مولوی احمد رضا خان صاحب

لے اس کی پوری تفصیل رسالہ "الشباب الثاقب" میں دیکھی جاسکتی ہے۔ جو انجمن ارشاد السلیین کی طرف سے جدید اضافوں

اور طویل مقدمہ کے ساتھ طبع ہو چکی ہے۔

کی تکفیری سرگرمیوں کی طرف کبھی کوئی توجہ نہیں کی تھی بلکہ ایسے لوگوں سے ابھنا اور ان کی افراط پر دازیوں کا جواب دینا بھی جن کے اصول اور ذوق کے خلاف تھا جب انہوں نے دیکھا کہ اللہ کے بندوں کو کھلم کھلا حرمین کے ناموں سے دھوکہ دیا جا رہا ہے اور وہ بیچارے اس قریب میں آگے فتنہ میں مبتلا ہو رہے ہیں تو ان حضرات نے بھی اس قریب کا پردہ چاک کر کے اصل حقیقت کا ظاہر کرنا اپنے لئے ضروری سمجھا۔ چنانچہ حسام الحرمین میں جن چار مذکورہ عہدہ بزرگوں کی طرف عقائد کفریہ منسوب کر کے تکفیر کی گئی تھی ان میں سے جو دو بزرگ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اور مخدوم المدت حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہانپوریؒ اس وقت اس دنیا میں رونق افروز تھے انہوں نے اسی زمانے میں اپنے بیانات دیئے، جن میں ان کفریہ عقائد سے اپنی برائت ظاہر کی اور صاف لکھا کہ

”حسام الحرمین“ میں ہماری طرف جو عقائد مولوی احمد رضا خان صاحب نے منسوب کئے ہیں وہ ان کا ہم

پر محض افرا ہے۔ ایسے عقیدے رکھنے والوں کو ہم خود بھی کافر سمجھتے ہیں۔“

ان بزرگوں کے یہ بیانات اس دور کے رسائل ”السحاب الدلائل“ اور ”قطع الیقین“ وغیرہ میں اسی وقت شائع ہو گئے تھے، بلکہ حضرت تھانویؒ کا بیان تو ایک مختصر اور مستقل رسالہ کی صورت میں ”بسط البنان“ کے نام سے بھی شائع ہوا تھا۔

اسی زمانہ میں ایک خاص واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے حجاز سے واپس آ جانے کے بعد حرمین شریفین میں خاص کر مدینہ طیبہ میں اس کا چرچا ہوا کہ ہندوستان کے اس مولوی نے جن لوگوں کی تکفیر کی تصدیق کرانی میں ان کے عقائد کے بارے میں اس نے غلط بیانی کی ہے۔ یہ سن کر وہاں کے بعض علماء کرام نے خود علما نے دیوبند کی طرف رجوع کر کے معاملہ کی تحقیق کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے ”حسام الحرمین“ میں ان حضرات کے متعلق جو کچھ لکھا تھا اور علماء حرمین کے قلوب میں ان کی طرف سے بغض و نفرت پیدا کرنے کے لئے جو کچھ اس کے سوا زبان سے کہا تھا، اس سب کو پیش نظر رکھ کر ان حضرات نے ۲۶ سوالات مرتب کئے اور علماء دیوبند سے ان کا جواب چاہا۔ یہ سب سوالات علماء دیوبند کے عقائد اور ان کے مسلک و مشرب ہی سے متعلق تھے۔ یہاں سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہانپوریؒ نے ان کا مفصل اور مدلل جواب تحریر فرمایا۔ جس پر اس دور کے جماعت دیوبند کے قریباً سب ہی اکابر و مشاہیر نے تصدیقات لکھیں، اور وہی جوابات حرمین شریفین اور ان کے علاوہ مصر و شام وغیرہ ممالک اسلامیہ کے علماء اور اہل فتویٰ کے

پاس بھیجے گئے جن کی ان تمام حضرات نے بھی تصدیق اور تائید فرمائی اور لکھا کہ یہی عقیدے اہلسنت والجماعت کے ہیں اور ان میں کوئی ایک عقیدہ بھی عقائد اہلسنت کے خلاف نہیں ہے۔

یہ سلسلے سوالات و جوابات اور ہندوستان اور حرمین شریفین اور دوسرے ممالک اسلامیہ کے علماء کرام کی تصدیقات اسی زمانہ میں اردو ترجمہ کے ساتھ ایک ضخیم رسالہ کی صورت میں ”التصدیقات لدفع التلبیسات“ کے نام سے شائع ہو گئے تھے۔ پھر اس وقت سے اب تک بار بار یہ رسالہ چھپتا رہا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ خدا ترس طالبان حق کے لئے صرف یہی رسالہ اس سلسلہ میں کافی تھا اور اب بھی کافی ہے۔

اس کے علاوہ ان حضرات اکابر کے تلامذہ اور خدام میں سے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوریؒ نے جو اس وقت جماعت دیوبند کے نوجوان علماء و فضلا میں سے تھے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب کے اس جعلی فتوے ”حسام الحرمین“ کے جواب میں ”السحاب المذہب“ الشہاب الثاقب“ تزکیۃ الخواطر“ اور ”توضیح البیان“ وغیرہ مستقل رسائل لکھے، جن میں پوری تفصیل اور وضاحت کے ساتھ دکھلایا کہ بریلوی خان صاحب نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے بارہ میں ”حسام الحرمین“ میں کیا کیا غلط بیانیوں اور ان کی عبارات میں کیسی کیسی تحریفیں کی ہیں اور علماء حرمین کو کیا کیا دھوکے دیتے ہیں۔ ان رسالوں نے معاملہ کو اور بھی زیادہ صاف کر دیا اور گویا بحث ختم کر دی گئی۔ لیکن مولوی احمد رضا خان صاحب کی طرف سے تحریف و تفریق کی ہم اسی طرح جاری رہی۔ مگر ان جوابات کے بعد اس میں کوئی جان نہیں رہی اور بازار سرد پڑ گیا۔

پھر ۱۳۴۵ھ (۱۹۲۶ء، ۲۷ء) میں یعنی حسام الحرمین کی پہلی اشاعت سے قریباً ۳۰ برس بعد مولوی احمد رضا خان صاحب کے اختلاف نے اس فتنہ کو پھر ایک دفعہ زور و شور سے اٹھایا اور پھر فتوے بازی، تبلیغ بازی، اور اشتہار بازی کے ذریعہ اپنے بازار میں گرمی پیدا کرنے کی کوشش کی اور رنج و افسوس کے ساتھ عرض کرتا کرتا ہے کہ بے چارے عام مسلمانوں کو پھر دیکھا گیا کہ مذہب سے ناواقفیت اور سادہ لوحی کی وجہ سے پھر ان فتنہ پردازوں کا شکار ہو رہے ہیں اور ایسے ایسے جاہل کہ جن کو کلمہ بھی نہیں آتا ان فتنہ پردازوں کی باتوں سے متاثر ہو کر اور کارِ ثواب

سجہ کا برعکس اور بزرگان دین کو کافر کہتے پھر رہے ہیں، گھر گھر خانہ جنگیاں ہیں اور مسجدیں اور عید گاہیں تک میدان جنگ بنی ہوئی ہیں۔

اس عاجز راقم سطور نے اسی سال دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث ختم کیا تھا اور حسن اتفاق سمجھئے یا سورۃ الفراق کہ میرے وطن اور قرب و جوار میں اس وقت اس فتنے کے شعلے خوب بھڑک رہے تھے۔ حالات کا تقاضا بھی تھا اور جوانی کے جوش کو بھی ضرور اس میں کچھ دخل تھا کہ اس آگ کے بجھانے اور اس کے لگانے والوں کا آخری حد تک مقابلہ اور تعاقب کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ پھر قریباً دس سال تک اپنے دوسرے کاموں درس و تصنیف وغیرہ کے ساتھ یہ شغل بھی سرگرمی سے جاری رہا اور یہاں بغیر کسی تواضع اور انگسار کے اس کا ذکر کر دینا ہی مصلحت ہے کہ اپنے نزدیک کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ جہاں ضرورت معلوم ہوئی وہاں خود پہنچ کر اور گھر گھر کے تکفیر کے ان علمبرداروں سے مناظر بھی کئے اور ان کے دعووں کی تردید میں چھوٹے بڑے مستقل رسائل بھی لکھے (جن کی تعداد ۴۰، ۵۰ سے کم نہ ہوگی) بلکہ اب سے اکیس سال پہلے ۱۳۵۳ھ میں جب الفرقان جاری ہوا تھا تو اس کا خاص موضوع اس وقت اسی فتنہ کا مقابلہ تھا۔

لیکن اجزاء ”الفرقان“ سے ۳، ۴ سال ہی بعد (۱۳۵۶ھ م ۱۹۳۷ء میں) نظر آیا کہ ہندوستان میں ایک بہت بڑی تبدیلی ہونے والی ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنی ساری قوتوں کو اسلام اور مسلمانوں کی اس خدمت پر لگا دیں کہ مسلمانوں کے جن طبقوں میں اسلامی شعور کی کمی ہے اور اسلام کے ساتھ ان کا تعلق کمزور ہے، ان میں سے اسلامی شعور پیدا ہو اور دین کے ساتھ ان کی وابستگی میں پختگی آئے۔ دل و دماغ پر اس احساس کا ایسا تسلط ہوا، اور یہ فکر ایسا چھایا کہ تھوڑے ہی دنوں میں دوسرے تمام کاموں سے دلچسپی ختم ہو گئی اور سارے کام چھوڑ چھڑا کر بس اسی ایک کام کو اپنا کام بنالیا۔ یہاں تک کہ بریلی کے اس تکفیری فتنہ کے رد میں بعض اہم کتابیں جو اس وقت لکھی جا چکی تھیں لیکن چھپنے کی ابھی نوبت نہیں آئی تھیں، ان کے مسودات کی حفاظت کی بھی فکر نہیں رہی بلکہ ان میں دو کتابیں وہ تھیں جن کے خاصے حصے کی کتابت بھی ہو چکی تھی اور صرف اس کا انتظار تھا کہ کتابت مکمل ہو جائے تو کاپیاں پریس میں دے دی جائیں ان کی بھی کتابت رکوا دی اور جو کاپیاں لکھی جا چکی تھیں ان کی حفاظت سے بھی بے پروائی برتی گئی جس کا انجام یہی ہونا چاہئے تھا اور ہوا کہ وہ ساری کاپیاں اور سارے مسودات ضائع ہو گئے، جس کا پہلے تو

کوئی افسوس نہیں تھا لیکن اب افسوس ہے اور آج کا احساس یہ ہے کہ "لو استقبلت من امری ما استبروت لما صنعت ما صنعت"



ہندوستان میں آنے والے جس انقلاب کا احساس اس عاجز کو ۱۹۳۷ء میں ہوا تھا جس کے نتائج کی فکر نے اپنے دل و دماغ کو اس طرح بدل دیا تھا وہ ٹھیک دس سال کے بعد ۱۹۴۷ء میں آگیا اور وہ حالات اور وہ آزمائشیں لے کر آیا جن کا بڑے بڑے پیش منوں کو بھی تصور نہ تھا۔ اس انقلاب میں ہندوستان کے مسلمانوں پر جو کچھ گزری اس کی یاد بھی تکلیف دہ ہے لیکن امید تھی کہ اس برائی سے ایک بھلائی ضرور پیدا ہوگی کہ ہندوستان کے عام مسلمانوں کو کچھ عقل آجائے گی اور دین و دنیا کے لحاظ سے اپنے کو بہتر اور قوی تر بنانے والے ٹھوس تعمیری کاموں میں وہ سرگرمی سے لگ جائیں گے اور پھر کوئی بہکانے والا ان کو بہکا کر غلط کاموں میں نہ لگا سکے گا اور بریلی کے اس تکفیزی فتنہ جیسا کوئی فتنہ اب ان میں نہیں اٹھ سکے گا۔ لیکن ————— خود غلط بود آنچه ما پنداشتیم ————— معلوم ہوا کہ اس ہولناک اور قیامت خیز انقلاب سے بھی یہاں کے بہت سے مسلمانوں نے سبق نہیں لیا اور اپنے نفع و نقصان اور برائی بھلائی کو پہچاننے کی کوئی صلاحیت اپنے اندر پیدا نہیں کی۔ جیسے ہی حالات میں کچھ سکون پیدا ہوا وہی تباہ کن مشغلے اور وہی بے فکریاں اور بے وقوفیاں پھر شروع ہو گئیں، یہاں تک کہ تقریباً دو تین سال سے (جب سے کہ ہندوستان میں حالات کچھ معتدل ہوئے ہیں) بہت سے علاقوں میں بریلی کے اس تکفیزی فتنہ کے علمبرداروں کے دورے اور ان کی وہی تفریقی سرگرمیاں اور فساد انگیزیاں پھر شروع ہو گئیں۔

قریباً دو ڈھائی سال سے یہ حال ہے کہ کم ایسے دن ہوتے ہیں جن میں اس فتنہ و فساد سے متعلق خطوط ملک کے مختلف حصوں سے نہ آتے ہوں۔ ان خطوط میں عام طور سے یہی لکھا ہوتا ہے کہ "بریلی سلسلہ کے فلاں مشہور مکتب مولوی صاحب ہمارے یہاں آئے ہوئے ہیں اور یہاں ان کی تقریروں نے فتنہ و فساد کا ایک طوفان برپا کر رکھا ہے ان کی وجہ سے مسلمانوں میں خانہ جنگی اور سر پھٹول کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ وہ ہندوستان کے فلاں فلاں اکابر علماء اور بزرگان دین کا نام لے لے کر ان کی طرف ایسے ایسے گندے عقیدے منسوب کر کے ہر سر عام ان کی تکفیر کرتے ہیں اور ہندوستان میں دینی و ملی کام کرنے والی جماعتوں میں سے خاص کر جمعیتہ العلماء اور تبلیغی جماعت کے

خلافت جھوٹے جھوٹے بہتان لگا کر عام مسلمانوں میں ان کے خلاف نفرت اور اشتعال پیدا کرتے ہیں اور اپنے جاہل سامعین سے ہاتھ اٹھوا اٹھوا کر ان جماعتوں کی مخالفت کرنے کا عہد لیتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ عام مسلمانوں میں دین سے وابستگی پیدا کرنے کا جو کام ہم لوگ کر رہے تھے اس کے راستے میں رکاوٹیں پڑ رہی ہیں اور جن کی ہم خدمت کرنا چاہتے ہیں وہ ہماری دشمنی اور ہماری مخالفت کو کارثواب سمجھتے ہیں۔

قریباً دو ڈھائی سال سے ملک کے مختلف حصوں سے اس طرح کے خطوط کا تانتا بندھا ہوا ہے اور قریب قریب ہر خط میں یہ اصرار اور اتفاق ہوتا ہے کہ اس شر اور فتنہ سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے اور ان مفقودوں کی اقتراء پر داری کا جواب دینے کے لئے فوراً اپنیجھو اور اس سلسلہ کی اپنی فلاں فلاں کتابیں بھجوا دو۔

اس موضوع پر لکھی ہوئی اپنی کتابوں کا معاملہ تو یہ ہے کہ عرصہ سے قریباً وہ سب نایاب ہیں۔ اور اپنے دل کا حال یہ ہے کہ اس میں یہ یقین اللہ تعالیٰ نے بھر دیا ہے کہ اپنے نفس کی خبر گیری اور اصلاح کی فکر کے بعد اپنے وقت اور اپنی قوتوں کا سب سے بہتر اور قیمتی مصرف — خاص کر اس زمانہ میں جب کہ عام مسلمانوں کے ایمانوں پر زخم کرنے کی سازشیں بلکہ — علانیہ کوششیں ہو رہی ہیں — یہی ہے کہ امت محمدیہ کے عوام میں دینی شعور، ایمانی روح اور اسلامی زندگی پیدا کرنے کا اصلی اور بنیادی کام کیا جائے یہی اس وقت کا جہاد عظیم ہے۔

علاوہ ازیں اپنے پچھلے دور کے دس سالہ تجربہ کے بعد یہ چیز میرے لئے حق یقین بن گئی ہے کہ اس تکفیری فتنہ کے جوڑے لکھے علمبردار اور سرغنہ ہیں ان کو کوئی غلط فہمی اور کوئی علمی مغالطہ ہرگز نہیں ہے وہ خود اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں کی طرف جن کا فرائد عقیدوں کی وہ نسبت کرتے ہیں ان سے ہمارے بزرگوں کا دامن بالکل پاک ہے الغرض مجھے اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے کہ یہ ناخدا ترس محض اپنے دنیوی منافع اور مصلحہ کے لئے دیدہ و دانستہ ہمارے اکابر پر یہ اقتراء پر دازیاں اور تہمت تراشیاں کرتے ہیں — اس لئے اس کی کوئی امید نہیں کہ اگر انہیں تحریر یا تقریر کے ذریعہ بات سمجھائی جائے تو یہ فتنہ ختم ہو جائے گا — ایک دو دفعہ نہیں بارہا تحریر کے ذریعہ بھی اور تقریر اور زبانی گفتگو کے ذریعہ بھی ان کو سمجھانے کی کوشش کی جا چکی ہے، کتابیں لکھی گئیں، مناظرے بھی کئے گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی توفیق و مدد سے ان کتابوں اور ان مناظروں میں بات کو اس طرح سلجھایا اور سمجھایا کہ اگر فی الحقیقت کوئی غلط فہمی ہوتی یا کوئی علمی مغالطہ ہوتا تو یہ قضیہ اب سے بہت پہلے بالکل ختم ہو چکا ہوتا

لیکن واقعہ یہ ہے کہ چونکہ یہ فتنہ انگریزی اب ان کا پیشہ اور معاشی ذریعہ ہے، اس لئے انہیں اگر ہزار دفعہ بھی سمجھا دیا جائے تو یہ مان کے نہیں گئے۔ ان کا حال بالکل ان غنا و پیشہ دشمنانِ حق کا سا ہے جن کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔
وَجَعَلُوا دِيَارَهُمْ سَبِيلًا وَيُتْلُونَ الْقُرْآنَ لَا يَسْمَعُونَ لَكَ وَلَا يَحْسَبُونَ لَكَ حِسَابًا
میں چمکتے تھے۔ (النمل، ۲۷-۱۳)

اس لئے میرا یقین ہے کہ ان پیشہ وروں کو فحاشی طلب بنا کے سمجھانے کی کوشش کرنا اب صرف اپنے وقت کے مصالح کرنا اور ان کے کاروبار کو فروغ دینا ہے۔ لہذا میری قطعی رائے ہے کہ ان سے اب بالکل صرف نظر کر لیا اور قرآن مجید کے الفاظ میں ان کے بارہ میں اپنی اس پالیسی کا صاف اعلان کر دیا جائے کہ۔

لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَاللَّهُ الْعَظِيمُ شَرِيعَةُ آيَاتِهِ
(یعنی ہماری طرف سے محبت تمام کی جا چکی۔ اب اس کے بعد ہمارے تمہارے درمیان کسی محبت اور بحث کی گنجائش نہیں رہی، اب ہمارا تمہارا فیصلہ قیامت کے دن احکم الحاکمین کے دربار ہی میں ہو گا۔)

الغرض اس تکفیری فتنہ کے جو علمبردار اور سرغننے ہیں، جنہوں نے اس فتنہ انگریزی کو اپنا پیشہ اور کاروبار بنا لیا ہے، ان کی طرف تو اب روئے سخن بالکل نہ کیا جائے۔ البتہ جو بے چارے عام مسلمان ان کی مولویانہ صورتوں اور مولویانہ کپڑوں سے دھوکہ کھا کر اس تکفیری فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان کا بے شک حق ہے کہ مناسب طریقوں سے انہیں سمجھا جائے اور اس فتنہ سے ان بے چاروں کو نکالنے کی کوشش کی جائے۔

اس سلسلہ میں ایک ابتدائی اور عمومی طریق کار تو یہ ہے کہ جس جگہ پر فتنہ نمودار ہو، وہیں کے پڑھے لکھے سمجھ دار مسلمانوں کو اس فتنہ کی اصل حقیقت اور ان فتنہ گردوں کی واقعی حیثیت سمجھا دی جاتے اور پھر وہی اپنے یہاں کے عوام کو سمجھانے کی کوشش کریں۔

بیشک ضرورت ہو تو خاص اس مقصد کے لئے جلسے بھی کئے جائیں اور ان میں ان حضرات سے تقریریں کرائی جائیں جو اس فتنہ سے اُن فتنہ گردوں سے واقفیت رکھتے ہوں۔

نیز اس سلسلہ میں ایک دوسری ایسی کتابوں کا چھپ جانا بھی ضروری ہے جن میں ان ناخدا ترس مغربیوں کے ان بہتانوں کا جو یہ ہمارے اکابر اور بزرگانِ دین پر لگاتے ہیں پوری تحقیق اور تفصیل کے ساتھ سنجیدہ اور عام فہم انداز میں کافی شافی جواب دیا گیا ہو، جن کا مطالعہ کر کے ہر پڑھا لکھا طالبِ حق اصل حقیقت سمجھ سکتا ہو اور دوسروں کو بھی سمجھا سکتا ہو۔

الحمد للہ اس مقصد کے لئے کسی نئی کتاب کی تالیف اور تیاری کی بالکل ضرورت نہیں، جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا اس سلسلہ میں جو کام پہلے دور میں ہو چکا ہے وہی ہمیشہ کے لئے کافی رہا ہے، ضرورت صرف اس کی ہے کہ اس سلسلہ کی جو اہم اور زیادہ مفید کتابیں عرصہ سے نایاب ہو چکی ہیں، ان کے پھیننے کا کوئی انتظام ہو جائے۔

اگرچہ اس قسم کا کوئی کام کرنا اب اپنے ذوق پر گراں ہوتا ہے، لیکن دو ڈھائی سال سے اس سلسلہ کے خطوط کا جو تسلسل ہے اور اس فقہ کے متعلق جو اطلاعات ملک کے مختلف حصوں سے آرہی ہیں ان سے متاثر اور مجبور ہو کر اتنا کام اس عاجز نے کر دیا ہے کہ اب سے ۲۱ سال پہلے مولوی احمد رضا خان صاحب کے فتوے ”حسام المحرمین“ کا جو آخری جواب ”محرکۃ العقلم“ کے نام سے اس عاجز نے لکھا تھا جس کا لقب یاد دہرانام ”فیصلہ کن مناظرہ“ تھا۔ راجو تقریباً بیس برس سے بالکل نایاب تھا، یہاں تک کہ اس کا کوئی نسخہ میرے پاس بھی محفوظ نہ تھا، کسی طرح ایک نسخہ اس کا فراہم کر کے اور ایک سرسری نظر اس پر ڈال کر اور کچھ لفظی ترمیمیں کر کے اس کو طباعت کے لئے تیار کر دیا ہے۔

اس کے علاوہ یہ فقہ گر مکھڑی، حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر جو خطبت اور گندے بہتان لگاتے ہیں اب سے ۲۰، ۱۹ سال پہلے چند مقالات ان کے جواب میں لکھے تھے، ان میں کا ہر مقالہ گویا ایک مستقل رسالہ تھا۔ یہ تمام مقالات بھی اسی زمانہ سے نایاب تھے، اب جب ضرورت محسوس ہوئی اور کوشش کی گئی تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ سب مقالات بھی دستیاب ہو گئے اور نظر ثانی کر کے ان سب کو بھی ایک مستقل کتاب کی شکل میں مرتب کر کے تیار کر دیا۔

بریلوی سلسلہ کے عام مکھڑی ہمارے اکابر کے متعلق جن بہتانوں کو اپنی تقریروں میں زیادہ تر دہراتے اور اچھالتے ہیں اور جن پر تکبیر کی بنیاد رکھتے ہیں ان کے جواب کے لئے بفضلہ تعالیٰ یہی دو رسالے امید ہے کہ کافی ہوں گے جو تیار کر کے ایک عزیز کے حوالے کر دیئے گئے ہیں۔ وہ عزیز ان کو چھاپنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ اگر وہ انتظام کر سکے تو توقع ہے کہ انشاء اللہ دو تین مہینے میں یہ دونوں رسالے تیار ہو جائیں گے۔

ملک کے مختلف صوبوں اور علاقوں کے جو احباب بریلی کے اس تکبیری فقہ کی اس نئی شورش سے پریشان ہو ہو کر

اس عاجز کو خطوط لکھتے ہیں اور اصرار کرتے ہیں کہ میں پھر اس کثیر توجہ کر دوں، ان سے گزارش ہے کہ اپنے موجودہ معاملات و مشاغل میں اس فتنہ کے شر سے عام مسلمانوں کو بچانے کے سلسلہ میں اس وقت صرف اتنی ہی خدمت اس عاجز نے اپنے ذمہ ضروری سمجھی کہ اپنی رائے، اپنا مشورہ اور اپنا تجربہ تفصیل سے ان صفحات میں عرض کر دیا اور اس سلسلہ میں جن دو کتابوں کی اشاعت ضروری سمجھی نظر ثانی کر کے ان کو طباعت کے لئے تیار کر دیا۔ اور جو عزیزان کو چھاپنا چاہتے ہیں ان کو اجازت دے دی۔

اس سے زیادہ جس قسم کی توجہ کے لئے احباب اپنے خطوط میں اصرار کرتے ہیں، اس عاجز کے اوقات اور مشاغل و مصروفیات میں اب اس کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔

اللَّهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا نَحِبُّ وَتَرْضَى وَاجْعَلْ الْآخِرَتَنَا خَيْرًا مِنَ الْأُولَى۔



تعارف اور معذرت

یہ رسالہ — فیصلہ کن مناظرہ — جو دراصل مولوی احمد رضا خان صاحب کے فتوے — حسام الحرمین — کا مفصل جواب اور مدلل رد ہے۔ ناظرین کو مطالعہ سے پہلے اس کی دل چسپ تاریخ اور اس کی خاص نوعیت بتا دینا ضروری ہے۔

اب سے ۲۲، ۲۱ سال پہلے کی بات ہے۔ شوال ۱۳۵۲ء میں ”حسام الحرمین“ کے مضامین پر ایک غلط نوعیت کا مناظرہ لاہور میں ہونا قرار پایا تھا۔ اس کی اہم خصوصیت یہ تھی کہ فریقین کے ان مقامی نمائندوں نے جن کو ابتدائی بنیادی امور طے کرنے کے لئے فریقین نے اپنی اپنی طرف سے نامزد کیا تھا، اس مناظرہ کو ”فیصلہ کن مناظرہ“ بنانے کے لئے تین نمائیت اہم اور ممتاز شخصیتوں کو اس مناظرہ کا حکم بھی تجویز کر لیا تھا

۱۔ ایک ڈاکٹر علامہ سر محمد اقبال مرحوم۔

۲۔ دوسرے علامہ اصغر علی صاحب راجی مرحوم (پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور)۔

۳۔ تیسرے شیخ صادق حسن صاحب بیرسٹریٹ لا (امرتسر)۔

اور ان تینوں حضرات نے فریقین کی درخواست پر حکم بنا منظور بھی فرمایا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ بریلی کے تکفیری فتنہ کی پوری تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ بریلویوں کے نمائندوں نے اس نزاع کے

فیصلہ کے لئے حکیم کے اصول کو مانا اور مذکورہ بالا تین شخصیتوں پر اتفاق بھی ہو گیا۔ ہم نے اس موقع کو بہت ہی غنیمت جانا اور طے کر لیا کہ جس طرح بھی ہو یہ مناظرہ ہم ہی جانا چاہئے۔

اس مناظرہ میں مولوی احمد رضا خان صاحب کے تکفیری فتوے ”حسام الحرمین“ کے متعلق یہ ثابت کرنے کی

درداری کہ وہ غلط و باطل ہے اور اس کی بنیاد جلسہ سازی اور افتراء پر دازی پر ہے، جماعت دیوبند کے نامزدہ اور
 دکن کی حیثیت راقم سطور کے سپرد تھی اور اس سلسلہ میں مجھے جو کچھ اپنے پہلے بیان میں غلم صاحبان کے سامنے لکھا تھا اور
 "حسام النہرین" پر جو بحث کرنی تھی، اس کو میں اس خیال سے قلم بند بھی کر لیا تھا کہ اس کی ایک کاپی اسی وقت مسکرم
 صاحبان کو، اور ایک فرنی مخالف کو دی جاسکے۔

لیکن اس مناظرے کا حشر یہ ہوا کہ جب وہ تاریخ قریب آئی اور ہم لوگ (ناچیز راقم سطور محمد منظور نعمانی) اور جناب مولانا
 ابو الوفا صاحب شاہ جہا پوری۔ و جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلی جو اس دور میں بریلی کے اس تکخیزی فتنہ کے مقابلہ
 میں اکثر ایسے موقعوں پر ساتھ رہا کرتے تھے، لاہور پہنچے تو بریلوی ناسندوں نے اس مناظرہ میں اپنی شکست بلکہ سچ
 ہے کہ اپنے بر پار کئے ہوئے تکخیزی فتنہ کی موت دیکھتے ہوئے اپنی روایتی حیلہ بازیوں کے نیلے پہلے تو حکیم کی طے شدہ قرارداد
 سے انحراف کیا اور اس کے بعد اپنے مفسدانہ مظاہروں اور اشتعال انگیزوں کے ذریعہ اس کے ذمہ دار حکام کو اس
 پر مجبور کر دیا کہ وہ سرے سے مناظرہ ہی نہ ہونے دیں۔ بالآخر یہی ہوا اور ہماری ہر طرح کی کوششوں کے باوجود
 وہ مناظرہ نہیں ہو سکا۔ ان تمام واقعات کی پوری تفصیل چونکہ اسی زمانہ میں رسالہ "الفرقان" کے ابتدائی نمبروں
 میں اور اس رسالہ "فیصلہ کن مناظرہ" کے پہلے ایڈیشن میں شائع ہو چکی ہے۔ اس لئے اب اس کے اعادہ کی ضرورت
 نہیں ہے۔

قصہ مختصر لاہور میں یہ مناظرہ نہیں ہو سکا، تو اس غصے اپنا بیان جو اس مناظرہ کے لئے قلم بند کر لیا تھا پہلے قسطاً
 "الفرقان" میں اور اس کے بعد مستقل کتابی شکل میں۔ فیصلہ کن مناظرہ۔ ہی کے نام سے شائع کر دیا۔

لاہور میں ہونے والے اس مناظرہ میں بریلوی جماعت کی طرف سے اصل فرنی چونکہ مولوی حامد رضا خان صاحب
 بریلوی (خلف اکبر و جانشین جناب مولوی احمد رضا خان صاحب) قرار پائے تھے اس لئے میرے بیان میں روئے سخن ان ہی
 کی طرف تھا اور جا بجا ان کے نام کے ساتھ ان سے خطاب تھا۔ لیکن اب ۲۱، ۲۲ سال کے بعد جب اس کی پھر ضرورت محسوس
 ہوئی اور اس غرض سے میں نے اس کو دیکھا تو اس خطاب خاص لوگوں کے نام کو نکال دینا مناسب سمجھا۔ اگر بالفرض کہیں باقی
 رہ گیا ہو تو اس کو سہر سمجھا جائے۔

اس کے علاوہ بھی بعض مقامات پر کچھ لفظی ترمیمیں کی ہیں۔ مگر اس کے بعد بھی ناظرین سے بطور معذرت عرض کرنا

ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر فرصت میسر ہوتی تو میں اس کی زبان اور طرز بیان یکسر بدل ڈالتا اور خالص تعلیمی انداز میں نئے سرے سے لکھتا۔ لیکن کتاب کی اشاعت چونکہ جلد سے جلد ضروری تھی اور میرے اوقات میں اس کی بالکل گنجائش نہ تھی کہ میں پوری کتاب کو نئے طرز پر اور نئی زبان میں از سر نو لکھوں، اس لئے مجبوراً اسی حال میں اشاعت کے لئے رہے رہا ہوں۔

وہاں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جن مقبول بندوں کی طرف سے اس میں مدافعت اور جوابدہی کی گئی ہے ان کے جن اعمال و افعال سے ان کا رب کریم راضی ہے ان کا کوئی ذرہ اس ناپیتر کو بھی نصیب فرمائے اور ان ہی کی برکت سے اس کتاب کو نافع بنائے۔ آمین ثم آمین

محکم منظور نعمانی عفا اللہ عنہ



①

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی

پر

انکار ختم نبوت کا بہتان

مولوی احمد رضا خان صاحب — "حسامِ اکھرین" — صفحہ ۱۲، ۱۳ پر (جہاں سے اکابر علماء اہلسنت کی تحفہ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ (بانی دارالعلوم دیوبند) کے متعلق لکھتے ہیں:

قاسم نانوتوی صاحب تحذیر الناس
 وهو القائل فيه لو فرض في زمنه صلى الله
 تعالى عليه وسلم بل لو حدث بعده صلى
 الله تعالى عليه وسلم نبى جديد لو يخل
 ذلك بنخات ميتة وانما يتخيل العوام انه
 صلى الله تعالى عليه وسلم خاتم النبیین
 بمعنى آخر النبیین انه لا فضل فيه اصلا
 عند اهل الفهم الى اخر ما ذكر من

قاسم نانوتوی جس کی تحفہ الناس ہے اور اس نے اپنے
 رسالہ میں لکھا ہے بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں
 اور کوئی نبی ہو، جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی
 رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا
 ہو تو بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ عوام
 کے خیال میں رسول اللہؐ کا خاتم ہونا باریں محنی ہے کہ
 آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ
 تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں

لے تحذیر الناس میں رسول اللہؐ کے بعد صلعم چھپا ہوا ہے ہر شخص آج بھی دیکھ سکتا ہے لیکن مولوی احمد رضا خان صاحب نے

مسلمانوں کو بظن کرنے کے لئے اس کو اڑا دیا، یہ ہے ان کی دیانت - ۱۲

الہدایات وقد قال فی التسمۃ و
الاشباہ وغیرہما اذا لم یعرف ان
محمدًا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخر
الانبیاء فلیس بمسلم لانه من
الضروریات *

(حسام الحرمین ص ۱۲)

حالانکہ فتاویٰ تسمہ اور الاشباہ والنظائر وغیرہما
میں تصریح فرماتی کہ اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب
سے کچھلا بیڑ جانے تو مسلمان نہیں، اگر حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر الانبیاء ہونا سب انبیاء سے زیادہ
میں کچھلا ہونا ضروریات دین سے ہے۔

(ترجمہ حسام الحرمین ص ۱۲)

یہ بندہ عرض کرتا ہے کہ خان صاحب بریلوی نے اس عبارت میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے متعلق کفر
کا جو حکم لگایا ہے، اس عاجز کے نزدیک وہ دھوکہ اور فریب کے سوا کچھ بھی نہیں۔ خان صاحب موصوف اتنے بے علم اور
کم سمجھ بھی نہیں تھے کہ ایسے اس فتوے کو ان کی کم علمی اور نا سمجھی کا نتیجہ سمجھا جا سکے۔ واللہ اعلم !
اس فتوے کے غلط اور محض تلبیس و فریب ہونے کے چند وجوہ یہ ہیں۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے "تخذیر الناس کی عبارت نقل کرنے میں نہایت افسوسناک
پہلی وجہ تحریف سے کام لیا ہے، جس کے بعد کسی طرح اس کو تخذیر الناس کی عبارت نہیں کہا جاسکتا
اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ عبارت "تخذیر الناس" کے تین مختلف صفحات کے متفرق فقروں کو جوڑ کر بنائی گئی ہے۔ اس
طرح کہ ایک فقرہ صفحہ ۳ کا ہے۔ اور ایک صفحہ ۱۴ کا۔ اور ایک صفحہ ۲۸ کا۔ اور صفحات کا نمبر درکار، فقروں کے
درمیان اتنا بڑی خط (ڈیش) تک نہیں دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے کسی طرح دیکھنے والا یہ نہیں سمجھ سکتا کہ یہ مختلف
مقامات کے فقرے ہیں بلکہ وہ یہی سمجھنے پر مجبور ہوگا کہ یہ مسلسل ایک عبارت ہے۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ خالص کفر کا مضمون
بنانے کے لئے خان صاحب موصوف نے فقروں کی ترتیب بھی بدل دی ہے۔ اس طرح کہ پہلے صفحہ ۲۸ کا فقرہ لکھا ہے
اس کے بعد صفحہ ۲۸ کا، پھر صفحہ ۳ کا۔

خان صاحب کے اس ترتیب بدل دینے کا یہ اثر ہوا کہ تخذیر الناس کے تینوں فقروں کو اگر علیحدہ علیحدہ اپنی
جگہ پر دیکھا جائے تو کسی کو ان کا بختہ نبوت کا وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہاں انہوں نے جس طرح "تخذیر الناس"

کی عبارت نقل کی ہے اس سے صاف ختم نبوت کا انکار مفہوم ہوتا ہے۔ اور یہ صرف آپ کی قلم کاری کا نتیجہ ہے، درج
مصنف تحذیر الناس کا دامن اس سے بالکل پاک ہے جیسا کہ اشارۃً ہمارے آئندہ بیان سے مفصل معلوم ہو جائے گا
اور تحذیر الناس کی ان عبارات کا جو عربی ترجمہ آپ نے علماء حرمین کے سامنے پیش کیا ہے اس میں تو اور بھی غضب ڈھایا
ہے اور دیدہ دلیری کے ساتھ جعل سازی کی انتہا کر دی ہے۔ حرکت یہ کی ہے کہ صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کے پہلے دونوں
فقروں کو توڑ پھوڑ کے ایک ہی فقرہ بنا ڈالا ہے۔ اس طرح کہ پہلے فقرہ کا مسند الیہ حذف کیا اور دوسرے ہی کے
مسند الیہ کو پہلے کا بھی مسند الیہ بنا دیا ہے۔ جس کے بعد کسی کو دہم بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ مختلف جگہ کی عبارتیں ہیں اور انہیں
کارروائیوں کو قرآن کی زبان میں تحریف کہتے ہیں۔

قرآن عزیز میں بنی اسرائیل کی تحریف کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے ”يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ
مَوَاضِعِهِ“ اور خود خان صاحب موصوف نے بھی ایک جگہ اس قسم کی کارروائی کو ”خوفناک تحریف“ بتلایا
ہے۔ کسی شخص نے جس کا فرضی نام خان صاحب کے سالار ”بریق النوار“ میں زید لکھا گیا ہے تَتَّخِذُونَ
عَلَيْهِمْ مَسَاجِدَ کو قرآن عظیم کا لفظ لکھ دیا تھا۔ اس کے متعلق موصوف اسی ”بریق النوار“ کے صفحہ ۱۴
پر لکھتے ہیں کہ۔

”سب سے زیادہ خوفناک تحریف یہ ہے کہ ”تَتَّخِذُونَ عَلَيْهِمْ مَسَاجِدَ“ کو
قرآن عظیم کا لفظ کریم بنالیا، حالانکہ یہ جملہ قرآن عظیم میں کہیں نہیں، یہ تینوں لفظ متفرق طور
پر قرآن عظیم میں ضرور آئے ہیں“

خان صاحب کی اس عبارت سے صاف معلوم ہو گیا کہ کسی کتاب کے متفرق جگہ کے الفاظ کو جوڑ کر ایک مسلسل
عبارت بنا کر اس کتاب کی طرف منسوب کر دینا نہایت خوفناک تحریف ہے اور اس قسم کی تحریفات سے اصل مضمون کا بدل
جانا اور کسی اسلامی کلام کا خالص کفر ہو جانا بالکل بعید نہیں۔ تحذیر الناس تو بہر حال ایک بشری کتاب ہے اگر کوئی بد نصیب
کلام اللہ میں اس قسم کی تحریف کر کے کفریہ مضامین بنانا چاہے تو بنا سکتا ہے، بلکہ اس کو شاید اتنی محنت بھی نہ کرنی پڑے
جتنی کہ خان صاحب نے کی کہ ایک فقرہ صفحہ ۱۴ کا لیا، اور ایک صفحہ ۲۸ کا، اور ایک صفحہ ۲ کا۔ وہ قرآن حکیم کی ایک
ہی سورۃ بلکہ ایک ہی آیت میں اس قسم کا رد و بدل کر کے کفریہ مضامین نکال لے گا۔ مثلاً قرآن عزیز میں ارشاد ہے

” اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَّ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ “ (الانفطار، ۱۳، ۱۴)

اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ” نیکو کار جنت میں رہیں گے اور بدکار دوزخ میں “

اب اگر خان صاحب کا کوئی مرید یا شاگرد خان صاحب کی سنت پر عمل کر کے اس آیت کریمہ میں صرف اس قدر تحریف کر دے کہ ” نعیم کی جگہ ” مجیم “ پڑھے اور ” مجیم “ کی جگہ ” نعیم “ تو مطلب بالکل الٹا ہو جائے گا اور کلام صریح کفر ہوگا۔ حالانکہ اس میں سب لفظ قرآن ہی کے ہیں صرف دو لفظوں کی جگہ بدل گئی ہے۔ یہ صرف ایک مثال عرض کر دی گئی ہے۔ اگر ناظرین غور فرمائیں تو اس قسم کی سیکنڈوں اور ہزاروں مثالیں نکل سکتی ہیں۔ بلکہ یہاں تو الفاظ کی جگہ بدلی ہے بعض صورتوں میں تو صرف حرکات کی جگہ بدل جانے سے بھی کفر کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً قرآن کریم میں ہے۔ ” وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ “ اگر کوئی بد بخت دیدہ و دانستہ ” آدَمَ “ کی ” میم “ اور ” رَبُّهُ “ کی ” با “ کی حرکتیں بدل دے، اس طرح کہ ” میم “ پر پیش کی جگہ زبر پڑھے، اور ” با “ پر زبر کی جگہ پیش، تو یہی پاکیزہ کلام جس کی تلاوت باعث ثواب ہے صرف اسی قدر رد و بدل سے خالص کفر ہو جائے گا۔

بہر حال یہ حقیقت بالکل ظاہر ہے کہ بعض اوقات کلام میں معمولی سی تحریف کر دینے سے مضمون بدل جاتا ہے اور اس میں اسلام و کفر کا فرق ہو جاتا ہے چہ جائیکہ اس قدر زبردست الٹ پلٹ کی جائے کہ مختلف صفحات کے فقرہوں کو توڑ پھوڑ کر ایک مسلسل عبارت بنائی جائے اور فقرہوں کی ترتیب بھی بدل دی جائے۔ پس چونکہ خان صاحب نے ” تحذیر الناس “ کی عبارتوں میں اس قسم کی تحریف کر کے کفر کا حکم لگایا ہے اور ان کی اس تحریف اور الٹ پلٹ نے تحذیر الناس کی عبارت کا مطلب بالکل بدل دیا ہے اور اس میں ختم نبوت زمانی کے انکار کے معنی پیدا کر دیئے ہیں اس لئے ہم ان کے اس فتوے کو دانستہ فریب اور معاندانہ قلبیس سمجھنے پر مجبور ہیں۔

دوسری وجہ اور دوسری دلیل ہمارے اس خیال کی یہ ہے کہ خان صاحب نے عبارت دوسری وجہ تحذیر الناس کے عربی ترجمہ میں ایک نہایت افسوسناک خیانت یہ کی ہے کہ ” تحذیر “

صفحہ ۳ کی عبارت اس طرح تھی۔

” مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں “

ظاہر ہے کہ اس میں صرف فضیلت بالذات کی نفی کی گئی ہے جو بطور مفہوم مخالف فضیلت بالعرض کے ثبوت / مستلزم ہے، مگر خان صاحب نے اس کا عربی ترجمہ اس طرح کر دیا۔

مع انه لا فضل فيه اصلا عند اهل الفهم

جس کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے میں اہل فہم کے نزدیک بالکل فضیلت نہیں۔ اور اس میں ہر قسم کی فضیلت کی نفی ہو گئی اور ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے (کا لائحہ) تیسری وجہ اور تیسری دلیل ہمارے اس خیال کی یہ ہے کہ "تخذیر الناس" کے جو

تیسری وجہ

فقراء خان صاحب نے اس موقع پر نقل کئے ہیں۔ ان کا "ما سبق ولاحق" جس سے ان کا صحیح مطلب واضح ہو جاتا ہے اور ناظرین کو غلط فہمی کا موقع نہ دیتا حذف کر دیا ہے (اس کا ثبوت آگے آتا ہے)۔

ہمارے خیال کی چوتھی وجہ اور چوتھی دلیل یہ ہے کہ خان صاحب کے اس محکم کفر کی تمام تر بنیاد اس پر ہے کہ "تخذیر الناس" میں ختم نبوت کا انکار کیا گیا ہے۔ حالانکہ

چوتھی وجہ

اس میں اول سے آخر تک ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمت زمانی کا انکار نکل سکے۔ بلکہ تخذیر الناس کا تو موضوع ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر قسم کی خاتمت ذاتی، زمانی، مکانی وغیرہ کی حمایت اور حفاظت ہے اور بالخصوص ختم زمانی کے متعلق تو اس میں نہایت صاف اور واضح تصریحات ہیں۔ چنانچہ "تخذیر الناس" صفحہ ۳ پر اس فقرہ کے بعد جس کو فاضل بریلوی نے سب سے آخر میں نقل کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ مفہوم مخالف مصنفین کے کلام میں معتبر ہے۔ علامہ شامی رد المحتار میں ارقام فرماتے ہیں کہ۔

"ف انفع المسائل مفہوم التصنیف حجة ۱۰ رد المحتار ج ۳، صفحہ ۴۴۴" اور اس مسئلہ میں

حنفیہ اور شافعیہ کا جو اختلاف مشہور ہے وہ صرف اصول شرعیہ تک محدود ہے۔ ۱۲ منہ عقول

” بلکہ بنا یہ خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخیر زمانی اور سید باب مذکور (یعنی سید باب

مدعیان نبوت) خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی و وبالاً ہو جاتی ہے ؟

نیز اسی تحذیر الناس کے صفحہ ۱۰ پر مولانا مرحوم اپنے اصل دعا کی توضیح سے فارغ ہو کر تکریر فرماتے ہیں کہ۔

” سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ، ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی

بدلات الزامی ضرور ثابت ہے اور تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلہ ہارون

من موسیٰ الا انه لانی بعدی او کما قال : ” جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ

خاتم النبیین سے ماخوذ ہے ۔ اس باب میں کافی ہے ۔ کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے ۔ پھر

اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا ، گو الفاظ مذکور بسند تواتر منقول نہ ہوں ۔ سو یہ عدم تواتر الفاظ

بوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہو گا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ ۔ بآد جودیکہ

الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی

کافر ہو گا ”

اس عبارت میں مولانا مرحوم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کو پانچ طریقوں سے ثابت

فرمایا ہے ۔

لے یہاں یہ بات خاص طور سے قابل لحاظ ہے کہ ختم زمانی پر صراحت دلالت کرنے والی ” لانی بعدی ” جیسی حدیثیں بھی

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب د کے نزدیک قرآن کریم کے لفظ ” خاتم النبیین ” ہی سے ماخوذ ہیں ۔ یعنی مولانا مرحوم کا یہ خیال اور

دعویٰ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن حدیثوں میں اپنا سب سے آخری نبی ہونا اور اپنے بعد کسی اور نبی کا نہ آنا بیان فرمایا

ہے وہ قرآن پاک کے لفظ خاتم النبیین ہی سے ماخوذ ہے اور گویا اسی کی تفسیر اور تشریح ہے اس صاف اور واضح تصریح کے

ہوتے ہوئے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو ختم نبوت زمانی کا منکر قرار دینا یا یہ کہنا کہ وہ قرآن مجید کے لفظ خاتم النبیین سے خاتمیت

زمانی کا مطلب نکالنے کو ” عامیاد خیال ” کہتے ہیں کیسی بے شرمی کی بات ہے ۔ مولانا نے تو صرف صبر کو عام کا خیال بتلایا

ہے جس کی تفصیل اور توضیح آگے آتی ہے ۔

۱ : یہ کہ حضور اقدسؐ کے لئے خاصیت زمانی نفس "خاتم النبیین" سے دلالت مطابقتی ہے، اس طور پر کہ غلام کو ذاتی اور زمانی سے مطلق مانا جائے۔

۲ : یہ کہ بطور عموم مجاز لفظ خاتم کی دلالت دونوں قسم کی خاصیت پر مطابقتی ہو۔

۳ : یہ کہ دونوں میں سے ایک پر مطابقتی ہو اور دوسرے پر التزامی، اور ان تینوں صورتوں میں خاصیت زمانی نفس قرآن سے ثابت ہوگی۔

۴ : یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاصیت زمانی احادیث متواترۃ المعنی سے ثابت ہے۔

۵ : یہ کہ خاصیت زمانی پر امت کا اجماع ہے۔

ان پانچ طریقوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاصیت زمانی ثابت کرنے کے بعد مولانا مرحوم نے یہ بھی تصریح فرمادی کہ خاصیت زمانی کا منکوحا ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ دوسرے ضروریات و قطعیات دین کا۔

”تخذیر الناس“ کی ان واضح تصریحات کے باوجود یہ کہنا کہ اس میں ختم نبوت زمانی کا انکار کیا گیا ہے محض علم اور فریب نہیں تو کیا ہے۔

پھر اس قسم کی تصریحات تخذیر الناس میں ایک ہی دو جگہ نہیں، بلکہ مشکل سے اس کا کوئی حصہ اس کے ذکر سے خالی ہوگا۔ اس وقت ہم تخذیر الناس کی صرف ایک عبارت اور ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جس میں مولانا نانوتوی مرحوم نے ایک نمایاں ہی عجیب و غریب فلسفیانہ انداز میں ختم نبوت زمانی کو بیان فرمایا ہے۔ تخذیر الناس کے صفحہ ۲۱ پر ہے۔

”در صورتیکہ زمانے کو حرکت کہا جائے تو اس کے لئے کوئی مقصود بھی ہوگا جس کے آگے بڑھ کر حرکت

ممتدی ہو جائے، سو حرکت سلسلہ نبوت کے لئے نقطہ ذات محمدی متدی ہے اور یہ نقطہ اس سلسلہ میں زمانی اور

ساق مکانی کے لئے ایسا ہے جیسے نقطہ راس زاویہ تاکہ اشارہ شناسان حقیقت کو یہ معلوم ہو کہ آپ

کی نبوت کون و مکان، زمین و زمان کو شامل ہے“

پھر اس کے چند سطر بعد اسی صفحہ پر فرماتے ہیں کہ۔

”منجملہ حرکات سلسلہ نبوت بھی تھی، سو ہر حصول مقصود اعظم ذات محمدی معلوم وہ

حرکت مبدل بسکون ہوتی، البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں اور زمانہ آخر میں آپ کے ظہور کی ایک

یہ بھی وجہ ہے۔

پھر تحدیر الناس ہی پر منحصر نہیں، حضرت مرحوم کی دوسری تصانیف میں گنجائش اس قسم کی تصریحات موجود ہیں۔
بعض بطور نمونہ ”مناظرۃ عجیبہ“ کی چند عبارتیں ملاحظہ ہوں۔ ”مناظرۃ عجیبہ“ کا مضمون جہاں سے شروع ہوتا ہے اس کی پہلی سطر یہ ہے۔

”حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے اور یہ بات

بھی سب کے نزدیک مسلم ہے کہ آپ اول المخلوقات ہیں“

— پھر اسی کے صفحہ ۳۹ پر فرماتے ہیں۔

”خاتمیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے، ناحق کی سمت کا البتہ کچھ علاج نہیں“

— پھر اسی کے صفحہ ۵۰ پر فرماتے ہیں۔

”خاتمیت زمانی سے مجھے انکار نہیں، بلکہ یوں کہنے کو منکرہوں کے لئے گنجائش انکار نہ چھوڑی

افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جہادیت، اور غیبیوں کی نبوت پر ایمان ہے،

پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر کسی کو نہیں سمجھتا“

— پھر اسی کے صفحہ ۶۹ پر فرماتے ہیں۔

”ہاں یہ مسلم ہے کہ خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے“

— پھر اسی کے صفحہ ۱۰۳ پر ہے۔

”بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے

اس کو کافر سمجھتا ہوں“

یہ پانچ عبارتیں صرف ”مناظرۃ عجیبہ“ کی ہیں۔ اس کے بعد حضرت نانوتوی مرحوم کی آخری تصنیف ”قبلہ نما“

کے ایک عبارت اور نقل کی جاتی ہے۔ ”قبلہ نما“ کے صفحہ ۱ پر ہے۔

”آپ کا دین سب دینوں میں آخر ہے اور چونکہ دین حکم نامہ خداوندی کا نام ہے تو جس کا دین آخر

ہوگا وہی شخص سردار ہوگا، کیونکہ اسی کا دین آخر ہوتا ہے جو سب کا سردار ہوتا ہے“

حضرت قاسم العلوم قدس سرہ کی یہ کل دس عبارتیں ہوئیں۔ کیا ان تصریحات کے ہوتے ہوئے کوئی صاحب دیانت اور صاحب عقل کہہ سکتا ہے کہ یہ شخص ختم نبوت زمانی کا منکر ہے؟ لیکن افتراء پر دازی کا کوئی علاج نہیں۔ ایسے ہی مفتریوں کے متعلق عارف جاتی نے کہا ہے۔

چنیں کردند و خلف در تماشا ہمیں گفتند حاشا ثم حاشا
کزین رودے بگو بدکاری آید وزین دل دار دل آزاری آید

حضرت نانوتوی مرحوم کی مختلف تصانیف کی مذکورہ بالا تصریحات اور دوسرے علماء دیوبند کی وہ علمی اور عملی مساعی، جو قادیانی جماعت کے مقابلہ میں اسی مسئلہ ختم نبوت کے متعلق اب تک کتابوں اور مناظروں کی شکل میں ظور پذیر ہو چکی ہو چکی ہیں اور جن سے تمام اسلامی دنیا واقف ہے۔ ختم نبوت کے متعلق باقی دارالعلوم دیوبند اور جماعت علمائے دیوبند کی پوزیشن واضح کرنے کے لئے انصاف والی دنیا کے نزدیک کافی سے زائد ہیں۔

وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا
أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۝

اس کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ تحذیر الناس کے ان تینوں فقرہوں کا صحیح مطلب بھی عرض کر دیا جائے جن کو جوڑ توڑ کر مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس کے مصنف پر ختم نبوت زمانی کے انکار کا بہتان لگایا ہے۔ لیکن اس کے لئے ضرورت ہے کہ اختصار کے ساتھ قرآن مجید کے لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کے متعلق مولانا نانوتوی مرحوم کا مسلک اور نقطہ نظر واضح کر دیا جائے۔



حضرت نانوتوی محرم اور تفسیر خاتم النبیینؑ

اولاً بطور تمہید گزارش ہے کہ رسول خدا (روحی و قلبی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے نفس

تمہید — الامر میں دو قسم کی خاتمت ثابت ہے۔ ایک زمانی جس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ آپ سب سے

آخر نبی ہیں اور آپ کا زمانہ تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد ہے اور آپ کے بعد اب کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔

دوسرے خاتمت ذاتی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ وصف نبوت کے ساتھ بالذات موصوف ہیں۔ اور دوسرے

انبیاء (علیہم السلام) بالعرض۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست نبوت عطا فرمائی۔

اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور کے واسطے سے۔ جس طرح (بلا تشبیہ) خداوند تعالیٰ نے آفتاب کو بغیر کسی واسطے

کے روشن فرمایا اور اس کی روشنی عالم اسباب میں کسی دوسری روشن چیز سے مستفاد نہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کمالات نبوت براہ راست بلا کسی واسطے کے عطا فرمائے، اور آپ کی نبوت کسی دوسرے نبی کی

نبوت سے مستفاد نہیں۔ اور جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب اور دوسرے ستاروں کو آفتاب کے واسطے

سے منور فرمایا، اور وہ اپنی نورانیت میں آفتاب کے نور کے محتاج ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو کمالات نبوت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے عطا فرمائے گئے۔ اور وہ حضرات بالانکہ حقیقتہً نبی ہیں لیکن اپنی نبوت میں

آفتاب آسمان نبوت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض کے دست نگر ہیں (وہذا حکمہ باذن

اللہ تعالیٰ)۔ اور جس طرح کہ ہر موصوف بالعرض کا سلسلہ کسی موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے اور آگے نہیں

چلتا، مثلاً خانوں میں آئینوں کے ذریعہ جو روشنی پہنچائی گئی ہے، اس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ وہ آئینہ سے

آئی اور آئینہ کی روشنی کو کہا جاسکتا ہے کہ وہ آفتاب کا عکس ہے لیکن آفتاب پر جا کر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور

کوئی نہیں کہتا کہ آفتاب کی روشنی عالم اسباب میں فلاں روشن چیز کا عکس ہے۔ (کیونکہ آفتاب کو اللہ تعالیٰ نے خود

روشن بنایا ہے) اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے متعلق تو کہا جاسکتا ہے کہ وہ حضرت خاتم الانبیاء ص کی

کی نبوت سے مستفاد ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جا کر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور آپ کے متعلق کوئی نہیں کہہ سکتا

کہ آپ کی نبوت فلاں نبی کی نبوت سے مستفاد ہے (کیونکہ آپ باذن اللہ تعالیٰ نبی بالذات ہیں) پس اسی کو خاتم ذاتی

کہا جاتا ہے اور اسی مرتبہ کا نام خاتمتِ ذاتیہ ہے۔

اس مختصر تمیذ کے بعد عرض ہے کہ حضرت مولانا نانوتوی مرحوم اور بعض دوسرے محققین کی تحقیق یہ ہے کہ خاتمتِ ذاتیہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے۔ اس سے آپ کے لئے دونوں قسم کی خاتمت ثابت ہوتی ہے ذاتی بھی اور زمانی بھی۔ اور عوام اس سے محض ایک قسم کی خاتمت مراد لیتے ہیں، یعنی صرف زمانی۔

بہر حال حضرت مولانا مرحوم اور عوام کا نزاع نہ ختم نبوت زمانی میں ہے نہ اس میں کہ قرآنی لفظ خاتم النبیین خاتم ذاتی مراد لی جائے (کیونکہ مولانا کو یہ دونوں چیزیں تسلیم ہیں) بلکہ نزاع صرف اس میں ہے کہ لفظ خاتم النبیین سے خاتمتِ زمانی کے ساتھ خاتمتِ ذاتی بھی مراد لی جائے یا نہیں؟ حضرت مولانا اس کے قائل اور ثابت ہیں اور انہوں نے اس کی چند صورتیں لکھی ہیں۔

۱ : ایک یہ کہ لفظ خاتم کو خاتمتِ زمانی اور ذاتی کیلئے مشترک معنوی مانا جائے اور جس طرح مشترک معنوی سے اس کے متعدد افراد مراد لئے جاتے ہیں، اسی طرح یہاں آیت کریمہ میں بھی دونوں قسم کی خاتمت مراد لی جائے۔
۲ : دوسری صورت یہ ہے کہ ایک معنی کو حقیقی اور دوسرے کو مجازی کہا جائے اور آیت کریمہ میں لفظ خاتم سے بطور عموم مجاز ایک ایسے معنی مراد لئے جائیں جو دونوں قسم کی خاتمت کو عادی ہوں۔

ان دونوں صورتوں میں لفظ خاتم کی دلالت دونوں قسم کی خاتمت پر ایک ساتھ اور مطابقت ہوگی۔
۳ : تیسری صورت یہ ہے کہ قرآن کریم کے لفظ خاتم سے صرف خاتمتِ ذاتی مراد لی جائے، مگر چونکہ اس کے لئے بدلائل عقلیہ و نقلیہ خاتمتِ زمانی لائق ہے لہذا اس صورت میں بھی خاتمتِ زمانی پر آیت کریمہ کی دلالت بطور الزام ہوگی۔

ان تینوں صورتوں کے لکھنے کے بعد ”تخذیر الناس“ کے صفحہ ۹ پر حضرت مولانا نے جس کو خود اپنا مختار بتلایا ہے، وہ یہ ہے کہ خاتمت کو جنس مانا جائے اور ختمِ زمانی و ختمِ ذاتی کو اس کی دو نوعیں قرار دیا جائے اور قرآن کریم کے لفظ خاتم سے یہ دو نوعیں بیک وقت مراد لے لی جائیں جس طرح کہ آیت کریمہ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالاَنْصَابُ وَالاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ میں بیک وقت ”بجس“ سے ظاہری و باطنی دونوں قسم کی نجاستیں مراد لی جاتی ہیں۔ بلکہ غور کیا جائے تو یہاں ختمِ زمانی اور ختمِ ذاتی میں اس قدر لہجہ نہیں جس قدر

شراب کی نجاست اور جوئے کی نجاست میں۔

لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے جس کا حاصل صرف اتنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم زمانی بھی ہیں اور خاتم ذاتی بھی۔ اور یہ دونوں قسم کی خاتمیت آپ کے لئے قرآن کریم کے اسی لفظ خاتم النبیین سے نکلتی ہے۔

اس کے بعد ہم ان تینوں فقروں کا صحیح مطلب عرض

کرتے ہیں جن کو جوڑ کر مولوی احمد رضا خان صاحب نے

تخذیر الناس کی عبارتوں کا صحیح مطلب

کفر کا مضمون بنالیا ہے۔

ان میں سے پہلا فقرہ صفحہ ۱۴ کا ہے اور یہاں حضرت مرحوم اپنی مذکورہ بالا تحقیق کے موافق خاتمیت ذاتی کا

بیان فرما رہے ہیں۔ اس موقع پر ”تخذیر الناس“ کی پوری عبارت اس طرح تھی۔

” غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء

گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا، بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو

جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔“

خان صاحب نے اس عبارت کا خط کشیدہ حصہ جس سے ہر شخص یہ سمجھ لیتا کہ مولانا کی یہ عبارت خاتمیت ذاتی

کے متعلق ہے نہ کہ زمانی کے متعلق، حذف کر کے ایک ناتمام ٹکڑا نقل کر دیا۔ اور پھر غضب یہ کیا کہ اس کو صفحہ ۲۸ کے ایک

فقرہ کے ساتھ اس طرح جوڑا کہ صفحہ کے نمبر کا تو ذکر ہی کیا ہے، درمیان میں ختم فقرہ کی علامت (ڈالیش) بھی نہیں

دیا اور پھر اس دوسرے فقرہ کی نقل میں بھی صریح خیانت کی۔ اس موقع پر پوری عبارت اس طرح تھی۔

” ہاں اگر خاتمیت بمعنی القصاب ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا اس سمجھپان نے عرض کیا ہے تو

پھر سولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصودہ بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ

علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارج ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ

نہ ہوگی۔ افراد مستردہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی، بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی
صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

اس عبارت میں بھی مولوی احمد رضا خان صاحب نے یہ کارروائی کہ اس کا ابتدائی حصہ جس سے ناظرین
صاف معلوم ہو سکتا تھا کہ یہاں صرف خاتمت ذاتی کا ذکر ہے نہ کہ زمانی کا، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
افضلیت کے متعلق بھی مصنف "تخذیر الناس" کا عقیدہ اس سے معلوم ہو جاتا، اس اہم حصہ کو خان صاحب نے یکم
حذف کر کے صرف آخری خط کشیدہ فقرہ نقل کر دیا اور دوسری کارروائی یہ کہ اس نام تمام فقرہ کو بھی صفحہ ۲۸ کے
ایک نام تمام فقرہ سے اس طرح جوڑ دیا کہ وہاں بھی درمیان میں ڈالیش تک نہیں دیا۔

بہر حال صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کے ان دونوں فقروں میں حضرت مرحوم صرف خاتمت ذاتی کے متعلق فرما
رہے ہیں کہ یہ ایسی خاتمت ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد اور کوئی نبی ہو، تب بھی آپ کی اس
خاتمت میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ یہی خاتمت زمانی، اس کا یہاں کوئی ذکر نہیں، اور نہ کوئی ذی ہوش یہ کہہ سکتا
ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمت زمانی میں کوئی فرق نہیں آتا۔

بلاشبہ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کسی
ملک میں کوئی دہائی مرض پھیلا۔ بادشاہ

ایک عام فہم مثال سے مونا نانو توئی کے مطلب کی توضیح
کی طرف سے یکے بعد دیگرے بہت سے طبیب بھیجے گئے اور انہوں نے اپنی قابلیت کے موافق مریضوں کا علاج کیا۔ اجڑی
اس رحیم و کریم بادشاہ نے سب سے بڑا اور سب سے زیادہ حاذق طبیب جو پہلے تمام طبیبوں کا استاد بھی ہے، بھیجا
اور اعلان کر دیا کہ اب اس کے بعد کوئی طبیب نہیں آئے گا۔ آئندہ جب کبھی کوئی مریض ہو، وہ اسی آخری طبیب کا
 نسخہ استعمال کرے، اُسی سے شفا ہوگی۔ بلکہ اس کے بعد جو شاہی طبیب ہونے کا دعوائے کرے، وہ جھوٹا اور واجب القتل
 ہے۔ چنانچہ دنیا کا وہ آخری طبیب آیا اور اس نے اگر اپنا شفا خانہ کھولا۔ جو حق مریض اس کے دار الشفا میں داخل ہو
 کر شفا یاب ہوئے۔ بادشاہ نے اپنے اس طبیب کو ایک حکم نامہ میں "خاتم الاطباء" کا خطاب بھی دیا۔ اب عوام تو یہ سمجھتے
 ہیں کہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ طبیب زمانہ کے اعتبار سے سب سے آخری طبیب ہے اور اس کے بعد اب کوئی اور طبیب
 بادشاہ کی طرف سے نہیں آئے گا اور اہل فہم کا ایک گروہ (جو بالیقین جانتا ہے کہ یہ طبیب فی الواقع آخری ہی طبیب ہے)

کہتا ہے کہ اس عظیم الشان طبیب کو خاتم الاطباء صرف اسی وجہ سے نہیں کہا گیا ہے کہ وہ آخری طبیب ہے بلکہ اس کے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تمام پہلے طبیبوں کی طب کا سلسلہ اسی جلیل القدر طبیب پر ختم ہے یعنی وہ سب اس کے شاگرد ہیں۔ انہوں نے فن طب اسی سے سیکھا ہے۔ لہذا اس دوسری وجہ سے بھی وہ خاتم الاطباء ہے اور یہ دونوں قسم کی خاتمت اُسی خاتم الاطباء کے لفظ سے نکلتی ہے۔ بلکہ اگر تم غور کرو گے تو تم کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ بادشاہ نے اس صادق طبیب کو جو سب سے آخر میں بھیجا ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہ فن طب میں سب سے فائق، سب سے ماہر اور سارے طبیبوں کا آئینہ ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ بڑے سے بڑے طبیب کی طرف اخیر ہی میں رجوع کیا جاتا ہے۔ مقدمات تمام تحتانی مراحل طے کرنے کے بعد ہی بادشاہ معظم کی عدالت عالیہ میں پہنچتے ہیں۔ بہر حال یہ طبیب صرف زمانہ ہی کے اعتبار سے خاتم نہیں ہے۔ بلکہ اپنے فن کے کمال کے اعتبار سے بھی خاتم ہے اور یہ دوسری خاتمت ایسی ہے کہ اگر بالفرض اس کے زمانہ میں اس کے بعد بھی کوئی طبیب آجائے تو اس کی اس خاتمت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

ناظرین انصاف فرمائیں کہ اہل فہم کے اس گردہ کے متعلق ان کے کسی معاند دشمن کا یہ کہنا کہ یہ لوگ اس خاتم الاطباء کو آخری طبیب نہیں مانتے اور اس کی اس حیثیت کے منکر ہیں، کتنی بڑی تبلیغ اور کس قدر عریان بے حیائی ہے۔ جبکہ اہل فہم کا یہ گردہ اس شاہی طبیب کو ذاتی اور مرتبی حیثیت سے خاتم الاطباء مانتے کے ساتھ یہ بھی صاف صاف کہتا ہے کہ زمانہ کے لحاظ سے بھی یہی آخری طبیب ہے اور اس کے بعد اب کوئی طبیب بادشاہ کی طرف سے نہیں آئے گا بلکہ جو کوئی اس کے بعد شاہی طبیب ہونے کا دعویٰ کرے وہ واجب القتل ہے۔

یہاں تک تحذیر الناس کے صفحہ ۱۴ و ۲۸ کے فقرہ کا صحیح مطلب عرض کیا گیا ہے۔ رہا تیسرا فقرہ جس کو خان صاحب نے سب سے اخیر میں نقل کیا ہے، وہ تحذیر الناس کے تیسرے صفحہ کا ہے۔ اور یوں سمجھنا چاہئے کہ گویا تحذیر الناس دہن سے شروع ہوتی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

» بعد حمد و صلوة کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنا چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو، سو حوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلیع کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں ۔

اس عبارت میں دو چیزیں قابل لحاظ ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں مولانا مرحوم مسئلہ ختم نبوت پر کلام نہیں فرما رہے ہیں بلکہ لفظ خاتم کے معنی پر کلام فرما رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ خاتم سے ختم زمانی مراد لینے کو مولانا نے عوام کا خیال نہیں بتلایا بلکہ ختم زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے۔ اور عوام کے اسی نظریہ سے مولانا کو اختلاف ہے ورنہ خاتمیت زمانی مع خاتمیت ذاتی مراد لینا خود مولانا مرحوم کا مسلک مختار ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اور تحذیر الناس کے صغیرہ و کبیرہ پر مولانا نے پوری تفصیل کے ساتھ اس کو بیان فرمایا ہے۔

بہر حال چونکہ خود حضرت مولانا کے نزدیک لفظ خاتم النبیین سے ختم زمانی بھی مراد ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ یہاں صرف حصر کو مولانا نے عوام کا خیال بتلایا ہے اور مولانا کا مطلب صرف یہ ہے کہ عوام تو یہ سمجھتے ہیں کہ حضور کے لئے لفظ ”خاتم النبیین“ سے صرف خاتمیت زمانی ہی ثابت ہوتی ہے اس کے سوا کچھ نہیں ثابت ہوتا اور اہل فہم کے نزدیک اصل حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کے اس لفظ سے حضور کے لئے خاتمیت زمانی بھی ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت ذاتی بھی۔

میں سے مولوی احمد رضا خان صاحب کے اس اعتراض کا بھی جواب ہو گیا جو انہوں نے تحذیر الناس کی اس عبارت پر ”الموت الاحمر“ میں کیا ہے کہ۔ ”اس میں خاتم النبیین سے خاتم زمانی مراد لینے کو عوام کا خیال بتلایا گیا ہے حالانکہ خاتم کے یہ معنی خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام سے بھی مروی ہیں۔ پس مصنف تحذیر الناس کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام صحابہ کرام و عوام میں داخل ہوئے۔ (معاذ اللہ) جواب کی تقریر و تفصیل یہ ہے کہ صاحب تحذیر الناس نے خاتم سے خاتم زمانی مراد لینے کو عوام کا خیال نہیں بتلایا بلکہ ختم زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کسی صحابی سے حصر ثابت نہیں بلکہ علماء و اصحاب میں سے بھی کسی نے حصر کی تصریح نہیں فرمائی اور کیونکہ کوئی حصر کی جرات کر سکتا ہے جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آیات قرآنی کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

”اے اس پر پوری روشنی اور پرواہی جا چکی ہے اور مولانا مرحوم کی یہ تصریح چند صفحے پہلے گزر چکی ہے کہ ان کے نزدیک ختم نبوت زمانی پر صراحت دلائل کرنے والی ”لانی بعدی“ جیسی ساری حدیثیں ”خاتم النبیین“ ہی کے لفظ سے ماخوذ و مستنبط ہیں۔“

لِكُلِّ آيَةٍ مِنْهَا ظَهَرَ وَبَطَنٌ وَلِكُلِّ حَدِّ مُطْلَعٌ -

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آیت قرآنی کے کم از کم دو مضمون ضرور ہوتے ہیں۔ اور اگر علماء سلف میں سے کسی کے کلام میں حصر کا کوئی لفظ پایا بھی جائے تو وہ حصر حقیقی نہیں ہے جس کو مولانا ناتوئی مرحوم عوام کا خیال بتلاتے ہیں۔ بلکہ اس سے مراد حصر اضافی بالنظر الی تار یلات الملاحدة ہے۔

بہر حال جو شخص صاحب تحذیر الناس پر یہ بہتان رکھتا ہے کہ انہوں نے معاذ اللہ آنحضرتؐ کی بیان کردہ تفسیر کو خیال عوام بتلادیا، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی سے ایک ہی روایت حصر کی ثابت کر دے۔ پھر یہ کہ مولانا مرحوم نے اپنے مکتوبات میں اس کی بھی تصریح فرمادی ہے کہ باب تفسیر میں عوام سے مراد کون لوگ ہوتے ہیں۔ اس موقع پر حضرت مرحوم کے الفاظ یہ ہیں۔

”وجز انبیاء علیہم السلام یا راسخین فی العلم
باب تفسیر میں سوائے انبیاء علیہم السلام اور
علماء راسخین کے سب عوام ہیں۔“

(قاسم العلوم نمبر اول، مکتوب دوم ص ۱)

ان تصریحات کے ہوتے صاحب تحذیر الناس کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کرامؓ کو عوام میں داخل کر دیا، سخت ترین بددیانتی ہے۔

خاتم النبیین کی تفسیر میں حضرت مولانا ناتوئیؒ کے مسلک کی تائید مولوی احمد رضا خان انصاری کی تصریحات سے

اس کے بعد ہم یہ بھی بتلادینا چاہتے ہیں کہ جو لوگ لفظ خاتم النبیین سے صرف ایک ہی معنی (خاتم زمانی) مراد لیتے ہیں اور معنی خاتم النبیین کو اسی میں حصر کرتے ہیں وہ فاضل بریلوی کے نزدیک بھی عوام میں داخل ہیں، اہل فہم میں سے نہیں۔ فاضل موصوف ”الدولة المکیہ“ صفحہ ۳۴ پر تحریر فرماتے ہیں۔

عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آدمی اس وقت تک کامل فقہ نہیں ہوتا جب تک کہ قرآن کے لئے متعدد وجوہ نہ نکالے (میں کہتا ہوں کہ تخریج کی ہے اس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن سعد فی الطبقات
و ابو نعیم فی الحلیۃ و ابن عساکر فی تاریخہ
و اردو مقاتل بن سلیمان فی صدر کتابہ
فی وجوہ القرآن مرفوعاً بلفظ لا یكون
الرجل فقیہا کل الفقہ حتی یرى للقرآن
وجوہا کثیرۃ -

روایت کی حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
ابن سعد نے طبقات میں - اور ابو نعیم نے حلیہ میں ، اور ابن عساکر
نے اپنی تاریخ میں - اور مقاتل بن سلیمان نے اپنی کتابہ
میں ، وجوہ قرآن میں اس کو بدیں الفاظ مرفوعاً روایت
کیا ہے کہ در آدمی اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہوتا
جب تک کہ قرآن کے لئے وجوہ کثیرہ دیکھے ۔

قال فی الاقنآن قد فسرہ بعضهم
بان المراد ان یرى اللفظ الواحد یحمل
معانی متعدده فیحملہ علیہا اذا كانت
غیر متضاده ولا یقتصر بہ علی معنی
واحد - (انتہی صفحہ ۳۴)

علامہ سیوطی اقنآن میں فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے
اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ مطلب یہ ہے کہ لفظ واحد جو چند
معانی کے لئے متحمل ہو اس کو ان سب پر محمول کرے جب کہ
وہ آپس میں ٹکراتے نہ ہوں اور ایک ہی معنی پر منحصر نہ
کرے ۔

مولوی احمد رضا خان صاحب کی اس عبارت بلکہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے صاف معلوم
ہو گیا کہ جو شخص کسی آیت قرآنی سے صرف ایک ہی معنی مراد لے اور اسی میں مہر کرے تو وہ عوام میں داخل ہے ، اہل فہم و فقہاء
میں سے نہیں ہے ، کامل فقیہ جب ہی ہو گا جب کہ ایک آیت کو بہت سے غیر متعارض معانی پر محمول کر سکے ، جیسا کہ حضرت
مولانا محمد قاسم ؒ نے ایک لفظ خاتم النبیین سے تین قسم کی خاتمیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کی یعنی خاتمیت
ذاتی ، زمانی ، مکانی ۔

الحمد للہ تعالیٰ الناس کے تینوں فقرہوں کا صحیح مطلب بیان کر دیا گیا اور ناظرین کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صفحہ ۳ کے فقرے
میں حضرت نانوتوی مرحوم نے جن لوگوں کو عوام بتلایا ہے وہ فاضل بریلوی کے نزدیک بھی عوام ہی میں داخل ہیں ۔ اس کے
بعد ہم یہ بھی بتلادینا چاہتے ہیں کہ یہ تحقیق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم ربانی ہونے کے ساتھ خاتم مرتبی اور خاتم
ذاتی بھی ہیں یعنی آپ نبی بالذات ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام نبی بالعرض ۔ آپ کو کمال نبوت اللہ تعالیٰ نے براہ
راست عطا فرمائے اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو آنحضرت کے واسطے سے ۔ اس میں بھی حضرت نانوتوی مرحوم متفرد نہیں بلکہ

بت سے اگلے علماء محققین بھی اس کی تصریح فرما چکے ہیں۔ لیکن یہاں ہم ان کی عبارات نقل کر کے بات کو طویل کرنے اور کتاب کو ضخیم بنانے کی ضرورت نہیں سمجھتے کیونکہ خود مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی اس مسئلہ کو اس طرح لکھ دیا ہے کہ اس کے بعد کسی اور کی عبارت نقل کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اس لئے ہم ان ہی کی ایک عبارت اس سلسلہ میں نقل کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

فاضل موصوف اپنے رسالہ "جزاء اللہ عددہ" کے صفحہ ۲۳ پر لکھتے ہیں۔

”اور نصوص متواترہ اولیا، کرام و ائمہ عظام و علماء اعلام سے سب سے پہلے ہو چکا کہ بر نعمت قلیل یا کثیر، صغیر یا کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی۔ روز اول سے اب تک اور اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت، آخرت سے اب تک، مومن یا کافر، مطیع یا ناجب، نیک یا انسان، جن یا حیوان، بلکہ تمام ماسوی اللہ میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی، اُس کی کاپی انہیں کے صباۃ کرم سے کھلی اور کھلتی ہے اور کھلے گی۔ انہیں کے ہاتھوں پر بیٹی اور بیٹی ہے اور بیٹے گی، یہ سر الوجود اور اصل الوجود، خلیفۃ اللہ الاعظم و ولی نعمت عالم میں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ خود فرماتے ہیں، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”انا ابو القاسم اللہ یعطی وانا القسم“ رواہ الحاکم فی المستدرک وصحیحہ و اقربہ الناقدون“

فاضل بریلوی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ عالم میں جو کچھ نعمت روحانی یا جسمانی، دنیوی یا دینی، ظاہری یا باطنی کسی کو ملی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دست کرم کا نتیجہ ہے اور چونکہ نبوت بھی ایک اعلیٰ درجہ کے روحانی نعمت ہے لہذا وہ بھی دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور ہی کے واسطے سے ملی ہے۔ اور اسی حقیقت کا نام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی اصطلاح میں خاتمیت ذاتی اور خاتمیت مرتبی ہے۔

اس وقت ہم اس بحث کو اسی پر ختم کرتے ہیں اور مولوی احمد رضا خان صاحب نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہیؒ پر تگزیب رب العزت جل جلالہ کا جو ہتھان لگایا ہے اب اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا شیخ احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ

تکذیب رب العزت جل جلالہ کا ناپاک بہتان

اور

اس کا جواب

مولوی احمد رضا خان صاحب — حسام الحرمین — کے صفحہ ۳۱ پر حضرت مولانا گنگوہی رحمہ کے متعلق

لکھتے ہیں۔

پھر تو ظلم و گمراہی میں اس کا حال یہاں تک بڑھا کہ اپنے
ایک فتوے میں جو اس کا ٹھہری دستخطی میں نے اپنی آنکھ
سے دیکھا ہے بمبئی وغیرہ میں بارہا مع رد کے چھپا
صاف لکھ دیا کہ جو اللہ سبحانہ تعالیٰ کو بالفعل جھوٹا مانے
اور تصریح کرے کہ معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولا
اور یہ بڑا عیب اس سے صادر ہو چکا تو اسے کفر بالائے
طاعت، گمراہی، درکنار، فاسق بھی نہ کہو، اس لئے کہ بہت
سے امام ایسا کہ چکے ہیں جیسا اس نے کہا۔ بس نہایت
کاریہ ہے کہ اس نے تاویل میں خطا کی
..... یہی وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بہر کیا
اور ان کی آنکھیں اندھ بن کر دیں۔

ثم تبادى به الحال في الظلم و
الضلال حتى صرح في فتوى له وقد رايتها
بخطه وخاتمه بعينى وقد طبعت مرارا
في بمبئي وغيرها مع ردها، ان من
يكذب الله تعالى بالفعل ويصرح انه
سبحانه وتعالى قد كذب وصدرت منه
هذه العظيمة فلا تنسوه الى فسق فضلا
عن ضلال فضلا عن كفر فان كثيرا من
الاشمة قد قالوا بقبيله وانما قصارى
امره انه مخطئ في تاويله
..... اولئك الذين اصمهم الله تعالى

ولا حول ولا قوة الا بالله العلیٰ العظیم -

واعنی ابصارهم ولا حول ولا قوة

الا بالله العلیٰ العظیم -

(حسام المجرین ص ۱۳) -

یہ ناچیز بندہ عرض کرتا ہے کہ حضرت گنگوہی مرحوم کی طرف کسی ایسے فتوے کی نسبت کرنا سراسر افتراء اور بہتان ہے۔ پہلی بحث میں تو مولوی احمد رضا خان صاحب نے تحذیر الناس کی متفرق عبارتیں جوڑ کر کفر کی مہل تیار بھی کر لی تھی یہاں تو یہ بھی ناممکن ہے۔ بھگدشت ہم پورے دثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مرحوم کے کسی فتوے میں یہ الفاظ موجود نہیں، نہ کسی فتوے کا یہ مضمون ہے۔ بلکہ درحقیقت یہ صرف خان صاحب یا ان کے کسی دوسرے ہم پیشہ بزرگ کا افتراء اور بہتان ہے۔ بفضلہ تعالیٰ ہم اور ہمارے اکابر اس شخص کو کافر، مرتد، ملعون سمجھتے ہیں جو خداوند تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے اور اس سے بالفعل صدور کذب کا قائل ہو بلکہ جو بدنسب اس کے کفر میں شک کے سچم اس کو بھی خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ (جن پر خان صاحب نے یہ ناپاک بہتان باندھا ہے) خود انہیں کے مطبوعہ فتاویٰ کی جلد اول صفحہ ۱۱۸ پر ہے۔

” ذات پاک حتی تعالیٰ جل جلالہ کی پاک و منزہ ہے۔ اس سے کہ متصف بوصف کذب کیا جائے۔

معاذ اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز شائبہ کذب کا نہیں، قال اللہ تعالیٰ ومن اصدق

من اللہ قلیلاً“

جو شخص حتی تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے، یا زبان سے کہے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے، وہ قطعاً

کافر و ملعون ہے اور مخالف قرآن و حدیث کا اور اجماع امت کا ہے۔ وہ ہرگز مومن نہیں۔ تعالیٰ اللہ

عَمَّا يَقُولُ الظَّالِمُونَ عُلُوًّا كَبِيراً -

ناظرین با انصاف فیصلہ فرمائیں کہ اس صریح اور چھپے ہوئے فتوے کے ہوتے ہوئے حضرت مجدد پر یہ افتراء کرنا کہ

معاذ اللہ وہ خدا کو کاذب بالفعل مانتے ہیں، یا ایسا کہنے والے کو مسلمان کہتے ہیں کس قدر شرمناک کارروائی ہے؟ الحساب یوم

الحساب :-!

رہا مولوی احمد رضا خان صاحب کا یہ لکھنا کہ ” میں نے ان کا وہ فتوے مع مہر و دستخط مجھ پر خود دیکھا ہے“ اس کے

جواب میں ہم صرف اس قدر عرض کریں گے کہ جب اس چودہویں صدی کا ایک عالم اور مفتی ایک چھپن ہوئی کثیر الاثاف کتاب (تخذیر الناس) کی عبارتوں میں قطع و برید کر کے اور صفحہ ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰ کی عبارتوں میں تحریف کر کے ایک کفر کا متن لکھ کر کے تخذیر الناس کی طرف منسوب کر سکتا ہے تو کسی مجلس کے لئے کسی کے مہر و دستخط بنالینا کیا مشکل ہے؟ کیا دنیا میں جعلی کے اور جعلی دستاویزیں تیار کرنے والے موجود نہیں؟ مشہور ہے کہ بریلی اور اس کے اطراف میں تو اس فن کے بڑے بڑے کامل رہتے ہیں جن کا ذریعہ معاش یہی مجلس سازی ہے۔

بہر حال مولوی احمد رضا خان صاحب نے حضرت گنگوہی مرحوم کے جس فتوے کا ذکر کیا ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ، جوتین جلدوں میں چھپ کر شائع ہو چکا ہے وہ بھی اس کے ذکر سے خالی ہے۔ بلکہ اس میں اس کے ہر حرف خلافت چند فتوے موجود ہیں جن میں سے ایک اذیہ نقل بھی کیا جا چکا ہے۔ اور اگر فی الواقع خان صاحب نے کوئی فتوے اس قسم کا دیکھا ہے تو وہ یقیناً ان کے کسی ہم پیشہ بزرگ یا ان کے کسی پیشرو کی مجلس سازی اور وسیعہ کاری کا نتیجہ ہوگا۔

حضرات علماء و مشائخ کی عزت و عظمت کو مٹانے کے لئے حاسدوں نے اس سے پہلے بھی اس قسم کی کاذب دانیوں کی ہیں۔ اس سلسلہ کے چند عبرت آموز واقعات ہم یہاں نقل بھی کرتے ہیں۔

- (۱) امت کے جلیل القدر مجتہد اور محدث حضرت امام احمد بن حنبلؒ اس دنیا سے کوچ فرما رہے ہیں اور کوئی نصیب حاسد عین اسی وقت ان کے تکیہ کے نیچے کچھ لکھے ہوئے کاغذات رکھ جاتا ہے جن میں خالص ملحدانہ عقائد اور زندیقانہ خیالات بھرے ہوئے ہیں۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ لوگ ان تحریرات کو امام احمد بن حنبلؒ ہی کی کاوش و داعی کا نتیجہ سمجھیں گے اور جب ان کے مضامین اسلامی تعلیمات کے خلاف پائیں گے تو امام سے بدظن ہو جائیں گے اور لوگوں کے دلوں سے ان کی عزت و عظمت نکل جائے گی۔ پھر جاری دکان جو امام کے فیض عام کے مقابلہ میں پھکی پڑ گئی ہے چمک اٹھے گی۔
- (۲) امام لغت علامہ مجد الدین فیروز آبادیؒ صاحب قاموس زندہ تھے۔ مشہور امام اور مرجع خواص و عوام تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ جیسے محدث نے ان کے خرمین علم سے خوشہ چینی کی۔ حاسدین ان کی اس غیر معمولی مقبولیت کو نہ دیکھ سکے اور ان کی عظمت و شہرت کو بڑے لگانے کے لئے ان کے نام سے پردی ایک کتاب حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مطاعن میں تصنیف کر ڈالی جس میں خوب زور و شور سے حضرت امام اعظمؒ کی تکفیر بھی کی اور یہ جعلی کتاب دور دراز مقامات تک شائع کر دی گئی۔ حنفی دنیا میں علامہ فیروز آبادیؒ کے خلاف نہایت زبردست ہتھیان برپا ہو گیا۔ لیکن بے چارے علامہ

کو اس کی بالکل بھی خبر نہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ کتاب ابو بکر الخياط البغوی الیمانی کے پاس پہنچی تو انہوں نے علامہ
فیروز آبادیؒ کو خط لکھا کہ ”آپ نے یہ کیا کیا؟ علامہ موصوف نے اس کے جواب میں لکھا۔

”اگر وہ کتاب جو افراط میری طرف منسوب کر دی گئی ہے آپ کے پاس ہو تو فیروز اس کو نذر آتش

کر دیجئے۔ خدا کی پناہ! میں اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کی تکفیر ”انا اعظمہ للمعتدین

ف الامام ابی حنیفہ“ (حالانکہ مجھ کو امام کی جناب میں بے انتہاء عقیدت ہے میں

نے تو ایک ضخیم کتاب بھی امام کے مناقب عالیہ میں لکھی ہے؟

(۳) امام مصطفیٰ قرمانی حنفیؒ نے نہایت جانکاہی سے ”مقدمہ ابواللیث سرقندی“ کی ایک مبسوط

شرح لکھی۔ جب ختم کر چکے تو مصر آئے کہ وہاں کے علماء کو دکھلانے کے بعد اس کی اشاعت کریں گے۔ تصنیف مجدد اللہ

کامیاب تھی۔ بعض حاسدوں کی نظر میں کھٹک گئی اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اس کی اشاعت سے ہماری دوکانوں کی رونق

پھیل کر جائے گی۔ کچھ اور تو نہ کر سکے البتہ یہ سخاوت کی کہ اس کے ”باب آداب الخلافہ“ کے اس مسئلہ میں کہ قضائے

حاجت کے وقت آفتاب و ماہتاب کی طرف رخ نہیں کرنا چاہئے ”اپنی وسیعہ کاری سے اتنا اضافہ کر دیا کہ۔

”چونکہ ابراہیم علیہ السلام ان دونوں کی عبادت کیا کرتے تھے“ (معاذ اللہ) علامہ قرمانی کو اس شرارت کی کیا خبر

تھی انہوں نے لاعلمی میں وہ کتاب علماء مصر کے سامنے پیش کر دی۔ جب ان کی نظر اس دلیل پر پڑی سخت برہم ہوئے

اور تمام مصر میں علامہ قرمانی کے خلاف ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ قاضی وقت نے واجب القتل قرار دیا۔ بیچارے راتوں

رات جان بچا کر مصر سے بھاگے ورنہ سزا دیئے بغیر پھانسی چھوٹنا مشکل تھا۔

(۴) عارف ربانی امام عبدالوہاب شمرانیؒ اپنی کتاب ”البراقیت الجواہر“ میں آپ بتی لکھتے ہیں کہ۔

”بعض حاسدوں نے میری کتاب ”البحر المودود فی المواشیت والحمود“ میں میری زندگی ہی

میں عقائد باطلہ اور خیالات فاسدہ بڑھادیئے اور تین سال تک مصر مکہ مکرمہ میں خوب اس کی

اشاعت کی۔ جب مجھے اس کا علم ہوا تو میں نے مشاہیر علماء سے اصل نسخہ پر تصدیقیں لکھوا کر ان

علکوں میں بھیجا۔ وہ حسد و کینہ کے مریض اس پر بھی باز نہ آئے اور ان کمینوں نے اس کے بعد یہ

پر دیکھتے کیا کہ جن علماء نے ان پر تصدیقات لکھی تھیں اب وہ اس سے رجوع کر رہے ہیں اور

اکثر چمکے ہیں (امام شعرانیؒ لکھتے ہیں کہ) جب مجھے اس کی خبر ہوئی تو میں نے پھر ان حضرات علما کو تکلیف دی اور خود انہیں کے قلم سے حاسدوں کے اس نئے پروپیگنڈے کی تردید لکھوا کر عرب روانہ کیں جب کہیں اس فتنہ کا خاتمہ ہوا "

یہ گفتی کے چند واقعات ہیں۔ تاریخ اور تذکرے کی کتابیں اگر دیکھی جائیں تو بد نصیب حاسدوں کی دوسرے کارروائیوں کے جیسے سینکڑوں شرمناک واقعات ملیں گے۔

پس اگر درحقیقت فاضل بریلوی اپنے اس بیان میں سچے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ بالا مضمون کا کوئی فتویٰ حضرت گنگوہی مرحوم کے مراد و مخط کے ساتھ دیکھا ہے تو یقیناً وہ اسی قبیل سے ہے لیکن پھر بھی مولوی احمد رضا خاں صاحب کو اس کی بنا پر کفر کا فتوے دینا ہرگز جائز نہ تھا، تاوقتیکہ وہ یہ تحقیق نہ کر لیتے کہ یہ فتوے حضرت مولانا کا ہے بھی یا نہیں؟ فقہ کا مسلم اور مشہور مسئلہ ہے کہ "الخط يشبه الخط" یعنی ایک انسان کا خط دوسرے کے خط سے مل جاتا ہے اور خود خان صاحب بھی اس سے ناواقف نہیں۔ چنانچہ خط یا تار سے عدم ثبوت روایت ہلال پر استدلال کرتے ہوئے آپ تصریح فرماتے ہیں کہ۔

"تمام کتابوں میں تصریح ہے "الخط يشبه الخط" الخط لا يعمل به"

(ملفوظات اعلیٰ حضرت جلد ۲، ص ۵۲)

میرحال جب کہ روایت ہلال جیسی معمولی باتوں میں خط کا اعتبار نہیں تو پھر تکفیر جیسے اہم معاملہ میں کیونکر اس کا اعتبار ہو سکتا ہے۔

رہے وہ دلائل جو خان صاحب نے حضرت گنگوہی مرحوم کی طرف اس جعلی فتوے کی نسبت صحیح ہونے پر اپنی کتاب "تمہید ایمان" میں پیش کئے ہیں وہ نہایت لچر پوچ اور تار عنکبوت سے زیادہ کمزور ہیں۔ ناظرین ذرا ان کو خود بھی دیکھ لیں اور جانچ لیں۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب موصوف اس جعلی فتوے کے متعلق "تمہید ایمان" ص ۳۸، ۳۹ پر لکھتے ہیں۔

"یہ تکذیب خدا کا ناپاک فتوے اٹھارہ برس ہوئے ۱۳۰۸ھ ہجری میں رسالہ "تھیانۃ الناس"

کے ساتھ مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ میں مع رد کے شائع ہو چکا، پھر ۱۳۱۸ھ میں مطبع گلزار حسنی

بہنئ میں اس کا مفصل رد چھپا ، پھر ۱۳۲۰ھ میں پٹنہ عظیم آباد مطبع تحفہ حنفیہ میں اس کا اور
قاہرہ رد چھپا ، اور فتوے دینے والا جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ میں مرا اور مرتے دم تک ساکت
رہا نہ یہ کہہ کہ وہ فتویٰ میر انہیں حالانکہ خود چھپانی ہوئی کتابوں سے فتوے کا انکار کر دینا سہل تھا ،
نہ یہی بتلایا کہ مطلب وہ نہیں جو علمائے اہلسنت بتلا رہے ہیں بلکہ میرا مطلب یہ ہے ۔ نہ کفر صریح کی
نسبت کوئی سہل بات تھی جس پر التفات نہ کیا ۔

حشو و زوائد حذف کر دینے کے بعد خان صاحب کی اس دلیل کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ ۔

۱۔ یہ فتوے مع رد کے مولانا گنگوہی مرحوم کی حیات میں تین مرتبہ چھپا ۔

۲۔ انہوں نے تازلیت اس فتوے کی نسبت سے انکار نہیں کیا ، نہ اس کا اور کوئی مطلب بتایا ۔

۳۔ اور چونکہ معاملہ سنگین تھا اس لئے خاموشی کو عدم التفات پر بھی محمول نہیں کیا جاسکتا ، لہذا ثابت ہو گیا کہ
یہ فتوے انہیں کا ہے اور اس کا مطلب بھی وہی ہے جس کی بنا پر ہم نے تکفیر کی ہے ۔

اگرچہ خان صاحب کی اس دلیل کا لچر پوچ اور مہمل ہونا ہمارے نقد و تبصرہ کا محتاج نہیں ۔ ہر معمولی سی عقل
رکھنے والا بھی تھوڑے سے غور و فکر سے اس کی لغویت کو سمجھ سکتا ہے ۔ تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ہر جز پر
تھوڑی سی روشنی ڈال کر ناظرین سے بھی خان صاحب کے علم و مجددیت کی کچھ داد دلوا دی جائے ۔

خان صاحب کی دلیل کا پہلا بنیادی مقدمہ یہ ہے کہ ۔

” یہ فتوے مولانا گنگوہی کی حیات میں تین مرتبہ مع رد کے چھپا “

اسی مقدمہ سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ یہ جعلی فتوے مولانا کے مخالفین نے چھاپا ہے ۔ مولانا یا آپ کے متوسلین
کی طرف سے کبھی اس کی اشاعت نہیں ہوئی (غیر اس راز کو تو اہل بصیرت ہی سمجھیں گے) ہم کو تو اس کے متعلق صرف اتنا
عرض کرنا ہے کہ اگر خان صاحب کے بیان کو صحیح سمجھ کر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ فتوے متعدد بار مع رد کے حضرت
گنگوہی مرحوم کی حیات میں چھپ کر شائع ہوا ، جب بھی لازم نہیں آتا کہ حضرت کے پاس بھی پہنچا ہو یا ان کو اس
کی اطلاع بھی ہوئی ہو ۔ اور اگر ان کے پاس بھیجا گیا تو سوال یہ ہے کہ ذریعہ قطعی تھا یا غیر قطعی ؟ پھر کیا خان صاحب
کو اس کی وصول یا بی کی اطلاع ہوئی ؟ اگر ہوئی تو وہ ذریعہ قطعی تھا یا نظنی ! بحث کے پتلوؤں سے چشم پوشی کر کے

کفر کا قطعی یقینی فتوے دینا کیوں کر درست ہو سکتا ہے۔ بہر حال جب تک قطعی طور پر یہ ثابت نہ ہو جائے کہ فی الواقع حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی ایسا فتوے لکھا تھا جس کا قطعی اور متعین مطلب یہی تھا جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے لکھا ہے۔ اس وقت تک ان تحفہ بنیادوں پر تکفیر قطعاً ناروا اور معصیت ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی مرحوم تو ایک گوشہ نشین عارف باللہ تھے جن کا حال بلا مبالغہ یہ تھا کہ

بسودائے جہان از جہاں مشغول

بذکر حبیب از جہاں مشغول

یہ خاکسار جس کے اوقات کا خاصہ حصہ اب تک اہل باطل ہی کی تواضع میں صرف ہوا ہے آج اس جعلی فتوے کے ان تینوں ایڈیشنوں کی زیارت سے محروم ہے جن کا ذکر خان صاحب فرما رہے ہیں۔ پس ہو سکتا ہے بلکہ قرین قیاس ہے کہ حضرت مرحوم کو اس قصہ کی خبر بھی نہ ہوئی ہو۔

خانی دہلی کا دوسرا مقدمہ یہ تھا کہ مولانا گنگوہی مرحوم نے اس فتوے سے انکار نہیں کیا، نہ اس کی کوئی تاویل بیان کی۔

اس کے متعلق پہلی گزارش تو یہی ہے کہ جب اطلاع ہی ثابت نہیں تو انکار کس چیز کا اور تاویل کس بات کی؟ اور فرض کر لیجئے کہ ان کو اطلاع ہوئی لیکن انہوں نے ناخدا ترس مغربیوں کی اس ناپاک حرکت کو ناقابل توجہ اور شائبہ اعتنا ہی نہ سمجھا یا ان کو حوالہ بخدا کر کے سکوت فرمایا۔

رہا یہ کہ کفر کی نسبت کوئی معمولی بات نہ تھی جس کی طرف التفات نہ کیا جاتا۔ سو اول تو یہ ضروری نہیں کہ دوسرے بھی آپ کے اس نظریہ سے متفق ہوں، ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس لئے انکار کی ضرورت نہ سمجھی ہو کہ ایمان والے جو وہی ایسے ناپاک افتراء کی تکذیب کر دیں گے۔ یا انہوں نے یہ خیال کیا ہو کہ گندگی اچھا لے دالے علی اور غریب دنیا میں کوئی مقام نہیں رکھتے لہذا ان کی بات کا کوئی اعتبار ہی نہ کرے گا۔ بہر حال سکوت کے لئے یہ وجوہ بھی ہو سکتے ہیں۔ اور پھر قطع نظر ان تمام باتوں سے یہ کہنا ہی غلط ہے کہ کفر کا معاملہ سنگین تھا۔ بے شک خان صاحب کی "مجددیت" کے دور سے پہلے تکفیر ایسی ہی غیر معمولی اہمیت رکھتی تھی لیکن خان صاحب کی روح اور ان کی موجودہ ذریت مجھے معاف فرمائے کہ جس دن سے افتراء کا قلمدان خان صاحب کے بے باک ہاتھوں میں گیا ہے اس روز سے تو کفر اتنا سستا ہو گیا کہ اللہ کی پناہ!

مذہب العلما۔ والے کافر، جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر، علما: دیوبند کافر، جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر۔ غیر متقلدین
المحدث کافر، مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی کافر۔ اور تو اور تحریک خلافت میں شرکت کے جرم میں اپنے برادران طریقت
مولوی عبدالماجد صاحب بدایونی کافر، مولوی عبدالقدیر صاحب بدایونی کافر۔ کفر کی وہ بے پناہ مشین گن چلی کہ الٹی تڑپا
بریل کے ڈھائی لاکھ انسانوں کے سوا کوئی بھی مسلمان نہ رہا۔

پس ہو سکتا ہے کہ خان صاحب اور ان جیسے کفر باز کسی اللہ والے کو کافر کہیں اور وہ اس شر و غوغا کو خراج
الکلاب سمجھتے ہوئے خاموشی اختیار کرے اور اس کا اصول یہ ہو کہ۔

وَلَقَدْ أَمَرُ عَلَى اللَّائِمِ بِمُسْبِي

فَمَضَيْتُ ثُمَّ قُلْتُ لَا يَغْنِي

اور ہو سکتا ہے کہ حضرت مولانا مرحوم کو اطلاع ہوتی ہو اور انہوں نے اس جعلی فتوے سے انکار بھی فرمایا ہو لیکن
خان صاحب کو اس انکار کی اطلاع نہ ہوئی ہو، پھر عدم اطلاع سے عدم انکار کیونکر سمجھا جاسکتا ہے؟ کیا عدم علم
عدم الشیء کو مستلزم ہے؟

اہل علم اور ارباب انصاف غور فرمائیں کہ کیا اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے بھی تکفیر جاز ہو سکتی ہے؟ دعویٰ
تو یہ تھا کہ۔

یہ ایسی عظیم احتیاط والے (یعنی خود بدولت جناب مولوی احمد رضا خان صاحب) نے ہرگز ان

دشنامیوں (حضرت گنگوہی وغیرہ) کو کافر نہ کہا جب تک یقینی، قطعی، واضح، روشن، جلی طور

سے ان کا صریح کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو گیا، جس میں اصلاً اصلاً ہرگز ہرگز کوئی گنجائش کوئی

تناویل نہ نکل سکی" (تمہید ص ۴۴)

اور دلیل اس قدر پھر کہ یقین کیا معنی ظن کی بھی مفید نہیں۔ اور اگر ایسی ہی دلیلوں کے ثبوت ہوتا ہے تو پھر اسلام

اور مسلمانوں کا اللہ ہی حافظ۔ کوئی جاہل یا دیوانہ کسی باغدا کو کافر کہے، اور وہ اس کو ناقابل خطاب سمجھتے ہوئے عرض

کرے اور اس کے سامنے اپنی صفائی پیش نہ کرے، بس خان صاحب کی دلیل سے کافر ہو گیا۔ چہ خوش!

گر ہمیں معنی دہیں فتوے کا یہاں تمام خواہش

وَأَنَّ مِنَ الْجِبَارَةِ لِمَا يُتَفَجَّرُ مِنْهُ أَلَأَمْ لَمْ يُنَادِ بِهَذَا نَارَ سَعِيرٍ
فَإِخْرُجْ مِنْهُ الْمَاءُ وَأَنَّ مِنْهَا لَمَّا يَرْجُفُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ

یہی وہ حالات اور واقعات ہیں جن کی وجہ سے ہم یہ سمجھنے اور کہنے پر مجبور ہیں کہ خاں صاحب کے قول کے کفر کی بنیاد پہلے
دن سے کسی غلط فہمی یا علی لغزش پر نہ تھی بلکہ درحقیقت اس کی تہ میں صرف حسد و جاہ پرستی اور نفس پروری کا بے پناہ
جنبہ کارفرما تھا۔ وَ سَيُجْلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا أَعْمَى مُنْقَلَبٌ يَنْقَلِبُونَ



اے پھر تمہارے دل سخت ہو گئے ، پس وہ پتھروں کی طرح ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت ۔ اور بے شک پتھر دل میں
سے تراشے بھی ہیں جن سے نمریں بھوت رہی ہیں اور ان میں سے ایسے بھی ہیں جو شق ہو جاتے ہیں پھر ان سے پانی نکلتا ہے اور مٹنے ان
میں وہ ہیں جو خدا کے خوف سے نیچے آگرتے ہیں ۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب حمۃ اللہ علیہ

تفقیص شان سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ناپاک بہتان

مولوی احمد رضا خان صاحب — حسام الحرمین — ص ۱۵ پر لکھتے ہیں۔

اور یہ شیطان آفاق ابلیس لعین کے پیروں اور پیچھے کی
تکذیب خدا کرنے والے گنگوہی کے دم چھلے ہیں کہ اُس
نے اپنی کتاب "براہین قاطعہ" میں تصریح کی
اور خدا کی قسم وہ قطع نہیں کرتی مگر ان چیزوں کو جس کے
جوڑنے کا اللہ عزوجل نے حکم فرمایا ہے کہ ان کے پیروں
کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے اور یہ
اس کا برا قول خود اس کے بد الفاظ میں صفحہ ۲۴ پر ہے۔
شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے
ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی
ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا
ہے۔ اور اس سے پہلے لکھا کہ شرک نہیں تو کون سا ایمان
کا حصہ ہے۔

وَعَلَوْ لَا اتَّبَعَ شَيْطَانُ الْإِنْسَانِ
أَبْلِسَ اللَّعِينُ وَهَمَّ أَيْضًا أَذْنَابُ ذَلِكَ الْمَكْذِبِ
الْكَنْكَوهِ فَإِنَّهُ قَدْ صَرَّحَ فِي كِتَابِهِ
الْبِرَاهِينَ الْقَاطِعَةِ وَمَا هِيَ رَأَى اللَّهُ إِلَّا
الْقَاطِعَةَ لِمَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوَصَّلَ بَيْنَ
شَيْخِهِمْ أَبْلِسَ أَوْ سَعِ عِلْمًا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَذَا نَصُّ الشَّيْبَعِ
بِلَفْظِهِ الْفَنَاطِيعِ (ص ۲۴) شَيْطَانُ وَمَلَكُ الْمَوْتِ
كُلَاهُمَا أَيْ أَنَّ هَذِهِ السَّعَةِ فِي الْعِلْمِ
ثَبَّتَتْ لِلشَّيْطَانِ وَمَلَكِ الْمَوْتِ بِالنَّصِّ دَائِمٍ
نَصِّ قَطْعِيٍّ فِي سَعَةِ عِلْمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تَتَرَدَّدَ بِهِ النُّصُوصُ

جميعا دُيُثبت شرك وكتب قبله ان
هذا الشرك ليس فيه حبة خردل من

ایمان -

پھر مرفع براہین کو کچھ "صلواتیں" سن کر چند سطروں کے بعد کہتے ہیں۔

وقد قال في نسيم الرياض كما تقدم
من قال فلان اعلم من صلى الله تعالى
عليه وسلم فقد عابه ونقصه فهو سابع
الحكم فيه حكم الساب من غير فرق
لا نستثنى منه صورة وهذا كله اجماع
من لدن الصحابة رضي الله تعالى عنهم
ثم اقول انظروا الى انما رخصتم الله كيف
بصير البصير اعلم وكيف يختار على الهدى العمى
يوم من يعلم الارض المحيط لا بليس وانما ذكر محمد رسول
الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال هذا
شرك وانما الشرك اثبات الشريك
الله تعالى فالشيء اذا كان اثباته لاحد
من المخلوقين شركا كان شركا قطعنا
لحكم الخلائق اذ لا يصح ان يكون احد
شريكا لله تعالى فانظروا كيف امن بان
البليس شريك له سبحانه وانما الشراكة
منتفية عن محمد صلى الله تعالى عليه وسلم

اور بے شک نسیم الریاض میں فرمایا جیسا کہ اس کا نص
اصل کتاب میں گزر چکا ہے، کہ جو کسی کا علم حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ بتائے اس نے بیشک
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عیب لگایا اور
حضور کی شان گھٹائی تودہ گالی دینے والا ہے، اور
اس کا حکم وہی ہے جو گالی دینے والے کا ہے، اصلاً فرق
نہیں، اس میں سے ہم کسی صورت کا استثناء نہیں
کرتے، اور ان تمام احکام پر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم
کے زمانہ سے اب تک برابر اجماع چلا آیا ہے۔ پھر میں
کہتا ہوں کہ اللہ کی مہر کر دینے کا اثر دیکھو، کیونکر نکھیرا
اندھا ہو جاتا ہے اور راہ حق چھوڑ کر چوہٹ ہوا پسند
کر تا ہے۔ ابلیس کے لئے تو زمین کے علم محیط پر ایمان لانا
ہے اور حب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا
ذکر آیا تو کہتا ہے یہ شرک ہے۔ حالانکہ شرک تو اسی کا نام
کہ اللہ عزوجل کے لئے کوئی شریک ٹھہرایا جائے۔ تو
جس چیز کا مخلوق میں سے کسی ایک کے لئے ثابت کرنا شرک
ہو، وہ تو تمام جہان میں جس کے لئے ثابت کی جائے

ثم انظروا الى غشاة غضب الله تعالى
على بصره يطالب في علم محمد صلى الله
تعالى عليه وسلم بالنص ولا يرضى به حتى
يكون قطعيا فاذا جاء على سلب علمه صلى
الله تعالى عليه وسلم تسلك في هذا
البيان نفسه على صفحة ۴۶ بستانه اسطر
قبل هذا الكفر المبین بعدیث باطل لا
اصل له فی الدین وینسبه کذبا الی من لم
یرده بل رده بالرد المبین حیث یقول
روی الشیخ عبد الحق قدس سره عن
النبی صلی الله تعالی علیه وسلم انه قال
لا اعلم ما وراء هذا الجدار اه مع ان
الشیخ قدس الله تعالی سره انما قال
فی مدارج النبوة هكذا یشکل ههنا
بان جاء فی بعض الروایات انه قال رسول
الله صلی الله علیه وسلم انما انا عبد لا
اعلم ما وراء هذا الجدار وجوابه ان
هذا القول لا اصل له ولو تصح به
الروایة اه فانظروا کیف یحتج بلا
تقربوا الصلوة ویتزلوا وانتم سکاری

(حسام ص ۱۸)

یقیناً شرک ہوگا کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا
تو دیکھو ابیس لعین کے اللہ عزوجل کے ساتھ شریک ہے
کاکیسا ایمان رکھتا ہے، شرکت تو محمد رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے منتفی ہے پھر غضب الہی کا گھناؤنا
اس کی آنکھوں پر دیکھو۔ علم محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تو
نقص مانگتا ہے اور نص پر بھی راضی نہیں جب تک قطعی
نہ ہو اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نفی پڑے
تو خود اسی بحث میں صفحہ ۴۶ پر اس ذلت دینے والے
کفر سے چھ سطر پہلے ایک باطل روایت کی سند پکڑ رہے
جس کی دین میں بالکل اصل نہیں اور ان کی طرف اس
کی نسبت کر رہے جنہوں نے اسے روایت نہ کیا بلکہ
اس کا صاف رد کیا کہ کتا ہے شیخ عبدالحق روایت
کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں، حالانکہ
شیخ نے "مدارج النبوت" میں یوں فرمایا ہے کہ
یہاں یہ اشکال پیش کیا جاتا ہے کہ بعض روایات میں
آیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ "میں تو ایک
بندہ ہوں اس دیوار کے پیچھے کا حال مجھے معلوم نہیں"
اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قول بے اصل ہے اس کی روایت
صحیح نہ ہوئی۔ دیکھو کیسی لا تقربوا الصلوة سے دلیل
لایا اور دانتہم سکاری کو چھوڑ گیا۔

اس موقع پر شوق تکفیر پیدا کرنے کے لئے مولوی احمد رضا خان صاحب نے دین و دیانت پر جو ظلم کیا ہے اس کی فریادیں واحد قہار سے ہے۔ اس کی باز پرس انشاء اللہ روز جزا ہوگی۔ لیکن دنیا میں ارباب انصاف بھی فیصلہ فرمائیں کہ اس مدعی مجددیت کے بیان اور اس کے فتوے میں کتنی صداقت ہے ؟

اس عبارت میں خان صاحب نے مصنف براہین قاطعہ پر مندرجہ ذیل چار اعتراض کئے ہیں۔

- ۱۔ معاذ اللہ، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو شیطان جہیم کے علم سے گھٹایا۔
- ۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زمین کے علم محیط کے اثبات کو شرک بتلایا اور شیطان لعین کے لئے اس کو ثابت مانا حالانکہ کسی ایک مخلوق کے لئے جس چیز کا ثابت کرنا شرک ہے دوسری مخلوقات کے لئے بھی اس کا ثابت کرنا یقیناً شرک ہے۔ تو گویا مصنف براہین نے معاذ اللہ شیطان کو خدا کا شریک مان لیا۔
- ۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر نص قطعی کا مطالبہ کیا اور جب حضور اقدس م کے علم کی نفی کی تو ایک باطل الروایۃ حدیث سے استناد کیا۔

۴۔ پھر اس حدیث کی روایت کو ازراہ دروغ بیانی اس شخص کی طرف منسوب کیا، جس نے روایت نہیں کی بلکہ نقل کر کے ردّ بلیغ کیا۔

یہ ہے خان صاحب کی اس ساری عبارت کا خلاصہ اور مصنف براہین قاطعہ کے خلاف ان کی فرد قرار

جرم ہم تحریر جواب سے پہلے چند تمسیدی مقدمات عرض کرتے ہیں۔

علم کی دو قسمیں ہیں۔ ذاتی اور عطائی۔ ذاتی وہ ہے جو از خود ہو، کسی کا دیا ہوا نہ ہو۔
پہلا مقدمہ۔ اور عطائی وہ ہے جو کسی کا دیا ہوا اور بتلایا ہوا ہو۔

پہلی قسم: (علم ذاتی) اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ مخلوقات میں سے جس کو بھی کوئی علم ہے وہ سب اسی کا دیا ہوا اور بتلایا ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی دلی یا نبی یا فرشتے کے لئے بھی علم ذاتی ثابت کرے گا تو سب کے نزدیک شرک ہوگا، چونکہ یہ تمام امت کا مشہور اجماعی مسئلہ ہے لہذا ہم اس کے ثبوت میں صرف خان صاحب بریلوی کی تصریحات پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ ع

مدعی لاکھ پہ چھاری ہے گواہی تیری

موصوف "خالص الاعتقاد" صفحہ ۲۸ پر رقمطراز ہیں۔

"علم یقیناً ان صفات میں ہے کہ غیر خدا کو برعطاءے خدا مل سکتا ہے تو ذاتی و عطائی کی طرف اس کا انقسام یقینی، یوں ہی محیط و غیر محیط کی تقسیم بدیہی، ان میں اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہونے کے قابل صرف ہر تقسیم کی تقسیم اول ہے یعنی علم ذاتی و علم محیط حقیقی۔"

نیز اسی خالص الاعتقاد کے صفحہ ۳۲ پر فرماتے ہیں۔

"بلاشبہ غیر خدا کے لئے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں، اس قدر خود ضروریات دین سے ہے اور منکر کافر۔"

اور "الدولة المکیة" کی نظر اول صفحہ ۶ پر ہے۔

نالاول (العلم الذاتی) مختص
بالموتی سبحانہ و تعالیٰ لا یسکن لظیرہ و
ومن اثبت شئاً منہ ولو ادنی من ادنی
من ذرۃ لاحد من العالمین فقد کفر و
اشترک و باد و هلك .

علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے اس کے غیر کے لئے محال
ہے جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر
سے کمتر غیر خدا کے لئے مانے وہ یقیناً کافر و شرک ہو گیا اور
ہلاک و برباد ہوا۔

کائنات کے ہر ذرہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علوم غیر متناہی ہیں اور چونکہ کسی مخلوق کا علم معلوم
غیر متناہیہ کو محیط نہیں ہو سکتا، لہذا کہا جاسکتا ہے کہ کسی مخلوق کو ایک ذرہ کا بھی حقیقی معنی
میں علم محیط نہیں ہو سکتا۔

اس کے ثبوت میں بھی ہم خان صاحب بریلوی ہی کی تصریحات پر قناعت کریں گے۔

موصوف "الدولة المکیة" صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں۔

بل له سبحانه و تعالیٰ فی کل ذرۃ
علوم لا تتناهی لان لكل ذرۃ مع کل
ذرۃ کانت او تكون او یسکن انت

بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لئے ہر ذرہ میں علوم غیر متناہیہ
ہیں۔ اس لئے کہ ہر ذرہ کو دوسرے اس ذرہ کے ساتھ جو
موجود ہو چکا یا آئندہ موجود ہو گا یا جس کا وجود ممکن ہے

تكون نسبة بالقرب والبعد و الجهة
مختلفة في الازمنة باختلاف الامكنة
الواقعة والممكنة من اول يوم الى ما لا
اخر له والكل معلوم له سبحانه وتعالى
بالفعل فعلمه عزجلا له غير متناه في
غير متناه في غير متناه
ومعلوم ان علم المخلوق لا يحيط في ان
واحد غير المتناهي كما بالفعل تفصيلا
تا ما حيث يمتاز في كل فرد عن صاحبه
امتيازاً كلياً.

نیز اسی "الدولۃ المکیہ" کے صفحہ ۲۱۲ پر ہے۔

انّی بینت انّ له سبحانه فی کل ذرۃ ذرۃ
علوم لا تتناهی فکیف ینکشف شیء لخلق
کانکشافه للخالق عزوجل ؟

قرب اور بُعد اور جہت کے اعتبار سے کوئی نسبت ہے جو
مختلف ہوتی رہتی ہے۔ زمانوں میں ساتھ مختلف ہونے ان ممکنہ
کے جو واقع ہوں اور جن کا امکان ہے دنیا کے پہلے دن سے
ابد الابد تک اور سب اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو بالفعل معلوم ہے
پس اللہ عزوجل کا علم غیر متناہی در غیر متناہی در غیر
متناہی ہے۔

اور معلوم ہے کہ مخلوق کا علم ایک آن میں غیر متناہی بالفعل
کا تفصیلی احاطہ نہیں کر سکتا، اس طرح کہ اس میں ہر فرد
دوسرے سے کامل طور پر ممتاز ہو۔

بر تحقیق میں بیان کر چکا ہوں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہر
ذہ میں غیر متناہی علوم ہیں۔ پس کوئی چیز کسی مخلوق کے لئے
اس طرح کیسے منکشف ہو سکتی ہے جیسے کہ اس کا انکشاف
خداوند تعالیٰ کے لئے ہے؟

عقیدہ قائم کرنے کے لئے دلیل قطعی کی ضرورت ہے اور نفی کے لئے صرف عدم دلیل ثبوت کافی
ہے۔ اسی لئے قرآن عزیز میں جا بجا مشرکین کے خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ کی تردید

تیسرا مقدمہ

میں فرمایا گیا ہے کہ یہ ان کے ذاتی خیالات اور شیطانی وساوس ہیں۔ خدا کی طرف سے ان پر کوئی دلیل و برہان نہیں۔

نیز خود مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی "انباء المصطفیٰ" میں عقائد کے اثبات کے لئے دلیل قطعی کسے

ضرورت کو تسلیم کیا ہے۔

علوم و دقہم کے ہیں۔ ایک وہ جن کو دین سے تعلق ہے۔ (جیسے تمام علوم دینیہ شرعیہ)۔ اور دوسرے

دوہ جن کو دین سے تعلق نہیں۔ (جیسے نید، عمرو، گنگا پرشاد، جمناداس، سرسبگ، اور لارڈ ولنگٹن، مشر حرجل وغیرہ کے جنہی حالات کا علم، زمین کے کٹرے مکوڑوں اور سمندر کی پھیلیوں کی تعداد اور ان کے خواص کا علم، ان کی عام نقل و حرکت، اکل و شرب اور بول و براز کا علم) ظاہر ہے کہ ان چیزوں کے علم کو دین سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ان علوم کو کمال انسانی میں کوئی دخل۔ اور نہ ان کے نہ ہونے سے انسان میں کوئی نقصان!

اگرچہ یہ مقدمہ بدیہی ہے اور ہر معمولی سی عقل رکھنے والا بھی اس کو تسلیم کر لے گا، مگر اب چند روز سے مولوی لکھنؤ صاحب کی روحانی ذریت نے اس سے انکار شروع کر دیا ہے۔ اور وہ نہایت بلند آہنگی کے ساتھ کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی علم ایسا نہیں جس کا دین سے تعلق نہ ہو۔ اور جس کو کمال انسانی میں دخل نہ ہو۔ لہذا یہاں بھی ہم صرف خان صاحب ہی کی ایک عبارت پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ موصوف کے ملفوظات حصہ دوم صفحہ ۶۲ پر ہے۔

”سیما ایک ناپاک علم ہے“

خان صاحب کے اس مختصر لکچر پر معنی فقرے سے صرف اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ بعض علم ناپاک بھی ہیں اور ظاہر ہے کہ جو علم ناپاک ہو، وہ نہ دینی علم ہو سکتا ہے اور نہ کسی انسان کے لئے باعث کمال۔

شریعت میں جس علم کی مدح کی گئی ہے اور انسان کو جس کی ترغیب دی گئی ہے اور جو رضاے اللہ کا باعث ہے، وہ صرف وہ علم ہے جس کا تعلق دنیاویات سے ہو اور جس سے

کمال انسانی وابستہ ہو مثلاً قرآن عزیز میں ہے۔

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ
وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔

کیا علم والے اور بے علم سب برابر ہو سکتے ہیں؟ (دہرگز نہیں)

(النہیں)۔ (الزمر ۳۹-۹)

اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔

يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ
أَوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ۔

اللہ تعالیٰ تم میں سے اہل ایمان اور اہل علم کے درجے

بلند کرے گا (المجادلہ ۵۸، ۱۱)

ظاہر ہے کہ ان آیات میں علم سے نہ انگلش مراد ہے نہ سنسکرت یا بھاشا، نہ سائنس نہ جغرافیہ، نہ جادوگری، نہ

شاعری، بلکہ صرف علم دین ہی مراد ہے اور وہی خدا کو محبوب ہے اور حدیث شریف میں ہے۔
 طَلِبُ الْعِلْمِ خَيْرُ نَفْسٍ عَلَى كُلِّ مَسْلَمٍ - طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے۔

إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوْثِقُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَإِنَّمَا وَدَّعُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَ مِنْهُ أَخَذَ بِحِطِّ وَافِرٍ -
 یہ تحقیق انبیاء علیہم السلام نے دراہم و دینار کی میراث نہیں چھوڑی، ان کی میراث صرف علم ہے جس نے اس کو لے لیا اس نے بہت بڑا حصہ پایا۔

ان احادیث کریمہ میں بھی علم سے علم شریعت اور علم دین ہی مراد ہے۔ کون بدبخت کہہ سکتا ہے کہ دنیاوی علوم کا حاصل کرنا بھی مسلمان کا مذہبی فرض ہے۔ اور کون محروم البصیرت خیال کر سکتا ہے کہ جادوگری و شعبہ بازی جیسے لغو علوم بھی میراث نبوت ہیں۔ ہر حال یہ چیز بالکل بدیہی ہے کہ شریعت میں جس علم کی تخریب دی گئی ہے اور جس کو کمال انسانی میں دخل ہے وہ صرف علم دین ہے۔ بلکہ بے کار اور غیر متعلق باتوں کی کھود کرید سے تو شریعت نے منع فرمایا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَنْ حَسَنَ إِسْلَامَ الْمَرْءِ تَرَكَهُ مِنْ أَحْسَنِ الْأَسْلَافِ - انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے کار باتوں میں نہ پڑے۔

مولوی احمد رضا خان صاحب سے کسی شخص نے تعزیر داری اور امور متعلقہ تعزیر داری کے متعلق چند سوال کئے تھے منجملہ ان کے بارہواں سوال (شہدائے کربلا رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق) یہ تھا کہ۔
 ”بعد شہادت کس قدر سر مبارک دشت کو روانہ ہوئے تھے اور کس قدر دالیں آئے؟“

اس کے جواب میں مولوی صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں۔

”حدیث میں فرمایا کہ آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بے کار باتیں چھوڑ دے“

خان صاحب کا وہ پورا فتوے جس میں یہ سوال و جواب درج ہے کئی جگہ متعدد بار چھپ کر شائع ہو چکا ہے اور اس کی اصل بہ مہر دستخط بھی میرے پاس محفوظ ہے اور اگر ان کے یہاں نقل فتاویٰ کا پورا اہتمام ہوگا (جیسا کہ میں نے سنا ہے) تو غالباً وہاں بھی اس کی نقل محفوظ ہوگی۔

فتویٰ پر تو کوئی تاریخ درج نہیں اور لغات پر ڈاک خانہ کی سر بھی کچھ زیادہ صاف نہیں، تاہم بعد غور بسیار غن کا یہ ہے کہ اکتوبر ۱۹۲۰ء میں بریلی کے ڈاک خانہ سے وہ فتوے روانہ ہوا ہے۔ واللہ اعلم!

خان صاحب کے اس فتوے سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ بعض علوم ایسے بھی ہیں جو بے کار ہیں اور ان کا حاصل نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ جس سوال کے جواب میں خان صاحب نے یہ تحریر فرمایا ہے وہ سوال زید عمرو، بکر، حیوانات و بہائم، دریا کی مچھلی، مینڈک یا حشرات الارض کے متعلق نہیں کیا گیا ہے بلکہ اہل بیت کرام و شہدائے عظام کے مقدس سرور کے متعلق سوال ہے۔ اس کا جواب خان صاحب یہ دیتے ہیں کہ: اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بے کار باتوں کو چھوڑ دے۔

جو علوم انسان کے لئے باعث کمال نہیں اور جن کے حصول کے لئے انسان خدا کی طرف سے چھٹا قدم

بامور نہیں (جیسے روز مرہ کے جزئی حوادث اور مخصوص افراد کے شخصی اور خانگی حالات، ان میں ایک مفضول کا دائرہ علم افضل سے اور ایک مردود کا مقبول سے وسیع ہو سکتا ہے۔ بلکہ غیر دینی اور غیر ضروری امور میں غیر دینی کا علم بھی کبھی نبی سے بڑھ سکتا ہے، لیکن علوم شرعیہ اور امور ضروریہ اور اصول دینیہ میں ہمیشہ نبی ہی کا دائرہ علم زیادہ وسیع ہوگا۔ کیوں کہ ان علوم کے فیضان میں وہ تمام امت کے لئے واسطہ کبریٰ ہوتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے یہ علوم افراد امت تک پہنچتے ہیں۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔

يجوز ان يحكون غير النسبي فوق
النبي في علوم لا تتوقف نبوته عليها.
جائز ہے کہ غیر نبی، نبی سے بڑھ جائے ان علوم میں جن پر
نبی کی نبوت موقوف نہ ہو۔

(ج ۵ ص ۴۹۵)

ساتواں مقدمہ

دین سے غیر متعلق اور غیر ضروری امور کے نہ جاننے کی وجہ سے حضرات انبیاء علیہم السلام اور دیگر مقبولین بارگاہِ اہدیت کی شان میں کوئی کمی بھی نہیں آتی اور نہ ان کے کمالِ علمی کو اس سے کچھ صدمہ پہنچتا ہے۔ بلکہ ایسا کتنا انتہائی سفاہت اور منصب رسالت سے اعلیٰ درجہ کی جہالت ہے۔

علامہ تاجی عیاضی جن کو حضرت رسالت کے ساتھ قابل تقلید عشق ہے۔ "شفا شریف" میں اس نکتہ پر

تبصرہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

فاما ما تعلق منها باموال الدنيا فلا
يشترط في حق الانبياء العصمة من عدم
معرفة الانبياء ببعضها اذ اعتقادها
على خلاف ما هي عليه ولا وصم عليهم
فيه اذ هم متعلقون بالآخرة و
انبائها و امر الشريعة و قوانينها
وامور الدنيا تضادها بخلاف
غيرهم من اهل الدنيا الذين
يعلمون ظاهرا من الحيوة الدنيا
وهم عن الآخرة هم غفلون -

(شفا، ص ۲۵۴)

پھر اس مضمون کو متعدد احادیث شریفہ سے ثابت فرما کر صفحہ ۳۰۲ پر لکھتے ہیں۔

پس دنیاوی امور میں سے ایسی باتیں کہ جن کو نہ دین کے علم
میں کوئی دخل ہے نہ اس کی تعلیم میں نہ اس کے اعتقاد
میں رسولی باتوں کے بارے میں، جائز ہے۔ نبی
علیہ السلام پر وہ جو ہم نے ذکر کیا (یعنی ان باتوں کا نہجائز
اس لئے کہ ایسی باتوں کے نہ جاننے کی وجہ سے نہ تو کچھ
نقصان پیدا ہوتا ہے نہ درجہ اور مرتبہ میں کوئی کمی آتی
ہے۔ یہ امور تو عادت پر موقوف ہیں ان کو وہ شخص خوب

فمثل هذا و اشباهه من
امور الدنيا التي لا مدخل فيها لعلم
ديانة ولا اعتقادها ولا تعليلها يجوز
عليه فيها ما ذكرنا اذ ليس في هذا
كله نقصان ولا محطه وانما هي
امور اعتيادية يعرفها من جربها
وجعلها همة و شغل نفسه بها والنبي

مشحون القلب بمعرفة الربوبية ملآن
الجوانح بعلوم الشريعة

انتہی بقدر الحاجة شفا قاضی

عیاض ، ص ۳۰۲ -

جانے گا جس نے ان کا تجربہ کیا ہو اور انہیں کو اپنا
مقصد بنالیا ہو اور جس نے اپنے نفس کو انہیں باتوں میں
مشغول کر دیا ہو ، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
قلب مبارک تو معرفت الہیہ سے اور سینہ فیض کعبہ
علوم معرفت سے لبریز ہے :

بہر حال جو امور دینی سے غیر متعلق ہوں ، اگر ان میں سے بعض کا علم کسی غیر نبی کو ہو جائے اور نبی کو نہ ہو تو اس
میں اس نبی (علیہ السلام) کی کوئی تنقیص نہیں۔ کیوں کہ ان امور سے حضرات انبیاء علیہم السلام کو کوئی خاص تعلق ہی
نہیں ، اسی لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا -

انتم اعلم بامر دنیا کم -
اپنی دنیا کے باتوں کے تم زیادہ جانتے والے ہو۔

(رواہ مسلم)

صحیح مسلم کی یہ روایت ہمارے مدعا کے لئے نہایت واضح اور روشن دلیل ہے۔ نیز آپ ارشاد فرماتے ہیں -

جب کہ کوئی چیز تمہارے دنیاوی امور میں سے ہو جب

تو تم ہی اس کے زیادہ جانتے والے ہو ، اور اگر کوئی دینی

معاملہ ہو تو میری طرف رجوع کرو۔ روایت کیا اس کو

امام احمد اور امام مسلم نے حضرت انس سے ، اور ابن ماجہ

نے حضرت انس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے۔ اور

ابن خزیمہ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے۔

اذا كان شئ من امور دنیا کم

فانتم اعلم به و اذا كان شئ من

امورکم دینکم فانی - رواہ احمد و

مسلم عن انس ، وابن ماجه عن انس و

عائشة ، وابن خزيمة عن

ابی قتادة (کنز العمال - ج ۶ - ص ۱۱۶)

اگر بعض جزئی واقعات کا علم کسی ادنیٰ درجے کے شخص کو ہو اور اعلیٰ کو نہ ہو

یا کسی امتی کو ہو اور نبی کو نہ ہو تو صرف اس کی وجہ سے اس ادنیٰ کو اعلیٰ سے اد

آٹھواں مستزیمہ

اس امتی کو نبی سے اعلم (زیادہ علم والا) نہیں کہا جاسکتا ، مثلاً آج کل کی مادی ایجادات اور صنعتی اختراعات کے
متعلق جو معلومات یورپ کے ایک ملک کو حاصل ہیں یقیناً وہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کو حاصل نہ تھے ،

گرامر فون بنانے کا علم جو اس کے غیر مسلم موجد کو تھا وہ یقیناً حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو نہ تھا۔ لیکن کون احمق ہے جو ان مادی اور دنیوی علوم کی وجہ سے یورپ کے ان محدثین کو حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے اعلم (زیادہ علم والا) کہنے کی جرأت کرے۔ سینما اور ٹیلی ویژن کے متعلق جو معلومات ایک فاسق و فاجر بلکہ ایک کافر و مشرک تماشا بین کو ہیں وہ یقیناً ایک بڑے سے بڑے متقی عالم کو نہیں، تو کیا کوئی تاریک دماغ ہر تماشہ بین کو اس عالم سے اعلم کہہ سکتا ہے؟ اور اسی پر کیا موقوف، جرائم پیشہ لوگوں کو جو معلومات اپنے جرائم کے متعلقے ہوتے ہیں حضرات علمائے دین کو ان کی ہوا بھی نہیں لگتی۔ تو کیا سب چور، ڈاکو، گروہ گٹ، پاکٹ مار، شرابی، کبابی، ہر عالم دین کے مقابلہ میں اعلیت کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟

اور کیا یہ واقعہ نہیں کہ نجاست کھانے والے کبوترے کو نجاست و غلاظت کا ذائقہ معلوم ہوتا ہے اور ہر شریف انسان اس سے ناواقف ہے، تو کیا اب نجاست کا ہر کڑوا بھی تمام انسانوں سے اعلم کہا جاسکتا ہے۔

بہر حال یہ مقدمہ بالکل بدیہی ہے کہ جو علوم دین سے غیر متعلق ہوں اور جن علموں کو کمال انسانی میں کوئی دخل نہ ہو وہ اگر کسی شخص کو زیادہ مقدار میں حاصل ہو جائیں تو صرف اس کی وجہ سے اس کو زیادہ علم دانی نہیں کہا جاسکتا۔ اعلم زیادہ علم والا اچھی کہا جائے گا جب کہ علوم کمالیہ و علم دینیہ میں دوسروں پر فوقیت رکھتا ہو۔

قرآن وحدیث میں اس کی قطریں بہت ملتی ہیں کہ حضورؐ کی حیات طیبہ میں بہت سے احوال مستدہمہ واقعات جزئیہ کی اطلاع دوسرے لوگوں کو ہو گئی۔ بوجہ اس کے کہ وہ واقعہ انہیں پہنچا تھا یا ان سے اس کا کوئی خاص تعلق تھا اور حضورؐ کو اس وقت اس کی اطلاع نہ ہوئی۔ اس کی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ غزوہ تبوک میں عبداللہ بن ابی منافق نے کسی موقع پر یہ کہا۔

لَا تُنْفِقُوا عَلٰی مَنْ عِنْدَ

جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے والے

رَسُولِ اللہ (المنافقون، ۷)

ہیں ان پر کچھ خرچ مت کرو۔

نیز اسی مجلس میں اس نے یہ بھی کہا۔

لَبُورٌ جَعَلْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لِيُخْرِجَنَّ
الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ -

اگر ہم مدینہ پہنچے تو ہم میں سے جو زیادہ عزت والا ہوگا
وہ ذلیلوں کو نکال دے گا یعنی ہم مساجد میں کو مدینہ سے
بھگا دیں گے۔

(الناسخون ۸)

اس کی یہ کہ اس حضرت زید بن ارقم نے سنی اور انہوں نے اپنے چچا سے اس کا ذکر کر دیا۔ انہوں نے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا۔ حضور نے عبداللہ ابن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلایا اور اس سے دریافت کیا کہ یہ
کیا ماجرا ہے ؟ ان منافقین نے جھوٹی قسم کھائی کہ ہم نے نہیں کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تصدیق کر دی
اور زید بن ارقم کو جھوٹا قرار دے دیا۔

حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کا ایسا صدمہ ہوا کہ مدتِ عمر کبھی ایسا صدمہ نہ ہوا تھا، یہاں تک کہ میں نے
باہر نکل چھوڑ دیا۔ تاآنکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ منافقون کی ابتدائی آیتیں نازل فرمائیں، جن میں حضور کو اطلاع دی گئی
کہ درحقیقت ان منافقین نے ناشائستہ کلمات کہے تھے۔ تو حضور نے مجھ کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مطمئن ہو جاؤ
اللہ تعالیٰ نے تمہارے بیان کی تصدیق نازل فرمادی۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر)

۲ بعض منافقین کے متعلق سورہ توبہ میں ارشاد ہے۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ
مُنافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا
عَلَى الْبَيْتِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ
نَعْلَمُهُمْ (التوبہ ۱۰۱، ۱۰۲)

اور بعض ان لوگوں میں سے جو تمہارے ارد گرد ہیں بدی
منافق ہیں اور بعض اہل مدینہ منافقت میں بہت
مشاق ہیں، آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو خوب
جانتے ہیں۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں خود مدینہ طیبہ اور اس کے آس پڑوس کی بستیوں میں کچھ ایسے
منافق تھے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے محبوب آپ ان کو نہیں جانتے، اور ظاہر ہے کہ خود ان منافقین کو
اپنے نفاق کا ضرور علم ہو گا۔

۳ وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجْعَلُكَ قَوْلُهُ
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُثَبِّدُ اللَّهُ عَلَى

اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جن کی بات اس دنیا کی
زندگی میں آپ کو اچھی معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنے دل کی

مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ اللَّهُ الْخَصَامُ . بات پر خدا کو شاہد بتاتے ہیں اور فی الحقیقت وہ نہایت
(سورہ بقرہ ۲ = ۲۰۳)

جھگڑا رہے ہیں

تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر خازن وغیرہ میں ہے کہ یہ آیت اخنس بن ثریق ثقفی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔
یہ شخص دیکھنے میں بہت اچھا اور نہایت شیریں زبان تھا، حضور کی خدمت میں آتا اور اپنے کو مسلمان ظاہر کرتا اور بہت زیادہ
الہام محبت کرتا تھا۔ اور اس پر خدا کی قسمیں کھاتا تھا حضور اس کو اپنے پاس بٹھاتے تھے اور درحقیقت وہ منافق تھا، ان
کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

نَزَلَ فِيهِ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ
يُجِبُّكَ تَوَلَّهِ . اسی یرو تلو و تستحسنہ
اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جن کی بات آپ کو بھلی
معلوم ہوتی ہے اور آپ اس کو اچھا سمجھتے ہیں اور آپ
کے دل میں اس کی عظمت ہوتی ہے۔ (خازن، جلد اول، ص ۱۶۱)

اس آیت کریمہ اور اس کے شان نزول سے معلوم ہوا کہ اخنس بن ثریق کے باطن کا حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے مخفی تھا۔ اور ظاہر ہے کہ وہ بدبخت اپنے حال سے ضرور آگاہ تھا۔

۴ . یٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ هِيَ كِيَاكِي جَمَاعَتِكَ مَتَلَقِ اَنْحَضَرْتِ صَلٰى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلٰمٌ سَے ارشاد ہے۔
وَإِذَا رَأَوْهُمْ تَجَبَّكْ أَجْسَامُهُمْ
اور جب آپ ان کو دیکھیں تو ان کے قد و قامت آپ کو
خوشا معلوم ہوں اور اگر وہ کچھ کہیں تو آپ ان کی سن
لیں گے۔ (سورہ منافقون آیت ۲)

تفسیر خازن اور تفسیر معالم التنزیل میں وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعُ لِقَوْلِهِمْ کی تفسیر میں ہے۔

اے فتح حساب انہ صدق۔ یعنی آپ اس کو سچا سمجھیں۔ (رج، ۲، ص ۸۲)

ان تینوں آیتوں سے بطور قدر مشترک اتنا معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مدینہ طیبہ ہی کے
اعد کچھ ایسے سیاہ باطن منافق بھی تھے جن کے نفاق یا مدارج نفاق کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تھا۔ ظاہر
حال دیکھ کر آپ ان کو اچھا جانتے تھے۔ ان کی جھوٹی باتوں کو سچ سمجھتے تھے اور نہ کہ دار اپنے حال سے خود اپنی خبردار
تھے، اگرچہ بعد میں بخیر و برکت وہ حضور کی بھی مطلع فرما دیا گیا ہو۔

اس کے بعد ہم اس سلسلہ میں صرف ایک آیت اور پیش کرتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ ۚ

اور ہم نے اپنے رسول کو شعر نہیں سکھایا اور نہ وہ

کے لئے مناسب ہے۔

(سورہ ایش)

اس آیت کریمہ سے نہایت صاف طور پر معلوم ہوا کہ آپ کو علم شعر نہیں عطا فرمایا گیا۔ حالانکہ یہ علم کا ارتقا

کو حاصل ہوتا ہے۔

بہر حال قرآن اس حقیقت پر شاہد ہے کہ بعض غیر ضروری اور امور رسالت سے غیر متعلق علوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں عطا فرمائے گئے۔ اور دوسروں کو حتیٰ کہ مشرکوں اور کافروں کو وہ حاصل تھے لیکن اس کی وجہ سے ان

دوسروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ وسیع العلم کہہنا انتہائی بلا دلت اور اعلیٰ درجہ کی حماقت اور ضلالت ہے۔ اگر اس قسم کے واقعات احادیث میں تلاش کیے جائیں تو سیلکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں نکل آویں گے۔ بیان ہونے

کے طور پر محض چند حدیثیں اجمالاً ذکر کی جاتی ہیں۔

۱ : صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک سیاہ خادم

مسجد میں جھاڑو لگایا کرتی تھی ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نہ پایا تو حال دریافت فرمایا عرض کیا یا

اس کا انتقال ہو گیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔

پھر تم نے مجھ کو اطلاع کیوں نہیں کی۔

أَفَلَا كُنْتُمْ أَذُنُكُمْ

اس کے بعد ارشاد فرمایا۔

یعنی مجھے اس کی قبر بتلاؤ، چنانچہ قبر بتلا دی گئی یہی

ذُلُّوا عَلَى قَبْرِهَا فَذَلُّوا

آپ نے اس پر نماز پڑھی۔

فَصَلَّى عَلَيْهَا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ص کو اس عورت کے انتقال کی اطلاع نہ ہوئی اور صحابہ رحمہ کو اطلاع تھا۔

نیز اس کی قبر کی اطلاع بھی صحابہ رحمہ ہی نے حضور ص کو دی۔

۲ : سنن نسائی میں حضرت یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک روز حضور ص کے ساتھ

باہر نکلے تو حضور ص کی نظر ایک نئی قبر پر پڑی۔ فرمایا۔

مَا هَذَا ؟ یہ کیا ہے ؟ (یعنی یہ کس کی قبر ہے)

عرض کیا گیا کہ یہ فلاں شخص کی فلاں کینز کی قبر ہے۔ دوپہر میں اس کا انتقال ہو گیا اور حضورؐ چونکہ قیلولہ فرما رہے تھے اور حضورؐ روزے سے بھی تھے۔ اس لئے ہم نے جگنا بہتر نہ سمجھا۔ پس حضورؐ کھڑے ہوئے اور لوگوں نے پیچھے صاف ہاندھی اور حضرتؐ نے نماز پڑھی پھر ارشاد فرمایا۔

لَا يَمُوتُ فَيْكُم مَيِّتٌ مَا دُمْتَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْكُمُ إِلَّا أَذْنَمَوْفٍ بِهِ خَانَ صَلَواتُ لَہِ رَحْمۃ۔ (ج ۱ - ص ۲۸۴) میری نماز اس کے واسطے رحمت ہے۔

اس روایت سے بھی ہمارے مدعا پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے اور اس سے صرف ایک وقتی واقعہ ہی نہیں بلکہ آپؐ کی زندگی کی ایک عام مستمر حالت معلوم ہوتی ہے۔

۳ : صحیح بخاری اور سنن اربعہ میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احد میں شہداء احد میں سے دو کو ایک ایک قبر میں دفن فرماتے تھے اور قبر میں اتارنے وقت لوگوں سے دریافت فرماتے تھے۔

اجمعا اکثر اخذ القرآن فاذا اشیر الی احدہما قدمہ فی اللحد۔ ان دونوں میں سے کون زیادہ قرآن حاصل کرنے والا ہے پس جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کر دیا جاتا تو آپؐ اس کو لحد میں پہلے اتارتے۔

۴ : صحیح مسلم اور سنن نسائی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر سے کچھ آواز سنی، فرمایا۔

مٹی مات هذا ؟ قالوا مات فی الجاہلیۃ فسّر بذالک۔ یہ شخص کب مرا ہے ؟ لوگوں نے عرض کیا، دورِ جاہلیت میں۔ تو آپؐ کو اس سے مسرت ہوئی۔

۵ : مسند احمد اور مسند بزار میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک غزوہ میں حضورؐ کی خدمت میں پیڑ حاضر کیا گیا تو آپؐ نے دریافت فرمایا کہ

این صنعت ہندہ ؟

یہ کہاں کا تیار شدہ ہے ؟

قالوا بفارس ! النہ

لوگوں نے عرض کیا کہ فارس کا بنا ہوا ہے۔

۴۔ ابو داؤد و جامع ترمذی میں ابیض بن جمال سے مروی ہے کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا ہوئے اور درخواست کی کہ مقام مارب میں جو شور آپ ہے وہ مجھ کو عنایت فرمادیا جائے۔ چنانچہ حضور نے درخواست مستعمل فرمائی۔ اور وہ ان کو دے دیا گیا۔ جب وہ واپس چل دیتے تو حاضرین مجلس میں سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور سے عرض کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے ان کو کیا دے دیا ؟

امد ری ما قطع لہ یارسول اللہ
انما قطع لہ الماء الحار فانتزعہ منہ
آپ نے تو ان کو بنا بنایا پانی (جو بلا کہہ کا بکس کے
نکھ بن سکتا ہے) دے دیا۔ تو حضور نے ان سے کہا
لے لیا۔ (ترمذی : ج ۱ ص ۱۶۶)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضور کو پہلے اس سرزمین کی مخصوص حیثیت معلوم نہیں تھی۔ اور اسی لاطمی کی وجہ سے وہ ابیض بن جمال کو عطا فرمادی تھی۔ لیکن جب بعد میں ان صحابی کے عرض کرنے سے اس کی حیثیت معلوم ہوئی تو ان سے عام پبلک کے منافع والبتہ میں، تو حضور نے اس کو واپس لے لیا۔

۵۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دفعہ قضائے حاجت کے لئے) بیت الخلا تشریف لے گئے تو میں نے حضور کے وضو کے لئے پانی بھر کر رکھ دیا۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ

من وضع هذا فأخبر فقال اللهم
فَقِّهْ فِي الدِّينِ وَعَلِّمْهُ السَّادِئِلَ -
یہ کس نے رکھا ہے ؟ تو حضور کو اطلاع دی گئی کہ میں
نے رکھا ہے تو حضور نے میرے لئے تفقہ فی الدین اور
علم تادیل قرآن کی دعا فرمائی۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ اس موقع پر حضور کو پانی رکھنے والے کی اطلاع دوسروں نے دی۔

۶۔ غالباً مارب میں آپ شور کے کچھ چشمے تھے جن سے نیک تیار کیا جاتا تھا۔ ابیض بن جمال نے انہیں کی درخواست کی تھی۔ ۱۲۔ منہ

۸۔ سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں بخاری میں مبتلا تھا اور مسجد میں بڑا ہوا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ پس آپ نے فرمایا۔

من احسن الفتی الدوسی ثلث
مرات فقال رجل یا رسول اللہ هو
ذا یوعک فی جانب المسجد فاقبل
بیشی حتی وصل الی فوضع یدہ علی
الکمر۔

کسی نے دوسری جوان (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) کو دیکھا ہے؟ یہ
آپ نے تین دفعہ فرمایا، تو ایک شخص نے عرض کیا، حضرت
وہ یہ ہیں! بخاری میں مبتلا ہیں، مسجد کے گوشہ میں ہیں۔ پس
آپ میری طرف کو چلے اور میرے پاس پہنچ کر اپنا دست
مبارک مجھ پر رکھ دیا۔

اس روایت سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مسجد میں ہونے کی اطلاع حضور کو نہ تھی۔
دوسرے شخص کے مطلع کرنے سے حضور کو خبر ہوئی۔

۹۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں عبد الرحمن ابن الازہر سے مروی ہے کہ۔

رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم عام الفتح وانا غلام شاب یسئل
عن منزل خالد بن الولید۔

میں نے فتح مکہ کے سال (حبیب کہ میں جوان (ٹکا تھا)
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ خالد ابن
الولید کے گھر کا پتہ پوچھتے تھے۔

۱۰۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی اور ابی داؤد میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں
کہ مجھ سے خالد بن ولید نے بیان کیا کہ میں ایک اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا تو میں نے ان کے پاس پہنچنے
پر ان کی گودہ دیکھی جس کو ان کی بہن "حفصہ" خمد سے لائی تھیں، وہ گودہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
پیش کر دی گئی۔ اور حضور کی عادت تشریف تھی کہ جب تک کھانے کی کیفیت نہ بیان کر دی جاتی اور اس کا نام نہ بتلایا
جاتا، آپ اس کی طرف بہت کم ہاتھ بڑھاتے تھے۔

وکان قلما یقدم یدہ لطلعام
پس آپ نے اپنا دست مبارک گودہ کی طرف بڑھایا تو

حتی یحدث عنه ویستی له فاھوی
 بیدہ الی الضبت فقالت امرأۃ اخبرن
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بما قدمتن
 له قلن هو الصنبت یا رسول اللہ فرجع یدہ ۱۰

ایک عورت نے کہا کہ حضور کو بتلادو کہ حضور کے پاس
 کیا رکھا گیا ہے چنانچہ ازواج مطہرات میں سے چھ
 تھیں انہوں نے عرض کیا کہ حضور! یہ گوہ ہے۔ تو
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اٹھالیا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب وہ گوہ حضور کے سامنے رکھی گئی تو آپ کو معلوم نہ تھا کہ یہ گوہ ہے جس کی آپ نے
 کھانے کے لئے ہاتھ بھی بڑھا دیا اور بعد میں جب دوسروں کے بتلانے سے اس کا علم ہوا تو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا۔

۱۱ : طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ میرے پاس معمولی درجہ کی کھجوریں تھیں
 میں نے ان کھجوروں کو دے کر ان کے بدلے میں ان سے آدھی عمدہ کھجوریں لے لیں اور حضور کی خدمت میں
 حاضر کیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ان سے اچھی کھجوریں آج تک ہم نے نہیں دیکھیں۔ تم یہ کہاں سے لائے ہو حضرت
 بلال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

من این ہذا لک یا بلال ؟
 فحدثتہ بما صنعت فقال انطلق
 فردہ علی صاحب الذی

میں نے وہ تبادلے کا واقعہ بیان کر دیا تو حضور نے
 فرمایا ابھی جاؤ اور ان کو واپس کر کے آؤ (کوئی کوہ
 رہو ہو گیا)۔

۱۲ : مصنف عبد الرزاق میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ
 وسلم اپنی بعض ازواج کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے وہاں بہت عمدہ کھجوریں دیکھیں۔ دریافت فرمایا :-
 کھجوریں تمہارے پاس کہاں سے آئیں، انہوں نے عرض کیا :-

من این لکم ہذا ؟ قلن ابد لنا
 صاعین بصاع فقال (صلی اللہ علیہ وسلم)
 لا صاعین بصاع ولا درھمین بدرھم الا

ہم نے دو صاع اپنی معمولی کھجوریں دے کر یہ ایک صاع
 اچھی کھجوریں لے لی ہیں۔ حضور نے فرمایا، ایک صاع
 کے بدلے میں دو صاع، اور ایک درہم کے بدلے میں
 دو درہم جائز نہیں۔

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضور کو اس ناجائز تبادلہ کی اطلاع دوسروں کے عرض کرنے سے پہلے

۱۳ : روایت کیا ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور امام احمد نے مسند میں۔ اور ابو نعیم نے کتاب المعرفہ میں۔

حضرت عبداللہ بن سلام سے ، اور عبدالرزاق نے ابوامامہ سے اور ابن جریر نے ابن ساعدہ سے کہ جب اہل قبا کی شان میں یہ آیت فیہ رجال یحبون ان یتطہروا نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبا کو بلا کر دریا فرمایا کہ

ما هذا الطهور الذي قد خصصتم
به في هذه الآية وفي بعض الروايات
نما طهوركم وفي بعضها ان الله قد اشئ
مليكم في الطهور خيرا الله

تمہاری وہ کیا خاص طہارت ہے جس کی تعریف
خداوند تعالیٰ اپنی مقدس کتاب میں فرماتا ہے ؟
انہوں نے عرض کیا کہ ہم استنجا میں ڈھیلے کے ساتھ
پانی کا بھی استعمال کرتے ہیں۔

۱۴ : صحیح مسلم ، جامع ترمذی ، سنن ابو داؤد اور سنن نسائی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک غلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے ہجرت پر حضور سے بیعت کی اور حضرت کو یہ علم نہ تھا۔

ولم يشعروا انه عبد فجاء سيده
يربده فقال له صلى الله عليه وسلم بعثيه
فاستراه بعد بن اسودين ثم لوي بايع
احدا بعده حتى يسئل اعبد هو ؟

کہ وہ غلام ہے۔ بعد میں اس کے لینے کے ارادہ سے
اس کا آقا آیا تو حضور نے اس سے فرمایا کہ تم اس غلام
کو ہمارے ہاتھ بیچ ڈالو۔ چنانچہ آپ نے دو حبشی غلام
دے کر اس کو خرید لیا اور اس کے بعد آپ کسی کو بیعت
نہیں کرتے تھے جب تک کہ یہ دریافت نہ فرمالیں کہ وہ غلام
تو نہیں ہے۔

۱۵ : صحیح بخاری اور جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد میں حضرت زبیر بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ میں سریانی زبان کے جاننے والے صرف یہودی تھے۔ اگر کہیں سے سریانی میں کوئی خط آتا تو وہی پڑھتے اور کسی کو سریانی میں کچھ لکھوانا ہوتا تو وہ انہیں سے لکھوانا۔ جب حضور کو اس کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے مجھ کو سریانی سیکھنے کا حکم فرمایا اور فرمایا خدا کی قسم ، میں اپنی خط و کتابت میں یہودیوں کی طرف سے مطمئن نہیں رہا واللہ ما امن بعمود علی کتاب

پس نصف مہینہ پورا نہیں ہوا تھا کہ میں نے سریانی سکھ لی اور مجھے اس میں خاصی مہارت ہو گئی۔ پھر میں ہی ان خطوں کی طرف سے یہودیوں کو خط لکھتا تھا اور میں ہی ان کے خطوط پڑھتا تھا۔

اس روایت میں یہودیوں کی طرف سے جس خطرے کا ذکر ہے وہ جبب ہی ممکن ہے کہ حضور کو اس سریانی زبان علم نہ ہو جس کا علم اس زمانہ کے یہودیوں کو تھا۔ اگرچہ اس مدعا کے لئے حضور کا اُتی ہونا بھی کافی ہے جس کی شہادت قرآن مجید میں دی گئی ہے مگر میں نے یہ روایت اس لئے نقل کر دی کہ یہ اس اُمت کی ایک عملی تفسیر ہے جس کے بعد کسی تائید کی گنجائش نہیں رہتی، کیوں کہ تائید صرف اقوال و الفاظ میں چل سکتی ہے نہ کہ واقعات و حالات میں۔

یہاں تک پانچ آیتوں اور پندرہ حدیثوں سے صرف یہ ثابت کیا گیا ہے کہ عہد رسالت میں بہت سے جزئی واقعات پیش آتے تھے اور حضور کو ان کے اطلاع نہیں ہوتی تھی اور دوسرے لوگوں کو ہو جاتی تھی۔ لیکن صرف ان جزئی معلومات کی وجہ سے (جن کو امور دین و دیانت اور فرائض نبوت و رسالت سے کوئی خاص تعلق بھی نہیں) نہ ان دوسرے لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ علم دان کہا جاسکتا ہے اور نہ ان علوم کے عدم حصول سے حضور کے کمال علی میں کوئی کمی آتی ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی مفتی بغداد علیہ الرحمۃ اپنی بے نظیر تفسیر ”روح المعانی“ میں ارقام فرماتے ہیں۔

اور میں دنیوی اور جزئی حوادث کے علم نہ ہونے کی وجہ سے	ولا اعتقد خوات کمال بعدم العلم
کمال کے فوت ہو جانے کا قائل نہیں جیسے کہ زید کے روزگار	بحوادث دنیویۃ جزئیۃ لعدم العلم بما
کے خانگی حالات کا علم (سوائے علوم کے نہ ہونے سے	یضع زید مثلاً غیبیہ وما یجری علیہ
کمال نہیں جاتا)۔	فی یومہ وغلہ۔

(روح المعانی ج ۸، ص ۳۵)

دسواں مقدمہ

اگر زید کو ایک ہزار باتوں کا علم ہو اور عمرو کو لاکھوں کر ڈوں باتوں کا، لیکن یہ کے ان ایک ہزار معلومات میں سے دس بیس ایسے ہوں جو عمرو کو حاصل نہ ہوں تو ان دس بیس علوم کی وجہ سے (جو زید کو حاصل ہیں اور عمرو کو حاصل نہیں) زید کو علی الاطلاق ”اعلم من عمرو“ (عمرو سے

زیادہ علم والے نہیں کہا جاسکتا، درآن حالانکہ عمرو کو لاکھوں اور کروڑوں وہ علوم حاصل ہیں جن کی زید کو ہوا بھی نہیں لی، البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ زید کو فلاں فلاں معلومات ہیں اور عمرو کو نہیں۔ مثلاً حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو شریعت کے لاکھوں اور کروڑوں علم حاصل تھے اور ابن رشد کو بھی علوم شرعیہ میں خاصی دستگاہ تھی، لیکن حضرت امام ابوحنیفہ کے عشر عشر بھی نہیں تھی۔ مگر فلسفہ یونان کے متعلق جو معلومات ابن رشد کو حاصل تھے، وہ یقیناً حضرت امام ابوحنیفہ کو حاصل نہ تھے۔ کیوں کہ ان کے زمانہ میں فلسفہ یونان عربی میں منتقل ہی نہیں ہوا تھا لیکن اس کی وجہ سے ابن رشد کو حضرت امام ابوحنیفہ سے اعلم نہیں کہا جاسکتا۔

علی ہذا حضرت امام شافعیؒ اور امام احمدؒ، امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کو کتاب و سنت کے لاکھوں علوم حاصل تھے مگر تاریخ و سیر میں جو معلومات ابن خلدون اور ابن خلکان کے تھے وہ تمام بحیثیت مجموعی انہی حضرات کو یقیناً حاصل نہ تھے۔ کیوں کہ ابن خلکان اور ابن خلدون کے علم میں تو بہت سے وہ تاریخی واقعات بھی تھے جو ان حضرات ائمہ کی وفات کے بعد وقوع میں آئے۔ لیکن اس کی وجہ سے ابن خلکان و ابن خلدون کو یا آج کل کے کسی مؤرخ کو ان ائمہ میں سے اعلم نہیں کہا جاسکتا۔

علی ہذا ایک موٹر ڈرائیور کو ڈرائیوری کے متعلق اور ایک موچی کو جفت دوزی کے متعلق جو معلومات حاصل ہوئے ہیں وہ یقیناً خود مولوی احمد رضا خان صاحب کو حاصل نہ تھے۔ لیکن میرے نزدیک کوئی اعلیٰ درجہ کا احمق بھی اس کی وجہ سے ہر موٹر ڈرائیور اور موچی کو خالق صاحب موصوف سے زیادہ وسیع العلم کہنے کی جرات نہ کریگا۔

بہر حال جب کسی ایک شخص کو دوسرے کے اعتبار سے علی الاطلاق اعلم (زیادہ علم والا) کہا جائے گا تو مجموعہ علوم کے اعتبار سے اور بالخصوص علوم دینیہ شرعیہ ہی کے اعتبار سے کہا جائے گا۔ اور اگر کوئی شخص زید کے لئے کسی خاص علم کی وسعت تسلیم کرے اور عمرو کے لئے تسلیم نہ کرے تو اس سے ہرگز لازم نہیں آتا کہ اس نے زید کو عمرو سے اعلم مان لیا۔ بالخصوص جب کہ وہ علم علوم عالیہ کمالیہ میں سے بھی نہ ہو۔ اور پھر خصوصاً جب کہ شخص مذکور عمرو کے لئے اعلیٰ درجہ کے لاکھوں اور کروڑوں علوم ایسے مان رہا ہو جن کی زید کو بلکہ دنیا کے کسی انسان کو ہوا بھی نہ لگی ہو۔

تک عشرۃ کاملہ۔

زیادہ ہے۔

اوسع علما من رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم۔

غور فرمایا جائے، کہاں صرف علم زمین کی وسعت اور کہاں مطلق علم کی وسعت۔
میں تعادسب رہ از کہاں ست تا بحسب

ہم ناظرین کی سہولت کے لئے ایک مثال بھی پیش کرتے ہیں۔ اور اسی سے انشاء اللہ عبارت براہین کی پوری
ترغیح بھی ہو جائے گی۔

فرض کیجئے کہ مصنف انوار ساطعہ کی ذہنیت رکھنے والا مولوی احمد رضا خان صاحب کا کوئی دوسرا بھائی
مثلاً "زید" کہتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو "شعر" کا علم حاصل تھا اور دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ بہت سے
فاسقوں اور کافروں کو یہ فن آتا ہے۔ امراء القیس میں کافر تھا اور ساتھ ہی اعلیٰ درجہ کا شاعر بھی۔ فردوسی فاسد العقیدہ
شیعی تھا اور فارسی کا بہترین شاعر بھی۔ پس جب کہ فاسقوں اور کافروں تک کو یہ فن حاصل ہے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم کو جو افضل المرسلین سید الاولین والآخرین ہیں ضرور حاصل ہوگا۔ اس کے جواب میں مولانا خلیل احمد صاحب کا کوئی
ہم سک مسلمان کہے کہ۔

"امراء القیس اور فردوسی کا حال تاریخ کی متواتر شہادتوں سے معلوم ہوا۔ اب اگر کسی افضل کو
قیاس کر کے اس میں بھی مثل یا زائد اس مفضول سے ثبوت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں۔ اول
تو عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جائیں۔ بلکہ قطعی ہیں قطعیات نصوص سے
ثابت ہوتے ہیں کہ خبر وحد بھی یہاں مفید نہیں۔ لہذا اس کا اثبات جب قابل التفات ہو کہ قطعیات
سے اس کو ثابت کرے اور خلاف تمام امت کے ایک قیاس فاسد سے عقیدہ خلق کا اگر فاسد کب
چاہے تو کب قابل التفات ہوگا۔

دوسرے قرآن وحدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے۔

قرآن پاک میں ہے۔

یعنی ہم نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ

کو عیب لگایا اور حضور کی شان گھٹائی تو وہ (حضور کو) گالی دیئے والا ہے۔ (لہذا کافر و مرتد ہے)

فاخرین بالانصاف خود فرمائیں کہ کیا اس مفتی نے خیانت نہیں کی؟ کیا مذکورہ بالا عبارت میں مطلق علم یا علوم عالیہ کمالیہ کی بحث تھی؟ اور کیا شخص مذکور نے امراء القیس اور فردوسی کے لئے مطلق علم کی یا علوم عالیہ کمالیہ کی وسعت تسلیم کی ہے؟ اور کیا اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مطلق وسعت علی سے انکار کیا ہے؟ یا علوم متعلقہ نبوت و رسالت و علوم عالیہ و کمالیہ سے اس کو انکار ہے؟ ظاہر ہے کہ ان میں سے کچھ بھی نہیں بلکہ یہاں صرف علم شعر کی بحث ہے اسی کی وسعت کو امراء القیس جیسے کافر اور فردوسی وغیرہ کے لئے تسلیم کیا گیا ہے۔ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی نفی کی گئی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ شخص مذکور نے امراء القیس جیسے کافر اور فردوسی جیسے فاسد العقیدہ کو حضور سے زیادہ وسیع العلم مان لیا۔ یا تو ایسے عیار و معیار کا کام ہے جو اپنا اوسیدہ حاکم کرنے کے لئے مسلمانوں میں تفریق ڈالنا چاہتا ہے، یا ایسے جاہل اور احمق کا کام ہے جو "اعلم" اور "اوسع علم" کے معنی سے بھی نا آشنا ہے۔ ہم دسویں مقدمہ میں ثابت کر چکے ہیں کہ ایک کو دوسرے کے اعتبار سے اعلم (زیادہ وسیع العلم) علوم عالیہ کمالیہ اور مجموعہ علوم ہی کے اعتبار سے کہنا جاتا ہے ورنہ لازم آئے گا کہ ایک مروج، ایک مؤثر ذی رائے و تبحر کے ایک ناپاک کیڑے کو بھی مولوی احمد رضا خان صاحب کے مقابلہ میں اعلم کہنا صحیح ہو، اس کی تفصیل آٹھویں اور دسویں مقدمے کے ذیل میں کر چکی ہے۔

اگرچہ ارباب فہم کے لئے اسی قدر کافی ہے مگر بد قسمتی سے سابعہ ایسی جماعت سے پڑا ہے جس میں جہل کی کثرت ہے اور پھر اللہ کی عنایت سے جو علماء ہیں وہ بھی جہلا سے کمتر نہیں بلکہ بدتر ہیں۔ لہذا تفصیل کے لئے ہم ایک مثال اور عرض کرتے ہیں۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے ایک اُلُو کی عجیب و غریب کہانی بیان فرمائی ہے۔

اسے منقولہ بالا عبارت بعینہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی ہے۔ ہم نے صرف تطبیق مثال کے لئے اہلس کے بجائے

امراء القیس اور فردوسی کا نام لکھ دیا ہے۔ ۱۳ منہ

خان صاحب بریلوی کا کراماتی اُلو

خان صاحب ارشاد فرماتے ہیں۔

” تین صاحب جا رہے تھے دور سے ایک جنگل میں دیکھا کہ بہت آدمیوں کا مجمع ہے۔ ایک راہ گردی پر بیٹھا ہے۔ جو اعلیٰ حاضر ہیں، ایک فاحشہ باج بھی ہے، شمع روشن ہے، یہ صاحب تیر اندازی کے بڑے مشاق تھے آپس میں کہنے لگے کہ اس مجلس فسق و فجور کو درہم برہم کرنا چاہئے، کیا تدبیر کی جائے؟

ایک نے کہا راہ کو قتل کر دو کہ سب کچھ اسی نے کیا ہے۔ دوسرے نے کہا، اس ناپختہ والی حرکت کو قتل کر دو، تیسرے نے کہا کہ اسے بھی نہ قتل کر دو کہ وہ خود نہیں آئی، راہ کے حکم سے آئی ہے، اپنی عرض تو مجلس کا درہم برہم کرنا ہے، اس شمع کو گل کر دو۔ یہ رائے پسند ہوئی۔ انہوں نے تاک کر شمع کی نو پر تیرا مارا، شمع گل ہوئی، اب زندہ راہ گردا، نہ فاحشہ، نہ مجمع، نہایت تعجب ہوا، بقیہ رات وہیں گزاری۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ ایک اُلو مرا پڑا ہے اور اس کی پوچھ میں وہی تیر لگا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ سب کام اسی اُلو کی روح کر رہی تھی۔“

اب فرض کیجئے کہ خان صاحب کا ترجمہ (علیم الدین) جو خان صاحب کو محدث، مفسر، فقیہ، صوفی، حافظ، قاری سبھی کچھ سمجھتا ہے مگر کتابت کے اعلیٰ حضرت کو مسمریزم نہیں آتا تھا۔ اور ایک دوسرا مرید (حفیظ الدین) کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کو مسمریزم آتا تھا اور دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ بالا مفعول شریف سے معلوم ہوا کہ ایک اُلو مسمریزم کا اتنا ماہر تھا کہ اپنی ایک نگاہ میں اچھا خاصا بھان مٹی کا تماشا دکھاتا تھا تو ہمارے اعلیٰ حضرت مجدد ملت جو خدا کے بڑے مقبول بندے تھے اور اس اُلو سے یقیناً ہزاروں بلکہ لاکھوں درجہ افضل تھے تو بھلا ان کو

لے پیشہ در لوندیاں ۱۲۔ لے جناب خان صاحب نے یہ قصہ مسمریزم کی حقیقت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے

ملاحظہ ہو مفعولات حصہ چہارم۔ مطبوعہ حسنی پریس بریلی۔ ۱۲ منہ

کیوں نہیں آتا ہوگا؟ اس پر علیم الدین کہتا ہے کہ اُن کی سرسریزم دانی تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے محفوظ شریف سے معلوم ہوئی، مگر اعلیٰ حضرت کی سرسریزم دانی کا کیا ثبوت ہے؟ اور اعلیٰ حضرت کو اُن پر قیاس کرنا۔۔۔ قیاس فاسد، بلکہ نہایت بیوقوفہ حرکت ہے۔

ترکیا خان صاحب کے کسی مرید یا وارث کو حق پہنچتا ہے کہ اس غریب علیم الدین پر اعلیٰ حضرت کے علم کی تنقیص کا دعویٰ دائر کر دے اور یہ کہے کہ اس نے ایک اُن کو حضور پر نور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد اللہ علیہ السلام کے علیٰ حبیبہ وعلیہ وسلم سے بیادینح العلم مان لیا۔۔۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ ایسا سمجھنے والا اور کہنے والا ہی اُن ہے۔ اور اگر بیچارے علیم الدین کو رضا خانی برادری سے خارج کرنے کے لئے دانتہ طور پر ازراہ عیاری اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرتا ہے تو اعلیٰ درجہ کافر بی اور پلے سرے کا خائن ہے۔

بہر حال خان صاحب کی پہلی ضیانت تو یہ ہے کہ براہین قاطعہ میں ایک خاص علم کی وسعت یعنی علم روئے زمین کی وسعت میں کلام تھا۔ اُسی کو مولوی احمد رضا خان کے مشرعی بھائی مولوی عبد السمیع صاحب نے شیطان اور ملک الموت کے لئے دلائل سے ثابت کر کے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بنا برافضلیت قیاس سے ثابت کیا تھا۔ اور مصنف براہین نے اسی قیاس کو رد کیا تھا۔ نیز عبارت میں ایسے الفاظ بھی موجود تھے جنہوں نے بحث کو صرف علم زمین کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا۔ چنانچہ ”براہین قاطعہ“ کے صفحہ ۴۴ سے خان صاحب نے جو فقرہ نقل کیا ہے اس کے شروع میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

”الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف

نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے“

اس فقرے میں ”علم محیط زمین“ کا لفظ موجود ہے جس کے بعد کوئی شبہ ہی نہیں رہتا، مگر خان صاحب کی دیانت ملاحظہ ہو کہ آپ نے ”حسام“ میں اس فقرے کا آخری خط کشیدہ جز یعنی صرف ”خبر“ تو نقل کر دی لیکن پہلا جز یعنی ”مبتدأ“ جس میں علم محیط زمین کی تصریح تھی، صاف ہضم کر گئے، اور اس پر آپ کا لقب ہے

مجدد بابت حاضرہ ، مویہ قلب طاہرہ وغیرہ وغیرہ ۔

پھر اسی جگہ اسی قسم کی ایک اور خیانت ملاحظہ ہو۔ خان صاحب کی نقل کردہ عبارت برائین سے ٹھیک دوسرے بعد اسی صفحہ پر یہ عبارت شروع ہوتی ہے۔

” پس اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کے تشریف رکھنے اور ملک الموت سے افضل ہونے کی

وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چر جائیکہ زیادہ ۔“

اس عبارت میں بھی ”ان امور“ کا لفظ صاف بتلا رہا ہے کہ بحث صرف علم روئے زمین کی ہے نہ مطلق علم کی

نہ علوم عالیہ کمالیہ کی، جن پر فضل انسانی کا مدار ہے، لیکن خان صاحب نے اس عبارت کو بھی صاف اڑا دیا۔

بہر حال برائین قاطعہ میں یہ تمام تصریحات ہوتے ہوئے بھی (جن سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں بحث صرف

علم روئے زمین کی ہے نہ مطلق علم کی) خان صاحب نے بے دریغ لکھ مارا کہ۔

” اُس نے اپنی کتاب ”برائین قاطعہ“ میں تصریح کی کہ ان کے پیر اہلس کا علم نبی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم سے زیادہ ہے ۔“

یہاں تک خان صاحب کی پہلی خیانت کا ذکر تھا اور اس کے ضمن میں موصوف کے پہلے اعتراض کا شافی جواب بھی

ہو گیا جس کے بعد کسی مصنف بلکہ متعنت اور متعصب کو بھی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ فلسفہ الحمد۔

حاصل اس جواب کا یہ ہے کہ برائین قاطعہ میں ملک الموت اور شیطان کے لئے (ان دلائل کی بنا پر جو مولوی

عبدالمسیح صاحب مصنف الوارِ ساطعہ نے پیش کئے ہیں) صرف علم زمین کی وسعت تسلیم کی گئی ہے اور اسی مخصوص وسعت کو

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیر ثابت بالنقص کہا گیا ہے اس کو مطلق وسعت علمی کے انکار پر محمول کرنا اور یہ

نتیجہ نکالنا کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم تشریف کو شیطان کے علم سے کم بتلا دیا، صرف اسی جاہل

اور احمق کا کام ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم عالی کو اسی عالم سفلی میں محدود سمجھتا ہو۔ لیکن جس کے نزدیک

آپ کے علم کی پرواز عرش و کرسی سے بھی بالاتر ہو وہ ایسی حماقت کا ارتکاب کیونکر کر سکتا ہے ؟

اگر آج کوئی شخص کے کہ تعمیرات کے فن میں فلاں یورپین انجینئر کے معلومات حضرت امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ وسیع

ہیں تو کوئی احمق سے احمق بھی یہ نہیں کہے گا کہ اس شخص نے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے علم کو اس کا فر انجینئر کے علم سے گھٹا دیا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کہے کہ فلاں شرابی کو شراب کے متعلق بہت کچھ معلومات ہیں اور فلاں غوث و قطب کو وہ معلومات چھل نہیں تو اس سے ہرگز یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ اس شخص نے اس شرابی کو غوث و قطب سے زیادہ وسیع العلم مان لیا۔
اصل حقیقت یہ ہے کہ گمراہ کرنے کے لئے شیطان کو جن وسائل کی ضرورت تھی (بندوں کی آزمائش کے لئے) حق تعالیٰ نے وہ سب اس کو عنایت فرمائے، قیامت تک کی عمر دی، وہ عجیب و غریب قدرت دی کہ انسان کی رگ و پے میں غون کی طرح دوڑ سکے، بندگان خدا کو گمراہ کرنے کے لئے جس علم کی ضرورت تھی وہ بھر پور دیا، تاکہ وہ اپنی اہلیانہ کوششیں ختم کر لے اور دنیا دیکھ لے کہ ”عباد الرحمن“ کے مقابلے میں اس کے سارے ہتھیار کس طرح بیکار ہوتے ہیں۔

اُس کو ضرورت ہے کہ بنی آدم کو گمراہ کرنے کے لئے ان کے امیال و عواطف (جذبات و خواہشات) سے واقف ہو، اس کو معلوم ہونا چاہئے کہ فلاں جگہ تنہائی میں ایک نوجوان عورت ہے اور فلاں ادارہ نوجوان کو اس تدبیر سے دہان تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ فلاں جگہ مجلس رقص ہے اور شوقین مزاج نوجوانوں کا فلاں جگہ مجمع ہے اور اس حیلہ سے ان کو اس مجلس فواحش میں بھیجا جاسکتا ہے۔ بہر کیف اس کو ان شیطانی امور کی تکمیل کے لئے اس عالم سفلی کے وسیع معلومات کی ضرورت ہے، لیکن مقربانِ بارگاہِ خداوندی کو ان لغویات سے کیا غرض؟ ان کا کام تو ارشادِ ہدایت ہے۔ اور اس کے لئے جن پاکیزہ علوم کی ضرورت ہے وہ حق تعالیٰ نے ان کو بے نہایت عطا فرمائے۔ پس اگر اس عالم سفلی کے کچھ علوم شیطان کو حاصل ہوں اور حضراتِ انبیاءِ علیہم السلام چھل نہ ہوں تو کون احمق اور شیطان کا کون سا اُستی ہوگا جو صرف علوم سفلیہ کی وجہ سے شیطان کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی دوسرے نبی علیہ السلام سے زیادہ وسیع العلم کہہ دے، دران حالیہ علوم النبیہ اور معارف ربانیہ سے ان کو ڈاؤن حصہ ملا ہے جو کسی مقرب سے مقرب فرشتہ کو بھی نصیب نہیں۔

ہم مقدمات کے ذیل میں اس موضوع پر کافی سے زیادہ روشنی ڈال چکے ہیں اب یہاں صرف ایک چیز اور عرض کرتے ہیں اور اسی پر انشاء اللہ اس بحث کا خاتمہ ہے۔ دشمنانِ صداقت سے تو ہمیں کوئی توقع نہیں، ہاں جن حق پسندوں کو اللہ تعالیٰ توفیق دے ان سے ضرور قبولِ حق کی امید ہے۔ ملاحظہ ہو۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی صفائی میں

مولوی عبد السمیع و مولوی احمد رضا خاں صاحبان کی زبردست شہادت

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں

زلیخانے کیا خود پاک دامن ماہ کنگال کا

ہمارے بیان سابق سے یہ تو معلوم ہو چکا کہ مصنف براہین قاطعہ کا جرم اس قدر ہے کہ اس نے ایک خاص علم زمین کی وسعت (بنا برکتِ لائی کو جو آپ کے مولوی عبد السمیع صاحب نے انوارِ ساطعہ میں پیش کئے ہیں) ملک الموت اور شیطان کے لئے تسلیم کی ہے اور اسی وسعت علی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیر ثابت بالانص کہاہے لیکن

۴۰ ایں گناہیست کہ در شہرِ شما نیز کنند

۴۱ ذرا اسی بحث میں انوارِ ساطعہ کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

۴۲ اور تمنا شاید کہ اصحابِ محفل میلاد تو زمین کی تمام پاک و ناپاک مجالس مذہبی و غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعوائے کرتے، ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک، ناپاک، کفر، غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔

کہتے اتنی صفائی کے ساتھ تو مولانا خلیل احمد صاحب نے بھی نہیں لکھا۔ انہوں نے تو صرف علم زمین کی اُس مخصوص وسعت کو غیر منصوص بتلایا تھا۔ مولوی احمد رضا خان صاحب کے یہ شرابی بھائی مولوی عبد السمیع صاحب تو صاف فرماتے ہیں کہ در ملک الموت اور شیطان کا حاضر ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہی نہیں بلکہ زیادہ تر مقامات میں پایا جاتا ہے۔

منقولہ بالا عبارت انوارِ ساطعہ کے اس پہلے ایڈیشن میں بھی ہے جو براہین قاطعہ سے پہلے شائع ہوا ہے اور

اس میں بھی جو بعد میں مولوی عبد السمیع صاحب کی نظر ثانی اور ترمیم کے بعد شائع ہوا ہے اور جس پر مولوی احمد رضا خاں صاحب کی تقریباً چار صفحات کی تقریظ بھی ہے جس میں مولوی عبد السمیع صاحب اور ان کی انوارِ ساطعہ کی تعریف میں خوب زمین و آسمان

کے قلابے ملائے گئے ہیں۔ لہذا مولوی احمد رضا خان صاحب کے اخلاف و تبعین فرمائیں کہ۔

۱۔ مولوی عبد السمیع صاحب اس عبارت کی وجہ سے کافر ہوئے یا نہیں ؟

۲۔ اور خود خالصا صاحب اس پر تقریظ لکھنے کی وجہ سے کہاں پہنچے ؟

اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو دیدہ بصیرت دے۔ آپ حضرات نے مصنف برائین قاطعہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت دیکھی ؟ ان خان صاحب نے جو الزام ان پر رکھا تھا وہ خود ہی اس میں گرفتار ہو گئے۔ اس وقت ہم اس بحث کو یہیں ختم کرتے ہیں۔ اور مناسب سمجھتے ہیں کہ خاتمہ بحث میں رسالہ "التصدیقات لدفع التلبیسات" سے مصنف برائین قاطعہ (علیہ الرحمۃ) کا وہ کلام بھی نقل کر دیں جو آپ مرحوم نے خان صاحب

کے اسی شیطان والے بہتان کے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔

جب مولوی احمد رضا خان صاحب اپنی محنت اور کمائی کا یہ نتیجہ (فتوائی کفر) لے کر حرمین شریفین پہنچے اور وہاں سے ان علمائے کرام سے جو حقیقت حال سے ناواقف تھے دھوکا دے کر تصدیق کرائی اور حرمین شریفین میں بھی علماء دینوں کے متعلق یہ چرچے ہوئے تو وہاں کے بعض اہل علم نے حضرات علمائے دیوبند و سہارنپور سے ان کے عقائد کے متعلق چھبیس^{۲۶} سوال کئے۔ ان سوالوں کا جواب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا۔ پھر یہ مجموعہ بغرض تصدیق و توثیق حرمین شریفین، شام، دمشق، حلب، مصر وغیرہ بلاد اسلامیہ کے علمائے کرام کی خدمت میں بھیجا گیا۔ اور ان علماء کرام و مفتیان عظام نے اس کی تصدیق و تصویب فرمائی اور پھر وہ جواب مع ان تصدیقات کے چھپوا دیا گیا اور اسی زمانہ میں "التصدیقات لدفع التلبیسات" کے نام سے اس کا پہلا ایڈیشن مع ترجمہ کے شائع ہو گیا۔ پھر اس کے بعد سے اس وقت تک اس کے بہت سے ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

اس میں انیسواں سوال مولوی احمد رضا خان صاحب کے اسی شیطان والے بہتان کے متعلق ہے۔ ذیل میں ہم وہ سوال و جواب بجنسہ نقل کرتے ہیں۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے کہ ہم نے جو کچھ اس بحث میں لکھا ہے وہ درحقیقت اسی اجمال جواب کی تفصیل ہے جو خود مصنف برائین نے اپنی زندگی میں دیا ہے۔

اٹیسوال سوال ۱۹

کیا تمہاری یہ رائے ہے کہ ملعون شیطان کا علم سیرا کا نام
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے زیادہ اور مطلق
وسیع تر ہے اور کیا یہ مضمون تم نے اپنی کسی تصنیف
میں لکھا ہے، جس کا یہ عقیدہ ہو تو اس کا کیا حکم ہے

جواب

اس مسئلہ کو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کا علم
حکم و اسرار وغیرہ کے متعلق مطلقاً تمامی مخلوقات سے
زیادہ ہے اور ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں
شخص نبی کریم علیہ السلام سے اعلم ہے وہ کافر ہے۔ اور
ہمارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے
ہیں جو یوں کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے
پھر بھلا ہماری کسی تصنیف میں یہ مسئلہ کہاں پایا جاسکتا ہے
ہاں کسی جزئی حادثہ حقیرہ کا حضرت کو اس لئے معلوم نہ ہوا
کہ آپ نے اس کی جانب توجہ نہیں فرمائی، آپ کے اعلم ہونے
میں کسی قسم کا نقصان پیدا نہیں کر سکتا جب کہ ثابت ہو
چکا کہ آپ ان شریف علوم میں جو آپ کے منصب اعلیٰ کے
مناسب ہیں ساری مخلوق سے بڑھے ہوئے ہیں جیسا کہ شیطان
کو بہتیرے حقیر حادثوں کی شدت التفات کے سبب اطلاع
مل جائے سے اس مردود میں کوئی شرافت اور علمی کمال حاصل

السؤال التاسع عشر

أترون ان ابليس اللعين اعلم من
سيد الكائنات عليہ السلام و اوسع
علما منه مطلقاً وهل كتبتم ذلك
في تصنيف ما ربيع تحكمون على من
اعتقده ذلك .

الجواب

قد سبق منا تحرير هذه المسئلة
ان النبي عليہ السلام اعلم الخلق على
الاطلاق بالعلوم والحكم والاسرار و
غيرها من ملكوت الافاق ونتيقن
ان من قال ان فلانا اعلم من النبي عليہ
السلام فقد كفر وقد افتنى مشائخنا
بتكفير من قال ان ابليس اللعين اعلم من
النبي عليہ السلام فكيف يسكن ان توجد
هذه المسئلة في قالب ما من كتبنا غير ان
غيبوبة بعض الحوادث الجزئية للفقيرة
عن النبي عليہ السلام لعدم التفات اليه
لا يورث نقصا ما في اعلميته عليہ
السلام بعد ما ثبت انه اعلم الخلق
بالعلوم الشريفة اللائقة بمنصبه الاعلى

کمالاً یورث الإطلاع علی اکثر تلك الحوادث
 الحقيرة لشدة التفات ابليس اليها شرفاً
 وکمالاً علمياً فيه فانه ليس عليها مدار
 الفضل والكمال ومن ههنا لا يصح ان
 يقال ان ابليس اعلم من سيدنا رسول
 الله صلى الله عليه وسلم کمالاً يصح ان
 يقال لصبي علم بعض الجزئيات انه اعلم
 من عالم متبحر مجتهد في العلوم والفنون
 التي غابت عن تلك الجزئيات ولقد
 تلونا عليك قصّة الهدى مع سليمان
 على نبينا وعليه السلام وقوله اني احطت
 بما لم تحط به ودواوين الحديث
 ودفاتر التفسير مشحونة بنظائرهما
 المتكاثرة الشتمرة بين الانام وقد اتفق
 الحكماء على ان افلاطون وجالينوس

نہیں ہو سکتا کیوں کہ ان پر فضل و کمال کا مدار نہیں ہے
 اس سے معلوم ہوا کہ یوں کہنا کہ شیطان کا علم سیدنا رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے ہرگز صحیح نہیں
 جیسا کہ کسی ایسے بچہ کو جسے کسی جزئی کی اطلاع ہو گئی ہے
 یوں کہنا صحیح نہیں کہ فلاں بچہ کا علم اس متبحر و محقق سے زیادہ
 ہے جس کو جملہ علوم و فنون معلوم ہیں مگر یہ جزئی معلوم نہیں
 اور ہم پُرہند کا سیدنا سلیمان علیہ السلام کے ساتھ پیش
 آنے والا قصہ بتا چکے ہیں۔ اور یہ آیت پڑھ چکے ہیں کہ ”مجھے
 وہ اطلاع ہے جو آپ کو نہیں“ اور کتب حدیث و تفسیر
 اس قسم کی مثالوں سے بھر پور ہیں نیز حکماء کا اس پر اتفاق ہے
 کہ افلاطون و جالینوس وغیرہ بڑے طبیب ہیں جن کو
 دواؤں کی کیفیت و حالات کا بہت زیادہ علم ہے اور یہ
 بھی معلوم ہے کہ نجاست کے کڑے نجاست کی حالتوں اور
 مزے اور کیفیت سے زیادہ واقف ہیں تو افلاطون و
 جالینوس کا ان روی حالات سے ناواقف ہونا ان کے

سہ یہ واقعہ سورۃ نمل میں مذکور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بار حضرت سلیمان نے پُرہند کو تلاش کیا تو نہیں
 پایا تو بہت زیادہ ناراضی کا اظہار فرمایا۔ جب وہ دیر کے بعد حاضر ہوا تو اس سے باز پرس کی تو اس نے کہا کہ میں ملک ”سبا“ سے ایک
 نہایت عظیم الشان خبر معلوم کر کے لایا ہوں جس کا آپ کو علم نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ پُرہند جیسے پرند کو ایک ایسی بات معلوم ہو سکتی
 ہے جو نبی وقت کے علم میں نہ ہو۔ ۱۲

سہ ہم نوں مقدمہ میں اس مضمون کی پانچ آیتیں مع اقوال مفسرین اور پندرہ حدیثیں پیش کر چکے ہیں۔ ۱۲

وامثالهما من اعلم الاطباء بکیمیات
 الادویة واحوالهما مع علمهما ان دیدان
 النجاسة اعرف باحوال النجاسة وذوقها
 وکیفیاتها فلم تضر عدم معرفته افلاطون
 وجالینوس — هذه الاحوال الردیة فی
 اعلیتهما ولم یرض احد من العقلاء
 والحقی بان یقول ان الذید ان اعلم من
 افلاطون مع انها اوسع علما من افلاطون
 باحوال النجاسة ومبتدعة دیارنا یشبہون
 للذات الشریفۃ النبویۃ علیہ الف الف تحیة
 وسلام جمیع علوم الاسافل والاراذل والافاضل
 الاحکام قائلین انه علی السلام لما کان
 افضل الخلق كافة فلا بد ان یمتوی علی
 علمهم جمیعها کل جزئی جزئی وکل کلی
 ونحن انکرنا اثبات هذا الامر بهذا
 القیاس القاسد بغير نص من النصوص
 المعتبرة بها الا ترمع ان کل مؤمن
 افضل واشرف من ابلیس فیلزم علی
 هذا القیاس ان یکون کل شخص من
 احاد الامة جاریا علی علوم ابلیس —
 — و یلزم علی ذلك ان یکون

اعلم یونانی کو مضہ نہیں اسکو عقل سے بکھینچ دینا
 کہنے پر راضی نہ ہوگا کہ کیشوں کا علم افلاطون سے زیادہ ہے
 حالانکہ ان کا نجاست کے احوال سے افلاطون کی بہ نسبت
 زیادہ واقف ہونا یقینی امر ہے اور ہمارے ملک کے مدرسین
 سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام شریف و ادنیٰ داعی
 واسفل علوم ثابت کرتے اور یوں کہتے ہیں کہ حسیہ آنحضرت
 ساری مخلوق سے افضل ہیں تو ضرور سب ہی کے علوم جزئی
 ہوں یا کلی آپ کو معلوم ہوں گے، اور ہم نے بغیر کسی مخبر نفس
 کے محض اس فاسد قیاس کی بنا پر اس علم کلی و جزئی کے
 ثبوت کا انکار کیا۔ ذرا غور تو فرمائیے ہر مسلمان کو شیطان پر
 فضل و شرف حاصل ہے پس اس قیاس کی بنا پر لازم
 آئے گا کہ ہر امتی بھی شیطان کے ہتھکنڈوں سے آگاہ ہو
 اور لازم آئے گا کہ سلیمان علیہ السلام کو خبر ہو اس واقعہ
 کی جسے جبریل نے جانا، اور افلاطون و جالینوس واقف ہو
 کیشوں کی تمام واقفیتوں سے اور سارے لازم باطل ہیں
 چنانچہ مشاہدہ ہو رہا ہے۔ یہ ہمارے قول کا خلاصہ ہے
 جو براہین قاطعہ میں بیان کیا ہے جس نے کئے ذہن بردنیوں
 کی رگیں کاٹ دیں اور دجال و مفری گروہ کی گردنیں توڑ
 دیں، سو اس میں ہماری بحث صرف بعض حوادث جزئی
 میں تھی اور اسی لئے اشارہ کا لفظ ہم نے لکھا تھا تاکہ دلائل
 کر کے کفری و اثبات سے مقصود صرف یہ ہی جزئیات ہیں

لیکن مفسدین کلام میں تحریف کیا کرتے ہیں اور شاہنشاہی
محاسبہ سے نہیں ڈرتے ہیں۔ اور ہمارا پختہ عقیدہ ہے
کہ جو شخص اس کا قائل ہو کہ فلاں کا علم نبی علیہ السلام سے
زیادہ ہے وہ کافر ہے چنانچہ اس کی تصریح ایک نہیں ہمارے
بہترین علماء کرچکے ہیں اور جو شخص ہمارے بیان کے خلاف
ہم پر بہتان باندھے اس کو لازم ہے کہ شاہنشاہ روز جزا
سے خائف بن کر دلیل بیان کرے اور اللہ ہمارے قول پر
وکیل ہے۔

سليمان علي نبينا وعليه السلام عالما بما
علمه الهدى الهد وان يكون افلاطون و
جالينوس عارفين بجميع معارف الديدان
واللوازم باطلة باسرها كما هو المشاهد و
هذا خلاصة ما قلناه في البراهين القاطعة
لمروق الاغبياء المارقين القاصصة لاعناق
الدعابة المفترين فلو يمكن بحثنا فيه
الا من بعض الجزئيات المستحدثة
ومن اجل ذلك اتينا في بلفظ الاشارة
حتى تدل ان المقصود بالنفي والاثبات
لهالك تلك الجزئيات لا غير لكن المفسدين
يحرفون الكلام ولا يخافون محاسبه
الملك العلام وانا جازمون ان من قال
ان فلانا اعلم من النبي عليه السلام
فهو كافر كما صرح به غير واحد من
علماءنا الكرام ومن اضل من علينا
بغير ما ذكرناه فعليه بالبرهان خائفا
عن مناقشة الملك الديان والله على
ما نقول وكيل *

نہ انصاف ! کیا خود مضطرب براہین کے اس جواب کے بعد بھی اس بہتان کی کوئی گنجائش باقی رہتی ہے ؟

لا والله الحساب يوم الحساب *

براہین قاطعہ پر مولوی احمد رضا خان صاحب کے دوسرے اعتراض کا جواب

مؤلف براہین قاطعہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر خان صاحب بریلوی کا دوسرا سنگین اعتراض یہ تھا کہ "انہوں نے شیطان کے لئے علم محیط تسلیم کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اسی علم کے اثبات کو شرک کیا۔ حالانکہ جس چیز کا کسی ایک مخلوق کے لئے ثابت کرنا شرک ہے، دوسری تمام مخلوقات کے لئے بھی اس کا اثبات شرک ہی ہے گا۔ تو گویا مصنف "براہین قاطعہ" نے شیطان کو خدا کا شریک مان لیا۔" (سبحان اللہ و بجدہ)

لیکن اگر ناظرین کرام غور فرمائیں گے تو معلوم ہوگا کہ خان صاحب کا یہ اعتراض پہلے سے بھی زیادہ غلط اور بے بنیاد ہے۔ اور اس کو حقیقت سے اتنا ہی بے جا ہے جتنا کہ خان صاحب اور ان کے فتوے کو دیانت و صداقت سے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ "براہین قاطعہ" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ذاتی کے اثبات کو شرک بتلایا گیا ہے اور (ان دلائل کے بموجب جو خان صاحب کے مشرب بھائی مولوی عبدالمسیح صاحب نے "الزوار ساطعہ" میں پیش کئے ہیں) شیطان کے لئے صرف علم عطائی تسلیم کیا گیا ہے اور شرک علم ذاتی ثابت کرنے سے لازم آتا ہے جیسے کہ پہلے مقدمہ کے ذیل میں ہم خود خان صاحب کی تصریحات سے اس کو ثابت کر چکے ہیں۔

براہین قاطعہ میں جا بجا ایسی تصریحات موجود ہیں جن سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ شیطان کے لئے صرف علم عطائی تسلیم کیا گیا ہے اور شرک علم ذاتی کے اثبات کو کہا گیا ہے (جس سے خان صاحب کو بھی اختلاف نہیں) مگر افسوس ہے ان کی مجددانہ دیانت پر کہ براہین قاطعہ کی ان تمام تصریحات سے چشم پوشی کرتے ہوئے صاحب براہین کے متعلق صاف لکھ ڈالا کہ۔

"ابلیس کے لئے تو زمین کے علم محیط پر ایمان لایا ہے اور جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آیا تو کہتا ہے یہ شرک ہے۔ حالانکہ شرک تو اسی کا نام ہے کہ اللہ عزوجل کے لئے کوئی شریک ٹھہرایا جائے، تو جس چیز کا مخلوق میں سے کسی ایک کے لئے ثابت کرنا شرک ہو، وہ تو تمام بہمان میں جس کے لئے ثابت کی جائے یقیناً شرک ہوگا۔"

ہم کو خان صاحب کے اس کلیہ سے اتفاق کلی ہے کہ مخلوق میں سے کسی ایک کے لئے جس کا اثبات شرک ہے

وہ تمام جہان میں سے جس کے لئے بھی ثابت کی جائے یقیناً شرک ہوگا (یہ نہیں ہو سکتا کہ مشرکین عرب اگر اپنے بتوں کے لئے تصرف ثابت کریں تو شرک ہو اور مشرکین ہند قبروں یا قبر والوں کے لئے وہی تصرف ثابت کریں تو شرک نہ ہو۔ اور اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ جو امور عادۃ طاقت بشریہ سے خارج ہیں مثلاً اولاد دینا، کاروبار میں نفع دینا، مارنا، جلانا وغیرہ ان امور میں بتوں سے مدد مانگنا تو شرک ہو، اور زندہ یا مردہ بزرگوں سے مدد مانگنا اور ان کو فاعل یا اختیار سمجھنا شرک دہو، جیسا کہ قبر پرستوں کا خیال ہے۔

بہر حال مولوی احمد رضا خان صاحب کے اس کلیہ سے ہم کو بالکل اتفاق ہے لیکن صاحب براہین پر اس کو چیل کرنا خان صاحب کی وہی مخصوص کارروائی ہے جس کو خیانت یا تحریف کہتے ہیں۔ علاوہ اس ذاتی اور عطائی فرق کے اس موقع پر خان صاحب نے ایک کھلا اقرار یہ کیا کہ صاحب براہین نے شیطان کے لئے ”علم محیط“ مان لیا، حالانکہ یہ وہ جھوٹ ہے جس میں سچائی کا شائبہ تک نہیں۔

مگر افسوس ہے کہ رضا خانی جماعت میں کوئی ایسا دیانت دار اور راست باز بھی نظر نہیں آتا جو اپنے مقتدا کی اس قابل نفرت حرکت کو اگر خیانت نہیں تو نادانستہ غلطی ہی تسلیم کر لے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے برادر مشربی مولوی عبدالمسیح صاحب نے انوار ساطعہ میں شیطان کے علم کی وسعت ثابت کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

”در مختار کے مسائل نماز میں لکھا ہے کہ شیطان اولاد آدم کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اس کا

بیٹا آدمیوں کے ساتھ رات کو رہتا ہے۔ علامہ شامی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ شیطان تمام ہی آدم

کے ساتھ رہتا ہے مگر جس کو اللہ نے بچا لیا۔ بعد اس کے لکھا ہے۔ ”واقدرة علی ذالک کما

اقدار ملک الموت علی فظیور ذالک“ یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت

دے دی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا ہے۔“

(انتہی کلامہ انوار ساطعہ)

پس مولوی عبدالمسیح صاحب کی اس دلیل سے شیطان کے لئے جتن علم ثابت ہوتا ہے اس کو بے شک مولانا خلیل احمد صاحب نے تسلیم کیا ہے اگر اسی کو مولوی احمد رضا خان صاحب روئے زمین کا علم محیط سمجھتے ہیں تو یہ ان کی علمی قابلیت ہے جس کی داو

اہل علم ہی دیں گے ورنہ کج شیطان کا آدمیوں کے ساتھ رہنا اور کجا روئے زمین کا علم محیط جس کے لئے ذرے ذرے قطرات قطرے اور پتے پتے کا علم ضروری ہے۔

اور اگر خان صاحب کی خاطر اسی کو علم محیط مان لیا جائے تو بھی شیطان کے علم محیط پر پہلے ایمان لانے والے بلکہ دوسروں کو ایمان لانے کی دعوت دینے والے خان صاحب کے برابر بزرگوار مولوی عبد السمیع ٹھہریں گے اور اس کفر و شرک کے فتوے کے اولین مصداق وہی ہوں گے کیوں کہ انہوں نے ہی شیطان کے لئے یہ وسعت علم دلائل سے ثابت کی ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ”توصیف“ ”سنتا“ ”کنے والے ہیں۔ بہر حال خان صاحب نے اس موقع پر ایک افتراء تو یہ کیا کہ بالکل خلاف واقعہ مصنف براہین کے متعلق لکھ دیا کہ ”ابھیس کے لئے زمین کے علم محیط پر ایمان لایا“ اور دوسری خیانت یہ کہ براہین قاطعہ میں شیطان کے لئے مولوی عبد السمیع صاحب کے پیش کردہ دلائل کے بموجب صرف علم عطائی تسلیم کیا گیا تھا اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ذاتی ثابت کرنے کو شرک قرار دیا تھا جناب خان صاحب نے یہ ذاتی اور عطائی کا زبردست فرق بالکل ہی نظر انداز کر دیا۔ اب ہم ان دونوں باتوں کا ثبوت عرض کرتے ہیں کہ تسلیم علم عطائی کیا گیا ہے اور شرک علم ذاتی کو کہا گیا ہے۔

امراۓ دل کا ثبوت براہین قاطعہ کی اسی بحث بلکہ اسی قول میں صفحہ ۵۰ کی چودھویں سطر میں ہے۔
 ”شیطان کو جس قدر وسعت علم دی“ الخ
 پھر اسی کے چار سطر بعد ہے۔

”اور شیطان و ملک الموت کو جو یہ وسعت علم دی“ الخ

ان دونوں فقروں میں تصریح ہے کہ شیطان کے لئے علم کی جو وسعت تسلیم کی گئی ہے وہ خدا کی دی ہوئی ہے۔

امردوم کا ثبوت پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ مصنف براہین قاطعہ اس بحث میں اس قیاس کو رد فرما رہے ہیں کہ جب شیطان اور ملک الموت کو علم کی یہ وسعت حاصل ہے (جو انوارِ برسا طعہ

کے حوالہ سے مذکور ہو چکی) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی افضلیت کی وجہ سے اس سے زیادہ یعنی روئے زمین کا علم خود ہی پیدا کر لیں گے۔ اور اسی خیال کو صاحب براہین نے شرک قرار دیا ہے۔ اس مختصر تمہید کے بعد ملاحظہ ہو۔

براہین قاطعہ میں جس جگہ یہ بحث ہے اس کی پہلی سطر ہے۔

اپنے اندر خود ہی ساری زمین کا علم پیدا کر لیں گے، شرک نہیں تو کون منا ایان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت (یعنی اللہ کے حکم سے بہت سے مواقع زمین کا علم ہونا، نفس سے ثابت ہوتی) یعنی اس نفس سے جو مولوی عبدالسمیع صاحب نے پیش کی، فخر عالم کی وسعت علم کی دینی علم ذاتی کی کیونکہ قیاس فاسد اور محض اٹکل سے تو وہی ثابت کیا جا رہا ہے اور حضرت مولانا اسی کی بحث فرما رہے ہیں جیسا کہ اوپر کے مضمون سے معلوم ہو چکا اور آئندہ خود حضرت مرحوم کی تصریح سے معلوم ہو جائے گا، کون سی نفس قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرنا ہے ؟

اس آخری جملہ سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مرحوم یہاں اسی وسعت علم کی بحث فرما رہے ہیں جس کا ثابت کرنا شرک ہے اور یہ سب سے پہلی سطر نے بتلادیا تھا کہ شرک صرف اسی علم کا ثابت کرنا ہے جو عطاء خداوندی کے علاوہ ذاتی طور پر ثابت کیا جائے۔

الغرض زیر بحث عبارت سے پہلی عبارت اور اس سے متصل ہی اس کے بعد کی عبارت صاف طور سے بتلا رہی ہے کہ صاحب براہین اس موقع پر صرف وسعت علم ذاتی میں کلام فرما رہے ہیں اور اسی کو انہوں نے شرک قرار دیا ہے۔ یہاں تک تو سیاق و سباق کے قرائن سے ہم نے اپنا مدعا ثابت کیا ہے، اور اگرچہ یہ قرائن بھی تصریحات سے کچھ کم نہیں لیکن اس کے بعد ہم مصنف براہین کی صاف و صریح عبارت پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے نہایت صفائی کے ساتھ اس کو واضح کر دیا ہے کہ میری یہ بحث صرف علم ذاتی میں ہے نہ عطا فی میں۔ ملاحظہ ہو اسی بحث اور اسی قول میں خان صاحب کی نقل کردہ عبارت سے چند ہی جملوں کے بعد یہ عبارت ہے۔

”اور یہ بحث اس میں ہے کہ علم ذاتی آپ کو کوئی ثابت کر کے یہ عقیدہ کرے جیسا ہم سب کا یہ عقیدہ ہے۔ اگر یہ جانے کہ حق تعالیٰ اطلاع دے کہ حاضر کر دیتا ہے تو شرک تو نہیں مگر بدولت ثبوت شرعی کے اس پر عقیدہ درست بھی نہیں“

غور فرمایا جائے، مصنف براہین نے کتنی وضاحت کے ساتھ اس کو بیان کر دیا کہ شرک کا حکم صرف اس صورت میں ہے جب کوئی شخص حضور کے لئے علم ذاتی ثابت کرے۔

لے حاشیہ بر صفحہ آئندہ۔

اور ہم پہلے مقدمہ کے ذیل میں ”الدولة المکیة“ اور ”خالص الاعتقاد“ کے حوالے سے خود خان صاحب کی تصریح نقل کر چکے ہیں کہ اگر کوئی شخص اللہ کے سوا کسی کے لئے بھی ایک ذرہ سے کتر سے کتر کا علم ذاتی ثابت کرے تو وہ مشرک ہے۔

پس مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی جرم ایسا نہیں جس میں خان صاحب برابر کے شریک نہ ہوں اور اگر بعض براہین میں یہ تصریح بھی نہ ہوتی اور سیاق و سباق کے وہ قرائن بھی نہ ہوتے جو علم ذاتی کے مراد لینے پر مجبور کر رہے ہیں، تب بھی اس جگہ وسعت علم سے علم عطائی کی وسعت مراد لینا بالخصوص مولوی احمد رضا خان صاحب کے لئے کسی طرح جائز نہ تھا۔ وہ ”خالص الاعتقاد“ صفحہ ۲۸ پر بطور قاعدہ کلیہ کے لکھ چکے ہیں کہ۔

”آیات واحادیث واقوال علماء جن میں دوسرے کے لئے علم غیب سے انکار ہے ان میں قطعاً

یہی دو قسمیں (ذاتی یا محیط کل) مراد ہیں“

پس براہین قاطعہ میں جس علم کے اثبات کو شرک کہا گیا ہے وہ بدرجہ اولیٰ ذاتی یا محیط کل پر محمول ہونا چاہئے لیکن انکس ہے کہ شرعی تکفیر نے اپنا لکھا ہوا اصول بھی ٹھنڈا دیا۔ یہ ہے حُبُّكَ الشَّيْءَ يُبَيِّنُ وَيُصَدِّقُ۔

یہاں تک براہین قاطعہ کے متعلق خان صاحب کے دوسرے اعتراض کا جواب ہوا جس کا حاصل صرف اس قدر ہے

لے (حاشیہ صفحہ گزشتہ) مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنے رسالہ ”الموت الاحمر“ میں براہین قاطعہ کی اس عبارت پر بڑا بیچ و تاب کھایا ہے اور بہت زیادہ زور اس پر دیا ہے کہ مولوی عبد السمیع صاحب نے انوارِ ساطعہ میں کہیں علم ذاتی ثابت نہیں کیا پس ان کے جواب میں علم ذاتی کا ابطال کسی طرح امر معقول نہیں نیز دوسرے رضا خانی صاحبان بھی اس بحث میں ان ہی کی پیروی میں یہی کہا کرتے ہیں۔ مبروست اس کے متعلق ہم صرف اتنا عرض کریں گے کہ یہ بات تو صاحب براہین کی تصریحات سے ثابت ہے کہ شرک کا حکم صرف علم ذاتی کے اثبات پر ہے۔ اب یہ کہنا کہ جانب مخالف جب اس کا مثبت نہیں تو اس کا ابطال اور شرک کا حکم لگا، کیا؟ ایک الگ علی بحث ہے جس کا محبت تکفیر سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں اگر تکفیر کی غلطی تسلیم کر لینے کے بعد ہم سے یہ سوال کیا جائے تو انشاء اللہ اس کا بھی ایسا تسفی بخش جواب دیا جائے گا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی روح بھی حیرت کوسے کہ اتنی کھلی ہوئی چیز مجھ سے کیوں مخفی رہی۔ ۱۲ (مؤلف)

کہ اعتراض جب وارد ہو سکتا تھا کہ شیطان کے لئے جو علم تسلیم کیا گیا تھا اسی کے اثبات کو شرک کہا گیا ہو۔
واقعہ اس کے خلاف ہے شیطان کے لئے علم عطا کیا گیا ہے اور شرک علم ذاتی کے اثبات کو کہا گیا ہے۔
ماہینہ۔

براہین قاطعہ پر خانصاحب کے تیسرے اعتراض کا جواب

مؤلف براہین قاطعہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر خانصاحب کا تیسرا اعتراض یہ تھا
” رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف پر تو نص قطعی کا مطالبہ کرتا ہے اور نفی کے موقع
پر خود ایک باطل روایت سے استدلال کیا “

روایت کی حیثیت کے متعلق تو انشاء اللہ ابھی چوتھے اعتراض کے جواب میں عرض کیا جائے گا، یہاں تو
ہم صرف خان صاحب کے اس علی مغالطہ کا جواب دینا چاہتے ہیں کہ ” ثبوت کے لئے نص قطعی کا مطالبہ کیا اور نفی
کے موقع پر خود ایک روایت پیش کی “

کاش خان صاحب اعتراض کرنے سے پہلے یہ غور فرمالتے کہ مصنف براہین نے اس موقع پر جو حدیثیں پیش
کی ہیں وہ دعویٰ اور استدلال ہونے کی حیثیت سے پیش کی ہیں، یا مانع اور معارض ہونے کی حیثیت سے، اور کاش اصول
مناظرہ کی کسی کتاب میں ان دونوں حیثیتوں کا فرق بھی ملاحظہ فرمالتے۔

واقعہ یہ ہے کہ صاحب براہین نے عقیدہ کے اثبات کے لئے نص قطعی کا مطالبہ کیا ہے اور مولوی عبد السمیع
صاحب مصنف ” انوار ساطعہ “ کے قیاس کے معارضہ میں خود احادیث پیش کی ہیں اور یہ دونوں چیزیں صحیح ہیں۔
عقیدہ کے ثبوت کے لئے بے شک نص قطعی ہی کی ضرورت ہے۔ خود مولوی احمد رضا خان صاحب کو بھی اصولاً تسلیم
ہے (ملاحظہ ہو انبار المصطفیٰ) اور بے شک قیاس کے معارضہ میں احادیث کیا معنی قیاس بھی پیش کیا جاسکتا ہے
(ملاحظہ ہو مناظرہ رشیدیہ اور اس کے حواشی)۔

جو تھا اعتراض یہ تھا کہ "صاحب برائین

برائین قاطعہ پر جو تھا اعتراض اور اس کا جواب

عبدالحی محدث دہلوی نے جس روایت کو نقل کر کے رد کیا، اس کو ان کی طرف منسوب کر کے نقل کر دیا اور رد کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا تو گویا "لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ" تو لے لیا "أَنْتُمْ سُكَارَى" کو چھوڑ دیا۔

خان صاحب کی ذریت ہمیں معاف فرمائے، یہاں ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ چونکہ وہ خود اس قسم کی کاروائیوں کے عادی تھے اس لئے انہوں نے دوسروں کو بھی ایسا ہی سمجھا، لیکن ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان باتوں کی ضرورت صرف اہل باطل کو پیش آتی ہے حق پرستوں کو اس کی حاجت نہیں، مگر چونکہ خان صاحب کا یہ اعتراض بھی موضوع تکفیر سے غیر متعلق ہے اس لئے اس کے جواب میں بھی یہاں ہم اختصار ہی سے کام لیں گے۔

دیکھنا یہ ہے کہ اس موقع پر "صاحب برائین" کے الفاظ کیا ہیں؟ ملاحظہ ہو، صفحہ ۵۵ کی ساتویں سطر میں فرماتے ہیں۔

• اور شیخ عبدالحی روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں؟

یہاں صاحب برائین نے شیخ کی کسی خاص کتاب کا نام نہیں لیا ہے۔ پس اگر شیخ کی کسی ایک کتاب میں بھی یہ روایت بغیر جرح و تردید نہ مذکور ہو تو صاحب برائین کا حوالہ بالکل صحیح ہے۔ اور یہ سمجھا جائے گا کہ انہوں نے وہیں سے نقل کیا ہے۔ اس کے بعد ملاحظہ ہو مشکوٰۃ المصابیح باب صفۃ الصلوٰۃ کی فصل ثالث کے اخیر میں ذیل کی حدیث درج ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو (ایک دفعہ) ظہر کی نماز پڑھائی اور پچھلی صفوں میں ایک شخص تھا جس نے نماز اچھی طرح نہیں پڑھی۔ پس جب سلام پھیر دیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پکارا کہ اے فلاں! تم کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم کیسی نماز پڑھتے ہو؟ تم

عن ابی ہریرۃ ر ۛ قال صلی بنا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظہر
وفی مؤخر الصفوف رجل فاساء الصلوٰۃ
فناداه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یا فلاں الاتقی اللہ الاتری کیف
تصلی انکم ترون انه یخفی علی شیء

مما تصنعون والله انى لارى من
خلفى كما ارى من بين يدى -
(رواه احمد)

سمجھتے ہو کہ جو کچھ تم کرتے ہو، اس میں سے کئی بات
مجھ پر پوشیدہ رہتی ہے۔ خدا کی قسم! میں اپنے پیچھے
کے لوگوں کو اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح اپنے سامنے
والوں کو۔ (روایت کیا اس کو امام احمد نے۔)

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ "اشعۃ اللمعات" صفحہ ۳۹۲ پر
ارقام فرماتے ہیں۔

۱۔ بیان کہ ایں دیدن آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ واصحابہ وسلم از پس و پیش بطریق خرق عادت
بود بوحی یا بالہام دگاہ گاہ ہے بود نہ دائم و مؤید آن
است انچه در خبر آمدہ است کہ چون ناقدہ آنحضرت ع
گم شد و دریافت کہ کجاست رفت منافقان گفتند کہ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ خبر آسمان می رسانم و نمی دانند کہ ناقدہ او
کجاست۔ پس فرمود آنحضرت ع واللہ من نمی دانم مگر
انچه بدانند مرا پروردگار من اکنون بنمود مرا پروردگار
من کہ دے در جائے چنین و چنان است و مہار دے
در شاخ درختے بند شدہ است و نیز فرمودہ است
کہ من بشرم نمی دانم کہ در پس این دیوار چیست یعنی
بے دانانیدن حق سبحانہ۔

(اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۳۹۲)

جان کہ دیکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آگے اور پیچھے
بطور خرق عادت تھا، وحی یا الہام سے اور کبھی کبھی تھا
زمیشہ۔ اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقدہ مبارکہ گم ہو گئی اور یہ
معلوم ہوا کہ کہاں گئی، تو منافقوں نے کہا کہ محسنہ
(علیہ الصلوۃ والسلام) کہتے ہیں کہ میں آسمان کی خبر دیتا
ہوں اور ان کو کچھ خبر نہیں کہ ان کی ناقدہ کہاں ہے، تب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اللہ کی میں نہیں
جانتا مگر وہ کہ میرے پروردگار نے مجھ کو بتلایا ہے۔
اب میرے پروردگار نے مجھ کو دکھایا ہے کہ وہ فلاں جگہ
ہے اور اس کی مہار ایک درخت کی شاخ میں بندھی ہوئی
ہے۔ اور یہ بھی حضور نے فرمایا کہ میں بشر ہوں میں
نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے، یعنی بے تلافی
حق سبحانہ کے۔

یہاں شیخ نے اس روایت کو نقل فرمایا اور کوئی حرج نہیں فرمائی۔ لہذا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب علیہ الرحمۃ

کا حوالہ بالکل صحیح ہوا۔ بلکہ غور کیا جائے تو شیخؒ کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ روایت ان کے نزدیک قابل اعتبار ہے۔ کیوں کہ یہاں اس کو شیخؒ نے اپنے دعوے کی تائید میں پیش کیا ہے۔ اور شیخؒ کی ثقاہت سے یہ بعید ہے کہ وہ کسی روایت کو باطل محض سمجھتے ہوئے اپنے دعوے کی تائید میں پیش کریں۔ پس مقام تائید میں شیخؒ کا اس روایت کو نقل فرمانا صریح دلیل اس کی ہے کہ یہ ان کے نزدیک معتبر ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ شیخؒ نے ”مدارج النبوت“ میں ایک جگہ اسی روایت کے متعلق یہ بھی فرمایا ہے کہ ”اس کی کوئی اصل نہیں“ سو اگرچہ اس سوال کا جواب ہمارے ذمہ نہیں۔ مگر تاہم ناظرین کے دفعِ خلبان کے لئے اس کے متعلق بھی کچھ مختصراً عرض کرتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ مشہور محتاط اور متشدد محدث حافظ ابن جوزیؒ کی حدیث کے بارے میں جن کی غیر معمولی احتیاط اور حد اعتدال سے بڑھا ہوا تشدد اہل علم کو معلوم ہے، نے اس روایت کو اپنی بعض کتابوں میں بلا اسناد کے نقل فرمایا ہے۔ اور ان جیسے محتاط و قدامت بصیر محدث کا کسی روایت کو بغیر جرح کے نقل کرنا اس کے معتبر ہونے کی کافی دلیل ہے۔ اور اسی وجہ سے شیخ علیہ الرحمۃ نے روایت کو معتبر سمجھا اور ”اشعۃ اللغات“ کی مذکورہ بالا عبارت میں اپنے دعوے کی تائید میں پیش کر دیا، مگر چونکہ اس روایت کی اسناد منقول نہیں، اس لئے ”مدارج النبوت“ میں ایک جگہ یہ بھی فرمادیا کہ ”اس کی کوئی اصل نہیں“ یعنی اسناد نہیں۔ اس طرح شیخؒ کے کلام کا تعارض بھی دفع ہو جاتا ہے اور کوئی اشکال بھی باقی نہیں رہتا۔ اور یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا کلام بھی اس روایت کے متعلق بظاہر اس طرح متعارض ہے۔ چنانچہ قسطلانیؒ ”مواہب لدنیہ“ میں حافظ سخاویؒ کی مقاصد حسنہ سے ناقل ہیں کہ۔

حدیث ما علم ما خلف جدار می هذا
یہ حدیث کہ ”میں نہیں جانتا جو میری اس دیوار کے پیچھے ہے“ ہمارے شیخ شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ ”اس حدیث کی اصل نہیں“ میں کہتا ہوں کہ مگر تخریج احادیث رافعی کی غیص من وراء ظہرہ کما بیرونی من قدامہ ہونی الصحیحین و غیر ہما من حدیث

افس و غیرہ والا حدیث الواردة بذلك
مقيدة بحالة الصلوة وبذلك يجمع
بينه وبين قوله عليه السلام لا اعلو ما
وراء جداري هذا انتهى وهذا
مشعر بورودہ -

اپنے آگے " خود انہی (حافظ ابن حجر) نے فرمایا ہے
یہ حضرت افسؓ وغیرہ سے صحیحین اور ان کے علاوہ اور
کتب حدیث میں مروی ہے اور جن احادیث میں یہ
(یعنی حضرت افسؓ کا پس پشت کی چیز دل کو دیکھنا
دارد ہوا ہے وہ نماز کی حالت کے ساتھ مقید ہیں اور اس
توجیہ سے تطبیق ہو جاتی ہے اس میں اور حضور علیہ السلام
کے فرمان میں کہ " میں نہیں جانتا اس کو جو میری اس دہلیز
کے پیچھے ہے " ختم ہوا کلام حافظ ابن حجر کا، اس کے بعد
حافظ بخاریؒ فرماتے ہیں کہ (اور ہمارے شیخ کے اس
سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث وارد ہوئی ہے "۔

علامہ زرقانیؒ شرح مواہب میں حافظ سخادیؒ کے اس قول کے بعد فرماتے ہیں کہ۔

فینافی قوله لا اصل لما فهو تناقض
منه و يمكن ان مراده لا اصل
له معتبر لكونه ذكر بلا اسناد
لا ان مراده بطلانه -

پس ان کا (یعنی حافظ ابن حجرؒ کا) یہ قول ان کے اس قول
کے منافی ہے (جن میں انہوں نے اس حدیث کے متعلق کہا
ہے کہ) " اس کی اصل نہیں " پس یہ ان کی جانب سے
(کھلا ہوا) تناقض ہے اور ممکن ہے کہ اس قول سے ان کی
یہ ہو کہ " اس حدیث کی اصل معتد نہیں " کیوں کہ وہ
اسناد منقول ہوئی ہے، یہ مطلب نہیں کہ سرے سے باطل۔

پس ہم نے شیخ علیہ الرحمۃ کے مارج والے قول کی جو توجیہ کی ہے وہ بعینہ وہی ہے جو علامہ زرقانیؒ نے حافظ ابن حجرؒ

کے کلام کی کی ہے۔

یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا، وہ شیخؒ کے قول " اصل نہ دارد " کی توجیہ سے متعلق تھا اور اپنے فرامین سے زائد
ورنہ ہمارے ذمہ صرف اسی قدر تھا کہ شیخؒ کی کسی تصنیف سے بس اتنا ثابت کر دیتے کہ انہوں نے اس کو لا جرح نقل فرمایا ہے۔

یہ ہمارا سترح تھا کہ ہم نے شیخ کے طرز عمل سے روایت کا مقبرہ ہونا بھی ثابت کر دیا اور ان کے دونوں قولوں کے ظاہری تعارض کو بھی اٹھا دیا۔ **فَلَمْ يَكُنْ لَهُ مِثْلُ**

اور قطع نظر ان تمام چیزوں سے اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ یہ روایت معنا صحیح ہے اور بہت سی صحیح حدیثیں اس کے مضمون کی تائید کرتی ہیں۔ چنانچہ صحیحین اور سنن نسائی میں حضرت زینب زوجہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں زکوٰۃ کے متعلق ایک مسئلہ پوچھنے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر حاضر ہوئی جب میں پہنچی تو اسی ضرورت سے ایک انصاری بی بی بھی وہاں کھڑی ہوئی تھیں۔۔۔۔۔۔ پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ہمارے پاس آئے تو ہم نے ان سے کہا۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَاخْبِرْهُ اِنَّ اِمْرَاتَيْنِ بِالْبَابِ تَسْتَلْذِكُ
اَتَجْزِي الصَّدَقَةَ عَنْهُمَا عَلٰى اِزْرِ اَجْمَعَا
وَعَلٰى اَيْتَامٍ فِيْ حُجُورِهِمَا وَلَا تَخْبِرُهُ
مَنْ غَنَ فَسَالَهُ بِلَالٌ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هُمَا فَقَالَ اِمْرَاةٌ
مِّنَ الْاَنْصَارِ وَزَيْنَبٌ فَقَالَ لَهُ اَحَدُ
الزَّيْنَبِ قَالِ اِمْرَاةٌ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَ لِهُمَا
اِحْوَانٌ اَجْرُ الْقَرَامَةِ وَاَجْرُ الصَّدَقَةِ۔

آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جائے اور ان کو اطلاع دیجئے کہ دو عورتیں دروازہ پر کھڑی ہیں اور یہ مسئلہ دریافت کرنا چاہتی ہیں کہ اگر وہ اپنے شوہروں اور ان یتیم بچوں پر جو ان کی پرورش میں ہیں صدقہ کر دیں تو کیا ادا ہو جائے گا؟ اور اے بلال رضی اللہ عنہ دیکھو حضرت کو یہ رمت خبر دینا کہ ہم کون ہیں۔ پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور سے وہ مسئلہ اسی طرح دریافت کیا۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ وہ پوچھنے والی کون ہیں؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ایک کوئی انصاری بی بی ہیں اور ایک زینب، حضور نے فرمایا کہ کون زینب؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ عہد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ تو حضور نے فرمایا کہ اس صورت میں ان کو دو اجر ملیں گے ایک صدقہ کا ایک قرابت کا۔

سو اگر حضور کو دیوار کے پیچھے کی سب باتیں معلوم ہو جایا کرتیں تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے تمام دریافت کرنے کی کیا ضرورت

ہوتی ؟ پس آپ کا نام دریافت فرمانا اور زینب نام معلوم ہونے پر یہ فرمانا کہ کون سی زینب ؟ صریح دلیل اس پر ہے کہ آپ کو دیوار کے پیچھے کی بعض باتیں معلوم نہیں ہوتی تھیں۔

نیز حیاتِ طیبہ کے اخیر دنوں میں حالتِ مرض میں حضور کا اپنی جماعت کو دیکھنے کے لئے حجرہ مبارکہ دروازہ پر تشریف لانا اور پردہ ہٹا کر مسجد نبوی میں نماز پڑھنے والی جماعت کو دیکھنا (جس کا ذکر کتب صحاح میں ہے) اور آخری دن بار بار یہ دریافت فرمانا کہ أَصَلَّى النَّاسُ ؟ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ؟ حالانکہ مسجد مبارکہ اور حجرہ شریفہ میں صرف دیوار ہی حائل تھی ، صریح دلیل اس کی ہے کہ دیوار کے پیچھے کی کچھ باتیں حضور کو معلوم نہیں ہوتی تھیں۔ پس اگر کسی حدیث میں یہ وارد ہوا ہو کہ ۔

واللہ لا ادری ما وراء جداری هذا ادکما قال علیہ الصلوۃ والسلام۔

(یعنی اللہ کی قسم ! میں نہیں جانتا اس کو جو اس دیوار کے پیچھے ہے) تو اس میں کیا استبعاد ہے۔ بہر حال اس روایت کی معنوی صحت سے تو کسی کو بھی انکار کی جرات نہیں ہو سکتی۔

اور پھر اگر ان باتوں سے بھی قطع نظر کر لیا جائے تو یہ ہر منصف مزاج کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ صاحبِ برائین نے اس روایت کو علمِ ذاتی کی نفی کے موقع پر پیش کیا ہے۔ کیونکہ ہم خود صاحبِ برائین کی تصریحات سے ثابت کر چکے ہیں کہ ان کی وہ تمام بحثِ علمِ ذاتی کے متعلق ہے تو گویا اس روایت کو انہوں نے علمِ ذاتی کی نفی پر محمول کیا ہے۔ اور ہم خود مولانا احمد رضا خان صاحب کی تصریحات سے ثابت کر چکے ہیں کہ وہ بھی علمِ ذاتی کے قائل نہیں ، بلکہ جو شخص ایک ذرہ یا اس سے بھی کمتر سے کمتر کا علمِ ذاتی غیر اللہ کے لئے مانے وہ ان کے نزدیک بھی کافر و مشرک ہے۔ پس اس اعتبار سے تو یہ روایت خان صاحب کے نزدیک بھی معنی صحیح ہے۔ اور وہ تو خود فرما چکے ہیں کہ

” آیات و احادیث و اقوال علما رجن میں دوسروں کے لئے اثباتِ علمِ غیب سے انکار ہے ، ان میں

قطعا یہی دو قسمیں (یعنی ذاتی یا محیط کل) مراد ہیں “ خالص الاعتقاد ، ص ۲۸۔

پس جب کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کو علمِ ذاتی کی نفی پر محمول فرما رہے ہیں۔ تو پھر خان

صاحب یا ان کی ذریت کے لئے کیا محلِ اعتراض ہے۔

ہم شروع ہی میں عرض کر چکے ہیں کہ یہ بحث موضوعِ تکبر سے غیر متعلق ہے۔ اس لئے ہم اسی قدر اکتفا کرتے ہیں

یہاں تک عبارات برائین قاطعہ کی بحث ختم ہو گئی اور خان صاحب کے چاروں اعتراضوں کے جوابات سے ہم بحون اللہ تعالیٰ فارغ ہو گئے۔ اب حسام الحرمین کی آخری بحث متعلق عبارت حفظ الایمان شروع ہوتی ہے۔

لے واضح ہے کہ خان صاحب کے دوسرے اعتراض کے جواب میں جو ذاتی اور عطائی کا فرق ہم نے دکھلایا ہے وہ پہلے اعتراض کے جواب میں بھی جاری ہو سکتا ہے۔ فافہم و تامل۔ ۱۲ منہ



حکیم الامت حضرت تھانویؒ

پر
توہینِ شانِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا بہتان

اور
اُس کا جواب

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے

متعلق — حسام الحرمین — صفحہ ۲۰ و ۲۱ پر فرماتے ہیں۔

اور اس فرقہ و ماہیہ شیطانیہ کے بڑوں میں ایک اور شخص
اسی گنگوہی کے دُم پھلوں میں ہے جسے اشرف علی تھانوی
کہتے ہیں۔ اس نے ایک چھوٹی سی رسلیا تصنیف کی چار
درجہ کی بھی نہیں، اور اس میں تصریح کی کہ غیب کی باتوں
کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے
اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے
اور اس کی ملعون عبارت یہ ہے۔

آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا
اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافتِ طلب یہ امر ہے کہ اس
غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل۔ اگر بعض علوم غیبیہ

ومن کبراء هؤلاء الروهابیۃ
الشیطانیۃ رجل آخر من اذئاب الکُفُوہی
یقال لہ اشرف علی التانوی منصف
رسیلۃ لا تبلغ اربعۃ اوراق وصرح فیہا
بان العلم الذی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بالمغیبات فان مثله حاصل کل
صبی وکل مجنون بل کل حیوان وکل
بہیمۃ وھذا لفظہ الملعون۔ ان صح
الحکم علی ذات النبی المقدسۃ بعلم
المغیبات کما یقول بہ زید فالمستول

مراد ہیں تو اس میں حضورؐ کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم
غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات
و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ الیٰ قولہ۔ اور اگر تمام علوم
غیب مراد ہیں، اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج
نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔
میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مہر کا اثر دیکھو، یہ شخص کیسی
برابری کر رہا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور
چنین و چنان میں۔

عنه ان ماذا اراد بهذا البعض الضيوط
ام كلها فان اراد البعض قاصي خصوصية
فيه لحضرة الرسالة فان مثل هذا العلم
بالغيب حاصل لزيد و عمرو بل لكل
صبي و مجنون بل لجميع الحيوانات و
البهائم وان اراد الكل بحيث لا يشك
منه فرد فبطلانه ثابت نقلا و عقلا
اھ۔

اقول فاذا نظر الى آثار ختم الله تعالى

كيف يسوي بين رسول الله تعالى عليه

وسلم وبين كذا وكذا۔

اس جگہ خان صاحب نے حضرت حکیم الامتؒ کے متعلق جو سخت اور متعفن کلمات استعمال کئے، ان کا جواب تو
ہم کچھ بھی نہیں دے سکتے۔ اس کا ترکی ہر کی کلمہ بلکہ جواب دہی بازاری دے سکتا ہے جو گالیوں کے فن میں بھی مجتہد و
شان رکھتا ہو۔ ہم تو اس فن سے بالکل عاری اور عاجز ہیں۔ ادھر قرآن حکیم کا ارشاد ہے۔

لے رسول! آپ میرے (ایمان والے) بندوں سے کیئے
کہ وہ بات کہیں جو اچھی ہو، یہ تحقیق شیطان بھوٹ
ڈلاتا ہے ان کے درمیان، بے شک شیطان انسان کا
کھلا دشمن ہے۔

قُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ
أَحْسَنُ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ بَيْنَهُمْ
الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا
مُبِينًا۔ (بنی اسرائیل، ۱، ۵۳)

دوسری جگہ خود حضورؐ کو ارشاد ہے۔

ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ السَّبِيَّةِ آپ ہمدی کا جواب نیکی سے دیجئے۔ (المومنون ۲۳-۲۶)

پس حسب فرمودہ قرآن ہم خان صاحب کی ان گائیوں کے جواب میں صرف حق لکھنے سے یہ عرض کریں گے کہ خداوند! خان صاحب تو اس دنیا سے جا چکے، اب ان کے اخلاف کو ایسی بری عادتوں سے بچا جو دنیا میں زلت و رسوائی اور آخرت میں حرمان و خسار کا باعث ہوں۔

اس کے بعد ہم اصل بحث کی طرف توجہ ہوتے ہیں۔ "واللہ المادی الی سبیل الرشاد" معلوم ہوتا ہے کہ۔ حسام الحرمین۔ لکھتے وقت خان صاحب نے قسم کھائی تھی کہ کسی معاملہ میں بھی سچائی اور دیانتداری سے کام نہ لوں گا۔ غور تو کیجئے، کہاں حفظ الایمان کی اصل عبارت اور اس کا حقیقی اور واقعی مطلب، اور کجا خان صاحب کا تصنیف کردہ یہ معنی مضمون۔ کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، ایسا تو ہر کچے اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے۔ (معاذ اللہ)۔ کاش خان صاحب اپنا فیصلہ کفرستان سے پہلے "حفظ الایمان" کی پوری عبارت بغیر قطع و برید کے نقل کر دیتے تو ناظرین کو خود ہی حقیقت معلوم ہو جاتی اور ہم کو جواب دہی کے لئے قلم اٹھانے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ "حفظ الایمان" حضرت حکیم الامت (دامت برکاتہم) کا ایک مختصر سا رسالہ ہے جس میں تین بحثیں ہیں۔ اور تیسری بحث یہ ہے کہ۔

"حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کتنا درست ہے یا نہیں؟"

واضح رہے کہ مولانا کی بحث اس میں نہیں ہے کہ "حضور اقدس کو علم غیب تھا یا نہیں؟" اور تھا تو کتنا تھا؟ بلکہ وہاں مولانا مدظلہ صرف اتنا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضور کو "عالم الغیب" کہہ نہیں سکتے۔ اور ان دونوں باتوں سے میں بہت بڑا فرق ہے۔ کسی صفت کا واقع میں کسی ذات کے لئے ثابت ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ اس کا اطلاق بھی اس پر جائز ہو۔ قرآن کریم میں حق تعالیٰ کو ہر چیز کا خالق بتلایا گیا ہے۔ اور تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ عالم کی ہر چیز صغیر ہو یا کبیر، عظیم ہو یا حقیر سب اسی کی مخلوق ہے۔ لیکن بایں ہمہ فقہاء کرام یہ تصریح فرماتے ہیں کہ اس کو "خالق القردة والخنازیر" کہنا ناجائز ہے۔ علیٰ ہذا قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے زرع رکھتی کی نسبت

اپنی طرف فرمائی ہے۔ لیکن اس کی ذات پاک پر نہدع کا اطلاق درست نہیں، اسی طرح بادشاہ کی طرف سے لشکر کو ہوا
عطایا اور وظائف جاتے ہیں، اہل عرب ان پر رزق کا اطلاق کرتے ہیں۔ چنانچہ لغت کی عام کتابوں میں یہ محاورہ لکھا ہوا
ہے کہ "رزق الامیر الجند" لیکن ہاں ہم بادشاہ کو رازق یا رزاق کہنا درست نہیں۔ اور حضور
کے خصائل مبارکہ کے باب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ۔

”آپ خود ہی اپنی فعل مبارک کو ٹانگ لیا کرتے تھے اور خود ہی اپنی ہکری دود لیا کرتے تھے“

لیکن اس کے باوجود حضور اقدس کو "خاصف النعل" (حجفت دوز) اور "حالب الشاة"
(ہکری دہنے والا) نہیں کہا جاسکتا۔ بہر حال یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ بعض اوقات ایک صفت کسی ذات میں پائی
جاتی ہے اور اس کا اطلاق درست نہیں ہوتا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ اس تمہید سے ہمارے ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ حضور کو علم غیب ہونا نہ ہونا ایک الگ بحث
ہے اور آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کے اطلاق کا جواز، عدم جواز یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ اور ان دونوں میں باہم تلازم
بھی نہیں۔ جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو اب سمجھنے کہ حفظ الایمان میں اس موقع پر حضرت مولانا کا مقصد صرف یہ ثابت کرنا
ہے کہ حضور کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق ناجائز ہے، اور حضور کو جس طرح "خاتم النبیین" "سید المرسلین"
"رحمۃ للعالمین" وغیرہ وغیرہ القابات سے یاد کر سکتے ہیں، اس طرح لفظ "عالم الغیب" سے حضور کو یاد نہیں
کیا جاسکتا۔ اور اس دعا کی دو دلیلین مولانا نے پیش کی ہیں۔

پہلی دلیل کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ چونکہ عام طور پر شریعت کے محاورات میں "عالم الغیب" اسی کو کہا
جاتا ہے جس کو غیب کی باتیں بلا واسطہ اور بغیر کسی کے بتلانے ہوئے معلوم ہوں (اور یہ شان صرف حق تعالیٰ کی ہے)
لہذا اگر کسی دوسرے کو عالم الغیب کہا جائے گا تو اس عرف عام کی وجہ سے لوگوں کا ذہن اسی طرف جائے گا کہ ان کو بھی
بلا واسطہ غیب کا علم ہے (اور یہ عقیدہ صریح شرک ہے) پس حق جل مجدہ کے سوا کسی اور کو "عالم الغیب" کہنا بغیر
کسی ایسے قرینہ کے جس سے معلوم ہو سکے کہ قائل کی مراد علم غیب بلا واسطہ نہیں ہے اس لئے نا درست ہوگا کہ اس سے

ایک مشرک کا خیال کا شہد ہوتا ہے۔ قرآن و حدیث میں ایسے کلمات سے منع فرمایا گیا ہے جن سے اس قسم کی غلط فہمی پیدا
 اندیشہ ہو۔ چنانچہ قرآن کریم میں حضور کو لفظ ”راغبنا“ سے خطاب کرنے کی ممانعت اور حدیث شریف میں ایسے
 غلاموں اور باندیوں کو ”عبدی و ائمتی“ کہنے سے منع فرمایا ہے کہ یہ کلمات ایک ماضی معنی کی طرف
 موہم ہو جاتے ہیں اگرچہ خود مکمل کا قصد ایسا نہ ہو۔ یہ ہے حضرت مولانا تھانوی کی پہلی دلیل کا خلاصہ۔
 مگر چونکہ خان صاحب کو مولانا کی اس دلیل پر کوئی اعتراض نہیں ہے، بلکہ تقریباً یہی مضمون خود خان صاحب نے
 بھی اپنی کتاب ”الدولة المکیة“ میں ایک جگہ پوری تفصیل سے لکھا ہے۔ اس لئے اس کی تصویب و تائید میں ہم کچھ
 عرض کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ اد اب مولانا کی دوسری دلیل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اسی میں وہ عبارت راقی
 ہے جس کے متعلق خان صاحب کا رد ہوا ہے۔

”اس میں تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بڑے

اور ہر پاگل اور ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے“

لیکن ہم ”حفظ الایمان“ کی اصل عبارت نقل کرنے سے پہلے ناظرین کی سہولت فہم کے لئے یہ بتلادینا مناسب
 سمجھتے ہیں کہ اس دوسری دلیل میں مولانا نے مسئلہ کی دو شقیں کر کے ان میں سے ہر ایک کو غلط اور باطل ثابت کیا ہے۔ اور
 حاصل مولانا کی اس دوسری دلیل کا صرف یہ ہے کہ جو شخص حضور کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کرتا ہے اور آپ کو
 ”عالم الغیب“ کہتا ہے (مثلاً زید) وہ یا تو اس درجہ سے کہتا ہے کہ اس کے نزدیک حضور کو بعض غیب کا علم ہے۔ یا اس
 درجہ سے کہ آپ کو کل غیب کا علم ہے۔ یہ دوسری شق تو اس لئے باطل ہے کہ آنحضرت کو کل غیب کا علم نہ ہونا، دلائل
 عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہے (اور خود مولوی احمد رضا خان صاحب بھی یہی کہتے ہیں)۔ اور پہلی شق (یعنی بعض غیب کی
 درجہ سے حضور کو عالم الغیب کہنا) اس لئے باطل ہے کہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو ”عالم الغیب“
 کہا جائے۔ کیونکہ غیب کی بعض باتوں کا علم تو سب کو ہے۔ کیونکہ ہر جاندار کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ضرور ہے جو دوسرے
 سے مخفی ہے۔ پس اس شق کی بنا پر چونکہ سب کو عالم الغیب کہنا لازم آتا ہے اور یہ عقلاً، نقلاً، عرفاً، عرض ہر حیثیت سے
 باطل ہے۔ لہذا مقدم (یعنی زید کا حضور کو بعض علوم غیبیہ کی درجہ سے عالم الغیب کہنا) بھی باطل ہوگا۔
 یہ ہے مولانا کی ساری تقریر کا خلاصہ۔ اس کے بعد ہم حفظ الایمان کی اصل عبارت مع توضیح کے درج کرتے

ہیں۔ حضرت مولانا مدظلہ پہلی دلیل کی تقریر سے فارغ ہونے کے بعد ارقام فرماتے ہیں

حفظ الایمان کی عبارت اور اسکی توضیح
آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا
(یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب

کہنا اور آپ کی ذات قدسی پر لفظ عالم الغیب کا اطلاق کرنا) اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب
(اسی زید سے) یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد (یعنی اس غیب سے جو لفظ "عالم الغیب" میں واقع
ہے اور جس کی وجہ سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "عالم الغیب" کہتے ہیں) بعض غیب سے یا
کل غیب (ہیماں حضرت مولانا اس شخص سے جو حضرت کو عالم الغیب کہتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتا ہے
جس کا فرضی نام زید ہے) یہ دریافت فرما رہے ہیں کہ تم جو حضور کو عالم الغیب کہتے ہو تو کس اعتبار
سے؟ آیا اس وجہ سے کہ حضور کو بعض غیب کا علم ہے یا اس وجہ سے کہ آپ کو کل غیب کا علم ہے؟
اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں (یعنی تم حضور کو بعض علوم غیب کی وجہ سے "عالم الغیب" کہتے ہو) اور
تمہارا یہی اصول ہے کہ جس کو غیب کی بعض باتیں بھی معلوم ہوں گی اس کو تم عالم الغیب کہو گے) تو
اس میں (یعنی مطلق بعض غیب کے علم میں اور اس کی وجہ سے عالم الغیب کہنے میں) حضور کی کب
تخصیص ہے؟ ایسا (بعض) علم غیب (کہ کسی کے عالم الغیب کہنے کے لئے جس کی تم ضرورت سمجھتے
ہو یعنی مطلق بعض مغیبات کا علم) تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے
لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے
تو چاہئے کہ تمہارے اس اصول کی بنا پر کہ مطلق بعض غیب کے علم کی وجہ سے بھی عالم الغیب کہا جا
سکتا ہے) سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

حفظ الایمان کی عبارت میں خان صاحب بیوی کی تحریفات کی تفصیل

یہ بھی حضرت کی اصل عبارت اور یہ تھا اس کا صاف اور صریح مطلب جو ہم نے عرض کیا۔ لیکن خان صاحب
نے اپنی حاشیہ آرائی سے اس میں وہ مضمون ڈالے کہ شیطان بھی جس کو سن کر پناہ مانگے۔ اس سلسلہ میں خان صاحب

نے جو تحریفات کیں ان کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

۱ : حفظ الایمان کی عبارت میں ”ایسا“ کا لفظ آیا تھا اور اس سے مطلق بعض غیوب کا علم مراد تھا۔
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اقدس، مگر خان صاحب نے اس سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مراد
 لے لیا اور لکھ مارا کہ

”اس میں تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے ایسا
 تو ہر شے اور ہر پائل بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے۔“ (حسام ص ۲۰)

۲ : حفظ الایمان کی اصل عبارت اس طرح تھی کہ

”ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون، بلکہ جمع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے
 کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔“

خان صاحب نے اس کا آخری خط کشیدہ حصہ درمیان میں سے بالکل اڑا دیا، کیونکہ اس سے صراحت معلوم
 ہو جاتا ہے کہ زید و عمرو وغیرہ کے مستحق جو علم تسلیم کیا گیا ہے وہ مطلق بعض غیب کا علم ہے، نہ کہ محاذ اللہ رسول خدا صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم شریف۔

۳ : حفظ الایمان میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد الزامی نتیجہ کے طور پر یہ فقرہ تھا۔

”تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے۔“

خان صاحب نے اس کو بھی صاف اڑا دیا۔ کیوں کہ اس فقرے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مصنف
 حفظ الایمان حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی مستدار میں کلام نہیں فرما رہے، بلکہ ان کی بحث صرف
 عالم الغیب کے اطلاق میں ہے، اور اتنا معلوم ہو جانے کے بعد خان صاحب کی ساری کارروائی کی حقیقت کھل جاتی
 ہے۔ بہر حال خان صاحب نے صاحب حفظ الایمان کو کافر بنانے کے لئے یہ خیانتیں کیں۔ اور جن فقروں سے عبارت
 حفظ الایمان کا صحیح مطلب بآسانی معلوم ہو سکتا تھا وہ درمیان سے بالکل حذف کر دیئے۔ اور عبارت کا صرف ابتدائی
 اور آخری حصہ نقل فرما دیا۔ اور ایک بڑی چالاکی یہ کہ عبارت حفظ الایمان کا جو عربی ترجمہ آپ نے علماء عربین کے
 سامنے پیش کیا اس میں اس قسم کا کوئی اشارہ بھی نہیں کیا، جس سے وہ حضرات سمجھ سکتے کہ اس عبارت کے درمیان میں سے

کچھ فقرے حذف کر دیے گئے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ناظرین "حسام الحرمین" کی اس عربی عبارت میں خان صاحب کی دستکاری ملاحظہ فرما سکتے ہیں، جو ہم نے شروع بحث میں حسام الحرمین سے بلفظ نقل کی ہے۔

عبارت حفظ الایمان کی مزید توضیح

اگرچہ خان صاحب کی دیانت اور ان کے فتوے کا حال تو ہمارے ناظرین کو اسی قدر بیان سے معلوم ہو گیا ہوگا۔ مگر ہم بحث کی مزید توضیح اور تقسیم کے لئے اس کے خاص خاص گوشوں پر کچھ اور روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت مدظلہ کی دوسری دلیل کا حاصل صرف اس قدر تھا کہ۔

مضمون کو عالم الغیب کہنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ کل غیب کی وجہ سے آپ کو عالم الغیب کہا جائے۔ دوسری یہ کہ بعض غیب کی وجہ سے۔ پہلی شق تو اس لئے باطل ہے کہ آپ کو کل غیب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ و عقلیہ سے ثابت ہے۔ اور دوسری اس لئے باطل ہے کہ بعض غیب کا علم دنیا کی دوسری حقیر چیزوں کو بھی ہے تو اس اصول پر سب کو عالم الغیب کہنا پڑے گا جو ہر طرح سے باطل ہے۔ اگر اس دلیل کے اجزاء کی تحلیل کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بنیادی مقدمات صرف یہ ہیں۔

۱۔ جب تک مبداء کسی چیز کے ساتھ قائم نہ ہو، اس پر شق کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً کسی کو عالم جب ہی کہا جاسکتا ہے جب کہ اس کلمات میں علم کی صفت پائی جاتی ہو۔ اور زاہد اسی کو کہا جائے گا جس کے ساتھ نہ مبداء کی صفت قائم ہو۔ اور کاتب وہی کہلائے گا جو وصف کتابت کے ساتھ موصوف ہو، الی غیر ذلک من الامثلہ۔

۲۔ علت کے ساتھ معلول کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ علت موجود ہو اور معلول نہ ہو۔

۳۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کل غیب کا علم حاصل نہ تھا

۴۔ مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر نسب یا علیہم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو جاتی ہے۔

۵۔ ہر زید و عمرو کو عالم الغیب نہیں کہہ سکتے۔

۶۔ لازم کا بطلان ملزوم کے بطلان کو مستلزم ہے۔ یعنی جس بات کے ماننے سے کوئی امر باطل لازم آجائے

وہ خود باطل ہے۔

ان مقدمات میں سے پہلے دونوں اور آخری دونوں تو عقلی مسلمات ہیں اور گویا بدیہی ہیں جس سے دنیا کا کوئی عاقل بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اس لئے سر درست ہم صرف تیسرے اور چوتھے مقدمہ کو خان صاحب کی تصریحات سے ثابت کرتے ہیں۔

مُدعی لاکھپہ بھاری ہے گراہی تیری

حفظ الایمان کے اہم مقدمات کا ثبوت خود خان صاحب کی تصریحات سے

حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کی دلیل کا تیسرا مقدمہ یہ تھا کہ

”انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم حاصل نہ تھا“

اس کا ثبوت فاضل بریلوی کی تصریحات سے ملاحظہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم حاصل نہ تھا۔

فاضل موصوف ”الدولة المکیة“ صفحہ ۲۵ پر رقمطراز ہیں۔

فانا لا ندعی انہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا یہ دعوئے نہیں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ

قد احاط بجميع معلومات اللہ سبحانه و تعالیٰ فانہ محال للمخلوق۔
و سلم کا علم شریف تمام معلومات الہیہ کو محیط ہے کیوں کہ یہ تو مخلوق کے لئے محال ہے۔

اور اسی ”الدولة المکیة“ میں ہے۔

ولا نثبت بعطاء اللہ تعالیٰ اور ہم عطائے الہی سے بھی بعض علم ہی ملتا ہے۔
ایضا الا البعض۔

(الدولة المکیة ص ۲۸ : خالص الاعتقاد ص ۲۳)

اور یہی خان صاحب تمہید ایمان صفحہ ۳۴ پر فرماتے ہیں۔

”محذور کا علم بھی جمیع معلومات الہیہ کو محیط نہیں“

نیز اسی تہذیب کے صفحہ ۲۴ پر ہے۔

”اور جمیع معلومات النبیہ کو علم مخلوق کا محیط ہونا بھی باطل اور اکثر علماء کے خلاف ہے۔“

خان صاحب کی ان تمام عبارات کا مفاد بلکہ مقصد یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع غیوب کا علم حاصل نہ تھا، بلکہ تمام غیوب کے علم تفصیلی کا حصول آپ کے لئے بلکہ ہر مخلوق کے لئے محال ہے اور اس کا عقیدہ رکھنا باطل اور اکثر علماء کے خلاف ہے۔ ”اور یہی بعینہ حضرت مولانا تھانوی کی دلیل کا قیصر مقدمہ تھا جو کجا اللہ خان صاحب کی تصریحات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ فلتہ احمد۔“

حضرت مولانا کی دلیل کا چوتھا قابل غور مقدمہ یہ تھا۔

”مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر انسب یا علیہم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو جاتی ہے۔“

اس کا ثبوت بھی خان صاحب بریلوی کی تصریحات سے ملاحظہ ہو۔

ہر مومن کو کچھ غیوب کا علم تفصیلی ضرور ہوتا ہے

فاضل موصوف ”الدولۃ المکیہ“ صفحہ ۱۳ پر ارقام فرماتے ہیں۔

انا اُمنّا بالقیامۃ وبالجنۃ و
بالتار و باللہ تعالیٰ وبالآلہات السبع
من صفاتہ عز وجل وکل ذالک غیب و
قد علمنا کلا بحیالہ ممتازاً عن غیرہ
فوجب حصول مطلق العلم التفصیلی
بالغیوب لكل مومن۔

بے شک ہم ایمان لائے ہیں قیامت پر اور جنت اور
دوزخ پر اللہ تعالیٰ اور اس کے ساتوں صفات اصلہ
پر اور یہ سب کچھ غیب ہے اور ہم کو اس کا علم تفصیلی حاصل
ہے اس طور پر کہ ہمارے علم میں ان میں سے ہر ایک دوسرے
سے ممتاز ہے۔ پس غیب کے مطلق علم تفصیلی کا حصول
ہر مومن کے لئے واجب ہوا۔

نیز یہی خان صاحب ”خالص الاعتقاد“ صفحہ ۲۴ پر فرماتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ (.....) مسلمانوں کو فرماتا ہے ”یُؤْمِنُونَ بِالْغِیْبِ“ غیب پر ایمان لاتے

ہیں۔ ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے جس شے کا اصلاً علم ہی نہ ہو اس پر ایمان لانا کیوں کر ممکن؟

لاحرم تفسیر کبیر میں ہے " لا یمتنع ان نقول نعلم من الغیب مالنا علیہ دلیل " یہ کہنا کچھ منع نہیں کہ ہم کو اس غیب کا علم ہے جس پر ہمارے لئے دلیل ہے " خان صاحب کی ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ہر مومن کو غیب کا کچھ علم ضرور ہے ۔

مرصوف اپنے والد ماجد کی ایک پیشین گوئی کا ذکر فرما کر ارشاد فرماتے ہیں

خان صاحب کے والد بزرگوار کو بھی غیب کا علم تھا

" یہ چودہ برس کی پیشین گوئی حضرت نے فرمائی ۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو محض اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلامان غلام کے نقش بردار ہیں ، علوم غیب دیتا ہے " (ملفوظات اعلیٰ حضرت)

خان صاحب نے اس کے ثبوت میں کشف فی نفسہ کوئی کمال کی چیز نہیں بلکہ وہ غیر مسلم

خان صاحب کے نزدیک گدھے کو بعض غیب کا علم

صحیح کہ غیر انسانوں کو بھی حاصل ہو جاتا ہے (اپنے کسی بزرگ سے) جس کے ولی اللہ ہونے کی تصریح بھی آپ نے فرمائی ہے) ایک صاحب کشف گدھے کی عجیب و غریب حکایت نقل کی ہے ۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ان بزرگ صاحب نے فرمایا ۔

" ہم مہر گئے تھے وہاں ایک جگہ جلسہ بڑا بھاری تھا ۔ دیکھا کہ ایک شخص ہے ، اس کے پاس ایک

گدھا ہے ، اس کی آنکھوں پر ایک پٹی بندھی ہوئی ہے ۔ ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھ

دی جاتی ہے ۔ بس گدھے سے پوچھا جاتا ہے ، گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے جس کے پاس ہوتی

ہے ، سامنے جا کر ٹھیک دیتا ہے " (ملفوظات حصہ چہارم ص ۱۱)

اس کے بعد خان صاحب فرماتے ہیں ۔

" بس یہ سمجھئے کہ دو صفت جو غیر انسان کے لئے ہو سکتی ہے (یعنی کشف) انسان کے لئے کمال نہیں ہو

(حصہ چہارم ص ۱۱)

خان صاحب کے اس ملفوظ سے معلوم ہوا کہ مرصوف کے نزدیک اس گدھے کو بھی بعض مخفی باتوں کا کشف ہوتا تھا

و غدا ہوا المقصود ۔

ہم ابھی ابھی "الدولة المکیة" سے
خان صاحب کی ایک عبارت نقل کر چکے ہیں

دنیا کی ہر چیز کو بعض غیوب کا علم حاصل ہے

جس میں تصریح ہے کہ "حق تعالیٰ اور اس کے صفات اور جنت و دوزخ ملائکہ وغیرہ وغیرہ پر سب امور غیب میں
ہے ہیں اور یہ بالکل صحیح ہے۔"

علیٰ ہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ بذات خود غیب نہیں لیکن آپ کی رسالت بے شک امر غیب ہے۔
کیونکہ وہ کوئی محسوس و مبصر چیز نہیں بلکہ اللہ اور رسول کے درمیان ایک مخفی تعلق ہے جو ہمارے ظاہری احساس کی
دسترس سے بالاتر ہے اور صرف پیغمبر کی صداقت کے اعتماد پر اس پر ایمان لایا جاتا ہے۔ پس جس کو اللہ تعالیٰ کے وجود
اس کی وحدت یا اس کے رسول کی رسالت کا علم حاصل ہو تو اس کو بعض غیوب کا علم حاصل ہوا اور خان صاحب کو تسلیم ہے
کہ کائنات کی ہر چیز حتیٰ کہ درختوں کے پتے اور رنگستانوں کے درے بھی توحید و رسالت پر ایمان لانے کے مکلف
ہیں وہ خدا کی تسبیح کرتے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی شہادت دیتے ہیں۔

چنانچہ خان صاحب کے ملفوظات حصہ چہارم صفحہ ۷۷ پر ہے۔

"ہر شے مکلف ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور خدا کی تسبیح کے ساتھ"

نیز اسی کے صفحہ ۷۸ پر ہے۔

"ایک ایک روحانیت تو ہر ہر نبات ہر ہر جانور سے متعلق ہے اسے خواہ اس کی روح کہا جائے یا

کچھ اور، اور وہی مکلف ہے ایمان و تسبیح کے ساتھ، حدیث میں ہے۔

ما من شیء الا و یعلم ان رسول

اللہ الا مردۃ الجن و الا انس۔ ہر سوا کرشن جن اور انسانوں کے"

خان صاحب کے ان ارشادات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱ ہر مومن کو غیب کی کچھ باتیں ضرور معلوم ہوتی ہیں۔

۲ غیر مسلموں کو بھی کشف ہوتا ہے۔

۳ گدھے جیسے احمق جانور کو بھی بعض مخفی باتوں کا علم ہو جاتا ہے۔

۴ کائنات کی ہر چیز حتیٰ کائنات و جمادات کو بھی غیب کی کچھ باتیں معلوم ہیں۔

اور یہی حضرت مولانا مٹھانی مدظلہ کی دلیل کا چوتھا بنیادی مقدمہ تھا۔

الحاصل مولانا کی دلیل میں چھ مقدمات پر مبنی تھی، ان میں سے چار تو مسلمات عقلیہ اور بالکل برہمی تھے اور دو حجت ثبوت تھے۔ سو ان کو ہم نے کچھ اللہ خان صاحب ہی کی تصریحات سے ثابت کر دیا اور ہمارے ناظرین کو معلوم ہو گیا کہ حجت مولانا کی وہ دلیل جس پر خان صاحب نے کفر کا حکم لگایا تھا کجیح اجزاء پر خان صاحب کو مسلم ہے اور اگر وہی موجب کفر ہو سکتی ہے تو پھر خان صاحب بھی اس کفر میں برابر کے حصہ دار ہیں۔

چونہو ابی گفت قربانت شوم تا من ہماں گویم

اگرچہ اس کے بعد حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق کچھ اور عرض کرنے کی حاجت نہیں رہتی لیکن مزید توضیح کے لئے آخر میں ہم عبارت حفظ الایمان کا ایک مثالی نوٹو پیش کرتے ہیں۔

عبارت حفظ الایمان کا ایک مثالی نوٹو فرض کیجئے کہ خان صاحب مولوی احمد رضا

صاحب کے کوئی مرید یا جانشین حضور کو عالم الغیب

کہتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ اس پر میں ان سے عرض کرتا ہوں کہ آپ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتے ہیں تو آیا کل غیب کی وجہ سے یا بعض غیب کی وجہ سے ؟ اگر کل غیب کی وجہ سے کہتے ہیں تو وہ تو بقول مولوی صاحب خان صاحب کے عقلاً، نقلاً باطل بلکہ محال ہے۔

اور اگر آپ بعض غیب کی وجہ سے حضور کو عالم الغیب کہتے ہیں اور آپ کا یہی اصول ہے کہ جس کو بھی غیب کی باتیں معلوم ہوں گی تو آپ اس کو عالم الغیب کہیں گے تو پھر حضور کی اس میں کوئی تخصیص نہیں رہی۔ کیونکہ غیب کی باتوں کا علم تو تمام مؤمنین بلکہ تمام انسانوں اور بلکہ تمام کائنات حتیٰ کہ نباتات اور جمادات کو بھی ہے تو آپ کے اس اصول پر لازم آئے گا کہ آپ دنیا کی ہر چیز کو عالم الغیب کہیں گے۔ اگر آپ فرمائیں کہ ہاں ہم سب کو عالم الغیب کہیں گے تو پھر بتلایا جائے کہ اس صورت میں عالم الغیب کہنے میں حضور کی کیا تعریف نکلی جب کہ آپ کے نزدیک سب کو عالم الغیب کہا جاسکتا ہے۔

ناظرین کرام ! غور فرمائیے کہ کیا دنیا کا کوئی باہوش انسان میرے اس کلام سے یہ مطلب سمجھ سکتا ہے کہ معاذ اللہ

میں نے دنیا کی ہر چیز کو علم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کر دیا۔

اس کی ایک دوسری اس سے بھی زیادہ عام فہم مثال ملاحظہ ہو۔

رض کیجئے کہ کسی ملک کا بادشاہ بہت بڑا مخیر ہے۔ اس کے یہاں لنگر خانہ جاری ہے اور صبح و شام ہزاروں محتاجوں اور مسکینوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ اب کوئی احمدی مثلاً زید کہتا ہے کہ میں تو اس بادشاہ کو رازق کہوں گا۔ اس پر ایک دوسرا شخص مثلاً عمرو کہے کہ بھائی تم جو اس بادشاہ کو رازق کہتے ہو تو کس وجہ سے؟ آیا اس وجہ سے کہ وہ ساری مخلوق کو رزق دیتا ہے؟ یا اس وجہ سے کہ بعض انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے؟ پہلی شق تو بدابہت باطل ہے۔ اب دوسری صورت یعنی یہ کہ اس بادشاہ کو صرف اس وجہ سے رازق کہا جائے کہ وہ بعض انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ تو اس میں اس کی کوئی تخصیص نہیں، کیونکہ ایک غریب انسان اور ایک معمولی مزدور بھی کم از کم اپنے بچوں کا پیٹ بھرتا ہے اور انسان تو انسان چھوٹی چھوٹی چیزیں اپنے بچوں کو داند دیتی ہیں۔ تو پھر تمہارے اس اصول پر چاہئے کہ سب کو رازق کہا جائے۔ انہو غور فرمایا جائے کہ کیا عمرو کے اس کلام کا مطلب یہی ہے کہ اس نے اس مخیر اور فیاض بادشاہ اور ہر غریب انسان اور ہر معمولی مزدور کو بالکل برابر کر دیا، یا اس نے ہر انسان اور معمولی مزدور کو اس بادشاہ کے برابر فیاض مان لیا۔ ظاہر ہے کہ ایسا سمجھنا سمجھنے والے کی حماقت ہے۔ پس حفظ الایمان میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ اس سے زیادہ کچھ اور نہیں۔

اس کے بعد ہم اہلسنت کے مسلم امام علامہ سید شریف رحمہ اللہ کی شرح مواقف سے ایک عبارت پیش کرتے ہیں جو بالکل عبارت حفظ الایمان کے مشابہ ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد کوئی سنی مسلمان حفظ الایمان کے متعلق لب کشائی کی جرات نہ کرے گا کیونکہ حفظ الایمان میں جو کچھ ہے وہ قریب قریب شرح مواقف کی اسی عبارت کا ترجمہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔ حضرت علامہ فرماتے ہیں۔

بہر حال فلاسفہ پس وہ یہ کہتے ہیں کہ نبی وہ ہے کہ جس میں
یقین باقیں خاص طور پر پائی جائیں۔ جن کی وجہ سے وہ نبی
غیر نبی سے ممتاز ہو سکے۔ ان میں سے ایک بات یہ ہے
کہ نبی کو اطلاع پہنچتی چاہئے ان مغیبات پر جو ہوتے ہیں
یا ہو چکے ہیں یا ہونے کو ہیں۔

واما الفلاسفة فقالوا النبی هو
من اجتمع فیہ خواص ثلاث بیعتان بہما من
غیرہ احدهما ای احد الامور المختصة
بہ ان یمکن لہ اطلاع علی المغیبات
الحاکمۃ والماضیۃ والآتیۃ۔

اس کے بعد چند سطر میں فلاسفہ کی طرف سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ بات انبیاء علیہم السلام کے لئے چند سال بعد نہیں۔ اس کے بعد انہیں فلاسفہ کی طرف سے فرماتے ہیں کہ۔

وکیف یستنکر ذالک الا طلاع

فی حق النسبی وقد یوجد ذالک فیمن

قلت شواغلہ الریاضۃ بانواع المجاہدات

او مرض صارف للنفس عن الاشتغال

بالبدن واستعمال الآلة او نوم یقطع

به احساساته الظاہرۃ فان هؤلاء

قد یطلعون علی مغیبات ویخبرون

عنہا کما یشہد به التامع والتجارب

بعیث لا یبقی فیہ شبہۃ للمنصفین -

اور انبیاء علیہم السلام کا ان مغیبات پر مطلع ہونا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے حالانکہ یہ اطلاع علی المغیبات ان لوگوں میں بھی پائی جاتی ہے جن کے شواغل نفسانی مجاہدوں کی ریاضت یا کسی ایسے مرض کی وجہ سے کم ہوں جو نفس کو اشتغال بالبدن اور آلات کے استعمال سے روکنے والا ہو یا یہ شواغل ایسی غیب کی وجہ سے کم ہوں جس کی وجہ سے اس سونے والے کے احساسات ظاہری منقطع ہو گئے ہوں۔ پس تحقیق یہ لوگ (یعنی ریاضیات اور مجاہدے کرنے والے اور مریض جن کو مایخو لیا ہوتا ہے اور سونے والے بھی) کبھی مغیبات پر مطلع ہو جاتے ہیں جیسا کہ تجربہ شاہد ہے یہاں تک کہ اہل انصاف کو اس میں شبہ تک نہیں رہتا۔

یہاں تک تو فلاسفہ کا مذہب اور اس کے دلائل تھے۔ اس کے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ اہلسنت وجماعت کی

طرف سے اس کا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

قلنا ما ذکرتمہ مردود بوجوہ

اذا الاطلاع علی جمیع المغیبات لا یجب

لنسبی اتفاقا منا ومنکر ولہذا قال سید

الانبیاء ولو کنت اعلم الغیب لا استکثرن

من الخیر وما حسنی السوء۔ والبعض

جو کچھ تم نے کہا چند وجہ سے مردود ہے۔ اس لئے کہ تمہارا مراد اس اطلاع علی المغیبات سے کیا ہے؟ کل مغیبات پر اطلاع ہونی چاہئے یا بعض پر؟ کل مغیبات پر مطلع ہونا تو کسی کے نزدیک بھی ضروری نہیں۔ نہ ہمارے نزدیک نہ تمہارے نزدیک، اور اسی وجہ سے جناب رسول خدا

ابی الاطلاع علی البعض لا ینحتم به
النبی کما اقررت به حیث جوزتموه
للمرضی والمرضی والنائمین فلا یمیز
به النبی عن غیبہ -

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میں غیب کو جانتا ہوتا
تو میں نے خیر سے بہت سا جمع کر لیا ہوتا اور مجھ کو برائی نہ
چھوٹی۔ اور بعض مغیبات پر مطلع ہو جانا نبی کے ساتھ خاص
نہیں (یعنی یہ غیر نبی میں بھی پایا جاتا ہے) جیسے کہ خود تم
کو اقرار ہے، اس لئے کہ تم اس کو جائز رکھتے ہو، ریاضت
کرنے والوں کے لئے، اور مریضوں کے لئے، اور سونے
والے کے لئے۔ لہذا نبی غیر نبی سے ممتاز نہ ہوگا۔

ناظرین! بالصفات غور فرمائیں کہ شرح مواقع کی اس عبارت اور حفظ الایمان کی زیر بحث عبارت میں کیا فرق ہے
ہم اُنید کرتے ہیں کہ ہمارے اس قدیر بیان کے بعد حفظ الایمان کی عبارت پر مخالفین کو کوئی شبہ نہ رہے گا۔ اس کے مزید اتمام حجت
کے لئے ہم اختصار کے ساتھ حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کا وہ جواب بھی نقل کرتے ہیں جو انہوں نے اسی افتراء کی
تردید میں تحریر فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مولوی احمد رضا خان صاحب کا یہ فتوے — حسام الکرمین — جب شائع ہوا اور اس سے ایک فتوہ برپا
ہوا تو جناب مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب نے حضرت مولانا تھانوی کو خط لکھا کہ۔

” مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی آپ کے متعلق یہ لکھتے ہیں کہ ”آپ نے معاذ اللہ،
حفظ الایمان میں یہ تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
ہے ایسا تو ہر بچے اور ہر پاگل اور ہر جانور کو حاصل ہے۔ کیا کہیں ”حفظ الایمان“ میں آپ نے
یہ لکھا ہے؟ یا آپ کا یہ عقیدہ ہے؟ اگر آپ کا عقیدہ نہیں تو آپ اس شخص کو کیا سمجھتے ہیں
جو ایسا خبیث عقیدہ رکھے؟“ مختصر از بسط البنان۔

حضرت مولانا تھانوی جواب دیتے ہیں۔

” میں نے یہ نصیحت مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا، لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس
مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا۔ میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا، جیسا کہ اخیر میں

عرض کر دیں گا۔ جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں۔۔۔۔۔ تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے
 جو شخص ایسا اعتقاد رکھے، یا بلا اعتقاد صراحتاً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از
 اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم ﷺ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

اس کے بعد حضرت مولانا مظہر نے اپنے اسی گرامی نامہ میں جو اسی زمانہ میں ”بسط البنان“ کے نام سے شائع
 بھی ہو چکا ہے، خان صاحب کے اس الزام کا تفصیلی جواب بھی دیا ہے۔ اور حفظ الایمان کی زیر بحث عبارت کا مطلب
 بیان کیا ہے۔ لیکن اب یہاں اس کے نقل کرنے کی حاجت نہیں، کیونکہ ہم نے جو کچھ اس عبارت کی توضیح میں اوپر لکھا ہے
 وہ گویا حضرت مولانا کے اسی جواب کی شرح ہے۔

ما ظریں کرام انصاف فرمائیں کہ فاضل بریلوی اپنے فتوے کفر میں صداقت اور دیانت سے کتنے دور ہیں

وَاللّٰهُ الْهَادِیْ اِلٰی سَبِيْلِ الرَّشَادِ



تکملہ

مصنف حفظ الایمان کی حق پرستی اور بے نفسی

عبارت حفظ الایمان میں ترمیم کا اعلان

حضرات! مولوی احمد رضا خان صاحب نے ”حسام الحرمین“ میں ”حفظ الایمان“ کی طرف ایک کافرانہ مضمون کی نسبت کر کے کفر کا جو فتویٰ دیا تھا، اس پر مناظرانہ بحث ختم ہو چکی اور ناظرین کرام کو معلوم ہو چکا کہ اس کی حقیقت افتراء اور بہتان کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ اور مصنف حفظ الایمان کا دامن اس ناپاک کافرانہ عقیدے سے بالکل پاک ہے۔ اس کے بعد یہ معلوم کر کے آپ حضرات کو انشاء اللہ اور زیادہ قلبی اطمینان ہو گا کہ بعض سے مخلصین نے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ جب اس طرف مبذول کرائی کہ ”اگرچہ حفظ الایمان کی عبارت واقعہ میں بالکل صحیح اور بے غبار ہے لیکن ناخدا ترس اور غرض پیشہ معاندین اس کے جن الفاظ سے بجا پائے ناختم عوام کو دھوکا دیتے ہیں اگر ان الفاظ کو اس طرح بدل دیا جائے کہ اس کے بعد وہ فتنہ پرداز عوام کو یہ دھوکا بھی نہ دے سکیں تو بے چارے عوام کے حق میں یہ بہتر ہو گا۔“ تو حضرت ممدوح نے مشورہ دینے والوں کو دعا دیتے ہوئے دلی مسرت کے ساتھ اس مشورہ کو قبول فرمایا اور عبارت کو اس طرح بدل دیا کہ ”تدیم عبارت میں“ ایسا علم غیب“ کے الفاظ سے جو فقرہ شروع ہوتا تھا اس کے بجائے یہ فقرہ لکھ دیا کہ

”مطلقاً بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیا علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں“

یہ واقعہ ماہ صفر ۱۳۴۲ھ کا ہے، گویا اب سے قریباً تیس سال پہلے ”حفظ الایمان“ کی عبارت میں

یہ ترمیم ہو چکی ہے، اور اس کے بعد سے ”حفظ الایمان“ اسی ترمیم کے ساتھ چھپ رہی ہے بلکہ اس ترمیم کا پورا

واقعہ اور حضرت مصنفؒ کی طرف سے اس کا اعلان بھی ”تفسیر العنوان“ کے نام سے ”حفظ الایمان“ کے ایک ضمیمہ کے طور پر اس کے ساتھ چھپا رہا ہے۔

پھر اس کے بعد جمادی الاخریٰ ۱۳۵۴ھ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک صاحب کے توجہ دلائے پر خود ہی ناچیز راقم سطور (محمد منظور نعمانی) نے حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ ”حفظ الایمان“ کی جس عبارت پر سمائین کا اعتراض ہے اس کے بالکل ابتداء میں ”علم غیب کا حکم کیا جانا“ کے جو الفاظ ہیں اس کا مطلب بلاشبہ لفظ ”عالم الغیب“ کا اطلاق کرنا ہے، جیسا کہ خود اسی عبارت کے سیاق و سباق سے بھی ظاہر ہے۔ اور بسط بیان اور ”تفسیر العنوان“ میں حضرت نے اس کی تصریح بھی فرمائی ہے۔ پس اگر اصل عبارت میں بھی یہاں ”حکم“ کے بجائے ”اطلاق“ ہی کا لفظ کر دیا جائے تو بات اور زیادہ صاف اور بے غبار ہو جائے گی۔ حضرت نے بلا تامل اس کو بھی قبول فرمایا اور اس فقرہ کو اس طرح بدل دیا۔

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا اگر بقبول زید صحیح ہو“ الخ اور اس ناچیز سے فرمایا کہ میری طرف سے آپ ہی اس ترمیم کا اعلان بھی کر دیں۔ چنانچہ رجب ۱۳۵۴ھ کے ”الفرقان“ میں اسی وقت اس کا اعلان ہو گیا تھا۔ بہر حال ان دو ترمیموں کے بعد ”حفظ الایمان“ کی عبارت اب اس طرح ہے۔

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا اگر بقبول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیبیہ یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ السلام کی کیا تخصیص ہے؟ مطلق بعض علوم غیبیہ تو خیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔“

الغرض ہمارے بزرگوں نے ان کا فرائض عقیدوں سے اپنی برادری اور اپنی بے زاری کا اعلان بھی کیا۔ جن کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے محض ازراہ عناد ان کی طرف منسوب کر کے تکبر کی تھی اور اسی کے ساتھ اپنی عبارتوں کا وہ صحیح اور واقعی مطلب بھی بیان کیا جس کے سوا ان کا کوئی اور مطلب ہو ہی نہیں سکتا۔ اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ ان میں کوئی بات بھی اسلامی تعلیمات اور عقائد اہلسنت کے خلاف نہیں ہے اور اس سب کے بعد جب بے چارے

یہ ہم عوام کو فتنہ سے بچانے کے خیال سے اللہ کے کسی بندہ نے مخلصانہ طور پر حجت میں تبدیلی کا کوئی مشورہ دیا تو اس کو بھی بے تاثر اور بلا دریغ قبول فرما کر اپنی عبارت کو بدل بھی دیا۔ —————
 اس سبب یہ ان حضرات کی حق پرستی اور لیت و بے نفسی کی بدشمن دلیل ہے۔ افسوس! کیسے ظالم اور شقی ہیں وہ لوگ جو اللہ کے ان بندوں کو کافر کہتے ہیں۔

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

۲۱ ذی الحجہ ۱۳۷۳ ہجری

نوٹ : فقط الایمان حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ترمیم شدہ عبارت کے ساتھ موجود ہیں رسالوں "بسط البیان" اور "تغیر العنوان" کے انجمن ارسٹ المسلمین کی طرف سے طبع ہو چکی ہے۔

تحدیر الناس کی عبارت سے پہنچو لا مفصل و مکمل مناظرہ

یعنی

گیمناطروہ

مرتبہ

مولانا محمد عبد القدوس بہاری

انجمن ارشاد المسلمین

۱۴۔ بہاولپور روڈ، منگ لاہور

فہرست

۴۲۳	رونداد مناظر دگیا
۴۳۹	مولانا محمد منظور صاحب لغمان کا پہلا تحریری بیان
۴۴۸	مولوی حشمت علی صاحب کا پہلا تحریری بیان
۴۵۵	مولانا محمد منظور لغمانی صاحب کا دوسرا جوابی بیان
۴۶۶	مولوی حشمت علی صاحب کا دوسرا بیان
۴۷۳	مولانا محمد منظور لغمانی صاحب کا تیسرا جوابی بیان
۴۸۹	مولوی حشمت علی صاحب کا تیسرا بیان
۴۹۹	مولانا محمد منظور لغمانی صاحب کا چوتھا جوابی بیان
۵۱۷	مولوی حشمت علی صاحب کا چوتھا بیان
۵۳۳	مولانا محمد منظور لغمانی صاحب کا پانچواں جوابی بیان
۵۴۹	مولوی حشمت علی صاحب کا پانچواں بیان
۵۵۳	مولانا محمد منظور صاحب لغمانی کا چھٹا جوابی بیان
۵۶۶	مولوی حشمت علی کا چھٹا بیان اور متناظر کا خاتمہ
۵۶۷	نوٹ اور مرتب
۵۷۳	بشارت نبویؐ

رُؤْدَادُ مَنَظَرَةِ گِیَا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى سيما سينا
ومولانا محمدا المصطفى وعلى اله وصحبه مصابيح الهدى
وهذا الورع : اما بعد -

”گیا“، ہمارے صوبہ بہار کا مشہور و معروف شہر ہے اس دور سے پہلے یہاں کے مسلمان امن و سکون کی زندگی بسر کر رہے تھے اور دیوبندی بریلوی اختلافات کا دامن کوئی چرچا نہ تھا۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا کہ بعض جوانی بریلوی مولوی صاحبان (مولوی حسرت علی وغیرہ) کا ادھر دورہ ہوا۔ اور دارالتکفیر بریلی کی شاخ یہاں بھی قائم ہو گئی۔ مسلمانوں کو کافر بنانے کا کام زور و شور سے انجام دیا جانے لگا۔ ابتداً ہم نے ان کی سرگرمیوں سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ لیکن جب ربیع الآخر سندھ رداں میں وہ پھر تشریف لائے اور ان کی زیادتیاں حد سے گز گئیں اور ہم جیسے دردمندوں سے بریلوی مشن کی یہ کفر ازانی نہ دیکھی گئی تو مجبوری ہم نے دافعاً کارروائیاں شروع کیں۔ اس ناچیز نے خود مولوی حسرت علی صاحب کے اس جلسہ میں پہنچ کر جس میں کفر و لعنت کی بارسش ہو رہی تھی مولوی صاحب موصوف کو مناظرہ کا چیلنج دیا اور عرض کیا کہ آپ کی ان تقریروں سے یہاں کے مسلمانوں میں زبردست ہرجاں ہو گیا ہے۔ گھر گھر میں پھوٹ پڑ گئی ہے۔ بھائی بھائی کا دشمن، بیٹا باپ سے متنفر اور باپ بیٹے سے جدا ہو گیا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ آپ ان ایک طرفہ تقریروں کا سلسلہ ختم کر دیں اور بجائے اس کے ان مباحث پر مناظرہ کر لیں۔ لیکن میرے اس تحریری و تقریری چیلنج کا جواب جس نامذہب اور خلاف انسانیت طریقہ سے مولوی حسرت علی صاحب اور ان کے

حواریوں کی طرف سے دیا گیا وہ اہل "گیا" کو معلوم ہے۔

جب جلسہ میں شور و غوغا زیادہ بڑھا تو میں واپس آگیا اور علی الصباح مجھے بعض لوگوں سے معلوم ہوا کہ مولوی حسنت علی صاحب اس وقت گیا سے تشریف لے جا رہے ہیں میرا تحریری چیلنج رات ہی رات میں اشتہاری شکل میں چھپ چکا تھا میں نے مناسب سمجھا کہ مزید اتمام حجت کے لئے وہ مولوی صاحب موصوف کو پہنچا دیا جائے تاکہ ان کو کسی عذر و حیلہ کی گنجائش نہ رہے چنانچہ میں نے خود اسٹیشن پر پہنچ کر وہ مطلوبہ چیلنج آپ کے حوالہ کیا اور عرض کیا کہ آپ کی وجہ سے "گیا" کے مسلمانوں میں خطرناک اختلاف پڑ گیا ہے تا دقتیکہ مناظرہ کر کے آپ اس اختلاف کو ختم نہ کر دیں آپ کے لئے کسی طرح یہاں سے تشریف لے جانا مناسب نہیں۔ لیکن مولوی صاحب موصوف نے میرے چیلنج کا کوئی جواب اس وقت عنایت نہیں فرمایا اور آپ تشریف لے گئے مگر آپ کے عقیدت مندوں نے یہ مشہور کیا کہ اس وقت مولوی صاحب ایک فوری ضرورت سے کراچی تشریف لے گئے ہیں اور آپ اب ۲۱ جولائی ۱۹۳۵ء کو صرف مناظرہ کئے "گیا" تشریف لائیں گے۔

یہ خبر سن کر ہم مطمئن ہو گئے اور ہم نے بھی مناظرہ کی تیاری شروع کر دی۔ چنانچہ ہم نے رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان بریلی سے تشریف آوری کی استدعا کی اور خدا کا شکر ہے کہ آپ نے باوجود بیش از بیش مصروفیتوں کے ہماری درخواست کو شرف قبولیت سے مشرف فرمایا اور آپ ہماری مقرر کردہ تاریخ ۲۱ جولائی ۱۹۳۵ء کو "گیا" تشریف لے آئے لیکن مولوی حسنت علی صاحب نہیں آئے۔ اب نہیں کہا جاسکتا کہ آیا آپ کو کوئی خاص عند پیش آگیا یا آپ کے عقیدت مندوں نے صرف وقتی خفت مٹانے کے لئے آپ کے وعدہ اور ایمان کے بغیر یونہی غلط شہرت دے دی تھی بہر حال اس وجہ سے مناظرہ تو نہ ہو سکا تاہم حضرت مولانا محمد منظور صاحب کا پانچ چھ روز قیام رہا۔ مختلف مقامات پر متعدد تقریریں ہوئیں جس میں نہایت مناسبت اور سنجیدگی کے ساتھ اختلافی مسائل پر روشنی ڈالی گئی اور بریلوی کفر بازی کی حقیقت کو آشکارا کیا گیا۔ اور الحمد للہ بہت سے مسلمان جو غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے حقیقت حال سے واقف ہو گئے۔

اس سے قریباً آٹھ ماہ کے بعد فروری ۱۹۳۶ء میں پھر صوبہ بہار کی طرف مولوی حسنت علی صاحب کا دورہ ہوا اور پھر آپ نے گیا کو اپنے قدم سے نوازا۔ اس مرتبہ پارہ پہلے سے بھی زیادہ چڑھا ہوا تھا۔ اور کفر اکفری کا بازار

بے حد گرم، مجبور ہو کر اہلسنت کی طرف سے پھر آپ کو مناظرہ کا چیلنج دے دیا گیا۔ اور پھر حضرت مولانا محمد منظور صاحب اور حضرت علامہ مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی کو تار دیا گیا۔ ۲۰ فروری کو ۱۲ بجے رات کے قریب حضرت مولانا محمد منظور صاحب گیتا پہنچ گئے اور اگلے روز یعنی ۲۱ فروری کو علامہ العصر حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب بھی تشریف لے آئے۔

مبادئی مناظرہ کے متعلق مولوی حسرت علی صاحب سے ہماری خط و کتابت مولانا کی تشریف آوری سے قبل ہی شروع ہو چکی تھی اور بہت طویل پکڑ چکی تھی، مولانا محمد منظور صاحب نے پہنچ کر اس کو ختم کر لیا۔ اور یہ تحریک کی کہ ۲۱ فروری کو بعد نماز جمعہ فریقین کے پانچ پانچ نمائندوں کی ایک مشترکہ کمیٹی جامع مسجد میں بیٹھ کر مبادئی مناظرہ زبانی طور پر طے کرے۔ چنانچہ یہی فیصلہ ہوا۔ اور بعد نماز جمعہ اس کمیٹی کا اجلاس شروع ہوا۔ لیکن ۴-۵ گھنٹہ کی گفتگو کے بعد رات کے ۹ بجے تک تاریخ و وقت اور مقام کی تعیین کے علاوہ نفس مناظرہ کے متعلق صرف یہ باتیں طے ہو سکیں۔

۱۔ مناظرہ مباحث حسام اکھرین پر ہوگا۔

۲۔ ہر مناظر اپنا بیان تحریری پیش کرے گا اور اس کی توضیح و تائید میں تقریر کرے گا اور اس تحریر و تقریر کے لئے ہر ایک کو کل آدھ گھنٹہ کا وقت دیا جائے گا۔

مباحث کی ترتیب اور یہ کہ مدعی کون فریق ہوگا اور سائل کون، اور یہ کہ مناظرہ کب تک جاری رہے گا ان امور کا فیصلہ اس کمیٹی نے خود مناظرین کے لئے چھوڑ دیا اور مناظرہ کی کاروائی کے آغاز کے لئے ۲۲ فروری ۱۹۳۶ء مطابق ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ یوم شنبہ ۲ بجے دن کا وقت مقرر ہوا۔

شنبہ کی صبح کو حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے کوشش کی کہ نمائندہ کمیٹی نے جو امور مناظرین کے اوپر چھوڑ دیئے ہیں وہ قبل از مناظرہ طے ہو جائیں تاکہ وقت مقررہ پر اصل مناظرہ شروع ہو سکے اور سبک کا وقت شرائط کی بحث میں ضائع نہ ہو اور اس سلسلہ میں مولوی حسرت علی صاحب سے مختصر سی خط و کتابت بھی ہوئی مگر ان کی بے جا قصد کی وجہ سے کوئی بات طے نہ ہو سکی یہاں تک کہ نمائندہ کمیٹی کی قرار داد کے بموجب جلسہ مناظرہ کا انعقاد ہوا۔ حاضری فریقین کی طرف سے بہت کافی تھی دونوں طرف کے پنڈال بھرے تھے۔ انتظام کے لئے پولیس کا عملہ بھی موجود تھا۔

سب سے پہلے حکم کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ اہلسنت کی طرف سے کہا گیا کہ ”گیا“ کے تعلیم یافتہ طبقہ میں بہت سے ایسے مسلم حکام اور دکن، بیرشران میں جو فریقین سے بالکل آزاد ہیں اور جن کتابوں کی عبارت کے متعلق مناظرہ طے ہوا ہے انہوں نے آج تک ان میں سے کوئی ایک کتاب بھی نہ دیکھی ہوگی اس لئے ان کی رائے بالکل غیر جانب دارانہ ہوگی لہذا ان میں سے کسی ایک کو حکم بنا لیا جائے۔ نیز اس کے لئے چند دکن اور بیرشران اور بعض حکام کے نام بھی پیش کئے گئے لیکن مولوی حشمت علی صاحب نے کسی ایک کو منظور نہیں کیا اور کمال جرات سے فرمایا کہ غیر جانب دار کے معنی ذو الوجہین کے ہیں جس کو منافق کہا جاتا ہے اس سلسلہ میں گفتگو بہت پر لطف ہوئی اور تمام حاضرین بالخصوص تعلیم یافتہ حضرات حیران تھے کہ یہ شخص کس بے باکی سے بیک جنبش زبان تمام غیر جانب داروں کو منافق بتلا رہا ہے لیکن مولوی حشمت علی صاحب پر اس کا کوئی اثر نہ تھا۔

بہر حال جب مولوی حشمت علی صاحب کسی غیر جانب دار کو بھی حکم بنانے کے لئے تیار نہ ہوئے تو مجبوراً بلا حکم کے کارروائی شروع ہوئی اور داخلی انتظام کے لئے ہر جماعت نے اپنا اپنا ایک صدر تجویز کر لیا۔ چنانچہ اہلسنت کی طرف سے جناب حکم صاحب مدیر رسالہ ”ندیم“ ”گیا“ اور رضا خانی صاحبان کی طرف سے مولوی عبد الولی صاحب رفیق جناب مولوی حشمت علی صاحب صدر منتخب ہوئے اور کارروائی اس طرح شروع ہوئی حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے تمام حاضرین کو عمرہ اور اہلسنت و جماعت کو خصوصاً سکون و وقار و استماع و انصات کی تلقین کرنے کے بعد فرمایا کہ فریقین کی نمائندہ کمیٹی نے جن تین چیزوں کا فیصلہ ہم پر چھوڑ دیا ہے جن اتفاق سے وہ سب ایسی ہیں جن کے متعلق اب سے قریباً دو برس پہلے لاہور کے مناظرہ میں میرے اور مولوی حشمت علی صاحب کے درمیان آخری فیصلہ ہو چکا ہے۔ وہاں بڑی طویل بحث و تمحیص کے بعد یہ تینوں باتیں اس طرح طے ہوئی تھیں کہ۔

۱۔ مباحث کی ترتیب وہ رہے گی جو محاسن اکھریں میں ہے یعنی پہلے عبارت تحذیر الناس پر بحث ہوگی پھر اس فقرے پر جس کی نسبت حضرت گنگوہی علیہ الرحمہ کی طرف کی جاتی ہے۔ بعد ازاں عبارت براہین قاطعہ پر پھر اس کے بعد عبارت حفظ الایمان پر۔

۲۔ مدعی چاروں بحثوں میں مجھ کو تسلیم کر لیا گیا تھا۔

۳۔ ہر بحث کے لیے فریقین کی سات سات تقریروں کو کافی سمجھا گیا تھا۔

غرض لاہور کے عظیم الشان مناظرہ میں ان تینوں چیزوں کا اس طرح فیصلہ ہو چکا ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اب ان چیزوں کی بحث میں یہاں ہم دوبارہ اپنا وقت ضائع نہ کریں بلکہ لاہور ہی کی قرار داد کے مطابق یہاں بھی فیصلہ ہو جائے۔

مولوی حشمت علی صاحب نے اس کے جواب میں پہلے تو یہ فرمایا کہ اس کا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ لاہور میں اس طرح طے ہوا تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ جو بات ہزاروں کے مجمع میں علی رؤس الاشهاد طے ہوتی تھی اس سے بھی انکار کرنے کی کسی کو جرأت ہو سکے گی ورنہ میں اس کے ثبوت کا بھی انتظام کر لیتا۔ لیکن اس کی تحقیق اب اس طرح ہو سکتی ہے کہ ابھی جناب سید حبیب صاحب ایڈیٹر اخبار سیاست لاہور سے ٹیلیفون پر اس کی بابت دریافت کر لیا جائے وہ مناظرہ لاہور میں اس دن آپ کی جانب سے صدر تھے اور آپ کے ہم خیال بھی ہیں لیکن ہمیں ان سے توقع ہے کہ وہ اس بارہ میں غلط گوئی سے کام دیں گے۔

مولوی حشمت علی صاحب نے اس کے بعد راستہ مسدود دیکھ کر عجیب انداز میں فرمایا کہ مجھے آپ کے بیان سے انکار، نہیں ہے میں تو صرف یہ دریافت کرتا تھا کہ آپ کے پاس کوئی ثبوت بھی ہے یا نہیں۔ اب میں مانے لیتا ہوں کہ لاہور میں ایسا ہی طے ہوا تھا۔ لیکن یہ گیتا ہے لاہور نہیں ہے۔ لاہور کی بات لاہور میں ختم ہو گئی۔ اب گیا کی باتیں کیجئے۔ کیا آپ نے نہیں مناقضہ زمین برسر زمین۔

اس کے بعد مولانا محمد منظور صاحب نے ہر چند کہا کہ جو شرائط پوری بحث و تمحیص کے بعد ایک مرتبہ میرے اور آپ کے درمیان طے ہو چکی ہیں انہیں پر از سر نو پھر بحث و مباحثہ کر کے وقت ضائع نہ کیجئے لیکن مولوی حشمت علی صاحب جو لاہور کی طرح شرائط و مبادی ہی میں مناظرہ کو ختم کر ادینا چاہتے تھے اس پر تیار نہ ہوئے اور پھر انہیں شرائط پر بحث شروع ہو گئی۔

پہلے اس پر گفتگو ہوئی کہ مدعی کون ہو۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مجھے کسی نئی دلیل کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ جن مضامین پر یہاں مناظرہ قرار پایا ہے (یعنی مباحثہ حسام اکھرین، ان میں میری مدعیانہ

حیثیت آپ لاہور میں تسلیم کر چکے ہیں مقام کے بدل جانے سے مناظرہ کا قانون نہیں بدلتا۔

مولوی حسنت علی صاحب نے فرمایا کہ از روئے اصول مناظرہ ان مباحث میں مدعی ہونے کا حق مجھ ہی کو ہے دیکھئے اصول مناظرہ کی مشہور کتاب "مناظرہ رشیدیہ" میں یہ عبارت ہے۔

المدعی من نصب نفسه لاثبات الحق مدعی وہ ہے جو اپنے نفس کو پیش کرے کسی حکم کے ثابت بال دلیل او التبیہ کرنے کے لئے دلیل سے یا تنبیہ سے۔

میں نے اپنے نفس کو آپ کے اکابر اربعہ پر کفر کا حکم ثابت کرنے کے لئے پیش کیا ہے لہذا مدعی میں ہی ہوں نہ کہ آپ۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ آپ کے اس مغالطہ کا ایک جواب تو یہ ہے کہ لاہور کے مناظرہ کے وقت بھی مناظرہ رشیدیہ کی یہ عبارت دنیا میں موجود تھی اور آپ کی اور آپ کے ان اساتذہ و اکابر کی دیکھی ہوئی بھی ہوگی جو وہاں موجود تھے پھر اس کی موجودگی میں وہاں کیوں آپ نے مجھ کو مدعی تسلیم کیا؟ کیا آپ یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں کہ اس وقت آپ نے اور آپ کے اساتذہ و اکابر بالخصوص مولوی حامد رضا خان صاحب و مولوی نعیم الدین صاحب نے اپنی ناواقفی اور کم علمی کی وجہ سے یہ اصول غلطی کی تھی؟ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ ہرگز اپنی اور اپنے بڑوں کی غلطی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ پس جب کہ وہاں آپ سب نے مجھ کو ان تمام مباحث میں مدعی تسلیم کیا اور یہ مدعی تسلیم کرنا غلط بھی نہ تھا تو کوئی وجہ نہیں کہ آج گیتا کے مناظرہ میں بھی میرا مدعی ہونا غلط اور خلاف اصول ہو۔

یہ جواب تو الزامی قسم کا تھا اب تحقیق بات سنئے۔

میں اس پلیٹ فائیم پر اس لئے آیا ہوں کہ آپ کے سامنے آپ کے پیر و مرشد مولوی احمد رضا خان صاحب کے تکفیری فتویٰ حسام الحرمین کا غلط باطل ہونا دلائل قاہرہ سے ثابت کروں اور بتلاؤں کہ جن بزرگان دین کو انہوں نے کسی خاص جذبہ کے تحت کافر و مرتد قرار دیا ہے درحقیقت وہ بچے مسلمان اور بچے مومن تھے۔ پس مناظرہ رشیدیہ کی اس عبارت کی رو سے بھی مجھے مدعی ہونے کا حق حاصل ہے۔

مولوی حسنت علی صاحب نے اس بحث میں لا جواب ہونے کے بعد فرمایا کہ آپ کی جماعت کی طرف سے مولوی سید ولایت حسین شاہ صاحب نے مجھ کو جو مناظرہ کا چیلنج بذریعہ اشتہار دیا ہے اس میں مجھ کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ

اب تک تو آپ نے علما کی تکفیر کی اب آپ کو اس دعوے کا ثبوت دینا ہوگا :-

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے مجھ کو تکفیر کے معاملہ میں مدعی تسلیم کر لیا ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اس وقت مناظرہ میرا اور آپ کا ہے اور ان چیزوں کا طے کرنا میرے اور آپ کے ہی اور چھوڑا گیا ہے پس اگر مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب مدظلہم یا کسی اور صاحب نے اس قسم کا کوئی لفظ لکھ دیا ہو تو اس کی ذمہ داری مجھ پر یا آپ پر عائد نہیں ہوتی۔

مولوی حسنت علی صاحب نے کہا کہ آپ مجھ کو اس کی تحریر دے دیجئے میں آپ کا مدعی ہونا تسلیم کر لوں گا۔
مولانا محمد منظور صاحب نے ذیل کے الفاظ لکھ دیئے۔

” باسمہ تعالیٰ - مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب گبادی کے اپنے اشتہار ”کھلی جھٹی“

میں مولوی حسنت علی صاحب کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ ”اب تک تو آپ نے سنا۔ کی تکفیر کی اب آپ کو اس دعوے کا ثبوت دینا ہے“ اس عبارت سے جو مولوی حسنت علی صاحب کا مدعی تسلیم کیا جانا مضموم ہوتا ہے میں اس کا ذمہ دار نہیں۔ کیونکہ کل کی نمائندہ کمیٹی نے اس کا فیصلہ میرے اور آپ کے اختیار پر چھوڑا ہے اور میرا مدعی ہونا آپ نے لاہور میں تسلیم بھی کر لیا ہے۔“

” محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ “

اس تحریر پر مولوی حسنت علی صاحب مولانا محمد منظور صاحب کو مدعی تسلیم کر لے پر مجبور ہو گئے اور الحمد للہ کہ یہ بحث ختم ہو گئی۔ اس کے بعد مباحث کی ترتیب پر بحث شروع ہوئی۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ یہاں حسام اکرمین کے مضامین پر بحث ہے اس میں ہمارے اکابر کے متعلق چار بحث ہیں۔ جس ترتیب سے وہ اس میں مذکور ہیں اسی ترتیب سے گفتگو ہوگی اس کے لئے کسی خاص دلیل کی ضرورت نہیں البتہ جو ترتیب کے خلاف چلنا چاہے اس کے ذمہ دلیل ہوگی۔ علاوہ ازیں یہ چیز بھی وہ ہے جو لاہور کے مناظرہ میں میرے اور آپ کے درمیان طے ہو چکی تھی۔

مولوی حسنت علی صاحب نے فرمایا کہ سب سے پہلے حسام اکرمین کے آخری بحث مولوی اشرف علی صاحب

تھانوی کی کتاب حفظ الایمان کی عبارت پر بحث ہونی چاہئے۔ کیونکہ حسام اکرمین میں آپ کے جن پیار بزرگوں کی تکفیر کی

گئی ہے ان میں سے ایک وہی اب زندہ ہیں دوسری باتوں پر بحث کرنے سے صاحب عبارت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور حفظ الایمان کی بحث سے ممکن ہے کہ صاحب کتاب کو کوئی فائدہ پہنچ جاوے اور (معاذ اللہ) کفر ثابت ہو جانے پر ان کو توبہ کی توفیق ہو جائے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ تھوڑی دیر کے لئے اس خلاف واقعہ بلکہ محال چیز کو اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی صرف حفظ الایمان کی عبارت کے فیصلہ سے یا اس سے رجوع کر لینے سے صاحب حفظ الایمان کا فرضی کفر دور نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ آپ کے نزدیک جس طرح وہ عبارت حفظ الایمان کے لکھنے کی وجہ سے (معاذ اللہ) کافر ہیں اسی طرح عبارات تحذیر الناس وبراہین قاطعہ وغیرہ کو صحیح سمجھنے کی وجہ سے بھی کافر ہیں۔

پس صرف حفظ الایمان کی عبارت کے فیصلے سے تا وقتیکہ دوسری تمام تنازعہ عبارت کا بھی فیصلہ نہ ہو کسی کے کفر و اسلام کا فیصلہ نہیں ہوتا لہذا آپ کی یہ دلیل بالکل ہی لغو ہے پس اس کے علاوہ کوئی اور دلیل ہو تو پیش فرمائیے۔

مولوی حسرت علی صاحب نے کہا اچھا لیجئے میں ایک اور دلیل پیش کرتا ہوں بات یہ ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت بہت صاف اور سلیس اردو میں ہے اور اس کو عوام الناس بہت آسانی سے سمجھ سکتے ہیں بخلاف تحذیر الناس کے کہ وہ بھی اگرچہ اردو میں ہے لیکن علی اصطلاحوں کے استعمال کی وجہ سے اس کا سمجھنا عوام کے لئے مشکل ہے اس لئے پہلے حفظ الایمان پر بحث ہو جانی چاہئے۔ کیونکہ اس کو تو لوگ سمجھ ہی لیں گے۔ تحذیر الناس کی عبارت کو نہ معلوم سمجھ سکیں یا نہ سمجھ سکیں۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مولانا ! یہ تو بعینہ میری دلیل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب حفظ الایمان کی عبارت آپ کے نزدیک بہت زیادہ سہل الفہم ہے تو اس پر مناظرہ کی بھی کچھ زیادہ ضرورت نہیں جو شخص اس کو سمجھنا چاہے گا وہ بغیر میری اور آپ کی امداد کے اپنے گھر میں بیٹھ کر خود مطالعہ کر لے گا یا کسی اردو دان سے سمجھ لے گا البتہ چونکہ تحذیر الناس کی عبارت بقول آپ کے بہت مشکل ہے اس لئے اس کے سمجھانے کے لئے میری اور آپ کی ضرورت ہے پس چاہیے کہ ہم اور آپ پہلے تحذیر الناس وغیرہ کی مشکل عبارت پر گفتگو کر لیں کیونکہ اس صورت میں اگر کسی وجہ سے خدا نخواستہ مناظرہ ناتمام ختم ہوا جیسا کہ آپ کے متعلق بارہا کا تجربہ ہے تو صرف آسان عبارتوں

کی بحث رہ جائے گی جس کو لوگ بطور خود سمجھتے رہیں گے اور اگر آپ کی تجویز پر عمل کیا گیا اور آسان عبارتوں پر مناظرہ ہو کر ختم ہو گیا تو مشکل عبارات حل ہونے سے رہ جائیں گی اور عام مسلمان بطور خود ان کو نہیں سمجھ سکیں گے۔

مولانا کی اس تقریر نے مولوی حسنت علی صاحب کو مجبور کر دیا اور طے ہو گیا کہ مباحث کی ترتیب وہی ہوگی جو حسام احرار میں ہے۔

اس کے بعد اس پر گفتگو شروع ہوئی کہ ہر بحث کے لئے کتنا وقت یا کس قدر تقریریں مقرر کی جائیں۔ مولوی حسنت علی صاحب کا اصرار تھا کہ اس کے لئے کسی خاص وقت یا تقریروں کی تعداد کی تحدید و تعیین نہ کی جائے۔ جب تک کہ ایک بحث پر گفتگو کرتے کرتے کوئی فریق عاجز نہ آجائے اس وقت تک اس بحث کو ختم نہ کیا جائے۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ آپ کسی ایسے مناظرہ کی نظیر پیش نہیں کر سکتے جس میں کسی فریق نے اپنی عاجزی کا اقرار کیا ہو۔ بالخصوص آپ کے متعلق مجھے جہاں تک تجربہ ہے میں دثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آپ معقول سے معقول دلائل کے سامنے بھی خاموش نہیں ہوا کرتے۔ پس اگر آپ کے فرمانے کے مطابق ہر بحث کے لئے لامحدود وقت دیا جائے گا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ کوئی ایک بحث قیامت کے سوا کچھ بھی ختم نہ ہوگی۔ اور آپ کا غشا بھی یہی ہے کہ مناظرہ کسی نتیجہ پر نہ پہنچے۔ علاوہ ازیں یہ کہ لاہور میں ان ہی مباحث کے متعلق یہ طے ہو چکا تھا کہ ہر موضوع پر تقریریں کی سات سات تقریریں ہوں گی۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ وہی تعداد یہاں بھی رہے۔

اس گفتگو کے بہت طوالت اختیار کی اور جب مولوی حسنت علی صاحب کے سامنے دلائل کا میدان تنگ ہو گیا تو آپ نے اپنے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

بھائیو! آپ دیکھ رہے ہیں میں مولوی منظور صاحب کی سب باتیں ماننا جا رہا ہوں، لیکن وہ میری یہ بات بھی نہیں مانتے تو کیا آپ کی رائے ہے کہ میں ان کی اس بات کو بھی مان لوں۔ ؟ ان کے مجمع سے آوازیں بلند ہوئیں نہیں نہیں !

اس کے بعد مولوی حسنت علی صاحب نے فرمایا کہ دیکھئے مولوی صاحب ! میں تو آپ کی یہ بات بھی ماننے کے لئے تیار ہوں مگر کیا کروں میرے یہ بھائی نہیں ملتے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ آج دلیل کی یہ ایک نئی قسم معلوم ہوئی کہ ”بھائی نہیں مانتے“ ابھی

تو شرائط کی گفتگو ہے اس کے بعد نشانہ اللہ تعالیٰ اصل بحث پر مناظرہ شروع ہونے والا ہے۔ میں لعون اللہ تعالیٰ دلائل پیش کروں گا اور آپ اپنے ان بھائیوں سے دریافت کریں گے کیوں بھائیوں میں منظور کی بات مان لوں؟ یہ آپ کی تکفیر کے مطابق فرمائیں گے نہیں نہیں! اور آپ پھر مجھ سے یہی فرمائیں گے کہ مولوی صاحب میں تو آپ کی بات ماننے کو تیار ہوں مگر کیا کروں یہ بھائی لوگ نہیں مانتے۔ درحقیقت آپ کی یہ نئی دلیل بالکل لاجواب ہے۔

اس پر ایک عام قفقہ لگا۔ اور مولوی حسنت علی صاحب کے بعض خاص طرف داروں نے کہا کہ مولوی صاحب اس کو بھی مان لیجئے۔

چنانچہ اس بھائی کی سفارش سے مولوی صاحب کی اس بھائیوں والی دلیل کا خاتمہ ہوا، اور مولوی حسنت علی صاحب نے اپنے بھائیوں سے مشورہ کرنے کے بعد کہا کہ اچھا ہر بحث کے لئے اکیس اکیس تقریریں رکھ لیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ یہ تعداد بہت زیادہ ہے اور اس حساب سے ایک بحث تقریباً ایک ہفتہ میں ختم ہو سکے گی حالانکہ میرے نزدیک ایک بحث کے لئے ایک دن بھی کافی ہے۔ لیکن مولوی حسنت علی صاحب کی ضد ختم نہ ہوئی اور بالآخر سیٹے ہو کر ہر بحث پر فریقین کی اکیس اکیس تقریریں ہوں۔

اس کے بعد یہ بحث شروع ہوئی کہ آخری تقریر ہر بحث میں کس کی ہوگی۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اصولاً آخری تقریر کا حق مدعی کو ملتا ہے اس لئے جب مدعی مجھ کو تسلیم کر لیا گیا تو آخری تقریر کا حق بھی مجھ ہی کو ملنا چاہئے لیکن مجھے یاد ہے اور آپ کو بھی یاد ہو گا کہ لاہور میں جب ہماری آپ کی اس بحث نے زیادہ طول پکڑا تھا اور آپ اس کے لئے کسی طرح راضی نہ ہوتے تھے تو ہم نے آپ کے صد صاحب کے اصرار پر بطور مفاہمت خلاف ضابطہ پہلی دو بحثوں میں آخری تقریر کا حق آپ کو دے دیا تھا اب بھی اگر آپ اس پر اصرار کریں تو میں اس قدر اشارے کے لئے تیار ہوں کہ پہلی دو بحثوں میں آخری تقریر آپ کی ہو۔ لیکن چونکہ یہ چیز خلاف ضابطہ ہوگی اس لئے میں آپ سے اس کے متعلق تحریر لوں گا کہ یہ چونکہ بطور مفاہمت طے ہوا ہے اس لئے کوئی شخص اس کو نظیر بنا کر ہمارے خلاف استعمال نہ کر سکے گا۔

مولوی حسنت علی صاحب نے فرمایا کہ یہ کوئی اصول نہیں ہے کہ آخری تقریر مدعی کی ہو آپ اس کو ہرگز ثابت نہیں کر سکتے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اس مدعا پر میں اپنے دلائل آپ کے سامنے لاہور میں پیش کر چکا ہوں۔ مجھے تعجب

ہے کہ ان دلائل کے سننے کے بعد آپ کیوں کہ اس دلیری سے یہ فرما رہے ہیں۔ کیا آپ میرے ان دلائل کو بھول گئے ہیں؟
سنئے میری پہلی دلیل یہ ہے کہ مناظرہ رشیدیہ میں جہاں مناظرہ کی ترتیب طبع لکھی ہے اور اس کا نقشہ پیش کر بتلایا ہے وہاں
مدعی ہی کی تقریر پر کلام کو ختم کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ آخری تقریر کا حق مدعی کو موتا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ فن مناظرہ کی اصطلاح میں مدعا علیہ کو سائل اور مدعی کو مجیب قرار دیا گیا ہے جیسا کہ مناظرہ
رشیدیہ کے ابتدائی صفحات میں اس کی تصریح موجود ہے اور یہ چیز بدیہی ہے کہ سائل کی ہر تقریر کے بعد مجیب کو جوابی تقریر
کا حق ہوگا اس لحاظ سے بھی آخری تقریر کا حق مدعی ہی کو ملنا چاہئے۔

مولوی حسرت علی صاحب نے فرمایا کہ مناظرہ رشیدیہ یہ موجود ہے اس میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ مدعی کی تقریر آخری
ہوتی ہے آپ صاف لفظوں میں یہ لکھا ہوا دکھا دیجئے میں مان لوں گا۔

اس پر رضا خانیوں کے صدر مولوی عبدالولی صاحب کھڑے ہوئے اور آپ نے ایک خاص انداز سے فرمایا کہ

”میں بحیثیت عالم ہونے کے عرض کرتا ہوں کہ مولانا حسرت علی صاحب بالکل ٹھیک فرما رہے ہیں

فی الحقیقت مناظرہ رشیدیہ میں کہیں لکھا ہوا نہیں کہ مدعی کی تقریر آخری ہوتی ہے اور اگر مولوی منظور

صاحب اس کو ثابت کر دیں تو میں ابھی دستس ردیہ انعام دوں گا“

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ بسم اللہ ابھی کسی کو حکم بنائیے میں اسی مناظرہ رشیدیہ سے ثابت کروں

گا کہ آخری تقریر کا حق مدعی کا ہے اور جو دو حوالے رشیدیہ کے میں پیش کر چکا ہوں ان ہی سے ثابت کر کے دکھلاؤں گا

اور اگر اس وقت آپ کسی غیر جانبدار شخص کو حکم تسلیم کرنے کے لئے تیار رہوں تو آئندہ دوران مناظرہ میں ہرگز ایسی

جسارت نہ کریں۔

معاف کیجئے! میرا تخلص مولوی حسرت علی صاحب سے ہے آپ کے متعلق مجھ کو معلوم ہے کہ آپ مناظرہ رشیدیہ

کی عبارت بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے اس کا سمجھنا تو بعد کی چیز ہے اور اگر میں بھی اپنا پہلو کمر محسوس کرتا اور خارجی تائید

کی مجھ کو بھی ضرورت ہوتی تو ان علماء کرام سے اپنی تائید کرا سکتا تھا اور کرا سکتا ہوں جو مجدد اللہ اصحاب درس ہیں

اور جنہوں نے بدامناظرہ رشیدیہ پڑھایا ہے لیکن مجھے اس کی ضرورت نہیں میں جو کچھ کہہ رہا ہوں دلائل کی روشنی

میں کہہ رہا ہوں۔

اس کے جواب میں مولوی عبدالولی صاحب نے حضرت حکیم الامت مٹھانوی مدظلہم کا نام نامی نہایت گستاخی کے ساتھ دیتے ہوئے کہا کہ میں نے ان کو مباہلہ کا چیلنج دیا تھا وہ بھاگ گئے اور میرے خط کا جواب بھی نہ دیا پھر آپ کو ہم سے مخاطب کا کوئی حق نہیں ہے آپ کے مقابل مولوی حسنت علی صاحب ہیں آپ ان سے بات کیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ میں آپ کو قابل خطاب نہیں سمجھتا بے شک میرے مخاطب مولوی حسنت علی صاحب ہیں کیوں کہ وہ مولوی حامد رضا خان صاحب کے وکیل ہیں۔ آپ کی پوزیشن کا حال یہ ہے کہ میں دثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مولوی حسنت علی صاحب بھی آپ کو اپنا وکیل یا نمائندہ بنانے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ رہا آپ کا یہ کہنا کہ میں نے حضرت حکیم الامت کو مباہلہ کے متعلق خط لکھا تھا اور جواب نہیں آیا بہت ممکن ہے کہ یہ صحیح ہو۔ حضرت ممدوح نے تو کبھی آپ کے مجددت کو بھی منہ نہیں لگایا آپ کس شمار قطار میں ہیں۔ اور اگر فی الحقیقت آپ کو مباہلہ کی آزد ہے اور آپ اس کے ذریعہ سے حق و ناحق کا طور چاہتے ہیں تو بسم اللہ ہمیں میرا ہمیں چوگھاں۔ کرسی سے اترے یہ میدان ہے میں بھی حاضر ہوں اسی وقت گیا ہی میں مباہلہ بھی ہوا جاتا ہے اور انشاء اللہ دیکھنے والے اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ حق کے سامنے باطل کس طرح ذلیل و خوار ہوتا ہے۔

مولانا کی اس حقانی جرأت کو دیکھ کر اہل باطل پر ایک خاص رعب چھا گیا اور مولوی عبدالولی صاحب نے نہایت مرحوب آواز میں کہا کہ۔

” میری دعوت مباہلہ تو صرف مولوی مٹھانوی صاحب کے لئے تھی “

اس کے بعد مولوی حسنت علی صاحب ثالث بن کر کھڑے ہوئے اور آپ نے پہلے اپنے صدر صاحب کو خاموش کیا اور اس کے بعد مولانا محمد منظور صاحب سے کہا کہ اس بے کلام گفتگو کو ختم کیجئے اور اصل بات طے کیجئے۔ مناظرہ رشید میں اگر کہیں صاف لفظوں میں یہ لکھا ہو کہ آخری تقریر مدعی کی ہوتی ہے تو مجھ کو دکھلا دیجئے میں مان لوں گا۔ لیکن میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اس میں کہیں بھی یہ لکھا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ اس میں صاف الفاظ میں موجود ہے کہ جب گفتگو ایسے مقدمات پر پہنچ جائے جو یقینی ہوں یا ظنی ہوں مگر فرقی مقابل کو تسلیم ہوں تو بحث ختم ہو جاتی ہے۔ تو اگر آپ نے ایسے مقدمات پیش کر دیئے تو بحث آپ کی تقریر پر ختم ہو جائے گی اور اگر میں نے ایسے مقدمات پیش کر

دینے تو بحث میری تقریر پر ختم ہو جائے گی اس میں مدعی یا مدعا علیہ کی کوئی تخصیص نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مجھے تعجب ہے کہ میں آپ کے اس مغالطہ کا جواب لاہور میں دے چکا تھا اور آج پھر آپ اسی کو میرے سامنے پیش فرما رہے ہیں۔ درحقیقت مناظرہ رشیدیہ کی جس عبارت کو آپ پیش کر رہے ہیں وہ میری دلیل ہے۔ آپ نے یہ تو غور کیا ہوتا کہ مقدمات کس کو کہتے ہیں اور وہ کس کی طرف سے پیش ہو سکتے ہیں اسی رشیدیہ میں مذکور ہے کہ مقدمات اجزاء دلیل کو کہتے ہیں اور دلیل پیش کرنا مدعی کا کام ہے نہ کہ مدعا علیہ کا۔ پس مقدمات یعنی یا ظنی مدعی ہی کی طرف پیش ہو سکتے ہیں اور اسی پر بحث ختم ہو جائے گی بہر حال آپ کی پیش کردہ اس عبارت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آخری تقریر مدعی کی ہوتی ہے۔ رہا آپ کا یہ مطالبہ کہ میں صاف لفظوں میں لکھا ہوا دکھلا دوں کہ مدعی کی تقریر آخری ہوا کرتی ہے یہ آپ کے لئے کچھ ریبا نہیں ہے اس قسم کی باتیں تو کوئی معمولی طالب علم بھی نہیں کرے گا۔

کیا آپ کسی دینی کتاب میں صاف الفاظ میں یہ دکھلا سکتے ہیں کہ تحذیر الناس، براہین قاطعہ، اور حفظ الامان کے مصنفین معاذ اللہ کافر ہیں۔

میں مناظرہ رشیدیہ سے تو اپنے مدعا کو ثابت کر چکا اگر آپ کے نزدیک اس ثبوت میں کوئی کمزوری ہے تو پیش کیجئے اور اگر آپ ان عبارات کو نہ سمجھ سکتے ہوں تو پھر یہاں قانون پیشہ حضرات (دکلاء و بیرسٹران) بھی موجود ہیں ان سے دریافت کر لیجئے وہ بھی آپ کو یہ بتلا سکتے ہیں کہ مقدمات میں آخری بحث کے وقت ہر تقریر کا حق مدعی کے وکیل کو دیا جاتا ہے۔

اور اگر آپ اس کو بھی نہ مانیں تو لیجئے میں خود آپ کی تحریر پیش کرتا ہوں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ اب سے پانچ چھ برس پہلے ۱۳۴۹ء و ۱۳۵۰ء میں رنگون کے مناظرہ کے متعلق میری اور آپ کی ایک طویل خط و کتابت ہوئی تھی جو کئی مہینہ جاری رہی تھی۔ اس سلسلہ میں جو آخری خط آپ نے ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۵۰ء کو مجھے تحریر فرمایا تھا اس کا دسواں نمبر یہ ہے۔

» منہ عدل و انصاف کا مقتضی یہی ہے کہ مجیب کی پچھلی تقریر سب سے آخر میں ہو، تاکہ سائل نے اپنی آخری تقریر میں مجیب پر جو کچھ اعتراض کیا ہے مجیب اس جواب دے سکے ورنہ سائل کو

موقع دینا کہ جو کچھ چاہتے آخری تقریر میں بک دے اور مجیب کو اس پر کچھ بولنے کا حق نہ دینا سراسر ظلم ہے اور عقلاً و قانوناً بھی جواب کا مرتبہ سوال سے متاخر ہے اس لئے مجیب کی تقریر کا آخر میں ہونا ضرور ہے انتہی ۔

آپ نے اس تحریر میں اصول عقل اور قانون کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ مجیب کی تقریر آخری ہونی چاہئے اور مناظرہ رشیدیہ کے ابتدائی صفحات میں یہ تصریح ہے کہ سائل مدعا علیہ ہوتا ہے اور مدعی کی حیثیت مجیب کی ہوتی ہے پس جب آپ نے مجھ کو مدعی تسلیم کر لیا تو میں مجیب بھی ہو گیا اور آپ کی ان زبردست تصریحات کی رو سے آخری تقریر کا حق میرا ہوا۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے آپ کے اس نزاع کا فیصلہ خود آپ کی تحریر نے کر دیا ۔

مدعی لاکھ پہنچا رہی ہے گواہی تیری

مولوی حسنت علی صاحب نے اپنی وہ تحریر دیکھنے کے لئے منگوائی جو ان کو بھیج دی گئی۔ اس کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ ”بے شک یہ میری تحریر ہے لیکن میری تحریر کوئی اصول مناظرہ کی کتاب یا قرآن و حدیث ٹھوڑا ہی ہے جس کا ماننا ضروری ہو ۔“

ان کے اس عجیب و غریب جواب پر ایک عام قلمبند بھی لگا۔ بالآخر خود ان کی جماعت کے بعض لوگوں نے اسے کہا کہ اب آپ اس بارہ میں بھی انکار نہ فرمائیے۔ چنانچہ گھنٹوں کی تفسیع اوقات کے بعد مولوی حسنت علی صاحب نے اس کو تسلیم کیا اور قرار داد ان الفاظ میں قلم بند کی گئی۔

” بطور مفاہمت کے یہ طے ہوا کہ پہلی دو بحثوں میں آخری تقریر کا حق مولوی حسنت علی صاحب

کو دیا جائے اور آخری دو بحثوں میں مولوی محمد منظور صاحب ہی کو آخری تقریر کا حق ہو گا اور چونکہ

یہ بطور مفاہمت طے ہوا ہے اس لئے دوسروں کے لئے یہ نظیر نہیں بن سکتا ۔“

اور اس تحریر مولوی حسنت علی صاحب کے دستخط لے لئے گئے۔

اس کے بعد خدا خدا کر کے مناظرہ کی کارروائی شروع ہوئی۔

مولانا محمد منظور صاحب نے حسام الحقین کی پہلی بحث متعلق تنذیر الناس پر اپنا بیان دعوئے لکھ کر پیش کیا اور

پڑھ کر سنایا۔

ہم مولانا کے اس بیان کے درج کرنے سے پہلے حسام اکھر میں کا وہ حصہ بیان نقل کر دینا مناسب سمجھتے ہیں جس میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب حسام اکھر میں ص ۱۰ پر لکھتے ہیں۔

قاسم النافوتوی صاحب تحذیر الناس و
هو القائل فيه لو فرض في زمانه صلى الله تعالى عليه
وسلم بل لو حدث بعده صلى الله عليه وسلم بنو جديد لم يخل
ذلك بخاتمته وانما يتخيل العوام انه صلى
الله تعالى عليه وسلم خاتم النبيين
بمعنى آخر النبيين مع انه لا فضل في اصلا
عند اهل الفهم الى اخر ما ذكر من
المذانيات وقد قال في التتمه والاشباه
وغيرهما اذا لم يعرف ان محمدا
صلى الله تعالى عليه وسلم آخر الانبياء
فليس بمسلم لانه من الضروريات انه
والثانوتوی هذا هو الذي وصف محمد علي
الصانقوری ناظم السند و به حکیم الامت المحمديه
فسبحان مقلب القلوب والابصار والاحول
ولا قوة الا بالله الواحد القهار والعزیز
الغفار۔

قاسم نانوتوی..... جس کی تحذیر الناس ہے اور اس نے
اپنے اس رسالہ میں لکھا ہے۔ بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ
میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا
بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبویؐ
بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدیؐ میں کچھ فرق نہ
آئے گا عوام کے خیال میں تو رسول اللہؐ کا خاتم ہونا بایں
معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن
ہے کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں ہے
حالانکہ فتاویٰ تتمہ اور الاشباہ والنظائر وغیرہما میں
تصریح فرمائی کہ اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے
پچھلا نبی نہ جانے تو مسلمان نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کا آخر الانبیاء ہونا سب انبیاء سے زمانہ میں
پچھلا ہونا ضروریات دین سے ہے۔ اور یہ وہی نانوتوی
ہے جسے محمد علی کانپوری ناظم ندوۃ العلماء است محمدیہ کا لقب
دیا۔ پاکی ہے اسے جو دلوں اور آنکھوں کو پلٹ دیتا ہے
ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔

فہولاء المردة المريدة الخناس مع
اشتراکہم فی الداہیۃ العکبریٰ مفترقون
فیما بینہم علی أراء یوحی بہا الیہم
الشیطن غرورا ۔

تو یہ سرکش شیطان کے چیلے ہائیکہ اس مصیبت عظیم میں سب
شریک ہیں آپس میں مختلف راہوں میں بھٹوتے ہوئے
ہیں جو شیطان فریب کی راہ سے ان کے دلوں میں ڈال
دیتا ہے ۔

حسام الحق بن صلا

ترجمہ حسام الحق بن صلا

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا سید
محمد علی صاحب مونگیری رحمۃ اللہ علیہ (سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ) کے متوسلین مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی
کی اس عبارت کو خاص طور پر ملاحظہ فرمادیں ۔ خان صاحب موصوف کے نزدیک حضرت مولانا مونگیری رحمۃ اللہ علیہ
بھی صرف مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حکیم امت محمدیہ کہنے کے جرم میں کافر، مرتد، اور شیطان
کے چیلے ہیں ۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

تڑپے ہے مرغ قبلہ نہا آشیائے میں

بہر حال یہ ہے خان صاحب کا وہ فتوے جس پر مناظرہ شروع ہوا۔ اب ہم اپنے ناظرین کے سامنے مناظرہ
کی کارروائی پیش کرتے ہیں۔ واللہ الموفق۔

خادم العلماء خاکسار محمد عبد القدوس بہاری خفلا

نزہیل "گیا"۔ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ

مولوی احمد رضا خاں صاحب کے مذکورہ صمدی فتویٰ کفر کے خلاف

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان بریلی کا

زبردست بیان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على النبي الامي الذي لا نبي بعده وعلى آله واصحابه الذين هم للامة بياضة وقادة القمم
ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه والباطل باطلا وارزقنا اجتنابه
اما بعد :-

حاضرین کرام ! بالخصوص فاضل مخاطب مولوی شمس علی صاحب حق تعالیٰ ہم سب کو نیک توفیق دے۔
اس وقت حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نالوتوی نور اللہ مرقدہ کے متعلق بحث ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ حضرت مرحوم
بھگت اللہ مسلمان اور مومن کامل تھے۔ کسی شخص کے مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ تمام ضروریات دین پر اس کا ایمان ہو۔
حضرت محدود نہ صرف تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتے تھے بلکہ آپ نے اپنی پیش ہاتھ تصانیف مثلاً تقریر دلپذیر،
حجۃ الاسلام، انتصار الاسلام، قبلہ نما، ومباحثہ شاہجہانپور وغیرہ میں براہین قاہرہ اور دلائل واضح سے تمام
ضروریات دین مثلاً توحید، رسالت، ختم نبوت، قیامت، عیش و عشر، جنت و دوزخ وغیرہ کا ایسا ناقابل انکار
ثبوت پیش کیا ہے جو مناظرین اسلام اور خدام ملت کے لئے آج تک چراغ راہ ہے۔
ایسی حالت میں ان کو کافر کہنا دین والی صاف پر سخت ظلم اور حسب تصریح نصوص شرعیہ معصیت اور گناہ کبیرہ ہے حضور

خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ایسا رجل قال لاخیه کافر فقد باء مبہ
احدهما۔

اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے ومن رمی مومنا بکفر فهو کفیلہ (بخاری شریف)
صحیحین میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا جو واقعہ مذکور ہے وہ بھی ہمارے لئے اس معاملہ میں بہترین سبب ہے ان احادیث
کو میرے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر قرار دینا کتنا سنگین جرم ہے اسی وجہ سے فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس
معاملہ میں انتہائی احتیاطوں سے کام لیا ہے۔ چنانچہ شرح فقہ اکبر میں ہے۔

لے جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو وہ کفران میں سے ایک پر ضرور لگا، یعنی جبکہ وہ شخص فی الحقیقت کافر نہ ہو تو یہ کفر اس کا کرنے والے پر لگے گا۔
نہ یعنی کسی مسلمان کو کفر کی نسبت لگانا اس کے قتل کرنے کے برابر ہے (معاذ اللہ)

سے پورا واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک جنگ میں شریک ہوئے انہوں نے کافروں میں سے
ایک شخص کو دیکھا کہ وہ جس مسلمان کی طرف چلتا ہے اسی پر ہاتھ صاف کر دیتا ہے یہ اس کی گھات میں لگ گئے اور موقع پا کر اس پر تلوار اٹھائی،
عین اس وقت اس نے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ پڑھا لیکن حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ نہ روکا اور اس کو قتل کر دیا۔ جب
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ پہنچا تو آپ نے اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم نے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد اس کو کیوں قتل کر دیا ؟
عرض کیا کہ حضور ! وہ مسلمانوں میں سے فلاں فلاں کو شہید کر چکا تھا۔ اور جب میں نے اس پر حملہ کیا اور اس نے تلوار کو اپنے سر پر دیکھا تو اس نے
لا الہ الا اللہ پڑھا تو اس کا یہ لا الہ الا اللہ پڑھنا دل سے نہ بٹھا بلکہ صرف میری تلوار کے ڈر سے اس نے ایسا کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا
تم نے اس کا دل پھیر کر نہیں دیکھ لیا کہ اس نے دل سے کہا یا خوف سے۔ نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ بتلاؤ قیامت کے دن جب اس کی طرف سے اس
کا کلمہ توحید مدعی بن کر آئے گا تو تم کیا کرو گے ؟ اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور میرے لئے استغفار کیجئے۔ اس کے جواب میں بھی بار بار آپ نے
یہی ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کے دن اس کا کلمہ توحید مدعی بن کر آئے گا تو تم کیا کرو گے ؟ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں کہ جب بار بار آپ نے
یہی ارشاد فرمایا تو میں نے تمنا کی کہ کاش میں آج کے دن مسلمان ہوا ہوتا کہ میرا جیہ اسلام اس گناہ کو بھی مٹا دیتا۔

کیا مسلمانوں کے ایمان و اسلام پر بے احتیاطی سے حملہ کرنے والے اس عبرت آموز واقعہ سے کوئی سبق نہیں لے سکے ؟

قد ذکرُوا ان المسئلة المتعلقة بالكفر اذا كان لها تسع وتسعون
احتمالاً لكفر واحتمال واحد في نفسه فلا يلحق للمفتي والقاضي ان
يعمل بالاحتمال الناف لان الخطاء في ابقاء الف كافرين من الخطاء
في ابقاء مسلم واحد۔ (شرح فقہ الکبر مجیدی کاشپور ص ۱۹)

اور فقہ حنفی کی مستند معتبر کتابوں مثلاً بحر الرائق و تنویر الابصار وغیرہ میں مذکور ہے

والذی تحرر انه لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محل حسن۔

یہ اور اس قسم کی اور بھی عبارات خود آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنی کتاب تہید ایمان میں ذکر کی ہیں۔
مگر افسوس ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور فقہاء کرام کی ان تصریحات سے بے پروا ہو کر آپ
اور آپ کے پیرو مشر مولوی احمد رضا خان صاحب نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بالکل بے وجہ اور
محض کسی ناجائز جذبہ کے تحت کافر کیا اس کے لئے بعض ایسی ایسی افسوسناک کارروائیاں کیں جن کی توقع کسی معمولی درجہ کے انسان
سے بھی نہیں کی جاسکتی۔

چنانچہ ایک افسوسناک کارروائی تو انہوں نے یہ کی کہ مولانا مرحوم کے مختلف جگہ کے تین متفرق فقروں کو جوڑ کر ایک مسلسل
عبارت بنائی اور ان کی ترتیب میں بھی الٹ پھیر کر دیا اور کوئی ایسی علامت بھی زد ہی جس سے ناظرین سمجھ سکتے کہ یہ مختلف جگہ کی
عبارتیں ہیں، بلکہ ان کو جوڑ کر بالکل ایک عبارت کر دیا۔ پھر غضب یہ کیا کہ ہر فقرہ کے اول یا آخر کا وہ حصہ نقل کرنے سے
چھوڑ دیا جس سے اس کا اصل مطلب واضح ہو جاتا حالانکہ اس قسم کی ناجائز قطع و برید سے تو ہر کلام کو کفر بنا یا جاسکتا ہے۔

۴۹
لے علماء مذہب نے ذکر کیا ہے کہ جو مسئلہ کفر سے متعلق ہو جبکہ اس میں نہ تو اسے احتمال کفر کے ہوں اور صرف ایک احتمال اس کی نفی کا ہو
تو مفتی اور قاضی کو چاہئے کہ اسی نفی والے احتمال پر عمل کرے کیوں کہ بزرگافروں کو باقی رکھنے میں خطا ہو جانا ایک مسلمان کے فنا کرنے میں سے
خطا ہو جانے سے کم خطرناک ہے۔ ۱۲

۱۳
عمہ اور جو کچھ منہج ہوا ہے وہ یہ ہے کہ کسی ایسے مسلمان کے کفر یا فتویٰ نہیں دیا جائیگا جس کے کلام کو کسی اچھے محل پر محمول کرنا ممکن ہو۔ ۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

بہر حال چونکہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے عبادات تحذیرات میں ناجائز قطع و برید کر کے اسی سے منہم
نبوت کا انکار نکالا ہے اور پھر اسی بنیاد پر کفر کا حکم لگایا ہے اس لئے ان کا وہ فتوے ہرگز قابل اعتبار نہیں۔

اس کے بعد میں مناسب سمجھتا ہوں کہ رفع غلبان کے لئے ان تینوں فقروں کا صحیح مطلب بھی عرض کر دوں جن کو تو
جوڑ کر فاضل بریلوی نے ایک کفریہ مضمون بنایا ہے لیکن اس کے لئے ضرورت ہے کہ پہلے اختصار کے ساتھ لفظ خاتم النبیین
کی تفسیر کے متعلق مولانا نانوتوی مرحوم کا مسلک واضح کر دیا جائے۔ پہلے بطور تمہید میں یہ بتلادینا چاہتا ہوں کہ رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نفس الامر میں دو قسم کی خاتمت ثابت ہے۔ ۱۔

ایک زمانی جس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں۔ دوسرے خاتمت ذاتی جس کا مطلب یہ
ہے کہ آپ وصف نبوت کے ساتھ بالذات موصوف ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور سراپا نور کے واسطے
کے ساتھ باذن اللہ تعالیٰ بلا کسی دوسرے واسطے کے موصوف ہے اور دوسرے ستارے اس کے واسطے سے روشن ہیں ایسے
ہی حتیٰ تھلے نے حضور کو براہ راست نبوت عطا فرمائی اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور سراپا نور کے واسطے
سے۔ اور اسی کا نام ہماری اصطلاح میں خاتمت ذاتیہ ہے۔ بہر حال مولانا نانوتوی مرحوم کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن عزیز
میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے اس سے آپ کے لئے دونوں قسم کی خاتمت ثابت ہوتی ہے
ذاتی بھی اور زمانی بھی۔ اور عوام اس سے محض ایک قسم کی خاتمت مراد لیتے ہیں یعنی صرف زمانی۔

پس تفسیر خاتم النبیین کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کا خلاصہ صرف اسی قدر
ہے جس کا حاصل بس یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم زمانی بھی ہیں اور خاتم ذاتی بھی اور یہ دونوں قسم کی خاتمت
آپ کے لئے قرآن کریم کے اسی لفظ خاتم النبیین سے نکلتی ہے۔ اس کے بعد ہم ان تینوں فقروں کا صحیح مطلب عرض کرتے
ہیں جن کو جوڑ کر فاضل بریلوی نے ایک کفریہ مضمون بنالیا ہے ان میں سے پہلا فقرہ صفحہ ۱۴۲ کا ہے اور یہاں حضرت
مرحوم اپنی مذکورہ بالا تحقیق کے موافق خاتمت ذاتی کا بیان فرما رہے ہیں۔ اس موقع پر ”تحذیر الناس“ کی پوری عبارت
اس طرح ہے۔

۱۔ غرض اختتام اگر باین معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ
ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالعرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم

ہونا بدستور باقی رہتا ہے ۵

مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس عبارت کا خط کشیدہ حصہ جس سے ہر شخص یہ سمجھ لیتا ہے کہ مولانا کی یہ عبارت خاتمیت ذاتی کے متعلق ہے نہ زمانی کے متعلق ۶ حذف کر کے ایک نامقام ٹکڑا نقل کر دیا اور پھر غضب یہ کیا کہ اس کو صفحہ اٹھائیس کے ایک فقرہ کے ساتھ اس طرح جوڑا کہ صفحہ کے نمبر کا تو ذکر ہی کیا ہے ۷ میان میں ختم فقرہ کا نشان (ڈبل) بھی نہیں دیا پھر اس فقرہ کی نقل میں بھی صریح خیانت کی اس موقع پر پوری عبارت اس طرح ہے۔

” ہاں اگر خاتمیت بمعنی انصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا کہ اس مہجدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصودہ باخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت ٹھکڑی میں کچھ فرق نہ آئے گا ۸

اس عبارت میں بھی خان صاحب نے یہ کارروائی کی کہ اس کا ابتدائی حصہ جس سے ناظرین کو صاف معلوم ہو سکتا تھا کہ یہاں صرف خاتمیت ذاتی کا ذکر ہے نہ زمانی کا۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کے متعلق بھی مصنف تحذیر الناس کا عقیدہ اس سے معلوم ہو جاتا اس اہم حصہ کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے یک قلم حذف کر کے صرف آخری خط کشیدہ فقرہ کو نقل کر دیا۔ اور دوسری افسوستان کا زمانہ انبیاء کی کہ اس نامقام فقرے کو بھی صفحہ ۸ کے ایک نامقام فقرے سے اس طرح جوڑ دیا کہ وہاں بھی درمیان میں ڈبلش تک نہیں دیا۔

بہر حال صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۸ کے ان دونوں فقروں میں حضرت مرحوم صرف خاتمیت ذاتی کے متعلق فرما رہے ہیں کہ یہ ایسی خاتمیت ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد اور کوئی نبی ہو تب بھی آپ کی اس خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

یہی خاتمیت زمانی، اس کا یہاں کوئی ذکر نہیں اور نہ کوئی ذمی ہوش یہ کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی میں کوئی فرق نہیں آتا۔

۹ حاشیہ بر صفحہ آئندہ۔

یہاں تک تحذیر الناس کے صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۱۵ کے فقرہ کا صحیح مطلب عرض کیا گیا ہے۔ رہا تیسرا فقرہ جس کو خان صاحب نے سب سے اخیر میں نقل کیا ہے وہ تحذیر الناس کے تیسرے صفحہ کا ہے اور یوں سمجھنا چاہئے کہ گویا تحذیر الناس دیں سے شروع ہوتی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

» بعد حمد و صلوة کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں «

اس عبارت میں دو چیزیں قابل لحاظ ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں مولانا مرحوم مسئلہ ختم نبوت پر کلام نہیں فرماتے بلکہ لفظ خاتم کے معنی پر کلام فرماتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ خاتم سے ختم زمانی مراد لینے کو مولانا نے عوام کا خیال نہیں بتلایا بلکہ ختم زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے۔

اس کے بعد میں آپ کو یہ بھی بتلادینا چاہتا ہوں کہ اسی تحذیر الناس میں جابجا مولانا مرحوم نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی آخر الزمان ہونے کی بار بار تصریح فرمائی ہے اور اس کے منکر کو صریح لفظوں میں کافر لکھا ہے چنانچہ اس کے تیسرے ہی صفحہ پر اس فقرہ کے بعد جس کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے سب سے اخیر میں نقل کیا ہے، مولانا مرحوم ارقام فرماتے ہیں۔

» بلکہ بنائے خاتمت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور (یعنی سد باب مدعیان نبوت) خود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے «

نیز اسی » تحذیر الناس « کے صفحہ ۱۰ پر مولانا مرحوم اپنے مدعا کی توفیق سے فارغ ہو کر اوستام فرماتے ہیں۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) اے بہر حال مولانا کا کلام یہاں خاتمت فاتی میں ہے۔ اور اگر کوئی شخص ایسا کہے کہ آپ کے بعد اور نبی آ سکتے ہیں تو مولانا محمد قاسم کے نزدیک بھی وہ کافر ہی ہوگا جیسا کہ ان کی مسئلہ کی اس عبارت سے واضح ہے جو آئندہ آتی ہے۔

”سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے در تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالة التزامی ضرور ثابت ہے اور تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلہ ہارون من موسی الا انه لا نبی بعدی او کما قال جو لفظ ہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی ہے کیوں کہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے پھر اس پر اجماع مجہد منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات قرآن و ترغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا ان کا منکر کا فر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کا فر ہوگا“

اس عبارت میں مولانا مرحوم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کی پانچ زبردست دلیلیں ذکر

فرمائی ہیں

- ۱۔ یہ کہ حضور اقدس کے لئے خاتمیت زمانی نص خاتم النبیین سے بدالالت مطابقی ثابت ہو اس طور پر کہ خاتم کو ذاتی و زمانی سے مطلق مانا جائے۔
- ۲۔ یہ کہ بطور عموم مجاز لفظ خاتم کی دلالت دونوں قسم کی خاتمیت پر مطابقی ہو۔
- ۳۔ یہ کہ دونوں میں سے ایک پر مطابقی ہو اور دوسرے پر التزامی۔ اور ان تینوں صورتوں میں خاتمیت زمانی نص قرآن سے ثابت ہوگی۔
- ۴۔ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت احادیث متواترۃ المعنی سے ثابت ہے۔
- ۵۔ یہ کہ اجماع امت سے ثابت ہے۔

ان پانچ طریقوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی ثابت کرنے کے بعد مولانا مرحوم نے یہ بھی تصریح فرمادی کہ خاتمیت زمانی کا منکر ایسا ہی کا فر ہے جیسا کہ دوسری ضروریات و قطعیات دینی کا۔

تخذیر الناس کی ان زبردست اور واضح تصریحات کے بعد یہ کہنا کہ اس میں ختم نبوت زمانی کا انکار کیا گیا ہے انصاف اور دین پر سخت ظلم ہے۔ پھر اس قسم کی تصریحات تذخیر الناس میں ایک یا دو جگہ نہیں بلکہ مشکل سے اس کا کوئی صفحہ اس کے ذکر سے خالی ہوگا۔ اس وقت میں تذخیر الناس کی صرف ایک عبارت اور پیش کرتا ہوں جس میں مولانا نازکی

مرحوم نے ایک نہایت ہی عجیب و غریب فلسفیانہ انداز میں ختم نبوت زمانی کو بیان فرمایا ہے۔ تحذیر الناس کے صفحہ ۲۱ پر ہے۔

» در صورتیکہ زمانہ کو حرکت کہا جائے تو اس کے لئے کوئی مقصود بھی ہوگا جس کے لئے یہ حرکت غرضی ہو جائے سو حرکت سلسلہ نبوت کے لئے نقطہ ذات محمدی غرضی ہے اور یہ نقطہ اس ساق زمانی اور ساق مکانی کے لئے ایسا ہے جیسے نقطہ راس زاویہ تاکہ اشارہ شناسان حقیقت کو یہ معلوم ہو کہ آپ کی نبوت کون و مکان زمین و زمان کو شامل ہے «

پھر اس کے چند سطر بعد اسی صفحہ پر فرماتے ہیں کہ۔

» منجملہ حرکات حرکت سلسلہ نبوت بھی غرضی سو بہ حصول مقصود اعظم ذات محمدی صلعم وہ حرکت مہمل بسکون ہوئی البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں اور زمانہ آخر میں آپ کے ظہور کی ایک یہ بھی چیز ہے «

(تحذیر الناس ص ۲۱)

ختم نبوت زمانی کے متعلق یہ تینوں عبارتیں خود تحذیر الناس کی ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ تحذیر الناس میں ختم نبوت کا انکار کیا گیا ہے سخت ترین ظلم ہے۔ وسیعہ الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

احمد شہ کریم کی اتنی تقریر سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر انکار ختم نبوت کا الزام محض بے بنیاد ہے۔ پس ان پر کفر کا جو فتویٰ دیا گیا تھا وہ کافور ہوا، اسلام غالب آیا اور کفر مغلوب ہوا۔

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا۔ واللہ بعدی من یشاء لی صراط مستقیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

دستخط : محمد منظور نعمانی حفظہ اللہ عنہ

حضرت مولانا نے اپنا یہ تحریری بیان پڑھ کر سنایا اور اس کی ایک نقل دستخط فرما کر مولوی حسرت علی صاحب کے حوالہ دہی وقت کی تنگی کی وجہ سے مولانا اپنے اس بیان تحریری کی توضیح میں مستقل طور پر کوئی ميسوط تقریر نہ فرما سکے بلکہ اس بیان کو سناتے ہوئے ضمنی طور پر اس کے اہم اجزاء کی شرح فرماتے گئے بالخصوص تحذیر الناس کی جو عبارات اس بیان میں

آگئی ہیں ان کی وضاحت کی طرف آپ نے خاص توجہ فرمائی اور بحث کے اس پہلو پر آپ نے بہت کافی روشنی ڈالی کہ تحذیر الناس کی مختلف عبارات میں تحریف کر کے مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو ایک مسلسل عبارت بنا کر تحذیر الناس کے حوالے سے لکھی ہے اس کو نہ گزرتحذیر الناس کی عبارت نہیں کہا جاسکتا اور اس کے مضمون اور عبارات تحذیر الناس کے اصل مطلب میں زمین و آسمان اور کفر و اسلام کا فرق ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے تحذیر کے حوالے سے جو ایک مسلسل عبارت نقل کی ہے اس سے ہر خالی الذہن یہی سمجھ لگا کہ صاحب تحذیر الناس کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مقدس میں اور اس کے بعد بھی اور یہی آسکتے ہیں اور وہ معاذ اللہ عقیدہ ختم نبوت لسانی کو غلط اور باطل سمجھتے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص تحذیر الناس کی اصل عبارات کو اپنی اپنی جگہ دیکھے تو اس کو کبھی یہ وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ان کا مطلب وہی سمجھے گا جو میں نے اپنے تحریری بیان میں عرض کیا ہے بہر حال مولوی احمد رضا خان صاحب کی نقل کردہ عبارت سے ختم نبوت سے جو انکار بظاہر مفہوم ہوتا ہے وہ صرف مولوی صاحب موصوف کی مجددانہ تحریف کا نتیجہ ہے۔ ورنہ تحذیر الناس کے مصنف حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دامن بچد اللہ اس داغ سے پاک ہے۔

چونکہ مولانا کی آئندہ تقریروں میں یہ مضمون زیادہ تفصیل سے آنے والا ہے اس لئے یہاں ہم نے نہایت مختصر خلاصہ پر اکتفا کیا ہے۔

مولوی حسنت علی صاحب کا پہلا

تحریری بیان

عبارات تحذیر الناس کے متعلق مولانا محمد منظور صاحب مدیر الفرقان کا بیان دعویٰ ناظرین ملاحظہ فرمائیے اس کے جواب میں مولوی حسنت علی صاحب نے جو تحریری بیان پیش کیا تھا وہ کچھ ذیل میں درج کیا جاتا ہے چونکہ مولوی حسنت علی صاحب اپنا یہ بیان مولانا محمد منظور صاحب کا بیان دعویٰ دیکھنے سے پہلے ہی محض شکل سے لکھ کر لائے تھے اس لئے اس میں بہت سی چیزیں ایسی بھی آپ ملاحظہ فرمائیں گے جن کا مولانا محمد منظور صاحب کے بیان دعویٰ میں کوئی ذکر بھی نہ تھا۔

ناظرین کی بصیرت کے لئے کہیں کہیں ہم اس پر مختصر نوٹ بھی لکھیں گے لیکن اصل تحریر میں کسی قسم کی کوئی ترمیم و تبدیلی نہیں کریں گے۔ اس کے بعد ناظرین کرام وہ بیان تحریری ملاحظہ فرمائیں۔

(مرتب)

بسم الله الرحمن الرحيم ۷۸۶
الله رب محمد صلی علیہ وسلم

حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا جن طرح ضروریات دین میں ہے اسی طرح خاتم النبیین کے یہ معنی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اقدس تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے بعد اور حضور سب سے پہلے نبی ہیں یہ بھی ضروریات دین میں سے ہے۔ اسی طرح یہ مسئلہ بھی ضروریات دین میں سے ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں کسی نبی جدید کا مبعوث ہونا ختم نبوت کے منافی ہے اس طرح یہ مسئلہ بھی ضروریات دین میں سے ہے کہ حضور کے بعد بھی کسی نبی جدید کا مبعوث ہونا ختم نبوت کے منافی ہے۔ یعنی اگر حضور کے زمانہ میں کوئی دوسرا نبی مبعوث ہوتا تو، حضور سب سے پہلے نبی نہ رہتے۔ یا اگر معاذ اللہ حضور کے بعد نبی جدید مبعوث ہو تو بھی معاذ اللہ حضور کا خاتم النبیین ہونا

باقی نہیں رہے گا۔ یہ چاروں مسائل ضروریہ دینیہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصف مبارک خاتم النبیین کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ضروریات دین میں سے کسی ایک مسئلہ کا منکر بلکہ اس میں شک کرنا بالابھی قطعاً یقیناً کافر و مرتد ہے مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے تحذیر الناس کے صفحہ ۱۲ پر لکھا ہے: "عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے یہاں پر عوام کا لفظ اہل فہم کے مقابلہ میں بولا گیا ہے۔ تو عوام سے مراد نا سمجھ لوگ ہوتے تو اس عبارت کا صاف و صریح یہ مطلب ہو گا کہ خاتم النبیین کے یہ معنی سمجھنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے کچھلے نبی ہیں یہ نا سمجھ لوگوں کا خیال ہے۔ سمجھ دار لوگوں کے نزدیک یہ معنی غلط ہیں کیوں کہ اگر یہ معنی ہوں تو مقام مدح میں اللہ عزوجل کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاتم النبیین فرمانا غلط ہو جاتے گا دوسرے مسئلہ کا انکار اور پہلا کفر ہوا۔

تحذیر الناس صفحہ ۱۲ پر لکھا۔ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی پیدا ہو تو بھی آپ کا خاتم النبیین ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ اس عبارت کا صاف و صریح مطلب یہ ہو گا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی اگر کوئی

لے ناظرین کرام اس عبارت کا صحیح مطلب دلائل کی روشنی میں مولانا محمد منظور صاحب کے بیان دعویٰ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اور مولانا کے جوابی بیان میں پھر ملاحظہ فرمائیں گے۔ ۱۲۔ مرتب۔

۱۳۔ اس عبارت کے نقل کرنے میں یہاں ایک موردی خیانت فریاد کی گئی ہے کہ عبارت ناقص و ناقص نقل کی گئی ہے جس طرح مولوی محمد رضا خان صاحب نے حسام اکبر میں نقل کی تھی۔ ناظرین کرام پوری عبارت حسب پر حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے بیان دعویٰ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اور یہ بھی دیں معلوم کر چکے ہیں کہ اس خیانت سے عبارت کے مطلب پر کیا اثر پڑتا ہے لیکن فریاد خیانت قلموروی اور قیدی ہے اسلئے اس کی ہم کو زیادہ شکایت نہیں البتہ ایک جدید کارروائی یہ کی گئی ہے کہ تحذیر الناس کی اصل عبارت اس طرح تھی "بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو" مولوی شمس علی صاحب نے اس میں ایک لفظ "پیدا" اپنی طرف سے بڑھا کر اس طرح لکھا ہے: "اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی پیدا ہو" اور اباب بصیرت سمجھ سکتے ہیں کہ ان دونوں میں کتنا فرق ہے۔ اگر ہم بدگمانی سے کام لیں تو (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

نبی مبعوث ہو جانا تو بھی حضور کے خاتم النبیین ہونے میں کچھ فرق نہ آتا۔ یہ تیسرے مسئلے کا انکار اور دوسرا کفر ہوا۔

تحدیر الناس صفحہ ۲۸ پر لکھا۔ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق

نہ آئے گا۔ اس عبارت کا صاف و صریح مطلب یہ ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی اگر کوئی نبی جدید مبعوث ہو جائے تو بھی حضور کے خاتم النبیین ہونے میں کچھ خلل نہیں پڑے گا۔ یہ چوتھے مسئلے کا انکار اور تیسرا کفر ہوا۔

ان ہی تینوں عبارتوں کو تخصیص کے ساتھ علماء حرمین شریفین کے سامنے پیش کیا گیا اور علماء حرمین ضعیفین نے مولوی قاسم صاحب نانوتوی پر کفر و ارتداد کے فتوے کی تصدیق فرمائی جو حسام اکھرین شریف میں موجود ہے۔

۱۔ حسام اکھرین شریف پر ایک اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ تحدیر الناس کی تینوں عبارتیں بے ترتیب لکھ دیں اس لئے کفری معنی پیدا ہو گئے اور اسی وجہ سے علماء حرمین محرمین نے فتوے کفر و نانوتوی کی تصدیق فرمادی لیکن یہ اعتراض اس وقت صحیح ہوتا کہ معنی کفری بے ترتیب لکھ دینے سے پیدا ہو جاتے ہم نے ابھی بتا دیا ہے کہ تحدیر الناس کی تینوں عبارات مذکورہ میں علیحدہ علیحدہ تین مستقل کفر ہیں۔ پہلی عبارت میں ختم نبوت کے اس معنی کو کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں عوام کا خیال ٹھہرایا یہ بھی کفر قطعی ہے۔ دوسری عبارت میں حضور کے ہم زمانہ نبی کی بعثت کو ختم نبوت

دقیقہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کہہ سکتے ہیں کہ نہایت افسوسناک بحرمانہ سیانت ہے لیکن ہمارے حسن ظن کا تقاضا یہ ہے کہ نادانستہ طور پر قلم کی لغزش سے یہ لفظ نکل گیا ہے بہر حال دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے کہ ان کشتہ بیج حق محبت ادا نہ کر دیا کہ بہر دست و بازو سے قاتل دعا گوارا۔

مرتب غفرلہ

۱۔ ناظرین کرام تحدیر الناس ص ۲۸ کی پوری عبارت اور اس کا صحیح مطلب مولانا نعمانی مظلّم کے بیان دعویٰ میں ص ۲۸ پر ملاحظہ فرمائیے ۲۔ تحدیر ص ۲۸ کا یہ فقرہ بھی ناقص اور ناقص نقل کیا گیا ہے پوری عبارت اور اس کا صحیح مطلب قارئین کرام مولانا نعمانی مظلّم کے بیان دعویٰ میں ص ۲۸ پر ملاحظہ فرمائیے ۳۔ مرتب غفرلہ۔

۴۔ مولانا حسام اکھرین میں تخصیص نہیں بلکہ صریح تحریف سے کام لیا گیا ہے جس کا بقیہ ثبوت مولانا محمد منظور صاحب کے بیان دعویٰ میں گورچکا ہے اور تفصیلی ثبوت مولانا مدرج کے جوابی بیانات میں آئندہ آئے گا۔ ۱۲۔ مرتب غفرلہ۔

۵۔ جی ہاں ایسا ہی ہوا ہے ثبوت گورچکا اور آئندہ بھی آئیگا مگر افسوس تو یہ ہے کہ آپ نے مولانا نعمانی مظلّم کا بیان دعویٰ دیکھنے سے پہلے ہی بیان تحریری لکھ لیا۔

کے ساتھ غیر منافی بتایا یہ بھی کفر قطعی ہے۔ تیسری عبارت میں حضور کے بعد کسی نہ نبی کے مبعوث ہو جانے کو ختم نبوت میں غیر محل بتایا۔ یہ بھی کفر قطعی ہے۔ تو تین عبارتوں میں تین مستقل قطعی یقینی کفر ہیں۔ تینوں عبارتیں ترتیب کے ساتھ لکھی جاتی ہیں جب بھی تین کفر ہوتے، بے ترتیب لکھی گئیں اب بھی تین کفر ہیں۔ بلکہ اگر تینوں میں سے صرف ایک ہی عبارت لکھی جاتی تو بھی نانو تو ہی صاحب پر کفر قطعی کا فتوے صحیح ہوتا لہذا بے ترتیب لکھ دینے کا اعتراض محض غلط و باطل ہے۔

۲۔ ۱۔ حسام المحرمین شریف پر دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ تحذیر الناس کی عبارت یوں ہے۔ اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ لیکن حسام المحرمین شریف میں عربی ترجمہ یہ کیا گیا کہ لا فضل فیہ اصلا عند اهل الفہم اس غلط ترجمہ کی بنا پر فتویٰ کفر کی تصدیق علماء کرام بحرین شریفین نے فرمادی مگر اسی عبارت تحذیر الناس میں یہ بھی موجود ہے کہ ”مہجر مقام مدح میں ولكن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے“ اس کا صاف و صریح مطلب یہ ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سب سے پچھلا نبی ہونا اس قابل ہی نہیں ہے کہ اس کو حضور کی مدح و تعریف میں بیان کیا جائے تو مطلقاً اس وصف کریم میں فضیلت ہونے ہی کا انکار ہوا، نانو تو ہی صاحب کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی نبی کی نبوت بالذات نہیں بلکہ ان سب کی نبوت بالعرض ہے۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بھی یہ ثنا و تعریف کرنا باطل ہے کہ اللہ عز و جل نے ان کو نبوت عطا فرمائی اور جب آپ یہ نہیں کہہ سکتے تو ثابت ہو گیا کہ لفظ بالذات محض دھوکہ دینے کے لئے بالکل مہمل اور بے معنی لکھا ہے اور اس عبارت تحذیر الناس کا مضمون وہی ہے جو حسام المحرمین شریف میں بزبان عربی پیش کیا گیا تو اب لفظ بالذات کا نکال دینا ہرگز تحریف نہیں ہو سکتا اور اصولاً منقول عنہ کا بعینہ نقل کرنا ضروری بھی نہیں صرف مضمون واحد ہونا چاہیے تو لفظ بالذات نکال دینا

۱۔ مولانا محمد منظور صاحب نے اپنے بیان دعویٰ میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا نہ اشارۃً نہ صراحتہً نہ تقریراً نہ تحریراً مگر چونکہ مولوی حسام علی گئے مناظرہ شروع ہونے سے پہلے رات ہی میں یہ جوابی بیان لکھ لیا تھا اس لئے آپ نے مکمل سے یہ سمجھ کر کہ مولانا نے اعتراض بھی پیش فرمائیں گے جواب دینے کی بجائے سو رکوش کی ہے لیکن آئندہ بیانات میں مولانا نے اس پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ ۱۲۔ مرتبہ غفرلہ

پر بھی آپ کے اعتراض کا غلط و باطل ہونا ثابت ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

۳۔ خود مولوی قاسم صاحب نانوتوی تحذیر الناس کے اسی صفحہ ۴ پر اسی عبارت کے کسکے چل کر لکھتے ہیں: آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت و غیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے۔ دیکھئے اس عبارت میں صاف اقرار کر لیا کہ جس طرح قد اور قامت شکل و رنگ و غیرہ کو نبوت اور فضائل میں کچھ دخل نہیں اسی طرح حضور کے سب سے کچھلے نبی ہونے کو نبوت یا فضائل میں کچھ دخل نہیں سب سے کچھلے نبی ہونے میں حضور کی کوئی فضیلت ہی نہیں ہے۔ کہنے اب تو خود مصنف کتاب نے اقرار کر لیا کہ آخر الانبیاء ہونے میں ہرگز کچھ فضیلت نہیں۔ کیئے لفظ بالذات کے نکال دینے پر آپ کا اعتراض خود نانوتوی صاحب کے اقرار سے غلط و باطل ہوا یا نہیں ع

مدعی لاکھ یہ بھبھاری ہے گواہی تیری

مسئلہ اس کو کہتے ہیں کہ حق وہ ہے جو سر پہ پڑھ کے بولے۔ واللہ اعلم۔

۴۔ یہ کہنا کہ تحذیر الناس کا موضوع ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر قسم کی خالقیت ذاتی، زمانی، مکانی وغیرہ کی حمایت و حفاظت ہے بالکل ایسا ہی ہے جیسے دیا بندی آریہ کہتے ہیں کہ ویدوں کا تو موضوع ہی توحید الہی کو صاف کرنا ہے ویدوں میں کوئی ایک لفظ ایسا نہیں ہے جس سے بت پرستی کا جواز ثابت ہو سکے۔

۵۔ آپ نے کہا کہ کسی مسلمان کو کافر کہنا اس کے قتل کرنے کے برابر ہے۔ جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہو جائے لیکن سوال یہ ہے کہ قادیانی لوگ بھی اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتے ہیں، پھر آپ لوگ قادیانیوں کو کافر کہتے ہیں۔ اس سوال کا جو جواب آپ قادیانیوں کو دیں گے وہی ہماری طرف سے اپنے مقابل سمجھ لیجئے۔

۶۔ آپ نے کہا کہ اس طرح قرآنی پاک سے بھی کفر نکل سکتا ہے۔ مثلاً کوئی بے دین یوں کہہ دے ان الابرار لفی جحیم اور ان الفجار لفی نعیم مگر جناب اس بے دین نے دونوں جملوں کو توڑ کر دو ٹکڑے کر دیئے پہلے جملہ کا ابتداء دوسرے جملہ کی خبر کے ساتھ اور دوسرے جملہ کے ابتداء کو پہلے جملہ کی خبر کے ساتھ لگا دیا۔ لیکن اگر ان دونوں جملوں میں کوئی تغیر نہ کیا جائے صرف ترتیب کو بدل دیا جائے اور یوں کہا جائے ان الفجار لفی جحیم وان الابرار لفی نعیم تو اب ہرگز کفر کے معنی نہیں نکل سکتے۔ تو معلوم ہوا کہ مستقل جملوں کی صرف ترتیب بدل دینا سے

ہرگز معنی نہیں بدل سکتے۔ تحذیر الناس کی تینوں عبارتیں تین مستقل جملے ہیں تو صرف ان کی باہمی ترتیب بدلنے سے کیونکر معنی بدل گئے۔

۱۔ آپ نے لکھا ہے خاتم النبیین کو صرف اس معنی میں حصر کرنا کہ حضور سب سے پہلے نبی ہیں اسکو عوام کا خیال بتایا ہے حالانکہ تمام امت کا اجماع ہے کہ آیت کریمہ صرف اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے اور جو شخص اس کے ظاہری معنی کے سوا کوئی اور معنی لے وہ قطعاً کافر ہے۔ ملاحظہ ہو ختم النبوة فی الآثار۔

۲۔ قادیانیوں کو آپ کس جرم پر کافر کہتے ہیں۔ انکار ختم نبوت کا ہے قادیانیوں کو نافوتوی صاحب نے دیا اب تک قادیانی اپنے مناظروں میں مناظرین اہلسنت کے مقابل تحذیر الناس کی عبارتیں پیش کر دیتے ہیں تو انکار ختم نبوت میں نافوتوی صاحب استاد ہیں اور قادیانی شاگرد ہیں تعجب ہے کہ کفر کا سبق دینے والا تو آپ کے نزدیک پیشوائے مسلمین ہے مگر جس نے کفر کا سبق پڑھ کر یاد کر لیا وہ کافر ہے۔ ہماری اس تقریر سے روکشن ہو چکا کہ تحذیر الناس میں نافوتوی صاحب نے یقیناً ضروریات دین کا انکار کیا اور وہ کافر ہو چکے۔

الحمد لله الذی نصر عبده واعز جنده وهزم احزاب الکفر وحده و

الصلوة والسلام علی حبیبہ الذی لا نبی بعدہ والہ وصحبہ المکرمین عندہ

فیقر البو الفتح عبید الرضا محمد حشمت علی خاں قادری ضوی مجددی گھنوی غفرلہ

✽

مولوی حشمت علی صاحب نے اپنا یہ بیان تحریری پڑھ کر سنایا اور وقت کی کمی کی وجہ سے اس کے متعلق وہ بھی کوئی مبسوط تقریر نہ کر سکے البتہ مولانا محمد منظور صاحب کی طرح آپ نے بھی معنی طور پر کہیں کہیں اپنے مضمون کی وضاحت کئے لئے تقریر فرمائی بالخصوص اپنے بیان کے اس حصہ پر آپ نے بہت زور دیا کہ حسام اکھر میں میں تحذیر الناس کی مختلف مقامات

لے اہل علم مولانا محمد منظور صاحب کے بیان دعویٰ میں تحذیر الناس ص ۱۱۱ و ۱۱۲ کی پوری پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں اور غور کریں کہ کیا حسام اکھر میں میں ان عبارات کے جو کچھ نقل کئے گئے ہیں وہ مستقل جملے ہیں یا جملہ شرطیہ کے اجزاء ؟ اور پھر مولوی حشمت علی صاحب کی اس قابلیت کی وار دہیں۔ مولانا محمد منظور صاحب کے آئندہ جوابی بیانات میں بھی یہ بحث آئے گی۔ ۱۲ مرتب غفرلہ

کی جو عبارات نقل کی گئی ہیں وہ بجائے خود مستقل عبارات اور تام جملے ہیں اور ان میں سے ہر ایک بجائے خود موجب کفر ہے اور ان کی ترتیب بدل جانے سے ان کے مطالب پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ اس پر آپ نے اپنی تقریر میں کئی منٹ صرف کئے اور یہ ثابت کرنے میں پوری کوشش کی کہ تحذیر صفحہ ۳ کے فقرہ میں خاتم النبیین سے خاتمت زمانی مراد لینے کو عوام کا خیال بتلایا گیا ہے۔ اور صفحہ ۱۴ و صفحہ ۲۸ کی عبارات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارکہ میں اور اس کے بعد بھی کسی نے نبی کے مبعوث ہونے کو جائز اور آپ کی خاتمت کے لئے غیر منحل بتلایا گیا ہے۔ نیز اپنی تحریر کے اس آخری حصہ پر بھی آپ نے کچھ تقریر فرمائی کہ قادیانیوں کو ختم نبوت کے انکار کا سبب تحذیر الناس ہی سے ملا ہے اور قادیانی مناظرین، مناظرین میں تحذیر الناس کی انہیں عبارات سے استدلال کرتے ہیں لہذا ختم نبوت کے انکار میں قادیانی مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی ہی کے شاگرد ہیں۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

بہر حال فریقین کے یہ پہلے دونوں تحریری بیان تو اسی طرح پیش ہونے کے ان کے ساتھ تو ضیحی تقریریں بہت مختصر ہوئیں لیکن اس کے بعد کے اکثر بیانات میں فریقین کی طرف سے تقریر کا حصہ تحریر سے زیادہ ہوتا تھا اور تحریر کے ہر نمبر کے پڑھنے کے بعد اس کی توضیح میں کافی تقریر کی جاتی تھی۔ اس لئے ہم آئندہ فریقین کی تحریر و تقریر اس طرح درج کریں گے کہ پہلے تحریر کا ایک نمبر نقل کریں گے اس کے بعد اس کے متعلق جو تقریر کی گئی اس کا خلاصہ لکھیں گے تاکہ ناظرین کو عام کو بالکل مناظرہ ہی کا لطف آجائے۔ اور امتیاز کے لئے تحریر کا حصہ حاشیہ میں چھوڑ کر لکھیں گے اور تقریر پوری سطر میں۔ ناظرین کرام ان چیزوں کا لحاظ کرتے ہوئے ملاحظہ فرمائیں۔

مرتب عنقرض

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی ظلمہ کا دوسرا جوابی بیان

بسم الله الرحمن الرحيم ط

فاضل مخاطب جناب مولوی حسنت علی صاحب ! افسوس ہے کہ آپ نے میرے بیان کو بغیر دیکھے ہی جواب لکھ دیا۔ اسی وجہ سے اُس میں بعض ایسی چیزوں کا ذکر کر دیا جن کو میرے بیان سے کوئی تعلق نہیں اور اکثر چیزیں وہ لکھ دیں جن کا جواب خود میرے اُس بیان میں مذکور ہے۔ تاہم اختصار کے ساتھ میں پھر ان چیزوں پر روشنی ڈالتا ہوں اور آپ کی تمام باتوں کا نمبر وار جواب دیتا ہوں۔

۱۔ بے شک ختم نبوت زمانی ضروریات دین میں سے ہے۔ اسی طرح حضور کے زمانہ اقدس میں اور علی ہذا عمید رسالت کے بعد کسی جدید نبی کا مبعوث نہ ہونا یہ بھی ضروریات دین میں سے ہے۔ اور بیشک ان باتوں کا انکار کرنا مستلزم کفر ہے لیکن تحذیر الناس کے متعلق آپ کا یہ فرمانا کہ اس میں ان چیزوں کا انکار کیا گیا ہے بالکل غلط ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

الف ۱۔ تحذیر الناس کے صفحہ ۳۷ والے فقرے میں نفس ختم نبوت زمانی کو عوام کا خیال نہیں بتلایا گیا بلکہ اس معنی میں حصر کرنے کو خیالِ عوام کہا گیا ہے جس کی تفصیل آپ محرکۃ القلم میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

ب ۱۔ علی ہذا صفحہ ۱۳۷ اور صفحہ ۲۸ کے دونوں فقروں کا تعلق بھی ختم ذاتی سے ہے کہ ختم زمانی سے جیسا کہ ان فقروں کے اول اور آخر میں خود مصنف تحذیر الناس کی تصریح موجود ہے لہذا ان سے ختم نبوت

۱۔ محرکۃ القلم حضرت مولانا محمد منظور صاحب کا وہ بیان ہے جو مولوی احمد رضا خان صاحب کے تکفیری فتوے حسام الحرمین کے رد میں لاہور کے فیصلہ کن مناظرہ کے لئے آپ نے قلم بند فرمایا تھا وہ چھپ کر شائع ہو چکا ہے اور اب سے ایک سال پہلے مولوی حسنت علی صاحب کے پاس پہنچ چکا ہے (بقیہ حاشیہ پر صفحہ آئندہ)

زمانی کا انکار یا نبی جدید کی تجویز نکالنا خلاف عقل و دیانت ہے چونکہ ان قیوں فقروں کی کافی تشریح میں اپنے پہلے ہی بیان میں کر چکا ہوں اس لئے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ علاوہ ازیں، معرکہ القلم جناب کے پاس موجود ہے اس میں اس بحث کی کافی سے زیادہ توضیح کر دی گئی ہے۔

مرتب ۱۔ مولانا محمد منظور صاحب نے اپنے اس بیان کا یہ پہلا نمبر پڑھ کر سنانے کے بعد اس کی توضیح و تائید میں مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

حاضرین کرام کو میرے پہلے بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے حسام اکھرمین میں تحذیر الناس کے حوالے سے جو ایک مسلسل عبارت کئی سطر کی نقل کی ہے فی الحقیقت وہ تحذیر الناس کے مختلف صفحات کے متفرق فقروں کو جوڑ کر بنائی گئی ہے۔ اس طرح کہ اس میں پہلا فقرہ صفحہ ۱۴ کا ہے دوسرا صفحہ ۲۸ اور تیسرا صفحہ ۳۰ کا۔ مولوی حسام علی صاحب نے اپنے بیان میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان میں سے ہر فقرہ بجائے خود موجب کفر ہے اور اس کے ثابت کرنے کے لئے آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ صفحہ ۳۰ کے فقرہ کا مطلب یہ ہے کہ ”خاتم النبیین“ کے یہ جتنی بھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے کچھلے نبی ہیں یہ نا کچھ لوگوں کا خیال ہے سمجھ دار لوگوں کے نزدیک یہ معنی غلط ہیں۔ اور صفحہ ۲۸ کے فقروں کے متعلق آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور آپ کے زمانہ کے بعد کسی نئے نبی کے مبعوث ہونے کو جائز اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمت زمانی کے لئے غیر مغل بتلایا گیا ہے اور یہ سب چیزیں بجائے خود کفر ہیں۔ لیکن ان سب باتوں کا رد میرے پہلے ہی بیان میں موجود ہے اور اب پھر مختصر طور پر عرض کرتا ہوں۔ صفحہ ۳۰ کی زیر بحث عبارت میں خاتم النبیین کے معنی خاتم زمانی یعنی سب سے آخری نبی کرنے کو عوام کا خیال نہیں بتلایا گیا بلکہ اسی معنی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا گیا ہے۔ اور اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ عوام لفظ خاتم النبیین سے بس ختم زمانی ہی سمجھتے ہیں اور اس میں بالذات کوئی فضیلت نہیں حالانکہ قرآن مجید میں یہ لفظ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کے لئے لایا گیا ہے پس اس سے ایسے معنی مراد لینے چاہئیں جس سے حضور کے لئے زیادہ سے زیادہ فضیلت ثابت ہو۔ اور پھر خود ہی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی صورت یہ بتلائی ہے کہ اس

لفظ سے خاتمیت زمانی کے ساتھ خاتمیت ذاتی بھی مراد لی جائے اور چونکہ اس میں بالذات فضیلت ہے اور وہ حضور اقدس کی نہایت اعلیٰ درجہ کی صفت ہے تو جب لفظ خاتم النبیین سے وہ بھی مراد لے لی جائے گی تو اس سے آپ کی بہت زیادہ تعریف نکلے گی جو نہایت ختم زمانی مراد لینے سے نہیں نکلی۔ پھر مولانا نے علیٰ رنگ میں اس کی چند صورتیں لکھی ہیں کہ کس طرح اس ایک لفظ خاتم النبیین سے دونوں قسم کی خاتمیت ذاتی و زمانی حضور کے لئے ثابت ہو سکتی ہے۔

میں ان صورتوں کا اجمالی ذکر اپنے پہلے بیان میں کر چکا ہوں۔ ان میں سے آخری صورت جس کو مولانا نے تحذیر الناس صفحہ ۹۸ پر لکھ کر خود اپنا مختار قرار دیا ہے یہ ہے کہ خاتمیت کو جنس مانا جائے اور ختم زمانی و ختم ذاتی کو اس کے دو زمین قرار دیا جائے اور قرآن عزیز کے لفظ خاتم النبیین سے خاتمیت کی یہ دونوں نوعیں ذاتی و زمانی بیک وقت مراد لی جائیں جس طرح کہ آیت کریمہ ”إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ“ میں لفظ ”رِجْسٌ“ سے (جس کے معنی نجاست کے ہیں) بیک وقت نجاست کی دونوں نوعیں یعنی نجاست ظاہری اور نجاست باطنی مراد لی جاتی ہیں، پس اس طور پر قرآن مجید کے اسی ایک لفظ خاتم النبیین سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاتمیت زمانی اور خاتمیت ذاتی دونوں ثابت ہو جائیں گی اور فضیلت نبوی بہت زیادہ بڑھ جائے گی اور مقام مدح کا تقاضا بھی یہی ہے۔

بہر حال تحذیر الناس صفحہ ۹۸ کی زیر بحث عبارت میں نفس ختم زمانی مراد لینے کو عوام کا خیال نہیں کما گیا بلکہ اسی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے اور جب کہ حضرت مولانا خود بھی حضور کی خاتمیت زمانی کے قائل ہیں اور آپ کو سب سے آخری نبی سمجھتے ہیں اور اس کے منکر کو کافر کہتے ہیں (جیسا کہ میں اس کا ثبوت بھی دے چکا ہوں) تو پھر وہ اس کو عوام کا خیال کیوں کر بتلا سکتے ہیں۔ ہاں البتہ وہ اس حصر کے قائل نہیں ہیں کہ حضور کے لئے لفظ خاتم النبیین سے بس یہی ایک قسم کی خاتمیت زمانی ثابت ہوتی ہے۔ اور اسی حصر کو انہوں نے عوام کا خیال لکھا ہے اور مدلول و مفہوم خاتم النبیین کا صرف ختم زمانی ہی میں حصر کرنا ہرگز ضروریات دین میں سے نہیں کہ اس کے انکار سے کفر لازم آئے۔

لے شراب اور جوار اور بت اور پالتے یہ سب چیزیں نجس ہیں اور شیطانی کام ہیں۔ اس آیت میں شراب کے ساتھ جوئے

وغیرہ کو بھی نجس کما گیا ہے۔ لیکن شراب میں یہ نجاست ظاہری ہے اور جوئے وغیرہ میں باطنی ۱۰ مرتبہ غفل۔

ایسے ہی صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کی زیر بحث عبارات کے متعلق آپ کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ ان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اور اس کے بعد بھی نئے نبیوں کی بعثت کو جائز اور آپ کی ختم نبوت کے لئے غیر منحل اور غیر منافی بتلایا ہے مجھے افسوس ہے کہ اپنے پیر و مرشد مولوی احمد رضا خان صاحب کا اتباع کرتے ہوئے آپ نے بھی ان عبارات کو ناقص اور نامتام نقل کیا ہے۔ میں ان کے اول و آخر کے وہ حصے اپنے بیان میں نقل کر چکا ہوں جن میں یہ تصریح ہے کہ ان عبارات کا تعلق صرف خاتمیت ذاتی سے ہے اور مطلب مولانا کا صرف یہ ہے کہ ختم ذاتی کا وصف ایسا ہے کہ اگر بضرع حضور کے زمانہ اقدس میں کہیں اور کوئی نبی ہو یا آپ کے زمانے کے بعد کوئی نبی ہو تو آپ کے اس وصف میں کوئی فرق نہیں آتا۔ یہی حضور کی خاتمیت زمانی وہ بچانے خود مسلم ہے لیکن یہاں اس کوئی ذکر نہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حضور کے زمانہ اقدس میں یا اس کے بعد نبی جدید کا مبعوث ہونا اس کے قطعی منافی ہے اور اسی واسطے اس کا ماننے والا خود مصنف تحذیر الناس کی تصریح کے مطابق بھی کافر ہے جیسا کہ ان کی صفحہ ۱۰ کی عبارت اپنے بیان میں نقل بھی کر چکا ہوں۔

بہر حال صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کی عبارت میں خاتمیت زمانی کا ذکر نہیں ہے بلکہ خاتمیت ذاتی کا ذکر ہے۔ اور بے شک زمانہ نبوی میں یا بعد زمانہ نبوی کسی نبی کے ہونے سے اس میں کوئی خلل نہیں آتا اور اس کہنے میں بھی کسی ضرورتی دین کا انکار نہیں، بلکہ یہ کسی دلیل شرعی کے بھی خلاف نہیں۔ لہذا ان میں سے کوئی عبارت بھی موجب کفر نہیں۔ بلکہ بھگوان اللہ تمام عبارات اپنی اپنی جگہ پر صحیح اور درست ہیں، قصور اس ناقل کا ہے جس نے ان کے نقل کرنے میں خیانت کی اور پھر ترتیب بدل کر اس میں کفری معنی ڈالنے چاہے۔ آپ نے اپنے اس بیان میں یہ بھی کہا ہے کہ عبارات کی ترتیب بدل دینے سے مطلب نہیں بدلا اس کے جواب میں میں نے لکھا ہے۔ کہ

۲۔ بے شک تحذیر الناس کے تینوں فقروں کی ترتیب بدل دینے اور ان کو مسلسل ایک عبارت بنا دینے

سے اس کا مضمون اور مطلب بدل گیا۔ جیسا کہ ہر اردو داں صاحب فہم سمجھ سکتا ہے پس ہمارا یہ کہنا۔

بالکل درست ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی تحریف اور ناجائز قطع و برید سے کفری معنی پیدا ہو گئے

ورنہ تینوں فقرے اپنی جگہ پر بالکل بے غبار ہیں۔

اس کی توضیح و تائید میں میں صرف اتنا عرض کر دوں گا کہ میں اپنے پہلے بیان میں تینوں فقرے الگ الگ لکھ

چکا ہوں اور اس کا مطلب بھی عرض کر چکا ہوں۔ جس کی آپ نے نہ کوئی تردید کی ہے اور نہ کر سکتے ہیں۔ بہر حال یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اگر الگ الگ تحذیر الناس کی ان عبارات کو کوئی شخص دیکھے تو وہ ان کا وہی مطلب سمجھے گا جو میں نے عرض کیا اور وہ ہرگز موجب کفر نہیں، لیکن اگر کسی کے سامنے وہ عبارت رکھ دی جائے جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے تحذیر الناس کے فقرہ میں تحریف اور قطع و برید کر کے حسام الحرمین میں نقل کی ہے تو اس کا مطلب ہر شخص یہ سمجھے گا کہ ”مصنف تحذیر الناس کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اور آپ کے بعد بھی اور نئے بیوں کا آنا جائز ہے اور آپ کی منتم نبوت کے منافی نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی سمجھنا عوام کا ایک غلط خیال ہے اور اس میں حضور کی کوئی فضیلت نہیں“ اور یہ یقیناً موجب کفر ہے۔ بہر حال یہ کفری معنی صرف مولوی احمد رضا خان صاحب کی تحریف اور فقرہ کی باہمی ترتیب بدل دینے سے پیدا ہوئے۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے عبارت تحذیر الناس کے عربی ترجمے کو علماء بحرین شریفین کے سامنے پیش کرنے میں ایک نہایت افسوسناک خیانت یہ کی تھی کہ تحذیر صفحہ ۳ کی عبارت میں یہ جملہ تھا کہ ”مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ قدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں“ اس جملہ کا عربی ترجمہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنے ٹیکیزی فتویٰ حسام الحرمین میں یہ کیا تھا کہ ”مع انه لا فضل فی اصلاً عند اهل الفہم“ اہل فہم کے نزدیک آپ کے آخری نبی ہونے میں کوئی فضیلت نہیں۔ مگر چونکہ ان کی یہ خیانت عربی میں تھی اور اس کو عربی دان حضرات ہی سمجھ سکتے تھے اس لئے میں نے اس مجمع میں اس کو پیش کرنا مناسب سمجھا تھا اور بالقصد اس کو ذکر کرنے سے چھوڑ دیا تھا حالانکہ میں اپنے مطبوعہ مضمون ”معركة القلم“ میں پوری تفصیل سے اس پر کلام کر چکا ہوں۔ مگر مولوی حسام علی صاحب نے چونکہ اپنا یہ بیان محض اٹکل سے لکھا ہے اس لئے آپ نے یہ سمجھ کر کہ شاید منظور اس کو یہاں بھی پیش کرے گا اس میں اس کا جواب دینے کی بھی کوشش کی ہے۔ میں نے آپ کے بیان کے اس حصہ کے جواب میں عرض کیا ہے۔

۳۔ اگرچہ میرے بیان میں فضیلت بالذات اور فضیلت بالعرض سے تعرض نہیں کیا گیا ہے اور عربی ترجمہ

میں مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو خیانتیں کی ہیں اس وقت میں نے ان کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے لیکن آپ نے از خود اس کو محسوس کر کے جواب دینے کی کوشش کی ہے مگر اس حیثیت عذر گناہ ہذا کو گناہ کی ہے۔ یہ چیز بالکل واضح ہے کہ تحذیر الناس کی عبارت میں صرف فضیلت بالذات کی نفی کی گئی ہے

اور وہ بھی مطلق تقدم و تاخر زمانی سے۔ مرتبہ اور آپ کے اعلیٰ حضرت نے عربی ترجمہ میں

”مع از لافضل فیہ اصلاً“ لکھ دیا جو ہرگز عبارت تحذیر الناس کا صحیح ترجمہ نہیں۔

اس کی تائید میں میں اس کے سوا کچھ نہیں عرض کرنا چاہتا کہ دنیا کے منصف مزاج عربی دان اور اردو دان کے سامنے تحذیر الناس کی عبارت اور اپنے اعلیٰ حضرت کا ترجمہ رکھ دیجئے اور اس سے فیصلہ کر لیجئے کہ اس ترجمہ میں زبردست خیانت ہے یا نہیں ؟

مولانا نانوتوی فرماتے ہیں کہ ”اہل فہم کے نزدیک تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں“ اور آپ کے اعلیٰ حضرت اس کا ترجمہ کرتے ہیں کہ ”حضور کے آخری نبی ہونے میں کوئی فضیلت نہیں“ کیا دنیا کا کوئی صاحب عقل کہہ سکتا ہے کہ اس ترجمہ میں خیانت نہیں کی گئی۔ ؟

آپ نے اس موقع پر فقرہ زیر بحث سے بعد کی جو عبارت پیش کی ہے شاید اس کے سمجھنے کی آپ نے کوشش نہیں کی۔ سنئے قاعدہ یہ ہے کہ مقام مدح میں ممدوح کے اعلیٰ اوصاف کو ضرور ذکر کیا جاتا ہے۔ مثلاً کوئی عالم فقیہ بھی ہو محدث بھی ہو مفسر بھی ہو اور ساتھ ہی حافظ قرآن بھی ہو تو اس کی مدح کے موقع پر صرف اتنا ہی نہیں کہا جائے گا کہ وہ حافظ قرآن ہیں بلکہ ان کے دوسرے اعلیٰ اوصاف ضرور ذکر کیے جائیں گے۔ پس لیجئے کہ مولانا محمد قاسم صاحبہ کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ خاتمیت زمانی میں بالذات فضیلت نہیں بلکہ بالعرض فضیلت ہے۔ اس لئے لفظ خاتم النبیین سے اگر صرف خاتمیت زمانی ہی مراد لی جائے گی تو پھر مقام مدح میں اس کا ذکر کرنا کیونکر صحیح ہوگا۔ ہاں اگر اس لفظ سے خاتمیت ذاتی بھی مراد لی جائے تو یہی لفظ مقام مدح کے لئے بہت زیادہ مناسب ہوگا کیونکہ یہ خاتمیت ذاتی حضور کی نہایت اعلیٰ صفت ہے اور اس سے حضور کا نبی بالذات اور نبی الانبیاء ہونا ثابت ہوتا ہے اور بالذات فضیلت ہے لہذا اس سے آپ کی بہت زیادہ تعریف نکلے گی جو مقام مدح کے لئے زیادہ مناسب ہے۔ غور کیجئے اس میں ختم زمانی کی مطلق فضیلت سے انکار نہیں بلکہ اس میں فضیلت بالذات نہ ہونے کی بنا پر یہ کہا گیا ہے کہ صرف اس کا ذکر کرنا اور حضور کے اعلیٰ اوصاف کو چھوڑ دینا مقام مدح کے مناسب نہیں۔

آپ نے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے متعلق بھی سوال کیا ہے کہ ان کی نبوت قابل مدح ہے یا نہیں ؟

جناب والا ! ان کی نبوت ضرور قابل مدح ہے اور ہر نبی کی نبوت میں بالذات فضیلت ہے۔ شاید آپ نبوت بالذات

اور فضیلت بالذات کو ایک چیز سمجھ رہے ہیں۔ مہربانم! تحذیر الناس کی عبارات کو غور سے دیکھئے اس کے بعد اعتراض کیجئے وہ ملی کتاب ہے اس کے سمجھنے کے لئے بھی علم کی ضرورت ہے۔

اسی سلسلہ میں آپ نے تحذیر الناس صفحہ ۳ کی ایک اور عبارت بھی نقل کی ہے اور اس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ صاحب تحذیر الناس حضرت مولانا نانو تووی مرحوم کے نزدیک حضور کے آنقری نبی ہونے میں آپ کی کسی قسم کی کوئی فضیلت نہیں بل بالذات نہ بالعرض۔

حالانکہ اگر آپ معمولی غور و فکر سے بھی کام لیتے تو اسی عبارت سے یہ معلوم ہو سکتا تھا کہ مولانا کے نزدیک اس میں فضیلت بالعرض ہے۔ غور فرمائیے اُس عبارت میں حضور کے اس وصف کو آپ کے دوسرے اوصاف جیسے حسب و نسب وغیرہ سے تشبیہ دی گئی ہے تو کیا آپ کے نزدیک معاذ اللہ حضور کے حسب و نسب وغیرہ اوصاف میں کوئی فضیلت ہی نہیں ہے اور ضرور ہے مگر وہ فضیلت بالعرض ہے اور اُس کو بالذات نبوت اور فضائل میں دخل نہیں پس لیے ہی ختم زمانی کو بھی سمجھ لیجئے۔

بہر حال تحذیر الناس صفحہ ۳ کی اُس عبارت سے آپ کا مدعا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ چنانچہ آپ کے بیان کے اس نمبر کے جواب میں میں نے عرض کیا ہے۔

م ۱۔ بے شک جب کہ تاخیر زمانی اپنی خصوصیات اور فضائل عرضیہ سے الگ کر کے دیکھا جائے

تو وہ دوسرے اوصاف مذکورہ فی التحذیر کی طرح ایک وصف ہے لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ اس میں سرے سے کوئی فضیلت ہی نہیں ہے۔ تحذیر الناس کے اسی صفحہ پر یہ عبارت ملاحظہ کیجئے

۲۔ بلکہ بنائے خاتمت اور بات پر ہے جس سے تاخیر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے

اور فضیلت نبوی دو بالا ہو جاتی ہے ۳ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا مرحوم ختم زمانی میں

فی الجملہ فضیلت تسلیم فرماتے ہیں۔ اور صفحہ ۱۰ کی عبارت میں اپنے بیان دعویٰ میں پیش کر چکا ہوں

جس میں حضرت مولانا مرحوم نانو تووی نے ختم زمانی کے منکر کو کافر اور خارج از اسلام قرار دیا ہے پس

یہ کہنا کہ مولانا مرحوم ختم زمانی کے منکر ہیں یا ان کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں یقیناً ایک

مجرمانہ جہالت ہے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ تحذیر الناس کا موضوع ہی ہر قسم کی خاتمیت ذاتی و زمانی و مکانی کی حمایت و تحفظ ہے۔
اس کے جواب میں آپ نے فرمایا ہے کہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آریہ کہتے ہیں کہ دید کا موضوع ہی توحید کی حمایت ہے اس
میں بت پرستی کا ذکر بھی نہیں اس کے جواب میں میں نے عرض کیا ہے ۔

۵۔ تحذیر الناس کا موضوع بے شک حضور کی ہر قسم کی خاتمیت ذاتی و زمانی و مکانی کا تحفظ ہے

اور اس سے انکار کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قادیانی کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں کہیں ختم نبوت کا
ذکر نہیں ۔

میرے اس دعوے کے ثبوت کے لئے تحذیر الناس کی وہ عبارات کافی ہیں جو میں اپنے پہلے بیان میں پیش کر

چکا ہوں ۔

میں نے اپنے بیان میں تکفیر مسلم کے متعلق بعض وعیدی حدیثیں ذکر کی تھیں اس کے متعلق آپ نے فرمایا کہ قادیانی
بھی اپنے کو مسلمان کہتے ہیں پھر تم ان کو کیوں کافر کہتے ہو ؟ اس کے جواب میں میں نے عرض کیا ہے ۔

۵۔ قادیانی ختم نبوت کے انکار اور مرزا غلام احمد کی نبوت کے اقرار کی وجہ سے قطعاً و اجماعاً کافر

ہیں ان کی تکفیر ہرگز وعید کے تحت میں داخل نہیں ہے اور جماعت دیوبند کو ان پر قیاس کرنا قیاس

مع الفارق ہے جس کی دلیل خود میرا بیان دعویٰ ہے ۔

میں اس کی توضیح میں صرف اس قدر عرض کروں گا کہ حدیث شریف میں بے محل تکفیر پر وعید آتی ہے اور

حضرات علماء دیوبند اور ان کے ہم مسلک لوگوں کی تکفیر بے شک بے محل ہے جس کا ثبوت میں دے چکا اور دے رہا ہوں

بخلاف قادیانیوں کے کہ ان کی تکفیر بے محل ہے اور اس پر کوئی وعید نہیں ۔ (خافرقا)

میں نے اپنے بیان میں عرض کیا تھا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے جس طرح عبارات تحذیر الناس میں

تحریف اور ان کی ترتیب میں الٹ پھیر کر کے اُس سے کفر کا مضمون نکالا ہے اس طرح تو آیات قرآنی میں بھی تحریف اور

الٹ پھیر کر کے ان سے بھی معاذ اللہ کفری مضامین نکالے جاسکتے ہیں اور مثال کے طور پر میں نے آیت کریمہ ”ان

الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم“ کو پیش کیا تھا اور عرض کیا تھا کہ اگر کوئی بد نصیب

اس کے کلمات کی ترتیب بدل کر یوں کہے ”ان الابرار لفی جحیم وان الفجار لفی نعیم“ معاذ اللہ

توضیح کفر ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہاں کفر معنی اس لئے پیدا ہو گئے کہ آیت کے جملوں کو درمیان سے توڑ دیا گیا ہے۔ اگر مستقل جملوں کی صرف ترتیب بدل دی جائے تو اس سے مضمون نہیں بدلے گا اس کے جواب میں میں نے عرض کیا ہے۔

۱۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے تحذیر الناس کے جملوں کو درمیان ہی سے توڑا ہے۔ صفحہ ۱۴۔

اور صفحہ ۲۸ کے دونوں فقرہ کے ابتداء میں ”بلکہ“ کا لفظ پکار کر کہہ رہا ہے کہ اس سے پہلی عبارت

جس پر یہ متفرع ہے توڑ دی گئی ہے۔ پس آپ کے مقرر کردہ اصول پر بھی مولوی احمد رضا خان صاحب

نبیائے مہرمانہ کے مرتب ہوئے کیوں کہ صفحہ ۱۴ و صفحہ ۲۸ کے دونوں فقرے توڑ دیئے گئے ہیں

پس میری مثال بھلا اللہ بالکل صحیح ہے۔

آپ نے اپنے بیان میں یہ بھی فرمایا ہے کہ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ خاتم النبیین سے صرف

خاتم زمانی ہی مراد ہے اس کے جواب میں میں نے عرض کیا ہے۔

۸۔ خاتم النبیین کا صرف ختم زمانی میں منحصر کرنا ہرگز اجماعی مسئلہ نہیں ہے۔ جن بزرگوں کے کلام

سے حصہ کا شبہ ہوتا ہے وہاں حصہ نہیں بلکہ تاویلات ملاحظہ کی نفی مقصود ہے اور کیوں کہ کوئی حصہ

کی جرات کر سکتا ہے جبکہ حدیث صحیح میں وارد ہے لکل ایمة منها ظہر و بطن

ولکل حد مطلع۔ یعنی ہر آیت قرآنی کے لئے ایک ظاہر معنی میں دجن کو تمام اہل علم سمجھ

سکتے ہیں، اور ایک اندرونی معنی میں دجن کو راہنہ فی العلم ہی سمجھ سکتے ہیں، اور ہر ایک کو معلوم

کرنے کی سبیلیں الگ الگ ہیں۔ مرتب غفرلہ۔ اس موقع پر ذرا الدولة المکیة کا

صفحہ ۳۴ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ جس میں آپ کے اعلیٰ حضرت نے اس مضمون کو (یعنی قرآن مجید کی ایک

ایک آیت بلکہ ایک ایک لفظ سے کئی کئی معنی اور مطلب نکالنے کو) نہایت تفصیل سے لکھا ہے

پھر آپ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ خاتم النبیین سے صرف ختم زمانی مراد لینے پر اجماع ہو چکا ہے۔

آپ نے اپنے بیان میں یہ بھی فرمایا ہے کہ مرزائیوں نے ختم نبوت کے انکار کا سبق مولانا محمد قاسم صاحب

سے سیکھا ہے اس کے جواب میں میں نے عرض کیا ہے۔

۹۔ قادیانی جس طرح قرآن کریم اور احادیث میں تحریف کر کے اجراتے نبوت ثابت کرنا چاہتے

ہیں اسی طرح مولوی احمد رضا خاں صاحب سے سیکھ کر انہوں نے تحذیر الناس کی عبارات سے بھی اجرائے نبوت ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے پس اس معاملہ میں قادیانیوں کے اُستاد آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ہوتے ، ہم اُن مرزائیوں کی ان تحریفیات کا ان کو بھی جواب دیتے ہیں اور آپ کو بھی ۔

بہر حال قادیانیوں کو تحذیر الناس سے انکار ختم نبوت ثابت کرنے کا سبق آپ کے اعلیٰ حضرت ہی نے دیا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کے اعلیٰ حضرت کے اس افتراء سے پہلے کسی قادیانی نے تحذیر الناس کے متعلق یہ افتراء نہیں کیا ۔ رہا آپ کا یہ فرمانا کہ مرزائی عبارات تحذیر الناس کو استدلال میں پیش کرتے ہیں ، تو شاید آپ کو معلوم نہیں کہ وہ کجھت تو قرآن و حدیث ، ارشادات اکابر و اقوال علماء سلف سے بھی استدلال کرتے ہیں تو کیا معاذ اللہ آپ یہ کہنے کی جرأت کریں گے کہ قادیانیوں کو انکار ختم نبوت کا سبق قرآن و حدیث اور صحابہ و علماء سلف نے پڑھایا ہے استغفر اللہ والعیاذ باللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ۔

میری یہاں تک کی گزارشات سے آپ کا سارا جواب بہانہ بنتا ہو گیا ۔ فالحمد للہ الذی

جعل کلمۃ الحق علی العلیا و کلمۃ الباطل علی السفلی ۛ

احقر عباد اللہ محمد منظور النعمانی عفا اللہ عنہ وعافاہ

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے اس تقریر سے خارج ہونے کے بعد اپنے اس تحریری بیان کی ایک نقل دستخط فرما کر مولوی حسرت علی صاحب کے حوالہ کی اور فرمایا کہ وقت کی تنگی کی وجہ سے میں اپنے اس بیان کے آخری نبروں کی توضیح کا حق نہیں کر سکا ہوں۔ ضرورت پڑی تو انشاء اللہ ابھی اس سلسلہ میں بہت کچھ عرض کروں گا۔ جناب سے گزارش ہے کہ آپ میرے بیان ہی پر اعتراض کرنے کی کوشش کریں، ادھر ادھر کی غیر متعلق باتوں میں اپنا اور میرا دینر حاضرین کا وقت صرف نہ فرمائیں۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ جن باتوں کا جواب میرے پہلے یا اس دوسرے بیان میں آچکا ہو ان کی تکرار کر کے آپ وقت خراب نہ کریں۔

مولوی حسرت علی صاحب نے مولانا محمد منظور صاحب کے اس بیان کا جو تحریری و تقریری جواب دیا ناظرین کرام وہ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس کی نقل میں بھی ہم نے یہی التزام کیا ہے کہ تحریری حصہ حاشیہ میں چھوڑ کے لکھا ہے اور تقریری حصہ پوری سطر میں، جس طرح کہ مولانا محمد منظور صاحب کے اس بیان میں گزرا۔

مرتب غفرلہ

مولوی حشمت علی صاحب کا دوسرا بیان

۴۸۶/۹۲ آپ نے بڑے زور شور کے ساتھ کہا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہنا خود کافر ہونا ہے۔ مگر آپ نے یہ نہ بتایا کہ مسلمان کی شرعی تعریف کیا ہے۔ کیا جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے یا کلمہ طیبہ پڑھے۔ یا قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے وہی مسلمان ہے؟ تو پھر آپ قادیانیوں کو کیوں کافر کہتے ہیں؟ سنے جناب! مسلمان کہلانے، کلمہ طیبہ پڑھنے کے باوجود جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک مسئلے کا انکار کرے وہ کافر ہے ہرگز مسلمان نہیں۔ امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الخراج میں فرماتے ہیں ایسا رجل مسلم سب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او اہانہ او کذبہ او عابہ او تنقصہ فقد کفر باللہ تعالیٰ و بانہ منہ امرات۔

قرآن پاک نے منکر علم غیب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ "جلاس بن سوید نے ایک ذرا سا کلمہ گستاخی بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ

لہ جو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا آپ کی توہین کرے یا آپ کی تکذیب کرے یا کوئی عیب لگائے یا شان گھٹائے تو

اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ ۱۲ مرتب

اللہ جس شخص کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے وہ کہتا تھا کہ "حق تعالیٰ حضور کو عالم غیب کی کوئی خبر نہیں دیتا" اور یہ براہِ راست

حضور کی نبوت و رسالت پر حملہ تھا اس لئے قرآن پاک نے اس کو کافر کہا۔ درجہ اصطلاح شریعت میں جس کو علم غیب کہا جاتا ہے اس کا غیر اللہ ہے انکار کرنا تو ملحدان

اور حکیم قرآن ہے ارشاد ہے قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللہ جس کا ترجمہ عادل باللہ حضرت سعدی شیرازی نے اس ستر

میں کیا ہے ۷ علم غیبی کس نیراندہ بجز پروردگار۔ (رکبات سعدی ۳) - ۱۲ مرتب غفرلہ

تعالیٰ علیہ وسلم میں بکا تھا اللہ عزوجل نے فتوے دیا کفر و بعد اسلام پہلے آپ اپنے

اکابر کا کفر و ارتداد اٹھا دیکھتے اس کے بعد مرثیہ پڑھتے کہ ہائے مسلمان کو کافر کہہ دیا

مولوی حسرت علی صاحب نے اپنی تحریر کا یہ حصہ پڑھ کر سنانے کے بعد فرمایا - (مرتب)

حضرات ! مولوی صاحب نے اپنے پہلے بیان میں اس پر بہت زور دیا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر نہیں کہنا چاہئے

بلکہ آپ لوگوں کو یاد ہوگا کہ مولوی صاحب نے فرمایا تھا کہ مسلمان کو کافر کہنے سے آدمی خود کافر ہو جاتا ہے۔ لیکن مولوی صاحب

کو ابھی تک یہ پتہ نہیں کہ مسلمان کہتے کس کو ہیں ؟ اے مولوی صاحب ! صرف اپنی زبان سے اپنے آپ کو مسلمان کہنے

سے کوئی مسلمان نہیں ہو جاتا۔ درزیوں تو منافقین بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اور آج کل قادیانی بھی اپنے آپ کو

مسلمان ہی کہتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ حضرات بھی ان کو کافر کہتے ہیں۔ تو کیا ان کو کافر کہہ کر آپ خود بھی کافر ہو

جاتے ہیں ؟

مولوی صاحب ! مسلمان وہ ہے جو تمام ضروریات دین پر ایمان رکھے اور جو کوئی ضروریات دین میں سے کسی

ایک مسئلہ کا بھی انکار کرے وہ مسلمان نہیں۔ اس کو خود خدا کافر کہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافر فرماتے ہیں

علمائے امت اس کی تکفیر کرتے ہیں۔

ہم نانوتوی صاحب کو اسی لئے کافر کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور کے آخری نبی ہونے کا انکار کیا ہے جو ضروریات

دین میں سے ہے۔ آپ اس کفر کو اٹھائیے صرف اس مرثیہ پڑھنے سے یہاں کام نہیں چل سکتا کہ ہائے مسلمان کو کافر کہہ

دیا، ہائے مسلمان کی تکفیر کر دی۔

آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ خود نانوتوی ختم زمانہ ثابت کر رہے ہیں، مگر اس کا جواب آپ کے مقدمہ

مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دہلوی کے دے چکے ہیں۔ تحقیق الکفر والایمان۔ ص ۸۸ پر لکھتے ہیں کہ کافران

مرتد کو کافر نہ کہنے کی وجہ سے انسان خود کافر و مرتد ہو جاتا ہے۔ "اشد العذاب" ص ۱۵ پر لکھتے ہیں

"مرزائی دھوکہ دینے کی غرض سے وہ عبارات مرزا صاحب کی پیش کر دیتے ہیں جن میں ختم نبوت کا اقرار ہے،

یعنی علیہ السلام کی تعظیم و عظمت کا اقرار ہے : اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب ان کے پیٹ سے کافر تھے، ایک مدت تک مسلمان تھے۔ اور چونکہ دجال تھے اس وجہ سے ان کے کلام میں باطل کے ساتھ حق بھی ہے۔ تو پہلی عبارت مفید نہیں۔ جب تک کہ کوئی ایسی عبارت نہ دکھائیں کہ میں نے جو فلاں معنی ختم نبوت کے غلط بیان کئے تھے وہ غلط ہیں۔ صحیح معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی حقیقی نہ ہو گا۔ یا یعنی علیہ السلام کو جو فلاں جگہ گالیاں دیکر کافر ہوا تھا اس سے توبہ کر کے مسلمان ہوتا ہوں : بس یہی جواب ہم اہل سنت کی طرف سے نانو توہی صاحب کی ان عبارات کے متعلق ہے :

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ نانو توہی صاحب نے تحذیر الناس یا دوسری کتابوں میں جہاں کہیں ختم نبوت کا اقرار کیا ہے وہ صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے بر بنائے دجالیت کیا ہے۔ لہذا جب تک کہ ان کی کوئی ایسی عبارت نہ دکھائی جائے جس میں انہوں نے تحذیر الناس صفحہ ۳۲، صفحہ ۳۴، صفحہ ۳۵ کی کفریہ عبارات سے توبہ کی ہو اس وقت تک ان کا اسلام ثابت نہیں ہو سکتا۔ آپ نے اپنے پہلے بیان میں یہ بھی کہا ہے کہ نانو توہی صاحب نے صفحہ ۳۲ والی عبارت میں ختم نبوت زمانی کو عوام کا خیال نہیں بتلایا، بلکہ "خاتمیت" کے مفہوم کو ختم زمانی ہی میں محصور کرنے کو عوام کا خیال کہا ہے۔ اس کا جواب سنئے :

" نانو توہی صاحب نے تحذیر الناس صفحہ ۲۹ پر لکھا ہے۔

" اگر وجہ کم التفاتی بردوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آگیا اور کسی طفل نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا ؟

گاہ باشد کہ کوہ کے نادان — بخلط برہدف زند تیرے

ہاں بعد وضوح حق اگر فقط اس وجہ سے کہ یہ بات میں نے کہی اور وہ اگلے کہہ گئے تھے، میری زمانیں اور د

پرانی بات گائے جاتی تو قطع نظر اس کے کہ قانون محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بہت بعید ہے

اپنی عقل دھم کی خوبی پر گواہی دیتی ہے :

اس عبارت سے صاف ثابت ہو گیا کہ ختم نبوت کے یہ معنی کہ حضور نبی بالذات ہیں، نانو توہی صاحب

کے خود ایجاد کردہ ہیں۔ ان سے پہلے ائمہ دین و تابعین و صحابہ رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز یہ معنی نہیں سمجھے۔ نانو تووی کے قبل تمام امت کا اجماع ہے کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پہلے نبی ہیں۔ نانو تووی صاحب کے اقرار سے ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تمام امت کے عقیدے میں ختم نبوت کا اسی معنی میں حصر تھا کہ حضور سب سے پہلے نبی ہیں۔ اور اسی حصر کو نانو تووی صاحب نے ناسمجھ لوگوں کا خیال بتایا تو تمام امت بلکہ خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معاذ اللہ عوام میں داخل کر دیا۔

مولوی صاحب آپ نانو تووی صاحب کو کفر سے بچالے کے لئے فرماتے تھے کہ انہوں نے ختم نبوت زمانی کو نہیں بلکہ مفہوم خاتمیت کو ختم زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال لکھا ہے۔ اب میں نے خود انہیں کی عبارت سے ثابت کر دیا کہ نانو تووی صاحب سے پہلے تمام مفسرین، تمام صحابہ و تابعین حتیٰ کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مفہوم خاتم النبیین کا خاتم زمانی ہی میں حصر کیا تھا، اور نانو تووی صاحب نے اسی حصر کو ناسمجھ عوام کا خیال بتلایا تو گویا انہوں نے تمام ائمہ امت، تمام صحابہ و تابعین اور خود محبوب رب العالمین شفیع اللہ نہیں صلی اللہ علیہ وسلم کو ناسمجھ عوام میں داخل کر دیا۔ اور یہ کفر بلکہ خبیث ترین کفر ہے۔ تو نانو تووی صاحب کا فرہونے اور آپ بھی ان کی اور ان کے اس خبیث کفر کی حمایت کر کے ایسے ہی کافر ہوئے۔ مولوی صاحب آپ کتنا ہی اٹھری چوٹی کا زور لگائیں نانو تووی صاحب کو مسلمان ثابت نہیں کر سکتے۔ وہ اقراری کافر ہیں۔ آپ نے کہا تھا کہ نانو تووی صاحب نے اسی تحذیر الناس میں دلائل سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاتمیت زمانیہ ثابت کی ہے۔ اس کا جواب بھی سنئے۔

”نانو تووی صاحب نے خود لکھا ہے کہ ختم زمانی حضور کی شان کے لائق نہیں، پھر جو وصف حضور کی شان کے لائق نہیں، اس کو ثابت کرنا حضور کی توہین ہے یا نہیں۔ تو پھر ختم نبوت زمانی حضور کے لئے نانو تووی کیوں کر ثابت کر سکتے ہیں۔“

دیکھئے اسی تحذیر الناس کے آٹھویں صفحہ پر لکھا ہے کہ ”شایان شان مجددی صلعم خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی“ بتائیے جب خاتمیت زمانی نانو تووی صاحب کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان ہی نہیں تو پھر کیا اس کو حضور کے لئے ثابت کر کے حضور کی توہین کریں گے۔ خدا کی شان دیکھئے آپ جو کچھ کہتے ہیں اس کی تردید خود نانو تووی صاحب

پہلے ہی کر چکے ہیں۔ مولوی صاحب ! اب بھی کفر کی حمایت چھوڑ کر مسلمان ہو جائیے۔

آپ نے اس تقریر میں یہ بھی کہا تھا کہ تینوں فقرہوں کی ترتیب بدلنے سے کفری معنی پیدا ہو گئے۔ حالانکہ میں اپنے پہلے بیان میں آپ کی اس بات کا جواب دے چکا ہوں۔ اب پھر سنئے ! میں نے لکھا ہے۔

” میں نے پہلے روشن کر دیا ہے کہ تینوں عبارات تحذیر الناس میں متن مستقل کفر میں، آپ اس کے جواب میں ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکے۔ اور پھر ریٹ وہی ہے کہ ترتیب بدلنے سے معنی کفری پیدا ہو گئے آپ کو کچھ خبر بھی ہے، تحذیر الناس کی عبارات با ترتیب لکھ کر علماء حرمین سے فتوے کفر لیا جا چکا ہے۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ الکھثرین)

آپ نے اپنی اس دوسری تقریر میں یہ بھی فرمایا تھا کہ ”خاتم النبیین“ کے معنی کو صرف خاتم زمانی میں قصر کرنا حدیث ”لعل آیت منها ظہر و بطن“ کے خلاف ہے کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آیت کے لئے کم از کم دو معنی (ایک ظاہری اور ایک باطنی) ضرور ہوتے ہیں اور ہر ایک کے لئے ”حد و مطلع“ ہے۔ اس کا جواب بھی سنئے۔

” ہر آیت کے لئے ظہر و بطن و حد و مطلع ہے۔ مگر لفظ ”خاتم النبیین“ کوئی ایک مستقل آیت ہو کر نہیں، بلکہ آیت کریمہ کا ایک لفظ ہے جس پر امت کا اجماع ہے کہ جو معنی اس کے ظاہر سے سمجھ میں آتے ہیں صرف یہی مراد ہیں اور اجماع کا منکر کافر ہے۔“

تو چونکہ نانوتوی صاحب اس لفظ کے ظاہری معنی کے علاوہ ایک باطنی معنی کے بھی مدعی ہیں اور امت کے اجماعی حصر سے منکر ہیں اس لئے بھی وہ کافر ہوئے۔ لیجئے مولوی صاحب ! یہ نانوتوی صاحب کے کفر کی ایک اور وجہ ہو گئی اور آپ اس کفر کی بھی حمایت کر کے ایک اور کفر میں مبتلا ہو گئے۔

مولوی صاحب ! اب بھی باز آجائیے اس کفر کی حمایت سے اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائیے۔

” آپ نے کہا ہے کہ نانوتوی نے خود منکر ختم زمانی کو کافر لکھا ہے، مگر یہ تو خود اپنے کافر مرتد ہونے کا اقرار ہوا۔“

لیجئے مولوی صاحب ! اب تو نانوتوی صاحب خود اپنے اقرار سے کافر ہو گئے۔ اب بھی آپ ان کی حمایت

کریں گے۔ ۹

میں نے اپنے پہلے بیان میں عرض کیا تھا کہ ختم نبوت کے انکار کا سبق قادیانیوں کو نانوتوی صاحب نے دیا ہے۔
لہذا وہ استاد اور قادیانی ان کے شاگرد ہیں۔ آپ نے اس کا تو کوئی جواب دیا نہیں اور بس یوں ہی بک دیا کہ قادیانی انھیں
کے شاگرد ہیں۔ یہ بھی کوئی جواب ہے۔ سنتے؟

• نانوتوی کا خود اقرار میں دکھا چکا کہ ختم نبوت کے معنی سب سے پہلے خود نانوتوی نے بدلے، اسی
طرح قادیانیوں نے بدلے، تو ختم نبوت کے معنی بدلنے میں نانوتوی استاد اور قادیانی شاگرد ہیں کفر سکھانے
والا استاد تو آپ کے نزدیک مسلمان ہے اور کفر سکھانے والا شاگرد کافر و مرتد ہے۔ یہ عجیب بولچہ ہے۔
آپ نے اپنی اس تقریر میں فرمایا تھا کہ تحذیر الناس صفحہ ۱۴ و صفحہ ۲۸ کے فقرہ میں ”بلکہ“ کا لفظ ہے
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مابعد کو ماقبل سے کوئی خاص تعلق ہے۔ میں نے اس کے جواب میں عرض کیا ہے کہ۔
”بلکہ“ کا لفظ اضطراب کے لئے آتا ہے۔ یہاں سے مستقل جملہ شروع ہوتا ہے۔“

پس صفحہ ۱۴ و صفحہ ۲۸ کے دونوں فقرے مستقل مستقل جملے ہیں۔ اور میں ثابت کر چکا ہوں کہ مستقل جملوں کی ترتیب
بدلنے سے مضمون میں کوئی فرق نہیں آتا۔ پس اعلیٰ حضرت نے اگر سام ائمہ میں شریف میں ان فقرہ کی ترتیب بدل دی تو
اس سے معنی کچھ نہیں بدلے، پس آپ کا یہ کہنا غلط ہے کہ اعلیٰ حضرت کے ترتیب بدل دینے سے کفری معنی پیدا ہو گئے۔
آپ نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں جو کچھ لکھا یا کہا تھا میں نے اس کے لفظ لفظ کا جواب دے دیا اور اس کے
پرچے اڑا دیئے اور ثابت ہو گیا کہ نانوتوی صاحب نے ختم نبوت زمانی کا انکار کیا، ضروریات دین کا انکار کیا، اجماع
کا انکار کیا اور وہ کافر و مرتد ہو گئے۔ اب جو ان کی حمایت کرے اور ان کو مسلمان کہے وہ بھی ایسا ہی کافر، مرتد ہے۔
مولوی صاحب میں پھر آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ کافر دل کا ساتھ چھوڑ کر مسلمان ہو جائیے، ابھی ہمارا آپ کا
جھگڑا ختم ہو جائے گا۔

از مرتب :- مولوی حسنت علی صاحب نے اپنی یہ تقریر ختم فرمانے کے بعد تحریر کی ایک دستخط فرما کر مولانا محمد منظور صاحب کے حوالہ کی۔ اس کے بعد مولانا محمد مرح جوانی تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔ مولوی حسنت علی صاحب نے فرمایا تحریری جواب کی نقل تو ضیحی تقریر شروع ہونے سے پہلے مل جانی چاہئے۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اب تک فریقین کا عمل اسی طرح رہا کہ تقریر کے اختتام پر تحریر دی جاتی ہے۔ اس لئے میں تقریر کے بعد تحریری جواب حاضر خدمت کر دیا گا۔ لیکن مولوی حسنت علی صاحب نے اس پر غیر معمولی اصرار کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ میں نے ابھی تک جواب پورا لکھا بھی نہیں ہے۔ آپ کی تقریر کے دوران میں مختصر نوٹ لکھے ہیں۔ اب میں تقریر کے ساتھ ہی بطور املا تحریری جواب تیار کر اؤں گا اور حسب سابق بعد میں اس کی نقل آپ کے حوالہ کر دوں گا۔ مگر مولوی حسنت علی صاحب حسب عادت اپنی بات پر اڑ گئے۔ بالآخر مولانا محمد منظور صاحب نے جب ان کا اس قدر اصرار دیکھا تو اس کو بھی منظور فرمالیا۔ اور اسی وقت صرف تین چار منٹ میں یہ مختصر مگر جامع تحریری جواب لکھ کر ان کے حوالے کیا۔ اور حسب قرارداد باقی ۲۵ منٹ میں انہی مختصر نوٹوں کی توضیح دتا ہند میں تقریر فرمائی۔

مولانا کے اس بیان میں بھی ہم اس کا التزام کریں گے کہ تحریر کا حصہ ماشینین چھوڑ کر لکھیں گے اور توضیحی تقریر کا

یوری سطر دل میں -

(مرتب غفرلہ)

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کا تیسرا جوابی بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى . اما بعد !

حاضرین کرام ! چونکہ مولوی حسرت علی صاحب نے معلوم کس خاص مصلحت سے اس وقت اس پر اصرار کیا کہ تقریر کے آغاز سے پہلے تحریری جواب پیش کر دیا جائے۔ اس لئے میں نے تحریری جواب میں نہایت مختصر مختصر نوٹ لکھ دیئے ہیں، جن کو مع توضیح کے آپ حضرات کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

مولوی صاحب نے سب سے پہلے یہ فرمایا ہے کہ ”آپ نے مسلمان کی شرعی تعریف نہیں بتلائی۔ میں نے اس کے جواب میں عرض کیا ہے کہ

”مسلمان کی تعریف، میں اپنی سب سے پہلی تحریر میں کر چکا ہوں۔ غور سے دیکھئے“

میری سب سے پہلی تحریر کے بالکل شروع میں یہ الفاظ موجود ہیں ”کسی شخص کے مسلمان ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ تمام ضروریات دین پر اس کا ایمان ہو“۔ باوجود اس صاف صریح تعریف کے آپ اپنی اس تحریر میں لکھتے ہیں کہ ”آپ نے یہ نہ بتایا کہ مسلمان کی شرعی تعریف کیا ہے“

درحقیقت یہ دیدہ دلیری آپ ہی کا حربہ ہے۔

اِس کار از تو آید و مردانِ پندیں کنند

آپ نے اپنی اس تحریر میں قرآن کریم کی آیات اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب الخراج سے یہ ثابت کرنے کی بھی کوشش کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص کفر ہے نہ معلوم کہ یہ تکلیف آپ نے کیوں گوارا فرمائی اس سے کس کو انکار ہے۔

”بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں ادنیٰ گستاخی موجب کفر و ارتداد ہے“

بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ دوسرے قسم کے کافروں کو تو پناہ بھی مل سکتی ہے لیکن جو بد نصیب شقی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ پاک میں گستاخی یا سوہ ادبی کر کے کافر ہوا، اس کو خدا حبیب الرحیم میں پناہ نہیں۔ خدا کی زمین کو اس کے ناپاک وجود سے پاک کر دینا چاہئے۔ مولانا ! اس معاملہ میں ہمارے جو جذبات ہیں آپ کے تحلیل کی بھی وہاں تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ معاف کیجئے آپ کے پاس بلند آہنگی سے دعوے کرنے کے لئے صرف زبان ہے اور ہمارے پاس کام کرنے کے لئے ہاتھ اور ناموس نبوت پر قربان ہونے کے لئے جان بھی ہے۔ آپ ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کر سکتے کہ آپ کی جماعت کے کسی فرد نے اس راہ میں کوئی معمولی سی بھی قربانی کی ہو۔

اور اکھٹہ شد مجھے تازہ ہے کہ میرے بہت سے بھائیوں نے اسلام اور حضور داعی اسلام علیہ السلام کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لئے بڑی سے بڑی قربانیاں پیش کیں۔

اس عام جلسہ میں اس سلسلہ کی تفصیل ہماری مصلحت کے خلاف ہے۔ ورنہ میں بتلاتا کہ ماضی قریب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت پر جن فدائیوں نے اپنی جانیں قربان کیں وہ کس درخت کے پھل تھے اور ہماری جماعت سے ان کا کیا تعلق تھا۔ تاہم اس سلسلہ کی صرف ایک چیز عرض کرتا ہوں۔ قریباً آٹھ، دس برس ہی کا عرصہ ہوا ہے کہ لاہور کے ایک بد زبان بد نصیب آریہ سماجی (راجپوت) نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص میں ایک متعل کتاب لکھی جس کا ناپاک نام ”رنگیلا رسول“ رکھا۔ اس وقت آپ حضرات گھردوں اور خانقاہوں میں بٹھے گیا رہیں کی فیرنی اور بارہویں کی کشمیری لڑاتے رہے اور کسی کی بھی رگِ حمیت نہ بچڑکی اور حیل خانہ گئے تو ہماری جماعت کے محرم اور مشہور بزرگ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری وغیرہ۔

مولانا ! آپ ہمارے سامنے یہ وعظ کہتے ہیں کہ توہینِ رسول سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ اور ہمارا مسک یہ ہے

کہ اس بد بخت کو ایک لمحہ کے لئے خدا کی اس زمین میں زندہ رہنے کا حق نہیں ہے
بہیں تغا دست رہ اذ کجا ست تا بہ کجا

میں نے اپنے بیان میں تحذیر الناس کی وہ عبارات پیش کی تھیں جن میں حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے

دلائل سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ختم نبوت زمانی کو ثابت فرما کر اس کے منکر کو صاف الفاظ میں کافر لکھا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے حضرت مولانا محمد رفیع صاحب دہلوی کی ایک عبارت پیش کی ہے۔ جو انہوں نے

قادیانیوں کے جواب میں لکھی ہے۔ میرا جواب سنئے۔ ۱۔

حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے مرزائیوں کے متعلق وہ بالکل صحیح لکھا ہے۔ ہاں فہم عالی کا قصور ہے۔ یہی چیز تو معرض بحث میں ہے کہ مولانا ثانوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے ختم نبوت کا انکار ثابت ہے یا نہیں۔ ہمارے بلکہ ہر ایمان دار منصف مزاج کے نزدیک تحذیر الناس کی عبارت بالکل بے غبار ہیں۔ بلکہ اس میں ختم نبوت زمانی کو دلائل قاہرہ سے ثابت کر کے اس کے منکر کو کافر لکھا گیا ہے۔ پس مرزا صاحب یا مرزائیوں کو ان پر قیاس کرنا کفر کو اسلام پر قیاس کرنا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مرزائی لٹریچر میں ختم نبوت کا انکار اور مرزائی نبوت کا دعویٰ اس قدر صحت اور واضح عبارت میں موجود ہے جس میں کوئی کسی قسم کی تاویل چل ہی نہیں سکتی۔

مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں جابجا اپنے کو نبی اور رسول لکھا ہے۔ اپنے زمانے والوں کو اس نہانے کی وجہ سے ہی کافر قرار دیا ہے۔ (جو رسول ہی کی شان ہے) تمام ان لوگوں کو جو ان کی (جھوٹی) نبوت پر ایمان دلائیں جنہی بتلایا ہے۔ اپنے گاؤں (قادیان) کو "خدا کے رسول کی تخت گاہ" لکھا ہے۔ قرآن مجید کی بہت سی وہ آیتیں جو جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نازل ہوئی ہیں ان کا مصداق اپنی ذات کو قرار دیتا ہے۔ اُس دین کو لکھتی دین قرار دیا ہے جس میں نبوت کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے جاری نہ ہو۔ (معاذ اللہ)

اور یہ سب چیزیں ایسی صراحت کے ساتھ مرزائی لٹریچر میں مذکور ہیں جن میں کوئی شبہ بھی نہیں ہو سکتا اور خود قادیانی امت کے عقائد بھی اسی کے موافق ہیں۔ پس ایسی حالت میں اگر مرزا صاحب کی کسی کتاب میں ختم نبوت کا اقرار یا منکر ختم نبوت کی تکفیر ملے تو اس کی بظاہر رد ہی دہیں ہو سکتی ہیں۔ یا یہ کہ یہ تحریری دعوائے نبوت اور انکار ختم نبوت سے پہلے زمانہ کی ہو یا تبلیہ و تدلیس کے لئے ایسا لکھا گیا ہو۔ تسلط احتمال یہ بھی ہو سکتا تھا کہ مرزا صاحب نے پہلے عقائد

۱۔ جناب مرزا اپنی کتاب دافع البلاء ص ۱ پر لکھے ہیں: "سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں نبی بھیجا" نیز لکھے ہیں "ہمارا دعویٰ ہے کہ

ہم رسول اللہ ہیں" "اخبار البید" ۵، پارچہ ۱۹، ص ۱۲۔ ۲۔ دیکھو مرزا صاحب کی کتاب "حقیقۃ الوحی" ص ۱۴۔ ۳۔ حاشیہ الرعین ص ۱۲

۴۔ دیکھو دافع البلاء ص ۱۲۔ ۵۔ حقیقۃ الوحی ص ۱۲۔ ۶۔ براہین حصہ پنجم ص ۱۲۔

سے تائب ہو کر ایسا لکھا ہو، لیکن واقعات کے خلاف ہے اور خود مرزائی جماعت بھی اس کی قائل نہیں۔ اس لئے مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے بالکل ٹھیک لکھا کہ مرزا صاحب کی ایسی عبارات سے ان کا کفر دفع نہیں ہو سکتا کیوں کہ وہ کفر و ارتداد سے پہلی ہیں، یا محض تدلیس و تکبیر کے لئے لکھی گئی ہیں۔

بجلاف مصنف تحذیر الناس حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کہ ان کی کسی کتاب میں انکار ختم نبوت زمانی کا ضعیف سا اشارہ بھی نہیں۔ اور آپ کے اعلیٰ حضرت نے اس بہتان کو ثابت کرنے کے لئے تحذیر الناس کے حوالے سے جو عبارت نقل کی ہے، میں ثابت کر چکا کہ اس کی نقل میں نہایت افسوسناک غیانت سے کام لیا ہے۔ انہوں نے مختلف مقامات کے ناقص فقرہ کو جو ذکر ایک سلسل عبارت بنائی ہے جو ہرگز تحذیر الناس کی عبارت نہیں کہی جاسکتی۔ میں چونکہ اس پر تفصیلی بحث اپنے پہلے بیانات میں کر چکا ہوں، اس لئے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

بہر حال یہ حقیقت واقعہ ہے کہ تحذیر الناس میں ختم زمانی کے خلاف کوئی عبارت نہیں، بلکہ وہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا محض بہتان ہے۔ پس اس کے دفعہ میں اگر ہم تحذیر الناس کی وہ عبارات پیش کریں، جن میں مصنف نے دلائل قاہرہ سے ختم نبوت زمانی کو ثابت فرما کر اس کے منکر کو کافر قرار دیا ہے۔ تو یہ بالکل بجا ہوگا۔ ہاں اگر خدا نخواستہ تحذیر الناس میں مرزائی لٹریچر کی طرح کہیں ختم نبوت زمانی کا صاف صریح انکار ہوتا تو بے شک آپ ان عبارات کا وہ جواب دے سکتے تھے جو حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ نے مرزائیوں کو دیا ہے۔ پس دونوں مقدموں کی نوعیت میں یہ نہایت روشن فرق ہے۔

آپ نے تحذیر الناس صفحہ ۲۹ کی ایک عبارت لکھی ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مصنف تحذیر الناس کو گویا خود اس کا اقرار ہے کہ ان سے پہلے تمام علمائے امت تمام صحابہ و تابعین اور حتیٰ کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معنی خاتم النبیین کو خاتمیت زمانی میں حصر کرتے تھے۔ میں نے اس کے جواب میں عرض کیا ہے۔

”صفحہ ۲۹ کی عبارت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین بھی حصر سمجھتے تھے انتہائی ناخوشی ہے۔ بلکہ آپ مرحوم نے اپنے ایک مکتوب میں تصریح فرمائی ہے کہ ”بالتفسیر میں سوائے انبیائے علیم السلام اور راسخین فی العلم کے اور سب عوام ہیں“ اس سے واضح ہو گیا کہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام راسخین فی العلم کو اس باب میں

اپنا ہمنوا سمجھتے ہیں :

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحذیر الناس کے شروع ہی میں ”خاتم النبیین“ کے بدلے میں دو گروہوں کا ذکر کیا ہے ایک عوام جن کے متعلق لکھا ہے کہ یہ لوگ معنی ”خاتم النبیین“ کو خاتمت زمانی ہی میں حصر کرتے ہیں۔ دوسرے اہل فہم جن کو مولانا اپنا ہمنوا خیال کرتے ہیں۔ اس جگہ عوام سے جو لوگ ان کی مراد ہیں ان کی تفصیل انہی کے مکتوبات حصہ اول مکتوب نمبر دوم صفحہ ۴۴ پر اس طرح مذکور ہے کہ۔

”سب از انبیاء کرام علیہم السلام یا ماسخان فی العلم ہمہ عوام اند۔“

باب تفسیر میں سوائے انبیاء علیہم السلام اور راسخین فی العلم کے سب عوام ہیں۔“

حضرت مولانا کی اس تصریح سے معلوم ہو گیا کہ مولانا کی مراد عوام سے صرف وہ لوگ ہیں جو راسخین فی العلم میں داخل نہیں ہیں۔ اور انہی کے متعلق مولانا کا یہ خیال ہے کہ وہ مفہوم خاتمت کو ختم زمانی میں منحصر سمجھتے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے حضرات یعنی راسخین فی العلم، بالخصوص صحابہ و تابعین اور پھر خاص کر تمام راسخین فی العلم کے سر دار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے متعلق حضرت مولانا کا خیال ہے کہ ان میں سے کسی نے حصر کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ مولانا مرحوم ان کو اپنے موافق سمجھتے ہیں۔

لفظ ”عوام“ سے معاذ اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام و تابعین عظام کو مراد لینا صرف آپ کی طبیعت کی نفاست ہے۔ شاید آپ حضرات کے محاورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام وغیرہ اکابرین دین کو عوام کہا جاتا ہو۔ حضرت مولانا نانوتویؒ کی جو مراد لفظ ”عوام“ سے ہے وہ انہوں نے اپنے مکتوب میں لکھ دی ہے۔ اس کے بعد یہ کہنا کہ مولانا کی مراد عوام سے معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام وغیرہ ہیں انتہائی افسوسناک بات ہے۔

اور آپ نے جو عبارت تحذیر الناس صفحہ ۲۹ کی پیش کی ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مولانا نانوتوی مرحوم خود اس کے مقرر ہیں کہ ان سے پہلے تمام امت کا حصر پر اجماع رہا ہے۔ اس عبارت کے نقل کر لے اور اس کا مطلب بیان کرنے میں آپ نے سخت خیانت اور بددیانتی سے کام لیا ہے۔ جناب اس عبارت میں آیت ”خاتم النبیین“ کے معنی کا ذکر ہی نہیں ہے۔ وہاں تو اثر ابن عباس کی تاویل کا ذکر ہے۔ مولانا مرحوم وہاں یہ بتلانا چاہتے ہیں

کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اثر (در بارہ انبیاء طبعات) کی بعض اگلی مصنفین نے جو تاویلیں کی ہیں، مثلاً یہ کہ ان سے اراضی متعلق میں مبلغان احکام مراد لے لئے۔ یا بعض صوفیاء نے اس کو عالم مثال پر محمول کیا وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کی تاویلات ٹھیک نہیں بلکہ اس کی صحیح شرح وہ ہے جو میں نے لکھی ہے۔ اور پھر اسی کے متعلق مولانا نے یہ لکھا ہے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ میں ان اگلی مصنفوں کی تحقیر کرتا ہوں، ان کا احترام اور ان کی عظمت بچانے خود اپنے دل میں ہے۔ مگر ایسا بھی کہی ہو جاتا ہے کہ کسی مضمون کی طرف بڑوں کا ذہن نہیں گیا اور کسی چھوٹے کا چلا گیا۔ بہر حال صفحہ ۲۹ کی اس عبارت کا تعلق تفسیر ”خاتم النبیین“ سے نہیں ہے۔ بلکہ وہ عبارت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اثر کی تاویل کے متعلق ہے۔ تحذیر الناس صفحہ ۲۹۔ غور سے ملاحظہ فرمائیے۔ میں اسی جگہ کی پوری عبارت پڑھتا ہوں سنئے۔ مولانا تحریر فرماتے ہیں۔

” نیز یہ بھی واضح ہو گیا ہو گا کہ یہ تاویل کہ یہ اثر اسرائیلیات سے ماخوذ ہے، یا انبیاء علیہم السلام اراضی ماتحت سے مبلغان احکام مراد ہیں، ہرگز قابل التفات نہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ باعث تاویلات مذکورہ یہی مخالفت خاتمت تھی۔ جب مخالفت ہی نہیں تو ایسی تاویلیں کیوں کیجئے جن کو مدلول معنی مطالبی سے کچھ علاقہ ہی نہیں باقی رہے۔ یہ بات کہ بڑوں کی تاویل کو نہ مانئے تو ان کی تحقیر لھوذا باللہ لازم آئے گی۔ یہ انہی لوگوں کے خیال میں آ سکتی ہے جو بڑوں کی بات ازراہ بے ادبی نہیں مانا کرتے، ایسے لوگ اگر ایسا سمجھیں تو بجا ہے ”المصرع یقیس علی خلفہ“ یہ اپنا دتیرہ نہیں، نقصان شان اور چیز ہے اور خطا و سیان اور چیز۔ اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آگیا۔ اور کسی طفل نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا۔ گاہ ہاشد کہ کوہ کے نادان۔ بغلط بردہ زندقہ سے۔“

مجھے حیرت ہے کہ آپ ایسی خلاف دیانت کارروائیاں کرنے میں کیوں اس قدر دلیر ہیں۔ اس عبارت کا وہ ابتدائی حصہ جس سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ مولانا کا کلام یہاں ”تفسیر خاتم النبیین“ میں نہیں، بلکہ

اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ میں ہے۔ آپ نے بالکل چھوڑ دیا اور صرف آخری حصہ کو لکھ دیا۔ اور مطلب وہ بیان کیا جس کا وہاں شائبہ بھی نہیں۔ لیکن میں اس کے سوا کچھ نہیں کہوں گا کہ ”خدا آئندہ ہی کے لئے نیکی کی توفیق دے“
 ہاں اسی کے ساتھ آپ نے ایک اور بھی ایسا ہی۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ افسوسناک افتراء کیا ہے کہ معاذ اللہ
 مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ختم زمانی حضور کی شان کے لائق نہیں۔ میں نے اس کے جواب میں عرض کیا ہے۔
 ”آپ کا یہ لکھنا کہ ختم زمانی حضور کی شان کے لائق نہیں بالکل افتراء ہے۔“

اور جو فقرہ اس بہتان کے ثبوت میں آپ نے تھذیر الناس صفحہ ۷ سے پڑھ کر سنایا ہے اس میں بھی آپ نے
 ایسی خیانت سے کام لیا ہے جس کی توقع مجھ آپ سے بھی نہ تھی۔ میں حیران ہوں کہ آپ کیوں کر ایسی جرأت کرتے
 ہیں اور وہ بھی میرے سامنے جس کو بار بار آپ آزما چکے ہیں۔

حاضرین کرام! پوری عبارت نہیں جس کا نام تمام ملکہ سولہ صاحب نے سنا کر مجھ کو اور آپ کو دھوکا دیا
 چاہا تھا۔ پوری عبارت اس طرح ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

”ہاں اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمت کو زمانے اور مرتبے سے عام لیجئے تو پھر
 دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا۔ پر ایک مراد ہو تو شایان شان محمدی صلعم خاتمت مرتبی ہے
 نہ زمانی۔“

اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر لفظ خاتم کو خاتم زمانی اور خاتم مرتبی سے مطلق رکھا جائے یا بطور
 عموم مجاز زمانے اور مرتبے دونوں سے عام رکھا جائے تو اسی ایک لفظ سے حضور کے لئے دونوں قسم کی خاتمت یعنی
 زمانی و ذاتی مراد ہوگی۔ اور اگر دونوں میں سے ایک ہی مراد لینی ہو تو پھر اس کے لئے زیادہ شایان شان محمدی خاتمت
 مرتبی ہوگی نہ کہ زمانی۔ کیوں کہ ختم ذاتی میں فضیلت بالذات ہے اور نیز ختم زمانی اس کے لئے لازم بھی ہے۔

بہر حال اس عبارت میں یہ نہیں کہا گیا کہ ختم زمانی معاذ اللہ حضور کی شان کے ہی لائق نہیں بلکہ مولانا کا
 مقصد صرف یہ ہے کہ ان دونوں قسم کی خاتمت میں حضور کے لئے زیادہ شایان شان ختم ذاتی ہے۔ ورنہ اگر خدا نخواستہ
 حضرت مولانا اس کو آپ کے لائق نہ سمجھتے تو اس کو آپ کے لئے ثابت ہی کیوں کرتے، حالانکہ پہلے تو احتمال آپ کے
 اطلاق یا عموم مجاز ہی کا لکھا ہے جن میں حضور کے لئے دونوں قسم کی خاتمت ثابت ہوتی ہے۔ نیز اسی عبارت کے

بالکل متضاد وہ عبارت ہے جس میں مولانا نے اپنا مختار اس کو قرار دیا ہے کہ خاتم کو جنس قرار دیا جائے اور زمانی و مرتبی کو اس کی دو نوعیں۔ پھر اسی ایک لفظ ”خاتم النبیین“ سے حضور کے لئے خاتمت کی دونوں نوعیں بر لالت مطابق ثابت کی جائیں۔ جس کو میں اپنی پہلی تقریر میں بہ تفصیل عرض کر چکا ہوں۔

بہر حال صفحہ ۸ کا جو ناقص فقرہ آپ نے لوگوں کو پڑھ کر سنایا، اس کا ہرگز وہ مطلب نہیں جو آپ نے بیان کیا۔ بلکہ وہی مطلب ہے جو میں نے عرض کیا۔ جس کی مثال یوں سمجھئے کہ حق تعالیٰ نے قرآن پاک کو سورۃ بنی اسرائیل میں ”شفاء“ فرمایا ہے۔ اب ایک عالم یہ کہتا ہے اگر اس کو شفاء روحانی اور جسمانی سے مطلق رکھا جائے جب تو دونوں قسم کی شفاء مراد ہوگی۔ اور اگر ایک ہی مراد ہو تو پھر قرآن پاک کے شایان شان شفاء روحانی ہے نہ کہ جسمانی ظاہر ہے کہ کوئی احمق بھی اس کا یہ مطلب نہ سمجھے گا کہ اس عالم نے قرآن پاک کی شفاء جسمانی کی تاثیر سے انکار کر دیا، یا اس کو اس کے لائق نہ سمجھا، بلکہ ہر صاحب فہم کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہی ہوگا کہ شفاء روحانی کا مرتبہ شفاء جسمانی سے بلند ہے۔ اگرچہ شفاء جسمانی بھی اپنی جگہ پر بہت زیادہ قابل قدر ہے۔ الغرض حضرت مولانا انواری رحمۃ اللہ علیہ پر آپ کا یہ محض بہتان ہے کہ ان کے نزدیک ختم زمانی معاذ اللہ حضور کی شان کے لائق ہی نہیں۔

آپ نے اس مرتبہ پھر یہ کہا ہے کہ تحذیر الناس کے تینوں فقروں میں تین مستقل فقر ہیں اور ترتیب بدل دینے سے معنی میں کوئی فرق نہیں ہوا۔ چونکہ اس کا انتہائی شافی اور مفصل جواب میں پہلے عرض کر چکا ہوں اس لئے جواب میں اس وقت میں نے صرف یہ عرض کیا ہے کہ۔

”تینوں عبارتوں کی میں کافی توضیح کر چکا ہوں۔ اس کے بعد وہ عبارات بالکل بے عبارت ثابت ہوتی ہیں“

اب جب تک کہ آپ میرے اس مطلب کو دلائل سے غلط ثابت نہ کریں جو میں نے ان تینوں فقروں کا کجھ اللہ نہایت مدلل بیان کیا ہے۔ اس وقت تک مجھے اس بارہ میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ میں پہلے ہی یہ بھی نہایت وضاحت سے بتلا چکا ہوں کہ ترتیب کے بدل دینے سے اصل مطلب بالکل بدل گیا۔

نیز آپ نے پہلے بیان میں اس کو تسلیم کیا ہے کہ اگر ناقص فقروں کی ترتیب بدل جائے تو مضمون بدل جاتا ہے اور میں ثابت کر چکا ہوں کہ صفحہ ۱۲ و صفحہ ۲۸ کے فقرے مولوی احمد رضا خان صاحب نے حسام اکھرین میں ناقص اور

تمام ہی نقل کئے ہیں۔

آپ کا یہ فرمانا کہ ”ہل“ اضطراب کے لئے ہے اور اس کے بعد سے مستقل جملہ شروع ہوتا ہے۔ نہایت عجیب ہے۔ بندہ خدا غور سے دیکھا تو ہوتا۔ یہ دونوں فقرے محل جزاء میں ہیں اور ان کی شرط اور پر مذکور ہے۔ صفحہ ۱۴ کا فقرہ یہاں سے شروع ہوتا ہے۔

” عرض اختتام اگر باہیں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء پر گزشتہ

ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا۔ بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ

کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے “

کیا کوئی معمولی اردو دان بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ بلکہ سے بعد الی عبارت اسی پہلی شرط پر متضرع نہیں ہے۔ ؟
علیٰ ہذا بالکل یہی صورت صفحہ ۲۰ دالے فقرے کی ہے۔ بہر حال یہ دونوں فقرے تمام ہیں اور آپ کے اعلیٰ حضرت نے ان کی ترتیب بدل کر ان کے مضمون کو بالکل مسخ کر دیا ہے۔ اس مرتبہ آپ نے فتاویٰ الحرمین کا بھی ذکر کیا ہے پہلے حسام الحرمین کی بحث سے فارغ ہو لیجئے، پھر انشا اللہ ثابت کر دیا جائے گا کہ فتاویٰ الحرمین میں حسام سے بھی زیادہ زبردست خیانتیں کی گئی ہیں۔

ان اسی سلسلے میں مجھے ایک بات اور بھی عرض کرنی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر بالفرض آپ کی اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ ”حسام الحرمین“ میں تحذیر الناس کا جو فقرہ جس قدر نقل کیا گیا ہے وہ بجائے خود ایک مستقل جملہ ہے جس کا ادل آخر سے کوئی خاص تعلق نہیں۔ پھر ہر فقرہ میں علیحدہ علیحدہ مستقل کفر ہے تو آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بھی کافر ٹھہریں گے۔ کیوں کہ تحذیر الناس صفحہ ۱۴ کا جو فقرہ انہوں نے ”حسام الحرمین“ میں سب سے پہلے نقل کیا ہے اس کے الفاظ صرف یہ ہیں۔

” بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور

باقی رہتا ہے “

اس اتنے فقرے کا ظاہری مطلب یہی ہے کہ حضور کے زمانہ اقدس میں کسی نبی کا کسی جگہ ہونا آپ کی خاتمت کے منافی نہیں۔ اور یہ آپ کے اعلیٰ حضرت کو بھی تسلیم ہے۔ بلکہ حضرت نانوتوی مرحوم نے تو بالفرض ہی کر کے لکھا ہے، آپ

کے اعلیٰ حضرت تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ اقدس میں چار اور نبیوں کا وجود بالفعل تسلیم کر رہے ہیں چنانچہ ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ چہارم کے صفحہ ۶۱ پر ہے۔

”چار انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وہ ہیں جن پر ابھی ایک آن کے لئے بھی موت طلبی نہیں ہوئی

دو آسمان پر سیدنا ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور زمین پر

سیدنا حضرت الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام“

پس اگر تحریر ان اس صفحہ ۱۴ کا وہ فقرہ بالکل مستقل طور پر موجب کفر ہے تو آپ کے اعلیٰ حضرت بھی اس

کی ہمنوائی کی وجہ سے کافر ٹھہرے۔

شادم کہ از قیساں دامن کشاں گزشتی

گو مشتبہ خاک باہم برباد رفتہ باشد

اس مرتبہ آپ نے پھر یہ فرمایا ہے کہ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ ”خاتم النبیین“ سے صرف خاتم زمانی ہی

مرا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ آپ کا یہ دھوئی بالکل غلط ہے۔ جب حدیث پاک میں یہ آگیا کہ ہر امت قرآنی کے

لئے ایک ظاہری معنی ہیں اور ایک باطنی۔ تو پھر کس شخص کو یہ معنی حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ ”خاتم النبیین“

کے صرف یہی ایک معنی ہیں۔ اس کے سوا کچھ نہیں۔ ہاں آپ نے یہ بات نہایت عجیب فرمائی کہ ”خاتم النبیین“ پوری

آیت نہیں ہے بلکہ آیت کا ایک لفظ ہے۔ لہذا یہ اس حدیث کے تحت میں نہیں آتا۔ لیکن آپ نے یہ سوچا ہوتا کہ آیت

کے باطنی معنی جب ہی نہیں گئے جب کہ اس کے مفردات کے بھی باطنی معنی لئے جائیں۔ اور علاوہ اس کے میں نے اپنی پہلی

ہی تحریر میں اس موقع پر آپ کے اعلیٰ حضرت کی کتاب ”الدولۃ المکیہ“ کا بھی حوالہ دیا تھا اگر آپ اس کو دیکھ

لیتے تو یہ لکچر بات نہ فرماتے۔ اس میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے۔

لا یفقه الرجل کل الفقہ حتی یجعل آدمی اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہوتا جب تک کہ

للقوان وجوہا۔ قرآن پاک کے لئے متعدد توجہیات نہ نکالے۔

اور پھر بحوالہ ”القان“ اس کی شرح یہ لکھی ہے کہ فقیہ کامل وہ ہے جو۔

ان المراد ان يرعى اللفظ الواحد يحتل
معاني متعددة فيحمله عليها اذا كانت
غير متضادة ولا يقتصر على معنى واحد -
ایک لفظ کو متعدد معانی کے لئے متحمل دیکھئے اور پھر وہ سب
معانی اس سے مراد لے اور کسی ایک ہی معنی پر حصر نہ کرے۔
بشرطیکہ وہ معانی آپس میں متناقض نہ ہوں۔

(الدرر المکیہ ص ۴۴)

پس مولانا خانو تو ہی مرحوم کا قصور مرتب ہی ہے کہ انہوں نے لفظ ”خاتم النبیین“ کو دیکھا کہ وہ خاتم زمانی پر بھی
محمول ہو سکتا ہے اور اس سے خاتم مرتبی بھی مراد لیا جاسکتا ہے تو انہوں نے اس کو دونوں معنی پر محمول کیا اور اسی ایک
لفظ ”خاتم النبیین“ سے علاوہ خاتمت زمانی کے مولانا مرحوم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ایک بہت بڑی
فضیلت خاتمت مرتبی کی اور ثابت کی جس کی پوری تفصیل میں اپنے پہلے بیانات میں کر چکا ہوں اور سہولت فہم کے لئے
اس کی ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ فرض کیجئے کہ۔

کسی بادشاہ کے ملک میں کوئی دہائی مرض پھیلا۔ بادشاہ کی طرف سے علاج معالجہ کے لئے یکے بعد دیگر بہت سے
طیب بھیجے گئے اور سب نے اپنی اپنی قابلیت کے مطابق مریضوں کا علاج کیا لیکن مرض کا پورا استیصال نہ ہوا۔ اخیر
میں اس حکیم و کریم بادشاہ نے ایک سب سے بڑا اور زیادہ حاذق و ماہر طیب بھیجا جو اتفاق سے تمام پہلے طیبوں کا
استاد بھی ہے اور ملک کے تمام طیبوں نے فن طب اسی سے سیکھا بھی ہے۔ اور بادشاہ کی طرف سے اعلان کر دیا گیا کہ
یہ ہمارا آخری طیب ہے اس کے بعد کوئی طیب نہیں بھیجا جائے گا۔ آئندہ جب کہیں مریض ہو تو وہ اس آخری طیب
کا نسخہ استعمال کرے اسی سے شفا ہوگی۔

الغرض وہ آخری طیب اور سب طیبوں کا استاد آیا اور اس نے اپنا شفا خانہ کھولا۔ جوق درجوق مریض،
اس کے شفا خانہ میں داخل ہو کر شفا یاب ہوتے۔ بادشاہ نے اپنے ایک فرمان خاص میں اس آخری طیب کو،
”خاتم الاطباء“ لکھا۔ اب عوام تو اس کا مطلب بس یہی سمجھتے ہیں کہ یہ طیب آخری طیب ہے اور سب طیبوں کے
بعد آیا ہے۔ مگر ایک دقیق النظر جماعت اور بھی ہے جو کہتی ہے کہ اس لفظ ”خاتم الاطباء“ کا مطلب بس اتنا ہی نہیں ہے
بلکہ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ پہلے جتنے طیب آئے تھے ان کی طب کا سلسلہ بھی اسی طیب پر ختم ہے۔ یعنی
ان سب نے بھی فن طب اسی سے سیکھا ہے اور یہی ان سب کا استاد ہے۔

پس علوم تو اس لفظ ”خاتم الاطباء“ سے صرف ایک ہی قسم کی خاتمت زمانی نکالتے ہیں۔ اور یہ باریک بینی جماعت اسی لفظ سے خاتمت کے ساتھ ایک دوسری قسم کی خاتمت اور نکالتی ہے جس سے اس طبیب کی شان بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

پس بالکل یہی نقشہ ہمارے اور آپ کے اختلاف کا ہے۔ آپ لوگ لفظ ”خاتم النبیین“ سے صرف ایک قسم کی ختم نبوت یعنی محض زمانی نکالتے ہیں۔ اور معنی خاتمت کو بس اسی میں حصر کرتے ہیں۔ اور ہم لوگ اس خاتمت زمانی کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ اس لفظ سے ”خاتمت مرتبی“ بھی مراد لیتے ہیں۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اور گویا نص قرآن سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی الامت ہونے کے ساتھ ساتھ نبی الانبیاء بھی ہیں۔ اور ہم علامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے امتی ہیں۔ اسی طرح ایک حیثیت سے حضرت موسیٰ و عیسیٰ علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام بھی آپ کے امتی اور آپ کے فیض کے دست نگر ہیں۔

بہر حال حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا جرم اس باب میں صرف یہی ہے کہ وہ آپ لوگوں کے ادعائے حصر کو تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ آپ کا یہ خیال کہ اس حصر پر امت کا اجماع ہے میں عرض کر چکا ہوں کہ یہ خیال قطعاً غلط ہے اور اب میں نے عرض کیا ہے کہ۔

”حصر پر آپ ہرگز اجماع ثابت نہیں کر سکتے۔ بلکہ اس کے خلاف علمائے کلام کی تصریحات موجود ہیں چنانچہ علامہ بحر العلوم لکھنوی کے رسالہ ”فتح الرحمن“ سے حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کو نقل کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مقتضائے ختم رسالت صرف ختم زمانی میں منحصر نہیں۔ اور عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ ثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

بہر اس خاتم شد است او کہ بچود مثل اوئے بود دے خواہند بود
چونکہ صنعت برد استاد دست نے تو کوئی ختم صنعت بر تو ہست

مولانا بکر العلوم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ شارحین ثنوی نے اس مضمون و حضور کی خاتمت ذاتیہ کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے۔ پھر یہ کتنا کہ حصر پر اجماع ہے اور اس کا منکر کافر ہے، بالکل غلط اور

باطل ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ عارفِ رومیؒ کے ان اشعار اور ان کے ذیل میں شارحین ثنوی کی تصریحات دیکھنے کے بعد آپ یہ برأت دکریں گے کہ۔

”حصر پر ساری امت کا اجماع ہے۔ اور اس کا منکر کافر ہے۔“

کیونکہ عارفِ رومیؒ نے ان اشعار میں حضورؐ کی خاتمت کے ختم زمانی کے علاوہ ایک دوسرے معنی بھی بیان کئے ہیں جو قریب قریب بالکل وہی ہیں جو حضرت مولانا نانوتوی مرحوم نے تحذیر الناس میں بیان فرمائے ہیں۔ اور شارحین ثنوی بالخصوص علامہ بکر العلومؒ نے ان کو پوری وضاحت سے بیان کیا ہے۔ میرے پاس اس وقت کوئی ثنوی شریف کی شرح نہیں ہے۔ اگر آپ کے پاس ہو یا آپ کو دستیاب ہو سکے تو اس موقع کو ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ یہ اشعار ثنوی شریف کے چھٹے دفتر کے ابتدائی حصہ ہی میں ہیں۔ نیز آپ کی جماعت کے مشہور عالم بلکہ مستند مناظر شراح احمد صاحب کانپوری کے والد ماجد مولانا احمد حسن صاحب مرحوم نے ثنوی شریف پر جو حاشیہ لکھا ہے اس میں بھی علامہ بکر العلومؒ وغیرہ شارحین ثنوی کی وہ عبارات نقل کی ہیں اگر وہ آپ کو یہاں مل سکے تو اس کو دیکھ لیجئے۔ اس سے بھی آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ محققین نے لفظ ”خاتم النبیین“ سے علاوہ ختم زمانی کے اور معنی بھی سمجھے ہیں۔ اور اس تحقیق میرے مولانا نانوتوی مرحوم متغیر نہیں ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) لے ان دونوں شعروں کا مطلب یہ ہے ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب خاتم اس واسطے ہوا ہے کہ جو دکر میں آپ کی مثل نہ کوئی ہوا نہ ہوگا جس طرح کہ جب کوئی استاد کسی فن میں خاص کمال حاصل کر لیتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ فن تو کچھ ہی پر ختم ہے۔“ (بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) لے ۱۔ تکمیلِ فائدہ کے لئے حضرت مولانا محمد منظور صاحب ہی سے حاصل کر کے ہم وہ عبارات یہاں حاشیہ میں درج کرتے ہیں۔ ثنوی شریف کے مندرجہ بالا پہلے شعر بہر اس خاتم شد است او کہ بجود الخ پر حاشیہ لکھتے ہوئے مولانا احمد حسن صاحب کانپوری مرحوم شرح بکر العلوم سے نقل کرتے ہیں۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

اس مرتبہ پھر آپ نے قادیانیوں کی استادی ش گڑی کا ذکر کیا ہے۔ میں پہلے ہی اس کا جواب دے چکا ہوں کہ عبارت تحذیر الناس میں تحریف کر کے اس سے ختم زمانی کا انکار نکالنے میں آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب استاذ ہیں اور قادیانی شاگرد۔ انہوں نے یہ سبق آپ کے اعلیٰ حضرت ہی سے لیا ہے۔

”الغرض قادیانیوں کی استادی اور شاگردی کا جواب آپ پاچکے، پھر اسی کی تکرار آپ ہی کی شان ہے۔“

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) یعنی آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم است و خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم لعقب او شدہ بجمت انست کہ در جود و بختائش مثل او نیست و نخواہد بود کہ جود آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم عام است بہرہ کسان از عالم تا اینکه هیچ کس بکمال نبوت و ولایت نمیرسد مگر از شکوۃ روحانیت او و اوصی اللہ علیہ وسلم فیض کمالات بر بہرہ اولیاء و انبیاء است۔ ۱۲

(بحر العلوم)

عارف ردی کے اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم ہیں اور آپ کا لقب خاتم الرسل اس واسطے ہوا ہے کہ جود و کرم و عطایں کوئی آپ کا مثل نہیں سے اور نہ آئندہ ہوگا۔ کیونکہ آپ کی بخشش عالم کے تمام آدمیوں کے لئے عام ہے۔ حتیٰ کہ کوئی نبی اپنے کمال نبوت تک اور کوئی دلی کمال ولایت تک نہیں پہنچا مگر آپ کی روحانیت کے نور کے فیض سے۔ اور آپ ہی تمام انبیاء و اولیاء کو کمالات کا فیض پہنچانے والے ہیں (گویا افاضۃ النبیہ کے لئے واسطہ گہری ہیں)۔

اس کے بعد ارقام فرماتے ہیں۔

تحقیق انست کہ حقیقت آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم جامع است بر جمیع حقائق را دکمال آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم بر جمیع کمالات را و مرتبہ نبوت آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم جامع است بر جمیع مراتب نبوت را، و هیچ نبی نہ بود مگر آنکہ نبوت تشریع گرفت از روحانیت اوصی اللہ علیہ وسلم پس شرائع ہما انبیاء شرائع آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم بود

اس کی تحقیق اس طرح پر ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت تمام حقائق کو اور آپ کا کمال تمام کمالات کو اور آپ کی نبوت کا مرتبہ تمام مراتب نبوت کو جامع ہے اور جو بھی نبی ہوا ہے اس نے نبوت تشریع آپ کی روحانیت سے حاصل کی ہے۔

پس تمام انبیاء علیہم السلام کی تشریعیں فی الحقیقت حضور (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

اخیر میں میری گزارش ہے کہ۔

” جو چیزیں میں نے اپنے ابتدائی بیان میں پیش کی ہیں ان کے جواب سے عمدہ برآ ہو جتے بے کا

تیزی دکھانا جواب سے عاجزی کی دلیل ہے۔ میرے نزدیک بدزبانی نشان ایمان سے دور ہے۔“

آپ کی ساری سخت کلامیوں کا میرے پاس یہی اول و آخر میں جواب ہے۔ میرے بعض جو شیلے دوستوں

کا مجھ سے اصرار ہے کہ میں بھی آپ ہی کی زبان میں بات کر دوں بلکہ اینٹ کا جواب پتھر سے دوں لیکن میں ان سے بھی عرض کرتا

ہوں کہ اس باب میں وہ مجھ سے قطعاً مایوس ہو جائیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کہ انبیاء و صلوات اللہ علیہم ازودھا

اُن سرور و شکوہ اُن سرور صلی اللہ علیہ وسلم گرفتہ

(بحر العلوم)

رسالہ نمبر ۱۲۰

کو پہنچایا۔

ہی کی شریعتیں تھیں کہ ان انبیاء علیہم السلام نے ان کو حضور

اقدس ہی کی روحانیت سے حاصل کر کے اپنی اپنی امتوں

پھر ثنوی شریف کے دوسرے شعر ”چونکہ وجہت برداستاد دست الخ“ کے حاشیہ میں شرح بحر العلوم

ہی کے حوالہ سے ارقام فرماتے ہیں کہ۔

ازیں جہت کہ استاد است و جواد است بر

انبیاء و اولیاء و در جود و افاضت مثل ندارد

اطلاق صفت ختم برادست۔

چونکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء و

اولیاء کے استاد ہیں اور سب پر بخشش کرنے والے ہیں

اور اس جود و کرم میں کوئی آپ کی مثل نہیں ہے اس واسطے

صفت ختم کا آپ پر اطلاق ہوا ہے۔

ناظرین کرام! بالخصوص مولوی حسرت علی صاحب بغور ملاحظہ فرمائیں۔ کیا یہ سب کچھ وہی نہیں ہے جو،

تہذیر الناس میں لکھا گیا ہے۔ اور کیا ان تصریحات کی موجودگی میں کوئی صاحب علم و فہم یہ کہہ سکتا ہے کہ ”خاتمیت

ذاتی“ اور ”خاتمیت مرتبی“ صرف مولانا محمد قاسم صاحب رح کی ایجاد ہے؟ اور کیا اب بھی کسی کو یہ کہنے کی

گنجائش ہے کہ ”مفہوم خاتمیت کو ختم زمانی میں ہی حصر کرنے پر ساری امت کا اجماع ہے اور اس حصر کا منکر اور مخالف

مرتب غفلت

کافر ہے۔؟

میں آپ کی ہر بات کا انشاء اللہ جواب دوں گا لیکن آپ کی گائیوں کے ترکی بترکی جواب سے عاجز ہوں۔ اور
 بخدا مجھے اپنی اس عاجزی پر ناز ہے۔ میرے آقا و مولا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت نزاع بدزبانی کرنے کو
 منافق کی علامت بتلایا ہے۔

میری تو دعا رہے کہ حق تعالیٰ مجھ کو اور تمام مسلمانوں کو اس ناپاک خصلت اور منافقانہ عادت سے محفوظ رکھے
 آمین ثم آمین۔

۱۔ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم آية المنافق ثلاث اذا عاهد
 غدر واذا اخاصم فجر واذا حدث كذب او كما قال عليه السلام - ۱۲ مرتبہ غفرلہ

نوٹ از مرتبہ

مولانا محمد منظور صاحب کے اس بیان کے ختم ہوتے ہی مولوی حسرت علی صاحب نے
 اپنا مختصر تحریری جواب (جو اسی دوران میں بے عجلت تیار کر لیا گیا تھا) مولانا محمد منظور
 صاحب کے حوالے کیا اور تو خطی تقریر شہ روح کی۔ جو صفحہ آئندہ سے شروع ہے۔
 یہاں بھی اقیانوس کے لئے حسب سابق تحریر کا حصہ حاشیہ میں چھوڑ کر لکھا جائے گا۔

مولوی حسرت علی صاحب

تیسرا بیان

حضرات گرامی ! مولوی منظور صاحب اپنے بیان میں اس پر بہت زور دیا ہے کہ تحذیر الناس صفحہ ۳۰ کی عبارت میں جو ”عوام“ کا لفظ آیا ہے اس سے انبیاء علیہم السلام اور اسخین فی العلم کے ماسواہ اور لوگ مراد ہیں۔ میرا جواب یہ ہے۔

”عبارت تحذیر الناس میں اہل فہم کے مقابل عوام کا لفظ لگایا ہے۔ اس لئے عوام کے یہی معنی ہیں کہ نامیہ لوگ“

اور میں دلائل قاہرہ سے ثابت کر چکا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تمام صحابہ کرامؓ پھر تابعین عظام اور تمام علماء امت صریحی کے قائل ہیں تو جب نانوتوی صاحب نے سب صحر کر کے دالوں کو عوام بتلایا تو یہی مطلب ہوا کہ ان کے نزدیک خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اور سارے علماء امت سب معاذ اللہ نامیہ اور بے وقوف ہیں۔ اور یہ کھٹلا کھڑ ہے۔

”عبارت اشد العذاب کا آپ جواب نہ دے سکے“

میں نے مولوی مرتضیٰ حسن صاحب درہنگی کی کتاب اشد العذاب کی عبارت پیش کی تھی اور کہا تھا کہ ہماری طرف سے بھی نانوتوی صاحب کی ان عبارات کا جن میں بظاہر ختم نبوت کا اقرار ہے، یہی جواب ہے جو اس عبارت کا درہنگی صاحب نے قادیانیوں کو دیا ہے۔ آپ اس کا کوئی معقول جواب نہ دے سکے۔ کہا تو صرف یہ کہ اسے کہ مرزا کی عبارات انکار ختم نبوت اور حوالے نبوت میں صریح ناقابل تاویل و توجیہ ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ تحذیر الناس کی عبارات بھی ایسی ہی صریح ہیں جن میں کوئی تاویل، توجیہ نہیں ہو سکتی اور تاویل میں آپ نے اب تک کی ہیں ان کو رد کر چکا۔ پس مرزا قادیانی اور آپ کے نانوتوی صاحب دونوں ایک دہریہ ہیں۔ آپ بار بار

کہتے ہیں کہ نانوتوی صاحب نے ختم زمانی کا انکار نہیں کیا بلکہ اس کو حضور کے لئے ثابت کیا ہے۔ میں نے پہلے ہی لکھا تھا اور اب پھر کہتا ہوں کہ۔

” قاسم نانوتوی نے خود لکھا ہے کہ ختم نبوت زمانی شایان شان اقدس نہیں تو ختم نبوت زمانی حضور کے لئے ثابت کرنا بقول نانوتوی صاحب حضور کی توہین ہے “

پھر وہ اس کو کیوں حضور کے لئے ثابت کرنے لگے۔ اور اگر ایسا کریں گے تو اپنے خیال کے مطابق حضور کی توہین کر کے خود کافر ہو جائیں گے۔

” تینوں عبارتوں کی میں توہین کر چکا ہوں کہ ہر ایک عبارت میں ایک مستقل کفر ہے “

آپ نے اس مرتبہ پھر یہ راگ گایا ہے کہ تحذیر الناس کے فقروں کی ترتیب بدلنے سے کفری مضمون پیدا ہو گیا۔ یہ تو آپ جب کہتے ہیں کہ ہم تینوں فقروں کو ملا کر کفر ثابت کرتے۔ ہمارا دعوئے تو یہ ہے کہ ان میں سے ہر ہر فقرہ میں ایک ایک مستقل کفر ہے۔ خواہ وہ کسی ترتیب سے لکھے جائیں۔ آپ میری باتوں کا جواب دیکھتے بار بار یہ رٹنے سے کہ ترتیب بدلنے سے کفری معنی پیدا ہو گئے۔ نانوتوی صاحب کا اسلام ثابت نہیں ہو سکتا۔

آپ نے کہا تھا کہ تحذیر الناس صفحہ ۳ کے فقرے میں نانوتوی صاحب نے ختم زمانی کو نہیں بلکہ مفہوم خاتمت کو اسی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے۔ اس کا جواب میں نے یہ دیا کہ حصر پر امت کا اجماع ہے تو نانوتوی صاحب نے چونکہ اس سے اختلاف کیا اور اس کو خیال عوام بتلایا لہذا وہ کافر ہوئے۔ اس کے جواب میں آپ نے مولوی عبدالحی صاحب کے رسالہ کا حوالہ دیا ہے کہ وہ حصر کے قائل نہیں۔ میرا جواب یہ ہے کہ مولوی عبدالحی حصر کے قائل ہوں یا نہ ہوں ساری امت حصر کی قائل ہے۔ دیکھئے۔ آپ کے مدرسہ دیوبند کے مفتی مولوی شفیع صاحب اپنے رسالہ ختم نبوت فی اللہ کے صفحہ ۴ پر امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی شفا شریعت سے یہ عبارت نقل کرتے ہیں۔

واجبعت الامة على حمل هذا الكلام على ظاهره وان مفهومه المراد به

دون تاويل ولا تخصيص فلا شك في كفرهم لانه الحوائف كلها قطعاً

اجماعاً وسمياً۔

اور پھر آپ کے یہ مفتی صاحب ہی اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں۔

” اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بغیر کسی تاویل یا تخصیص کے مراد ہے۔ پس ان لوگوں کے کفر میں کوئی شبہ نہیں ہے جو اس کا انکار کریں۔ اور قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے۔“

دیکھا مولوی صاحب یہ بتاتی کا معجزہ۔ آپ اجماع کے انکار میں مولوی عبدالحی صاحب کی آڑ لیتے ہیں۔ میں نے خود آپ کے دیوبندی مفتی صاحب کی عبارت سے ثابت کر دیا کہ ”خاتم النبیین“ کا مفہوم ختم زمانی ہی میں منحصر ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے۔

اس ”ختم النبوت فی الآثار“ میں اور بھی متعدد عباراتیں اس قسم کی ہیں جو اگر ضرورت ہوئی تو پھر پیش کر دیں گے۔ بہر حال میں نے لکھا ہے۔

” مولوی عبدالحی صاحب اجماع مائیں یا نہ مائیں مگر آپ کے مفتی دیوبند نے تو اپنی متعدد عبارات میں اسی حصر پر اجماع بتایا ہے تو مفتی دیوبند کے فتوے سے آپ یقیناً کافر ہیں۔“
آپ نے اپنے بیان میں یہ بھی کہا ہے کہ نانو تو ہی صاحب نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور راسخین فی العلم عوام میں داخل نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت بحث تحذیر الناس کی ہے مکتوبات کی نہیں۔

” مکتوبات میں نانو تو ہی نے انبیاء علیہم السلام اور راسخین فی العلم کو عوام سے نکالا ہوگا مگر تحذیر الناس میں تو ان کو عوام بتا دیا۔“

” ثنوی شریف کے شعر تو آپ نے لکھ دیئے مگر ان کا ترجمہ لکھنے کی بہت نہ ہوئی۔ ثنوی شریف

میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصف کریم ”خاتم النبیین“ کے یہ مضمون ہیں کہ حضور بالذات نبی ہیں۔ تحذیر الناس کا ثنوی شریف پر قیاس۔ کفر کا ایمان پر قیاس ہے۔“

لے یہ خط کشیدہ فقرہ مولوی حسنت علی صاحب کی دستخطی اور ان کے علم کی گہمی مولیٰ تحریریں اسی طرح لکھا ہوا ہے یا تو یہ اسٹیم انکار ہے اور یا صرف نفی رہ گیا ہے۔ مولوی حسنت علی صاحب اگر اس کے متعلق کوئی اطلاع دیں گے تو ضرور کر دی جائے گی۔“

” میں بتا چکا کہ ختم نبوت کے معنی بدلنے میں قادیانیوں کا قددہ نانو تووی صاحب کے سوا کوئی نہیں۔ آپ اس کا جواب نہیں دے سکے۔“

” آپ نے مجھ پر بد زبانی کا الزام لگایا ہے حالانکہ میں نے اپنی طرف سے ایک لفظ نہیں کہا بلکہ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب در بھنگی کی عبارت پڑھ دی تھی۔ اگر اس کا نام بد زبانی ہے تو یہ مولوی در بھنگی صاحب کی بد زبانی ہے۔“

آپ نے اس مرتبہ ”خاتم النبیین“ کی مثال ”خاتم الاطباء“ سے دی ہے اس کا جواب سنئے !

” طب پر نبوت کا قیاس اور طبیب پر نبی کا قیاس باطل ہے۔ طب کسی چیز ہے، مگر نبوت میں کس کو مطلق دخل نہیں۔“

آپ نے طب کی یہ مثال دے کر نبی اور نبوت دونوں کی توہین کی یہ آپ کا ایک اور نیا کفر ہے۔ دیکھئے مولوی صاحب ! میں پھر آپ سے کہتا ہوں آپ کفر کی حمایت سے باز آجائیے۔ جو کفر کی حمایت کرتا ہے وہ خود بھی کفر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ آپ نانو تووی کے کفر کی حمایت کرنے کھڑے ہوئے تھے مگر دیکھئے اب تک کتنے کفر پر کلمے خود آپ سے صادر ہوئے۔ یہ کفر کی حمایت ہی کا نتیجہ ہے اس سے باز آجائیے اور مسلمان ہو کر ہمارے بھائی بن جاتیے۔

آپ کے نانو تووی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کو بالذات کہتے ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو بالعرض۔ اور آپ بھی اپنی تقریروں میں بار بار اس کو واضح کر چکے ہیں حالانکہ یہ محض الحاد ہے۔ اور خود آپ کے دیوبندی مفتی مولوی شفیع صاحب نے بھی اس کو باطل لکھا ہے۔

” ختم نبوت فی الآثار صفحہ ۹ پر ہے کہ نبوت کی تقسیم بالذات وبالعرض کی طرف باطل ہے اسی کتاب کے صفحہ ۸ پر ہے کہ لفظ ”خاتم النبیین“ بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بغیر کسی تاویل یا تخصیص کے مراد ہے۔“

کہنے اب تو مدرسہ دیوبند ہی کے مفتی صاحب نے آپ کے اور آپ کے پیٹوا نانو تووی صاحب کے خلاف فتویٰ دے دیا۔ ج

اس گھر کو آگ لگ گئی اپنے چراغ ہے۔

آپ نے ایک عجیب بات اس دفعہ یہ کہی ہے کہ اگر تحذیر الناس کے ہر فقرہ میں مستقل کفر پایا جائے گا تو اٹھ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی کافر کہنا پڑے گا۔ کیونکہ صفحہ ۴۱ کے فقرہ میں صرف حضور کے زمانہ اقدس میں اور انبیاء کے وجود کو حضور کی خاتمت کے لئے غیر محل کہا گیا ہے۔

حضور پر نور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ بھی حضور کے عہد مقدس میں چار اور پیغمبروں کے وجود کے قائل ہیں۔ اور اس کے ثبوت میں آپ نے ملفوظات مبارکہ کی عبارت پیش کی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔

صفحہ ۴۱ کی عبارت سے پہلے ہی موجود ہے: "اس میں انبیاء گزشتہ ہوں یا کوئی اور۔ تو یہ

عبارت بھی کھڑے ہے"

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضور پر نور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار نبیوں کے متعلق فرمایا

ہے کہ وہ ابھی تک موجود ہیں۔ وہ سب وہ ہیں جن کو نبوت حضور سے پہلے مل چکی ہے۔ اور نانو توئی نے نئے پیغمبروں

کی آمد کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ پس تحذیر الناس کو ملفوظات مقدسہ پر قیاس کرنا کفر کو اسلام پر قیاس کرنا ہے۔

آپ نے اپنی کسی تقریر میں یہ بھی کہا تھا کہ قادیانی دوسرے بزرگان دین شیخ اکبر، ملا علی قاری رحمۃ اللہ

علیہ وغیرہ کے اقوال مبارکہ سے بھی استناد کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ۔

"بزرگان دین سے قادیانیوں کا استناد باطل ہے ورنہ آپ بتاتے کس نے ختم نبوت کے

معنی بدلے"

ختم نبوت کے معنی سب سے پہلے نانو توئی نے بدلے اور نبوت کا دروازہ کھولنے کے لئے غلط، باطل اور زلل

ردایتوں اور کہانیوں سے سند پکڑی۔ بھائیو! نانو توئی صاحب نے تحذیر الناس میں یہ روایت لکھی ہے کہ۔

"جیسی یہ زمین ہے ایسی ہی چھ زمینیں اور بھی ہیں۔ اور جس طرح یہاں مخلوق آباد ہے ویسی ہی

مخلوق ہر زمین میں آباد ہے۔ اور جیسے یہاں نبی آتے ہیں ویسے ہی وہاں بھی انبیاء مبعوث ہوتے ہیں

ہیں حتیٰ کہ جس طرح یہاں آدم و نوح، موسیٰ و عیسیٰ وغیرہم علیہ الصلوٰۃ والسلام گزرے ہیں اسی طرح

وہاں بھی ہوتے ہیں۔ اور جس طرح ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ایسے ہی ان زمینوں میں

بھی آپ کے مثل نبی آتے ہیں"

مسلمانو! تم نے اپنے باپ داداؤں سے کبھی یہ حدیث سنی ہے؟ کبھی نہ سنی ہوگی۔ مگر مولوی منظور صاحب

اور سارے دیوبندیوں کے پیشوا نانوتوی صاحب نے یہ جھوٹی حدیث اپنی کتاب تحذیر الناس میں لکھ دی اور حضور کے مقابلہ میں چھ نبی دوسری زمینوں میں اور بنا ڈالے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ

يَكُونُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَالُونَ
اٰخِرُ زَمَانٍ مِّنْ كُفَّيْهِ اِلَيْسَ دَجَالٌ اَوْ كَذَابٌ اَيْسَ
كَذَابُونَ يَا تُوَكَّلُوهُمْ اِلَّا حَادِيثَ
گے جو تمہارے پاس ایسی ایسی حدیثیں لائیں
بِمَالِهِمْ تَسْمَعُوا اَنْتُمْ وَلَا اَبَاءَكُمْ فَاِيَاكُمْ
گے جن کو دُکھ لے سنا ہو گا نہ تمہارے باپ،
وَاِيَا هُمْ لَا يَفْضَلُونَكُمْ وَلَا يَفْضَلُونَكُمْ
دادوں لے، تم ان سے دور رہنا وہ تم کو گمراہ
نہ کر دیں اور فتنوں میں نہ ڈال دیں۔

اس حدیث پاک کی مد سے نانوتوی صاحب بھی انہی دجالوں، کذابوں میں سے ہیں جن کی خبر خدا کے محبوب مطلع علی الغیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اب سے ساڑھے تیرہ سو برس پیشتر دی تھی۔

مولوی منظور صاحب ! آپ کے نانوتوی صاحب پر یہ حضرت رسالت کا فتویٰ ہے جس میں ان کو کذاب و دجال بتلایا گیا ہے۔ آپ کہاں تک ان کی حمایت کریں گے ؟ مولوی صاحب ! اب بھی کفر کی حمایت سے باز آجائیے۔ اور کافروں کا ساتھ چھوڑ دیجئے۔ ہمارا آپ کا سارا جھگڑا ابھی ختم ہو جائے گا۔
اچھا اور سنتے !

آپ کے نانوتوی صاحب نے تو سنئے غیروں کے آلے کو خاتمت کے لئے خیر فعل ہی بتلایا تھا۔ مگر آپ کے دو گھرنندہ پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی صاحب لے تو مریدوں سے اپنا کلمہ پڑھوانا اور اپنے کو نبی منوانا شروع کر دیا ان کے ایک مرید نے لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ پڑھا اور انہوں نے اس کو اس سے نہیں روکا بلکہ اور اس کو تسلی دی۔ اس نے ان پر درود پڑھا اللھم صلی علی سیدنا ونبینا و مولانا اشرف علی کا وظیفہ بجا۔ اس پر بھی تھانوی صاحب اس سے راضی رہے۔ مگر ہوتے کہ ادھو ہم نبی ہو گئے، ہم پر درود پڑھا جائے لگا۔ اور اس ناپاک واقعہ کو اپنے رسالہ "الاعاد" میں چھاپ بھی دیا اور اس پر اپنی رائے لکھی کہ۔

" اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ قبیح سنت ہے "

اس کا مطلب یہی ہوگا، تھانوی کے جس مرید کو ان کے قبیح سنت ہونے کی تسلی حاصل کرنی ہو وہ ۔

” اشرف علی رسول اشرؑ کا وظیفہ پڑھے ۔ تھانوی صاحب پر درود پڑھے ۔ مسلمان ، ایمانی کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر غور کریں کیا کسی ایمان والے کی زبان سے ایسی باتیں کسی حال میں بھی نکل سکتی ہیں ؟ کیا جن لوگوں کا یہ حال ہو ان کا ایمان حضورؐ کی ختم نبوت پر ہو سکتا ہے ؟

مسلمانو ! نانو تووی صاحب نے نبوت کا دروازہ کھولا ۔ مرزا قادیانی کو موقع ملا ، اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ۔ مولوی اشرف علی صاحب نے جب دیکھا کہ میدان صاف ہے تو انہوں نے بھی اپنا کلمہ پڑھوانا اور اپنے کو بنی اور رسول کہلوانا شروع کر دیا ۔ غرض یہ سب کچھ نانو تووی صاحب ہی کا طفیل ہے ۔ انہوں نے ہی سب سے پہلے ” خاتم النبیین “ کے معنی بدلے اور لوگوں کو بتلایا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارکہ میں اور اس کے بعد بھی اور نبی ہو سکتے ہیں ۔ اس سے آپ کی ختم نبوت میں کوئی خلل نہیں پڑتا ۔

مولوی صاحب آپ کتنی ہی تادیبیں تو جیہیں کریں ۔ جو لوگ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ختم نبوت کا انکار کر کے ختم نبوت کے اجماعی عقیدہ کو عوام یعنی نامکھ اور بے وقوف لوگوں کا خیال بتلے کے کافر مرتد ہو چکے ان کو مسلمان ثابت نہیں کیا جاسکتا ۔

نوٹ از مرتب :- مولوی حسنت علی صاحب کی یہ عجیب و غریب اور معجول کرب

تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ آپ نے اپنے ایک ساتھی سے پوچھا ۔ کیا میرا دقت

ابھی باقی ہے ؟ جواب ملا ابھی کافی دقت ہے ۔ اس کے بعد آپ نے اس طرح

تقریر فرمائی ۔

سنی بھائیو ! مولوی منظور صاحب نے نانو تووی کی کفریہ عبارات میں اب تک جتنی تادیبیں کیں آپ نے دیکھ

لیا کہ میں نے ان سب کے پرچے اڑا دیئے ۔ اور مولوی منظور صاحب میری باتوں کا کوئی جواب نہ دے سکے ۔

اے مولوی صاحب ! آپ یہاں جواب دیں یا نہ دیں ، آپ کو خدا کے یہاں جواب دینا پڑے گا ۔ لیجئے اسی

سلسلہ میں چند باتیں اور کہتا ہوں غور سے سنئے اور ہو سکے تو جواب دیجئے ۔

آپ نے تحذیر الناس ص ۳ کے فقرہ کی بابت یہ کہا تھا کہ اس میں ہصر کو عوام کا خیال کہا گیا ہے ۔ میں نے

اس کے جواب میں عرض کیا تھا کہ حضور پر تمام امت کا اجماع ہے اور دلیل میں آپ کے مددگار دیوبند کے مفتی اعظم کی کتاب ختم النبوت فی الآثار کا حوالہ بھی میں دے چکا ہوں۔ آپ نے کہا تھا کہ جن لوگوں کے کلام میں حصر ہے، حصر اضافی ہے، بتلایے ! اس کا کیا ثبوت ہے۔ ؟

اس وقت ایک عبارت ختم النبوت فی الآثار کی میں اور پیش کرتا ہوں۔ دیکھئے اس کے صفحہ ۶۰ پر ہے۔
 ” خود مکمل جل مجدد اپنے کلام کے ایک حقیقی معنی بیان فرماتا ہے۔ اور پھر اس کے رسول جن پر یہ کلام نازل ہوا اسی معنی کی انتہائی وضاحت فرماتے ہیں۔ اور پھر اس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام اور پھر تمام علمائے سلف اسی کے معنی کو بیان کرتے ہوئے تصریح کرتے ہیں کہ کلام اپنے ظاہری اور حقیقی معنی پر محمول ہے۔ نہ اس میں کوئی مجاز یا مبالغہ ہے اور نہ تاویل و تخصیص۔“

اس عبارت میں مفتی دیوبند نے صاف لکھا ہے کہ اللہ جل مجدہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اور سارے علمائے سلف نے ” خاتم النبیین “ کے یہی معنی سمجھے ہیں کہ سب سے آخری نبی اور اسی معنی میں حصر کیا ہے۔ تو نانوتوی صاحب نے جب حصر کو نا سمجھ لوگوں کا خیال بتلایا تو گویا حق جل مجدہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اور سب علمائے سلف کو نا سمجھ اور بے وقوف کہا اور یہ کفر ہے تو نانوتوی خود مفتی دیوبند کے فتوے سے کافر ہو گئے۔

تخذیر الناس صفحہ ۱۴ و صفحہ ۲۸ کے فقرہ کے جواب میں آپ نے بار بار یہی کہا ہے کہ ان میں ختم نبوت زمانی کا ذکر نہیں ہے بلکہ ختم ذاتی کا ذکر ہے اور اسی کے متعلق یہ لکھا گیا ہے۔ کہ اگر حضور کے زمانہ میں کوئی اور نبی ہو یا آپ کے بعد کوئی اور نبی آئے تو اس میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ تو یہ تو آپ نے تسلیم کر لیا کہ ان دونوں صورتوں میں خاتمیت زمانی باقی نہیں رہے گی۔ اور آپ کے نانوتوی صاحب نے تذخیر الناس ہی میں یہ بھی جابجا لکھا ہے کہ ختم زمانی ختم ذاتی کے لئے لازم ہے اور ختم ذاتی ملزوم۔ تو جب حضور کے زمانہ مبارک میں یا اس کے بعد سے نبی کے آنے سے حضور کی خاتمیت زمانیہ جاتی رہے گی جیسا کہ آپ کو تسلیم ہے اور نانوتوی صاحب نے لکھا ہے تو خاتمیت ذاتی بھی باقی نہیں رہے گی۔ کیوں کہ لازم کا استحضار ملزوم کے انتفاء کو مستلزم ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نانوتوی صاحب

کی تحقیق پر مدح و حضور خاتم ذاتی رہے نہ خاتم زمانی۔

مولوی منظور صاحب ! آپ کو بڑا علمیت کا دعویٰ ہے ذرا سب دیوبندی مولویوں سے مشورہ لے کر

ہی اس کا جواب دے دیجئے۔

مولوی صاحب ! آپ نے تحذیر الناس کی عبارات پر کبھی مجھ سے مناظرہ نہیں کیا تھا درہ میرے سامنے کبھی

آپ تحذیر الناس کا نام بھی نہ لیتے۔ اچھا اور سنئے آپ بھی کیا یاد کریں گے کسی سے پالا پڑا تھا۔

صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کے فقرہ میں آپ کی یہ تاویل جب چل سکتی تھی کہ وصف نبوت میں بالذات اور

بالعرض ہونے کی صلاحیت ہوتی۔ حالانکہ نبوت ایسی چیز ہی نہیں جو ذاتی اور عرضی کی طرف منقسم ہو سکے۔ وہ ہر غی کو

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلا کسی واسطہ کے ملی ہے۔ میری بات تو آپ کیا مانیں گے۔ اس لئے میں اس کے ثبوت میں

بھی مفتی دیوبند کا ہی فتویٰ پیش کرتا ہوں۔ دیکھئے اسی ختم النبوت فی الآثار کے صفحہ ۴۹ پر لکھتے ہیں۔

”نبوت ایسی چیز نہیں کہ ایک انسان دوسرے انسان کو عطا کر دے۔ یا ایک نبی خواہ وہ

نبوت میں کتنا ہی بلند مرتبہ رکھتے ہوں، دوسرے کو نبی بنا دیں۔ بلکہ یہ وہ منصب ہے جو بلا واسطہ

خداوند قدوس کی جانب سے فائز ہوتا ہے۔“

مفتی دیوبند کی اس عبارت نے بالکل ہی فیصلہ کر دیا اور نانو قوی صاحب کی تحریفات اور آپ کی

نادیلات کا قلع قمع ہو گیا۔ مولوی صاحب یہ ہے صداقت کا کرشمہ کہ مدرسہ دیوبند کا مفتی اعظم بھی وہی کہتا ہے

جو ہم کہتے ہیں۔

کیا خوب کہ غیب پر پردہ کھولے

جادو سے جو سر پر چڑھ کے بولے

نوٹ از مرتب :-

مولوی حسنت علی صاحب کی اس عجیب و غریب طرح کا مضمون جہاں تک ہو سکا ہے انہی کے الفاظ اور انہیں کے مخصوص انداز میں ہم نے پیش کر دیا ہے لیکن اس نرے کے وقت خود مولوی حسنت علی صاحب کی جو کیفیت تھی۔ افسوس ہے کہ اس کا نوٹو پیش کرنے سے ہم قاصر ہیں۔

اس کے بعد حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی باری آئی۔ آپ نے اپنا مختصر تحریری جواب دہو مولوی حسنت علی صاحب کی اس تقریر کے دوران میں لکھ دیا تھا جو تخط فرما کر مولوی حسنت علی صاحب کے حوالہ کیا۔ اور اپنے پُر از مسانت و وقار انداز میں اس طرح تقریر شروع کی۔

اس تحریر میں بھی ہم تحریر کا حصہ حسب التزام سابق حاشیتین چھوڑ کر ہی نقل کریں گے۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا چوتھا جواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى
اقبال

محترم سامعین ! فاضل مخاطب مولوی حشمت علی صاحب کی عجیب و غریب تقریر آپ حضرات نے سنی۔

چونکہ تحذیر الناس کی بحث میں مولوی صاحب کا سارا اند دختہ طعم ہو چکا ہے اس لئے اس مرتبہ آپ نے اصل بحث سے گریز کر کے ایک دوسری مستقل بحث چھیڑ دی ہے۔ مگر مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں بعون اللہ تعالیٰ بغیر غلط بحث کے ہی اس کا بھی جواب دوں گا اور الثناء اللہ العزیز اس بحث میں بھی بالآخر آپ لاجواب ہوں گے۔

پہلے میں آپ کے بیان تحریری کے جواب میں اپنا تحریری بیان مع توضیح کے پیش کرتا ہوں۔ سینے اس مرتبہ پھر آپ نے یہ فرمایا ہے کہ تحذیر الناس صفحہ ۳۲ کی عبارت میں جو عوام کا لفظ ہے (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین اور تمام ائمہ مفسرین مراد ہیں۔ مجھے حیرت ہے کہ آپ کو بار بار اس قدر لغو اور بھل بات کہنے کی کیوں جرات ہوتی ہے۔

اس لفظ عوام کے متعلق خود مولانا نانوتوی مرحوم کی تصریح میں ان کے مکتوبات کے حوالہ سے پیش کر چکا ہوں اور اب پھر میں نے عرض کیا ہے کہ۔

”مصنف تحذیر الناس نے لفظ عوام کے معنی خود بیان کر دیئے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اور

راستخین فی العلم کے علاوہ اور سب عوام ہیں“

الغرض ”عوام“ کے لفظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین وغیرہم ائمہ امت کو مراد لینا صرف

آپ کی ذہانت اور مزاج والا کی لطافت ہے حضرت نانوتوی مرحوم نے اپنی مراد خود بیان کر دی ہے ہاں ناحق کی تہمت کا

البتہ کچھ علاج نہیں۔

”اشد العذاب“ کی عبارت کا آپ نے پھر ذکر کیا ہے میں اس کا شافی جواب پہلے دے چکا ہوں جس کا رد آپ سے اب تک نہیں ہو سکا ہے۔ میرے دلائل کا جواب دیتے بغیر صرف زبان سے یہ دعویٰ کر دینا کہ تحذیر الناس کی عبارات بھی انکار ختم نبوت میں ایسی ہی صریح ہیں جیسی کہ مرزا قادیانی کی عبارات، ایسا ہی ہے جیسا کہ قادیانی صاحب حضرت ملا علی قاریؒ و شیخ اکبرؒ وغیرہ کی عبارات کے متعلق دعویٰ کرتے ہیں کہ ان سے ختم نبوت کا صراحتاً انکار نکلا جاتا ہے (معاذ اللہ)۔

اس مرتبہ پھر آپ نے یہ کہا ہے کہ ”مولانا نانوتوی مرحوم کے نزدیک ختم نبوت زمانی شایان شان اقدس نہیں“ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ آپ کا خالص افتراء ہے جس میں ذرہ برابر صداقت کا شائبہ نہیں۔ یہی جواب میرا اب بھی ہے۔ اس مرتبہ آپ نے پھر یہ دعویٰ کیا ہے کہ تحذیر الناس کی ہر ایک عبارت میں ایک مستقل کفر ہے اور چونکہ تینوں فقرے بالکل مستقل جملے ہیں اس لئے ترتیب کے بدلنے سے ان کے مطلب میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ اس کے جواب میں میں نے صرف یہ عرض کیا ہے۔

”تینوں عبارتوں کی تشریح میں کر چکا آپ میری تحریر کو دیکھ کر جواب دیجئے“

میں اپنے پہلے بیانات میں اس کو نہایت مدلل اور مفصل طور پر عرض کر چکا ہوں کہ تحذیر الناس کے فقرہ کو ترتیب بدل کر لکھنے سے ان کے مطلب میں زمین و آسمان اور کفر و ایمان کا فرق ہو گیا۔ ورنہ اگر ان میں سے ہر فقرہ بجائے خود دیکھا جائے تو اپنے مضمون کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلہ میں اب تک جو دلائل میں نے پیش کئے ہیں آپ ان کا کوئی جواب نہیں دے سکے ہیں۔ بلکہ جو مطلب میں نے ان تینوں فقرہوں کا بیان کیا ہے تا حال آپ نے اس سے انکار بھی نہیں کیا ہے بلکہ صفحہ ۳ کے فقرے کا جو مطلب میں نے بیان کیا تھا کہ اس میں صحر کا انکار ہے اور اسی کو عوام کا خیال بتلایا گیا ہے ”سو اس کو تو آپ نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ اب میرا آپ کا اختلاف صرف یہی رہ جاتا ہے کہ کیا مفہوم خاتمیت کو ختم زمانی ہی میں منحصر کرنا اور اس سے زیادہ کچھ مراد لینا یہ بھی اجماعی اور قطعی مسئلہ ہے کہ اس کا منکر کافر ہو آپ کا یہی دعویٰ ہے اور دلیل میں آپ نے ختم النبوت فی الآثار کے حوالہ سے صرف شفا ر قاضی عیاضؒ کی عبارت پیش کی ہے جو ہرگز اس کے ثبوت کے لئے کافی نہیں کیونکہ اس عبارت کا

مفاد صرف یہ ہے کہ فلاسفہ وغیرہ ملحدین سلسلہ نبوت کا بقا ثابت کرنے کے لئے جو تاویل یا تخصیص نص خاتم النبیین میں کرتے ہیں وہ سب مردود ہے اور اس کا ظاہری مفہوم بلا کسی تاویل و تخصیص کے مراد ہے۔ الغرض شفا کی یہ عبارت ان ملحدین کے مخالف ہے جو ختم نبوت زمانی کا انکار کرنے کے لئے نص خاتم النبیین میں بے جا تاویلات کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس کے سیاق سابق سے ظاہر ہے۔ اور مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ خود ختم نبوت زمانی کے پرزور حامی ہیں بلکہ اس کے منکوحہ کو کافر اور خارج از اسلام کہتے ہیں۔ البتہ لفظ خاتم النبیین سے خاتمیہ زمانی کے ساتھ وہ خاتمیہ مرتبی بھی ثابت کرتے ہیں۔ اور شفا کی عبارت ہرگز اس کے خلاف نہیں۔ بالفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ اس میں حصراً بالنسبۃ الی تاویل للامۃ ہے جیسا کہ میں اپنے پہلے کئی بیان میں عرض بھی کر چکا ہوں۔ چنانچہ اپنے تحریری بیان میں اسی کا حوالہ دیتے ہوئے میں نے لکھا ہے:

کہ ”ختم النبوت فی الآثار کا جواب پہلے عرض کر چکا ہوں آپ غور فرمائیے“

بہر حال آپ حصراً پر ہرگز اجماع نہیں ثابت کر سکتے اور جب کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے کہ ہر آیت قرآنی کے ایک ظاہری معنی ہوتے ہیں اور ایک باطنی۔ تو پھر کسی آیت کے متعلق کوئی بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس آیت کے بس ہی ایک معنی ہیں۔ نیز میں نے عرض کیا تھا کہ علامہ بکر العلوم لکھنوی ؒ نے اپنے رسالہ فتح الرحمن میں اس حصہ کے خلاف تصریح کی ہے۔ آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اسی سلسلہ میں میں نے مفتوی شریف کے دو شعر بھی پیش کئے تھے جن میں ختم زمانی کے علاوہ خاتم کی ایک اور بھی تفسیر کی گئی ہے۔ آپ نے ان کے متعلق صرف یہ کہا ہے کہ ان کا ترجمہ نہیں لکھا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ۔

”مفتوی شریف کا ترجمہ آپ نے نہ سمجھا ہو تو میں عرض کر دوں“

لیکن آپ اس کا اقرار کریں کہ میں ان شعروں کا ترجمہ اور مطلب نہیں سمجھ سکا۔ میں عرض کر چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ عارف روٹی ؒ نے اپنے ان شعروں میں خاتم کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ قریباً وہی ہے جو حضرت مولانا نانوتوی مرحوم نے تحذیر الناس میں لکھا ہے اور جس کا لہجہ ان کی اصطلاح میں ختم ذاتی ہے۔ اس مرتبہ پھر آپ نے قادیانیوں کے امام اور مقتدی ہونے کا ذکر کیا ہے۔ جو اباً عرض ہے کہ۔

”قادیانیوں کا قد وہ کون ہے اس کا جواب عرض کر چکا ہوں کہ تحذیر الناس سے ختم نبوت کا

انکار پہلے آپ کے اعلیٰ حضرت نے نکالا اور انہیں کے اتباع میں قادیانیوں نے“

آپ ہرگز ثابت نہیں کر سکتے کہ ”حسام الحریثین“ کی تالیف و اشاعت سے پہلے کسی قادیانی نے تحذیر الناس کی عبارت سے ختم نبوت کا انکار نکالا ہو۔ بہر حال اس سلسلہ میں قادیانی جو کچھ کہتے ہیں وہ آپ کے اعلیٰ حضرت سولہی احمد رضا خان صاحب سے سیکھ کر کہتے ہیں۔ پس اس خاص معاملہ میں قادیانیوں کے استاد اور پیشرو صرف آپ کے اعلیٰ حضرت ہیں۔ رہا آپ کا یہ خیال کہ خاتم النبیین کے معنی میں مرزائیوں نے مولانا نانوتویؒ کی اقتدار کی ہے یہ بالکل غلط ہے مولانا مرحوم کی تحقیق کی بنا پر تو قادیانیت بالکل ہی فنا ہو جاتی ہے جیسا کہ تحذیر الناس صفحہ ۹ و ۱۰ کی عبارت سے ظاہر ہے۔ اور اگر آپ کا یہ مطلب ہے کہ قادیانی صاحبان عبارت تحذیر الناس سے سند پکڑتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ۔

” خاتم النبیین کے معنی میں قادیانیوں کا استدلال پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرمان قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نحب بعدہ اور اکابر علماء اسلام مثلاً حضرت طاہری قاری و شیخ اکبر و امام عبد الوہاب شمرانیؒ وغیرہ کے اقوال سے ہے۔ اس کے بعد انہوں نے مولانا نانوتویؒ مرحوم کی عبارت سے بھی استدلال کیا ہے۔“

بہر حال اگر قادیانیوں کا کسی بزرگ کے کلام سے صحیح یا غلط استناد کرنا آپ کے نزدیک ان بزرگ کو قادیانیوں کا استاد بنانا ہے تو کیا آپ کے نزدیک یہ سب بزرگان دین قادیانیوں کے استاد ہیں ؟

تحذیر الناس کی عبارت قادیانیوں کے لئے جب مفید ہو سکتی تھیں جب کہ ان میں ختم زمانی سے انکار کیا گیا ہوتا اور خاتم النبیین کی تفسیر صرف خاتم مرتبی سے کی جاتی۔ حالانکہ میں بہ تفصیل عرض کر چکا ہوں کہ مصنف تحذیر الناس کے نزدیک خاتم النبیین کی دلالت ختم ذاتی اور زمانی دونوں پر ہے۔ اور ان کی تحقیق یہ ہے کہ اسی ایک لفظ خاتم النبیین سے حضور کے لئے دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہوتی ہے جس کی مثال بھی میں نے اپنی پچھلی تقریر میں خاتم الاطہا سے دی تھی۔ جس پر آپ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ طب پر نبوت کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ مجھے تعجب ہے کہ آپ تمثیل اور قیاس کا فرق بھی نہیں سمجھتے۔ پھر آپ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بڑے زور کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ اس مثال سے نبی اور نبوت کی توہین ہوتی ہے بمعاذ اللہ سمجھے آپ کی اس بے جا جرات پر رہ رہ کے حیرت ہوتی ہے۔ سنئے۔

انبیاء علیہم السلام روحانی طبیب ہیں اور ان کی پاک تعلیمات روحانی امراض کے لئے خدا کے بتلانے ہوئے معالجات

ہیں۔ اسکا لیے قرآن کریم میں خدا کی وحی کو شفا فرمایا گیا ہے و منزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة
اور اس کے مقابلہ میں کفر اور نفاق کو مرض بتلایا گیا ہے۔ پچانچہ منافقین کے متعلق ارشاد ہے فی قلوبہم
مرض فزادہم اللہ مرضا۔ مہر حال نبوت کی تمثیل طب سے اور انبیاء علیہم السلام کی اطباء سے بالکل صحیح
ہے۔ اس پر اعتراض کرنا قرآن کریم اور علوم شرعیہ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ آپ نے اس مرتبہ ختم النبوت فی الآثار کے
صفحہ ۹۴ کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس میں نبوت کی تقسیم بالذات اور بالعرض کی طرف باطل قرار دی گئی ہے
میں نے اس کے جواب میں عرض کیا ہے کہ۔

” ختم النبوت فی الآثار میں مرزائی عقیدہ کی تردید کی گئی ہے نہ کہ تحذیر الناس کے مضمون کی

اور دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔“

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ تحذیر الناس میں جو آنحضرت کی نبوت کو بالذات اور دوسرے انبیاء
علیہم السلام کی نبوت کو بالعرض کہا گیا ہے تو اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے کمال
نبوت براہ راست عطا فرماتے ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو درج محمدی کے واسطے سے۔

گویا کمال نبوت ان کو بھی حق تعالیٰ ہی کی طرف عطا ہوتے اور اللہ سبحانہ ہی نے ان کو بھی نبی بنایا لیکن
اس افاضہ میں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کو واسطہ بنایا گیا۔ جس طرح کہ حق تعالیٰ نے آفتاب
کو براہ راست منور فرمایا اور دوسرے ستاروں کو اس کے واسطے سے، لیکن ایسا نہیں ہے کہ دوسرے ستاروں کو خود
آفتاب نے نور بخش دیا ہو۔ عرض نور ان کو بھی حق تعالیٰ ہی سے ملائکہ آفتاب کے توسط سے۔ بلاشبہ ایسے ہی
کمال نبوت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ کی طرف سے براہ راست عطا ہوئے کہ اس میں کسی مخلوق
کا توسط نہ تھا۔ اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حضور پر نور کی توسط سے، مگر دینے والا ان کو بھی حق تعالیٰ ہی ہے
حضور کو محض واسطہ فی الافاضہ بنایا گیا ہے ورنہ اس عطا میں آپ کو کوئی دخل نہیں۔ پس یہی خلاصہ ہے مصنف تحذیر الناس
کی تحقیق کا۔ اور ختم النبوت فی الآثار میں اس کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں۔ اور ایک ۲۹ کی جس عبارت کا آپ نے حوالہ
دیا ہے اس میں صرف اس خیال کی تردید کی گئی ہے کہ کوئی نبی کسی دوسرے کو با اختیار خود نبی بنا سکتا ہو۔ اور منصب
نبوت دے سکتا ہو۔ اور یہ بے شک باطل ہے اس سے کسی کو انکار نہیں۔ اور میں تو کہتا ہوں کہ مصنف تحذیر الناس کی

تحقیق کا خود آپ بھی انکار نہیں کر سکتے، آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بھی اپنی متعدد تصانیف میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ کائنات عالم میں جس کو بھی کوئی نعمت اور کوئی کمال اور کوئی منصب عطا ہوا ہے وہ حضور اللہ صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے توسط سے عطا ہوا ہے۔ میں یہاں ان کی صرف ایک کتاب ”ہزار اللہ عددہ“ کی عبارت پیش کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں۔

”لصوص متواترۃ اولیاء کرام و آئمہ عظام و علماء اعلام سے مبرین ہو چکا کہ ہر نعمت قلیل یا کثیر، صغیر یا کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی روز اول سے اب تک اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت، آخرت سے ابد تک، مومن یا کافر، مطیع یا فاجر، ملک یا انسان، جن یا حیوان بلکہ تمام ماسوی اللہ میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی۔ اس کی کلی انہی کے صبا ئے کرم سے کھلی اور کھلتی ہے اور کھلے گی۔ انہی کے ہاتھوں پر بٹی اور بٹتی ہے، اور بٹے گی۔ یہ سر الوجود و اصل الوجود و خلیفۃ اللہ الاعظم دلی نعمت عالم ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“

ہزار اللہ عددہ، ص ۲۳۳

اس عبارت میں صاف تصریح ہے کہ ہر نعمت چھوٹی ہو یا بڑی، روحانی ہو یا جسمانی، خواہ کسی مخلوق کو عطا فرمائی گئی ہو، یا عطا فرمائی جائے۔ بہر حال وہ حضور ہی کے واسطے سے عطا ہوتی ہے اور عطا ہوگی۔ اور چونکہ نبوت بھی حق تعالیٰ کی بہت بڑی دینی اور روحانی نعمت ہے۔ لہذا وہ بھی جس کسی کو عطا ہوتی ہے آپ کے اعلیٰ حضرت کے اس اصول کی بنا پر حضور ہی کے واسطے سے عطا ہوتی ہے۔ اور یہی بعینہ مصنف تحذیر الناس کی تحقیق ہے۔ خواہ اپنی اصطلاح میں آپ اس کا نام بالذات وبالعرض نہ رکھیں کچھ اور رکھ لیں۔ لیکن مضمون اور عقیدہ ایک ہی ہے اس میں کوئی فرق نہیں۔ اور بحث عقیدہ کی ہے نہ کہ عنوان اصطلاحی کی۔

ختم النبوت فی الآثار صفحہ ۸ کی عبارت کا مفصل جواب پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ مکرر عرض ہے کہ۔

”مرزائی چونکہ ظاہری معنی میں ختم زمانی کے قطعی منکر ہیں اس لئے ختم النبوت فی الآثار میں ان کی ملحدانہ تاویلات و تخصیصات کا رد کیا گیا ہے“

بہر حال اس عبارت میں حصر بالنظر الی تاویلات الملاحدہ ہے اس کی نظیریں تصانیف علماء میں مشائع

ذائع ہیں۔

آپ نے اپنے بیانات میں بار بار اس چیز کا اظہار کیا تھا کہ تحذیر الناس صفحہ ۳۷ و ۱۲ و ۲۸ سے جو فقرے حسام الحرمین میں نقل کئے گئے ہیں وہ بجائے خود مستقل مستقل جملے ہیں جن کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے اول و آخر کی عبارات دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ اسی کے ساتھ آپ نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ ان میں سے ہر فقرے کا مضمون پچائے خود مستقل طور پر موجب کفر ہے۔

میں نے اس کے جواب میں عرض کیا تھا کہ اگر آپ کی یہ بات صحیح مان لی جاتے تو آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بھی کافر ٹھہریں گے۔ کیونکہ تحذیر الناس صفحہ ۱۲ کا جو فقرہ حسام الحرمین میں انہوں نے نقل کیا ہے اس کے وہ خود بھی قائل ہیں اس فقرے کے الفاظ صرف یہ ہیں۔

۱۔ یہاں ہم مغربین کی طمانیت کے لئے خود مولوی احمد رضا خان صاحب کے کلام سے اس کی ایک نظیر پیش کرتے ہیں۔ فاضل موصوف - جزاۃ اللہ علیہ ص ۲۲ - کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ ۲۔ علامہ حنفی اور میرک نے حضور کے فضائل کے بیان میں لکھا تھا کہ آپ کی امت کی توبہ صرف استغفار سے قبول ہو جاتی ہے ۳۔ (مخلص) اس پر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے جمیع الوسائل میں اعتراض کیا کہ اس کا قائل علماء میں سے کوئی بھی نہیں ہوا ہے اور لکھا کہ توبہ کے تین رکب ہیں۔ ایک ندامت گزشتہ صحیت پر اور ترک فی الحال اور آئندہ اس گناہ سے باز رہنے کا پختہ ارادہ۔ فاضل بریلوی ملا علی قاری کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے اخیر میں لکھتے ہیں کہ المقصود الحصر بالنسبۃ الی ما کان علی الامم السابقۃ من الامر یعنی علامہ اور میرک کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بس قبولیت توبہ کے لئے صرف استغفار ہی کی ضرورت ہے ندامت وغیرہ ارکان توبہ ضروری نہیں۔ بلکہ یہ حصر ان تکالیف شاذہ کے لحاظ سے ہے جو اگلی امتوں کو قبولیت توبہ کے لئے اٹھانی پڑتی تھیں گویا علامہ حنفی اور میرک کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ امت محمدیہ کی توبہ کی قبولیت کے لئے استغفار کافی ہے ان کو قتل النفس وغیرہ امور مذمہ کی ضرورت نہیں پس جس طرح حنفی اور میرک کے حصر کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے حصر اضافی بالنسبۃ الی ما کان علی الامم السابقۃ قرار دیا ہے اسی طرح شفاء اور ختم النبوت فی الانذار کی عبارات سے جو حصر مفہوم ہوتا ہے وہ بھی حصر اضافی بالنسبۃ الی تاویلات

بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور

باقی بہت ہے :-

میں عرض کر چکا ہوں کہ اس آیت فقرہ کا ظاہری مطلب یہی ہے کہ حضور کے زمانہ اقدس میں کسی نبی کا کسی جگہ ہونا آپ کی خاتمت کے منافی نہیں۔ اور میں بتلا چکا ہوں کہ یہ بات آپ کے اعلیٰ حضرت کو بھی تسلیم ہے۔ بلکہ مولانا نانوتوی مرحوم نے تو ”بالفرض“ ہی کر کے لکھا ہے۔ مگر آپ کے اعلیٰ حضرت کے ملفوظات میں تصریح ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ چار پیغمبر آج بھی موجود ہیں جن پر ایک ان کے لئے بھی موت طاری نہیں ہوتی۔ حضرت ادریسؑ و حضرت عیسیٰؑ آسمان پر اور حضرت الیاسؑ و حضرت خضرؑ زمین پر۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ بہر حال میں نے عرض کیا تھا کہ اگر تحذیر الناس کے ہر فقرہ کو بجلانے خود بالکل مستقل طور پر موجب کفر کہا جائے گا تو صفحہ ۱۴ کے منقولہ بالا فقرہ کی ہمنوائی کی وجہ سے آپ کے اعلیٰ حضرت بھی کافر ٹھہریں گے اس کا جواب آپ نے یہ دیا ہے کہ صفحہ ۱۴ کی اس عبارت سے پہلے تحذیر الناس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ۔

”اس میں انبیا گزشتہ ہوں یا کوئی اور“

میرا جواب یہ ہے کہ بحث صرف ان الفاظ میں ہے جو محسام الحرمین میں نقل ہوئے۔ اور ان کے متعلق آپ بار بار یہ فرمایا ہے کہ ان میں کا ہر فقرہ بجلانے خود موجب کفر ہے اب اعلیٰ حضرت کو کفر کی زد سے بچانے کے لئے یہ کہنا کہ صفحہ ۱۴ کے فقرہ سے پہلے یہ ہے اور پیچھے یہ ہے۔ میری بات تسلیم کر لینا اور اپنی زبان سے خود اپنے دعوئے کی تردید کر دینا ہے۔ میرا تو دعویٰ ہی شروع سے یہ ہے کہ تحذیر الناس کی جو عبارات بھی قطع برید کر کے اور ترتیب بدل کے محسام الحرمین میں نقل کی گئی ہیں وہ ناقص اور نامتام ہیں اور جب تک کہ ہر عبارت کو اپنی جگہ پر رکھ کر اس کا اول و آخر نہ دیکھا جائے اس کا صحیح مطلب نہیں سمجھا جاسکتا اور نہ اس پر کوئی شرعی حکم لگایا جاسکتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ صفحہ ۱۴ کی عبارت میں خود آپ نے بھی یہ تسلیم کر لیا کہ اس کا مطلب سمجھنے کے لئے اس سے پہلی عبارت دیکھنے کی ضرورت ہے۔ بہر حال میں نے اس کے جواب میں عرض کیا ہے کہ۔

”تحذیر صفحہ ۱۴ کا جو فقرہ محسام الحرمین میں نقل کیا گیا ہے اس میں جدید نبی کا کوئی ذکر نہیں ہے“

پس صفحہ ۱۴ کا منقولہ فقرہ اگر بقول آپ کے مستقل طور پر موجب کفر مانا جائے تو اس کی ہمنوائی کی وجہ سے

آپ کے اعلیٰ حضرت بھی ضرور کا فر ٹھہریں گے۔ آپ نے اس مرتبہ یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت شیخ اکبر د علامہ علی قاریؒ وغیرہ بزرگان دین سے قادیانیوں کا استناد باطل ہے۔ میں نے اس کے جواب میں عرض کیا ہے کہ۔

” جس طرح قادیانیوں کا استند لال (ان) بزرگان دین کے اقوال سے باطل ہے ٹھیک اسی

طرح عبارات تحذیر الناس سے بھی “

ہم قادیانیوں کو ان بزرگان دین کی طرف سے بھی جواب دیتے ہیں اور مصنف تحذیر الناس کی طرف سے بھی۔ آپ نے فرمایا ہے کہ ” مجھ پر اشتعال دلانے کا الزام اس لئے لگایا جا رہا ہے کہ افسران پولیس خطہ محسوس کر کے مناظرہ بند کر دیں۔ میں نے عرض کیا ہے کہ۔

” اشتعال کا الزام لگایا گیا یا حقیقت کا اظہار کیا گیا یہ چیز سب کے مشاہدہ میں ہے “

لیکن اسی کے ساتھ میں افسران پولیس کو پوری ذمہ داری کے ساتھ اطمینان دلاتا ہوں کہ میرے مخاطب مولوی حشمت علی صاحب خواہ کتنی ہی اشتعال انگیزی سے کام لیں مگر انشاء اللہ نہ میں خود مشتعل ہوں گا اور نہ اپنے اسباب کو مشتعل ہونے دوں گا۔ بہر حال فریق مقابل کی انتہائی اشتعال انگیزیوں کے باوجود انشاء اللہ مناظرہ پورے امن و امان سے جاری رہے گا۔ ساتھ ہی مولوی حشمت علی صاحب سے بھی گزارش ہے کہ وہ افسران پولیس کو جس راستہ پر لا کر مناظرہ بند کرانا چاہتے ہیں انشاء اللہ وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکیں گے وہ مطمئن رہیں کہ میں ان کی کسی گالی کا جواب گالی سے نہ دوں گا بلکہ ان کے لئے دعائے خیر کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔

تم شوق سے کو سوجھے میں تہ کو دعا دوں

جو میرا برا چاہے خدا اس کا بھلا ہو

آپ نے اپنی اس تقریر میں انبیاء و طبقات دالی حدیث کا بھی ذکر فرمایا ہے اور بڑی دلیری کے ساتھ اس کو غلط باطل اور زلل کمانی کہا ہے اور اس کے باطل اور جھوٹ ہونے کی بڑی زبردست دلیل یہ پیش کی ہے کہ آپ کے وہ عامی معتقدین و متبعین جو اس جلسہ میں حاضر ہیں انہوں نے کبھی یہ حدیث اپنے باپ دادا سے نہیں سنی۔ اگر حدیثوں کے جعلی اور باطل ثابت ہونے کے لئے آپ کی یہی دلیل تسلیم کر لی جائے تو پھر سارے ذخیرہ حدیث کا خدا ہی حاقط ہے۔

فن حدیث کے بڑے بڑے دفتروں کو چھوڑ کر صرف صحاح ستہ اولہ میں دس ہزار سے زیادہ حدیثیں ہیں جن میں سے

سو بھی ایسی نہ ہوں گی کہ جو آپ کے ان بھائیوں نے اپنے باپ دادا سے سنی ہوں۔ تو کیا آپ اسی زبردست
برہان سے صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہ صحاح کی ان ہزار ہا حدیثوں کو غلط باطل اور جھوٹ کہہ دیں گے ؟

افسوس ! عشق رسول کا تو اتنا بلند و عوامی اور احادیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ یہ عداوت ؟
کہ ایک ہی دار میں اس تمام مقدس ذخیرہ کو پار کر دیا۔ علاوہ ازیں میں کہتا ہوں کیا انبیائے طبقات کی اس حدیث
کے متعلق آپ کا معلومات بھی یہی ہیں ؟ اور آپ نے حدیث و تفسیر کی کتابوں میں کیسی یہ حدیث نہیں دیکھی ؟ اگر
ایسا ہی ہے تو آپ کی ناواقفیت قابل تعجب ہے اور حیرت ہے کہ اس لاعلمی کے باوجود آپ کیوں علمی چیزوں میں
دخل دینے کی جرات کرتے ہیں۔ اور اگر اس حدیث کے متعلق آپ کو صحیح معلومات حاصل ہیں اور صرف مسلمانوں کو دھوکہ
دینے کے لئے آپ نے یہ مغالطہ دینا چاہا ہے تو اور بھی زیادہ قابل افسوس ہے۔

سنئے اور بغور سنئے ! اس حدیث سے آپ اور آپ کے باپ دادا اگر فی الواقع ناواقف ہیں تو اس وجہ
سے کہ آپ کو اور ان کو کبھی مطالعہ حدیث و تفسیر کی توفیق عطا نہیں ہوئی ہوگی ورنہ اہل علم کو معلوم ہے کہ یہ حدیث
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی اور چچا زاد بھائی سیدنا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے مروی ہے جس کی بہت سے اجلہ محدثین نے تخریج اور تصحیح بھی کی ہے۔ حدیث و تفسیر کی متداول کتابوں میں
آپ صرف بخاری شریف کی مشہور شرح فتح الباری اور علامہ سیوطیؒ کی تفسیر درمنثور کا بھی مطالعہ کرتے تو آپ کو اس
حدیث کی تحریکات و تصحیحات کا حال معلوم ہو سکتا تھا۔ نیز مولانا عبدالحی صاحب لکھنؤی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے
بھی اپنے بعض رسائل میں اس حدیث کے طرق کو جمع کیا ہے۔ چنانچہ مولانا مرحوم کا رسالہ ”دافع الوسواس“
اس وقت میرے پاس موجود ہے اس میں انہوں نے اس اثر کی روایتی حیثیت پر نہایت شرح و بسط سے کلام
کیا ہے اور محدثین کی تصریحات سے اس کا معتمد و مستند ہونا ثابت فرمایا ہے۔ سرِ دست میں اسی کی عبارت پیش
کرتا ہوں۔ دافع الوسواس صفحہ ۴۴ پر فرماتے ہیں۔

”اس کی تخریج کے دو طریق معتمد و مستند ہیں۔ ایک عن شریک عن عطاء عن

الجب الضحیٰ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما (بیہقی) اور حاکم وغیرہ نے اس طریق سے اخراج کر کے صحیح

کہا اور ابن حجر نے فتح الباری میں بیہقی کے قول کو نقل کر کے سکوت کیا۔“

اس کے بعد اسی کی تائید میں علامہ زر قانی کے رسالہ "اجوبۃ الاسئلة" اور سیوطی کی تفسیر در غرر سے دو عبارتیں نقل کی ہیں جن میں اس اثر کی تخریج صحیح کے مذکور ہے۔ میں بقصد اختصار ان روایات کو چھوڑتا ہوں اس کے بعد صفحہ ۵ پر فرماتے ہیں۔

» اور استدک حاکم میں ہے۔ حدثنا احمد بن یعقوب الثقفی حدثنا عبید بن غنام حدثنا علی بن حکیم حدثنا شریک عن عطاء عن ابی الضحیٰ عن ابن عباس فی قوله تعالى ومن الارض مثلهم قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنسبیکم وادم حکا دھکم ونوح کنوح و ابراھیم کابراھیم وعیسیٰ کعیسیٰ ہذا حدیث صحیح الاسناد۔ انتہی

اور ذہبی نے اس طریق پر حکم حسن کا دیا۔ چنانچہ بدر الدین شبلی "آکام المرحان" میں بعد نقل عبارت حاکم کے لکھتے ہیں قال شیخنا الذہبی اسنادہ حسن دوسرا طریق عن شعبۃ عن عمرو بن مرة عن ابی الضحیٰ عن ابن عباس حاکم نے اس طریق سے استخراج کر کے حکم صحت کا دیا عبارت ان کی یہ ہے۔

حدثنا عبد الله حدثنا ابراهيم بن الحسين حدثنا آدم حدثنا شعبۃ

عن عمرو بن مرة عن ابی الضحیٰ عن ابن عباس قال فی کل ارض نحو

ابراھیم ہذا حدیث علی شرط البخاری ومسلم۔ انتہی

اور ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی چنانچہ شبلی لکھتے ہیں قال شیخنا الذہبی ہذا حدیث

علی شرط البخاری ومسلم۔ انتہی ہر گاہ تصریح بیقی و حاکم و ذہبی و اسکوت و اقرار ابن حجر و سیوطی و شبلی اس حدیث کی وثاقت ثابت ہو گئی۔ اس کے قابل استناد ہونے میں کیا گفتگو رہی ؟

(دافع الوسواس صفحہ ۵)

میں امید کرتا ہوں کہ ان تصریحات کے سننے کے بعد حاضرین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ انبیائے طبقات والی حدیث

صحیح ہے اور جلیل القدر محدثین نے اس کی تصحیح و توثیق کی ہے۔ اور مولوی شمس علی صاحب یا ان کے باپ دادوں کی

اس سے ناواقفیت اپنی کم علمی کی وجہ سے ہے انہیں چاہئے کہ علمی بات میں دخل دینے سے پہلے اس کے متعلق ضروری معلومات حاصل کر لیا کریں۔

تَعْلَمُ إِذَا كُنْتَ لَسْتَ بِعَالِمٍ فَاِنَّ الْعِلْمَ عِنْدَ أَهْلِ التَّعْلَمِ
تَعْلَمُ فَاِنَّ الْعِلْمَ أَرِيبٌ لِلْفَتَى مِنْ الْحِلَّةِ الْحَسَنَاءِ عِنْدَ النَّكَمِ

نوٹ از مرتب :- حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ مولوی حسنت علی صاحب نے دوران تقریر میں سوال کیا کہ مولوی عبدالحی صاحب ؒ کے جس رسالہ (دافع الوسواس) کی عبارت ابھی آپ نے پڑھی ہے کیا اس کے تمام مضامین کو آپ صحیح سمجھتے ہیں ؟

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اس کے جس حصے کا حوالہ میں نے دیا ہے وہ تو یقیناً صحیح ہے اس کے علاوہ پورا رسالہ اگرچہ میں نے دیکھا نہیں ہے لیکن مولانا عبدالحی صاحب کے علم و تدبیر پر اعتماد کر کے کہہ سکتا ہوں کہ اس میں جو کچھ ہوگا انشاء اللہ صحیح ہی ہوگا۔ اس کے بعد مولوی حسنت علی صاحب نے اس رسالہ کے درمیان سے ایک عبارت پیش کی اور فرمایا کہ یہ عبارت خالص کفر ہے کیا آپ اس کو بھی صحیح سمجھتے ہیں ؟

مولانا نے فرمایا استغفر اللہ آپ اکابر اسلام کی تکفیر کے بارے میں کس قدر جبری دافع ہوئے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالحی صاحب ؒ وہ بزرگ ہیں جن کے علم پر علمائے حجاز اور مصر و شام کو اعتماد تھا اور ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ؒ کے بعد انہیں کو یہ قابل فخر مرتبہ حاصل ہوا ہے کہ ان کی تصنیفات ہندوستان کے باہر دیگر ممالک اسلامیہ میں پھیل چکی ہیں۔ میں حیران ہوں کہ آپ کس دلیری سے مولانا کی تکفیر کر رہے ہیں۔

مولوی حسنت علی صاحب نے فرمایا کہ میں ان کی اس عبارت کو موجب کفر کہہ رہا ہوں خود ان کو کافر نہیں کہتا کیوں کہ انہوں نے اس سے توبہ کر لی تھی۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ یہ بھی آپ کا ایک خالص افتراء ہے جس کی کوئی اصلیت نہیں۔ اس کے بعد مولانا نے مولوی حسنت علی صاحب سے اس کی تحریر مانگی کہ مولانا عبدالحی صاحب کی وہ عبارت خالص کفر ہے۔ چنانچہ مولوی

حشمت علی صاحب نے اپنے قلم سے دافع الوسواس کی عبارت لکھ کر عارف الفاظ میں لکھ چکا کہ : یہ صریح کفر ہے ۔
 انا لله وانا اليه راجعون ۔

اس تحریر کے حاصل کرنے کے بعد مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب ! آپ نے علامہ رفیق مکی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پر کفر کا حکم تو لگا دیا لیکن آپ کو معلوم نہیں کہ یہ عبارت قریب قریب ترجمہ ہے علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب موضوعات کبیر کی ایک عبارت کا ۔ اور غضب یہ ہے کہ وہ عبارت اسی جگہ مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نقل بھی کر دی ہے جس عبارت پر آپ کفر کا حکم لگا رہے ہیں اس کے بعد مستقلاً ہی مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عبارت ہے فرماتے ہیں ۔

” چنانچہ ملا علی قاری : رسالہ موضوعات میں زیر حدیث لوعاش ابراہیم لکان نبیا کے لکھتے ہیں ای لوعاش لکان من اتباعه کبسی خضر والیاس فلا یناقض قوله تعالیٰ خاتم النبیین اذ المعنی انه لا یأق بعدہ نبی ینسخ ملئہ “ انتہی
 بتلایئے ؟ مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت میں کیا فرق ہے اور کیا اب آپ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ پر بھی کفر کا فتویٰ دیں گے ؟ نیز حضرت شیخ اکبر ابن عربی اور حضرت شاہ دلی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں بھی اس کے ہم معنی عبارت موجود ہیں تو کیا آپ ان بزرگوں کو بھی کافر کہیں گے ؟ اور اگر ان عبارت کی آپ کوئی توجیہ کریں ، تو دلی ہی توجیہ مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت میں بھی ہو سکتی ہے ۔

نوٹ ختم

اس کے بعد مولانا محمد منظور صاحب نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ۔

حضرات ! آپ بھولے نہ ہوں گے کہ اصل بحث تحذیر الناس کی ان عبارت پر تھی جن کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے ناجائز قطع و برید کے ساتھ حسام التحریر میں نقل کر کے کفر کا فتویٰ دیا ہے ۔ مولوی حشمت علی صاحب نے اس بحث سے گریز کر کے دوسرا اعتراض مصنف تحذیر الناس پر یہ کیا کہ انہوں نے انبیاء و طبقات دالی جھوٹی حدیث لکھ دی جو کبھی ہم نے اور ہمارے بزرگوں نے نہیں سنی اس کا جواب بھی میں نے دے دیا اور بھلا اللہ جلیل القدر محدثین کی تصریحات سے یہ ثابت کر دکھایا کہ وہ حدیث صحیح ہے اور اس کا انکار جہالت اور گمراہی ہے ۔ مولوی حشمت علی صاحب اس کے جواب

میں کچھ نہیں کہہ سکے۔ بلکہ آپ نے مولوی عبدالحی صاحب کی ایک عبارت پیش کر کے از خود ہی کفر کا فتویٰ اس پر دے دیا۔ میں خوش قسمت ہوں کہ میرے حصہ میں اکابر اسلام کی حمایت آئی ہے۔ چنانچہ میں مفلحون اللہ حضرت مولانا عبدالحی صاحب کی طرف سے بھی جواب دہی کی۔

اگرچہ یہ دونوں پیڑیں موضوع بحث سے بالکل خارج تھیں مگر چونکہ عبارات تحذیر الناس کے متعلق مولوی حسرت علی صاحب کا سارا اندیشہ ختم ہو چکا ہے اس لئے انہوں نے یہ خارجی بحثیں چھیڑیں اور پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بحث سے ایک تیسری بالکل غیر متعلق چیز حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ کے متعلق بھی چھیڑ دی حالانکہ اگر آپ کو اس پر بحث کرنی تھی تو اس کو ایک مستقل موضوع بنایا جاسکتا تھا مگر اب چونکہ آپ نے اس کو شروع کر دیا اس لئے اتمانہ اللہ میں بھی جواب دیتا ہوں سنتے۔

اس واقعہ میں آپ نے اس قدر غلط بیانی اور طبع کاری سے کام لیا ہے جسکی جرأت آپ ہی جیسوں کو ہو سکتی ہے۔ پہلی غلط بیانی تو آپ نے یہ فرمائی کہ جس شخص نے کلمہ شریف اور دود شریف میں حضرت مولانا تھانوی کا نام لیا وہ حضرت مدوح کامرید تھا۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ وہ شخص اس وقت مرید نہ تھا۔ دوسری بات یہ کہ کلمہ پڑھنے کا واقعہ خواب کا تھا آپ نے اس کو ظاہر نہیں کیا ورنہ لوگ آپ کے علم کی داد دیتے کہ آپ خواب کی بات پر بھی کفر کا فتویٰ دیتے ہیں۔ تیسری بات یہ کہ درود میں غلطی اس شخص سے خطا لسانی کے طور پر بلا قصد و اختیار ہوئی تھی۔ وہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا چاہتا تھا لیکن غلطی سے اس کی زبان سے حضور کے اسم گرامی کے بجائے مولانا تھانوی کا نام نکل گیا۔ گویا یہ کلمہ اس سے خطا لسانی کے طور پر سرزد ہوا۔ مگر آپ نے اس حقیقت کو بھی چھپایا۔ الغرض اس ذرا سے واقعہ میں آپ نے یہ تین غلط بیانیاں کیں۔ اور وہ بھی میرے سامنے۔ اگر یہ دھوکے کسی اور کو آپ دیتے تو شاید وہ دھوکہ کھا جاتا کچھ کو تو آپ خوب جانتے پہانتے ہیں۔

عنقا شکا کس نشود دام باز چسپیں

کیں جا ہمیشہ باد بدست است دام را

میں آپ کے اس اتمام کا جواب دینے سے پہلے حاضرین کرام کو اصل واقعہ خود صاحب واقعہ کے الفاظ میں بتا دینا چاہتا ہوں۔ یہ صاحب پنجاب کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے مولانا تھانوی کو ایک طویل خط لکھا ہے۔ اخیر میں

اپنے خواب کا واقعہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔

” کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ۔

پڑھتا ہوں۔ لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں۔ اسنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں۔ اس کو صحیح پڑھنا چاہئے۔ اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں۔ دل پر توجہ کے صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے۔ حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اسنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کرتھ طاری ہو گئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی۔ اسنے میں بندہ خواب سے بے دار ہو گیا۔ لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر طاقتی بدستور تھا۔ لیکن حالت خواب و بیداری میں حضور ہی کا خیال تھا لیکن جب حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر خیال آیا تو اس بات ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جائے۔ بائیں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کڑیٹ کہ کلمہ شریف کی غلطی کے تذکرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صل علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں۔“

حضرات! یہ ہے وہ واقعہ جس کو توڑ مروڑ کر مولوی حسنت علی صاحب نے آپ کے سامنے پیش کیا تھا اس میں جس قدر حصہ خواب کا ہے اس کے متعلق مجھے کچھ زیادہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ تو آپ میں سے ہر شخص جانتا ہو گا کہ خواب کی باتوں پر شرعی احکام جاری نہیں ہوتے۔ خواب میں اگر کوئی شخص چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کٹتا، زنا کرے تو حد جاری نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ خواب میں کلمہ کفر کہنے سے کوئی مسلمان کافر نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس وقت مرفوع القلم ہے۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب شامی میں تصریح ہے۔

و تبطل عباراتہ من الاسلام
سونے والے کا کلام مثلاً اسلام لانا یا مرتد ہو جانا یا
بیوی کو طلاق دینا یا سب لغو اور بے کار ہے یعنی اس پر اصلی
والردۃ و الطلاق۔

احکام جاری نہیں ہوتے۔

پس صاحب واقعہ سے خواب میں جو غلطی ہوئی اور کلمہ شریف میں حضور کے نام کے بجائے جو دوسرا نام اس کی زبان سے نکلا اس کی وجہ سے تو اس پر کوئی حکم جاری نہیں ہو سکتا کیوں کہ وہ خواب کی بات ہے اور خواب میرے انسان مرفوع القلم ہوتا ہے۔

یہی دوسری غلطی جو درود شریف میں اس سے بجاالت بیداری ہوئی اور حضور کے نام کے بجائے اس کی زبان سے دوسرا نام نکل گیا اس کے متعلق خود صاحب واقعہ کا بیان ہے کہ۔

” خواب سے بے وار ہونے پر بھی بدستور میرے بدن میں بے حسی اور ناطقتی تھی۔ اسی حالت میں میں نے کلمہ شریف کی غلطی کی تلافی کئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا چاہا لیکن اس میں بھی غیر اختیاری طور پر حضور کے نام کے بجائے دوسرا نام نکل گیا۔ اس وقت بے حسی اور ناطقتی کی وجہ سے زبان میرے قابو میں نہ تھی۔ “

بحال درود میں غلطی اس شخص سے خطاب لسانی کے طور پر ہوئی اور فقہاء کی اصطلاح میں اس کو خطا لسان ہی کہا جائے گا۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

الخاطی من یجری علی لسانہ من غیر قصد کلمۃ مکان کلمۃ۔ کسی دوسرے کلمہ کے بجائے نکل جائے۔

بعینہ یہی صورت اس واقعہ میں ہوئی کہ صاحب واقعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا چاہتا تھا حضور کے اسم گرامی کے بجائے بلا قصد و اختیار دوسرا نام نکل گیا۔ گویا اس کی زبان چوک گئی۔ اور فقہ حنفی کی عام کتابوں میں تصریح ہے کہ ایسی صورت میں آدمی کافر نہیں ہوتا بلکہ خواب والے کی طرح شریعت اس کو بھی معاف کر دیتی ہے۔ چنانچہ شامی جلد ۵ صفحہ ۲۸۵ پر ہے۔

ومن تکلم بہما مخطئاً او مکرہاً لا یکفر عند اللہ۔ جس سے کلمہ کفر مخطئہ سرزد ہو گیا یا کسی نے زبردستی اس سے کہلویا اور اس نے جان بچانے کے لئے صرف زبان سے کہہ دیا تو کسی کے نزدیک بھی اس کو کافر نہیں کہا جائے گا۔

اور فتاویٰ عالمگیری میں فتاویٰ قاضی خاں کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

الخاطی اذا جرى على لسانه كلمة الكفر
خطا بان كان يريد ان يتكلم بما ليس
بكفر فجرى على لسانه كلمة الكفر
خطا لم يكن ذلك كفرا عند الكل

جب کہ خطا (زبان کی چوک) سے کلمہ کفر نکل جائے اس
طرح کہ کہنا ایسی بات چاہتا تھا جو کفر نہیں تھی اور
زبان سے نکل گیا کلمہ کفر خطا کے طور پر تو یہ بالاتفاق
موجب کفر نہیں۔

فقد حنفی کی ان تصریحات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اگر کسی کی زبان سے بلا قصد و اختیار کلمات
کفریہ سرزد ہو جائیں جس طرح کہ زیر بحث واقعہ میں ہونے تو ہرگز موجب کفر نہیں۔ پس صاحب واقعہ کو درود شریف
والی غیر قصدی غلطی کی وجہ سے کافر نہیں کہا جاسکتا اور وہ شرعاً مفسد سمجھا جائے گا۔ اور یہ بات خود اس کے بیان سے ظاہر
ہے کہ اس کے عقیدہ میں ایک لمحہ کے لئے بھی فتور نہیں آیا اور خواب و بیداری کی دونوں حالتوں میں وہ اس کو غلطی اور
اداس کلمہ کو کفر ہی سمجھتا رہا۔

حضرات یہ ہے اس واقعہ کی حقیقت جس کے متعلق مولوی حسرت علی نے محاسبہ آخرت سے بالکل ٹڈی بہو کر کہا تھا
کہ مولوی تھانوی صاحب نے مریدوں سے اپنا کلمہ پڑھوانا اور اپنے کو نبی رسول منوانا شروع کر دیا ہے معاذ اللہ۔
اگر اس قسم کی جھوٹی تہمت رکھنا کسی پر جائز ہوتا تو ہم بھی اس کے جواب میں آپ کے کسی بزرگ کے متعلق کہہ سکتے تھے کہ
انہوں نے اپنے آپ کو خدا منوانا شروع کر دیا ہے والعیاذ باللہ۔

دہا یہ سوال کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے اس کی تعبیر میں یہ کیوں لکھا کہ ”اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس
کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ لبونہ تعالیٰ تبع سنت ہے“ سوال تو یہ چیز بحث تکلیف سے بالکل خارج ہے علاوہ انہیں خود
مولانا مظلہ کی طرف سے اسی رسالہ ”الامداد“ میں اعلان ہو چکا ہے کہ محمد کو اپنی اس تعبیر پر اصرار نہیں۔ ہو سکتا ہے
کہ یہ خالص دوسرے شیطانی ہجو یا کسی مرض دماغی سے ناشی ہوا ہو۔ اور جو لوگ فن تعبیر سے کچھ مناسبت رکھتے ہوں ان
کے لئے اس تعبیر کا سمجھنا مشکل بھی نہیں۔ اس فن کے ماہرین نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو خواب میں حضور
کی زیارت ہو لیکن کسی دوسرے شخص کی شکل میں تو یہ اشارہ ہوتا ہے اس شخص کے تبع سنت ہونے کی طرف۔ پس ایسے ہی
حضور کے اسم گرامی کے بجائے دوسرے نام نکلنے سے بھی اسی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ اسی لحاظ سے حضرت مولانا

نے اس شخص کے خواب کی تعبیر یہ دی اور ابھی عرض کر چکا ہوں کہ مولانا کو تو اپنی اس تعبیر پر اصرار بھی نہیں۔

الغرض اس واقعہ کی وجہ سے حضرت مولانا کے متعلق یہ کہنا کہ معاذ اللہ وہ اپنا کلمہ پڑھواتے ہیں یا اپنے نام پر درود بھیجاتے ہیں انتہائی بددیانتی اور سخت ترین افترا پر دازی ہے۔ حضرت مولانا مدظلہ اور ہم سب ایسے شخص کو مرتد اور کافر سمجھتے ہیں جو بحالت صحت ہوش و حواس اپنے قصد و اختیار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسے والے کسی شخص کو نبی و رسول مانے۔ میں امید کرتا ہوں کہ میرے اس بیان کے بعد حاضرین کو بھی کوئی غلط فہمی نہ رہی ہوگی۔

اس کے بعد مولوی حسنت صاحب سے میرا ایک سوال ہے وہ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیں۔

» سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین چشتی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات فوائد الفوائد میں مذکور ہے کہ ایک شخص حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوا آپ نے اس کی عقیدت کے امتحان کے لئے کہا میں تم کو اس شرط پر بیعت کر دوں گا کہ تم لا الہ الا اللہ شہابی رسول اللہ کہو۔ اس شخص نے اسی طرح کلمہ پڑھ دیا۔ شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بیعت کر لیا اور فرمایا کہ میں نے یہ صرف تمہارے امتحان کے لئے کہا تھا میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کا ادنیٰ ترین غلام ہوں تاہج نبوت صرف انہی کے لئے زیبا ہے۔

نیز اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ کی مطبوعہ سیرت انوار خواجہ میں چھپا ہوا ہے اور تذکرہ کی بعض دوسری کتابوں میں بھی ملتا ہے۔ ان واقعات کے متعلق میرا صرف یہ سوال ہے کہ حضرت شبلی اور حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہما کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ واقعات غلط طور پر ان کی طرف منسوب کر دیئے گئے ہیں تو سوال یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنی کتابوں میں ان واقعات کو اب سے پچاسوں برس پہلے لکھا ہے جیسے کہ خواجہ میر حسن علامہ سنہری رحمۃ اللہ علیہ کے ترتیب دیئے والے وغیرہ ان کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں اور جن مسلمانوں نے اب تک ان کتابوں میں یہ واقعات دیکھے اور اس کے بعد بھی حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق خواجہ امجدی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کتابوں کے لکھنے والے حضرات کو مسلمان سمجھا وہ لوگ آپ کے نزدیک مسلمان سمجھے جائیں گے یا کافر ہو گئے؟

واضح رہے کہ میں یہ صرف آپ سے سوال کر رہا ہوں۔ اپنی کوئی رائے نہیں پیش کر رہا۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں آپ کی پوری تقریر کے جواب سے فارغ ہو چکا۔ خدا کرے کہ آپ سمجھ گئے ہوں اور قبول حق میں کوئی جذبہ مانع نہ ہو۔

مولوی حشمت علی صاحب چوتھا بیان

مناظرہ ”گیا“ کا تیسرا اجلاس ۳۰ ذیقعدہ کی شام کو مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کے بیان پر ختم ہو گیا تھا۔ یکم ذی الحجہ کی رات کی طویل فرصت میں مولوی حشمت علی صاحب نے اپنا مندرجہ ذیل چوتھا بیان مرتب کیا اور صبح کو مناظرہ میں پیش کر دیا۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ یہ بیان آپ نے رات بھر کی محنت سے تیار فرمایا ہے اور مقررہ وقت آدھ گھنٹہ میں میں اس کو پورے طور پر دیکھ بھی نہیں سکتا لہذا اس کے تحریری جواب کے لئے مجھے کم از کم دو گھنٹہ کا وقت ملنا چاہئے۔ مگر مولوی حشمت علی صاحب کسی طرح اس کے لئے تیار نہ ہوئے۔ اور آپ نے یہ کہہ کر کہ ”بس آدھ گھنٹہ ہی میں آپ کو اس کا جواب دینا ہو گا“ اپنے اس تحریری بیان کی تلاوت پوری تیزی کے ساتھ شروع کر دی۔ اس تحریری بیان کی توضیح میں تقریر بالکل نہیں ہوئی۔ یہ تحریری بیان بلفظ درج ذیل ہے۔

(مرتب غفرلہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم

آپ برابر مناظرہ سے خزاں کر رہے ہیں۔ آپ کے جن دلائل و اہیہ پر میں اعتراض کر رہا ہوں اس کو آپ بالکل فراموش کر جاتے ہیں۔ آپ کے اوپر جتنے سوالات اس وقت تک آپ پر نازل ہوئے اور آپ ان کے جوابوں سے عاجز و ذلیل رہے ان کی فہرست مختصر اصراف اس لئے پیش کرتا ہوں تاکہ آپ ان کے جواب دیں۔ اپنے مقابل کے اعتراضات کو اس کان سن کر اس کان اڑا دینا اور اپنی ہی رٹ لگائے جانا کیا آپ کی کمزوری و عاجزی نہیں ہے۔ آپ پانی پی پی کر جس قدر چاہیں اپنے الفاظ سے پہلک پر اثر ڈالیں مگر بفضلہ تعالیٰ ”گیا“ کی پہلک ایسی ناسمجھ اور بے وقوف نہیں ہے کہ اس کو غالب و مغلوب اور حق و باطل کے درمیان امتیاز نہ ہو سکے۔ سنتے۔

۱۔ میں نے لکھا تھا کہ تحذیر الناس صفحہ ۳ کی عبارت میں مانو تو می صاحب نے یہ بتایا ہے کہ آیت کریمہ میں

لفظ خاتم النبیین سے صرف یہی معنی سمجھنا کہ حضور سب سے پہلے نبی ہیں نا سمجھ لوگوں کا خیال ہے۔ اہل فہم یعنی سمجھ دار لوگوں کے نزدیک یہ معنی غلط و باطل ہیں یہ ایک کفر ہوا۔ اس کا آپ نے کیا جواب دیا ؟

۲ :- میں نے لکھا تھا کہ تہذیب الناس صفحہ ۱۲۴ کی عبارت میں یہ بتایا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں

بھی اگر کوئی نبی مبعوث ہو جاتا تو بھی حضور کے خاتم النبیین ہونے میں کچھ فرق نہ آتا۔ یہ دوسرا کفر ہوا۔
اس کا بھی آپ نے جواب نہ دیا۔

۳۔ میں نے لکھا تھا کہ تحذیر الناس صفحہ ۲۸ میں یہ بتایا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی کوئی نبی

جدید مبعوث ہو جائے تو بھی حضور کے خاتم النبیین ہونے میں کچھ خلل نہیں پڑے گا۔ یہ تفسیر اکفر ہوا، اس کا جواب بھی نہ مل سکے۔

۴۱۔ حسام اکرمین شریف پر آپ نے یہ اعتراض کیا تھا کہ شخړہ الناس کی تینوں عبارتیں بے ترتیب لکھ دیئے

کفریٰ محض پیدا ہو گئے۔ میں نے جواب دیا کہ تینوں عبارات میں علیحدہ علیحدہ تین مستقل کفر ہیں تو ترتیب

کے ساتھ کھڑی جائیں کھڑے ہوئے بے ترتیب لکھی گئیں جب بھی تین کفر ہوئے۔ ترتیب بدل

جانے سے معنی میں کیا تغیر پیدا ہو گیا ؟ آپ اس کے جواب سے بھی عاجز رہے ۔

۵۔ محترم اکرین شریف پر آپ نے اپنی توضیحی تقریر میں یہ اعتراض کیا تھا (اگرچہ اپنی تحریر میں نہیں لکھا) کہ

تجذیر الناس کی عبارت یوں ہے "تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں مگر اس کا اثر"

ترجمہ حسام اکھرین شریف میں یہ کیا گیا لافضل فیہ اصدا یہ ترجمہ غلط ہے۔ میں نے جواب دیا۔

نانا تو می صاحب نے ارگ لکھا ہے کہ: ”پھر مقامِ مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

فرمانا اس ضرورت ہیں کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے۔ پھر یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سب سے کھلا نبی ہوتا

اس قابل ہی نہیں ہے کہ اس کو حضور کی طرح میں بیان کیا جائے۔ تو مطلقاً اس وصفِ کریم میں فضیلت

ہونے ہی کا انکار کیا گیا۔ تو ثابت ہو گیا کہ عبارت تحذیر الناس کا مضمون اصل وہی ہے کہ لا فضل فیہ
اصلاً اور بالذات کا لفظ فریب اور محض دھوکا تھا۔ آپ اس کا جواب بھی دے سکے۔

۶۔ میں نے لکھا تھا کہ قابلِ درج ہونے کے لئے کسی وصفت کا بالذات ہونا ضروری نہیں حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے سوا تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت بالعرض ہے کسی کی نبوت بالذات نہیں مگر پھر بھی انہی
حضرات کی یہ تعریف کرنا قطعاً صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت عطا فرمایا۔ مگر نانوتوی صاحب کے نزدیک
حضور کی یہ تعریف کرنا کہ سب سے کچھلے بنی ہیں قطعاً غلط و باطل ہے تو معلوم ہوا کہ نانوتوی کے نزدیک سب سے
کچھلے بنی ہونے میں بالذات بالعرض کسی طرح کی کچھ فضیلت نہیں تو وہی مضمون ہو گیا کہ لا فضل فیہ
اصلاً اور بالذات کا لفظ محض تفسیر رہ گیا۔ اس کا جواب بھی آپ نے نہ دیا۔

۷۔ میں نے لکھا تھا اصولاً منقول عنہ کا بعینہ نقل کرنا ضروری نہیں صرف مضمون واحد ہونا چاہئے۔ اس پر
بھی آپ خاموش رہے۔

۸۔ میں نے خود نانوتوی کے اقرار سے بتایا تھا کہ جس طرح قد و قامت و شکل رنگ و حسب و نسب و کمونت
وغیرہ اوصاف کو نبوت اور فضائل میں کچھ دخل نہیں اسی طرح حضور کے سب سے کچھلے بنی ہونے کو بھی نبوت
و فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ تو وہی مضمون ہو گیا کہ لا فضل فیہ اصلاً اس پر بھی آپ ساکت رہے۔

۹۔ میں نے کہا تھا کہ تحذیر الناس کا موضوع ہی یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا چھ خاتم النبیین
ثابت کئے جائیں۔ احوال ایک چیز کو رو دیکھتا ہے۔ مگر نانوتوی صاحب نے ایک کے ساتھ خاتم النبیین دیکھے۔
سات زعمیوں میں سات خاتم النبیین ثابت کرنا تحذیر الناس کا مقصود اصلی ہے۔ اسی کا سوال ہے اور یہی جواب
ہے۔ چونکہ حضور کے سوا چھ خاتم النبیین ماننا حضور کے سب سے کچھلے بنی ہونے کے مخالف تھا اسی سلسلے
نانوتوی صاحب کو مجبور ہونا پڑا کہ خاتم النبیین کے اس معنی کو کہ حضور سب سے کچھلے بنی ہیں نا سمجھ
لوگوں کا خیال بتائیں اور خاتم النبیین کے بالکل ایک نئے معنی نبی بالذات گڑھیں۔ آپ سے اس کا جواب
بھی نہ ہو سکا۔

۱۰۔ آپ نے دیر بند یوں کی تکفیر پر کہا تھا کہ کسی مسلمان کو کا فر کہنا اس کے قتل کرنے کے برابر ہے اور خود کا فر ہونا

ہے۔ میں نے آپ سے سوال کیا کہ اگر کوئی قادیانی آپ سے سوال کرے کہ قادیانی لوگ بھی اپنے آپ کو سید کہتے ہیں پھر دیوبندی لوگ قادیانی کو کافر کیوں کہتے ہیں۔ اس کا جواب قادیانی کو دیں وہی ہماری طرف سے اپنے لئے سمجھ لیں۔ اس کا جواب آپ سے نہ ہوا۔

۱۱۔ آپ نے حسام الحق میں شریف پر اعتراض کیا تھا کہ حملوں کی ترتیب بدل کر قرآن سے بھی کفر نکالا جا سکتا ہے جیسے کوئی بے دین کہے ان الا برار لفی جحیم وان الفجار لفی نعیم میں نے اس کا جواب دیا کہ اس بے دین نے پہلے حملے کی ابتدا دوسرے کی خبر سے اور دوسرے حملے کی ابتدا کو پہلے کی خبر کے ساتھ لگا دیا۔ اس سے کفری معنی پیدا ہو گئے۔ لیکن اگر ان دونوں حملوں کو تغیر نہ کیا جائے صرف ترتیب بدل کر یوں کہا جائے ان الفجار لفی جحیم وان الا برار لفی نعیم تو اب ہرگز کفر کی بوجھ بھی نہیں۔ چند مستقل حملوں کی صرف ترتیب بدل دینے سے ہرگز معنی نہیں بدل سکتے۔ تفسیر الناس کی قینوں عبارتیں تین مستقل حملے ہیں تو صرف ان کی باہمی ترتیب بدلنے سے کیوں کہ معنی بدل گئے۔ آپ اس کے جواب سے بھی صامت رہے۔

۱۲۔ آپ نے کہا تھا نانوتوی صاحب نے لفظ خاتم النبیین کو صرف اس معنی میں حصر کرنا کہ حضور سب سے پہلے نبی ہیں، اس کو حرام کا خیال بتایا ہے۔ میں نے جواب دیا آپ کے مسلم مقتدا مولوی محمد شفیع صاحب مفتی دیوبند نے ختم نبوت فی الآثار کے صفحہ ۸ پر شفا بشریہ سے نقل کیا امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بغیر کسی تاویل یا تخصیص کے مراد ہے۔ تو اجماع امت سے حصر ثابت ہو گیا اور اس اجماعی مسئلہ کو نانوتوی صاحب نے نا سمجھ لوگوں کا خیال اور سمجھ دار لوگوں کے نزدیک غلط بتایا تو نانوتوی کا کافر مرتد ہونا ثابت ہو گیا۔ آپ اس کا جواب نہ دے سکے۔

۱۳۔ میں نے کہا تھا کہ سب سے پہلے نانوتوی نے لفظ خاتم النبیین کے معنی بدل کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نبوت کا دروازہ کھولا۔ یہی سبق نانوتوی صاحب سے قادیانی نے سیکھ کر ختم نبوت کے معنی بدلے اور اپنے لئے نبوت ثابت کی۔ نانوتوی نے بالذات ہی اس کے معنی گڑھے اور قادیانی نے افضل النبیین گڑھ لئے۔ جو معنی ضروریات میں سے ہیں ان سے نانوتوی قادیانی دونوں نے انکار کر دیا۔ آپ کھر سکھانے والے استاد کو

مسلمان کہتے ہیں مگر کفر کیلئے والے شاگرد کو کافر مت کہتے ہیں۔ اس کا بھی آپ نے جواب نہ دیا۔

۱۴- آپ نے نانوتوی صاحب کی چند عبارتیں تحذیر الناس و مناظرۃ عجیبہ وغیرہ سے پڑھیں جن میں ختم نہائی کا اقرار ہے۔ اس کے جواب میں میں نے آپ کے مقتدا مولوی مرتضیٰ حسن دہلوی کی ”اشد العذاب صفحہ ۱۵“ سے عبارت پیش کی کہ مرزا، دیوبندی دھوکہ دینے کی غرض سے وہ عبارت مرزا، نانوتوی صاحب کی پیش کرتے ہیں جن میں ختم نبوت کا اقرار ہے۔ علی علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و عظمت کا اقرار ہے۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ مرزا، نانوتوی صاحب ماں کے پیٹ سے کافر نہ تھے۔ ایک مدت تک مسلمان تھے اور چونکہ وہ جال تھے ان دجرت سے ان کے کلام میں باطل کے ساتھ حق بھی ہے تو پہلی عبارت مفید نہیں جب تک کوئی ایسی عبارت نہ دکھادیں کہ میں نے جو فلاں معنی (یعنی افضل البنیین، نبی بالذات، ختم نبوت کا غلط بیان کئے تھے وہ غلط ہیں۔ صحیح معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی حقیقی نہ ہوگا۔ یا علی علیہ السلام، حضور علیہ السلام کو جو فلاں جگہ گالیاں دے کر، تحذیر الناس صفحہ ۳ پر نامکھ تبا کہ کافر ہوا تھا اس سے توبہ کر کے مسلمان ہوتا ہوں۔ آپ اس کا کچھ جواب نہ دے سکے۔

۱۵- میں نے تحذیر الناس صفحہ ۲۹ کی عبارت سے نانوتوی کا اقرار پڑھا تھا کہ مجھ سے پہلے اکابر امت میں سے کسی کی سمجھ میں خاتم النبیین کے یہ معنی نہ آئے کہ حضور بالذات نبی ہیں۔ یہ تو میں نے خود تبا کرتیر مار لیا ہے مجھ سے پہلے تمام امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی عقیدہ تھا کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پہلے نبی ہیں تو نانوتوی کے اقرار سے اسی حصر پر اجماع امت ثابت ہو گیا۔ جس کو آپ بقول ”ناوتوی“ نامکھ لوگوں کا خیال اور سمجھ دار لوگوں کے نزدیک غلط بنا دیا۔ آپ اس کے جواب سے بھی عاجز رہے۔

۱۶- میں نے ختم النبوت فی الآثار صفحہ ۹۰ کی عبارت پڑھی تھی۔ خود مکمل جل مجدہ اپنے کلام کے ایک حقیقی معنی بیان فرماتا ہے اور پھر اس کے رسول جن پر کلام نازل ہوا اسی معنی کی انتہائی وضاحت فرماتے ہیں اور پھر اس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد صحابہ کرام اور پھر تمام علمائے سلف اسی کے معنی کو بیان کرتے ہوئے تصریح کرتے ہیں کہ یہ کلام اپنے ظاہری اور حقیقی معنی پر محمول ہے نہ اس میں مجاز طلب اللہ ہے اور نہ تادیل و تخصیص۔ اس عبارت میں مفتی دیوبند نے اقرار کر لیا ہے کہ اللہ عزوجل نے خود قرآن پاک میں بتا دیا کہ،

خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی دعائے
سے فرمایا کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ میں سب سے پچھلا نبی ہوں۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
عنہم یہی سمجھتے رہے کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں۔ تمام علماء امت کا اجماع حقیقہ
ہے کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں اور نانو تووی یہ سمجھے کہ خاتم النبیین کے
صرف یہ معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں۔ وہ نامکھ ہے، تو نانو تووی صاحب نے

تخذیر الناس صفحہ ۴ کی عبارت میں تمام علماء نے امت رحمہم اللہ تعالیٰ کے بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم
بلکہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ خود اللہ عزوجل کو معاذ اللہ نامکھ بتا دیا۔ کہنے یہ کتنا سخت کفر ہوا۔
تو آپ اس کے جواب سے بھی عاجز رہے۔

۱۶۔ میں نے کہا تھا خود نانو تووی نے تخذیر الناس صفحہ ۴ پر لکھا۔

”شایان شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتمت مرتبی ہے نہ زمانی“

تو نانو تووی کے نزدیک سب سے پچھلا نبی ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس کے خلاف ہے اور جو صرف
خلاف شان اقدس ہو اس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ثابت کرنا حضور کی توہین ہے تو نانو تووی کے نزدیک
مختم زمانی حضور کے لئے ثابت کرنا معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین ہے تو زمانہ کے اعتبار سے حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام کا سب سے پچھلا نبی ہونا اگر بقول آپ کے نانو تووی صاحب نے تسلیم کیا ہے تو اپنی ہی تحریر کی بنا پر
حضور کی توہین کی اور کافر ہو گئے۔ آپ سے اس کا بھی جواب نہ ہو سکا۔

۱۸۔ میں نے کہا تھا کہ حسام الحقین شریف کی تصنیف سے ۵ برس پیشتر فتاویٰ الحرمین میں تخذیر الناس کی عبارت کفر

کو بالترتیب بکوال صفحات لکھ کر علماء حرمین محرمین سے فتوے کفر نانو تووی کی تصدیقات حاصل کی جا چکی ہیں۔

ملاحظہ ہو فتاویٰ الحرمین مطبع المہنت بدلی شریف صفحہ ۵۰ و ۵۱۔ تو ترتیب بدل دینے کا اعتراف سرے سے نہایت
نمرا ہو گیا۔ آپ اس کا بھی کچھ جواب نہ دے سکے۔

۱۹۔ آپ نے کہا تھا کہ ہر آیت کے لئے ظہر و بطن و حد و مطلع ہے۔ میں نے جواب دیا لفظ خاتم النبیین کوئی ایک

آیت مستقلہ ہرگز نہیں بلکہ آیت کریمہ کا ایک لفظ ہے اور تمام امت کا اجماع ہے کہ اس لفظ کے کوئی باطن معنی

نہیں جو معنی اس نے ظاہر سے سمجھ میں آتے ہیں صرف وہی مراد ہیں جس کا ثبوت آپ کے مقتدا مفتی دیوبند کی کتاب ختم النبوت فی الامار سے دیا جا چکا۔ اور اجماع کا منکر کافر ہے۔ آپ اس کا جواب بھی نہ دے سکے۔

۲۱۔ آپ نے کہا تھا مانو تو ہی نے خود بخود یہ صفحہ ۱۰ پر منکر ختم زبانی کو کافر کہا ہے۔ میں نے جواب دیا یہ تو خود اپنے کافر و مرتد ہونے کا اقرار ہے۔ مانو تو ہی نے خود بخود یہ اقرار کیا کہ سب سے پچھلانی ہنا شان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے تو معلوم ہوا خود مانو تو ہی حضور کے آخر الانبیاء ہونے کا منکر ہے تو یہ خود اپنے اوپر کافر و مرتد ہونے کا فتوے ہوا آپ اس کا جواب نہ دے سکے۔

۲۱۔ آپ نے کہا تھا ”بلکہ“ کا لفظ بتا رہے کہ صفحہ ۱۲ و ۲۸ کی عبارتیں مستقل جملے نہیں ہیں۔ میں نے جواب دیا بلکہ کا لفظ اضطراب کے لئے ہے یہاں سے مستقل جملے شروع ہوتے ہیں۔ دونوں قضیے شرطیہ متصل ہیں دونوں کلامیں تام ہیں باقی کے جملوں کے جز نہیں۔ آپ اس کے جواب سے بھی عاجز رہے۔

۲۲۔ آپ نے میرے اعتراضوں سے مجبور ہو کر مولوی عبدالحی صاحب کا حوالہ دیا کہ انہوں نے بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب فتح الرحمن میں خاتم النبیین کے معنی سب سے پچھلے ہی نہیں لکھے بلکہ کچھ اور بتائے۔ اسی طرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شیخ اکبر و عبد الکرم جلی و امام شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی خاتم النبیین کے معنی کچھ اور بیان کئے ہیں تو اب اس مسئلہ پر اجماع نہ رہا۔ میں نے جواب دیا کہ ان حضرات کی کتابیں تو اس وقت پیش نظر نہیں۔ فرض کر لیجئے کہ ان حضرات نے کچھ بھی لکھا ہو مگر آپ کے پیشوا تو اجماع بنا چکے کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں۔ مفتی دیوبند کے فتوے سے تو مانو تو ہی صاحب کافر ہے۔ آپ نے اس کا جواب بھی نہ دیا۔

۲۳۔ آپ نے ثنوی شریف کے دو شعر چھپ کر یہ بتایا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خاتم النبیین کے یہ معنی بتائے ہیں کہ حضور بالذات نبی ہیں۔ میں نے کہا ثنوی شریف کے ان دونوں شعروں سے اگر آپ یہ ثابت کر دیں کہ خاتم النبیین کے معنی بالذات نبی ہیں تو میں اپنی شکست تسلیم کر لوں گا۔ آپ اس کا بھی جواب نہ دے سکے۔

۲۴۔ اشد العذاب کی عبارت پڑھنے پر آپ نے مجھے ہدایت کا الزام دیا۔ میں نے جواب دیا کہ میں نے تو اپنی طرف سے ایک لفظ بھی نہیں کہا دیوبندیوں کے مشہور مذہب مولوی رفیع حسن صاحب کی عبارت پڑھی ہے اسی کا نام ہدایت ہے تو یہ مولوی رفیع حسن صاحب کی ہدایت ہے۔ اس کا جواب بھی نہ دیا۔

۲۵ :- آپ نے خاتم النبیین کی مثال خاتم الاطباء سے دی اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مثال میں طبعیوں کو پیش کیا۔ میں نے اس پر کہا کہ طب پر نبوت کا قیاس اور طبیب پر نبی کا قیاس باطل ہے طب کسی چیز پر نبوت میں کسب کو مطلق دخل نہیں۔ آپ اس کے جواب سے بھی عاجز رہے۔

۲۶ :- میں نے ختم نبوت فی الآثار صفحہ ۹۴ کی عبارت پڑھی ”نبوت ایسی چیز نہیں کہ ایک انسان دوسرے کو عطا کرے یا ایک نبی خواہ وہ نبوت میں کتنا ہی بڑا مرتبہ رکھتے ہوں دوسرے کو نبی بنادیں بلکہ یہ وہ منصب ہے جو بلا واسطہ خداوند قدوس کی جانب سے فائز ہوتا ہے“ تو مفتی دیوبند کے نزدیک کسی نبی کی نبوت بالعرض و بالواسطہ نہیں بتائیے۔ آپ کے نزدیک مفتی دیوبند کے ہیں یا بالی بارس دیوبند و نانوتوی صاحب۔ آپ اس کے جواب سے بھی عاجز رہے۔

۲۷ :- آپ نے کہا تحذیر الناس صفحہ ۱۴ کی عبارت اگر مستقل کفر ہو تو اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملفوظات میں تحریر فرمایا ہے کہ چار نبی ایسے زندہ ہیں جن پر ایک آن کے لئے بھی موت طاری ہی نہ ہوئی بخضر و الیاس زمین پر اور عیسیٰ و ادریس آسمان پر۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ میں نے جواب دیا صفحہ ۱۴ کی اسی عبارت سے پیشتر ہے ”ختم اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے تجویز کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا، اس میں صاف بتا دیا کہ خاتم النبیین کے اگر یہ معنی لئے جائیں کہ حضور بالذات نبی ہیں جو نانوتوی صاحب نے گوشے و حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کے خاتم نہ ہوں گے بلکہ بعد میں مبعوث ہونے والے نبیوں کے بھی خاتم ہوں گے۔ اس کے بعد ہی اس کی توضیح کے لئے وہ جملہ لکھا ”بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کوئی اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا دستور باقی رہتا ہے“ تو پہلے جملے سے صاف معلوم ہو گیا کہ دوسرے جملے میں اور کوئی نبی ہو ”کے یہ معنی ہیں کہ اور کوئی نبی مبعوث ہو۔ اور وہ چاروں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حضور سے پیشتر مبعوث ہو چکے تو الملفوظات شریعت کے کلام پر یہ جملہ صادق ہی نہیں آسکتا۔ آپ نے اس کا جواب بھی نہ دیا۔

۲۸ :- آپ نے کہا کہ جس طرح تحذیر الناس سے قادیانی استناد کرتے ہیں اسی طرح اگلے بزرگان دین کے کلاموں سے بھی استناد کرتے ہیں۔ (جن کے نام اوپر گورے) تو کیا وہ حضرات اکابر بھی قادیانیوں کے استاد ہوں گے؟ میں نے

جواب دیا ان حضرات میں سے کسی نے سب سے پچھلے نبی ہونے کو خلاف شان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز نہیں بتایا۔ کسی نے یہ نہیں کہا کہ معاذ اللہ سب سے پچھلے نبی ہونے کو فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ اور نانوتوی صاحب ان باتوں کے قائل ہیں جیسا کہ میں بتا چکا تو ان حضرات سے قادیانیوں کو کوئی واسطہ نہیں ان سے قادیانیوں کا استاد محض افتراء باطل تو قادیانیوں کے استاد صرف نانوتوی صاحب رہ گئے۔ آپ سے اس کا جواب نہ ہوا۔

۲۹ :- آپ نے لکھا ہے کہ نانوتوی صاحب نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اسخین فی العلم کے علاوہ سب عوام ہیں۔ میں نے جواب دیا اپنے مکتوبات میں انہوں نے لکھا ہوگا مگر تحذیر الناس تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جملہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تمام امت جن کا یہ عقیدہ ہے کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں۔ سب کو معاذ اللہ عوام بتا دیا۔ اور عوام کے مقابلہ میں اہل فہم کا لفظ بول کر ان کو نا سمجھ بھی کر دیا۔ آپ سے اس کا بھی جواب نہ ہوا۔

۳۰ :- آپ سے بار بار اس کا مطالبہ کیا گیا کہ علمائے متقدمین و ائمہ سلف میں سے کسی نے آیت کریمہ میں لفظ خاتم النبیین کے معنی بالذات نبی بتائے ہوں تو اس کا ثبوت دیجئے۔ آپ اس کا ثبوت نہ دے سکے۔

۳۱ :- میں ختم النبوت فی الآثار سے شفاء شریف کی عبارت پیش کی۔ اس پر آپ نے کہا کہ یہاں حصر اضافی مراد ہے تو یہ عبارت تحذیر الناس کے مخالف نہیں۔ میں نے کہا حصر اضافی ہونے کا کیا ثبوت ہے؟ آپ نے اس کا بھی جواب نہ دیا۔

۳۲ :- میں نے کہا مفتی دیوبند نے عبارت شفاء شریف کا یہ ترجمہ کیا ہے۔

اس پر امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بنیبر تاویل یا تخصیص کے مراد ہے۔

اور نانوتوی کے گڑھے ہوئے معنی نبی بالذات ہرگز لفظ خاتم النبیین کے ظاہری معنی نہیں اور نہ خاتم النبیین کے ظاہر لفظ سے نبی بالذات کے معنی مفہوم ہوتے ہیں۔ تو آپ کے مقتدا مفتی دیوبند نے اس پر اجماع امت بتایا کہ خاتم النبیین کے معنی نبی بالذات ہرگز نہیں۔ آپ نے اس کے جواب سے بھی سکوت فرمایا۔

۳۳ :- آپ نے نانوتوی کی عبارت پڑھی۔ بنا بر خاتمیت اور بات یہ ہے جس سے تاخیر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم

آتا ہے " میں نے جواب دیا اسی تحذیر الناس صفحہ ۸ پر ہے۔ "ختم نبوت بمعنی معروض کو تاخر زمانی لازم ہے۔
 ان دونوں عبارتوں سے ثابت ہوا کہ نانو تو ی کے گڑھے ہوئے معنی نبی بالذات ہونا لازم ہے اور سب سے کھیلانی
 ہونا اس کو لازم ہے اور صفحہ ۱۴ و ۲۸ پر یہ مضمون ہے کہ حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کوئی نبی معروض ہو تو بھی
 حضور کے خاتم ہونے میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ ظاہر ہے کہ اگر حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کوئی نبی ہو تو حضور علیہ الصلوٰۃ
 والسلام سب سے کھیلانی ہی ہو کر نہیں رہیں گے۔ تو لازم فنا ہو جانے کا اور لازم کے فنا ہونے سے لازم بھی فنا ہو جاتا
 ہے۔ تو نانو تو ی کی گڑھی ہوئی خاتمیت یعنی نبوت بالذات بھی باطل ہو گئی۔ تو نہ خاتمیت ذاتی رہی نہ خاتمیت زمانی
 اور حضور کے زمانے میں بلکہ حضور کے بعد بھی نبی جدید کی تجویز باقی رہ گئی۔ اس کا بھی کوئی جواب آپ سے ممکن

نہو ۱۔

یہ تو میرے وہ ۳۳ سوالات قلمرو ہیں جو کل سے آپ پر قرض ہیں۔ آپ اپنی بقیہ باتوں پر

میرے سوالات و اعتراضات سننے کے لئے تیار ہو جائیے۔ اور ہوسکے تو ان کے جواب لایئے۔!

۳۴۔ آپ نے اپنی پہلی تقریر میں تحذیر الناس کا حاصل یہ بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم زمانی بھی ہیں اور
 خاتم ذاتی بھی۔ اور دونوں قسم کی خاتمیت لفظ خاتم النبیین سے نکلتی ہے۔ میں کل بتا چکا ہوں کہ نانو تو ی کے
 نزدیک سب سے کھیلانی ہی ہونا حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس کے خلاف ہے تو کیا قرآن کریم اپنے محبوب
 و محبوب دانائے غیوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسا وصف ثابت فرمائے گا جو حضور کے شان و شان
 نہیں۔

۳۵۔ آپ نے صفحہ ۱۴ و ۲۸ کی عبارتوں کا یہ مطلب بتایا ہے کہ یہاں صرف خاتمیت ذاتی کا ذکر ہے نہ زمانی کا۔

مگر اس عبارت کی ابتدا یوں ہے۔ اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے۔ جیسا اس سچیدان نے
 عرض کیا (ص ۲۸) اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا (ص ۱۴)۔ ان عبارتوں کا صاف مطلب یہ
 کہ خاتم النبیین کے اگر یہ معنی لئے جائیں کہ حضور سب سے کھیلانی ہی ہیں تو استحالة لازم آئے گی جو صفحہ ۱۴ و ۲۸
 پر مذکور ہیں۔ البتہ اگر اس معنی کو چھوڑ کر نانو تو ی کے گڑھے ہوئے معنی بالذات ہی ہونا لئے جائیں تو حضور اپنے سے پہلے
 تمام نبیوں کے اور حضور کے بعد بھی جو نبی معروض ہوں ان سب کے بھی خاتم ہوں گے۔ بتائیے کیا یہ کفر ہے یا نہیں؟

۳۶۔ آپ نے تحذیر الناس سے خاتمیت زمانی سے مطلق مانا جائے۔ یعنی نانو تو ی نے نزدیک خاتمیت ایک جنس ہے اور خاتمیت زمانی و ذاتی اس کی دو نوعیں ہیں۔ ذرا مہربانی فرما کر خاتمیت ذاتی و خاتمیت زمانی ان دونوں کی جنس و فصل بیان کر دیجئے اور خاتمیت کے وہ معانی عام بیان کیجئے جو ان دونوں پر صادق آتے ہوں۔

۳۷۔ آپ نے خاتمیت زمانی پر تحذیر الناس سے دوسری دلیل یہ بیان کی کہ بطور عموم مجاز لفظ خاتم کی دلالت دونوں قسم کی خاتمیت پر مطابقتی ہو۔ مگر آپ کے مقتدا مفتی دیوبند نے ختم النبوت فی الآثار صفحہ ۶۰ پر۔ اللہ و رسول جل جلالہ و علی اللہ علیہ وسلم وصیہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تمام علما نے سلف رحمہم اللہ قسائے کا اجماع اس مسئلہ پر نقل کیا ہے۔ کہ لفظ خاتم انبیین اپنے ظاہر اور حقیقی معنی پر محمول ہے اس میں نہ کوئی مجاز ہے نہ مبالغہ نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص نہ مفتی دیوبند اس پر اجماع بتا رہے ہیں کہ لفظ خاتم انبیین میں مجاز نہیں، نانو تو ی کہتے ہیں اس میں مجازیت۔ بتائے دونوں میں کون سچا۔

۳۸۔ آپ نے خاتمیت زمانی پر تحذیر الناس سے تیسری دلیل قائم کی کہ دونوں میں ہے ذاتی پر دلالت مطابقتی اور خاتمیت زمانی پر دلالت التزامی۔ اس پر سوال یہ ہے کہ دلالت التزامی کے لئے معنی خارج موضوع کا معنی مطابقتی کا لازم ہونا شرط ہے یا نہیں۔ اگر ہے اور ضرور ہے تو اس پر کیا دلیل ہے کہ نبی بالذات کے لئے سب سے کھیلانی ہونا لازم ہے اللہ یاں لزوم کو نسا مستبر ہوگا۔

۳۹۔ آپ نے خاتمیت زمانی پر تحذیر الناس کی چوتھی دلیل لکھی کہ احادیث متواترۃ المعنی سے ثابت ہے یہ تو میں پہلے بتا چکا کہ قرآن پاک میں لفظ خاتم انبیین سے سب سے کھیلانی مراد لینا نانو تو ی کے نزدیک نا سمجھ لوگوں کا خیال ہے تو سب سے کھیلانی ہونے کو احادیث متواترۃ المعنی سے منازکی فرضیت ثابت ہے۔ ایسا کہنے والا مسلمان ہے یا کافر۔

۴۰۔ آپ نے خاتمیت زمانی پر تحذیر الناس کی پانچویں دلیل لکھی کہ اجماع امت سے ثابت ہے مگر قرآن پاک سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سب سے کھیلانی نبی ہونے سے ثابت کو نا سمجھ لوگوں کا خیال ہے تاکہ اجماع سے اس کو ثابت

۱۔ اصل تحریر میں یہ جملہ یوں ہی لکھا ہوا ہے۔ شاید کوئی لفظ رد گیا۔

۲۔ خط کشیدہ فقرہ اصل تحریر میں اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لفظ رد گئے۔ ۱۲ مرتب۔

مانا کیا ان فتویٰ صاحب کو مسلمان بنا دے گا۔ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ روزے کی فرضیت قرآن پاک سے ثابت ماننا
 نا سمجھ لوگوں کا خیال ہے۔ البتہ اجماع امت سے روزے کی فرضیت ضرور ثابت ہے۔ ایسا کہنے والا مسلمان ہو گا
 یا کافر؟

۴۱۔ آپ نے اپنی دوسری تقریر میں کہا کہ قادیانی ختم نبوت کے انکار اور نبوت مرزا کے اقرار کی وجہ سے قطعاً اجماعاً
 کافر ہیں۔ اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ دیوبندی بھی ختم نبوت کے انکار اور مولوی اشرف علی صاحب کو نبی و رسول کہتے
 ہونے دن بھر جاگتے ہیں ہوش کے ساتھ اللہ صلی علی سیدنا ونبینا و مولانا اشرف علی
 کو تسلی بخش جاننے کے سبب سے قطعاً اجماعاً کافر ہیں۔

آپ کی عیسوی تحریر میں کوئی بات قابل جواب باقی نہیں رہی۔

۴۲۔ آپ نے چوتھی تحریر میں لکھا ہے کہ ختم النبوت فی الآثار میں مرزائی عقیدہ کی تردید کی گئی ہے ذک تذخیر الناس
 کے مضمون کی۔ میں کہتا ہوں یہ اللہ عزوجل کا مسلمانان پر فضل و کرم ہے کہ اس نے دکنی اللہ المومنین
 القتال کے جلوے دکھا دیئے اور آپ کے پیشوا مفتی دیوبند کے قلم سے قادیانیوں کے رد میں یہ مضمون لکھوا دیئے
 جن سے تذخیر الناس کے ہر ایک مضمون کا قافہ رد ہو گیا۔ واللہ الحمد واللہ الحمد۔

۴۳۔ آپ نے اپنی توضیحی تقریر میں بتایا ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے مرید نے جو ان کو نبی و رسول
 کہہ کر کلمہ و ردود پڑھا تو کلمہ خواب میں تھا اور ردود بے اختیاری میں۔ مگر آپ سے میں کہتا ہوں کہ خواب کے حصہ
 پر تو میرا اعتراض ہی نہیں۔ میرا اعتراض تو اس پر ہے کہ اس مرید نے کہا کہ یہ کہتا ہوں کہ اللہ صلی علی
 سیدنا ونبینا و مولانا اشرف علی حالانکہ اب بے وار ہوں خواب نہیں۔ لیکن بے اختیار ہوں مجبوراً
 ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا۔ دیکھئے تھانوی صاحب کا مرید تصریح کر رہا
 ہے کہ اس روز دن بھر ایسا ہی کچھ خیال رہا کہ اشرف علی صاحب نبی اور رسول ہیں (معاذ اللہ) کیا ایسا عقیدہ بے
 شرعاً قابل تسلیم ہے۔

۴۴۔ کیا اگر کوئی شخص دن بھر کلمات کفریہ کہتا رہے اور پھر شام کو یہ عذر کر دے کہ میری زبان میرے اختیار میں
 نہ تھی میں تو چاہتا تھا کہ میں کفر نہ کہوں مگر میری زبان میرے اختیار میں نہ تھی تو کیا اس کا یہ عذر اس کو کفر سے

بچائے گا ؟

۴۱۔ اپنے گھر کی بھی آپ کو کچھ ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۳۶ پر آپ کے مذہبی پیشوا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی شفاء شریف سے نقل کرتے ہیں کہ

الوجه الثاني وهو ان يقول القائل لما قال في جهته صلى الله عليه

عليه وسلم غير قاصد للسب والازراء ولا معتقد له ولكنه تكلم

بكلمة الكفر من لونه او سبه او تكذيبه او اضافة ما لا يجوز

عليه او نفى ما يجب له مما هو في حقه عليه السلام فقيصة

(لان قال) او ياتي بسفه من القول او قبح من الكلام او نوع

من السب وان ظهر بدليل حاله انه لم يعلمه ذمه ولم يقصد

سبه اما لجهل او لصخر او سكر او قلة مراقبة وضبط اللسان

او عجزمة او تصور في كلامه فحكم هذا الوجه حكم الوجه

الاول - القتل دون تلعثم .

یعنی شفا شریف میں امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ قائل نے

جو کلمہ حضور کی شان میں بولا۔ اس سے اس کو حضور کی توہین و تنقیص مقصود نہیں لیکن اس نے کلمہ کفر

بولا یعنی سعاذ اللہ حضور پر لعنت کی۔ یا حضور کو گالی دی۔ یا حضور کو جھوٹا کہا۔ یا حضور کی طرف ایسی چیز

منسوب کی جو حضور کے شان میں نہیں۔ یا حضور سے ایسی کلمہ لفظی کی جو آپ کے لئے واجب ہے ان

باتوں میں سے جو حضور کے لئے عیب ہیں۔ یا کوئی بے ہودہ بات کہی۔ یا کوئی برا کلام بولا۔ اگرچہ

اس کے حال کی دلیل سے ظاہر ہوتا ہو کہ اس نے حضور کو برا کہنے کا ارادہ نہیں کیا اور حضور کی توہین

کونے کی نیت نہ کی۔ اس نے کلمہ کفر اپنی جہالت سے بکسب یا شدید مصیبت کی وجہ سے۔ یا کسی لشکر کی

وجہ سے۔ یا زبان کی بے اختیاری کی وجہ سے۔ یا گفتگو سے عاجز ہو کر۔ یا کلام میں جسارت کرنے کی وجہ سے

تو اس صورت کا بھی حکم وہی پہلی صورت کا حکم ہے تو وہ کافر ہو گیا۔ اس کو بغیر توقف کے قتل کر دیا جائے۔

آپ کے پیشوا گنگوہی صاحب تو کلمہ کفر کہنے میں زبان کی بے اختیاری کو عذر نہیں مانتے۔ اور آپ اسی بے اختیاری کو عذر بنا کر تھانوی صاحب کے مرید کو کفر سے بچا رہے ہیں۔ بتائیے گنگوہی صاحب کے فتوے سے آپ کی تاویل باطل ہوئی یا نہیں اور آپ کفر کے حامی ہونے یا نہیں ؟

۴۶۔ آپ کے نزدیک کسی پیر کا اپنے مرید کی محبت اور صادق قلبی کا امتحان لینے کے لئے اپنے آپ کو رسول کہہ کر اس سے اپنا کلمہ پڑھوانا کفر ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں تو صاف اس کی تحریر دیجئے۔ اور اگر کفر ہے تو اب آپ ہی بتائیے کہ حضرت شبلی و حضرت محبوب الہی و جامع الفوائد رحمۃ اللہ علیہ پر آپ کا کیا فتویٰ ہے ؟ ہمارے نزدیک تو یہ عبارت کسی بے دین کی لاشیٰ کردہ ہے۔ کسی غیر نبی کو نبی کہنے والے کا کافر و مرتد ہونا ضروریات دین میں سے ہے۔ ضروریات دین کے خلاف کوئی بات سموع نہیں ہو سکتی۔ کسی عریم احمیاء سلوب ایمان نے یہ عبارت فوائد الفوائد میں ملا دی اور حضرات مذکورین کا دامن ولایت یقیناً اس افتراء سے پاک ہے۔ رہے وہ مسلمان جنہوں نے فوائد الفوائد میں یہ عبارت دیکھی ان سب پر بھی ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ انہوں نے اس عبارت کو کسی بے دین کا احقاق سمجھا۔ آپ کے پاس کوئی دلیل ہرگز نہیں جس سے آپ ثابت کر سکیں کہ فوائد الفوائد کو دیکھنے والے تمام مسلمانوں نے اس عبارت کو حق جانا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

۴۷۔ تھانوی صاحب کے مرید نے تو اس واقعہ کو غلطی بھی خیال کیا۔ مگر پیر صاحب اس کو غلطی بھی نہیں مانتے۔ بلکہ اس بات کو کہ مرید نے جاگتے میں ہوش کے ساتھ دن بھر اللہ صلی علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی پڑھا۔ اس کو اس مرید کے لئے باعث تسلی بتا رہے ہیں تو پیر کی حالت مرید سے بھی بدتر ہوئی یا نہیں ؟

۴۸۔ اس واقعہ کو اپنے ماہوار اردو رسالہ میں چھاپ کر اپنے عام و خاص مریدوں میں شائع کر دیا تاکہ اور مرید بھی اس راستہ پر آئیں اور تھانوی صاحب کو معاذ اللہ رسول کہہ کر سوتے میں ان کا کلمہ اور جاگتے میں دن بھر ہوش کے ساتھ اپنے پیر کو نبی کہہ کر ان پر درود پڑھیں اور اس طرح اپنے پیر تھانوی کے بیع سنت ہونے کی تسلی حاصل کریں۔

۴۹۔ آپ نے کہا تھا کہ تھانوی صاحب نے اس تعبیر سے رجوع کر لیا ہے۔ مگر جناب وہ "الامداد" جمادی الاخریٰ

۱۳۳۶ء صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں۔

”باقی مجھ کو اس پر اصرار نہیں۔ اگر یہ خواب دوسو شیطانی ہو یا کسی مرض دماغی سے ناشی پیدا ہوا ہو، اور اس کی یہ تعبیر نہ ہو۔ لیکن غلط تعبیر دینا ایک وجدان کی غلطی ہوگی جس پر کوئی الزام نہیں ہو سکتا۔“
تعبیر خواب ہی کی ہوتی ہے۔ خواب پر ہمیں اعتراض نہیں۔ اصل کفر تو اس امر میں ہے کہ تھانوی صاحب کے مرید جلد گتے میں ہوش کے ساتھ دن بھر اللہ صلی علیہ وسلم فانا ونبینا و مولانا اشرف علی پڑھنا اور تھانوی صاحب نے اس واقعہ بیداری کو غلط مانا اس کو تسلی بخش بتایا۔ نہ اس سے رجوع کیا۔ ہو سکے تو اس الزام کو دفع کیجئے۔

۵۱۔ آپ نے کہا تھا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ”جزائر اللہ عددہ“ میں لکھا کہ ہر نعمت جو تمام عالم میں ملی یا ملتی ہے یا ملے گی وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر بیٹی یا بیٹی ہے یا بیٹے گی۔ اس سے آپ نے نبوت کو بالذات بالعرض کی طرف منقسم کر دیا۔ مگر آپ کو بتاتا ہوں یہاں وہی نعمتیں مل رہی ہیں جن میں اس بات کی قابلیت ہے کہ وہ کسی کے ہاتھ پر بیٹیں۔ اور نبوت ایسی چیز ہی نہیں کہ بارگاہ الہی سے کسی کو با واسطہ مل سکے۔ اس مضمون کی تصریح آپ کے مقتدر مفتی دیوبند ختم النبوة فی الآثار کے صفحہ ۹۴ پر لکھ چکے ہیں۔

یہ تحریر میں اٹھارہ تین چار صاحبوں سے لکھوائی ہے اور تنگی وقت کی وجہ سے غور نظر نہیں ڈال سکا۔ لہذا اگر کوئی لفظی کزوری رہ گئی ہو تو اس کی اصلاح کا سختی محفوظ ہے۔ اس تحریر میں بوجہ اختصار جہاں کہیں نانوتوی آیا ہو وہاں مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی۔ اور گنگوہی کے بدلے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور تھانوی کی جگہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی سمجھا جائے۔

فقیر الباقی عبید الرحمن محمد شمس علی خاں قادری رضوی مجددی لکھنوی غفرلہ

نوٹ از مرتب

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ مولوی حشمت علی صاحب رات کے پورے وقت میں یہ بیان

لکھ کر لائے تھے اور نقل بھی ساتھ ہی تیار کر کے لائے تھے جو آتے ہی انہوں نے مولانا محمد منظور صاحب کے حوالہ کر دی تھی۔
مولانا نے ان سے کہا کہ جو بیان آپ نے رات بھر کی عرق ریزی اور دماغ سوزی سے تیار کیا ہے اس کا جواب مقررہ وقت آدھ گھنٹہ میں نہیں دیا جاسکتا۔ لہذا کم از کم دو گھنٹہ کا وقت اس کے جواب کی تحریر کے لئے مجھے ملنا چاہیے۔ لیکن مولوی حشمت علی صاحب (جو کبھی کسی معقول بات کو ماننے کے لئے تیار ہوا ہی نہیں کرتے) اس کے لئے راضی نہیں ہوئے۔ اور آپ نے صاف کہہ دیا کہ آپ کو جو جواب دینا ہو بس آدھ گھنٹہ کے اندر ہی اندر دے دیں وقت مقررہ سے ایک منٹ زیادہ بھی آپ کو نہیں دیا جاسکتا۔ اور یہ کہہ کر منہ بوجھ بالا بیان تحریری کی تلاوت شروع کر دی۔

مولانا محمد منظور صاحب نے وقت کی تنگی کا لحاظ رکھتے ہوئے مولوی حشمت علی صاحب کی اس تلاوت کے دوران ہی میں مختصر تحریری جواب تیار کر لیا۔ جس میں صرف اجمالی اشارات پر اکتفا کیا اور اپنی نوبت کے پورے آدھ گھنٹہ میں اس کی تفصیل و توضیح میں تقریر فرمائی۔

ناظرین کرام حضرت مولانا کا یہ تحریری بیان مع توضیحی تقریر آگے ملاحظہ فرمائیں۔ ہم امتیاز کے لئے تحریری حصہ صاحب سابعی حاشیہ چھوڑ کر درج کریں گے۔

نقل کی گئی ہیں اس سے معنی میں تبدیلی ہوئی یا نہیں ؟ مگر مجھے یقین ہے کہ آپ کسی غیر جانبدار حکم پر ہرگز راضی نہ ہوں گے کیوں کہ آپ خود جانتے ہیں کہ فیصلہ آپ کے خلاف اور میرے حق میں ہو گا۔ کیونکہ بھگتاشد میں ہی حق پر ہوں۔

آپ نے پھر اس کو دھرایا ہے کہ مفہوم غایتیت کو ختم زمانی ہی میں محصور کرنے پر اجماع کا اجماع ہے۔ اور پھر آپ نے شفا کی اس عبارت کا حوالہ دیا ہے جو ختم النبوت فی الآثار کا صفحہ ۸ پر منقول ہے۔ میں آپ کے اس خیال کا مفصل اور مدلل رد کر چکا ہوں۔ اور بتلا چکا ہوں کہ شفا کی عبارت میں فی الحقیقت ملحدین کی تاویلات و تخصیصات کی نفی مقصود ہے۔ نہ کہ وہ مفسر جس کے آپ مدعی ہیں جبکہ اس عبارت کا سیاق و سباق شاہد ہے۔ آپ ابھی تک میرے اس جواب پر کوئی نقض نہیں کر سکے اور پھر اسی چیز کو دہرا رہے ہیں۔ میں نے یہاں پھر جواب میں وہی عرض کیا ہے کہ۔

— ۹ — ” میں بار بار عرض کر چکا ہوں کہ مفسر ہرگز اجماع نہیں ختم النبوت فی الآثار کی عبارت کو بغور دیکھئے اس میں ملحدین کی تاویلات و تخصیصات کا انکار کیا گیا ہے “

اور فیصلہ کی ایک آسان صورت یہ بھی ہے کہ ختم النبوت فی الآثار کے مصنف بھگتاشد زندہ ہیں ان سے دریافت کر لیا جائے کہ آپ نے شفا کی عبارت کیا سمجھ کر نقل کی ہے۔ مگر یقین ہے کہ آپ اس پر بھی آمادہ نہ ہوں گے کیوں کہ خود آپ کو اپنی کمزوری کا یقین ہے۔

قادیانی کی استاد شاکر دی کا پھر آپ نے تذکرہ کیا ہے حالانکہ شروع سے اب تک قریباً ہر بیان میں میں نے آپ کو اس کا جواب دیا ہے اور میں بار بار بتلا چکا ہوں کہ تحذیر الناس سے انکار ختم نبوت زمانی نکالنے کا سبق مرزائیوں نے آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ہی سے سیکھا ہے۔ پس اس باب میں مرزائیوں کے استاد فاضل بریلوی ہی میں ماکونی اور۔

نیز میں اپنے گزشتہ بیانوں میں یہ بھی واضح کر چکا ہوں کہ مصنف تحذیر الناس ج کے عقیدے اور تحذیر الناس کی تصریحات کی رو سے مرزا قادیانی اور سارے مرزائی کا فرٹھرتے ہیں۔ لیکن بایں ہمہ آپ برابر یہی کہے جارہے ہیں کہ اس بارے میں قادیانی مصنف تحذیر الناس کے شاگرد ہیں۔ بہر حال اس کے جواب میں میں نے صرف یہ عرض کیا ہے کہ۔

— ۹ — ” استاد شاکر دی کا جواب بھی آپ پاچکے ہیں، مجھے بار بار دہرانے کی ضرورت نہیں “

آپ نے پھر اس مرتبہ ” اشد العذاب صفحہ ۱۵ “ کی عبارت لکھی ہے حالانکہ میں نے یہی تفصیل کے ساتھ اس پر کلام کر چکا ہوں کہ ہمارے آپ کے موجودہ مقدمہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا جواب پانے کے بعد بھی پھر اسی کا ذکر کرنا اور جواب الجواب سے غاموش

دہنا عاجزی کی دلیل ہے۔ اس لئے میں نے اس کے جواب میں صرف یہی عرض کیا ہے کہ۔

۱۔ ”مولانا مرتضیٰ حسن صاحب مظلہ کی عبارت کا آپ کے مدعا سے کوئی تعلق نہیں۔ پھر بار بار اسی کا

ذکر کرنا عاجزی کی دلیل ہے۔“

چونکہ میں پہلے یہ بحث تفصیل سے کر چکا ہوں اس لئے یہاں اسی اجمالی جواب پر اکتفا کرتا ہوں۔

آپ نے تحذیر الناس صفحہ ۲۹ کی عبارت کا پھر حوالہ دیا ہے اور بڑی دیدہ دلیری سے چلن کے متعلق یہ دعویٰ کیا ہے

کہ اس میں خود مصنف تحذیر الناس نے اقرار کیا ہے کہ مجھ سے پہلے تمام امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی عقیدہ تھا کہ خاتم

النبيين کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پہلے نبی ہیں۔ ”ہو“ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ اقرار اور

ہستان کے باب میں نہایت بیاک اور بڑے بہادر ہیں۔ میں اپنے کل کے بعض بیانات میں تحذیر الناس صفحہ ۲۹ کی پوری عبارت پڑھ

کر آپ کو اور تمام حاضرین کو دکھلا چکا ہوں کہ وہاں اس مضمون کا نام و نشان بھی نہیں جس کے آپ مدعی ہیں۔ بلکہ وہاں دوسرے

سے ”خاتم النبیین“ کی تفسیر ہی میں بحث نہیں، وہ سارا کلام تو اثر ابن عباسؓ کی تاویلات پر ہے، اس جواب کے پا جانے، اور

اقرار و ہستان کا پردہ چاک ہو جانے کے بعد بھی اسی چیز کو پھر زبان پر لانا فی الحقیقت بڑی دیدہ دلیری ہے۔ بخدا اگر میری زبان سے

ایسی غلط بات نکل جاتی تو مجھ کو تو کبھی مدت العمر اس کے زبان پر لانے کی جرأت نہ ہوتی، لیکن آپ ماشاء اللہ اس باب میں بڑے بہادر

ہیں۔ کہ خواہ کیسی ہی کمزوری اور قابل شرم بات مزہ سے نکل جائے اور اس کی کمزوری اور لغویت معلوم بھی ہو جائے مگر اس کے

اہرانے سے آپ کو ذرا غلامت لاحق نہیں ہوتی۔ بیچ ہے۔

ایں کار از تو آید مرداں چہیں کنند

بہر حال اس کے جواب میں میں نے صرف اتنا عرض کیا ہے کہ۔

۱۱۔ ”صفحہ ۲۹ والی عبارت کا جواب اس سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ میری پہلی تحریریں دیکھئے“

آپ نے ختم النبوت فی الآثار صفحہ ۲۰ کی ایک عبارت کا بھی حوالہ دیا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ اور

صلی اللہ علیہ وسلم، اور صحابہ کرام و تابعین نظام و علماء اعلام سب ہی نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ ”خاتم النبیین“ کا مضموم صرف

۱۲۔ ”بانی میں منحصر ہے۔“ حالانکہ اس عبارت میں اس چیز کا خفیف نشان بھی نہیں، وہاں تو صرف یہ بیان کیا جا رہا ہے

کہ ”ایات قرآنہ، احادیث نبویہ، آثار صحابہ، ارشادات تابعین اور تصریحات علماء سلف سے یہ چیز پایہ ثبوت کو پہنچ چکی

کہ ”خاتم النبیین“ کے معنی ”آخر النبیین“ ہیں تو پھر کسی کو حق نہیں کہ وہ ان معرّف معنی کو چھوڑ کر ”خاتم المحدثین“ اور خاتم المفسرین“ وغیرہ پر قیاس کر کے مجازی معنی لے۔ اور یہ بیشک صحیح ہے۔ لیکن مصنف تحذیر الناس نے ان مشہور معنی کو چھوڑا ہے، حقیقت کا انکار کر کے کسی مجاز کو اختیار کیا ہے۔ بلکہ ان کا مدعا تو یہ ہے کہ ختم زبانی کے ساتھ ختم مرتبی بھی اس کا مراد ہے۔ اور اسی ایک لفظ خاتم النبیین سے حضور کے لئے دونوں قسم کی خاتمت ثابت ہوتی ہے اور اس کے خلاف قرآن میں ہے نہ حدیث میں، نہ آثار صحابہ میں، نہ ارشادات تابعین میں۔ چنانچہ میں نے عرض کیا ہے کہ۔

— ۱۲ — قرآن مجید اور احادیث کریمہ اور اقوال صحابہ و تابعین و ارشادات علماء و اسخیں میں کہیں مذکور

نہیں کہ حضور کی خاتمت صرف ختم زبانی میں منحصر ہے ؟

بلکہ میں صریح حدیث پیش کر چکا ہوں کہ ہر آیت کے لئے ایک ظاہری معنی ہوتے ہیں اور ایک باطنی، نیز حضرت ابو الدرداء صحابی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بھی الدولۃ المکیہ کے حوالے سے نقل کر چکا ہوں کہ کوئی شخص اس وقت تک کامل فقیر نہیں نہیں ہوتا جب تک کہ آیات قرآن کے لئے متعدد محامل و نکال سکے۔ ”پس کسی ایک آیت کے متعلق بھی یہ دعویٰ درست نہیں ہو سکتا کہ اس کے بس ہی ایک معنی ہیں۔“

اس مرتبہ آپ نے پھر اس افسوسناک بہتان کا اعادہ کیا ہے کہ مصنف تحذیر الناس کے نزدیک خاتمت زبانی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس کے خلاف ہے اور اس واسطے اس کا ثابت کرنا حضور کی توہین ہے (معاذ اللہ)۔ میں پہلے ہی آپ کے اس بہتان کا رد کر چکا ہوں اور بتلا چکا ہوں کہ اس میں ذرہ برابر بھی صداقت نہیں۔ اور تحذیر صفحہ کے جس ناتمام فقرہ پر آپ اس بہتان کی بنیاد رکھ رہے ہیں میں اس کا صحیح مطلب بھی پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر چکا ہوں اور ثابت کر چکا ہوں کہ اس فقرہ کا مطلب بیان کرنے میں آپ افسوسناک خیانت اور شرمناک تحریف سے کام لے رہے ہیں۔ بہر حال چونکہ اس چیز پر میں اپنے پہلے بیانات میں کافی روشنی ڈال چکا ہوں۔ لہذا اب اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اس واسطے یہاں اس کے جواب میں میں نے صرف یہ عرض کیا ہے کہ۔

— ۱۳ — ”تحذیر صفحہ ۸ کی عبارت میں آپ سخت حیانت سے کام لے رہے ہیں۔ اُس جگہ تو صاف مذکور ہے کہ حضور کی

خاتمت ذاتی و زبانی دونوں قسم کو حاوی ہے۔ پھر اس عبارت کے خاتمہ پر صفحہ ۱۰ والی عبارت آپ میری تحریر میں ملاحظہ فرمائیے جس میں ختم نبوت زبانی کے منکر کو بدلائل قاطعہ کا فر ثابت کیا گیا ہے۔“

نکالنا کمال تفقہ ہے۔

اور یہ کہنا کہ لفظ خاتم النبیین کے مفہوم ختم زمانی میں منحصر ہونے پر امت کا اجماع ہو چکا ہے محض ادعا و باطل ہے جس کا بار بار رد کیا جا چکا ہے۔

میں نے اپنے کسی بیان میں تحذیر الناس صفحہ ۱۰ کی عبارت پیش کی تھی جس میں مصنف تحذیر الناس رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن و حدیث اور اجماع امت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ختم نبوت زمانی ثابت کر کے اس کے منکر کو صریح الفاظ میں کافر لکھا ہے۔ آپ نے اس کے متعلق پہلے بھی کہا تھا اور اب پھر کہا ہے کہ۔ ”یہ تو خود اپنے کافر و مرتد ہونے کا اقرار ہے۔ شوق تکفیر کی اس سے زیادہ افسوسناک مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ کسی کتاب کے مختلف صفحات کے مختلف فقرہ کو آگے پیچھے کر کے ایک مسلسل عبارت بنا کر اس سے زبردستی ختم نبوت زمانی کا انکار نکالا جائے۔

اور اسی کتاب میں جہاں صراحتہ ختم نبوت زمانی کا اثبات بلکہ اس کے منکر کی تکفیر بھی مذکور ہو جس سے مصنف کتاب کا مسلک اس بارہ میں واضح ہوتا ہو اس کو کفر و ارتداد کا اقرار کرنا جائے یا للعجب! بہر حال یہاں اس کے جواب میں میں نے صرف اتنا عرض کیا ہے کہ۔

— ۱۶ — ”مولانا صفحہ ۱۰ کی عبارت ان کے مسلک کو واضح کر رہی ہے اس کو اقرار کفر قرار دینا انتہائی

دیدہ دلیری ہے“

آپ نے اس چیز کا اعادہ کیا ہے کہ صفحہ ۱۳ و ۲۸ کے فقرہ میں ”بلکہ“ کا لفظ چونکہ اضرب کے لئے ہے اس لئے دہاں سے مستقل جملے شروع ہوتے ہیں۔ اور دونوں قصے شرطیہ متصل ہیں جن کا ماقبل سے کوئی خاص تعلق نہیں۔ ”میں پہلے تفصیل بتا چکا ہوں کہ یہ دونوں جملے محل جزا میں ہیں اور ان کی شرط اوپر مذکور ہے جس کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے نقل کرنے سے چھوڑ دیا ہے اور ”بلکہ“ کا لفظ عاطف ہے اور اسی کے ذریعہ سے اس کا مابعد ماقبل سے ربط کھارہا ہے۔ بہر حال چونکہ میں اپنے پہلے بیانات میں اس مضمون پر تفصیل روشنی ڈال چکا ہوں اس لیے یہاں میں نے صرف اتنا ہی عرض کیا ہے کہ

— ۱۷ — ”بلکہ کا لفظ خود اس پر دال ہے کہ لاشعری کا سابق سے خاص تعلق ہے“

اگر آپ کی سمجھ میں یہ بات نہ آتی ہو تو کسی اچھے اُردو دان کے سامنے دونوں عبارتیں صفحہ ۱۳ و ۲۸ کی رکھ دیجئے اور اس سے فیصلہ کرا لیجئے کہ ان میں ”بلکہ“ کے مابعد کو ماقبل سے خاص ربط ہے یا نہیں اور ”بلکہ“ سے پہلی عبارت چھوڑ دینے سے مضمون غلط

ہو جاتا ہے یا نہیں ؟

میں نے آپ نے اس دعوے کے ابطال کے لئے کہ ”معنی خاتم النبیین“ ختم زمانی میں منحصر ہونے پر تمام امت کا اجماع ہے۔ حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ ”دافع الوسواس“ سے علامہ بحر العلوم کی کتاب ”فتح الرحمن“ کا حوالہ دیا تھا کہ اس میں اس حصر کے خلاف تصریح موجود ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے کہا ہے کہ خواہ انہوں نے کچھ لکھا ہو مگر ختم النبوة فی الآثار میں تو اس حصر پر اجماع تسلیم کر لیا گیا ہے۔ لہذا اس کے مصنف مولانا محمد شفیع صاحب کے فتوے سے تو مصنف تحذیر الناس کا فر ہو ہی گئے۔ مجھے آپ کی اس جرأت پر رہ رہ کر تعجب ہوتا ہے۔ میں بار بار بتلا چکا ہوں کہ جس حصر کے آپ مدعی ہیں ختم النبوت فی الآثار میں اس کا نام و نشان بھی نہیں اور نہ کوئی اور ہی اس اجماع کا ثبوت ہے، مگر آپ وہی سبق رٹے جاتے ہیں۔ بہر حال میں نے یہاں پھر عرض کیا ہے کہ۔

۱۸۔۔ دعوئے اجماع کا جواب بار بار دیا جا چکا ہے آپ قیامت تک حصر پر اجماع کا ثبوت پیش

نہیں کر سکتے ؟

میں نے آپ کے اسی دعوئے اجماع کے ابطال کے لئے مولانا ردی علیہ الرحمۃ کی تنویٰ سے دُشہر بھی پیش کئے تھے اور اپنے پہلے کسی بیان میں ان کے مطلب پر بھی روشنی ڈالی تھی اور بتلایا تھا کہ ان اشعار میں حضور کی خاتمیت کی جو تفسیر کی گئی ہے وہ معنی معروف ”ختم زمانی“ کے علاوہ ہے۔ اور قریب قریب وہی ہے جس کا نام مصنف تحذیر الناس کی اصطلاح میں ختم ذاتی ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے کہا ہے کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ان شعروں میں ”خاتم النبیین“ کے معنی نبی بالذات ملے گئے ہیں تو میں اپنی شکست تسلیم کر لوں گا۔ ان اشعار کو میں نے اپنے جس دعوے کے ثبوت میں پیش کیا ہے وہ صرف یہ ہے کہ ”خاتم النبیین“ کے معنی خاتم زمانی کے معنی میں منحصر نہیں اور میرے اس مدعا کا ثبوت ان شعروں سے بالکل واضح ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ عارف ردی نے ان اشعار میں ”خاتم“ کی جو تفسیر کی ہے وہ مولانا نانوٹوی مرحوم کی تفسیر سے بہت قریب ہے۔ جس کی تفسیر تنویٰ کی شرح میں دیکھی جاسکتی ہے۔ لیکن آپ کا حال یہ ہے کہ میں کوئی بدیہی سے بدیہی چیز بھی کہوں تو آپ اس کے انکار پر تیار ہیں۔ لہذا اس کا فیصلہ کہ تنویٰ کے اشعار سے میرا مدعا پورا ہوتا ہے یا نہیں

حکم ہی کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے اور میں اس کے لئے بالکل تیار ہوں۔ چنانچہ میں نے عرض کیا ہے کہ۔

۱۹۔ ” غنوی شریف کے دونوں شعروں سے میرا مدعا یقیناً ثابت ہے۔ شارحین غنوی کا کلام دیکھئے اور کسی کو

حکم بنا کر فیصلہ کر لیجئے۔“

میں نے خاتم النبیین کی تفسیر کے بارہ میں مصنف تحذیر الناس حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کو

آسان کر کے سمجھانے کے لئے ” خاتم الاطہار “ کی مثال دی تھی، آپ نے ازراہ خوش فہمی اس مثال کو قیاس سمجھا اور اپنے

پہلے کسی بیان میں کہا کہ اس قیاس سے نبی اور نبوت کی توہین ہونی لہذا یہ کفر ہو گیا۔ میں نے اسی وقت جواب دیا تھا کہ یہ

آپ کی خوش فہمی ہے اور کفر دوستی کہ آپ مثال کو قیاس سمجھ رہے ہیں اور اس پر زور شور سے کفر کا حکم لگا رہے ہیں درر

مثال اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہے۔ چونکہ اس پر بھی میں پہلے کافی روشنی ڈال چکا ہوں اور آپ کے اس مغالطہ کا اچھی طرح قلعی کھول

چکا ہوں۔ اس لئے یہاں اس کے جواب میں صرف اتنا ہی عرض کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ۔

۲۰۔ ” میری مثال بالکل واضح ہے فہم عالی کا قصور ہے۔“

آپ نے پہلے بھی کہا اور اب بھی کہا ہے کہ نبوت کی تقسیم بالذات اور بالعرض کی طرف باطل ہے اور اس کے نبوت

میں ختم النبوت فی الآثار کی ایک عبارت پیش کی تھی۔ میں پہلے ہی اس کا مفصل جواب عرض کر چکا ہوں اور بتلا چکا ہوں کہ

یہ بھی سراسر آپ کی خوش فہمی کا کرشمہ ہے ورنہ ختم النبوت فی الآثار اور تحذیر الناس کے مضمون میں کوئی تضاد اور تناقض

نہیں۔ ختم النبوت میں جس مرزائی عقیدہ کا ابطال کیا گیا ہے اس کا تحذیر الناس میں نام و نشان بھی نہیں۔ اور تحذیر الناس

میں جو تحقیق کی گئی ہے اس سے ختم النبوت میں کہیں تعرض نہیں۔ اصل یہ ہے کہ ابھی تک آپ نے نبوت بالذات اور نبوت بالعرض

کے معنی ہی نہیں سمجھے ہیں۔ چنانچہ میں نے یہاں صرف یہی عرض کیا ہے کہ۔

۲۱۔ ” آپ نے نبوت بالذات اور بالعرض کو شاید ابھی سمجھا ہی نہیں تحذیر الناس دیکھئے اور سمجھئے۔“

اور مان میں تو اپنے بیان میں یہ بھی بتلا چکا ہوں کہ اس بارے میں مولانا نانوتوی مرحوم کی جو تحقیق ہے کہ حضور سر

عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بالذات ہے اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی بالعرض۔ اس سے خود آپ بھی انکار نہیں

کر سکتے۔ کیوں کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے اس پر تو تسلیم کیا ہے۔ اور میں ” جزا اللہ عدوہ “ کے حوالہ سے ان کی وہ عبارت

بھی کل پڑھ کر سنا چکا ہوں۔ اللہ کی شان ہے آپ کہتے تھے کہ اس تقسیم کو مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے غلط اور باطل

قرار دیا ہے۔ اور میں نے ثابت کیا کہ آپ کے اعلیٰ حضرت خود اس تحقیق سے متفق ہیں۔ جزاء اللہ عدوہ کی عبارت کے متعلق آپ کا یہ ادعا کہ اس میں نبوت کے علاوہ دوسری نعمتوں کا ذکر ہے، محض باطل ہے، اس میں تو صاف یہ الفاظ ہیں۔

”ہر نعمت قلیل ہو یا کثیر، صغیر ہو یا کبیر، جسمانی ہو یا روحانی، دینی ہو یا دنیوی الخ“

ان عموماً در عموماً کے بعد کس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں نبوت داخل نہیں ہے۔ ۹۔

آپ نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں بار بار اس چیز پر زور دیا تھا کہ تحذیر الناس کے جو فقرے حسام اکھرمین

میں نقل کئے گئے ہیں وہ بالکل مستقل جملے ہیں، جن کا مطلب سمجھنے کے لئے ماقبل و مابعد کی عبارت دیکھنے کی ضرورت نہیں اور ان

میں سے ہر فقرہ مستقل طور پر موجب کفر ہے۔ اس کے جواب میں میں نے ایک بات یہ بھی کہی تھی کہ اگر آپ کی یہ چیز صحیح تسلیم کر لی جائے

تو آپ کے اعلیٰ حضرت بھی کافر ٹھہریں گے۔ کیوں کہ تحذیر الناس صفحہ ۱۴ کا جو فقرہ حسام اکھرمین میں منقول ہے اس کے مضمون

کے وہ خود بھی قائل ہیں۔ اور اس کے ثبوت میں میں نے ان کے ملفوظات کا حوالہ پیش کیا تھا۔ اس کے جواب میں آپ نے

پہلے بھی کہا تھا اور اس مرتبہ بھی اسی کو دہرایا ہے۔ کہ صفحہ ۱۴ کے اس فقرے سے پہلے یہ عبارت ہے کہ ”آپ کا خاتم ہونا

انسبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہو گا“ الخ۔ تو اس پہلے جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کے جملے میں ”نبی ہونے“

سے جدید نبی کا مبعوث ہونا مراد ہے۔ اور ملفوظات میں جن چار نبیوں کا وجود اس دور میں بھی تسلیم کیا گیا ہے وہ سب حضور

سے پہلے مبعوث ہو چکے ہیں۔ اس لئے ملفوظ کے کلام اور تحذیر الناس کے مضمون میں فرق ہو گیا۔

میں آپ کی اس بات کا جواب پہلے ہی دے چکا ہوں کہ یہ تو جواب نہیں ہوا بلکہ میرے دعوے کو تسلیم کر لیا گیا، میرا دعویٰ

تو شروع ہی سے یہ ہے کہ حسام اکھرمین میں جو فقرے تحذیر الناس کے نقل کئے گئے ہیں وہ نامتام ہیں اور جب تک کہ ان کا ماقبل

و مابعد نہ دیکھ لیا جائے ان کا پورا مطلب سمجھ میں نہیں آسکتا اور نہ ان پر کوئی حکم لگایا جاسکتا ہے۔ اب آپ نے

اپنے اعلیٰ حضرت کو کفر سے بچانے کے لئے خود ہی تسلیم کر لیا کہ ان صفحہ ۱۴ کے فقرے کا صحیح مطلب معلوم ہونا اس سے پہلی عبارت

کے دیکھنے پر موقوف ہے درنظر رہے کہ جتنا فقرہ حسام اکھرمین میں نقل کیا گیا ہے اس میں نبی کے ساتھ جدید یا قدیم کا کوئی

قید نہیں۔ پس اگر اس کو ماقبل سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے اور اسی پر حکم کفر لگایا جائے۔ تو آپ کے اعلیٰ حضرت ضرور کافر ٹھہریں

گے اسی لئے میں نے جواب میں عرض کیا ہے کہ۔

مرد کا فرٹھس گے :-

آپ نے کہا تھا کہ قادیانی بقاء نبوت پر تحذیر الناس کی عبارات سے استدلال کرتے ہیں، میں نے اس کا جواب دیا کہ ان وہ مخذولین جس طرح قرآن و حدیث اور بہت سے اکابر امت (حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ و امام عبدالوہاب شرانیؒ) حضرت شیخ اکبرؒ و ملا علی قاریؒ و حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم کے کلام سے غلط طور پر اجراء نبوت پر استدلال کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ کے اعلیٰ حضرت سے سیکھ کر تحذیر الناس کی عبارات سے بھی وہ بقاء نبوت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے جواب میں آپ نے کہا کہ ان حضرات اکابر سے ان کا استدلال محض افتراء باطل ہے۔ میں نے پہلے بھی کہا اور پھر کہتا ہوں کہ ایسے ہی تحذیر الناس کی عبارات سے بھی ان کا استدلال محض افتراء باطل ہے کیوں کہ ان کا استدلال ان ہی عبارات سے ہے جن پر میری آپ کی بحث ہو رہی ہے اور میں بعون اللہ بدلائل قاطعہ ثابت کر چکا ہوں کہ ان میں انکار ختم نبوت کی کو بھی نہیں ہے۔
بحر حال مرانیوں کے استدلال کے متعلق میرا جواب پھر یہی ہے کہ

— ۱۲۳ — " قادیانیوں کا استدلال تحذیر الناس سے پہلے اور بزرگان دین کے اقوال سے ہے "۔

آپ قادیانی لٹریچر کو دیکھیں اس میں جہاں کہیں اس بحث پر کلام ہوگا۔ وہاں پہلے آیات قرآنی، احادیث نبوی، آثار صحابہ، اقوال سلف سے استدلال کیا گیا ہوگا اور سب سے آخر میں تحذیر الناس کا ذکر ہوگا۔

" اس کے علاوہ جو چیزیں آپ نے فرمائی ہیں بحمد اللہ ان سب کا جواب میری تحریروں میں موجود ہے "۔

میں وقت کی تنگی کی وجہ سے فردا فردا ہر ایک کے متعلق اپنی اس تحریر میں مختصر اشارات بھی دے کر سکا۔ اور زبانی تفصیل کے لئے بھی وقت کم رہ گیا ہے اس لئے محض سرسری طور پر آپ کے بیان کے باقی اجزاء کے متعلق کچھ اشارات کرتا ہوں۔ تحذیر کے لفظ عوام کا مصداق میں خود مصنف کی تصریح کی روشنی میں متعین کر چکا ہوں اور اس سلسلہ میں آپ کے جو شبہات تھے ان کا مفصل جواب اپنے گزشتہ بیانات میں دے چکا ہوں البتہ بہت دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔

میں عارف رومی کے وہ اشعار پیش کر چکا ہوں جن میں انہوں نے خاتم کے معنی قریب قریب وہی کہے ہیں جس کو تحذیر الناس میں "نبی بالذات" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے آپ غنوی کی شرواح دیکھ کر اطمینان کر سکتے ہیں۔ میں ختم النبوة فی الآثار اور شفاء کی عبارات پر مفصل کلام کر چکا ہوں اور مدلل طور پر بتلا چکا ہوں کہ ان میں وہ حصر نہیں جس کے آپ مدعی ہیں۔ شفاء کی عبارت کا سیاق و سباق اس پر شاہد ہے اور ختم النبوت کے مصنف زندہ ہیں ان سے دریافت کیا جاسکتا ہے۔

نبوت بالذات کے لئے ختم زمانی کے لزوم پر آپ نے جو اعتراض کیا ہے وہ بالکل بھل ہے۔ آپ بتلائیں کہ کیا آپ کو یہ لزوم تسلیم نہیں ہے؟ — ہاں بے شک تحذیر الناس میں یہی کہا گیا ہے کہ اگر خاتم النبیین کے معنی صرف خاتم زمانی لئے جائیں گے اور اس کو اسی پر پتھر کیا جائے گا تو وہ خبر بیاں لازم آئیں گی جو تحذیر میں مفصلاً مذکور ہیں۔ لیکن اگر اس کو ختم زمانی اور نبوت بالذات سے عام رکھا جائے گا، جیسا کہ مصنف تحذیر کا مدعا ہے، تو ان میں سے کوئی خبر ابی بھی لازم نہیں آئے گی۔ نہ معلوم اس میں کیا بات قابل اعتراض آپ کو نظر آتی ہے۔

ختم کے جو معنی لغت میں ہیں یعنی ”انتماء“ وہ جس طرح ختم زمانی پر صادق آتے ہیں اسی طرح موصوف بالذات پر بھی۔ کیوں کہ ہر ما بالعرض کا سلسلہ ما بالذات پر منتہی ہوتا ہے۔ پس خاتم دونوں سے عام ہو گا۔ اور یہ دونوں اس کے تحت میں مندرج ہوں گے۔ اور تحذیر الناس کی عبارت میں جو نوع کا لفظ آیا ہے اس سے اسی قدر مراد ہے۔

ختم النبوت میں محباز کی نفی کی گئی نہ کہ اس عموم مجاز کی جو حقیقی معنی پر بھی حاوی ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں عموم مجاز کی صورت کو بطور احتمال نقل کیا گیا ہے نہ یہ کہ وہ مصنف تحذیر الناس کا مختار ہے۔ ایسے ہی دلالت التزامی کی صورت بھی احتمال ہی کے طور پر لکھی گئی ہے اور لزوم کی تقریر خود تحذیر ہی میں موجود ہے وہیں دیکھ لیجئے۔ اور کچھ میں دیکھئے تو دریافت کر لیجئے۔ دلالت التزامی میں جو لزوم معتبر ہے وہ کتب فن میں بتلا دیا گیا ہے اگر آپ یہ اقرار کریں کہ مجھے معلوم نہیں تو میں ہی بتلا دوں گا۔

آپ نے نماز روزہ کی جو مثالیں سوال کی شکل میں پیش کی ہیں۔ ان کو مستند زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ ان کی بنیاد اس پر ہے کہ نماز روزہ کے فرضیت کے قرآن سے ثابت ہونے کا انکار کیا جائے۔ اور تحذیر الناس میں ختم زمانی کے قرآن سے ثابت ہونے کا انکار نہیں کیا گیا، بلکہ اس کو چند طریقوں سے قرآن سے ثابت ماننے ہونے تو اترا اور اجماع سے بھی ثابت کیا گیا ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ یہ واقعی حقیقت اور عین ایمان ہے۔

اب تحذیر الناس کی بحث کے متعلق آپ کے بیان کا کوئی جز ایسا باقی نہیں رہا جس کا جواب نہ ہو چکا ہو۔ اگرچہ مجھے اس کا افسوس ہے کہ وقت کی تنگی کی وجہ سے بعض چیزوں کی ضروری تفصیل بھی رہ گئی لیکن اگر ضرورت راسی ہوئی تو انشاء اللہ کسی آئندہ نوبت میں ان کی بھی تفصیل کر دی جائے گی۔

غواب والی بحث اہل موضوع سے خارج ہے۔ تاہم میں اس کا کافی جواب اپنی پہلی تقریر میں دے چکا ہوں اور ضرورت پڑی تو آئندہ اس کے متعلق کچھ اور عرض کروں گا۔ اس وقت تو صرف یہی عرض ہے کہ۔

” وہ بحث خارج از بحث ہے تاہم اس کا جواب سیف بیانی کے صفحات میں ملاحظہ فرمائیے۔ “

اس میں اس بحث کی کافی سے زیادہ تفصیل کر دی گئی ہے جس کے بعد کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

” پھر آخر میں بطور تلخیص دعا عرض ہے کہ تحذیر الناس کے زیر بحث تینوں فقروں میں سے کسی ایک سے بھی ختم نبوت کا

انکار ہرگز نہیں نکلتا — صفحہ ۲ کے فقرے میں مصنف تحذیر الناس رحمۃ اللہ علیہ نے حضور کی

خاتمیت زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے درز خاتمیت زمانی مع خاتمیت ذاتی خود ان کے

نزدیک آیت ”خاتم النبیین“ کا مدلول ہے۔ جیسا کہ تحذیر الناس صفحہ ۸ و ۹ پر پورے شرح و بسط کے

ساتھ مذکور ہے، نیز میں نے اپنے سہ سے پہلے بیان میں تحذیر صفحہ ۱۰ اسے جو عبارات نقل کی ہیں اس کے

ان الفاظ پر غور فرمائیے — ”ادھر تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلۃ ہارون من

موسی الا انہ لا نبی بعدی“ اور کما قال جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ ”خاتم النبیین“ سے

ماخوذ ہے۔ اس باب میں کافی — اس عبارت سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ مصنف تحذیر الناس کے

نزدیک ختم نبوت زمانی بھی لفظ خاتم النبیین سے نکلتی ہے۔ پس صرف شوق تکفیر پورا کرنے کے لئے خود مصنف

کی تصریحات کے خلاف اس کی عبارت کا مطلب بیان کرنا سخت ظلم و بددیانتی ہے۔ “

۱۰ اور آپ کے اعلیٰ حضرت نے حسام المحرمین میں اس فقرے سے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ مصنف تحذیر الناس خاتمیت زمانی

یعنی حضور کے آخری نبی ہونیکے بالکل منکر ہیں اور انکے نزدیک مصنفنا سہ عوام کا خیال اور اسی پر انہوں نے تکفیر کی بنیاد رکھی

ہے۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ آپ نے یہ تسلیم کر لیا کہ صفحہ ۳ کی اس عبارت میں حصر ہی کا انکار ہے اور اسی کو عوام کا خیال بتلایا گیا ہے
دعا آپ کا یہ ادعا کہ حصر کا انکار گمراہ ہے، یہ محض غلط اور باطل ہے جس کو میں پہلے بہ تفصیل عرض کر چکا ہوں۔

” علیٰ ہذا صفحہ ۱۲ و ۲۰ کے دونوں فقروں کا تعلق صرف خاتمیت ذاتیہ سے ہے اور ان کا مطلب

اسی یہی ہے کہ اگر بالفرض حضور کے زمانہ اقدس میں کہیں اور کوئی نبی ہو تو آپ کی خاتمیت ذاتیہ علیٰ حالہا

باقی رہے گی۔ اور زمانہ نبوی میں یا اس کے بعد کسی اور نبی کا ہونا آپ کی شان خاتمیت ذاتیہ کے منافی ہے

یا نہیں ؟ تو اگر خدا نے نظر انصاف دی ہو، اس کا جواب بھی ان ہی فقروں کے ان حصوں سے معلوم ہو

سکتا ہے جن کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے ازراہ خیانت حذف کر دیا ہے۔ اگر آپ غور کریں تو معلوم

ہو جائے گا کہ خود مصنف تحذیر الناس کے نزدیک بھی یہ چیز ختم نبوت زمانی کے منافی ہے۔ اور اگر کوئی بد بخت اس کا قائل ہو تو وہ مصنف تحذیر الناس کی تصریحات کے مطابق یقیناً کافر اور خارج از اسلام ہے۔

تحذیر الناس صفحہ ۱۰ کی عبارت میں اپنے پہلے بیانات میں پیش کر چکا ہوں وہ میرے اس دعوے کے لئے شاہد

صلی ہے۔ ”اور کیا اس تحذیر الناس میں جابجا سد باب دعویان نبوت کے الفاظ آپ کو نظر نہیں آتے؟“

اور پھر تحذیر الناس ہی کی خصوصیت نہیں۔ مولانا مرحوم کی دوسری تصنیفات میں بھی ختم نبوت زمانی کا اقرار و اثبات

اداس کے منکروں کا اظہار صراحت سے موجود ہے۔

پچنانچہ آپ کی مشہور کتاب مناظرہ مجیبہ کی سب سے پہلی سطر یہ ہے، حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت

زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے اور یہ بات بھی سب کے نزدیک مسلم ہے کہ آپ اول مخلوقات ہیں۔ نیز اسی کتاب کے صفحہ ۲۹

پر فرماتے ہیں خاتمیت زمانی اپنا دین وامیان ہے ناحق کی تہمت کا البتہ کوئی علاج نہیں، سو اگر ایسی باتیں جائز ہوں تو

ہمارے منہ میں بھی زبان ہے۔ پھر اسی کے صفحہ ۶۹ پر فرماتے ہیں۔ ہاں یہ مسلم کہ خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے۔

پھر اسی کے صفحہ ۱۰۳ پر ہے۔ ”بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اس

کو کافر سمجھتا ہوں۔“

کیا ان کھلی اور واضح تصریحات کے ہوتے ہوئے کسی کا یہ کہنا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کسی نبی کا آنا

مصنف تحذیر الناس جائز سمجھتے ہیں نہایت افسوسناک بہتان نہیں ہے؟ بہر حال تحذیر الناس کے تینوں فقرے بالکل بے غبار

ہیں اور مصنف تحذیر الناس مرحوم ختم زمانی کے منکر کو کافر سمجھتے ہیں لیکن خدا کا خوف اور نظر انصاف چاہئے۔

بہتر کچشم عداوت بزرگ تر عیب است

ہاں مصنف تحذیر الناس کا جرم صرف اس قدر ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاتمیت زمانی کے

ساتھ خاتمیت ذاتی بھی ثابت کرتے ہیں۔ لیکن یہ جرم تنہا ان کا نہیں بلکہ بہت سے اکابر امت ان سے پہلے اس کی تصریحات

فرما چکے ہیں۔ علامہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ علامہ بحر العلوم کے رسالہ ”فتح الرحمن“ سے ناقل ہیں کہ ”مقتضائے ختم

رسالت و دچیز است، یکے آنکہ بعد دے رسول نباشد، دیگر آنکہ شرع آں عام باشد۔“

یہ حضور کا اول مخلوقات ہونا بھی اسی کی طرف میسر ہے۔ اور جمع الفوائد میں ہے۔

عن العریاض بن ساریۃ رفعہ الی عند اللہ لخصائم النبیان و
انت آدم لمنجدل فی طینہ الخ۔

حدیث کے معنی جب ہی صحیح ہو سکتے ہیں جب کہ آپ کے لئے خاتمیت و امتیہ بھی تسلیم کی جائے۔
چونکہ وقت ختم ہو گیا اس لئے اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں۔ اس کی توضیح و تائید میں جو کچھ
عرض کرنا تھا وہ انشاء اللہ آئندہ عرض کروں گا۔

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

مولوی حسنت علی صاحب کا پانچواں بیان

مولوی صاحب موصوف نے حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کی تقریر کے دوران ہی میں اپنا یہ تحریری بیان تیار کر لیا تھا جو تقریر شروع کرنے سے پہلے ہی حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے حوالہ کر دیا لیکن اس مرتبہ اس کی توضیح میں کوئی تقریر نہیں کی۔ حتیٰ کہ اس کو خود پڑھ کر سنایا بھی نہیں بلکہ اس سے الگ اور آزاد ہو کر تقریر کی۔ تحریری بیان بعینہ درج ذیل ہے۔ (المرتب محفوظ)



۶۸۶/۹۲۔ ۱: کا جواب مجمع کے قلوب دے رہے ہیں، آپ میرے سوالات کے نمبر وار جواب دیجئے خود ہی معلوم ہو جائے گا۔ ۲: کار دقاہر میں نے کر دیا۔ ۳: کار د بھی میری تحریر میں موجود ہے۔ ۴: کے پرچے بھی میں نے اٹا دیئے۔ ۵: کا جواب بھی لا جواب ہو چکا۔ ۶: کا جواب بھی لا جواب رہا۔ ۷: کی دھجیاں بھی میں نے اڑا دیں۔ ۸: اجماع کا ثبوت آپ کے مقتدا مفتی دیوبند کی کتاب سے دے چکا۔ ۹: کار د بھی میں نے کر دیا۔ اکھنڈ شدہ۔ ۱۰: میں میرا ایک اعتراض آپ نے تسلیم کر لیا۔ ۱۱: کا دندان شکن جواب دیا جا چکا۔ ۱۲: کا جواب ختم النبوت فی الآثار ص ۶۰ سے دیا گیا۔ ۱۳: کار د قاہر بھی کر دیا گیا۔ ۱۴: کا مسکت جواب ہو چکا فتاویٰ انحر میں پر ایک لفظ بولنے کی آپ کو ہمت نہ ہوئی۔ ۱۵: کا جواب یہ ہے کہ اللفظ الواحد میں استغراق نہیں چونکہ ضروریات دین میں سے ہے کہ آیت کریمہ میں لفظ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے کھیلے نبی ہیں تو یہ لفظ مبارک اس مضمون کے مستثنیٰ رہے گا۔ ۱۶: کا جواب میرے اعتراضات میں ہو چکا۔ ۱۷: کا جواب بھی ہو چکا کہ ”بلکہ“ اعتراض کے لئے ہے۔ ۱۸: کا جواب ہو چکا میں نے آپ کے گھر سے اجماع ثابت کر دیا۔ ۱۹: ثنوی شریف سے اپنا مدعا ملے باطل ثابت

کرنے سے اپنی عاجزی محسوس کر کے حکمت پر مثال دیا۔ ۲۰۔ آپ کی مثال میں نے باطل کر دی آپ ابطال کا جواب نہ دے سکے۔ ۲۱۔ نبوت کی بالذات دبا واسطہ کی طرف تقسیم معنی دیو بند ختم النبوت فی الامم پر باطل کہہ چکے۔ ۲۲۔ کا جواب میں لکھ چکا ہوں کہ تو جواب دیجئے۔ ۲۳۔ کا جواب میں لکھ چکا اس کا رد کرنا آپ کی طاقت سے باہر ہے۔ سیف یانی کا رد کتاب رد سیف یانی موجود ہے۔

اس کے بعد آپ نے جو کچھ اپنے مدعا کی توضیح میں لکھا اس سب کا رد قاہر میرے سوالات میں موجود ہے ہوسکے تو جواب دیجئے۔ حدیث شریف میں مہرگز خاتم النبیین کے معنی نبی بالذات نہیں بتائے۔

فقیر اللفح عبید الرضا محمد شمس علی خان قادری ضوی مجددی مکنوی غفرلہ

الامداد کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا ہے اس کا رد میں اپنے سوالات میں کر چکا۔



مولوی حسنت علی صاحب نے یہ بیان تحریری حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے پاس بھیج دیا اور اس کے مستند پر

ذیل تقریر کی۔ (از مرتب غفرلہ)

حضرات گرامی ! میں نے اپنے پہلے بیان میں مولوی منظور صاحب پر پچاس سوالات کا ہرہ نازل کئے تھے۔ مولوی

صاحب نے ان میں سے صرف ۲۲ - ۲۳ نمبروں کا جواب دیا ہے اور وہ جواب بھی ایسا ہے جس کا جواب اب جواب بھی میں اپنے اسی بیان میں لکھ چکا ہوں۔ اور باقی نمبروں کو مولوی صاحب نے چھوڑا انک نہیں، اور محتاوی صاحب کے کفر کے متعلق تو آپ ایک لفظ بھی نہ کہہ سکے نہ لکھ سکے اور کہہ بھی کیا سکتے ہیں۔ میں نے ان کا کفر سارے دیوبندیوں کے پیشوا مولوی گنگوہی صاحب کے فتوے سے ثابت کیا ہے۔ میں پھر اس چیز کو تفصیل کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔

۱۔ حضرات بھولے نہ ہوں گے میں نے بتلایا تھا کہ محتاوی صاحب کے ایک مرید نے خواب میں ان کا کلہ پڑھا اور پھر بیداری کی حالت میں محتاوی صاحب پر درود پڑھی جس میں محتاوی صاحب کو نبی و رسول کہا، اس نے یہ واقعہ محتاوی صاحب کو لکھ کر بھیجا انہوں نے اس خالص کفر واقعہ کو تسلی بخش بتایا جس کی وجہ سے وہ کافر ہو گئے کیوں کہ رضا ہا لکھ بھی کفر ہے۔

مولوی منظور صاحب نے اپنی کسی پہلی تقریر میں اس کے جواب میں کہا تھا کہ اس شخص نے کلمہ شریف چورنگہ بجا لیت

نواب پڑھا تھا۔ اس لئے اس پر کوئی حکم جاری نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ نواب میں انسان مرفوع القلم ہوتا ہے۔ میں اس کو تسلیم کرتا ہوں لیکن میرا اعتراض نواب والی غلطی پر نہیں ہے بلکہ حالت بیداری میں اس نے مختاوی صاحب کو بھی کہہ کر ان پر درود پڑھی اور دن بھر پڑھا رہا۔ اس پر میرا اعتراض ہے اہل میں کہتا ہوں کہ اس کی وجہ سے وہ ضرور کافر ہو گیا، مولوی منظور صاحب نے اس کا جواب یہ دیا تھا کہ وہ شخص حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا چاہتا تھا مگر بلا قصد اور بے اختیاری کے طور پر اس کی زبان سے حضور کے اسم گرامی کی بجائے مولوی اشرف علی صاحب کا نام نکل گیا تو چونکہ یہ غلطی اس سے بے اختیاری طور پر ہو گئی اس لئے وہ کافر نہیں ہوا۔

اس کے جواب میں میں نے سارے دیوبندیوں کے پیشوا مولوی گنگوہی صاحب کا فتوے پیش کیا جس میں انہوں نے شفا شریف کے حوالہ سے صاف لکھا ہے کہ کافر کہنے میں زبان کی بے اختیاری کا عذر مسموع نہیں بلکہ وہ شخص کافر ٹھہرا جائے گا۔ اور بلا تامل قتل کیا جائے گا۔ اس کا آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس لئے میں شفا شریف کی وہ عبارت پھر قنادی رشیدیہ سے پڑھ کر سناتا ہوں۔

د اس کے بعد مولوی حسنت علی صاحب نے کتاب الشفاء کی وہ عبارت قنادی رشیدیہ سے پڑھ کر سنائی جو ان کے پہلے بیان کے ذیل میں درج ہو چکی ہے اور اس کی توضیح و تشریح میں دیر تک تقریر کی اور اس بات پر بہت زور دیا کہ اس میں کلمات کفر کے متعلق بے اختیاری کے عذر کو ناقابل قبول لکھا ہے لہذا مختاوی صاحب کے اس مرتبہ کا یہ عذر کہ میں حضور اقدس علیہ السلام پر درود شریف پڑھنا چاہتا تھا میری زبان سے بلا قصد و اختیار حضور اقدس کے اسم گرامی کی بجائے مولوی اشرف علی صاحب کا نام نکل گیا، قابل پذیرائی نہیں بلکہ وہ اس کی وجہ سے ضرور کافر ہو گیا۔ اس کے بعد مولوی حسنت علی صاحب نے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل دو چیزیں اور کہیں۔

(مرتب فقرہ)

میں نے آپ سے سوال کیا تھا کہ اگر کوئی شخص ان بھر کلمات کفر کہتا رہے اور پھر شام کو یہ عذر کر دے کہ میری زبان میرے اختیار میں نہ تھی میں تو چاہتا تھا کہ میں کفر نہ کہوں مگر میری زبان میرے بس میں نہ تھی تو کیا اس کا یہ عذر اس کو کفر سے بچائے گا آپ نے اس کے جواب میں بھی کچھ نہیں کہا۔

اچھا اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے بلکہ دن بھر طلاق دیتا رہے اور پھر کہے کہ میری زبان سے بلا اختیار طلاق کا لفظ نکل گیا ہے میرا قصد طلاق دینے کا نہ تھا تو کیا اس کی بیوی پر آپ کے نزدیک طلاق نہ

پڑے گی۔ ۹

اچھا ایک سوال اور سنئے۔ فرض کیجئے کہ کوئی شخص دن بھر آپ کے مولوی تھانوی صاحب کو گالیاں بکتا رہے ان کو..... کتنا رہے اور شام کو یہ غدر کرے کہ میں تو آپ کی تعریف کرنا چاہتا تھا مگر بے اختیار میرے منہ سے گالیاں نکلا کیں۔ تو کیا آپ کے تھانوی صاحب اس کے غدر کو مان لیں گے۔ اور کیا آپ بھی اس کو معاف کر دیں گے تو سمجھتا ہوں کہ آپ حضرات کبھی بھی اس کو معاف نہیں کریں گے تو کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عزت تھانوی صاحب سے بھی سستی ہوگی، مولوی صاحب! میری ان تمام باتوں کا جواب آپ کے ذمہ فرض ہے بے کار باتوں میں وقت ضائع نہ کیجئے۔

میرے ان سوالات کا براہ جواب دیکھیے یا کھڑے توبہ کر کے مسلمان ہو جائیے۔

نوٹ از مرتب غفرلہ

مولوی حسرت علی صاحب اس تقریر میں نہایت جھجھلائے ہوئے معلوم ہوتے تھے طرز بیان نہایت دل آزار تھا۔ نیز حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ اور مولانا محمد منظور صاحب نعمانی زید فاضلہ کے متعلق اس تقریر میں آپ نے نہایت اشتعال انگیز اور دل نراکش سو قیامہ کلمات بکثرت اور بے حساب استعمال کئے جس سے اہلسنت کے مجمع میں بار بار برہمی پیدا ہوتی تھی اور امن و امان قائم رکھنے کے لئے ذمہ داران امن اور زعمائے اہلسنت کو غیر معمولی جدوجہد کرنی پڑتی تھی۔ ہم نے بالقصد مولوی حسرت علی صاحب کے ان دل آزار اور جھگڑا کش الفاظ کو یہاں نقل نہیں کیا ہے کہ ناظرین کو ان سے سوائے تلمذ کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس گالی بازی اور اشتعال انگیزی سے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ کسی طرح مناظرہ کی بلان کے سرے مل جاتے اور اس میں شک نہیں کہ کسی حد تک وہ اس ارادہ میں کامیاب بھی ہو گئے۔

مولوی حسرت علی صاحب کی اس تقریر کے ختم پر حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے اپنا مندرجہ ذیل تحریری جوابی بیان

مولوی حسرت علی صاحب کے حوالہ کیا اور اس کے بعد تقریر کا جواب تقریر میں دیا۔

مرتب غفرلہ

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کا چٹا جوابی بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آپ نے اپنی اس تحریر میں انہیں باتوں کو دہرایا ہے جن کا جواب نہایت کافی و شافی دیا جا چکا ہے
زبانی باتوں کا جواب زبانی سنئے گا۔

آپ تحذیر الناس کی بحث چھوڑ چکے احمد شہد حق واضح ہو گیا۔ ہر دیکھنے اور سننے والا دیکھتا اور سنتا
ہے، اب سارا زور آپ کا صرف خواب والے قصہ پر صرف ہو رہا ہے۔ حالانکہ اوّل اس کو تحذیر الناس
کی بحث سے تعلق نہیں، اور اگر آپ کے خیال کے مطابق کوئی تعلق بھی ہو (حالانکہ غلط ہے) تو بھی اس پر
سارا وقت صرف کرنا اور اصل موضوع کی نسبت کچھ نہ کہنا ایسی کھلی ہوئی عاجزی ہے جس میں اشتباہ
کی کوئی گنجائش نہیں۔

اپنی اس تحریر میں آپ کا یہ لکھنا کہ حدیث میں ہرگز "خاتم النبیین" کے معنی نبی بالذات نہیں
بتائے آپ کے کمال غوکش فہمی کی بین دلیل ہے۔ جناب عالی! پوری حدیث پڑھ کر کچھ لکھا کیجئے۔ اگر
خاتم النبیین کے معنی خاتم بالذات نہیں ہیں تو اس حدیث کا صحیح مفہوم لکھیے۔

نیر فح الرحمن کی عبارت پر کچھ توجہ کیجئے۔ کیا علامہ بکر العلومہ بھی آپ کے نزدیک کافر ہیں؟ عالمگیری
وغیرہ کتب فقہ میں غلطی کی تکفیر سے جو منع کیا گیا ہے وہ آپ کے نزدیک صحیح ہے یا نہیں؟
محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

مولوی حسرت علی صاحب کے تحریری بیان کے جواب میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ نے مزید فرمایا
مختصر تحریری بیان پیش کرنے کے بعد ذیل کی تقریر فرمائی۔ مرتب غفرلہ۔

حاضرین کرام ! مولوی حسنت علی صاحب نے مجھے اور میرے احباب کو مشتعل کرنے کے لئے جو سخت اور دل آزار کلمات استعمال کئے ہیں میں ان پر کوئی نوٹس لینا نہیں چاہتا اور اپنے دوستوں سے بھی عرض کرتا ہوں کہ اگر وہ بھی صبر و تحمل سے کام لیں تو قرآن پاک میں ان کے لئے بشارت عظمیٰ ہے

وَلَسَمِعْنَا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ
وَالَّذِينَ آمَنُوا إِذْ كُنْتُمْ كَافِرِينَ
تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ

اور بے شک تم اہل کتاب اور مشرکین سے بڑی اذیت کی باتیں
سنو گے۔ اور اگر تم نے صبر و تقویٰ سے کام لیا تو یہ بڑے
اہم کاموں میں سے ہے (آل عمران: ۱۸۶)

اس لئے میں اپنے مخاطب مولوی حسنت علی صاحب کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ان کی گالیوں کے جواب میں یہاں سے
ان کو گالیاں نہیں دی جائیں گی نہ ان کے کسی بزرگ کو برا کہا جائے گا۔

وَقُلْ لِلَّهِ الْمُلْكُ سِرَاتُنَا

فَلَسْنَا بِشَتَا مِمَّنْ لِّلْمُتَشَتِّمِ

بہر حال ان کی یہ توقع غلط ہے کہ وہ اس گالی باری اور اشتعال انگیزی سے مناظرہ کو درہم برہم کرنے میں کامیاب ہو
سکیں گے وہ راہ ان کے اساتذہ بھی مجھے بارہا آزمایا چکے ہیں کہ میں ان کی گالیوں کا کبھی ترکی بہ ترکی جواب نہ دے کر تاہم ان کے
لئے خیال و ہدایت اور شرافت و انسانیت کی دی گلیا کرتا ہوں۔ اس لئے اب بھی صرف یہی عرض کرتا ہوں کہ

تم شوق سے کو سو مجھے میں تسکو و عادیوں

جو میسر ابرو چاہے خدا ! اس کا بھلا کر

اس مزدوری گزارش کے بعد میں اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوتا ہوں سینے :

آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے کہ میں نے پچاس سوال کئے تھے جن میں سے صرف ۲۲ کا جواب دیا گیا ہے
آپ کو اس بارے میں سخت غلط فہمی ہوئی میرے گزشتہ تحریری بیان میں اگرچہ صرف ۲۳ نمبر ہیں۔ لیکن ان ہی میں آپ کے
تمام ان پہلے سوالات کا جواب آگیا ہے جن کا تعلق اصل موضوع سے تھا۔ کیوں کہ اس کے بعض نمبروں میں آپ کے کئی کئی سوالات
کا جواب دے دیا گیا ہے۔ مثلاً اس کے دوسرے نمبر میں آپ کے ابتدائی تین چار نمبروں کا جواب دیا گیا ہے۔ ایسے ہی تیسرے
نمبر میں بھی آپ کے تین نمبروں کا جواب دے دیا گیا ہے۔ علیٰ ہذا بعد کے بعض نمبروں میں بھی آپ کے کئی کئی نمبروں کا جواب جمع

کر دیا گیا ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ تحریر میں جواب کی پوری تفصیل نہیں کی جاسکی اور نہ کی جاسکتی تھی کیوں کہ آپ نے اپنا بیان تحریر ہی میں گھنٹے کی فرصت میں تیار کیا تھا اور مجھے اس کے جواب کے لئے آپ نے ایک گھنٹہ کا وقت بھی نہیں دیا۔ اس لئے میں تحریر میں صرف اجمالی اشارات کر سکا لیکن پھر بھی اپنی توضیحی تقریر میں بعد ضرورت میں نے ہر چیز کی تفصیل کر دی تھی اور آپ کی تحریر کے جن چند آخری نمبروں کا اجمالی جواب بھی تنگی وقت کی وجہ سے تحریر میں نہیں آسکا تھا ان کا جواب بھی میں تقریر میں دے چکا ہوں آپ ذرا غور کر کے بتلائیں کہ آپ کی کون سی بات جواب سے باقی ہے۔ میں انشاء اللہ آپ کو بتلا دوں گا کہ اس کا میں یہ جواب دے چکا ہوں۔ — بہر حال اصل موضوع بحث (بحث تحذیر الناس) کے متعلق آپ کی کسی بات کا جواب میرے ذمہ باقی نہیں رہا۔ اور الحمد للہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مصنف تحذیر الناس رحمۃ اللہ علیہ پر آپ کے اعلیٰ حضرت کا فتوئے کفر محض غلط اور سراسر باطل ہے۔ واللہ شہ علی ذالک۔

ہاں یہ صحیح ہے کہ خواب والے قصہ کے متعلق اپنی پچھلی تقریر میں وقت ختم ہو جانے کی وجہ سے میں کچھ نہیں کہہ سکا تھا۔ اور اس سلسلہ کے آپ کے سوالات باقی رہ گئے تھے۔ میں نے آئندہ اس پر بھی روشنی ڈالنے کا وعدہ کیا تھا۔ اچھا ہوا کہ اس بحث پر آپ جو کچھ کہہ سکتے تھے وہ سب اس مرتبہ کہہ چکے۔ اب جواب سنتے! حاضرین کو ام بھی بغور سنیں۔ میں واقعہ کہ صحیح نوعیت پہلے بہ تفصیل بتلا چکا ہوں اور اس بارے میں خود صاحب واقعہ کا بیان پیش کر چکا ہوں جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ۔

” وہ شخص سو رہا تھا اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا چاہتا ہے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی بجائے اس کی زبان سے مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ کا نام نکل جاتا ہے۔ اس کو خواب ہی میں اس سنگین غلطی کا احساس ہوا اور اس نے اس کی تلافی کے لئے پھر صحیح کلمہ پڑھنا چاہا۔ مگر پھر مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ ہی کا نام نکلا۔ چند بار خواب ہی میں ایسا ہوا۔ اس کے بعد خواب ہی میں ایسا محسوس ہوا کہ اس پر ایک خاص قسم کی رقت طاری ہوئی اور نہایت زور سے اس کی ایک چیخ نکلی اور وہ زمین پر گر گیا۔ اور اس کو محسوس ہوا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی۔ وہاں تک یہ سب کچھ حالت خواب ہی میں ہوا۔ اس کے بعد اسی حال میں وہ خواب سے بیدار ہوا لیکن بدن میں بے حسی اور نا طاقتی کا اثر بدستور تھا۔ (جیسے کہ اس قسم کے وحشت انگیز اور پریشان کن خواب کے بعد کچھ دیر تک نیم خوابی کیفیت رہا کرتی ہے) اسی حالت میں اس کو کلمہ شریف کی خواب والی غلطی کا خیال آیا تو اس نے تدارک

کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا شروع کیا۔ لیکن اس میں بھی یہی غلطی ہوئی کہ حضور اقدس کے اسم گرامی کے بجائے زبان سے اشرف علی کل گیا۔ لیکن یہ غلطی بھی اس سے بلا ارادہ اضطراری طور پر اسی حالت میں ہوئی جب کہ اس پر بے حسی اور ناواقفیت کی کیفیت طاری تھی۔ وہ خواب کی کلمہ دلی غلطی کے تدارک کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف پڑھنا چاہتا تھا لیکن اس بے خودی کے عالم میں اس کی زبان جسے اضطراری طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی بجائے "اشرف علی" نکل گیا۔

کلمہ شریف میں اس سے جو غلطی بحالت خواب ہوئی اس کے متعلق میں پہلے مدلل طور پر عرض کر چکا ہوں کہ وہ شریعت میں بالکل معاف ہے۔ کیوں کہ خواب کی حالت میں انسان مرفوع القلم ہوتا ہے اور خواب کی کسی بات پر بھی شرعی احکام جاری نہیں ہوتے۔ خواب میں زنا کرنے والے کو سزا نہیں دی جاتی۔ خواب میں سچری کرنے والے کا ماتمہ نہیں کاٹا جاتا۔ خواب میں طلاق دینے سے بیوی مطلقہ نہیں ہو جاتی وغیرہ وغیرہ۔

بہر حال اس بارے میں جو دلائل میں نے پیش کئے تھے الحمد للہ انہوں نے آپ کو بالکل مجبور کر دیا اور آپ کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ کلمہ شریف کی غلطی پر ہم کو اعتراض نہیں ہے۔ واللہ الحمد ولہ الحجة السامیة۔ درود شریف دالی دوسری غلطی جو خواب سے بیدار ہونے کے بعد اسی بے حسی اور ناواقفیت کی حالت میں اس سے بقصد غیر اختیاری طور پر ہوئی؛ اس کے متعلق بھی میں نے آپ کو تفصیل بتلایا تھا کہ اصطلاح فقہاء میں اس کو "خطا" کہا جاتا ہے اور اس کے ثبوت میں فتاویٰ قاضی خان کی یہ عبارت بھی میں پہلے پیش کر چکا ہوں۔

« الخطأ من یجری علی لسان من غیر قصد کلمة مکان کلمة »

اور یہ بھی میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ اس طرح بلا قصد خطا بلسانی کے طور پر اگر کسی کی زبان سے کلمہ کفر نکل جائے تو وہ موجب کفر نہیں۔ اور اس کے ثبوت میں شامی، فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ قاضی خان کی واضح تصریحات میں پیش کر چکا ہوں جن کے جواب میں آپ ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکے اور آئندہ کہہ سکتے ہیں۔ اب ایک عبارت پیش کرتا ہوں، اصول امام فخر الاسلام کی شرح "کشف الامرار" میں ہے۔

بالتکلم بکلمة الکفر فی حالة السكر لا یحکم بالردة کما لا یحکم بالردة بکلمة الکفر نکل جانے کی حالت میں کلمہ کفر نکل جانے کی وجہ سے مرتد ہونے کا حکم نہیں دیا جائے لاجس طرح کہ خطا اور جنون کی حالت میں ارتداد

جو عام کتب فقہ میں صراحتہ مذکور ہیں۔

آپ نے ایک بات یہ بھی دریافت کی ہے کہ اگر کوئی شخص ہم کو گالیاں دے اور پھر زبان کی بے اختیار سی کا عذر کرے تو کیا

اس کو تم معاف کر دو گے ؟

میں عرض کرتا ہوں کہ بے شک اگر قرآن اس کے عذر کی تکذیب نہ کریں گے تو ضرور ہم اس کو معاف کر دیں گے مثلاً کوئی

شخص نیند سے اٹھایا جائے اور وہ اسی نیم خوابی کی حالت میں ہم کو گالیاں دے اور بعد میں یہ عذر کرے کہ میں خواب میں دیکھ رہا تھا کہ

آپ سے میری لڑائی ہو رہی ہے اور میں آپ کو گالیاں دے رہا ہوں اور اسی حالت میں میری آنکھ کھل گئی اور بالکل بلا قصد میری

زبان سے گالی نکل گئی اور اب میں بہت لپٹا ہوں۔ تب بے شک ہم اس کا عذر قبول کر لیں گے اور اگر وہ جھوٹا نہیں ہے تو اللہ کے

نزدیک بھی اس کا یہ عذر ضرور قبول ہوگا۔

لیجئے اس بحث میں بھی اب آپ کی کوئی بات قابل جواب باقی نہیں رہی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

اس کے بعد میں اصل موضوع بحث تحذیر الناس کی طرف پھر متوجہ ہوتا ہوں۔



معزز حاضرین ! کل سے اس وقت تک عبارات تحذیر الناس کے متعلق جو بحث ہوئی ہے۔ اس میں مولوی حسرت علی صاحب

نے بے کار اور غیر متعلق باتوں میں بحث کو اکھٹانے کی بہت زیادہ کوشش کی ہے اور مجھے بھی ان کی باتوں کا جواب دینا پڑا۔ اس لئے

بہت ممکن ہے کہ بعض سامعین کو اس سے الجھن پیدا ہو گئی ہو اور اصل بحث ان کے ذہن میں نہ رہا ہو۔ اس واسطے میں پھر اب

تک کی ساری بحث کا خلاصہ منع کر کے پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ حاضرین کرام غلط بحث میں مبتلا نہ ہوں۔

اصل بحث یہ تھی کہ ”حسام الحرمین“ میں مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے مصنف تحذیر الناس حضرت مولانا محمد قاسم

صاحب ندر اللہ مرقدہ پر جو کفر کا فتوے دیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط ؟ — میرا دعوئے تھا کہ وہ محض غلط اور سراسر باطل ہے کیونکہ

اس کی بنیاد اس پر ہے کہ مصنف تحذیر الناس نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری نبی ہونے کا انکار کیا ہے۔ اور یہ خالص ہتھان

اور محض افتراء ہے اور اس کے ثبوت کے لئے انہوں نے جو چند سطر کی ایک عبارت تحذیر الناس کے حوالہ سے نقل کی ہے وہ اس طرح

تحذیر الناس میں کہیں موجود نہیں ہے بلکہ وہ فاضل بریلوی کی مجددانہ تحریف کا نتیجہ ہے۔ میں اپنے پہلے بیانات میں اس چیز کو

بہ تفصیل اور کھمدہ نہایت واضح دلائل کی روشنی میں عرض کر چکا ہوں کہ اس پوری عبارت کو تحذیر الناس کی طرف منسوب کرنا اور

اس کی بنا پر اس کے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کو ختم نبوت زمانی کا منکر قرار دینا محض فریب ہے۔ فی الحقیقت وہ عبارت تحذیر الناس کے مختلف صفحات کے متفرق فقروں میں قطع و برید کر کے اور ان کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ جوڑ کر بنائی گئی ہے اس طرح کہ پہلا فقرہ اس میں صفحہ ۱۱ کا لیا گیا ہے۔ دوسرا فقرہ صفحہ ۷۰ کا۔ پھر تیسرا فقرہ صفحہ ۲۰ کا۔ اور اس کا اس میں کوئی خفیہ سا بھی اشارہ نہیں کیا کہ یہ عبارت اس طرح مختلف صفحات کے متفرق فقروں کو لٹکے چھپے کر کے بنائی گئی ہے بلکہ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ ان سب کو ملا کر ایک مسلسل عبارت بنادی گئی ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اس طور پر جو شخص سرسری نظر سے اس عبارت کو دیکھے گا وہ یہی سمجھے گا۔ کہ اس کا لکھنے والا ختم نبوت زمانی کا قائل نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص ان فقرات کو علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی جگہ پر دیکھے تو اس کو اس کا وہم بھی نہیں ہو سکتا۔

میں تفصیل ان فقروں کا علیحدہ علیحدہ صحیح مطلب سیاق و سباق کی روشنی میں عرض کر چکا ہوں اور بتلا چکا ہوں کہ ان میں سے پہلے اور دوسرے فقروں (یعنی صفحہ ۱۱ و ۲۰ کے فقروں) کا تعلق حضور اقدس علیہ السلام کی خاتمیت ذاتیہ ہے اور ان کا مطلب صرف یہ ہے کہ ختم ذاتی حضور کا ایسا وصف ہے کہ آپ کے زمانہ میں اور آپ کے بعد بھی کسی نبی کا ہونا اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ بہر حال ان دونوں فقروں کا ختم زمانی سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ اور تیسرا فقرہ جو صفحہ ۲۰ کا ہے اس کا منشا صرف یہ ہے کہ قرآن مجید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جو خاتم النبیین کا لفظ آیا ہے اس سے عوام صرف ایک قسم کی خاتمیت یعنی ختم زمانی ہی مراد لیتے ہیں اور اس سے حضور کی بالذات فضیلت نہیں نکلتی، حالانکہ مقام مدح کا مقتضایہ ہے کہ فضائل ذاتیہ ضرور بیان ہوں۔ اس چیز کو مفصل اور مدلل لکھنے کے بعد حضرت مولانا مرحوم نے اپنے خاص ذوق کے مطابق آیت خاتم النبیین کی تفسیر کی ہے اور بتلایا ہے کہ اسی ایک لفظ خاتم النبیین سے حضور علیہ السلام کے لئے خاتمیت ذاتیہ بھی ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت زمانیہ بھی (جیسا کہ اس تمام مضمون کی تفصیل میں اپنے پہلے سیانات میں پیش کر چکا ہوں)۔

الغرض صفحہ ۳ والے اس فقرے میں بھی ختم نبوت زمانی کا انکار نہیں ہے بلکہ عوام کے حصر کا انکار ہے۔ بہر حال تحذیر الناس کے یہ تینوں فقرے اگر اپنی اپنی جگہ پر سیاق و سباق کی روشنی میں دیکھے جائیں تو ان میں ختم زمانی کے انکار کے وہم کی بھی گنجائش نہیں اور مولوی احمد رضا خان صاحب نے ان کو جس طرح لٹکے چھپے کر کے ایک مسلسل عبارت بنا کر ”حسام الحرمین“ میں لکھا ہے اس سے ضرور ظاہری نظر میں ختم نبوت زمانی کا انکار نکلتا ہے۔ لیکن عرض کیا جا چکا ہے کہ وہ صرف موصوف ہی کی تحریف اور قلم کاری کا نتیجہ ہے جس سے مصنف تحذیر الناس مرحوم کا دامن بالکل پاک ہے۔

مولوی حسنت علی صاحب نے میری اس بحث کے جواب میں ایک بات تو یہ کہی تھی کہ ”تخذیر الناس کے قیوں قر“
چونکہ مستقل مستقل جملے ہیں اس لئے ان کی ترتیب بدل دینے سے مطلب نہیں بدلا۔ ان کی اس بات کا مفصل جواب میں دے چکا
ہوں اور اپنی پچھلی تقریر میں میں یہ بھی عرض کر چکا ہوں کہ اس کا فیصلہ بہت آسانی کے ساتھ اس طرح ہو سکتا ہے کہ کسی تعبیر یافتہ
اور معاملہ فہم صاحب کو حکم بنالیا جائے اور تخذیر الناس اور حسام الحرمین ان کے سامنے رکھ دی جائیں اور ان سے فیصلہ کرایا
جائے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے جس طرح ترتیب بدل کر تخذیر الناس کی عبارت لکھی ہے کیا اس سے مطلب بدل گیا یا
نہیں؟ مگر آپ اس کے لئے ابھی تک تیار نہیں ہوتے اور انشاء اللہ تیار ہو سکتے ہیں۔ کیوں کہ خود آپ کو ضرور اپنی بہت
دھرم کا یقین ہے اور آپ جانتے ہیں کہ ہر معص کا فیصلہ آپ کے خلاف اور میرے موافق ہو گا۔

ایک بات آپ نے اس سلسلہ میں یہ بھی کہی تھی کہ ”فتاویٰ الحرمین“ میں ان فقرہ کو علیحدہ علیحدہ بالترتیب لکھ کر
بھی علماء حرمین سے فتوے لے کر لیا جا چکا ہے۔ میں نے اس کے جواب میں عرض کیا تھا کہ اس وقت بحث ”حسام الحرمین“ کی
ہے۔ آپ اس کی خیانت اور غلطی تسلیم کر لیجئے اس کے بعد انشاء اللہ ”فتاویٰ الحرمین“ کے متعلق بھی ثابت کر دیا جائے گا کہ
اس میں آپ کے اعلیٰ حضرت مجدد ملت نے اس سے بھی زیادہ شرمناک خیانت اور افتراء پر دازی سے کام لیا ہے۔

میں پھر کہتا ہوں کہ اگر فی الحقیقت آپ کو یہ خیال ہے کہ ”فتاویٰ الحرمین“ میں تخذیر الناس کی عبارت ٹھیک ٹھیک
بلا کسی خیانت و تحریف کے نقل کی گئی ہیں تو آپ ”حسام الحرمین“ کی بحث کو یہیں ختم کر کے ”فتاویٰ الحرمین“ پر مستقل طور
پر بحث کر لیجئے انشاء اللہ ابھی آپ کو اور سارے حاضرین کو حقیقت حال معلوم ہو جانے کی مگر مجھے یقین ہے کہ آپ کے لئے تیار
نہ ہوں گے۔ کیوں کہ آپ خود جانتے ہیں کہ ”فتاویٰ الحرمین“ میں کیسی اندھ سناک خیانت اور شرمناک افتراء پر دازی
سے کام لیا گیا ہے۔

۱۔ اھمدمد مولانا کی یہ حقانی پیشین گوئی بالکل صحیح ثابت ہوئی اور اس کے بعد کی تقریر میں مولوی حسنت علی صاحب نے
”فتاویٰ الحرمین“ کا نام تک نہیں لیا اور اسی لئے اس کی تحریف و خیانت کا باز اس مناظرہ میں دھکیل سکا لہذا ہم اب ناظرین کے
سامنے اس کی حقیقت بھی کھولتے ہیں، تخذیر الناس کا مضمون ہمارے ناظرین کے ذہن نشین ہو چکا ہو گا۔ اب ذرا دیکھئے کہ فاضل بلوی
”فتاویٰ الحرمین“ میں کیسا سفید جھوٹ بول رہے ہیں آپ اس کے صفحہ ۹۲ پر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق
(بقیہ حاشیہ پر صفحہ آئندہ)

اسی سلسلہ میں آپ نے ایک بات یہ بھی کہی تھی کہ ان تینوں فقروں میں سے ہر فقرہ یکائے خود موجب کفر ہے اس کا بھی میں اپنی پہلی تقریروں میں پورا پورا رد کر چکا ہوں، اور تمام فقروں کا مطلب علیحدہ علیحدہ بیان کر کے ثابت کر چکا ہوں کہ ان میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کہتے ہیں۔

صنف رسالة في تحديد معنى ختم النبوة
بطل فيها معنى كون الخاتم آخر الانبياء وزعم
انه من مخيلات العوام وان ليست فيه فضيلة
النبي صلى الله عليه وسلم فان التقدم والتاخر
الزمانى ليس من الفضل في شئ فكيف يصح
المدح به في قوله تعالى ولكي رسول الله وخاتم
النبيين . وانما معناه ان نبينا صلى الله
تعالى عليه وسلم نبى بالذات وسائر الانبياء
بالعرض وسلسلة ما بالعرض انما تنتهي
على ما بالذات قال تعالى هذا المعنى
لا تختص خاتميته صلى الله عليه وسلم
بالنسبة الى الانبياء السابقين بل
ان كان فرضا في زمن صلى الله
تعالى عليه وسلم نبى اخر في موضع ما كانت
خاتميته بحالها قال بل ان ولد بعده
صلى الله عليه وسلم نبى فرضا لم يخل
ذالك بالخاتمية المحمدية اصلا فكيف

اس (مولوی محمد قاسم نانوتوی) نے ایک رسالہ معنی ختم نبوت
کی تجدید میں تصنیف کیا جس میں خاتم کے معنی آخر الانبیاء ہونے
کو باطل کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ عوام کے مخیلات میں سے ہے
اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی فضیلت نہیں
ہے کیوں کہ تقدم اور تاخر زمانی کا فضیلت سے کوئی تعلق نہیں
تو اللہ تعالیٰ کے قول ولکن رسول الله وخاتم
النبيين میں اس سے آپ کی مدح کیوں کر صحیح ہو سکتی ہے
اور اس کے معنی تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم نبی بالذات ہیں اور باقی تمام انبیاء بالعرض، اور
بالعرض کا سلسلہ ما بالذات ہی پر ختم ہوتا ہے کہا ہے کہ پس
اس معنی کی بنا پر حضور کی خاتمیت انبیاء سابقین ہی کی نسبت
نہ ہوگی بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں (صلی اللہ علیہ وسلم)
کسی جگہ کوئی اور نبی ہو تو آپ کی خاتمیت بدستور رہے گی۔
کہا ہے بلکہ اگر آپ کے بعد بھی (صلی اللہ علیہ وسلم) بالفرض
کوئی نبی پیدا ہو تو اس سے خاتمیت محمدیہ میں بالکل بھی خلل
نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے زمانہ ہی میں کوئی دوسرا نبی زمین
کے کسی اور طبقہ میں مانا جائے ؟

سے ہر فقرہ بالکل بے غبار ہے اور جہاں تک مجھے یاد ہے صفحہ ۱۴ اور ۲۸ کے دونوں فقروں کے متعلق جو کچھ میں نے کہا تھا اس کا کوئی جواب ابھی تک آپ کی طرف سے نہیں ہوا ہے۔ البتہ صفحہ ۲ والے فقرے کے متعلق آپ نے تسلیم کر لینے کے بعد کہ اس میں صحر ہی کا انکار ہے اپنی کئی تقریروں میں اس پر زور دیا ہے کہ اس صحر کا انکار بھی کفر ہے اور اس کے ثبوت میں آپ نے صرف —

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)۔ اذا جاوز فی عصرہ نبی

اخروی طبقة اخروی من الارض۔

ناظرین بالصفات ! تحذیر الناس کی تصریحات کو پیش نظر رکھ کر عند فرامین کے مولوی احمد رضا خان صاحب نے "فتاویٰ احرارین" کی اس عبارت میں جو مضمون نقل کیا ہے کیا اس کو تحذیر الناس کا مضمون قرار دینا محض بہتان نہیں ہے؟ ناظرین کی بصیرت کے لئے ہم چند اشارات بھی کئے دیتے ہیں۔

۱۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس عبارت میں لکھا ہے کہ "تحذیر الناس میں خاتم کے معنی آخر الانبیاء ہونے کو باطل کیا گیا ہے" حالانکہ تحذیر الناس میں عوام کے صحر کو باطل کیا ہے اور خاتم کے معنی کو ختم زمانی و ختم ذاتی دونوں کو حاوی بتلایا ہے جیسا کہ ناظرین کرام اسی روئے ادا میں مدلل طور پر ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

۲۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس عبارت میں دعوائے کیا ہے کہ مصنف تحذیر الناس نے لکھا ہے کہ "آخر الانبیاء ہونے میں کوئی فضیلت نہیں" حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ تحذیر الناس میں صرف یہ لکھا گیا ہے کہ "تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں" اور ان دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے جیسا کہ ناظرین روئے ادا مولانا کی سابقہ تحرروں اور تقریروں میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

۳۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس عبارت میں لکھا ہے کہ مصنف تحذیر الناس کے نزدیک "خاتم النبیین" کے معنی صرف یہی ہیں کہ حضور نبی بالذات ہیں اور دوسرے انبیاء بالعرض اس کے سوا کچھ اور نہیں" حالانکہ یہ بالکل افتراء ہے اس بارہ میں مصنف تحذیر الناس کا مسک یہ ہے کہ "خاتم" جنس ہے اور خاتم زمانی و مرتبی اس کی دو نوعیں ہیں اور آیت "خاتم النبیین" سے دونوں قسم کی خاتمیت بیک وقت مراد ہے۔ تحذیر الناس صفحہ ۹ و ۱۰ پر یہ مضمون پورے شرح و بسط کے ساتھ مذکور ہے جس کا خلاصہ ناظرین روئے ادا کے گزشتہ اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

ختم النبوت فی الآثار کے حوالہ سے شفا کی ایک عبارت پیش کی ہے میں بار بار اس کا جواب دے چکا ہوں اور سیاق و سباق کے قرآن سے ثابت کر چکا ہوں کہ اس میں اس حصہ کا شاہد بھی نہیں ہے جس کے آپ مدعی ہیں۔ آپ نے ابھی تک میری اس بات کا کوئی رد نہیں کیا ہے۔ ان ایک آخری بات اس کے متعلق میں نے یہ بھی کہی تھی کہ ختم النبوت فی الآثار کے مصنف مولانا شفیق صاحب ابجد شہ حیات میں ان سے دریافت کر لیا جائے کہ آپ نے شفا کی عبارت کیا سمجھ کر نقل کی ہے، مگر آپ اس کے لئے تیار نہیں ہوتے اور نہ تیار ہو سکتے ہیں کیوں کہ اپنی ناحق کوشی کا آپ کو خود علم ہے۔ مگر تعجب ہے آپ کی اس عبارت پر کہ اب بھی آپ ختم النبوت فی الآثار کا نام لئے چلے جاتے ہیں۔ میں نے آپ کے اس ادعا پر حصہ کو باطل کرنے کے لئے علامہ بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت پیش کی تھی کہ۔

”مقتضا ختم رسالت دو چیز است یکے انکہ بعد دے رسول نباشد دیگر انکہ شرح آن عام باشد“

اس عبارت میں صاف تصریح ہے کہ حضور کی خاتمت صرف ختم زمانی میں منحصر نہیں ہے آپ نے اس عبارت کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کیا علامہ بحر العلوم بھی انکار بصر کی وجہ سے آپ کے نزدیک کافی ہیں؟

اسی سلسلہ میں میں نے عارف رومیؒ کے دو شعر بھی پیش کئے تھے جن میں انہوں نے حضور کی خاتمت کو قریب قریب اسی معنی پر محمول کیا ہے جس کا نام مصنف تحذیر الناس کی اصطلاح میں ختم ذاتی اور نبوت بالذات ہے آپ ابھی تک ان کا بھی کوئی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اللہ اکبر! تحذیر الناس صفحہ ۲۸ کے مختصر مضمون میں اعلیٰ حضرت مجدد ربیوی صاحب نے یہ قیاس کر لیا کہ اس کو مسخ کر کے ایسا بنادیا کہ جو شخص اب اس کو دیکھے گا نادانقی کی وجہ سے اس کے مصنف کو ختم نبوت زمانی کا منکر سمجھے گا۔

اور پھر اسی مسخ شدہ مضمون سے بلا حوالہ صفحہ ۱۴، ۲۸ کے فقرہ کو جوڑ دیا جس سے اب ہر ناظر ان کا مطلب یہ سمجھے گا کہ مصنف

تحذیر الناس چونکہ معاذ اللہ ختم نبوت زمانی کے بالکل منکر ہیں اس لئے ان کے نزدیک حضور اقدس کے زمانے میں اور آپ کے زمانے کے بعد بھی اور نبی آسکتے ہیں۔ حالانکہ مصنف تحذیر الناس نے تحذیر الناس ہی میں ایسے شخص کو کافر لکھا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

آخری نبی ہونے کا منکر ہو اور آپ کے بعد کسی نئے نبی کی آمد کو جائز قرار دے۔ شاید ان لوگوں نے قسم کھائی ہے کہ علامہ نے زمانی کو

بدنام کرنے اور ان کو کافر بنانے کے لئے ہر ناجائز اور خلاف دین استدلال کو اپنی کمر بستہ کر لیا ہے۔ اللہم اعذنا من شرورهم و مرتب غفرلہ۔

پرگزرجلی ہے ۱۲ ص ۱۲

مولانا رومیؒ کے یہ دونوں شعر اور ان کی پوری تشریح روڈاد ہند کے صفحہ

جواب نہیں دے سکے۔ کیا عارفِ دہلیؒ بھی انکارِ حصر کی وجہ سے آپ کے نزدیک کافر ہیں ؟

اسی سلسلہ میں میں نے اپنے پہلے بیان میں ”جن الفوائد“ سے یہ حدیث بھی پیش کی تھی ”انف عند الله لعنتم النبیین وان ادم لمنجد فطینه“ یعنی میں اللہ کے یہاں اس وقت خاتم النبیین ہو چکا تھا جب کہ آدم علیہ السلام کا خمیر ہی تیار ہو رہا تھا۔

میرا مقصد اس حدیث کے پیش کرنے سے یہ تھا کہ اس کا ظاہر اور متبادر مطلب یہی ہے کہ آدم کی تخلیق کے وقت آپ اللہ کے یہاں ”خاتم النبیین“ ہو چکے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ اس وقت ختمِ زمانی کا احتمال بھی نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر یہ معنی لئے جائیں کہ آپ اس وقت وصفِ نبوت کے بالذات موصوف یعنی خاتمِ ذاتی تھے تو بغیر کسی دشواری کے معنی صحیح ہو جاتے ہیں۔ اور اگر حدیث کے معنی یہ کہئے جائیں کہ آپ اس وقت علمِ الہی اور تقدیرِ ازل میں ”خاتم النبیین“ ہو چکے تھے تو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی خصوصیت خاصہ باقی نہیں رہتی کیوں کہ علمِ الہی اور تقدیرِ ازل میں تو ساری ہی کائنات تھی۔ بہر حال حدیث کے معنی جب ہی ”سست ہوں گے جب یہ مانا جائے کہ آپ اس وقت بالفعل ”خاتم النبیین“ تھے اور یہ بات جب ہی راست آسکتی ہے جبکہ ”خاتم النبیین“ کے مفہوم کو ختمِ زمانی میں حصر نہ کیا جائے اور اس سے ”نبوت بالذات“ مراد لی جائے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ اس پر کچھ زیادہ غور کریں گے۔

آپ کے ادعاہِ حصر کے ابطال کے لئے میں نے ایک صریح حدیث یہ پیش کی تھی ”لکل ایتۃ منها ظہور و بطن و لکل حد مطلع“ یعنی قرآن کی ہر آیت کے ایک ظاہر ہی معنی ہوتے ہیں اور ایک باطنی۔ الخ“ اس کے جواب میں آپ نے کہا کہ ”خاتم النبیین“ کوئی مستقل آیت نہیں ہے بلکہ وہ آیت کا ایک جز ہے لہذا وہ اس حدیث کے تحت میں نہیں آتا۔ میں نے اس کا جواب دیا تھا کہ کسی آیت کے باطنی معنی جب ہی بن سکتے ہیں جبکہ اس کی مفردات کے بھی باطنی معنی لئے جائیں، آپ اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔ نیز میں نے آپ کے اعلیٰ حضرت کی کتاب ”الدولۃ المکیہ“ سے ایک عبارت پیش کی جس میں صراحتاً مذکور ہے کہ ”فقید کامل وہی ہو سکتا ہے جو قرآن پاک کے ایک ایک لفظ کو چند چند معانی پر محمول کرے“

اس کے جواب میں آپ نے ایک عجیب و غریب بات یہ فرمائی ہے کہ اس عبارت میں ”اللفظ الواحد“ میں الف لام استغراق کا نہیں ہے۔ حالانکہ غالباً وہ عبارت آپ نے اصل کتاب میں ابھی تک دیکھی بھی نہیں ہے ورنہ آپ

ایسی لغو بات نہ کہتے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے جس مدعا کے ثبوت کے لئے وہ عبارت نقل کی ہے وہ عجیب ہی ثابت ہو سکتا ہے کہ الف لام کو استغراق کے لئے مانا جائے اور یہ تسلیم کیا جائے کہ تمام کتاب قرآنی کے متعدد محال ہو سکتے ہیں۔ بہر حال آپ کے دعوائے حصر کے خلاف جو دلائل میں نے اب تک قائم کئے ہیں وہ بجز اللہ سب صحیح و سالم ہیں اور ان کا آپ کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ پس حصر کا دعویٰ محض باطل اور آپ ہی جیسے حوالم کا خیال خام ہے اور یہ کہنا تو افسوسناک جہالت اور خطرناک جسارت پر مبنی ہے کہ یہ حصر ضروریات دین میں سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آپ کسی ایک معتبر دینی کتاب میں بھی یہ نہیں دکھلا سکتے کہ مفہوم خاتم النبیین کا ختم نامی میں حصر ضروریات دین میں سے ہے۔ معلوم نہیں آپ کو یہ ضروریات وہی "کئے معنی بھی معلوم ہیں یا نہیں۔ معزز حاضرین! یہ ہے کل سے اب تک کی ساری بحث کا خلاصہ اور یہی ہے اصل موضوع بحث۔ میں امید رکھتا ہوں کہ آپ ان تمام باتوں کو یاد رکھیں گے اور ایمان و انصاف سے فیصلہ کریں گے۔

مولوی حسنت علی صاحب کا چھٹا بیان اور مناظرہ کا خاتمہ

۴۸۶/۹۲ - میں نے تحذیر الناس کی بحث ہرگز نہیں چھوڑی، میرے ۴۳ سوالات داعتر احقر تحذیر الناس پر نازل ہیں، ان سوالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا کہ اصل بحث کو چھوڑ دیا، کتنا سفید جھوٹ ہے۔ خواب والا واقعہ تو محض استطراد بطور تائید و توضیح پیش کیا گیا، حدیث شریف ”كنت عند الله خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینہ“ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ خاتم النبیین کے معنی میں کہ حضور نبی بالذات ہیں بلکہ صرف یہ مطلب ہے کہ میرے وصف کریم ختم نبوت کا ملکوت اعلیٰ میں اعلان ہو چکا تھا اور اس وقت تک آدم علیہ السلام کے جسم مبارک کا خمیر بھی تیار نہیں ہو چکا تھا۔

”فتح الرحمن“ کی عبارت لکھ کر اس کے نیچے لکھ دیکھئے کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے پھر ہم جواب دیں گے ابھی تک تو آپ نے عبارت بھی نہیں پیش کی تھی

عالمگیری کو آپ صحیح مانتے ہیں یا فتاویٰ رشیدیہ کو؟

فیروز الفتح عبید الرضا محمد حسنت علی خان قادری رضوی مجددی لکھنؤی غفرلہ
دافع الوسواس آپ کے نزدیک بالکل حق و صحیح ہے تو صفحہ ۱۲ کو دیکھ کر یہ عبارت لکھ دیکھئے کہ دفع الوسواس میں میں جو کچھ لکھا ہے سب حق ہے پھر ہم سے جواب لیجئے۔ محمد حسنت علی خان غفرلہ

”فتح الرحمن“ کی عبارت حضرت مولانا محمد منظور صاحب اپنے پانچویں تحریری بیان میں نقل فرما چکے ہیں۔ ۲۰ طریق

کرام نے بھی ملاحظہ فرمائی ہوگی۔ لیکن مولوی حسنت علی صاحب کی حواس باطنی کا یہ عالم تھا کہ سولیف کی تحریر و تقریر کی بھی خبر نہ تھی۔

”دافع الوسواس“ صفحہ ۴ کی عبارت کے متعلق مولانا نعمانی صاحب کا جواب روزنامہ کے صفحہ ۳۸ پر درج ہے۔

نوٹ از مرتب غفرلہ

مولوی حسنت علی صاحب نے یہ تحریری بیان، جو مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی تقریر

ہی کے دھان میں لکھ لیا تھا، مولانا موصوف کے حوالہ کیا اور اس کے بعد ذیل کی عجیب و غریب تقریر کی۔ مرتب

بھائیو! آپ نے دیکھ لیا کہ مولوی منظور صاحب میری باتوں کے جواب سے بالکل عاجز ہیں اور جن باتوں کا جواب میں پہلے ہی دے چکا ہوں انہیں کورٹے جھٹکتے ہیں۔ ارے مولوی صاحب! جو کچھ آپ نے کہا ہے اس سب کے پرچے تو میں پہلے ہی اڑا چکا ہوں۔ آپ پر میرے پچاس سے زیادہ مطالبات سوار ہیں، پہلے ان کو اپنے اوپر سے اتار لیے۔ اور نانوتوی اور محتانوی کے کفر پر جو براہین قاہرہ میں نے قائم کئے ہیں ان کا جواب دیجئے۔

میں اپنے پہلے ہی بیان میں ثابت کر چکا ہوں کہ تحذیر الناس کے تینوں فقرے تین مستقل جملے ہیں اور ان میں تین مستقل کفر ہیں، اور وہ خواہ کسی ترتیب سے لکھے جائیں ان کے مطلب میں کوئی فرق نہیں آتا۔ آپ کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ آپ کہتے ہیں نانوتوی صاحب ختم نبوت زمانی کے قائل تھے۔ یہ ان پر آپ کا افتراء ہے۔ وہ تو تحذیر الناس صفحہ ۸ پر صاف لکھ چکے ہیں کہ ”ختم نبوت زمانی یعنی حضور کا سب سے پچھلا نبی ہوتا آپ کے شایان شان ہی نہیں۔“ مولوی منظور صاحب دیسے تو آپ بہت بھولے بھٹے ہیں مگر آپ سے یہ جیتے جاگتے جھوٹ بولنے خوب لگتے ہیں۔

محتانوی صاحب اور ان کے مرید کو کفر سے بچانے کے لئے آپ نے کہا ہے کہ محتانوی صاحب کے مرید نے بیداری میں ان پر درود ایک ہی دو دفعہ پڑھا تھا۔ یہ بھی آپ کا سفید جھوٹ ہے وہ تو خود کہتا ہے کہ اس دن، دن بھر اس کی یہی حالت رہی اور وہ محتانوی جیٹ پر درود کا وظیفہ جیتا رہا۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس سے بے اختیار ہی میں ہوا۔ کہیں دنیا میں آپ نے ایسی بے اختیاری دیکھی سنی ہے کہ آدمی جاگ رہا ہو، ہوش میں ہو اور وہ دن بھر ایک بات کہنی چاہے اور اس کے منہ سے نکلے بلکہ

سہ مولوی حسنت علی صاحب کے اس صدی فی صدی افتراء کا جواب مولانا منظور صاحب کی تفسیری تقریر کے ضمن میں روداد ہائیکے صفحہ ۵۴ پر گزر چکا ہے۔ ۱۲ منہ۔ سہ یہ بھی مولوی حسنت علی صاحب کا خالص جھوٹ ہے صاحب ذوق کا بیان اس کے الفاظ میں مولانا کے چوتھے بیان کے ذیل میں روداد ہائیکے صفحہ ۵۵ پر گزر چکا ہے اس میں یہ کہیں نہیں ہے کہ درود والی غلطی اس سے دن بھر ہوتی رہی بلکہ اس میں تو دوسری دفعہ کا ذکر بھی نہیں ہے۔ ۱۳ مرتب غفرلہ۔

اس کی بجائے دوسری بات نکل نکل جائے۔ کیا زبان اس کے منہ میں کوئی لکڑی پڑی تھی جو بھتیجا رنود بولتی جا رہی تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ اس کے دل میں پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت نہیں تھی۔ بلکہ اس کے بجائے سخاوی کی محبت و خناس بیٹھا ہوا تھا اس لئے اس کے منہ سے سخاوی ہی کا نام نکلتا تھا۔ اور سخاوی کے اسی مرید پر کیا منحصر ہے سب دبا یوں کا یہی حال ہوتا ہے، دیوبند کے مدرسہ میں پڑھایا ہی یہ جانتا ہے۔ خود آپ کا یہی حال ہے کل جب ہم نے مناظرہ کے بعد حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھنا شروع کیا تو آپ نے شرکت نہیں کی اور اس طرح گتیاں سننے لگے۔

اس موقع پر گتیاں سننے والے کی جو نقل مولوی حسرت علی صاحب نے کی تھی وہ فلوٹکینے کے لائق تھی اور صحیح یہ ہے کہ اگر مولوی حسرت علی صاحب کے وطن لکھنؤ شریف کے نقال اس وقت وہاں ہوتے تو شاید وہ بھی اسی سنیں کی داد دیتے مولوی حسرت علی صاحب کی اس نقالانہ حرکت پر سب ہی کو ہنسی آگئی۔ یہاں تک کہ مولانا محمد منظور صاحب بھی اپنی انتہائی اور شرعہ آفاق مناسبت کے باوجود مضطرب کر کے اور مسکراہٹ آہنی گئی۔ اس پر مولوی حسرت علی صاحب نے فرمایا۔

”اے مولوی منظور! دانت کیا نکالتے ہو میری طرف دیکھو میں تمہارا غم ہوں“ حاضرین اہلسنت میں سے بعض پر غمخوشی نوجوان مولوی حسرت علی صاحب کی اس _____ کا جواب دینا چاہتے تھے اور انہوں نے حضرت مولانا نعمانی صاحب سے بہت اصرار کے ساتھ درخواست بھی کی لیکن مولانا موصوف نے ان کو بیکر روکا اور کھڑے ہو کر فرمایا کہ۔
اُس قسم کے الفاظ سے آپ کا مقصد صرف یہ ہے کہ میں بھی مشتعل ہو کر اس کا ترکی بہ ترکی جواب دوں اور کہوں کہ میں آپ ہی کا نہیں بلکہ آپ کے استادوں کا بھی غم ہوں، کیوں کہ میں نے آپ کے اساتذہ سے بھی مناظرہ کیا ہے۔ اور پھر اس کے جواب میں آپ اور سخت لفظ بولیں پھر میں اس کا اس سے زیادہ سخت جواب دوں اور عام لوگوں میں اشتعال پیدا ہو جائے

لے یہ وہ بہتان عظیم ہے جس کا جواب انشاء اللہ مولوی حسرت علی صاحب کو مرنے کے بعد قبر میں اور حشر میں ملے گا قال اللہ تعالیٰ ولا تقف ما ليس لك به علم ان السمع والبصر والفؤاد كل اولئك كان عنه مسئولا۔ قرآن مجید۔ مرتب
لے کیا مولوی حسرت علی صاحب کو یہ آیت قرآنیہ پہنچتی تھی اللہ علی الصکاذبین ”یہی ہماری طرف سے اس افتراء والا بہتان کا جواب ہے۔ ۱۲۰۔ مرتب۔

اور ذمہ داران اس خطرہ محسوس کر کے مناظرہ بند کر دیں۔ لیکن یقین کیجئے کہ آپ اس ارادے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ آپ شوق سے گالیاں دیں، سخت سے سخت لفظ بولیں مگر میں اس کے جواب میں آپ کے لئے صرف ہدایت و شرافت کی دعا کروں گا اور اللہ اللہ اس و امان قائم رہے گا اور آپ کے علی الرغم مناظرہ جاری رہے گا۔

مولوی حسرت علی صاحب نے اس کے جواب میں پھر مولانا کی شان میں ایک نہایت کریمہ لفظ استعمال کیا (چہرہ کو یہاں ہم نقل بھی نہیں کر سکتے) اور کہا کہ میں تو مناظرہ بند کرنا نہیں چاہتا لیکن آپ اپنی ان باتوں سے مناظرہ بند کر دانا ضرور چاہتے ہیں۔ مولانا محمد منظور صاحب اس کا کوئی جواب نہ دینے پائے تھے کہ جناب سب انسپکٹر صاحب پولیس نے جو دہاں انتظامی ڈیوٹی پر تھے اپنی کرسی سے کھڑے ہو کر فرمایا کہ۔

اب میں یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوں کہ جیسے الفاظ آپ استعمال کرتے ہیں اگر آپ کے مقابل (مولانا

محمد منظور صاحب) بھی ایسے ہی لفظ استعمال کریں تو ضرور ہم کو مناظرہ بند کرنا پڑے گا۔

یہ سب انسپکٹر صاحب کا کھلا فیصلہ تھا جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ مناظرہ بند کرانے کی دوش آپ کی ہے نہ مولانا محمد منظور صاحب کی۔ جس دن یہ واقعہ پیش آیا ہے وہ مناظرہ کا دوسرا دن تھا اور گیارہ بج چکے تھے۔ سب انسپکٹر صاحب کے اس فیصلہ پر کچھ کا اجلاس برخاست ہو گیا اور فریقین اپنے اپنے قیام گاہ پر چلے گئے۔

بارہ بج کے بعد ایس، ڈی، او (مٹی بھٹریٹ صاحب) کی طرف فریقین کو بلا یا گیا۔ اہلسنت کی طرف سے مولانا

محمد منظور صاحب اور جناب انجم صاحب مدیر رسالہ "ندیم" گیا صدر مجلس مناظرہ منجانب اہلسنت تشریف لے گئے۔ ایس، ڈی، او صاحب نے فرمایا کہ مناظرہ کے متعلق ہمارے پاس جو رپورٹ پہنچی ہے وہ خطرناک ہے اور نقص امن کا اندیشہ ہے اس لئے ہمارا خیال ہے کہ یہ سلسلہ بند کر دیا جائے۔ مولانا محمد منظور صاحب اور جناب انجم صاحب نے مناظرہ کی ضرورت ظاہر کرتے ہوئے حفظ امن کی طرف سے اطمینان دلایا اور فرمایا کہ ہم اس کی پوری پوری کوشش کریں گے کہ کوئی ناخوشگوار صورت پیش نہ آئے اور عمال حکومت کو شکایت کا موقع نہ ملے۔ اور ہم کو قوی امید ہے کہ ہم اس کوشش میں کامیاب ہو جائیں گے۔ یہ گفتگو کچھ دیر تک رہی یہاں تک کہ ایس، ڈی، او صاحب کو حفظ امن کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔ اور انہوں نے مناظرہ جاری رکھنے کی اجازت دے دی۔ اور یہ حضرات وہاں سے فائز المرام واپس تشریف لے آئے اور کچھ دیر بعد عام طور پر لوگوں کے علم میں بھی آگئی۔

ان حضرات کے بعد فریق ثانی کی طرف سے مولوی حسنت علی صاحب اور ان کے بعض انصار و اعموان نے ایس ڈی او صاحب سے ملاقات کی۔ تفصیل کے ساتھ ہم کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ان حضرات سے کیا گفتگو ہوئی۔ قیاس چاہتا ہے کہ ایس ڈی او صاحب نے جوابات مولانا محمد منظور صاحب اور انجم صاحب سے فرمائی تھی وہی ان حضرات سے بھی کہی ہوگی اور غالباً بلکہ یقیناً ان حضرات نے ایس ڈی او صاحب کو مطمئن کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ ایسی باتیں کہیں جس سے ان کا خطرہ اور زیادہ بڑھ جائے اور جس کو مناظرہ سے جلن چڑانی بھاری ہو رہی تھی اس کو چاہئے بھی یہی کرنا تھا، بہر حال یقین کے ساتھ ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہاں ان حضرات نے کیا کہا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد افواہ یہ سنا گیا کہ ایس ڈی او صاحب نے ان لوگوں کو مناظرہ بند کر دینے کا حکم دے دیا۔ اور ان ناخدا ترسوں کی طرف سے یہ پروپیگنڈا بھی شروع کر دیا گیا کہ مولانا منظور صاحب اور انجم صاحب نے ایس ڈی او صاحب سے کہہ کر مناظرہ بند کرا دیا ہے۔

چونکہ یہ خبر صرف افواہ سنی گئی تھی اور اس کی باضابطہ اطلاع مولانا محمد منظور صاحب کے پاس نہیں آئی تھی اس لئے مولانا موصوف نے ایس ڈی او صاحب کو ایک چٹھی لکھی جس کی نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

جناب عالی ! جناب کے حکم کے بموجب جب میں اور انجم صاحب دوپہر جناب کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تو جناب نے مناظرہ کے متعلق فرمایا تھا کہ مناظرہ جاری رہے اور حفظ امن کا خیال رکھا جائے۔ چنانچہ ہم لوگوں نے یہاں آکر اس کا اعلان بھی کر دیا کہ مناظرہ بدستور جاری رہے گا مگر اب شام کے وقت یہ خبر سنی گئی کہ آنجناب نے مناظرہ بند کرنے کا حکم صادر فرما دیا ہے۔ ساتھ ہی ہمارے مخالفین یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ ہم لوگوں نے ہی آنجناب سے کہہ کر مناظرہ بند کرایا ہے۔ حالانکہ ہم کو ابھی تک پورے طور پر اس کی خبر بھی نہیں۔ پس گزارش یہ ہے کہ حقیقت حال سے مطلع فرما کر ممنون فرمایا جائے تاکہ اصل بات معلوم ہو جائے اور غلط فہمیاں پیدا نہ ہوں۔

محمد منظور نعمانی عطا اللہ عنہ : ۲۴/۲/۳۶

مولانا کے اس مکتوب پر ایس ڈی او صاحب نے بزبان انگریزی جواب لکھا کہ۔

”پولیس کی رپورٹ کی وجہ سے مناظرہ بند کر دینا پڑا۔“

اور قاصد کی جو گفتگو زبانی ایس ڈی او صاحب سے ہوئی اس میں جناب موصوف نے فرمایا کہ پولیس کی رپورٹ خطرناک

تھی مگر چونکہ پہلے فریق (مولانا محمد منظور صاحب و انجم صاحب) نے حفظ امن کی طرف سے اطمینان دلایا اور ان کی باتوں سے کچھ

اطمینان ہو گیا تھا اس لئے میں نے اجازت دے دی تھی۔ لیکن دوسرے فریق کے لوگ جب ملے تو ان کا رویہ قابل اطمینان نہ تھا اس لئے ہم کو مناظرہ روک دینا پڑا۔

بہر حال مولوی حسرت علی صاحب کی سخت کلامی اور اس پر پافسر پولیس کی رپورٹ، پھر ایس ڈی اد صاحب بہادر کے حکم سے اس طرح مناظرہ ناقص ختم ہو گیا۔

مولانا محمد منظور صاحب نے ایس ڈی اد صاحب کو چٹھی لکھنے کے ساتھ ایک خط مولوی حسرت علی صاحب کو بھی لکھا تھا جس کی نقل درج ذیل ہے۔

از بندہ ناچیز محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ۔

گرامی خدمت جناب مولوی حسرت علی صاحب بعد ماہر اسنون۔ ایک بجے کے قریب ایس ڈی اد صاحب کی جانب سے آپ حضرات کی طرح میرے اور انجم صاحب کے نام بھی طلبی تا سر آیا اور ہم نے دو بجے سے پہلے ان سے ملاقات کی ان کا خیال حفظ اس کے لئے مناظرہ بند کر دینے کا تھا لیکن ہم نے ان کو یقین دلایا کہ حفظ اس کی ہم پوری پوری کوشش کریں گے تو وہ مناظرہ جاری رہنے پر راضی ہو گئے تھے اور ان کے آخری الفاظ اس بارہ میں یہ تھے کہ ”آپ لوگ حفظ اس کا خیال رکھئے اور مناظرہ جاری رکھئے، اگر پھر ہم کو اس کی طرف سے خطرہ محسوس ہوگا تو ہم مناظرہ بند کر دیں گے“ چنانچہ ہم نے وہاں سے اُٹھ کر اپنے احباب میں اعلان بھی کر دیا، لیکن اسی وقت بعض احباب سے معلوم ہوا کہ شہر میں یہ خبر گشت کر رہی ہے کہ ایس ڈی اد صاحب نے مناظرہ بند کر دیا ہے۔ صاحب موصوف سے آپ حضرات کی ملاقات میرے بعد ہوئی تھی تو کیا آپ کو اس قسم کا کوئی حکم دیا گیا ہے۔ براہ کرم بہت جلد مطلع فرمائیے کہ اس افواہ کی کیا حقیقت ہے، اس سلسلہ میں میں نے ایک چٹھی ایس ڈی اد صاحب کو بھی لکھی ہے ابھی وہاں سے جواب موصول نہیں ہوا ہے۔ جناب مت جلد جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ کے پروگرام پر غور کیا جاسکے اور اگر خدا نہ کر دے یہی صورت ہے تو اس کے تدارک کی کوشش کی جائے۔ یا بصورت مجبوری مناظرہ کی نوعیت بدل دی جائے۔“

محمد منظور نعمانی ۳۶/۲/۲۴

مولانا مظہر کے اس مکتوب کا منشا صاف یہ تھا کہ اگر مناظرہ حکومت کی طرف سے کسی خطرہ کی وجہ سے ممنوع قرار دے دیا گیا ہے تو ہم مل کر اس کا تدارک کریں یعنی اس خطرہ کی طرف سے عمال حکومت کو مطمئن کر کے اس کی پھر اجازت حاصل کریں اور

اگر وہ کسی طرح مطمئن نہ ہو سکیں تو پھر مناظرہ کی نوعیت بدل دی جائے یعنی صرف تحریری رکھا جائے جس میں کوئی خطر نہیں لیکن مولوی حسنت علی صاحب نے اس سے جیسا بے پردہ گریز کیا وہ ان کی جوابی تحریر میں ملاحظہ فرمائیے۔ مولانا کے اس مکتوب گرامی کے جواب میں آپ لکھتے ہیں۔

” جناب مولوی منظور صاحب سنبھلی ہدایہ الہی تعالیٰ الی الحق اجل و شب تننا علی الصراط السوی سلام علیکم کرم القرآن العظیم۔ آپ کا خط پہنچا جواب میں گزارش ہے کہ آپ نے ایس ڈی او صاحب کو جو خط لکھا ہے اس کا جواب ہو آپ کو وصول ہو گا اور آج کی کارروائی پر جو آرڈر دیا ہے اس کی نقل باضابطہ لے کر فقیر کے پاس بھیج دیجئے۔ ان دونوں تحریروں پر غور کر کے آپ کے اس خط کا جواب دیا جاسکتا ہے۔

فقیر ابو الفتح عبید الرحمن حسنت علی خاں قادری ضوی مجتبیٰ لکھنؤی

شب شنبہ یکم ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ

ناظرین کرام! غور فرمائیے کہ ایس ڈی او صاحب کے جواب یا آرڈر کی نقل (اور وہ بھی باضابطہ نقل) کو مولانا کے جواب سے کیا تعلق ہے؟ اور اس کی کیا ضرورت ہے۔ اور اگر بالفرض مولوی حسنت علی صاحب کو اس کی ضرورت بھی تھی تو ان کو وہ خود حاصل کرنی چاہئے تھی۔ مولانا کو یہ لکھنا کہ آپ حاصل کر کے بھیج دیجئے کس رشتہ کی بنا پر ہے اور کیا معنی رکھتا ہے۔ ہمارے نزدیک اس کے معنی سوائے دفع الوقتی کے اور کچھ نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ اگلے روز بذریعہ اشتہار ان کو ایس ڈی او صاحب کے جواب کا علم بھی ہو گیا لیکن پھر بھی مولانا کے خط کے جواب میں وہ کچھ خاموش ہیں۔

یہ ہیں واقعات ”مناظرہ گیا“ کے حق و باطل اور فتح و شکست کا فیصلہ ہم ناظرین کرام پر چھوڑتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ اصل مناظرہ کی طرح اس روئےداد کو بھی مسلمانوں کے لئے نفع بخش بنائے آمین بحرمۃ النبی الامین و صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین الحمد للہ یوم الدین۔

خاکسار محمد عبدالقدوس مباری غفرلہ

بشارت نبویؐ

”مناظرہ کیا“ کی روئے ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیے اسی سلسلہ میں حضرت حکیم الامت مظاہر کے حق میں ایک بشارت نبویؐ کا ذکر نہایت ضروری ہے۔

اس مناظرہ سے چند روز پہلے جب کہ مولوی حشمت علی صاحب گیا پہنچ چکے تھے اور اپنی تقریروں میں اکابر علماء اہلسنت بالخصوص حضرت حکیم الامت محی السنۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب (دامت برکاتہم) کے خلاف حسب عادت بہت زیادہ زہرا گل رہے تھے اور نہایت ناپاک قسم کے بہتان ان حضرات پر لگا رہے تھے، اسی دوران میں جناب محمد اشرف صاحب گیا وہی (جو خود حضرات علماء دیوبند کے مسلک پر نہیں ہیں اور جن کو پہلے سے اکابر جماعت دیوبند سے کوئی خاص عقیدت بھی نہ تھی) خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت باسعادت سے مشرف ہوئے۔ انہوں نے حضورؐ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ حضور! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہاں ایک صاحب مولوی حشمت علی صاحب آئے ہوئے ہیں وہ مولوی اشرف علی صاحب کو بہت بُرا کہتے ہیں ان میں کون حق پر ہے؟

ارشاد فرمایا ”مولوی اشرف علی حق پر ہیں وہ بہت اچھے آدمی ہیں“

یہ صاحب محمد اشرف کجا اللہ اس وقت بھی حیات میں بفضلہ تعالیٰ نہایت نیک اور خدا ترس مسلمان ہیں اور اب بھی کے اعتبار سے اکابر علماء دیوبند کے پورے پورے سہمنوا نہیں ہیں، لیکن اس خواب کے بعد سے اس جماعت حقہ کے اکابر بالخصوص حضرت حکیم الامت کے ذات اقدس سے والہانہ عقیدت اور غیر معمولی محبت دیکھتے ہیں جو حضرات چاہیں ان سے تصدیق کر سکتے ہیں۔ یہ بشارت عظمیٰ فی الحقیقت دربار نبوتؐ سے گئی کے اس مناظرہ بلکہ اہل بدعت والہنت کے تمام اختلافات کا روشن فیصلہ ہے۔ حق تعالیٰ ان بخت گراہوں کو ہدایت بخشنے جو ایسے بزرگوں کے حق میں بدگوئی کر کے اپنا نامہ اعمال سیاہ کرتے ہیں ان کو یقین رکھنا چاہئے کہ ایک دن سب کو اس دنیا سے جانا اور رب ذو الجلال کے قیام جی میں بھی پیش ہونا ہے۔

فریب ہے یارو روزِ محشر چھپے گاشتوں کا خون کیونکر ۝ جو چپ رہے کی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا

والسلام آخر الکلام ناچیز محمد عبدالقدوس بہاری غفرلہ

فتح بریلی کا دلکش نظارہ

مرتبہ
مولانا رفیع حسین فاروقی

انجمن ارشاد المسلمین

۱۴۔ بہاولپور روڈ، مزنگ لاہور

فہرست مشمولات

۵۷۷	انتقاد مناظرہ کے اسباب
۵۸۶	مناظرہ کا پہلا دن
۵۹۱	مناظرہ کا دوسرا دن
۶۱۷	مناظرہ کا تیسرا دن
۶۶۴	مناظرہ کا چوتھا دن
۶۸۹	باقی مناظرہ کا فیصلہ
۶۹۴	مناظرہ کے اثرات
۶۹۶	رضا خانیت کا آخری سہارا
۶۹۹	ضمیمہ ۱، بریلوی روداد کا مختصر تجزیہ
۷۱۰	رضا خانی تنزیب کی عربی تصویر

العقائد مناظرہ کے اسباب

کے متعلق بچائے اس کے کہ ہم اپنی طرف سے کچھ لکھیں مناسب سمجھتے ہیں کہ بانی مناظرہ جناب محمد شبیر صاحب بریلوی سیکڑی اسلامی تجارتی کمیٹی لکھنؤ کا وہ تحریری بیان نقل کر دیں، جو انہوں نے العقائد مناظرہ کے متعلق اشتہار کی شکل میں شائع کیا تھا۔ ملاحظہ ہو وہ لکھتے ہیں۔

حضرات ! میں شہر کننہ بریلی کا باشندہ ہوں اور ایک عرصہ سے تجارتی سلسلہ سے لکھنؤ رہتا ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں مسلمان ہوں اور دیوبندی، بریلوی مناقشات مجھے کبھی کوئی دل چسپی نہیں ہوتی کچھ دن ہوئے کہ میں اپنے وطن بریلی آیا۔ میرے اہل محلہ سید اعجاز بنی صاحب، مولوی لیاقت حسین صاحب، ثناء اللہ صاحب، سید حبیب الحسن صاحب، ڈاکٹر رحمت علی صاحب اور ان کے کراہہ دار (جن کا نام اس وقت یاد نہیں)، ان تمام حضرات نے جو مولوی حامد رضا خان صاحب کے مانتے والے ہیں، مجھ سے کہا کہ تمہارے بڑے بھائی دو بانی ہو گئے ہیں اور وہ مولوی اشرف علی صاحب کو مانتے ہیں۔ لہذا ان سے سلام و کلام وغیرہ سب بچھوڑ دو۔ اور اس کے متعلق بڑے مولوی صاحب (مولانا حامد رضا خان صاحب) سے فتوے دریافت کر لو۔ چنانچہ میں نے اس کے متعلق سوال لکھا۔ اور مولانا صاحب جو بڑے مولوی صاحب کے غالباً مرید بھی ہیں مجھ کو ہمراہ لے کر مولوی حامد رضا خان صاحب کے پاس پہنچے۔ مولوی صاحب نے سوال

لے سوال کی عبارت یہ تھی۔ ”دیکھا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میرا بڑا بھائی مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کو عالم مانتا ہے اور ان کی لکھی ہوئی کتابوں پر عمل کرتا ہے اور بعض لوگ مولوی اشرف علی صاحب کو دو بانی کہتے ہیں میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ دراصل مولوی اشرف علی صاحب دو بانی ہیں یا نہیں؟ اور اگر وہ دو بانی ہیں تو مجھ کو کیا کرنا چاہئے۔ اپنے بھائی (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

دیکھا اور زبانی جواب دیا کہ -

”مولوی اشرف علی کافر ہیں۔ ان کے ماننے والے بھی کافر ہیں، ان سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھا جائے۔“

میں نے عرض کیا کہ آپ اس کو لکھ دیجئے، میں دوسرے علماء صاحبان سے بھی جواب لکھاؤں گا۔ تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہمارے مدرس کے بڑے مدرس صاحب سے لکھاؤ۔ میں ان کے پاس حاضر ہوا، انہوں نے مجھ کو مولوی سردار احمد صاحب کے پاس بھیج دیا۔ اور انہوں نے وہی جواب لکھا جو مولوی حامد رضا خاں صاحب نے زبانی فرمایا تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سے ملوں یا نہ ملوں۔ اور دہائی کس کو کہتے ہیں؟ یہ فرزند اکبر مولوی احمد رضا خاں صاحب۔
(حاشیہ صفحہ ذرا) لے جو گزشتہ سالوں سے لاہور (فیصل آباد) میں تکبیری ہم چلا کر اپنے اسلاف کی سنت کو تازہ کر رہے ہیں (نام)
لے الجواب: اشرف علی تھانوی نے حضور اقدس سرور دو عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس در فیح میں صریح توہین و کھلی گستاخی کے کلمات طعونہ کیے ہیں۔ علمائے عرب و عجم نے ایسے کلمات کہنے والے کو کافر خارج از اسلام فرمایا ہے وہ کلمات یہ ہیں۔

”آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیبیہ یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات دہانم کہنے بھی حاصل ہے۔“ (حفظ الایمان)

اشرف علی تھانوی دہائی بلکہ دہائیوں کا پیشوا ہے۔ دہائی اسے کہتے ہیں کہ جو محمد بن عبد الوہاب نجدی (جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں طرح طرح کی گستاخیاں کرتا تھا) کا تبع ہو یعنی جو شخص رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان در فیح میں گستاخی کرے دہائی کا لفظ اس کے لئے مشہور ہو گیا۔ صورت مذکورہ میں اگر وہ شخص اشرف علی (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

لے عجیب کی چالاک اور عیاری قابل غور ہے کہ اصل عبارت حفظ الایمان میں لفظ ”ایسا علم غیب“ ہے اور اس عجیب نے اس میں سے لفظ ”غیب“ کو اٹا کر صرف لفظ ”علم“ لکھا ہے۔ اور اس طرح خلق اللہ کو دھوکے میں ڈال کر گمراہ کرنا چاہا ہے اور اپنے اسلاف مخرفین کی سنت مستمرہ پر عمل کیا ہے۔ فتوہ باللہ من شرور انفسہم۔ (درتب)

پھر میں نے وہ فتویٰ مولانا رفاقت حسین صاحب عمر دی کے سامنے پیش کیا انہوں نے اس کا رد لکھا اور کفر کے فتوے کو غلط، باطل ثابت کیا۔ اس کے بعد میرے انہیں محلہ داروں نے (جو مولوی حامد رضا خان صاحب کے خاص

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کی عبارت مذکورہ پر مطلع نہیں ہے تو اسے مطلع کر دیا جائے۔ اطلاع پانے کے بعد اگر وہ باز نہ آئے تو اس سے قطعاً علیحدگی اختیار کی جلتے۔ اس سے میل جول، سلام، کلام، کھانا، پینا سب حرام ہے۔ قَالَ تَعَالَى لَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَنَكُتْكُمْ النَّارَ۔ وَاللَّهُ اعْلَم۔ فقیر محمد سردار احمد غفرلہ الاحمد گوردہ پوری۔
(حاشیہ صفحہ ہذا) نے مرتب روئے داد ہذا احقر رفاقت حسین غفرلہ اس لائق نہیں ہے کہ مفتیانِ دین میں اس کا شمار ہو اور دفتویٰ نویسی اس کا کام ہے۔ البتہ اپنی استعداد اور استطاعت کے مطابق حسبِ توفیق وہ حق کی حمایت اور باطل کے خلاف جہاد کا جذبہ اپنے اندر ضرور رکھتا ہے۔ چونکہ مولوی سردار احمد صاحب نے اپنے اس فتوے کفر میں نہایت بیدردی کیساتھ حق و صداقت کا خون کیا ہے اس لئے اظہارِ انصواب جناب محشیہ بر صاحب سائل کے اصول پر ناچیز نے اس کفری فتوے کا مختصر جواب لکھ دیا جس کا نام بھی بعض اصحاب کی خواہش پر ”بطش شدید بر فخری عیند“ رکھ دیا گیا۔ ناظرین کی آگاہی کے لئے وہ جواب بعینہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

حائدا و صلیا۔ اما بعد ! معلوم ہونا چاہئے کہ مجیب نے اس جواب میں اپنے
بطش شدید بر فخری عیند
مجدد ملت محدث فی الدین مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کا اتباع

کرتے ہوئے نہایت سخت خیانت اور شرمناک بددیانتی سے کام لیا ہے۔ خانصاحب بریلوی نے بھی حفظِ الایمان کی یہی عبارت اسی طرح ناقص نقل کر کے اور اس میں تحریفات کر کے علماءِ حرمین کے سامنے پیش کی تھی اور ان حضرات کو دھوکہ دے کر اپنے فتویٰ کفر کی ان سے تصدیق کرائی تھی اور یہی وجہ ہوئی کہ جب اس عبارت کا صحیح مطلب علماءِ حرمین شریفین کے سامنے رکھا گیا تو ان حضرات نے اس کو بالکل بے غبار اور ناقابلِ اعتراض بتلایا اور صاف لکھ دیا کہ ایسا لکھنے والا صحیح العقیدہ سنی ہے۔ علماءِ حرمین کا یہ آخری فتوے ”التصدیقات“ کے نام سے اب سے تقریباً بیس سال پہلے شائع ہو چکا ہے۔ بہر حال بریلوی صاحب نے بھی اس عبارت کے متعلق یہ خلافِ دیانت کاروائی کی تھی اور انہیں کی اقتدا میں اس مجیب نے بھی وہی خیانت کی ہے اور عبارت کو ناقص نقل کیا ہے۔ ورنہ اگر اس کا ماسبق اور مالحظی پورا لکھ دیا (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

آدمی تھے، مجھ سے کہا کہ ان جھگڑوں کا ٹھیک فیصلہ مناظرہ سے ہو سکتا ہے۔ لہذا تم مولوی منظور احمد صاحب مدظلہ العالی اور مولوی سردار احمد صاحب کے درمیان مناظرہ کراؤ۔ دونوں جماعتوں اور دونوں عالموں کی ہر قسم کی ذمہ داری ہم ہیں گے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) جانا تو کسی کو کوئی شبہ نہ ہوتا۔ چونکہ حفظ الایمان کی اس عبارت کی توضیح علماء اہلسنت نہایت شرح و بسط کے ساتھ کر چکے ہیں۔ اور خود حضرت علامہ تھانوی مدظلہ بھی ”لبط البیان“ میں اس بہتان کا کافی شافی جواب دے چکے ہیں اس لئے اب کسی مزید تفصیل کی تو حاجت نہیں۔ ہاں مختصراً اتنا سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت تھانوی زید مجدہم اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کی مقدار میں کلام نہیں فرما رہے ہیں بلکہ آپ کا مطلع نظر صرف لفظ ”عالم الغیب“ کے اطلاق کا جواز و عدم جواز ہے اور آپ صرف یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لفظ ”عالم الغیب“ سے یاد کرنا درست نہیں۔ اور اس دعوے کی ایک دلیل مولانا اس عبارت سے پہلے بیان فرما چکے ہیں۔ یہ عبارت دوسری دلیل کی ہے۔ جس کا حاصل صرف یہ ہے کہ جو گمراہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ”عالم الغیب“ کہتے ہیں ان سے دریافت کیا جاوے کہ تم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتے ہو تو کس بنا پر۔ آیا اس درجہ سے کہاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے نزدیک تمام غیوب غیر متناہیہ کا علم ہے یا اس درجہ سے کہتے ہو کہ آپ کو بعض غیوب کا علم ہے پہلی بات تو بالکل ہی باطل ہے (اور مولوی احمد رضا خان صاحب بھی اس کو خالص الاعتقاد میں باطل کہتے ہیں)۔ دوسری بات یعنی یہ کہ آپ کو بعض غیوب کے معلوم ہونے کی درجہ سے عالم الغیب کہا جاوے تو اس صورت میں تمہارا قاعدہ یہ بٹھرا کہ جس کو بھی بعض غیب کا علم ہو گا اس کو تم عالم الغیب کہہ دیا کرو گے، تو پھر اس میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا اقتیادی نشان دہی گی۔ کیونکہ غیب کی بعض باتوں کا علم تو ہر شخص کو کسی نہ کسی طرح سے ہو جاتا ہے۔ بلکہ یہ بات تو انسان کے علاوہ اور چیزوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ پس تمہارے اس قاعدہ پر لازم آئے گا کہ دنیا کی حقیر سے حقیر چیزوں کو بھی عالم الغیب کہو (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

۱۰ اس کا ثبوت قرآنی آیات بلکہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی تصریحات سے بھی دو تادم فرامیں آئندہ آئیگا۔

۱۱ جو فیصلہ کن مناظرہ کے نام سے اس مجموعہ میں شامل ہے۔

چنانچہ ان لوگوں کی طرف سے حامد یار خان صاحب، نعل محمد صاحب اس کام کے انجام دینے کے لئے منتخب ہوئے اور میں بھی تیار ہو گیا۔ اور ہم لوگوں نے ایک تحریر لکھی جس میں مولانا محمد منظور صاحب سے یہ درخواست کی گئی کہ ہم لوگ مولوی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) پس اگر تم جواب دو کہ ہاں ہم تو سب کو عالم الغیب کہیں گے تو پھر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنے میں آپ کی کیا خاص تعریف ہوئی۔ جب کہ تمہارے نزدیک غیر انسان کو بھی عالم الغیب کہا جاسکتا ہے۔ یہ ہے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی مدظلہ کی اس عبارت کا مختصر خلاصہ، اگر تفصیل مطلوب ہو تو "لبسط البیان" اور "توضیح البیان" اور "معرکہ اقلیم" کی چوتھی بحث ملاحظہ فرمائی جاوے۔ بہر حال حضرت مولانا کی اس عبارت کے متعلق یہ کہنا کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین یا آپ کی شان اقدس میں گستاخی ہے، تو سخت بددیانتی اور اعلیٰ درجہ کی بیعتی ہے۔ بالخصوص جب کہ حضرت مولانا مدظلہ "لبسط البیان" میں مفقروں کے اس ناپاک افتراء سے اپنی برات اور بیزاری کا اعلان فرما چکے ہیں۔

یہاں تک تو اس جواب پر تنقید تھی۔ اب اصل سوال کا صحیح جواب ملاحظہ ہو: "کہ جو شخص حضرت تھانوی کو عالم ماننا ہے اور ان کی لکھی ہوئی کتابوں پر عمل کرتا ہے وہ سراسر حق پر ہے، بلے شک حضرت ممدوح اس وقت کے اکابر علماء حقانی میں سے ہیں اور آپ کی کتابوں نے ہندوستان کی سرزمین میں رشد و ہدایت کے دریا بلکہ بیرون ہند میں بھی فیوض و برکات کے چشمے بہا دیئے ہیں۔ بہت سے گمراہ لوگ صرف حضرت ممدوح کی تالیفات کا مطالعہ کر کے رام راست پر آ گئے۔ آج کجھد اللہ حضرت کے متوسلین میں ہزاروں سے اوپر ڈاکر اور شاغل ہیں جن کی زندگی ایمان و عرفان کا صحیح نمونہ ہے۔ ہم دیا نشہ کہتے ہیں اور شہادت دے سکتے ہیں کہ بفضلہ تعالیٰ حضرت والان نفوس قدسیہ میں سے ہیں جن کو دیکھ کر اللہ اور یوم آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے جس کو اس میں شک ہو اس سے ہم صرف اتنا عرض کریں گے کہ وہ باطل کی آلائشوں (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

سرکار احمد صاحب اور آپ کے درمیان مناظرہ کرانا چاہتے ہیں۔ کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں؟ یہ تحریر لے کر میں خود مولانا محمد منظور صاحب کے پاس حاضر ہوا، انہوں نے جواب دیا کہ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سے اپنے باطن کو پاک کر کے ایک دفعہ حضرت ممدوح کی خدمت اقدس میں حاضر ہو، اور ہماری ان معروضات کی تصدیق کرے۔ رہا کسی شخص کا حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کو دہائی کہنا سو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں

جب کہ صدیق و فاروق اور عثمان و مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین کو کافر اور منافق کہنے والے بھی اسی دنیا میں رہتے ہیں تو پھر یہ کون سے تعجب کا مقام ہے کہ کسی عالم حقانی کو برا بھلا کہجائے۔

ہندوستان کے عام جاہل ہر تنوع سنت اور پابند شریعت کو دہائی کہتے ہیں۔ تعزیر پرستوں کے نزدیک ہر وہ شخص دہائی ہے جو تعزیر داری کی شرکانہ رسوم سے منع کرے۔ اسی طرح قبر پرست ہر اس خدا پرست کو دہائی کہتے ہیں جو قبر پرستی کے خلاف بہادری کرے۔ سجدہ قبر، بوسہ قبر، اور طواف قبر وغیرہ وغیرہ بدعات و منکرات کو منع کرے اور بعض علاقوں میں اس کو دہائی کہا جاتا ہے جو سود اور قمار بازی کے حرام ہونے کا دعویٰ کرے۔

پس اگر وہاں بیت اسی کا نام ہے تو بے شک حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی مدظلہم اور ان کے خدام سخت سے سخت اور کٹر سے کٹر دہائی ہیں اور اس وہاں بیت پر وہ جس قدر بھی ناز کریں بھٹور ہے۔

خدا گو اہل جہنم ما ہمیں عشق است گناہ گسار و مسلمان مجرم مانجشند

اور اگر وہاں بیت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عداوت یا معاذ اللہ آپ کی شان اقدس میں اہانت اور گستاخی کا نام ہے تو حضرت تھانوی اور آپ کے متوسلین اس سے اسی طرح بری اور بیزار ہیں جس طرح کہ دوسرے موجدات کفر سے۔ ہمارے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن یا آپ کی شان میں گستاخی کرنے والا خدا کا دشمن اور ابد الابد کے لئے جہنم کا سزاوار ہے، وہ دنیا میں واجب القتل ہے اور خدا کی زمین کو اس کے ناپاک وجود سے پاک کر دینا چاہئے۔ واللہ علی ما نقول شہید۔

پس سائل کا بڑا بھائی جو حضرت مولانا تھانوی کی کتابیں دیکھتا ہے اس سے تعلقات منقطع کرنا حرام اور

” میرا اور مولوی حامد رضا خان صاحب کا تحریری مناظرہ جاری ہے۔ اس سے فائدہ اٹھائیے

مولانا حامد رضا خان صاحب سے میرے مناظرہ مضامین کا جواب اصالتاً یا دکالتاً دلو ایسے

اور اگر مولوی سردار احمد صاحب ہی سے مناظرہ کرانا ہے تو میری تخصیص بلاوجہ ہے۔۔۔۔۔“

اور تقریباً سی جواب مولانا نے اپنے قلم سے لکھ بھی دیا۔ لیکن جب میں نے اس پر اصرار کیا ہے کہ آپ خود ہی اس کو

منظور فرمائیے۔ تو آپ نے اذراہ عنایت میری درخواست کو منظور فرمالیا۔ اور پہلے جو چند سطریں آپ نے لکھی

تھیں ان کو قلم زد فرما کر (اسی درخواست کے ذیل میں) مندرجہ ذیل تحریر لکھ دی۔

” باسمہ تعالیٰ حمد و سلاماً۔ مندرجہ بالا تحریر میرے سامنے پیش کر کے مجھ سے تیاری و عدم

تیاری کے متعلق سوال کیا گیا ہے میں متوکل علی اللہ تعالیٰ عرض کرتا ہوں کہ تمام نزاعی امور میں

بترتیب الاہم فالاہم (جو خالص صاحب کا مسئلہ ہے) مولوی سردار احمد صاحب سے مناظرہ

کرنے کو تیار ہوں۔ جلسہ کی انتظامی صدارت مولوی حامد رضا خان صاحب فرمائیں گے۔

والحمد للہ اولاً و آخراً“

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

۱۳ محرم الحرام ۱۴۰۴ھ ۵۱۳ھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) بدترین گناہ ہے اور ایسے شخص سے قطع تعلقی کی رائے دینے والا اس خائب و خاسر جماعت میں سے ہے

جس کے متعلق قرآن عزیز کا بیان ہے۔

وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِمْ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ (بقرہ ۲۷)

واللہ تعالیٰ اعلم وعلما تم واحکم۔

حورہ العبد الراجی الی رحمۃ رب الکونین محمد

المدعو برفاقت حسین غفرلہ رب المشرقین

۱۳۵۴ھ

والمغربین العمروی وطننا والعمری نسبنا والحنفی مذهبنا یوم عاشوراء محرم الحرام

لہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ

مولانا کی یہ تحریر مولوی حامد رضا خان صاحب کے ان مریدین و معتقدین نے مجھ سے لے لی اور مولوی سردار احمد صاحب کے پاس لے گئے۔ انہوں نے تحریر فرمایا۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) لے درحقیقت مولانا محمد منظور صاحب کی یہ انتہائی فرائح و صلیبی تھی کہ انہوں نے مولوی حامد رضا خان صاحب کو فریقین کے لئے جلسہ مناظرہ کا انتظامی صدر تجویز کیا۔ مخالف اور حریف کے ساتھ اس سے زیادہ کوئی رعایت نہیں ہو سکتی لیکن یہ معلوم کن وجوہ سے مولوی حامد رضا خان صاحب کو مولانا سے اس قدر گریز ہے کہ وہ اس صدارت کے لئے بھی تیار نہ ہوئے۔ پرچ ہے۔ یعان الورد و الموت الشراب (مرتب)



(حاشیہ صفحہ نمبر ۱) لے ہم حیران تھے کہ مولوی سردار احمد صاحب کے فتوے کا رد تو لکھا اس ناچیز نے ادب مناظرہ کے لئے نامزد کیا گیا مولانا محمد منظور صاحب کو۔ اور غالباً ہمارے ناظرین کو بھی یہ خلیج ہو گا۔ لیکن تحقیق اور تفتیش سے معلوم ہوا کہ یہ کاروائی درحقیقت مولوی حامد رضا خان صاحب کی تھی۔ کیونکہ مولانا محمد منظور صاحب نے الفرقان میں مولوی حامد رضا خان صاحب سے ایک فیصلہ کن تحریری مناظرہ شروع کر رکھا ہے اور حسام اکرمین کی چاروں بحثوں کے متعلق مولانا موصوف اپنا دعویٰ نہایت مدلل طور پر پیش فرما چکے ہیں جس نے مولوی احمد رضا خان کی بنیاد اور افتراء پر دازی کو طشت از بام کر دیا ہے۔ اور باوجود شدید مطالبہ کے مولوی حامد رضا خان ابھی تک اس کے جواب میں خاموش ہیں۔ اب جناب مدیر الفرقان نے تین مہینہ کی آخری مصلحت دی ہے بہر حال مولانا موصوف کی اس سخت گرفت سے نجات حاصل کرنے کے لئے مولوی حامد رضا خان صاحب نے یہ چال چلی تھی اور مصلحت اس میں یہ سوچ بھی تھی کہ مولانا محمد منظور صاحب مولوی سردار احمد صاحب سے مخاطبہ گوارہ نہ فرمائیں گے کیونکہ وہ ان کے قرن نہیں ہیں اور بس ہم فقہاء ہی اعلان کر دیں گے کہ مولانا محمد منظور صاحب ہمارے مدرس کے مدرس صاحب سے مناظرہ کرنے کو آمادہ نہ ہوئے اور بھاگ گئے اور ہماری فتح ہو گئی۔ بہر حال اس مصلحت سے مولانا محمد منظور صاحب کو نامزد کر کے یہ تحریک اٹھائی گئی تھی اور درحقیقت ٹکھانے والے نے خوب ٹکھائی تھی۔ مگر قسمت بری تھی کہ مولانا موصوف نے محمد شبیر صاحب کے اصرار پر بلا لحاظ کفارت مولوی سردار احمد صاحب

” بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ فقیر کے سامنے ایک تحریر پیش کی گئی جس میں مولوی منظور صاحب نے فقیر کے ساتھ مناظرہ کی تیاری کا اظہار کیا ہے۔ فقیر کو ہرگز مناظرہ سے انکار نہیں۔ مولوی منظور صاحب کا چیلنج مناظرہ فقیر کو بغیر نظر و فکر منظور ہے۔ جن امور میں وہ مناظرہ کرنا چاہیں فقیر بھی کچھ تعلق ان امور میں مناظرہ کے لئے تیار ہے اور انتظامی امور سے فقیر کو کوئی تعلق نہیں۔“

فقیر سردار احمد غفرلہ الاحد

۱۴ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ گورکھ پوری

یہ تھے العقائد مناظرہ کے وہ اسباب جو بانی مناظرہ نے خود اپنے قلم سے لکھے ہیں۔

(مانوڈ از اشتہار جناب محمد شبیر صاحب بانی مناظرہ مشترکہ ۲۴ اپریل ۱۹۳۵ء)

آغاز مناظرہ سے پہلے جو امور رضا خانی حضرات کی طرف سے پیش آئے وہ بجلتے خود اگرچہ کچھ کم و بیش نہیں لیکن ہم بقصد اختصار ان کو چھوڑ کر اب ناظرین کو مجلس مناظرہ کی سیر کراتے ہیں۔



(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سے مناظرہ کرنا منظور فرمایا۔ اور مولوی حامد رضا خان صاحب کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْخَاطِئِينَ وَ مَكْرُوهًا وَ مَكْرًا ۝ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْكَافِرِينَ - ۱۳ مرتب

مناظرہ کا پہلا دن

۲۰ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ یوم پنجشنبہ

مناظرہ کا وقت رضا خانی صاحبان نے بلا ہمارے مشورہ کے دس بجے سے مقرر کیا تھا اور مولانا محمد منظور صاحب مع اپنے احباب کے تقریباً ساڑھے نو بجے مدرسہ اشفاقہ میں (جو جامعہ رضویہ کے قریب ہی واقع ہے) پہنچ بھی گئے تھے اور آپ نے اس کی اطلاع بھی بانی مناظرہ کو کرادی تھی۔ لیکن چونکہ منتظمین مناظرہ قضا کی کسی کاروائی کے لئے تھانہ میں بلائے گئے تھے اور وہ گیارہ بجے تک دہلی سے فارغ ہوئے اور اس کے بعد مولانا کو لینے کے لئے آئے اس لئے آج کے دن کی کاروائی بارہ بجے کے قریب شروع ہوئی۔ اہلسنت کی طرف سے جناب مولانا رفیع علی صاحب اول مدرس مدرسہ اشفاقہ صدر منتخب ہوئے۔ اور رضا خانی صاحبان کی طرف سے مولوی عیوب الرحمن صاحب بہاری۔

اس کے بعد موضوع مناظرہ کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ یہ مناظرہ چونکہ آپ کے مرکز میں ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ یہی فیصلہ کن مناظرہ ہو۔ اور تمام اختلافی مسائل پر اس میں بحث ہو۔ اسی لئے میں نے اپنی پہلی تحریر میں تمام نزاعی امور کا لفظ لکھا ہے اور آپ نے بھی اس کو منظور کر لیا ہے چنانچہ آپ کی تحریر میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ ”وہ یعنی محمد منظور“ جن امور میں مناظرہ کرنا چاہیں فقیر بھی مجھہ تعالیٰ ان امور میں مناظرہ کے لئے تیار ہے۔ پس میں چاہتا ہوں کہ یہ مناظرہ تمام مسائل مختلف فیہا پر ہو۔

مولوی سردار احمد صاحب نے فرمایا کہ اس مناظرہ کی بنیاد میرے اس فتوے پر ہے جس میں میں نے حفظ الایمان کے مصنف مولوی اشرف علی صاحب کی تکفیر کی ہے لہذا یہ مناظرہ محض حفظ الایمان کی عبارت پر ہوگا۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ جب کہ آپ خود لکھ چکے ہیں کہ میں ان تمام امور میں مناظرہ کو تیار ہوں جن پر محمد منظور چاہے۔ تو پھر اب جب کہ مناظرہ کا وقت آگیا تو آپ دوسرے مباحث سے کیوں گریز کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ
وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ (آل عمران ۲-۱۴۳)

اس کے بعد مولانا نے ثابت کیا کہ اگرچہ اس فتوے میں آپ نے صرف حفظ الایمان ہی کی عبارت لکھی ہے لیکن آپ حضرات کی تکفیر صرف اسی ایک عبارت پر مبنی نہیں ہے اس لئے فقط حفظ الایمان کے فیصلہ سے نہ صرف مسئلہ تکفیر کا بھی فیصلہ نہیں ہوتا چہ جائیکہ دوسرے مسائل۔ لہذا اس صورت میں مناظرہ بالکل بے سود ہو گیا۔ پھر مولانا نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ آج مجھے اہل بریلی پر پورے طریقے سے اتمام حجت کرنا ہے۔ حق تعالیٰ نے صرف اپنی عنایت سے مجھے آج یہ موقع دیا ہے کہ بریلی کی وہ سادہ لوح پیکیب جو حامی الکیفر اور علمبرداران تکفیر کے غلط پردہ لگنیٹے کی وجہ سے ہماری بات سننا حرام سمجھتی ہے۔ آج وہ میرا مناظرہ سننے کے لئے آئی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اسی صحبت میں پورے طور پر صداقت کا پیغام سنا دوں۔ اور ہر اختلافی مسئلہ کے متعلق قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنا اور اپنے اکابر کا نقطہ نظر واضح کر دوں۔

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ (الانفال ۴۲)

مجھے معلوم نہیں کہ پھر کبھی یہ موقع مجھ کو میسر ہو یا نہیں

امیر جمع ہیں احباب، حال دل کہہ لے

پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے

بہت دیر تک اسی پر گفتگو ہوتی رہی۔ مولوی سردار احمد صاحب چاہتے تھے کہ صرف عبارت حفظ الایمان پر مناظرہ ہو، اور مولانا محمد منظور صاحب کا اصرار تھا کہ تمام مسائل پر بحث ہو۔ بالآخر ایک بار مولوی سردار احمد صاحب کی زبان سے نکلا کہ۔ جناب محمد شبیر صاحب بانی مناظرہ یہاں موجود ہیں ان سے دریافت کر لیا جاوے کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ چنانچہ محمد شبیر صاحب نے فرمایا کہ میں تمام مسائل پر مناظرہ کرانا چاہتا ہوں تاکہ پورے طور پر حقانیت روشن ہو جائے۔ بانی مناظرہ کے اس فیصلہ کے بعد مولوی سردار احمد صاحب کو کوئی چارہ نہ تھا۔

جزاً قرآن کو ماننا پڑا کہ مناظرہ تمام مختلف فیہ مسائل میں ہو گا۔

اس کے بعد مباحثہ کی ترتیب کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اگر میں اپنی طرف سے کوئی ترتیب پیش کروں تو ممکن ہے آپ کو اس سے اختلاف ہو، اس لئے بہتر یہ ہے کہ مباحثہ کی ترتیب وہی رہے جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنے تکفیری فتوے ”حسامِ احرار میں“ میں قائم کی ہے۔ یعنی اول عباراتِ تحذیر الناس پر گفتگو ہو۔ اس کے بعد اس جعلی فتوے پر جو حضرت گنگوہی مرحوم کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ بعد ازاں عباراتِ براہین قاطعہ پر۔ اس کے بعد عباراتِ حفظ الایمان پر۔ یہی ترتیب مولوی احمد رضا خان صاحب کی قائم کردہ ہے اسید ہے کہ اس سے آپ کو کوئی اختلاف نہ ہو گا۔ تکفیر کی ان چاروں بحثوں کے بعد دوسرے اختلافی مسائل پر بھی الایہم فالایہم کی ترتیب سے گفتگو ہوگی جو مولوی احمد رضا خان صاحب کا سلسلہ اصول ہے۔ مولوی سردار احمد صاحب نے فرمایا کہ مجھ کو یہ ترتیب منظور نہیں ہے بلکہ سب سے پہلے حفظ الایمان پر گفتگو ہوگی دوسرے مباحثہ کے متعلق اس کے بعد دیکھا جائے گا۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ میں نے جو ترتیب پیش کی ہے وہ میری ایجاد کردہ نہیں ہے بلکہ آپ کے امام مذہب مولوی احمد رضا خان صاحب کی قائم کردہ ترتیب ہے۔ اگر آپ کے نزدیک اس میں کوئی نقصان ہے تو بیان کیجئے لیکن بلا کسی وجہ کے صرف میری ضد میں مولوی احمد رضا خان صاحب کی ترتیب کو چھوڑنا بالکل بے جا ہے۔ دوسرے یہ کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کوئی جاہل تو نہیں تھے اور آپ سے تو یقیناً زیادہ علم رکھتے تھے۔ انہوں نے جو ترتیب قائم کی آخر کچھ سوچ سمجھ کر ہی تو قائم کی ہوگی، آپ کو اس سے کیوں اختلاف ہے؟ جب کہ خود انہوں نے حفظ الایمان کی بحث کو سب سے آخر میں رکھا ہے۔ تو آپ اس کو سب سے پہلے رکھنے پر کیوں مُصر ہیں؟ ابھی تو مناظرہ شروع بھی نہیں ہوا ابھی سے آپ اپنے اعلیٰ حضرت کا دامن چھوڑنے لگے۔

بھر ہے دور تمہارا رنگِ فنی ابھی سے ہے۔

غرض مباحثہ کی اس ترتیب کے متعلق بھی بہت دیر تک گفتگو جاری رہی اور مولوی سردار احمد صاحب کی برابر یہی ضد رہی کہ پہلے حفظ الایمان کی عبارت پر گفتگو ہوگی۔ مولانا محمد منظور صاحب نے بار بار دلائل سے سمجھایا لیکن مولوی سردار احمد صاحب زمین پر ٹک گئے اور اپنی اس جھلند سے ڈٹ گئے۔ بالآخر بعض غنظین مناظرہ نے

مولانا محمد منظور صاحب سے عرض کیا کہ جب آپ کو تمام مباحث پر گفتگو کرنی ہے تو اس میں کیا حرج ہے کہ پہلے حفظ الایمان کے متعلق بحث ہو۔

مولانا نے فرمایا درحقیقت میرا اس میں کوئی حرج نہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ مولوی مردار احمد صاحب کی پہلی گفتگو سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہ دوسرے مباحث پر گفتگو کرنے کے لئے بالکل تیار نہیں ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ حفظ الایمان پر تھوڑی سی گفتگو کرنے کے بعد وہ کسی حیلہ سے مناظرہ ختم کر دیں گے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ دوسرے مباحث پر پہلے گفتگو ہو اور بعد میں حفظ الایمان پر تاکہ مناظرہ ناقص ختم نہ ہو۔

اس کے جواب میں رضا خانیوں کے صدر مولوی حبیب الرحمن صاحب بہاری نے کہا کہ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ حفظ الایمان کے بعد دوسرے مباحث پر بھی گفتگو ہوگی آپ صرف اس کو مان لیجئے کہ پہلے بحث حفظ الایمان ہو۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اچھا آپ اپنے مناظر صاحب سے محمد کو اس کی تحریر دلا دیجئے کہ حفظ الایمان کی بحث کے بعد دوسرے مباحث پر بھی وہ ضرور گفتگو کریں گے۔

مولوی مردار احمد صاحب نے اس موقع پر ایک عجیب و غریب شاخسانہ نکالا فرمانے لگے کہ نہیں جناب جب میں حفظ الایمان کی عبارت کا کفر ہونا ثابت کر دوں اور آپ مجمع عام میں توبہ کر لیں تو میں دوسرے مباحث پر گفتگو کر دوں گا اور جب تک آپ حفظ الایمان کے کفر سے توبہ نہیں کریں گے میں ہرگز اس وقت تک دوسرے مسائل پر مناظرہ نہیں

۱۔ اللہ کی عجیب شان ہے کہ مولانا کا یہ خیال حرف بحرف صحیح ہوا جیسا کہ ناظرین کو رومداد ہذا کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے اتقوا فراسة المؤمن فانہ ينظر بنور الله ۱۲۰ مرتب

۲۔ ناظرین اس احصائے شرط کی داد دیں اور رضا خانیوں کی مقبولیت کا ماتم کریں۔ یہ ہے رضا خانیوں کے بانیہ نماز مدرسہ موجودہ شیخ الحدیث۔ ناشر اور مناظر کی قابلیت۔ اس پر ان بزرگوار کو منطقہ رانی کا بھی دعوے ہے۔ کہ عقل بڑی یا بھینس ؟ بے شک ان منطقی صاحب کی عقل سے تو یقیناً بھینس ہی بڑی ہے۔

کر دیں گے۔

مولانا منظور صاحب نے فرمایا کہ جناب مجھے تو معلوم ہے کہ آپ کسی حال میں بھی دوسرے مسائل میں گفتگو نہیں کریں گے۔ اور چونکہ آپ کا دل جانتا ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت خالص اسلامی عبارت ہے اور کوئی کفر کا حامی قیامت تک اس کا کفر ثابت نہیں کر سکتا۔ اسی لئے آپ یہ نو شرط لگا رہے ہیں، کہ نہ اس عبارت کا کفر ہونا ثابت ہوگا نہ توبہ کی نوبت آئے گی، نہ آپ دوسرے مباحث پر مناظرہ کو تیار ہوں گے، مثل مشورہ ہے، نہ فوسن تیل ہوگا نہ راجا نلچے گی۔

آپ کی یہ شرط بالکل ایسی ہے کہ کسی سنان دھرمی سے مسئلہ توحید و مسئلہ رسالت و متنازع و حدوث روح و مادہ پر میرا مناظرہ ملے ہوا اور جب مباحث کی ترتیب کا سوال اٹھے تو وہ آپ کی طرح یہ پہل شرط لگا دے کہ نہیں جناب جب میں (معاذ اللہ) توحید کو باطل ثابت کر دوں اور آپ اس سے توبہ کر کے بت پرستی کا اقرار کر لیں تو میں دوسرے مباحث پر گفتگو کروں گا ورنہ ہرگز نہیں۔ آپ ہی بتلائیں کہ اس سنان دھرمی کی یہ شرط قابل قبول ہوگی؟

غرض مولوی سردار احمد صاحب کی اس لالچنی شرط پر بھی گفتگو رکھ رہی اور بہت دیر کے بعد مولوی سردار احمد صاحب اپنی اس بے جا ہٹ سے باز آئے اور انہوں نے دوسرے مباحث پر بھی مناظرہ کی تحریر دے دی۔ اور آج کا پورا دن صرف انہیں دو باتوں میں ختم ہو گیا جس سے حاضرین کو بہت زیادہ کوفت رہی اور ہم کو بھی اضاغتِ وقت کا بہت زیادہ ملال ہوا۔



مناظرۃ کا دوسرا دن

۲۱ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ یوم جمعہ مبارکہ

آج عمدۃ المقرین زبدۃ الواعظین حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلی مدظلہ العالی بھی مراد آباد سے تشریف لے آئے اور اہلسنت کی طرف سے صدارت کے لئے آپ ہی کا انتخاب ہوا۔ مگر چونکہ آپ کی ذات سے حامیان باطل کو غیر معمولی صدمات پہنچے ہیں اور بہت سے مقامات پر آپ کی مجاہدانہ سرگرمیوں اور مؤجدانہ تقریروں نے شرک و بدعت کے مرکزوں کو ویران کر دیا ہے اور لاہور وغیرہ میں اس کا کافی تجربہ ہو چکا ہے کہ آپ کی صدارت میں رضا خانیوں کو کسی بے ضابطہ کارروائی کا موقعہ نہیں ملے گا، اس لئے بہت دیر تک رضا خانیوں کی طرف سے اس پر اصرار ہوا کہ مولانا ممدوح صدر نہ ہوں۔ حالانکہ یہ بات طے شدہ تھی کہ ہر فریق جس کو چاہے گا اپنا صدر منتخب کر لے گا۔ لیکن اس کے باوجود رضا خانی حضرات بالخصوص ان کے صدر صاحب بہت دیر تک اس پر ایسے رہے کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب صدر نہ ہوں۔ بالآخر ان کی اس بے جا ہٹ کو رائے عامہ نے ٹھکرا دیا۔ اور مولانا کی صدارت میں مناظرہ کی کارروائی اس طرح شروع ہوئی۔

(بعد خطبہ) اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَٰهِدًا

مولوی سردار احمد صاحب کی پہلی اعتراضی تقریر

وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا لِّتَوَدُّنَا

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَتَعَزَّوْهُ وَتُقِرُّوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بِكُورَةٍ وَّاٰصِيْلَةٍ

حضرات! اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کئے اور حضرت انسان کو ان سب میں افضل بنایا۔ پھر ان انسانوں میں ایک گروہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا پیدا کیا، جن کا کام ہدایت کرنا ہے۔ اور اس گروہ کو سب سے زیادہ مقرب اور معزز بنایا۔ یہاں تک کہ ان کے غلاموں کا مرتبہ یہ بتایا کہ ان کے نورانی چہرے قیامت میں

چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے کَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْمَبْدَرِ۔

پھر ان انبیاء عظیم السلام کے گردہ میں سے ایک ہستی کو سب سے زیادہ برگزیدہ بنایا ، وہ ہستی ہمارے آقاؐ
 نامدار سرکار ابد قرار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے انہیں کی شان پاک میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے جو
 میں نے اس وقت تلاوت کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ۔ اے محبوب ہم نے تم کو شاہد اور بشیر و نذیر بنا کر بھیجا
 ہے۔ اس کے سوا بھی بہت سی آیتیں قرآن پاک میں حضورؐ کی مدح میں نازل ہوئی ہیں۔ اللہ اکبر! خود خدا جس کا
 مداح ہو بھلا اس کی عظمت اور رفعت کا کیا کتنا۔ مگر افسوس ہے کہ آج بہت سے لوگ خدا کے اس برگزیدہ محبوب کی
 توہین کرتے ہیں اور پھر بھی ان کو مسلمان بلکہ مسلمانوں کا پیشوا مانا جاتا ہے۔ چنانچہ مولوی اشرف علی صاحب جو تمام
 دیوبندیوں کے سرگردہ سمجھے جاتے ہیں انہوں نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں حضورؐ کی شان میں یہ گستاخی کی ہے کہ
 جیسا علم ان کو ہے ایسا تو کچھ پاگلوں اور جانوروں یعنی گدھوں گھوڑوں کو بھی حاصل ہے۔ دیکھئے ان کی اصل عبارت
 یہ ہے لکھتے ہیں۔

” پھر یہ کہ آپؐ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب
 امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں
 حضورؐ کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے
 لئے بھی حاصل ہے “

دیکھئے اس عبارت میں حضورؐ کی کتنی بڑی توہین کی گئی ہے اور آپؐ کو کیسی سخت گالی دی گئی ہے کہ معاذ اللہ جیسا علم

آپؐ کو ہے ایسا جانوروں اور پاگلوں کو بھی ہے۔ تو بہ تو بہ!

ان کی اسی گستاخی کی وجہ سے میں نے اپنے فتوے میں ان کو کافر لکھا ہے۔ اور میرا ایمان ہے کہ جو بھی حضورؐ کی

توہین کرے خواہ وہ میرا باپ ہی کیوں نہ ہو وہ کافر ہے اور میں اس کے منہ پر کبہ دوں گا کہ تو کافر ہے۔ ہم کو حضورؐ
 سے زیادہ کوئی پیارا نہیں۔

(خطبہ مسنود کے بعد)

مولانا محمد منظور صاحب کی پہلی جوابی تقریر

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا

بِالْحَقِّ رَأَيْتَ خَيْرَ الْفَاتِحِينَ يَا مُعِينُ بِكَ نَسْتَعِينُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حاضرین کرام ! آپ حضرات نے میرے فاضل مخاطب مولوی سردار احمد صاحب کی تقریر سنی۔ آپ نے پہلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ فضائل بیان کئے ہیں جن سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہو سکتا، بلکہ جو کچھ آپ نے بیان فرمایا ہے وہ تو آپ کے حقیقی فضائل و کمالات کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں اس کو آپ کی شان عالی سے وہ نسبت بھی نہیں جو ذرہ کو آفتاب سے ہے۔ درحقیقت آپ ساری مخلوق حتیٰ کر کل انبیاء کے بھی سردار ہیں۔ اور ایک حیثیت سے سب نبی آپ کے امتی ہیں۔ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

اَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ وَبَيْدَى لَوَاءِ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ

بَنِي يَوْمَئِذٍ آدَمَ فَمِنْ سِوَاهِ الْأَتَحْتَ لَوَائِي وَلَا فَخْرَ۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے۔

اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كُنْتُ اِمَامَ الْمُرْسَلِينَ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ۔

اور ایک روایت میں ہے۔

اَنَا اِمِيْرُهُمْ اِذَا وَفَدُوا وَاَنَا خَطِيْبُهُمْ اِذَا اَنْتَسَرُوا وَاَنَا مُبَشِّرُهُمْ اِذَا اِيْتَسُوا

۱۔ میں کل بنی آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پر ناز نہیں، اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور سارے نبی حتیٰ کہ حضرت آدمؑ اور ان کے علاوہ سب کے سب میرے ہی جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور مجھے اس پر بھی ناز نہیں۔ ۲۔ میں قیامت کے دن میں سارے رسولوں کا امام ہوں گا اور ان کا شفیع۔ ۳۔ مرتب

۴۔ جب سارے نبی خدا کے حضور میں حاضر ہوں گے تو میں ان کا امیر و فد ہوں گا، اور جب وہ خاموش ہوں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا، اور جب وہ مایوس ہوں گے تو میں ان کو خوشخبری سناؤں گا، اور حمد کا جھنڈا اس دن میرے ہی ہاتھ میں ہوگا، اور مجھے اس پر بھی ناز نہیں۔ ۱۲ مرتب

ولواء الحمد يومئذ بیدی ولا فخر۔

اور ستر رک حاکم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت جبرئیل ؑ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ۔ میں نے تمام عالم کا چکر لگایا ہے، مشرق سے مغرب اور جنوب سے شمال تک زمین کا چپہ چپہ میں نے دیکھا ہے، آسمانوں کی بھی سیر کی ہے، لیکن میں نے کسی مخلوق کو آپ کے ہم رتبہ نہیں پایا، اور نہ خدا کے نزدیک کسی شخص کی وہ قدر و منزلت ہے جو آپ کی ہے۔ اسی حدیث کا ترجمہ کسی شاعر نے اس طرح کیا ہے ۔

آفاق اگر دیدہ ام مہر تباں در زیدہ ام
سیار خباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگر

بہر حال ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے آقا و مولا ارواحنا و قلوبنا فداہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق میں سب سے زیادہ بلند مرتبہ میں ۔ بلکہ دوسری مخلوقات کو آپ سے وہ نسبت بھی نہیں جو ستاروں کو آفتاب سے ہے بلکہ ہمارے اکابر نے تو یہاں تک تصریح کی ہے کہ روضہ اقدس کی وہ پاک اور خوش نصیب مٹی جو جسہ اطہر سے ملی ہوئی ہے وہ بھی خورشیں اعظم سے افضل ہے ۔ اور یہ بھی جو کچھ عرض کیا گیا ان کے مراتب رفیعہ کے اعتبار سے بہت کم ہے ۔ درحقیقت ان کی شان اقدس اس سے اعلیٰ و بالا ہے کہ کما حقہ، اس کو بیان کیا جائے ہمارا ایمان ہے ۔

لایمکن الشناک کان حقہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مخضر

پس حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو فضائل آپ نے بیان فرمائے وہ بلکہ اس سے بہت زیادہ ہم کو تسلیم ہیں بلکہ ہمارے نزدیک ان پر ایمان کا مدار ہے ۔ علیٰ ہذا القیاس آپ کا یہ فرمانا کہ جو شخص حضور کی توہین کرے وہ کافر ہے، یہ بھی بالکل صحیح ہے ۔ بے شک جو بد نصیب حضور کی شان پاک میں گستاخی کرے، وہ ملعون ہے خارج

۱۔ مذکورہ بالا حدیث اور فارسی کے اس شعر کو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی دامت برکاتہم نے

بھی اپنی مقبول عام کتاب ”نشر الطیب“ میں نقل فرمایا ہے ۔ ۱۲ مرتب

از اسلام ہے۔ دنیا میں واجب القتل اور آخرت میں ابد الابد کے لئے جہنمی ہے۔ بلکہ حضورؐ کی شان تو بہت زیادہ اعلیٰ و ارفع ہے میں تو کہتا ہوں کہ اگر کوئی بد نصیب حضورؐ کے غلام ہلال جشیؓ کی توہین بھی حضورؐ کی غلامی کی حیثیت سے کرتے تو وہ بھی کافر ہے۔ بلکہ میرے عقیدے میں تو وہ شخص بھی مومن نہیں جو مدینہ طیبہ کی اس مقدس خاک کی توہین کرے جس کو حضورؐ کی قدم بوسی کا فخر حاصل ہوا ہے۔

وَمِنْ عَادَتِهِ حَبَالُ دِيَارِ لَاهِلِهَا

وَلِلنَّاسِ فِيمَا يَعْتَقُونَ مَذَاهِبَ

ہم حضرت مولانا تھانوی مدظلہؒ پر آپ کا یہ بہتان کہ معاذ اللہ انہوں نے حضورؐ کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا ہے، مجھے آپ حضرات کی اس دیدہ دلیری پر حیرت ہے کہ جب کہ خود مولانا مدظلہؒ اس ناپاک خیال سے اپنی برامت اور بیزاری ظاہر فرما چکے ہیں، اور بار بار دلائل کاہرہ سے اس بہتان کا افتراء محض ہونا ثابت کیا جا چکا ہے تو کیوں کہ آپ حضرات کو اس کے زبان پر لانے کی جرأت ہوتی ہے؟

یہ ایک عجیب بات ہے کہ ایک شخص کی طرف آپ ایک عقیدہ منسوب کرتے ہیں مددہ اس سے بیزاری اور تخاصی کرتا ہے اور اس کی عبارت میں اس ملعون عقیدہ کی بوجھ نہیں آتی، مگر پھر بھی آپ یہی کہتے جاتے ہیں کہ اس کا عقیدہ وہی ہے جو ہم کہہ رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر ہٹ دھرمی اور باطل کوشی کی کوئی نظیر نہیں مل سکتی۔

آپ نے حفظ الایمان کی عبارت پڑھی لیکن چونکہ آپ کو خود یقین تھا کہ اس میں حضورؐ کی توہین و تنقیص کا شائبہ بھی نہیں ہے اس لئے اس عبارت کے پڑھنے کے ساتھ ہی آپ نے اپنی طرف سے لوگوں کو یہ بھی بتلایا کہ۔

”حفظ الایمان میں حضورؐ کی شان میں یہ گستاخی کی ہے کہ جیسا علم حضورؐ کو ہے ایسا تو بچوں اور

پاگلوں اور جانوروں کو یعنی گھوڑوں کو بھی حاصل ہے“

حالانکہ یہ محض آپ کا بہتان ہے۔ حفظ الایمان میں کہیں یہ موجود نہیں کہ جیسا علم حضورؐ کو ہے ایسا کسی

دوسرے کو حاصل ہے۔ یہ ”جیسا“ کا لفظ آپ نے خود اپنی طرف سے بڑھایا ہے۔ اور یہ صرف آپ ہی کا،

قصور نہیں بلکہ آپ کے اعلیٰ حضرت صاحب نے بھی ”محسام الحرمین“ میں یہی حرکت کی ہے، آپ تو صرف

ان کے مقتدی ہیں۔ بہر حال یہ محض آپ کا افتراء ہے۔ (وَقَدْ خَابَ مِنْ افْتَرَايَ)۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ جناب صدر حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب نے اطلاع دی کہ آپ کے وقت میں صرف ڈومٹ باقی ہیں لہذا حفظ الایمان کی عبارت کا صحیح مطلب بیان کیا جاوے چنانچہ اپنی تقریر کا رخ مولانا نے اسی طرف پھیر دیا۔ اور فرمایا،

حفظ الایمان کی اس عبارت میں درحقیقت یہ بحث ہی نہیں ہے کہ حضورؐ کو غیب کا کس قدر علم تھا اور آیات میں کوئی دوسرا آپ کے برابر ہے یا نہیں بلکہ یہاں حضرت مولانا اشرف علی صاحب اس میں کلام فرما رہے ہیں کہ حضورؐ کو عالم الغیب کہا جاوے یا نہیں۔ مولانا کا مسک یہ ہے کہ جس طرح حضورؐ کو رازق اور خالق نہیں کہا جاسکتا اسی طرح آپ کو عالم الغیب بھی نہیں کہا جاسکتا۔ اور حفظ الایمان میں مولانا نے اپنے اس دعویٰ پر دو دلیلیں قائم فرمائی ہیں۔ دلیل اول اس عبارت سے پہلے مذکور ہے جس پر اس وقت بحث ہو رہی ہے۔ اور یہ عبارت دوسری دلیل کی ہے۔ اور اس کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ جو لوگ حضورؐ کو عالم الغیب کہتے ہیں ان سے دریافت کیا جاوے کہ وہ کل غیب کی دجہ سے کہتے ہیں یا بعض غیب کی دجہ سے؟ اگر کل کی دجہ سے کہتے ہیں تو غلط ہے۔ اس لئے کہ حضورؐ کو کل غیب کا علم نہ ہونا دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ظاہر ہے۔ اور اگر بعض کی دجہ سے کہتے ہیں تو اس بعض میں حضورؐ کی کب تخصیص ہے، کیونکہ مطلق بعض غیب کا علم تو ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو حاصل ہو جاتا ہے۔ تو ان عالم الغیب کہنے والوں کے اس غلط اصول پر لازم آئے گا کہ ہر انسان بلکہ ہر حیوان کو عالم الغیب کہا جاوے، تو پھر اس عالم الغیب کہنے میں حضورؐ کی کوئی مدح نہ ہوئی۔ غور کیا جاوے کیا اس میں حضورؐ کے علم شریف کو جانوروں اور پتلیوں کے برابر بتلایا گیا ہے؟ یا اس برابری سے بچایا گیا ہے جو ان عالم الغیب کہنے والوں کے اصول پر لازم آتی ہے۔

لیکن بات یہ ہے کہ جب پہلے ہی سے آنکھوں پر کفر کی عینک لگا کر کسی کلام کو دیکھا جاوے گا تو لامحالہ اس میں کفر ہی نظر آئے گا۔

ہنس بچشم عداوت بزرگ تر عیب است

میرا دقت ختم ہو گیا۔ اس لئے تقریر کو نام تمام ختم کرنا ہوں ابھی اس کے متعلق مجھے کچھ اور عرض کرنا ہے۔ جو

انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ تقریر میں عرض کر دوں گا۔



مولوی سردار احمد صاحب

حضرات ! آپ نے دیکھا مولوی منظور صاحب نے ایک لباس عظمیٰ

کہہ دیا اور میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے حفظ الایمان

کی وہ عبارت بعینہ پڑھ کر سنائی تھی جس میں حضورؐ کی شان میں گستاخی کی گئی ہے۔ اور حضورؐ کے علم اقدس کو جانوروں اور
پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس میں ”جیسا“ کا لفظ نہیں ہے، میں بھی کہتا ہوں کہ
بے شک اس میں ”جیسا“ کا لفظ مذکور نہیں ہے لیکن مخدوف ہے اور حرف تشبیہ کثرت سے مخدوف ہوتا ہے جیسے
مخادرہ میں کہتے ہیں کہ ”زید شیر ہے“ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ زید شیر جیسا ہے۔ تو دیکھئے یہاں جیسا کا لفظ
مخدوف ہے۔ ایسے ہی حفظ الایمان کی عبارت میں بھی لفظ ”جیسا“ مخدوف ہے۔ اس کے بعد میں حفظ الایمان کی اس
عبارت کی ایک مثال پیش کرتا ہوں اس کو ذرا ٹھنڈے دل سے سنئے اور جواب دیجئے۔

اگر میں یوں کہوں کہ مولوی اشرف علی صاحب کو جو لوگ عالم کہتے ہیں تو کیوں آیا کل علم کی وجہ سے یا بعض علم کی وجہ
سے۔ کل علوم تو ان کو یقیناً حاصل نہیں، اور اگر بعض کی وجہ سے کہا جاوے تو اس میں مولوی اشرف علی صاحب کی کب
تخصیص ہے۔ ایسا علم تو گدھے کو بھی ہے، کتے کو بھی ہے، سور کو بھی ہے۔

کہئے اس سے آپ ناراض تو نہیں ہوں گے؟ میں سمجھتا ہوں کہ آپ یقیناً ناراض ہوں گے کہ ہمارے مولانا کو
ایسا دلیا کہہ دیا۔ تو جب اس عبارت سے آپ کے مولوی اشرف علی صاحب کی توہین ہوتی ہے حالانکہ اس میں جیسا کا لفظ
نہیں ہے، تو حفظ الایمان کی عبارت سے حضورؐ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کیوں نہ ہوگی؟ اس میں بھی تو یہی
کہا گیا ہے۔ مولوی صاحب یہاں وعظ کہنے سے کام نہیں چل سکتا۔ آپ کو میری بات کا جواب دینا ہوگا۔ میں بغیر جواب
کے آپ کا پیچھا نہ چھوڑوں گا۔ جدھر کو آپ جائیں گے میں آپ کو ادھر سے ہٹا کر اپنے سامنے لاؤں گا۔

میرے لائق اور مہذب مخاطب مولوی سردار احمد صاحب کو شکایت

مولانا محمد منظور صاحب

ہے کہ میں وعظ کہتا ہوں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی

شہ ناظرین کرام ! یہ ہے رضا خانی مولویوں کا طرز کلام اور طریقہ گفتگو جس سے لکھنؤ کے مسیحی بھائی بھی شرماتی ہیں۔

اس باب تہذیب کی ابتداء ہے ع آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ ۱۲ مرتب۔

تقریر کے آغاز میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک کے متعلق کچھ بیان کیا تھا اس نے مجھے بھی کچھ اس سلسلے میں
عرض کرنا پڑا۔ اگر یہ آپ کو ناگوار ہے تو میرے پاس اس کا کیا علاج ہے ؟

افسوس عشق نبوی کا دعویٰ تو اس قدر بلند اور دل کی یہ حالت کہ ان کے فضائل و کمالات کا سننا بھی گراں گزرتا
ہے۔ بھگد اللہ اپنا حال تو یہ ہے ۔

ہمارا شغل ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں

ہماری نیند ہے محو خیالِ یادِ ہو جانا

اس کے بعد میں اصل بحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ میں نے اپنی پہلی تقریر میں عرض کیا تھا کہ مولانا تھانوی مدظلہ

کی عبارت میں ”جیسا“ کا لفظ نہیں ہے۔ اور مولوی سردار احمد صاحب بار بار ”جیسا“ کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا

رہے ہیں۔ خدا کا شکریہ کہ مولوی سردار احمد صاحب نے اس کو تسلیم کر لیا۔ کہ واقعی اس میں لفظ ”جیسا“ نہیں ہے۔ لیکن

اسی کے ساتھ آپ نے یہ بات نہایت پر لطف فرمائی ہے۔ کہ ”جیسا“ کا لفظ یہاں سے محذوف ہے۔ اللہ رے شوق

تکثیر کہ اگر الفاظ موجودہ سے کفر ثابت نہ ہو تو ایک مسلمان کو کافر بنانے کے لئے لفظ ”جیسا“ محذوف مان لو کیوں ؟ اس لئے

کہ کافر تو کسی دُکسی طرح اس کو ضرور ہی بنانا ہے۔ لیکن کسی کو یہ پوچھنے کا حق نہیں کہ اس لفظ کے محذوف اور مقدر ہونے

کی کیا دلیل ہے ؟ کیوں کہ مولوی سردار احمد صاحب فرماتے ہیں۔

جناب مولانا ! اگر اسی طرح من مانے الفاظ محذوف اور مقدر مان کر کفر ثابت کیا جائے گا تو پھر تو اسلام اور

مسلمانوں کا خدا ہی حافظ ہے۔ مثلاً کوئی مسلمان کہے گا کہ اللہ ایک ہے ، آپ فرمائیں گے کہ تو کافر ہو گیا۔ کیوں کہ تیرا مطلب

یہ ہے کہ اللہ ایک نہیں ہے۔ اور ”نہیں“ کا لفظ اگرچہ تو نے بولا نہیں مگر تیرے کلام میں محذوف ہے۔ انا للہ وانا

الیہ راجعون۔

بہر حال یہ لفظ ”جیسا“ کے محذوف ہونے کی آپ نے ایک ہی کمی۔ لیکن آپ کی اس بات سے اتنا تو معلوم ہو گیا

کہ حفظ الایمان کی موجودہ عبارت آپ کے نزدیک بھی موجب کفر نہیں ہے۔ ہاں اگر اس میں ایک ”جیسا“ کا لفظ

اور مان لیا جاوے تو کفر ہوگا۔ پس حفظ الایمان کی موجودہ عبارت کا غیر موجب کفر ہونا تو آپ نے بھی تسلیم کر لیا۔ اور

یہی میرا مقصد تھا۔ فلہ الحمد۔

اس کے بعد میں اپنے وعدے کے مطابق حفظ الایمان کی عبارت کی توضیح کرتا ہوں۔ یہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حفظ الایمان کی اس عبارت میں یہ بحث نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر علوم غیبیہ عطا فرمائے گئے تھے۔ اور کوئی دوسرا ان میں آپ کا شریک ہے یا نہیں۔ بلکہ مولانا تھانوی مدظلہ کا مدعا یہاں صرف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کتنا درست نہیں۔ اسی پر مولانا نے یہ دلیل قائم کی ہے اہل حاصل اس کا صرف یہ ہے کہ جو شخص حضور کو عالم الغیب کہتا ہے، وہ یا تو اس درجے کے گناہ ہے کہ اس کے نزدیک حضور کو غیب کی بعض باتوں کا علم ہے۔ یا اس درجے سے کہ آپ کو غیب کی کل باتیں معلوم ہیں۔ یہ دوسری شق تو اس لئے باطل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ و عقلیہ سے ثابت ہے۔ اور پہلی شق۔ یعنی بعض علم غیب کی وجہ سے حضور کو عالم الغیب کہنا اس لئے باطل ہے کہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو عالم الغیب کہا جاوے۔ کیونکہ غیب کی کوئی نہ کوئی بات تو سب ہی کو معلوم ہو جاتی ہے۔ پس اس شق میں چونکہ سب انسانوں حتیٰ کہ حیوانوں کو بھی عالم الغیب کہنا لازم آتا ہے۔ اور یہ عقلاً نقلاً عرفاً غرض ہر حیثیت سے باطل ہے۔ لہذا یہ شق یعنی زید کا بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے عالم الغیب کہنا بھی باطل ہوگی۔ یہ ہے مولانا کی اس عبارت کا خلاصہ۔

اب میں خود حفظ الایمان کے الفاظ آپ کے سامنے مختصر شرح کے ساتھ پیش کرتا ہوں بغور سنئے۔

مولانا فرماتے ہیں۔

آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا اور آپ کی ذات قدسی صفات پر عالم الغیب کا اطلاق کرنا) اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب (اسی زید سے) یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد (یعنی اس غیب سے جس کی وجہ سے وہ عالم الغیب کہتا ہے مراد) بعض غیب ہے یا کل غیب۔ دیکھاں حضرت مولانا مدظلہ اس عالم الغیب کہنے والے شخص سے یہ دریافت فرما رہے ہیں کہ تم جو حضور کو عالم الغیب کہتے ہو تو کس اعتبار سے۔ آیا اس لحاظ سے کہ حضور کو بعض غیب کا علم ہے یا اس وجہ سے کہ آپ کو کل غیب کا علم ہے اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں (یعنی اگر تم حضور کو بعض علوم غیب کی وجہ سے عالم الغیب کہتے ہو) تو اس میں (یعنی اس مطلق بعض غیب کے علم میں اور اس کی وجہ سے عالم الغیب کہنے میں) حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا (بعض) علم غیب (کہ جو عالم الغیب کہنے کے لئے تمہارے اس اصول پر کافی ہو یعنی کچھ کچھ غیب کا علم) تو زید دعوہ دیکر ہر ہی

و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ کیوں کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔ تو چاہئے کہ (تمہارے اس غلط اصول کی بناء پر) سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

یہ ہے حضرت مولانا تھانوی کی عبارت، اور یہ ہے اس کا صحیح مطلب جو میں نے عرض کیا۔ افسوس ہے کہ آپ حفظ الایمان کی عبارت پڑھتے ہیں لیکن اس کا وہ آخری فقرہ چھوڑ جاتے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے زید و عمرو وغیرہ کے لئے صرف غیب کی کچھ نہ کچھ باتوں کا علم یعنی مطلق بعض علم غیب تسلیم کیا ہے۔ نہ کہ وہ علم جو واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

اس کے بعد میں آپ کی مثال کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ آپ نے مولانا تھانوی مدظلہ کے متعلق جو مثال پیش کی تھی اس میں اور حفظ الایمان کی عبارت میں بہت بڑا فرق ہے۔ کیونکہ عرف میں مولانا اشرف علی صاحب کو عالم کہا جاتا ہے اور ہر عالم دین کو شرعاً عالم کہنا جائز ہے، بخلاف عالم الغیب کے کہ اس کا اطلاق خدا کے سوا کسی اور پر درست نہیں۔ لہذا حفظ الایمان کی عبارت کی صحیح مثال وہ بن سکتی ہے جس میں کسی مخلوق پر ایسے لفظ کے اطلاق کے متعلق کلام کیا جاوے جو عرف شرع میں خدا کے سوا کسی اور کے لئے نہ بولا جاتا ہو۔ چنانچہ اس کی صحیح مثال ”رازق“ کا لفظ ہے۔ فرض کیجئے کہ کسی ملک کا بادشاہ بہت بڑا فیاض ہے۔ اس کے یہاں لشکر خانہ جاری ہے اور وہ ہر روز ہزاروں محتاجوں اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ اب کوئی احمق مثلاً زید کہنے لگے کہ میں تو اس بادشاہ کو رازق کہوں گا۔ اس پر کوئی دوسرا شخص کہے کہ تم جو اس بادشاہ کو رازق کہتے ہو تو کس اعتبار سے؟ آیا اس لحاظ سے کہ ساری مخلوق کو رزق دیتا ہے یا اس وجہ سے کہ وہ بعض آدمیوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ پہلی ہنسی تو یقیناً باطل ہے۔ اب یہی دوسری ہنسی یعنی یہ کہ اس بادشاہ کو صرف اس وجہ سے رازق کہا جاوے کہ وہ بعض انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے، تو اس میں اس بادشاہ کی کیا تخصیص ہے؟

مے مولوی سردار احمد صاحب نے کل مناظرہ میں حفظ الایمان کی عبارت غالباً سو دفعہ سے کم نہ پڑھی ہوگی۔ کیونکہ وہ ایک ایک تقریر میں کئی کئی دفعہ اس کو پڑھتے تھے۔ جس کی شہادت بریلی کی عام پبلک سے لی جاسکتی ہے۔ لیکن ہر دفعہ آپ نے یہ عبارت ناقص ہی پڑھی اور کبھی بھول کر بھی یہ آخری فقرہ نہیں پڑھا۔ جس سے ان کے بہتان کی سب قلعی کھل جاتی ہے۔ ۱۲ مرتب

ایک غریب سے غریب انسان اور معمولی درجہ کا مزدور بھی اپنے بچوں کو کھانا کھلاتا ہے ، اور انسان تو انسان چھوٹی چھوٹی چیزیاں اپنے بچوں کو داندیتی ہیں ، تو پھر تمہارے اس اصول پر چاہئے کہ ان سب کو رازق کہا جاوے۔ غور فرمایا جاوے کہ کیا اس میں فیاض بادشاہ کی توہین ہے یا نیک کی حماقت اور جہالت کا اظہار ہے۔ جو اپنے غلط اصول کی وجہ سے اس بادشاہ کو خواہ مخواہ رازق کہہ کر ایک شرک کا دروازہ کھول رہا تھا۔ اور کیا کوئی صاحب عقل انسان اس تقریر سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ اس میں ہر غریب مزدور بلکہ ہر چرند پرند کو اس فیاض بادشاہ کے برابر کر دیا۔ ؟

چونکہ وقت ختم ہو گیا اس لئے میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ انشاء اللہ اس سندرہ بھی اس کے مستحق کچھ اور عرض کر دوں گا۔

مولوی سردار احمد صاحب حضرات ! آپ نے دیکھ لیا ، مولوی منظور صاحب اور دھڑا دھڑا کی باتوں میں وقت گزرتے ہیں۔ اور میری بات کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ مولوی صاحب ! یاد رکھئے میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ آپ جدھر کو جائیں گے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے اُدھر ہی کو جاؤں گا۔ اور جب تک آپ سے جواب نہیں ملے لوں گا یا تو یہ نہیں مگرالوں گا اس وقت تک۔ سامنے سے مٹنے نہیں دوں گا۔ میں پنجابی ہوں پنجابی۔ آپ کا کسی پنجابی سے واسطہ نہیں پڑا ہے۔ پنجابی بڑا کڑا ہوتا ہے۔

مسلمانوں ! پھر سن لو حفظ الایمان کی وہ کفری عبارت یہ ہے۔ اس کے بعد حفظ الایمان کی دہی عبارت پڑھ دی۔ اس کے بعد اس طرح تقریر شروع کی (دیکھئے اس عبارت کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ جیسا علم غیب ، حضور اقدس کو ہے ایسا ہر بچہ کو ہر پاگل کو اور ہر چوپائے کو حاصل ہے۔ اس سے بڑھ کر حضور کی اور کیا توہین ہو سکتی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ اس عبارت میں ” جیسا “ کا لفظ نہیں ہے۔ میں مانتا ہوں کہ ہاں نہیں ہے۔ مگر ” ایسا “ کا لفظ تو ہے۔ وہ بھی تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ دیکھئے اگر میں کہوں کہ مولوی منظور صاحب کا علم گدھے ایسا ہے، کہتے ایسا ہے تو کیا تشبیہ نہ ہوگی ؟ ضرور ہوگی۔ اور آپ لازمی طور پر اس سے ناراض ہوں گے حالانکہ کہ

میں جیسا کہ لفظ نہیں ہے۔ بلکہ صرف "ایسا" ہے۔ پس حفظ الایمان کی عبارت میں چونکہ "ایسا" موجود ہے اس نے اس میں ضرور حضور م کے علم کو جانوروں اور پانگوں کے علم سے تشبیہ دی گئی ہے اور آپ کے علم شریف کو ان کے برابر بتلایا گیا ہے۔

میں نے آپ کے سامنے مولوی اشرف علی صاحب کی ایک مثال پیش کی تھی کہ ان کو عالم کیوں کہا جاتا ہے۔ کل علم کی وجہ سے یا بعض علم کی وجہ سے۔ اگر بعض کی وجہ سے کہا جاتا ہے تو اس میں مولوی اشرف علی صاحب کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو کتے کو بھی ہے گدھے کو بھی سؤ اور بندر کو بھی ہے۔ اور میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ اس سے مولوی اشرف علی کی توہین ہوگی یا نہیں۔ آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ رازق کی مثال بیان کر دی۔ مولوی صاحب! میں نے رازق کو آپ سے تھوڑا ہی پوچھا تھا۔ آپ! ادھر ادھر کی باتوں میں وقت ضائع نہ کیجئے۔ جو میں پوچھوں اس کا جواب دیجئے۔

بیٹھے اب میں ایک اور مثال پیش کرتا ہوں۔

اگر کوئی شخص آپ کے مولوی تھا تو صاحب سے سب سے حاصل کر کے خدا کے متعلق یوں کہے کہ خدا کو "قادر" کیوں کہا جاتا ہے۔ آیا اس وجہ سے کہ وہ کل چیزوں پر قدرت رکھتا ہے یا اس لئے کہ اس کو بعض چیزوں پر قدرت ہے۔ کل کی وجہ سے کہنا تو اس لئے غلط ہے کہ خدا ممتنعات پر قادر نہیں ہے۔ چنانچہ وہ اپنے جیسا ایک اور خدا نہیں بنا سکتا۔ اور اگر بعض چیزوں پر قدرت رکھنے کی وجہ سے اس کو "قادر" کہا جاتا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ ہی کی کیا خصوصیت ہے ایسی قدرت تو ہر چوڑھے چار بلکہ کتے بٹے کو بھی حاصل ہے۔ بتلایئے کیا اس میں خدا کی توہین نہیں ہوتی؟ ہوتی اور ضرور ہوتی پس جب کہ حفظ الایمان میں بھی حضور م کے متعلق بالکل ایسی ہی عبارت لکھی گئی ہے تو اس سے بھی ضرور حضور م کی توہین ہوگی۔

مولوی صاحب! آپ دورنگی چال کو چھوڑ دیجئے۔ ایک طرف تو آپ کہتے ہیں کہ مدینہ شریف کی مٹی کی توہین کرنے والا بھی کافر ہے۔ اور ایک طرف مولوی تھانوی صاحب کو آپ اپنا پیشوا اور بزرگ مانتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے حضور م کی شان میں حمایت سخت گستاخیاں کی ہیں۔

مولوی صاحب! آپ کو جتنی محبت مولوی اشرف علی صاحب سے ہے اگر اتنی بھی حضور م سے ہوتی تو کبھی مولوی

اشرف علی کو آپ اپنا پیشوا نہ مانتے۔ جو شخص آپ کو یا آپ کے کسی بزرگ کو کبھی ایک دفعہ بھی گالی دے گا آپ کبھی اس سے بات کرنا بھی گوارا نہ کریں گے، مگر مولوی تھانوی صاحب نے حضور کو اتنی گندی گالیاں دیں اور پھر بھی آپ ان کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب
آپ نے اپنی اس تقریر میں مجھے سخت ایذا پہنچائی۔ اور واللہ العظیم میری بہت زیادہ دل دکھا۔ میں آپ کی اور سب گالیاں برداشت کر سکتا ہوں، اور

ماضین دیکھ رہے ہیں کہ کل سے برابر برداشت کر رہا ہوں۔ اور انتقام لینا تو درکنار میں ان پر نوٹس بھی نہیں لیتا۔ لیکن یہ گالی میری برداشت سے باہر ہے کہ میرے متعلق یہ کہا جاوے کہ آقا نے کوئین سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مجھے کسی اور شخص سے محبت ہے۔ میرے نزدیک ایک مسلمان کے لئے اس سے زیادہ تکلیف دہ بات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ مجھے اگر حضرت مولانا اشرف علی صاحب سے کچھ محبت ہے تو وہ صرف اس لئے کہ میں ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمانبردار امتی اور قبیح سنت سمجھتا ہوں

خدا کی قسم اگر آج مجھے معلوم ہو جائے کہ مولانا اشرف علی صاحب بھی مولوی احمد رضا خاں کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی ہیں، اور وہ میرے آقا کی سنتوں کی جگہ اپنی یا اپنے باپ دادا کی ایجاد کردہ بدعات و رسوم کو رواج دینا چاہتے ہیں تو میرا جو زبانی اور قلبی جہاد آپ لوگوں کے ساتھ جاری ہے، وہی بلکہ اس سے زیادہ سخت مولانا اشرف علی صاحب سے ہوگا۔ آپ تو اپنے گھر کی چار دیواری میں بیٹھ کر عورتوں کی طرح مولانا کو کوستے ہیں، مگر منظور جس طرح سنن نبویہ کو سرطینہ اور بدعات کے جھنڈے کو سرنگوں کرنے کے لئے بریلی آگیا ہے اور بحمد اللہ اس کی گفتار اور اس کی قلم کی رفتار نے جس طرح بریلی کے حاسیان باطل کا قافیہ تنگ کر رکھا ہے، اسی طرح وہ تھکانہ بھون بھی جائے گا اور وہ مولانا تھانوی سے بھی حق کی حمایت کے لئے بے دریغ جنگ کرے گا۔ منظور کا کوئی رشتہ مولانا تھانوی سے نہیں ہے وہ صرف اس وجہ سے ان کی حمایت کرتا ہے کہ ان کو ایک خدا پرست مومن اور قبیح سنت بزرگ جانتا ہے۔ مجھ پر آپ کا یہ نہایت ناپاک ہتھان اور ناقابل برداشت حملہ ہے کہ مجھ کو معاذ اللہ آقا نے کائنات روحی و قلبی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مولانا اشرف علی صاحب سے محبت ہے۔

مالک عرش کی قسم! ایک مولانا اشرف علی صاحب نہیں بلکہ ایسے ایسے کروڑوں اشرف علی قربان ہوں ان

کی خاک پا پر۔ میرے آقا و مولا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس ناقہ مبارکہ پر ایک قدم سوار ہوئے اس کی ٹھوکر سے جو گہراڑے اللہ العظیم اس کے ذرات کی جو محبت اور عظمت منظور کے قلب میں ہے وہ نہ اپنے باپ کی ہے نہ ماں کی۔ استاد کی، نہ پیر کی، نہ مولانا اشرف علی صاحب کی، اور نہ کسی دوسرے بزرگ کی۔ میرا ایمان ہے کہ جب تک ایک شخص کو اپنے ماں باپ سنی کہ اپنی جان سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہو، اس وقت تک وہ مومن کہلائے گا مستحق نہیں۔ قرآن عزیز کا کھلا اعلان ہے۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تُحِبُّونَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ قُلْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ فِي سَبِيلِهِ فُتِّحَتْ بَصَرًا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ - (التوبة: ۲۴)

بہر حال آپ براہ کرم اور جو چاہیں گالی دیں اور جی بھر کر دیں میں برداشت کروں گا۔ لیکن یہ الفاظ ہر گز زبان سے نہ نکالیں کہ تجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ فلاں شخص بہ محبت ہے۔ اس گزارش کے بعد میں آپ کی تقریر کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں کہ منظور میری کسی بات کا جواب نہیں دیتا۔ اس کے جواب میں میں اس کے سوا اور کیا عرض کروں کہ اللہ آپ کو وہ کان دے جس سے آپ میری بات سن سکیں۔

بجھد اللہ یہ بزاؤں کا مجمع ہے جس کی موجودگی میں متعدد بار جواب پا کر آپ کا یہ کنا کچھ زیبا نہیں معلوم ہوتا۔ اور میں تو سمجھتا ہوں کہ اگر آپ کا ضمیر انسانیت اور شرافت سے محروم نہیں ہے تو وہ بھی آپ کی اس بات پر نفرت کرتا

لے ترجمہ :- (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کہہ دیجئے کہ (اے لوگو) اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی، اور بیویاں اور کنبے والے اور جو مال کہ تم نے جمع کیا ہے اور وہ تجارت کہ جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور اپنے پسندیدہ مکان (یہ سب چیزیں اگر) تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کے راستہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو وعدہ اللہ کے) منظور ہو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (اس کی نسبت) اپنا حکم نافذ کرے۔ ۱۳

ہوگا۔ بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں تمہارا چھوڑوں گا۔ میں نہ اس قسم کی باتیں کرنے کا عادی ہوں اور نہ ایسی باتوں کے جواب دینے کا۔ لیکن اب مجھے مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ آپ کو شرمنا چاہئے، پیچھے آپ پڑے ہیں یا آپ کے اور آپ کے بڑوں کے پیچھے میں پڑا ہوا ہوں۔ جو اپنا گھر بار چھوڑ کر خود آپ کے مرکز بریلی میں ایک سال سے نازل ہوں۔ اور برابر لٹکار رہا ہوں، مگر جواب میں زبانیں بند ہیں اور قلم شکستہ اور دواتیں خشک۔ اور آج الحمد للہ! اللہ کا نام لے کر میں نے آپ کے خاص قلم پر حملہ کیا ہے اور خدا کا شکر ہے کہ جامعہ رضویہ میں کھڑا ہو کر دامنِ باطل کی دھمیان اڑا رہا ہوں۔ پھر اس پر آپ کہتے ہیں کہ میں پیچھا نہ چھوڑوں گا۔ شرم! شرم! شرم!

معاف کیجئے گا اس وقت آپ کی مثال بالکل اس بٹے غیرت شخص کی سی ہے جس کو کسی شیخ صاحب نے بازار میں بکڑ لیا تھا، شیخ صاحب کا ہنٹر اس پر چل رہا تھا اور وہ برابر یہی کہے جاتا تھا کہ سیکہ جی میں چھوڑوں گا ناہی۔ سیکہ جی میں چھوڑوں گا ناہی۔

ہاں اس مرتبہ آپ نے بڑے فخر سے یہ بھی فرمایا ہے کہ ”میں پنجابی ہوں پنجابی“ بے شک میں خوب جانتا ہوں کہ آپ پنجابی ہیں۔ اور اُسی ضلع گورداسپور کے رہنے والے ہیں جہاں کا غلام احمد قادیانی تھا۔ فرق اتنا ہے کہ وہ اپنے کو غلام احمد کہتا تھا اور اس کے باوجود بغاوت کر کے شریکِ نبوت ہونے کا مدعی بن بیٹھا۔ اور آپ اپنے کو سردار احمد کہتے ہیں۔ اللہ خیر کرے آپ نہ معلوم کہاں تک اڑیں گے۔

خیر یہ تو آپ کی لغویات کا جواب تھا۔ اب اصل بحث کے متعلق سنئے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں ”جیسا“ کا لفظ نہیں ہے لہذا اس میں تشبیہ نہیں ہے۔ اس کے جواب میں پہلے تو آپ نے یہ فرمایا کہ ”جیسا“ اگرچہ لفظوں میں موجود نہیں لیکن یہاں محذوف ہے لیکن جب میں نے آپ کی اس لغو اور نچریات کا رد کیا اور آپ اس کا کوئی جواب نہ دے سکے تو اس مرتبہ اُس حذف

لے یہ مثال حقیقت میں کسی چار کی مشہور ہے۔ مولانا نے ازراہ شرافت کسی چار کا نام نہیں لیا، مگر مروجی

سردار احمد صاحب کا لہذا نہ کلام تو اس سے زیادہ کو چاہتا تھا۔ ۱۲ مرتب

کے قہقہہ کو آپ نے بھی حذف کر دیا۔ اور اب آپ فرماتے ہیں کہ اگرچہ ”جیسا“ کا لفظ وہاں نہیں ہے مگر ”ایسا“ کا لفظ تو ہے۔ لہذا پھر بھی تشبیہ ضرور ہے۔

درحقیقت یہ بھی آپ کا مغالطہ ہے۔ سنئے ! لفظ ”ایسا“ اگر لفظ ”جیسا“ کے ساتھ ہو جب تو تشبیہ ہی کے لئے ہوتا ہے۔ لیکن اگر ”ایسا“ بغیر ”جیسا“ کے ہو تو تشبیہ کے لئے ہونا ضروری نہیں۔ دیکھئے۔ محاورات میں کہتے ہیں کہ ”خدا ایسا قادر مطلق ہے“ اب اس فقوہوں لفظ ”ایسا“ بغیر ”جیسا“ کے ہے۔ اور تشبیہ نہیں ہے۔ پس حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ”ایسا“ تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ وہ یہاں بدل تشبیہ کے ”اتنا“ کے معنی میں ہے۔ اور اس سے مراد وہی مطلق بعض غیوب کا علم ہے۔ جس کو زیادہ اطلاق عالم الغیب کی علت قرار دے رہا ہے۔

اس قدر سمجھ لینے کے بعد حفظ الایمان کی اس عبارت کا مطلب بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ میں اپنی پہلی تقریر میں حفظ الایمان کی عبارت کی پوری توضیح کر چکا ہوں۔ اب بار بار اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب دہلوی کے متعلق آپ نے جو مثال پیش کی تھی کہ ان کو کل علوم کی وجہ سے عالم کہا جاتا ہے یا بعض علوم کی وجہ سے۔ اس کا جواب میں پہلے عرض کر چکا ہوں اور اسی کو کچھ زیادہ تفصیل سے پھر عرض کرتا ہوں بغور سنئے۔

عرف عام میں ہر اس شخص کو عالم کہتے ہیں جس کو معتد بہ (یعنی کافی اور اچھی خاصی) مقدار میں دینی علوم حاصل ہوں۔ ہم اسی کاٹ سے مولانا اشرف علی صاحب اور دوسرے علماء کو عالم کہتے ہیں۔ نہ کل علوم کی وجہ سے اور نہ مطلق بعض علوم کی وجہ سے۔ بخلاف عالم الغیب کے کہ اس کا اطلاق عرف شریعت یا عرف عام میں خدا کے سوا کسی دوسری ہستی پر کسی حیثیت سے بھی نہیں ہوتا۔ لہذا عبارت حفظ الایمان کا صحیح فوٹو وہ نہیں جو آپ نے پیش کیا بلکہ اس کی

لے واضح رہے کہ لفظ ”ایسا“ کی طرح لفظ ”اتنا“ بھی تشبیہ کے لئے آتا ہے اور کبھی بلا تشبیہ کے صرف مقدار کے لئے مثلاً کہتے ہیں کہ زیادہ اتنا مالدار ہے جتنا عمرو۔ اس مثال میں ”اتنا“ تشبیہ کے لئے ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ زیادہ اتنا مالدار ہے جس کی حد نہیں۔ یہاں لفظ ”اتنا“ تشبیہ کے لئے نہیں بلکہ مقدار کے لئے ہے۔ ناظرین ہمارے اس نوٹ کو یاد رکھیں۔ ۱۲ مرتب

صحیح مثال وہی (رازق والی) بن سکتی ہے جو میں عرض کر چکا ہوں۔

اپنی اس تقریر میں آپ نے ایک نئی مثال لفظ "قادر" کے اطلاق کی پیش کی ہے وہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ عرف عام اور عرف شریعت میں اللہ تعالیٰ کو قادر کہتے ہیں۔ لہذا اس میں اگر اس قسم کی تشقیق کی جاوے گی تو اختلاف لازم آئے گا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہ عرف عام میں کہا جاتا ہے نہ عرف شرع میں۔ لہذا اگر اس کے متعلق یہ تشقیق کی جاوے تو مضائقہ نہیں۔ پس آپ کی یہ دوسری مثال بھی بے موقع ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہ لفظ "قادر" میں حفظ الایمان کی یہ تقریر جاری بھی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حق تعالیٰ کو قادر اس درجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ بلا استثناء تمام ممکنات پر قدرت تامہ رکھتا ہے۔ اور جو احمق قدرت عامہ کا یہ مطلب سمجھتا ہے کہ ممکنات اور محالات پر بھی قدرت ہو وہ اعلیٰ درجہ کا جاہل ہے۔ نیز خدا کی قدرت ذاتی ہے اور دوسروں کی عرضی اور عطائی سمجھنے والوں کے لئے یہ بھی بہت بڑا فرق ہے۔ افسوس کہ آپ خالق اور مخلوق کے معاملات میں کوئی فرق نہیں سمجھتے اور ایک کو دوسرے پر قیاس کرنے لگتے ہیں۔ درحقیقت یہی آپ کی بنیادی گمراہی ہے۔

یہاں تک تو میں نے آپ کی تقریر کا مختصر مگر کچھ اللہ کافی اور شافی جواب دے دیا۔ اس کے بعد نفسِ مجتہد کے متعلق ایک چیز اور عرض کرتا ہوں۔

یہ تو حضرات حاضرین کو اس وقت تک کی گفتگو سے معلوم ہو چکا ہو گا کہ میرے اور مولوی سردار احمد صاحب کے درمیان اصول اور مسئلہ کا اختلاف نہیں ہے کیونکہ اس پر ہم سب متفق ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور آپ کی شان میں ادنیٰ گستاخی کفر بلکہ اشد کفر ہے۔ بلکہ اس وقت اختلاف صرف یہ ہے کہ حفظ الایمان کی اس عبارت کا مطلب کیا ہے۔ اگر بالفرض اس عبارت کا وہ مطلب ہو جو مولوی سردار احمد صاحب بیان کر رہے ہیں۔ (اور جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے حسامِ احمر میں لکھا ہے) جب تو ہمارے نزدیک بھی وہ موجب کفر ہے۔ اور اگر اس کا مطلب وہ ہو جو میں عرض کر رہا ہوں تو مولوی سردار احمد صاحب کے نزدیک بھی اس سے کفر ثابت نہیں ہوتا بہر حال اختلاف صرف اس عبارت کے مطلب میں ہے۔ اور دنیا بھر کے عقل مندوں کا مسئلہ اصول ہے کہ مصنف ہی اپنی تصنیف کا مطلب سب سے زیادہ صحیح سمجھ سکتا ہے۔ غالب کے اشعار کا جو مطلب خود غالب نے سمجھا دوسرے لوگ یقیناً ایسا نہیں سمجھ سکتے

تصنیف را مصنف نیکو کند بیان

اسی اصول کے ماتحت مرے اور مولوی سردار احمد صاحب کے اختلاف کا فیصلہ بہت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ حفظ الایمان کے مصنف حضرت مولانا اشرف علی صاحب مظہر مجدد اللہ حیات میں ان سے دریافت کیا جاسکتا ہے کہ اس عبارت کا مطلب ان کے نزدیک کیا ہے۔ اور کس مقصد کے لئے انہوں نے یہ عبارت لکھی ہے؟ اور اگر اتنی بھی تکلیف گوارا نہ کی جاسکے تو ان کا مطبوعہ رسالہ ”بسط البنان“ دیکھ لیا جائے۔ اس میں مولانا ممدوح نے خود اپنی اس عبارت کا مطلب بیان کیا ہے۔ اور مجدد اللہ وہی ہے جو میں عرض کر رہا ہوں۔ اگر دیانت اور خدا کا خوف ہو تو اس نزاع کا فیصلہ اس طرح بہت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد میں اسی بسط البنان کی ابتدائی چند سطریں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

یہ بسط البنان حضرت مولانا نے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمائی ہے۔ سوال یہ تھا کہ۔

”مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی ”حسام اکھرین“ میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں کہ آپ نے ”حفظ الایمان“ میں اس کی تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر سچے کو اور ہر پاک بلکہ ہر جانور اور ہر چوپائے کو حاصل ہے۔

۱۔ کیا آپ نے حفظ الایمان میں یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے؟

۲۔ اگر تصریح نہیں تو بطریق لزوم بھی یہ مضمون آپ کی کسی عبارت سے نکل سکتا ہے؟

۳۔ یا ایسا مضمون آپ کی مراد ہے۔ اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی نہ اشارۃً مفاد عبارت

۴۔ تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے یا مراحۃً یا اشارۃً کہ اے آپ مسلمان کہتے ہیں یا کافر؟

مولانا کا جواب ملاحظہ ہو۔

۱۔ میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی کبھی اس مضمون کا خطرہ نہیں گزرا۔

۲۔ میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا۔

۱۳ جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گزرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا، تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے۔

۱۴ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحتاً یا اشارتاً یہ بات کہ میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم ﷺ کی (بسط البنان: ص ۲)

اس کے حضرت مولانا نے کسی قدر تفصیل کے ساتھ حفظ الایمان کی عبارت کا مطلب بھی لکھا ہے اور وہ کچھ اٹھ دی ہے جو میں عرض کر چکا ہوں۔ آپ غور فرمائیں کہ حضرت مولانا مظلہ کی ان تصریحات کے بعد کیا گنجائش باقی رہتی ہے فَبَآئِي حَدِيثَ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ۔ پس اس کے بعد کس بات پر ایمان لاؤ گے۔

اس کے بعد بھی اگر کسی مریض قلب کی شفا نہ ہو اور وہ شفا کا طالب ہو تو میں اس سے اخیر یہ اور عرض کروں گا کہ وہ ایک دو دن کے لئے خود تھکا نہ بھون چلا جائے اور حتی پرستی کی آنکھ سے حضرت مولانا کے حالات کا مطالعہ کرے اور دیکھے کہ آقائے کونین سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار غلام، اور اطاعت شعار امتی ایسے ہوتے ہیں۔ میں مجاہد اللہ یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر خدا نے دل پر مہر نہ لگا دی ہوگی تو انشاء اللہ ضرور بالضرور عارف جاتی کی زبان میں یہی کہتا ہوا آئے گا۔

چنیں کہ دند و خلق در تاشا ہمیں گفتند حاشا ثم حاشا

کنیں روئے نگو بدکاری آید وزیں دل دار دل آزاری آید

حضرات! آپ نے دیکھ لیا، اس مرتبہ بھی مولوی منظور صاحب

مولوی سردار احمد صاحب نے دغظ میں اور ادھر ادھر کی باتوں میں دقت گزار دیا اور میری

باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مولوی صاحب! میں کہتا ہوں حضرت غوث پاک کا۔ میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑ

سکتا۔ آپ جدھر کو دوڑیں گے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ادھر ہی کو دوڑوں گا۔

آپ کہتے ہیں کہ ”ایسا“ اگر بغیر ”جیسا“ کے ہو تو تشبیہ کے لئے نہیں آتا۔ اچھا بتائیے اگر ہم یوں کہیں کہ مولوی منظور

صاحب کا علم کتے ایسا ہے۔ یا مولوی اشرف علی صاحب کا علم گدھے ایسا ہے، تو اس میں تشبیہ ہوگی یا نہیں؟

آپ کے کہنے کے مطابق تو اس میں تشبیہ نہ ہوگی تو کیا آپ اس کو گوارا کریں گے ؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ آپ کبھی بھی گوارا نہیں کریں گے۔ اور ابھی شور مچا دیں گے کہ سردار احمد نے ہم کو گالی دے دی ، اور ہمارے علم کو کتے اور گدھے کے برابر بتلادیا ، پھر حجب حفظ الایمان میں بھی یہی " ایسا " کا لفظ موجود ہے تو آپ اس میں کیوں تاویلیں کرتے ہیں ؟ اور صاف مولوی تھانوی صاحب کے کفر کا اقرار کیوں نہیں کر لیتے ؟ کیا حضورؐ کی عزت اتنی بھی نہیں ہے جتنی کہ آپ کی ؟ یا آپ کے تھانوی صاحب کی ؟

اس تقریر میں آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ لفظ " ایسا " ، ہلا تشبیہ کے " اتنا " کے معنی میں بھی آتا ہے۔ آپ اس کو محاورات اور لغت سے ثابت کیجئے۔ مولوی صاحب ! حفظ الایمان اردو زبان میں ہے وہ ایرانی یا تورانی میں نہیں ہے۔ اس میں آپ کی یہ تاویلیں نہیں چل سکتیں۔

میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ اگر کوئی شخص مولوی تھانوی صاحب کی نسبت یوں کہے کہ ان کو عالم کیوں کہا جاتا ہے ؟ کل علوم کی وجہ سے یا بعض علوم کی وجہ سے ؟ تھانوی صاحب کو کل علوم کا حاصل ہونا تو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے باطل ہے۔ اور اگر بعض کی وجہ سے کہا جاوے تو اس میں تھانوی صاحب کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا بعض علم تو گدھے کو بھی ہے ، کتے کو بھی ہے ، سور اور بندر کو بھی ہے۔ تو اس میں تھانوی صاحب کی توہین ہوگی یا نہیں ؟ آپ نے ابھی تک اس کا کوئی صاف جواب نہیں دیا۔ جو کچھ آپ کے دل میں ہے آپ صاف کیوں نہیں کہہ دیتے ، آپ چھپاتے کیوں ہیں ؟

مولوی صاحب ! یہاں آپ کی چالاکیوں سے کام نہیں چلے گا ، میں بڑا میٹرھا پنجاہی ہوں۔ یاد رکھئے جب تک میں آپ سے تھانوی صاحب کے کفر کا اقرار نہیں کرالوں گا ، اور تو بہ نہیں کرالوں گا ، اس وقت تک آپ کا پچھا چھوڑ نہیں سکتا۔

آپ نے اس مرتبہ تھانوی صاحب کی لبسۃ البیان کی بھی عبارت پڑھی ہے بس اسی سے ہمارا آپ کا فیصلہ ہو گیا۔ دیکھئے انہوں نے خود لکھ دیا کہ جو شخص حضورؐ کی شان میں ایسا کفر کرے کہ غیب کا علم جیسا حضورؐ کہے ، ایسا ہر کچھ ہر پاگل اور ہر جانبدار کو حاصل ہے ، تو وہ خارج از اسلام ہے۔ ہم بھی بس یہی کہتے ہیں۔ دیکھئے حق کی طاقت یہ ہے حضرت عیسیٰؑ کی کرامت یہ ہے۔ کہ خود تھانوی صاحب ہی کے منہ سے ان کا کفر قبول کر دالیا۔ میں ثابت کر چکا ہوں

محمّد حفظ الایمان میں ایسا لکھا گیا ہے۔ اور تھانوی صاحب اقرار کرتے ہیں کہ ایسا لکھنے والا خارج از اسلام ہے۔ تو نتیجہ صاف یہ نکلا کہ تھانوی صاحب خارج از اسلام ہیں۔ اور ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ خارج از اسلام کا لفظ بول رہے ہیں اور ہم تحیث کا ذکر کر رہے ہیں، مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔

اکھچا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

مولوی منظور صاحب نے اپنی اس تقریر میں تھانوی صاحب کی بڑی بڑی تعریفیں کی ہیں۔ یہ مولوی صاحب کی دورنگی چال ہے۔ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ حضور کی شان میں ادنیٰ گستاخی کرنے والا کافر ہے، ملعون ہے، واجب القتل ہے اور دوسری طرف تھانوی صاحب کو اپنا مترجما مانتے ہیں اور لوگوں کو ان کے مرید بننے کی دعوت دیتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے حضور کی شان میں نہایت گندی گالیاں لکھی ہیں، جیسا کہ میں ثابت کر چکا ہوں۔ اور دربار رسالت میں ان کی گالی ایک یہی نہیں ہے اس کے علاوہ بھی ان کے بہت سے کفریات ہیں۔ وہ تو اپنا کلمہ بھی پڑھواتے ہیں۔ دیکھئے ان کے رسالہ "الامداد" میں ایک واقعہ چھپا ہے کہ ان کا ایک مرید دن بھر لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ رٹا رہا۔ اور مولوی تھانوی صاحب نے اس کو کچھ بھی تنبیہ نہیں کی بلکہ اس کی خوش اعتقادی کی اور داد دی، اور صاف لکھ دیا کہ

"اس واقعہ میں تسلی مٹتی ہے کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ قبیح سنت ہے"

اور سنئے خود تھانوی صاحب نے اپنا ایک واقعہ لکھا ہے کہ۔ خواب میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کے گھر میں تشریف لائیں۔ اور اس کی تعبیر انہوں نے یہ نکالی کہ کسی کم سن لڑکی سے میرا نکاح ہوگا۔ مسلمان اپنے کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر سوچیں، اس سے بڑھ کر گستاخی اور کیا ہو سکتی ہے۔ کوئی شریف آدمی بھی خواب میں ماں کو دیکھ کر جو رو کی تعبیر نہیں نکالے گا۔

مولوی صاحب آپ کہاں تک جواب دیں گے۔ ابھی تو میں نے آپ کے تھانوی صاحب کے تین ہی کفر گنائے ہیں

اور ابھی سینکڑوں باقی ہیں۔

آپ سے ابھی تک محفّظ الایمان کا کفر ہی نہیں اٹھ سکا۔ اب یہ دو کفر آپ پر اور سوار ہو گئے۔ مگر یاد رکھئے کہ

ان کا جواب بھی آپ قیامت تک نہیں دے سکیں گے۔

مخبر اسٹے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

مولانا محمد منظور صاحب

معلوم ہوتا ہے کہ مولوی سردار احمد صاحب گھر سے قسم کھا کر آئے ہیں

کہ اپنی ہر تقریر میں یہ ضرور فرمایا کریں گے کہ منظور نے میری کسی بات

کا جواب نہیں دیا۔ مسلمانان بریلی کو یاد ہوگا کہ اب سے کئی ماہ پیشتر سنت گوپی چند صاحب سے بریلی ہی میں میرا مناظرہ ہوا تھا۔ وہ اعتراضات پیش کرتے تھے اور میں بخود تعالیٰ جواب دیتا تھا۔ لیکن اپنی ہر تقریر میں وہ یہ ضرور فرما دیتے تھے کہ مولوی صاحب نے میری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص بھی حق کے مقابلہ کے لئے آتا ہے وہ ایسا ہی حق پر ہٹ دھرم ہوتا ہے۔ تشابہت قلوب ہم۔

اس تقریر میں آپ نے پھر فرمایا کہ میں پچھا نہیں چھوڑوں گا۔ اس کا صحیح گروہندان شکن جواب پالینے کے بعد پھر اسی کو منہ پر لانا آپ ہی کی جرأت اور غیرت ہے۔ آپ کے ساتھیوں کو چاہئے کہ اس دیدہ دلیری پر آپ کی خوب کڑھوئیں۔ اس مرتبہ آپ نے پھر حضرت مولانا تھانوی کے متعلق وہی مثال پیش کی ہے۔ میں دوبار اس کا مفصل جواب دے چکا ہوں۔ اور اس میں، اور حفظ الایمان کی عبارت میں فرق بیان کر چکا ہوں۔ بار بار جواب پالینے کے بعد پھر اسی کو ذکر کرنا ترش چھا چھ کا بلونا ہے۔ اور اگر واقعی آپ کی سمجھ میں وہ فرق نہیں آیا، تو آپ کے مدرسہ کے شیخ الحدیث مولوی عبدالعزیز صاحب آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں، میں ان کو جانتا ہوں، اور میرا خیال ہے کہ انہوں نے ضرور اس فرق کو سمجھ لیا ہوگا۔ آپ ان سے دریافت کیجئے، اور اگر پھر بھی سمجھ میں نہ آوے تو اپنی عقل پر ماتم کیجئے۔

لفظ ”ایسا“ کے متعلق میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ وہ بغیر ”جیسا“ کے تشبیہ کے لئے آتا ہی نہیں، بلکہ میرا دعویٰ یہ ہے کہ اگر ”ایسا“ بغیر ”جیسا“ کے ہو تو تشبیہ کے لئے ہونا ضروری نہیں، بلکہ اس صورت میں وہ تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

میرے متعلق جو مثال آپ نے پیش کی ہے اس میں لفظ ”ایسا“ بے شک تشبیہ ہی کے لئے ہے، اور میری یا مولانا

تھانوی کی ہی خصوصیت نہیں، بلکہ آپ سے سیکھ کر اگر کوئی بدتمیز اور بدتمذیب مولوی احمد رضا خان صاحب کے متعلق یہ

کے کہ ان کا علم سَوَ ایسا تھا گدھے ایسا تھا تو بے شک اس نے مولوی احمد رضا خان صاحب کی سخت توہین کی۔ کیوں کہ اردو نے محاورات ایسے موقع پر لفظ "ایسا" تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ لفظ "ایسا" ہر جگہ تشبیہ ہی کے لئے ہو، بلکہ جس طرح کہ میں عرض کر چکا ہوں۔ وہ بعض اوقات بغیر تشبیہ کے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ اور حفظ الایمان کی عبارت میں بھی جیسا کہ میں بدلائل قاہرہ ثابت کر چکا ہوں، وہ بغیر تشبیہ کے "اتنا" کے معنی میں ہے۔ اور اس سے مطلق بعض علوم غیبیہ مراد ہیں۔ آپ نے مجھ سے "ایسا" یعنی اتنا مستعمل ہونے کا ثبوت لغت اور محاورات سے طلب کیا ہے۔ یہ مطالبہ آپ کا بے شک صحیح ہے۔ سنئے !

امیر مینائی مرحوم نے امیر اللغات جلد دوم صفحہ ۳۲۲ پر لفظ "ایسا" کی کابل تحقیق کی ہے اور اس کے چند معنی بیان کئے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک معنی یہ بھی بیان کئے ہیں جو میں نے عرض کئے۔

اس موقع پر ان کی عبارت یہ ہے۔

ایسا (معنی) اتنا۔ اس قدر۔ فقرہ ایسا مادہ اداہ مزا کر دیا۔ شعر سے

اس بادہ کشن کا جسم ہے ایسا لطیف و صاف
(برق) زقار پر گمان ہے موج شراب کا

لیجئے اب تو میں نے لغت سے ثابت کر دیا کہ "ایسا" بلا تشبیہ کے اتنا کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور اردو کے نظم و

نثر کے محاورات میں ان معنی میں اس کا استعمال شائع ہوا ہے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ مصنف حفظ الایمان حضرت مولانا اشرف علی صاحب خور ایسے شخص کو کافر سمجھتے ہیں تو

مصورم کے علم شریف کو جانور دل اور پاگلوں کے برابر بتائے۔ اور اس کے ثبوت میں میں نے بسط البنان کی عبارت پڑھی تھی

اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ مولوی اشرف علی صاحب نے خود اپنے کفر کا اقرار کر لیا۔ اَنَا لَهِیْہ

راجعہ ف۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کوئی شریر آدمی مولوی حامد رضا خان صاحب سے کہے کہ آپ سود لینے

میں اور حرام کھاتے ہیں۔ وہ اس کے جواب میں فرماتیں کہ یہ بالکل غلط ہے میں نے آج تک کبھی ایک پانی بھی کسی سے سود

کی نہیں لی میں تو سود کو حرام اور سود خوار کو جہنمی سمجھتا ہوں۔ اس پر وہ کینہہ شریر اعلان کر دے کہ مولوی حامد رضا خان

نے خود اپنے حرام خور اور جہنمی ہونے کا اقرار کر لیا۔ تو کیا یہ اس کا پا جی پن نہ ہوگا۔ مہربان من ! یہ مناظرہ کا پیٹ فلام

ہے۔ یہاں کچھ سوچ سمجھ کر بات کہا کیجئے۔

اس مرتبہ آپ نے عاجز اگر حفظ الایمان کی بحث سے گریز کر کے دوسری دو بحثیں چھیڑی ہیں۔ چونکہ میرا وقت قریب الختم ہے۔ اس لئے اس وقت نہایت مختصر جواب پر اکتفا کرتا ہوں۔

افسوس ہے کہ اس موقع پر بھی آپ نے نہایت شرمناک افتراء پر دازی سے کام لیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ۔
مولوی اشرف علی صاحب کا ایک مرید دن بھر ”لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ“ رٹا رہا۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)
یہ محض آپ کا افتراء اور نہایت حیا سوز افتراء ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص نے جو آپ کے پنجاب ہی کا رہنے والا تھا خواب دیکھا کہ وہ کلمہ اس طرح پڑھ رہا ہے۔ اور یہ مسئلہ مسئلہ ہے کہ خواب کی بات پر کوئی حکم شرعی عائد نہیں ہوتا۔ اگر کوئی کافر خواب میں اسلام لے آئے تو اس کا اسلام معتبر نہیں۔ اور اسی طرح اگر کسی مسلمان سے خواب میں کلمات کفر سرزد ہو جائیں تو وہ ان کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا۔ حدیث شریف میں ہے ”لا تقربیط فی النوم“۔
یعنی جرم جرم نہیں۔ آپ ہی بتلائیے کہ اگر کوئی شخص خواب میں زنا کرے کیا آپ اس پر حد جاری کر دیں گے؟
بر حال یہ کلمات اس شخص سے صرف حالت خواب میں سرزد ہوئے تھے، لہذا اس پر کفر عائد نہیں ہوتا۔ نیز ان کے علاوہ جو دوسرے کلمات خواب کے بعد اضطراری حالت میں اس شخص کی زبان سے نکلے ہیں ان کا بھی آپ نے ذکر نہیں کیا، ان کی وجہ سے بھی اس کی تکفیر نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ بلا اختیاراً خطاً جو کلمات کفر کسی کی زبان سے سرزد ہو جائیں وہ بھی شریعت میں موجب کفر نہیں۔

۱۔ فقہ حنفی کی مشہور دستاویز کتاب شامی میں امام ابن العمام کی تحریر الاصول کے حوالہ سے منقول ہے کہ تبطل عبارات من الاسلام والردۃ والطلاق ولع توصف بخبر ولا انشاء وصدق وکذب کالحان الطيور سونے والے کا کلام (مثلاً) اسلام لانا یا مرتد ہو جانا، یا طلاق دینا، یہ سب لغو اور بیکار ہے۔ نہ اس کو خبر کہا جاسکتا ہے نہ فشاء اور نہ پرچ نہ جھوٹ، مثل پرندوں کی آواز کے۔ مرتب

۲۔ حدیث شریف میں ہے رفع عن امتی الخطأ والنسیان یعنی خطا اور نسیان پر میری امت سے مواخذہ نہ ہوگا۔ اور شامی میں ہے ومن تکلم بکلام خطا او مکرھا لا یکفر عند الحکل جس سے کلمہ کفر خطا (یعنی بلا قصد و

علیٰ ہذا جو دوسرا خواب ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق آپ نے ذکر کیا ہے۔ اس میں بھی نہایت شرمناک غلط بیانیوں سے کام لیا ہے۔ ایک جھوٹ تو آپ نے یہ بولا کہ خود مولانا اشرف علی صاحب نے خواب دیکھا، حالانکہ یہ آپ کا خالص جھوٹ ہے۔ وہ خواب کسی دوسرے شخص کا ہے۔ پھر آپ نے جو توہین آمیز اور بازاری الفاظ ادا کئے وہ بھی محض آپ کے تصنیف کردہ ہیں۔ حضرت مولانا تھانوی ان سے بری ہیں۔ رہا آپ کا یہ اعتراض کہ خواب میں ام المؤمنین کی تشریف آوری سے جدید نکاح کی تعبیر کیوں اور کس طرح نکالی گئی، سو یہ فی تعبیر سے آپ کی جہالت اور ناواقفیت ہے جس کی کوئی شکایت نہیں۔

علامہ عبد الغنی نابلسیؒ اپنی کتاب "تعلیل الانام بتعبیر المنام" میں ارقام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص خواب دیکھے کہ ازواج مطہرات اہل ام المؤمنینؓ میں سے کوئی اس کے گھر میں تشریف لاتی ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ کسی نیک عورت سے اس کا نکاح ہو گا۔

اب فرمائیے کہ ان علامہ کے متعلق کیا فتوے ہے۔ جو صرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ہی نہیں بلکہ تمام اہل ام المؤمنین کی تشریف آوری کی سب سے تعبیر لکھ رہے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ وہی عبد الغنی نابلسی ہیں، جن کو آپ کے اعلیٰ حضرت اپنی تصانیف میں کہیں "امام" علامہ" عارف باللہ" اور کسی جگہ "علامہ جلیل القدر عظیم الفخر امام ظاہر و باطن رحمہ اللہ وغیرہ وغیرہ اعلیٰ خطابات سے یاد فرماتے ہیں۔

پس اگر واقعی آپ کے نزدیک مولانا تھانوی مظلوم اس تعبیر کی وجہ سے کافر ہیں تو اب ان علامہ کو ڈبل کافر کئے اور چونکہ آپ کے اعلیٰ حضرت ان کے مداح ہیں اور ان کو امام ظاہر و باطن تسلیم کر رہے لہذا ان کو بھی کافر کہتے۔

سچہ خواہی گفت قربانت شوم تا من بہاں گویم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) واختصار، سرزد ہو جائے یا کوئی زبردستی کھولے تو ایسی صورت میں کسی کے نزدیک بھی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ شامی صفحہ ۲۸۵: اس بحث کی مکمل اور لاجواب تحقیق جس کے بعد کسی معاند کو بھی شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔

سبغہ میانی " میں تقریباً ۳۵۱ صفحات پر کی گئی ہے ناظرین اس کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲ مرتب۔

واضح رہے کہ ہم نے ہر دو مناظروں کی بعض وہ تقریریں
جن میں مضامین کی محض تکرار تھی ذکر کرنے سے چھوڑ دی ہیں

دوسرے دن کا مناظرہ ختم ہوا

اور درحقیقت ان کو نقل کرنے میں بے کار طوالت کے سوا کوئی فائدہ بھی نہ تھا۔ نیز ناظرین کو بھی یہ خیال ہوگا کہ مولوی سردار احمد صاحب کی تقریریں مولانا محمد منظور صاحب کے مقابلہ میں عموماً مختصر ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہوئی کہ مولوی سردار احمد صاحب بعض اوقات اپنے وقت سے بہت پہلے تقریر ختم فرما دیتے تھے۔ چنانچہ ان کے بعض تقریریں صرف تین منٹ اور چار منٹ کی بھی ہوئیں، بخلاف مولانا محمد منظور صاحب کے کہ آپ کی ہر تقریر پچھ وقت میں ہوتی تھی اور پھر بھی آپ کو وقت کی تنگی کی شکایت دہتی تھی۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مولوی سردار احمد صاحب اکثر و بیشتر ایک ہی تقریر میں ایک بات کو تین تین اور چار چار دفعہ دوہراتے تھے جس کی شہادت خود ان کی جماعت بھی دے سکتی ہے۔ ہم نے ان کی اس بے کار تکرار کو، قلم بند کرنا غیر ضروری سمجھا۔

اور تیسری وجہ یہ ہے کہ مولانا محمد منظور صاحب مولوی سردار احمد صاحب کے مقابلہ میں بولتے بھی بہت تیزی سے تھے۔ اس کی شہادت بھی موافق و مخالف پہلک سے لی جاسکتی ہے۔ بہر حال ہر دو صاحبان کی تقریروں کی مقدار میں جو تفاوت ہے وہ ان وجوہات سے ہے۔



مُناظرہ

کا — تیسرا — دن

۲۲ محرم الحرام ۱۳۵۴ یم شنبہ

(بعد خطبہ)

مولوی سردار احمد صاحب

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝

حضرات ! کل سے مولوی منظور احمد صاحب پر میرا مطالبہ قائم ہے اور وہ ابھی تک اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔ میرا دعوئے ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب نے حفظ الایمان میں حضور سید عالم نور مجسم شیخ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے اور آپ کے علم اقدس کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا ہے۔ میں کل سے برابر اس کو ثابت کر رہا ہوں۔ اور مولوی منظور صاحب نہ اس کو رد ہی کرتے ہیں اور نہ حفظ الایمان کے اس کفری مضمون سے توبہ ہی کرتے ہیں۔ لیجئے اب میں پھر اس عبارت کو پڑھ کر سناتا ہوں۔

(اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے حفظ الایمان کی عبارت پڑھ کر سنائی اور اس کے بعد فرمایا)
دیکھئے ! اس میں صاف ”ایسا“ کا لفظ موجود ہے لہذا ضرور اس میں تشبیہ ہے۔ اور بے شک حضور کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ مولوی منظور صاحب نے کل فرمایا تھا کہ یہاں لفظ ”ایسا“ اتنا“ کے معنی میں ہے۔ لیجئے اب تو میرا اعتراض اور زیادہ واضح ہو گیا۔ آپ کے اس قول پر تو حفظ الایمان کی عبارت کا صاف مطلب یہ ہو گا کہ۔

”غیب کی باتوں کا جتنا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اتنا ہر کچھ کو اور ہر جانور اور ہر

پاگل کو ہے“

لیجئے مولوی صاحب اب تو آپ نے خود میرے دعوے کو ثابت کر دیا۔

جادو وہ ہے جو سر پہ پڑھ کے بولے

مولوی صاحب ! یہ آپ کی کمزوری نہیں ہے یہ حضرت غوث پاک کی کرامت ہے ، یہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برکت ہے۔ دیکھئے جو انہوں نے حسام اکھرین میں لکھا تھا۔ اب خود آپ نے اپنی زبان سے اس کا اقرار کر لیا۔ اعلیٰ حضرت کا دعوئے بھی تو یہی تھا کہ حفظ الایمان میں حضور کے علم شریف کو جانوروں اور پالگوں کے برابر بتلایا ہے۔ کل آپ نے خود تسلیم کر لیا کہ حفظ الایمان میں ”ایسا“ کا لفظ ”اتنا“ اور اس قدر“ کے معنی میں ہے۔ تو اب حفظ الایمان کی عبارت کا مطلب صاف ہو گیا کہ۔

”غیب کی باتوں کا جتنا علم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہے“ ”ایسا“ یعنی بقول آپ کے ”اتنا“ اور اس قدر“ ہر کچے اور ہر پاگل اور ہر جانور کو حاصل ہے“ اب تو آپ نے خود اقرار کر لیا ، اب تو توبہ کر کے مسلمان ہو جاتیے۔

مولوی صاحب ! آپ اسی قابلیت پر اعلیٰ حضرت حجتہ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب سے مخاطب کرتے تھے ، آج ان کے ایک ادنیٰ غلام نے آپ کی زبان سے اقرار کر لیا ، کہ حفظ الایمان کی عبارت کا وہی مطلب ہے جو اعلیٰ حضرت نے حسام اکھرین میں لکھا ہے۔ اور جس کی وجہ سے تکفیر کی ہے۔ آپ نے کل مولوی اشرف علی بسط البنان کی عبارت پڑھی تھی جس میں صاف اقرار تھا کہ ”جو شخص حضور کے علم غیب کو جانوروں اور پالگوں کے برابر بتلائے وہ خارج از اسلام ہے“ اور آپ نے مان لیا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں لفظ ”ایسا“ ”اتنا“ اور اس قدر“ کے معنی میں ہے۔ جس سے یہ بات بالکل ثابت ہو گئی کہ حفظ الایمان میں حضور کے علم شریف کو ، جانوروں اور پالگوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ لہذا اب مولوی اشرف علی صاحب خود اپنے اور آپ کے اقرار سے کافر ٹھہرے۔ ایسے ہی کافروں کے حق میں قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ یكفرون با فواہرہم یعنی وہ خود اپنے منہ سے کافر جیتے ہیں۔

لے جو قرآن حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور جو مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے اس میں کہیں یہ آیت موجود نہیں۔

انجھ ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد پھنس گیا

مولوی منظور صاحب نے پہلے یہ بھی کہا تھا کہ چونکہ حفظ الایمان کی عبارت میں ”ایسا“ بغیر ”جیسا“

کے ہے لہذا تشبیہ کے لئے نہیں۔ مگر جب میں نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص آپ کے یا آپ کے مولوی

تھانوی صاحب کے متعلق کہے کہ ”ان کا علم گدھے ایسا ہے“ تو اس میں تشبیہ اور آپ کی توہین ہوگی یا نہیں؟

تو بہت دیر تک مولوی صاحب اس کے جواب میں ٹال مٹول کرتے رہے۔ لیکن جب مولوی صاحب نے سمجھا

کہ سردار احمد پنجابی ہے وہ جواب لئے بغیر پیچھا نہیں چھوڑے گا تو آپ نے کل آخر میں اس کا جواب دیا اور تسلیم

کر لیا کہ اس میں تشبیہ اور توہین ہے۔ آپ سب لوگوں کو مولوی صاحب کی یہ بات یاد ہوگی۔

بس مسلمانو! اب خود فیصلہ کر لو۔ وہی ”ایسا“ بغیر ”جیسا“ کے اگر مولوی منظور صاحب یا

مولوی تھانوی صاحب کی شان میں بولا جائے تو اس سے ان صاحبوں کی توہین ہو جائے۔ او وہی لفظ جب حضورؐ

کے متعلق مولوی تھانوی صاحب لکھ دیں تو اس میں حضورؐ کی کچھ توہین نہ ہو۔

اللہ اکبر۔ مولوی منظور صاحب اور تھانوی صاحب کی عزت حضورؐ سے بھی زیادہ ہوتی۔ کیوں مولوی

صاحب یہی ہے آپ کا دھرم۔

بعد خطبہ ماثورہ، اللهم رب جبرئیل و میکائیل

مولانا محمد منظور صاحب

منزل التوراة و الانجیل و القرآن العجلیل

فاطر السموات و الارض انت تحكم بین عبادك فیما هم ذیہ یختلفون

اهدنا لما اختلف فیہ من الحق باذنك انا لله قد سی من تشاء الی صراط مستقیم

بسم الله الرحمن الرحیم

میر انخیال تھا کہ اس مجلس گفتگو کی فرصت میں مولوی سردار احمد صاحب نے کوئی خاص تیاری کی ہوگی۔ او

وہ کچھ نئی نئی باتیں سوچ کر لاتے ہوں گے، مگر

غلط بود آنچه ما پنداشتیم

مولوی صاحب کی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آپ آج بھی اسی منزل میں ہیں جس میں آپ کل تھے۔ بھلا
 مجھے حیرت ہوتی ہے کہ جن باتوں کا آپ بار بار جواب پانچکے پچر کس طرح ان کو زبان پر لاتے ہیں۔ اور جن صاحب
 کہ ہر بار آپ یہ فرماتے ہیں کہ میری کسی بات کا جواب نہیں دیا گیا۔ صحیح بخاری شریف اور دوسری کتب حدیث میں
 ایک روایت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری مرض میں وفات شریف سے تین
 چار روز قبل ایک دن فرمایا کہ ایک کاغذ لاؤ میں تم کو ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ تم اس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے
 اس کے بعد صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں ”قَالُوا هَجَرَ اسْتَفْهَمُوهُ“ یعنی حاضرین نے (یا حاضرین میں
 سے کسی نے) کہا ”آپ سے پوچھو تو سہی کیا آپ نے ہم کو چھوڑ دیا؟“

کنے والے کا مطلب یہ تھا کہ کیا حضور ہمیشہ کے لئے ہم سے مفارقت اختیار فرما رہے ہیں جو اس قسم کا
 وصیت نامہ لکھنا چاہتے ہیں؟

اس روایت میں یہ بھی ذکر ہے کہ وہاں حاضرین میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ اب شیعہ صاحبان
 جو بزرگان دین کی تکفیر میں آپ کے بھی استاد ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاذ اللہ کافر ثابت کرنے کے لئے
 کہتے ہیں کہ یہ قول ”هَجَرَ اسْتَفْهَمُوهُ“ اٹھی کا ہے اور اس میں جو ”هَجَرَ“ کا لفظ ہے وہ ”هَجَرَ“ سے
 مشتق ہے جس کے معنی ”بیہودہ بکواس“ کے ہیں۔ اور معاذ اللہ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ ”حضور نے خیال
 بکا“ (نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ مِثْلِ هَذِهِ الْكَلِمَةِ الْخَبِيثَةِ)۔

شیعہ صاحبان کو یہ اعتراض پیش کیے سینکڑوں برس ہو گئے اور اس وقت سے اب تک اہلسنت نے ہزار
 مرتبہ تحریریں اور تقریریں میں ان کے اس ناپاک افتراء کے نہایت معقول اور دندان شکن جوابات دیئے جو آج
 تک لا جواب ہیں۔ مگر شیعہ صاحبان آج تک یہی گائے جاتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے (معاذ اللہ) ضرور توہین کی۔ اور
 آپ کو ”ہذیان گو“ بتلایا۔ ان کو بار بار بتلایا گیا کہ یہ لفظ ”هَجَرَ“ ”هَجَرَ“ بمعنی ہذیان گوئی سے مشتق نہیں ہے
 بلکہ ”هَجَرَ“ بمعنی جدائی سے مشتق ہے۔ اور بعد میں ”اسْتَفْهَمُوهُ“ کا لفظ اس کا قرینہ بھی موجود ہے۔ کیونکہ
 ہذیان دالے سے استفہام ممکن نہیں۔ لہذا یہ ”هَجَرَ“ ”هَجَرَ“ اور ”هَجَرَ“ سے مشتق ہے۔ جو وصال کے مقابلہ
 میں آتا ہے۔ اور اس قول کا صحیح اور واقعی مطلب وہی ہے کہ کیا حضور کا ارادہ ہم کو داغ مفارقت دینے کا ہے یا

آپ سے دریافت تو کر دو !

لیکن شیعہ صاحبان بقول شیخے ” مرغی کی ایک ٹانگ “ یہی کہہ جاتے ہیں کہ نہیں صاحب ! ہجر کے معنی تو ” پیسودہ بکواس “ ہی کے ہیں اور اس میں ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے ۔ لہذا معاذ اللہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کا فرار خارج از اسلام ہیں ۔

بہر حال شیعہ صاحبان بھی آپ کی طرح صد مامرتہ جواب پانے کے بعد یہی کہہ جاتے ہیں ۔ زبان ہم سے نہ ان کی پکڑی گئی نہ آپ کی پکڑی جاسکتی ہے لیکن یہ خود آپ کا ضمیر جانتا ہو گا کہ آپ کی ہر بات کا کیسا لاجواب جواب دیا جا رہا ہے ۔ میں کل لغت اور محاورات سے ثابت کر چکا کہ ” ایسا “ تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنی میں بھی مستقل ہوتا ہے ۔ اور حفظ الایمان کی عبارت میں بھی وہ تشبیہ کے لئے نہیں ہے ۔ لیکن آپ اپنے شیعہ بھائیوں کی طرح یہی کہہ جاتے ہیں کہ نہیں ” ایسا “ تو تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے ۔ اور حفظ الایمان کی عبارت میں ضرور توہین ہے ۔ اب اس ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں ۔

آپ فرماتے ہیں کہ منظور نے اقرار کر لیا کہ حفظ الایمان میں حضور کے علم شریف کو جا توڑوں اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اس سے زیادہ سفید جھوٹ اور کیا ہو سکتا ہے کہ جس چیز کو میں کل سے بار بار رد کر رہا ہوں ۔ آج آپ اسی کو میرے ذمہ رکھ رہے ہیں ۔

میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ حفظ الایمان میں ” جیسا “ کا لفظ نہیں ہے ۔ اگر اس میں ” جیسا “ ہوتا تو ” ایسا “ کا تشبیہ کے لئے ہونا ضروری ہوتا ۔ اس کے جواب میں پہلے تو آپ نے فرمایا کہ ” جیسا “ یہاں مخدوف ہے لیکن جب میں نے آپ کی اس لغو بات کو رد کیا تو آپ نے فرمایا کہ ” ایسا “ اگر بغیر ” جیسا “ کے ہو جب بھی تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے ۔ پھر جب میں نے آپ کی اس بات کی تردید کی اور ثابت کیا کہ ” ایسا “ تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنوں میں بھی مستقل ہوتا ہے ۔ اور حفظ الایمان کی عبارت میں وہ بلا تشبیہ کے ” اتنا “ کے معنی میں مستعمل ہے تو آپ نے مجھ سے اس کا ثبوت طلب کیا کہ ” ایسا “ بلا تشبیہ کے ” اتنا “ کے معنی میں کہاں آتا ہے ؟ چنانچہ میں نے اس کو

لغت اور نظم و نشر کے محاورات سے ثابت کر دیا جس کا آپ کوئی جواب نہ دے سکے۔ اب اس تقریر میں آپ نے یہ جدت اختیار کی کہ ”ایسا“ کو ”اتنا“ کے معنی میں لینے کے بعد ہمارا دعویٰ ثابت ہو جاتا ہے اور حفظ الایمان کی عبارت کا یہ مطلب ہو جاتا ہے کہ غیب کا جتنا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا اتنا ہر زید و عمرو اور جانوروں اور پانگلوں کو بھی حاصل ہے۔

مجھے حیرت ہے کہ کیا واقعی آپ ایسا ہی سمجھ رہے ہیں یا دیدہ و دانستہ دوسرے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے یہ باتیں کر رہے ہیں۔

ان كنت لا تدري — فذلك مصيبة

وان كنت تدري — فالمصيبة اعظم

بہر حال اگر آپ میری اس بات کو ابھی تک نہیں سمجھتے ہیں تو اب سمجھ لیجئے کہ ”حفظ الایمان“ میں ”ایسا“ ”اتنا“ کے معنی میں ہے۔ اور اس سے مراد مطلق بعض علوم غیبیہ ہیں۔ اور عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر حضور کو عالم الغیب کئے والے مطلق بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے حضور کو عالم الغیب کہتے ہیں۔ اور اگر ان کا یہی اصول ہے کہ جس کو بھی غیب کی کچھ باتیں معلوم ہوں گی اسی کو عالم الغیب کہا جادے گا تو لازم آئے گا کہ ہر زید و عمرو بلکہ حیوانات و نباتات کو بھی عالم الغیب کہا جادے۔ کیونکہ ایسا علم غیب، یعنی اتنا علم غیب جو ان لوگوں کے نزدیک کسی کو عالم الغیب کہنے کے لئے کافی ہے۔ یعنی مطلق بعض غیب کا علم تو ہر ایک کو حاصل ہے۔ بہر حال اس عبارت میں لفظ ”ایسا“ ”اتنا“ کے معنی میں ہے۔ اور اس سے مطلق بعض علوم غیبیہ مراد ہیں نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف۔

اگر اب بھی اس عبارت کا مطلب آپ نہ سمجھتے ہوں تو دوسرے طور پر یوں سمجھئے کہ یہاں لفظ ”ایسا“ یہ ہے کہ معنی میں ہے۔ اور اس سے مطلق بعض علوم غیبیہ کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ اور ”ایسا“ کا استعمال ”یہ“ کے معنی میں لڑو محاورات میں شائع و ذائع ہے۔ مثلاً کوئی شخص کہے کہ ”میں زید کو ماروں گا“ دوسرا کہے ”ایسا کام ہرگز نہ کرنا“ تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ ”یہ کام ہرگز نہ کرنا“۔ پس یوں سمجھئے کہ حفظ الایمان کی زیر بحث عبارت میں بھی یہ ”ایسا“ کا لفظ ”یہ“ کی جگہ مستعمل ہے اور اس صورت میں عبارت کی شرح یوں ہوگی۔

” پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا، یعنی حضور کو عالم الغیب کہنا، اگر قبول
 زید صحیح ہو تو دریافت طلب، اسی زید سے جو حضور کو عالم الغیب کہتا ہے اور اس اطلاق کو جائز
 سمجھتا ہے، یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں
 تو اس میں (یعنی مطلق بعض غیب کے علم میں) حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب (یعنی یہ علم غیب
 جو اوپر مذکور ہوا، یعنی مطلق بعض غیب کا علم، تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و نباتات
 کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی
 ہے۔ تو اس زید کے اصول پر چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔“

میں امید کرتا ہوں کہ اس شرح کے بعد ایک عالم سے جاہل شخص کو بھی اس عبارت میں کوئی شبہ نہیں رہے گا۔
 بہر حال حفظ الایمان کے لفظ ”ایسا“ کو ”اتنا“ کے معنی میں لیا جاوے جب بھی مطلب صاف ہے۔ اور ”یہ“
 کے معنی میں لیا جاوے جب بھی مطلب صاف ہے۔ اور دونوں صورتوں میں اس سے مطلق بعض غیب کا علم مراد ہو گا۔
 اور فرق صرف تعبیر اور عنوان کا ہو گا حاصل دونوں کا ایک ہی ہے۔ لیکن اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف
 کسی طرح بھی مراد نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد مزید توضیح کے لئے اس عبارت کی میں ایک مثال اور پیش کرتا ہوں۔

فرض کیجئے کہ کسی ملک کا بادشاہ بہت زیادہ رعیت نواز ہو اور رعایا کی بہت زیادہ خبر گیری کرتا ہو، ہزاروں
 غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا ہو۔ اب اگر کوئی احمق شخص جس کا نام ”زید“ فرض کر لیجئے۔ کہے کہ میں اس بادشاہ
 کو ”رب العالمین“ کہوں گا۔ اس پر کوئی دوسرا شخص مولوی اشرف علی صاحب کی طرح یوں الزام کرے کہ ”تم جو اس
 بادشاہ کو رب العالمین کہتے ہو تو بعض کی تربیت کی وجہ سے یا کل کی تربیت کی وجہ سے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ وہ بادشاہ کل مخلوق

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) نہ چنانچہ اس محاورہ کے مطابق شاعر کہتا ہے :-

وصل بہت خود سر کی تن نہ کریں گے

ہاں ہاں نہ کریں گے کبھی ”ایسا“ نہ کریں گے

کی تربیت نہیں رہا۔ اور اگر بعض کی وجہ سے کہتے ہو تو اس میں بادشاہ کی کیا تخصیص ایسی تربیت یعنی مطلق بعض کی تربیت کر ہی کرتے ہیں، ہر شخص کم از کم اپنی اولاد کو پالتا ہے، جانور بھی اپنے بچوں کا پیٹ بھرتے ہیں۔ تو چاہئے کہ تمہارے اس اصول پر ہر شخص کو بلکہ ہر حیوان کو کتب العلمین کہا جاوے۔ ذرا غور فرمایا جائے کیا اس میں اس بادشاہ کی توہین ہوئی، اور کیا اس کا یہی مطلب ہوا کہ اس شخص نے اس بادشاہ کو ہر معمولی انسان بلکہ جانوروں کے برابر کر دیا، میں تو سمجھتا ہوں کہ کوئی معمولی سمجھ کا انسان بھی اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالے گا۔

اس وقت تک میں حفظ الایمان کی عبارت کی توضیح میں جو کچھ کہنا ہے اگر میں کسی اعلیٰ درجہ کے جاہل کے سامنے بھی یہ باتیں پیش کرتا تو وہ بھی مطمئن ہو جاتا اور صداقت کا اعتراف کرتا۔ مگر آپ ماشاء اللہ مولوی ہیں اور وہ بھی بقول خود بڑے کڑے پنجابی مولوی۔ اور اس پر طرہ یہ کہ مرزا غلام احمد کا دیانی جیسے ہٹ دھرم کے ہم وطن۔ اس لئے آپ سے یہ توقع نہ رہا۔

ملا آن ہا شد کہ چپ نہ شود

لیکن چونکہ میں آج آپ حضرات پر پورے طریقہ سے اتمام حجت کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے اس سلسلہ میں ایک بات اور عرض کرتا ہوں۔ بخور سنتے۔

حفظ الایمان کی جس عبارت میں بحث ہو رہی ہے اس میں مولانا عالم الغیب کہنے والوں کو ان کے اصول پر الزام دے رہے ہیں کہ تمہارے اس لغو اور غلط اصول پر لازم آتا ہے کہ حضور کی طرح زید و عمرو بلکہ حیوانات و بہائم کو بھی عالم الغیب کہا جاوے۔ بہر حال یہاں مولانا کا کلام بطور الزام ہے۔ اس عبارت کے کسی فقرے میں مولانا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کے متعلق اپنا عقیدہ نہیں بیان فرمایا ہے۔ البتہ اسی حفظ الایمان میں زیر بحث عبارت سے چند سطر کے بعد مولانا نے اس کے متعلق اپنا ذاتی عقیدہ بھی لکھا۔

ملاحظہ فرمائیے اس کی عبارت یہ ہے۔

”کہ نبوت کے لئے جو علوم لازم و ضروری ہیں وہ آپ کو بہت ما حاصل ہو گئے تھے“

”غور فرمایا جاوے، جو شخص حضور کے لئے تمام علوم لازم نبوت حاصل مانے کیا وہ اس کا قائل ہو سکتا ہے۔ کہ حضور کا سوا علم حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔ انصاف شرط ہے۔ خدا کا خوف کیجئے۔ اور اس کے سخت محاسب سے ڈریئے۔“

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات! میرا بھی خیال تھا کہ مولوی منظور صاحب رات بھر کے محنت کے بعد حفظ الایمان کی عبارت کا کوئی ٹھیک جواب سوچ

کر لاتے ہونگے، مگر مولوی صاحب کی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اب بھی ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ اور لا جواب بات کا جواب ہی کیا ہو سکتا ہے۔

میں نے کہا تھا کہ اگر کوئی شخص آپ کے متعلق یوں کہے کہ ”آپ کا علم گرھے ایسا ہے“ تو اس میں لفظ ”ایسا“ تشبیہ کے لئے ہوگا یا نہیں؟ اور اس سے آپ کی توہین ہوگی یا نہیں؟ اس کے جواب میں آپ نے تسلیم کر لیا کہ ہاں یہ ”ایسا“ تشبیہ کے لئے ہوگا اور اس میں توہین ہوگی۔ پھر جب میں مکتا ہوں کہ یہی ”ایسا“ کا لفظ حفظ الایمان کی عبارت میں بھی ہے لہذا اس میں بھی توہین ہوگی تو مولوی صاحب اس کا کچھ جواب نہیں دیتے۔

مولوی صاحب! میں نے تو آپ کی بڑی شہرت سنی تھی کہ آپ نے بڑے بڑے مناظرے کئے ہیں مگر مجھے تو ایسا معلوم ہوا ہے کہ شاید آپ نے کوئی مناظرہ دیکھا بھی نہیں۔

آپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال پیش کرتے ہیں وہ تو اگر آج دنیا میں ہوتے تو سارے توہین کرنے والوں کا خاتمہ ہی کر دیتے۔ حضورؐ کے زمانہ میں ایک منافق اور ایک یہودی میں جھگڑا تھا۔ جب معاملہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش ہوا تو آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا۔ اس کے بعد وہ منافق دوبارہ فیصلہ کرانے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا جب آپ کو معلوم ہوا کہ حضور سید یوم النشورؐ پہلے اس کا فیصلہ فرما چکے ہیں اور اس بد بخت منافق نے اس فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا ہے تو آپ گھر میں سے تلوار لائے اور فرمایا کہ جو شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی نہ ہو اس کا فیصلہ یہ تلوار کرے گی۔

مولوی صاحب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان تو یہ تھی آپ ان کو تقاضوی صاحب کی مثال میں پیش کرتے ہیں ۛ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں حفظ الایمان کی ایک اور عبارت بھی پڑھ کر سنائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ کو وہ تمام علوم حاصل تھے جو نبوت کے لئے لازم و ضروری ہیں۔ مولوی صاحب آپ نے قرآن مجید میں یہ آیت نہیں لکھی

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ

لَرْسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْفَعُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ

ترجمہ ! اے ہمارے محبوب جب یہ منافق لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ خدا کے سچے رسول ہیں ، اور خدا جانتا ہے کہ بے شک آپ اس کے رسول ہیں اور خدا گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں (صرف آپ کو خوش کرنے کے لئے زبان سے ایسے کہتے ہیں ، درحقیقت ان کا عقیدہ یہ نہیں ہے)۔

پس اسی طرح محتاوی صاحب نے بھی صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے لکھ دیا کہ حضور کو تمام علوم لازم ہوئے حاصل تھے ۔ ورنہ درحقیقت ان کا عقیدہ یہ نہیں ہے ۔ عقیدہ ان کا وہی ہے جو وہ حفظ الایمان میں پہلے لکھ چکے ہیں کہ حضور کا علم جانوروں اور پائلوں کے برابر ہے ۔ پھر سن لیجئے ان کی عبارت یہ ہے ۔

” پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر الخ “ (مولوی سردار احمد صاحب نے حفظ الایمان کی وہی عبارت پھر پڑھی اور اس کے متعلق وہی تقریر اس مرتبہ بھی فرمائی جو اس سے پہلے بار بار فرما چکے تھے ۔ پھر اخیر میں فرمایا کہ

مولوی صاحب ! آپ بے کار باتوں میں وقت ضائع نہ کیجئے ، میری باتوں کا جواب دیجئے یا بس توہ کر لیجئے ۔

میں نے عرض کیا تھا کہ مسلمانان بریلی اس مناظرہ کو نہ بھولے ہوں گے

مولانا محمد منظور صاحب

جو نومبر میں میرے اور پنڈت گوپی چند کے درمیان ہوا تھا ۔ وہ

بھی اپنی ہر تقریر میں یہ ضرور کہہ دیا کرتے تھے کہ مولوی صاحب نے میری بات کا جواب نہیں دیا ۔ حالانکہ ان کی ایک ایک بات کا جواب کئی کئی دفعہ دیا جاتا تھا ۔ میں دیکھتا ہوں کہ مولوی سردار احمد صاحب کا بھی بالکل وہی ڈھنگ ہے ۔ معلوم نہیں پنڈت جی کا اثر آپ پر پڑا ہے ، یا پنڈت جی پر آپ کا ۔

آپ کی ہر بات کا جواب مکرر کر دیا جا چکا گمہ بایں ہمہ آپ پنڈت گوپی چند کی طرح ہر مرتبہ یہ ضرور فرما دیتے ہیں کہ میری بات کا جواب نہیں دیا گیا ۔ مجھے آپ کی اس بولچھی پر ہنسی بھی آتی ہے ، اور افسوس بھی ہوتا ہے ۔ کہ اللہ کی مخلوق میں ایسے محدودان عقل و حیا بھی موجود ہیں ۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ آپ بھی معذور ہیں ۔ اس موضوع کے متعلق جو کچھ دوچار باتیں آپ کو یاد تھیں ، آپ پہلی ہی دو تین تقریروں میں ان کو ختم کر چکے اب اگر ہر بار پھر آپ اُنہی کو نہ ، دہرائیں تو اور کیا کریں ۔ طوطی بے چاری اتنا ہی بول سکتی ہے جتنا اس کو یاد کرا دیا جائے ۔ مگر مجھے اس مناظرہ میں

بریلی والوں کو بہت کچھ سنا ہے۔ لہذا اب آئندہ سے میں آپ کی مکرر باتوں کے جواب میں صرف اپنی سابقہ تقریروں کا سوالہ دول گا۔ اور اپنے باقی وقت میں نئی چیزیں پیش کروں گا۔ میرے نزدیک اس مناظرہ کا وقت بہت قیمتی ہے جو بعد میں کسی قیمت پر نہیں خریدا جاسکے گا۔ اور یہ امید بھی نہیں کہ اس مناظرہ کے تلخ تجربہ کے بعد آپ کبھی پھر ہمیں اس طرح احتیاق حق کا موقع دیں۔ اس لئے میرے دل کا مجھ سے تقاضا ہے کہ

میرے جمع میں احباب حال دل کہ لے

پھر التفات دلدار وستان رہے نہ رہے

میں کئی بار عرض کر چکا ہوں اور اب پھر عرض کرتا ہوں کہ لفظ ”ایسا“ تشبیہ کے لئے بھی آتا ہے اور تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنی میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ اور میں لغت اہل محاورات سے اس کا ثبوت بھی پیش کر چکا۔ اور یہ بھی ثابت کر چکا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں وہ تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔ اور میرا یہ دعویٰ ایسا ہی ہے جیسا کہ شیعہ حضرات کے مقابلے میں علماء اہلسنت کا یہ دعویٰ کہ ”ہجر“ بے ہودہ گوئی کے معنی میں بھی آتا ہے اور جدائی کے معنی میں بھی۔ لیکن حدیث قرطاس میں وہ جدائی ہی کے معنی میں مستعمل ہے نہ کہ بیہودہ گوئی کے معنی میں۔ لیکن جس طرح شیعہ صاحبان محض ازراہ ہٹ دھرمی یہ کہتے ہیں کہ ”ہجر“ کے معنی بیہودہ بگو اس ہی کے ہیں اور وہ اسی معنی میں صحیح بخاری کی اس حدیث میں مستعمل ہے، اور ضرور اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا توہین ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ معاذ اللہ اس کی وجہ سے ضرور کافر ہیں۔“

اسی طرح آپ بھی جی کے جلتے ہیں کہ لفظ ”ایسا“ تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ اور وہ حفظ الایمان کی عبارت میں تشبیہ ہی کے لئے ہے۔ اور ضرور اس میں معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین ہے لہذا مضغبن حفظ الایمان مولانا اشرف علی صاحب ضرور اس کی وجہ سے کافر ہیں۔ اب بتلایا جائے کہ شیعہ صاحبان کی اور آپ کی ہٹ دھرمی کا کیا علاج ہے؟

رہا آپ کا یہ فرمانا کہ مولانا تھانوی (مظلوم) کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا نسبت؟ سو یہ آپ کی خوش فہمی ہے۔ میں تو آپ کی مثال شیعوں سے دے رہا ہوں نہ کہ حضرت تھانوی کی مثال حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ اور اگر بغرض میں یوں بھی کہوں کہ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر توہین حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا جھوٹا

ہستان رکھا گیا ہے ، اسی طرح حضرت مولانا تھانوی پر بھی ۔ مجب بھی یہ مثال صحیح ہوگی ۔ اور اس میں ایک خاص مناسبت یہ بھی ہے کہ حضرت مولانا تھانوی مدظلہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہیں ۔ فتم الوفاق ۔

آپ نے اس مرتبہ بالکل بے موقعہ اور بے جوڑ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس منافق کو قتل کرنے کا واقعہ بھی ذکر فرمایا ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر آج دنیا میں آپ ہوتے تو سب توہین کرنے والوں کا خاتمہ کر دیتے ۔ بے شک میرا بھی یہی ایمان ہے ۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تو بڑی شان ہے ، یہ کیفیت تو ہر مومن کی ہونی چاہئے ۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر آج کوئی بد بخت میرے سامنے حضور کی شان پاک میں گستاخی کرے تو میں بھی اس کے ساتھ انشاء اللہ وہی معاملہ کر دوں گا جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس بد نصیب کے ساتھ کیا تھا ۔ اور اگر کسی کو اس میں شک ہو تو تجربہ کر کے دیکھ لے یا دنیا میں وہ نہیں ہوگا یا میں نہیں ہوں گا ، یا دونوں نہیں ہوں گے ۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا ارشاد ہے ۔ ما بقاء امة بعد سب نبیہا ۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دیئے جانے کے بعد امت کی کیا زندگی ہے ؟

میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت مولانا تھانوی مدظلہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کے متعلق اپنا عقیدہ

اسی حفظ الایمان میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ ۔

” نبوت کے لئے جو علوم لازم و ضروری ہیں وہ سب آپ کو ہما ہوا حاصل تھے ۔“

اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ ۔ یہ صرف مسلمانوں کے خوشش کرنے کے لئے لکھ دیا گیا ہے ، جیسا کہ منافقین

حضور کے سامنے زبانی اسلام کا دعویٰ کیا کرتے تھے ۔ (استغفر اللہ العظیم)

آپ بھی عجیب آدمی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو وحی الہی نے بتلایا کہ منافقین جو کچھ آپ کے سامنے کہتے

ہیں اپنے ضمیر کے خلاف کہتے ہیں ۔ لیکن آپ کو کس نے بتلایا ۔ کہ مولانا تھانوی کا عقیدہ وہ نہیں جو انہوں نے لکھا ہے ۔ کیا آپ

کے ہم وطن مرزا غلام احمد کی طرح آپ پر بھی وحی ہونے لگی ۔ اللہ بخیر کرے ۔ یہ عجیب الٹی منطق ہے کہ جو چیز مولانا کی عبارت

میں نہ صراحت پائی جائے نہ اشارۃً وہ تو ان کا عقیدہ ہے اور جو انہوں نے صاف صریح طور پر لکھا ہے وہ عقیدہ نہیں ۔

اس سے بڑھ کر جھوٹ دھرمی اور کیا ہو سکتی ہے ۔

اس مرتبہ آپ نے پھر حفظ الایمان کی عبارت پڑھی ہے اور اس کے متعلق وہی دعویٰ کیا ہے جو کل سے آپ فرما

رہے ہیں۔ میں اس کا نہایت مفصل اور شافی جواب دے چکا آپ اس کو یاد کیجئے۔ اس وقت اس کے متعلق ایک مختصر بات اور عرض کرتا ہوں۔ بغور سنئے !

یہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حفظ الایمان کی اس عبارت میں حضورؐ کے علم شریف کی مقدار پر گفتگو نہیں ہے بلکہ اصل بحث یہاں حضورؐ کو عالم الغیب کہنے کی ہے اور اس بنوود فریق ہیں۔ ایک "زید" فرض کر لیجئے کہ وہ آپ کے مولوی احمد رضا خان صاحب ہیں۔ دوسرے مولانا اشرف علی صاحب۔ فریقِ اول (یعنی مولوی احمد رضا خان صاحب مثلاً) حضورؐ کو عالم الغیب کہتے ہیں اور کہنا جائز سمجھتے ہیں۔ فریقِ دوم مولانا اشرف علی صاحب اس کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ اور اس پر اس طرح دلیل قائم فرماتے ہیں کہ حضورؐ کو عالم الغیب کہنے والے (فریقِ اول) کل غیوب کے علم کی وجہ سے حضورؐ کو عالم الغیب کہتے ہیں یا بعض غیوب کے علم کی وجہ سے ؟ اگر کل کی وجہ سے کہتے ہیں تو اس لئے صحیح نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ و عقلیہ سے ثابت ہے۔

اور اگر بعض غیب کے علم کی وجہ سے کہیں تو لازم آتا ہے کہ زید و عمرو بلکہ حیوانات و بہائم کو بھی عالم الغیب کہا جائے۔ کیوں کہ غیب کی کسی دیکھی بات کا علم سب کو ہے۔

اب غور فرمایا جائے کہ یہ برابری عالم الغیب کہنے میں فریقِ اول (یعنی مولوی احمد رضا خان صاحب کے اصول پر لازم آئی) یا فریقِ دوم مولانا اشرف علی صاحب کے اصول پر مآخذ ہے کہ یہ ان کے اصول پر لازم آئے گی جو حضورؐ کو بعض علوم غیب کی وجہ سے عالم الغیب کہے گا۔ مولانا تھانوی تو آپ لوگوں کو اس پر متنبہ فرما رہے ہیں کہ آپ حضرات کے اس اصول پر ایسا لازم آتا ہے۔ نہ یہ کہ معاذ اللہ وہ خود اس کے قائل ہیں کہ حضورؐ کی طرح ہر زید و عمرو وغیرہ کو عالم الغیب کہا جائے۔ آپ ان کی عبارت کو بغور دیکھئے وہ تو آپ لوگوں کو بھی اس گمراہی سے بجا رہے ہیں خدا اکبر کہ آپ میرے اس بات کو سمجھ گئے ہوں۔

آپ نے اس تقریر میں یہ بھی فرمایا تھا کہ "تو نے کبھی مناظرہ دیکھا بھی نہیں ؟"

میں کبھی اللہ نہ خود ستانی کا عادی ہوں اور نہ اس کو اچھا سمجھتا ہوں۔ مگر آپ کی اس بات کے جواب میں مجھے عرض کرنا پڑتا ہے کہ بفضلہ تعالیٰ اس ٹھوڑی سی عمر میں جتنے مناظرے اس ناچیز نے کئے ہیں اتنے آپ کی جماعت کے کسی بڑے

بوڑھے نے بھی نہیں کئے۔ بلکہ اگر یوں عرض کر دیں تو انشاء اللہ مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ کی ساری جماعت کے مناظروں کے مجموعی تعداد بھی اتنی نہ ہوگی جتنی میرے مناظروں کی ہے اور مجھے اس پر فخر نہیں، حق تعالیٰ کا احسان ہے کہ وہ اپنے دین کی خدمت لیتا ہے۔

منت منہ کہ خدمتِ سلطان ہے کنی

منت شناس از دہک بخدمت بداشتنت

حضرات! آپ کل سے دیکھ رہے ہیں کہ میں بار بار حفظ الایمان کی عبارت پڑھ پڑھ کر سنار ہا ہوں اور ثابت کر رہا ہوں کہ

مولوی سردار احمد صاحب

اس میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہے اور آپ کے علم شریف کو جانہ دل اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ مولوی منظور صاحب ادھر ادھر کی لمبی لمبی تقریریں کرتے ہیں۔ کبھی وعظ شروع کر دیتے ہیں۔ کبھی شیعوں کا قصہ چھیڑتے ہیں، کبھی اپنی تعریفیں کرتے ہیں اور اپنے مناظرے گناتے ہیں، اور میری اصل بات کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ اور جب میں شکایت کرتا ہوں کہ صاحب آپ! جواب کیوں نہیں دیتے۔ تو آپ ناراض ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ سردار احمد پنڈت گوپی چند کی سی باتیں کرتا ہے۔ وہ بھی ہر تقریر میں کہا کرتے تھے کہ میری بات کا جواب نہیں دیا گیا۔ تو مولوی صاحب! بات یہ ہے کہ جو شخص بھی آپ سے مناظرہ کرے گا وہ ضرور یہ شکایت کرے گا۔ کیوں کہ آپ جواب دیتے ہی نہیں۔ اگر پنڈت گوپی چند یہ شکایت کرتے تھے تو بجا کرتے تھے۔ مجھے معلوم ہوا کہ وہ نہایت معقول اعتراضات کرتے تھے۔ اور آپ ادھر ادھر کی باتوں میں وقت گزارتے تھے۔ تو جناب قصور میرا یا پنڈت گوپی چند کا نہیں، قصور خود آپ کا ہے۔ اگر آپ ٹھیک ٹھیک جواب دیں تو کسی کو بھی جواب نہ دینے کی شکایت نہ ہو۔ خیر اب تک آپ نے جواب نہیں دیا تو اب دے دیجئے۔ میرا اعتراض یہ ہے (اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے)

۱۔ کیا اسلام کے دعوے کے ساتھ اسلام دشمنی کا اس سے بدترین کوئی مظاہرہ ہو سکتا ہے کہ اسلام پر آید سگما

کے اعتراضات کو معقول بلکہ نہایت معقول بتلایا جا رہا ہے۔ افسوس صد افسوس! یہ ہیں چودہویں صدی کے مسلمان

بلکہ اسلام کے ٹھیکیدار - عار دار د کفر از اسلام تو - مرتب

حفظ الایمان کی اسی عبارت کو پڑھ کر پھر وہی تقریر فرمائی جو پہلے بار بار فرما چکے تھے۔ پھر اخیر تقریر میں فرمایا کہ اب میں ایک فیصلہ کی بات کہتا ہوں۔ ہمارا اور آپ کا جھگڑا صرف یہ ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں تو ہیں یا نہیں۔ اگر آپ کے نزدیک اس عبارت میں تو ہیں نہیں ہے۔ تو لیجئے آپ ایسی ہی عبارت مولوی اشرف علی صاحب کے حق میں لکھ دیجئے۔ اور ایسا کے معنی "اتنا" اور "اس قدر" جو آپ بتلا رہے ہیں وہ بھی اس میں لکھ دیجئے۔ بلکہ آپ کی سہولت کے لئے عبارت میں خود لکھے دیتا ہوں۔ آپ صرف دستخط کر دیجئے۔

دینا نچہ مولوی سردار احمد صاحب نے ایک پرچہ پر مندرجہ ذیل عبارت لکھ بھیجی ۴۴
 "مولوی اشرف علی صاحب کی ذات پر عالم ہونے کا حکم کیا جانا اگر بقول مولوی منظور صاحب ہو تو دریا
 طلب امر یہ ہے کہ اس علم سے مراد بعض علم ہے یا کل علم۔ اگر بعض علم مراد ہے تو اس میں مولوی
 اشرف علی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا یعنی اس قدر اور اتنا علم تو ہر چار چوڑھے بلکہ ہر کچے اور ہر باگیل
 بلکہ ہر گدھے، سور، بندر، آلو، بکھیا، بکھرے، کتیا، کڑے کو بھی حاصل ہے۔ اور اگر تمام علوم
 مراد ہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہے۔"

دیہ تحریر مولوی سردار احمد صاحب نے مولانا محمد منظور صاحب کے پاس اس فرمائش کے ساتھ بھیجی کہ اس پر دستخط کر
 کر دیجئے۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں ایک ایسی بات کہی ہے جو یقیناً کسی مسلمان
 کی زبان سے نہیں نکل سکتی اور چونکہ وہ میرے متعلق یا میرے کسی بزرگ

مولانا محمد منظور صاحب

کے متعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق براہ راست اسلام اور آقائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک سے ہے۔
 اس لئے اس کو معاف بھی نہیں کیا جاسکتا۔ آپ نے صاف الفاظ میں کہا ہے کہ۔

سہ مولوی سردار احمد صاحب نے اسی طرح لکھا ہے۔ مگر کوئی شکایت نہیں۔ کیونکہ آپ پنجابی ہیں اور وہ بھی

مرزا غلام احمد کے ہم وطن۔ مرتب۔

» پنڈت گوپی چند کے اعتراضات نہایت معقول تھے ، اور منظور اس کا جواب نہیں دے سکا ۔

استغفر اللہ ربی ۔ اس بغض و عناد کی کوئی انتہا ہے ۔ کہ آپ صرف میری عداوت کی وجہ سے پنڈت گوپی چند

کے ان اعتراضات کو معقول بلکہ نہایت معقول بتلا رہے ہیں ۔ جو انہوں نے اسلام اور تعلیمات رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ

والسلام پر کئے تھے ۔ پنڈت گوپی چند کے وہ اعتراضات منظور پر نہ تھے ، مولانا اشرف علی صاحب کی ذات پر نہ تھے بلکہ

براہ راست اسلام اور قرآن کریم پر تھے ۔ آقاؐ کے کائنات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ کے لئے ہوئے دین

پر تھے ۔ آپ ان نجس اور ناپاک اعتراضات کو نہایت معقول کہہ رہے ہیں ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ یہ آپ کا نہایت

سنگین جرم ہے ، بلکہ صریح کلمۂ کفر ہے ۔ آپ بہت جلد اس سے توبہ کیجئے ۔

رہا آپ کا یہ کہنا کہ منظور ان اعتراضات کے جواب نہ دے سکا ۔ اس کے جواب میں میں آپ کو کھلا چیلنج کرتا ہوں

کہ اگر وہ اعتراضات آپ کو یاد ہوں تو ابھی اس مناظرہ کے ختم ہونے کے بعد اسی پلیٹ فارم پر ان کو بھی پیش کیجئے اور

جواب لیجئے ۔ اور اگر یاد نہ ہوں تو پنڈت گوپی چند کو بلکہ ہندوستان بھر کے آریہ سماجی مناظروں کو بلا لیجئے ۔ اور دوسرے

اعتراضات جن کو آپ معقول کہہ رہے ہیں بلکہ ان کے علاوہ اور بھی جو اعتراضات اسلام پر ہوں ، ان سب کو آریہ سماج

کے وکیل بن کر آپ پیش کیجئے ۔ اور دیکھئے کہ بعون اللہ تعالیٰ منظور کیسے تشفی بخش جوابات دیتا ہے ۔

دسمبر ۱۹۳۲ء میں میرا جو مناظرہ اسی بریلی میں ” صداقت قرآن “ کے موضوع پر آریہ سماج سے ہوا تھا جو

چار دن تک جاری رہا تھا ۔ اور جس میں آریہ سماج کی طرف سے قرآن پاک پر اعتراضات پیش کئے جاتے تھے اور میں جوابات

دیتا تھا ۔ اس وقت مجھ سے بریلی ہی کے بعض لوگوں نے بیان کیا تھا کہ آریہ سماج نے آپ کو جو مناظرہ کا چیلنج دیا ہے

درحقیقت اس میں آپ کے دوسرے مخالفین کا ہاتھ ہے ۔ نیز اسی وقت یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ آپ حضرات کی طرف سے

آریہ سماج کو میرے خلاف امداد بھی پہنچانی گئی ۔ اور ان کو اعتراضات بھی لکھ لکھ کر دیے گئے تاکہ کسی طرح منظور بریلی میں

ذلیل ہو جائے ۔ لیکن مجھے کبھی ان باتوں پر پورا یقین نہیں ہوا ۔ اور میں ان کو صرف افواہ سمجھتا رہا ۔ لیکن آج آپ کی اس بات

نے ان تمام چیزوں کی بڑی حد تک تصدیق کر دی ۔ جب آپ میری عداوت کی وجہ سے ہزاروں کے مجمع میں کھلے طور پر پنڈت

گوئی چند کے ان ناپاک اعتراضات کو معقول بتلا رہے ہیں جو انہوں نے براہ راست اسلام اور تعلیمات حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کئے تھے تو کیا بعید ہے کہ میرے ذیل کرنے کے لئے آپ لوگوں نے کوئی سازش آریہ سماج سے کی ہو۔

بہر حال وہ پرانا قصہ تھا جو رفت و گزشت ہو گیا۔ اب آپ نے کھلے لفظوں میں جو کفر کی حمایت کی ہے اس سے کھلے طور پر توبہ کیجئے۔ اور یقین کیجئے کہ توبہ کرنے سے عزت جاتی نہیں بلکہ عزت ملتی ہے۔ گناہ کے بعد توبہ حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے۔ اور مقررہ سرکشی شیطان کی مصلحت۔

آپ نے حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے یاد کر لیجئے۔ آپ نے دریافت فرمایا ہے کہ اگر حفظ الایمان کی عبارت میں توہین نہیں ہے تو کیا وہی عبارت مولانا اشرف علی صاحبہ کے حق میں لکھی جاسکتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نہ صرف مولانا اشرف علی صاحبہ بلکہ میں اپنے تمام بزرگوں کے حق میں لکھ سکتا ہوں لیکن جو عبارت آپ نے لکھ کر بھیجی ہے وہ حفظ الایمان کی نہیں ہے بلکہ آپ کی تصنیف ہے اور ہمارا آپ کا نزاع حفظ الایمان کی عبارت میں ہے۔ اب لیجئے میں اتنا مالجمہ حفظ الایمان کی عبارت لفظ بہ لفظ مولانا اشرف علی صاحبہ کے حق میں جاری کرتا ہوں۔ سنئے۔

» پھر یہ کہ آپ کی (یعنی مولوی اشرف علی صاحبہ کی) ذات پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد کل غیب ہے یا بعض غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہوں تو اس میں مولانا اشرف علی صاحبہ کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر ایک کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسروں سے مخفی ہو۔ تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

دیکھئے یہ بعینہ حفظ الایمان کے الفاظ ہیں۔ انہیں کے متعلق یہ بحث ہو رہی ہے کہ ان میں توہین ہے یا نہیں؟ آپ نے آخری فیصلہ اسی پر رکھا تھا کہ اگر توہین نہیں ہے تو یہی عبارت مولانا اشرف علی صاحبہ کے حق میں بھی لکھ دی جاوے۔ میں نے بعینہ وہی الفاظ مولانا کے حق میں بھی کہہ دیئے۔ اور آپ فرمائیں تو لکھنے کو بھی

تیار ہوں۔ اب تو مان لیجئے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں تو یمن نہیں ہے۔ اس کے بعد میں اصل موضوع یعنی حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق اتنا اور عرض کرتا ہوں کہ اس کی بنیاد دو باتوں پر ہے۔ اور اگر ان کا فیصلہ ہو جائے تو ہمارے آپ کے اس جھگڑے کا فیصلہ بھی آسانی سے ہو سکتا ہے اور وہ دو باتیں یہ ہیں۔

ایک یہ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ و عقلیہ سے ثابت ہے۔

اور دوسرے یہ کہ مطلق بعض غیوب کا علم ہر انسان بلکہ حیوانات کو بھی ہے۔

پسے مقدمہ پر ابھی تک آپ نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور اگر آپ اس کا بھی ثبوت طلب کریں تو میں ابھی اس کو

بھی عرض کر دوں گا۔ اس وقت کی ساری بحث دوسرے مقدمہ پر ہے اب میں اس کو آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان کے کلام سے ثابت کرتا ہوں۔ سنئے۔

اس سے غالباً آپ کو انکار نہ ہو گا کہ حق تعالیٰ اور اس کی صفات مقدسہ غیب کی چیزیں ہیں۔ اور آپ کے اعلیٰ حضرت

تصریح فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی وحدت بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا علم بھی کائنات کی ہر چیز حتیٰ کہ جمادات و حیوانات کو بھی حاصل ہے۔ ان کی اصل عبارت یہ ہے۔

” ہر شے مکلف ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور خدا کی تسبیح کے ساتھ “

(ملفوظات احمد چہارم، صفحہ ۷۷)

چند سطر کے بعد اسی صفحہ پر فرماتے ہیں۔

” ایک ایک روحانیت تو ہر ہر نبات ہر ہر جماد سے متعلق ہے۔ اسے خواہ اس کی روح کہا جائے

یا کچھ اور۔ اور وہی مکلف ہے ایمان و تسبیح کے ساتھ۔ حدیث میں ہے ”ما من شئ الا

و یعلم انی رسول اللہ الامرۃ الجن و الانس کوئی شے ایسی نہیں جو

مجھ کو خدا کا رسول نہ جانتی ہو سوا سرکش جن اور انسانوں کے “

خان صاحب کی ان دونوں عبارتوں میں تصریح ہے کہ کائنات کی ہر چیز خدا اور اس کے رسول پر ایمان رکھتی

ہے، اور تسبیح و تقدیس کرتی ہے۔ اور بغیر علم کے نہ ایمان ہو سکتا ہے نہ تسبیح۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ ہر چیز حتیٰ کہ جمادات و نباتات

کو بھی کم از کم خدا کا علم ہے، اس کی وحدانیت کا علم ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا علم ہے اور یہ سب چیزیں

غیب کی ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر چیز کو غیب کی کچھ کچھ باتیں مژدہ معلوم ہیں۔ اور یہی مولانا اشرف علی صاحب
کا دعویٰ ہے جس کو مولوی احمد رضا خان صاحب کی اس کھلی شہادت نے ثابت کر دیا۔

ہو اسے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں

زینہ نے کیا خود پاک دامن ماہ کنساں کا

حضرات! آپ نے دیکھ لیا، میں نے ایک فیصلہ کی بات

مولوی سردار احمد صاحب

کئی تھی کہ اگر حفظ الایمان کی عبارت میں تو ہیں نہیں ہے تو

آپ مولوی تھانوی صاحب کے لئے ایسی ہی عبارت لکھ دیجئے۔ بلکہ میں نے عبارت خود لکھ کر دے دی۔ اور کہا تھا کہ،
آپ اس پر بس دستخط کر دیجئے۔ مولوی منظور صاحب اس پر دستخط کرنے کے لئے تیار نہیں اور انہوں نے ابھی تک اس
تحریر پر دستخط نہیں کئے۔ بس معلوم ہو گیا کہ دیوبندی دھرم میں مولوی اشرف علی صاحب کی تو ہیں تو جائز نہیں اور
حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینا بالکل جائز ہے۔ اور اس پر ایمان کا دعویٰ ہے۔ بس یہ ایمان کا دعویٰ
ایسا ہی ہے جیسا کہ منافق کیا کرتے تھے۔

مسلمانو! کیا اب بھی تم کو اس میں شبہ رہا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں حضورؐ کی تو ہیں ہے۔ مولوی اشرف علی
حضورؐ کے علم شریف کو گدھے، کتے، سور، بندر، کے برابر بتلا دیں جب بھی حضورؐ کی تو ہیں نہ ہو اور ہم تھانوی
صاحب کے علم کو کتے، سور، بلی، بندر، بچھا، بچھا، کٹیا، کٹیا، کے برابر کہیں تو مولوی اشرف علی کی تو ہیں ہو
جائے۔ مسلمانو! یہ ہے دیوبندی دھرم۔

مولوی صاحب! اب یا تو آپ صاف اقرار کیجئے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں تو ہیں ہے اور حضورؐ کے علم شریف
کو گدھے، کتے، سور، بندر کے برابر کہا گیا ہے۔ اور اگر اس میں تو ہیں نہیں ہے تو پھر مولوی اشرف علی صاحب کے لئے
بھی ایسے ہی الفاظ لکھ دیجئے۔ اس کے بغیر میں آپ کا پچھپا نہیں چھوڑوں گا۔ میں کہتا ہوں حضرت غوث پاک کا آپ مجھ سے
پنج کر نہیں جاسکتے۔

آپ نے اس دلو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام بھی پیش کیا ہے۔ بھلا اس سے اور حفظ الایمان کے کفری مضمون سے کیا تعلق۔ اُس میں یہ ملعون عبارت کہاں ہے کہ ”ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے“ بلکہ اس میں تو سرے سے غیب کا لفظ ہی نہیں۔ آپ محض مسلمانوں کو دعوہ دینے کے لئے اعلیٰ حضرت کا نام مبارک لیتے ہیں، بھلا وہ ایسی کفری بات کہہ سکتے ہیں۔ ارے وہ تو ایسے عاشق رسول تھے کہ حضور کے عشق میں کھانا پینا بھی چھوڑ دیا تھا۔ آپ تھانوی صاحب کی مثال ان سے دیتے ہیں ۷

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

آپ بتلائیے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملفوظات شریف میں یہ کہاں لکھا ہے کہ ”غیب کا جیسا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر چوڑھے چار، ہر گدھے اکتے، ہر بندر، سور، اور ہر کھیا، بچھا، کٹیا، کٹ کو حاصل ہے“ اور اگر آپ اتنا نہ دکھلا سکیں تو جانیے اس میں صرف ”ایسا“ کا لفظ ہی دکھلا دیکھئے میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ اعلیٰ حضرت کے کلام میں ”ایسا“ کا لفظ نہیں دکھا سکتے۔ ۸

نہ بخیر رایتی گا نہ تلوار تم سے

یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

آپ اپنی باری میں اس کا جواب ضرور دیں کہ اعلیٰ حضرت کے ملفوظ شریف میں ”ایسا“ کا لفظ ہے یا نہیں؟

مناظرہ حقیقت بہت مشکل کام ہے اور اس کے لئے علم اور قابلیت

مولانا محمد منظور صاحب

کی ضرورت ہے لیکن اگر کوئی شخص بے حیائی اور ڈھٹائی پر کمر باندھ

لے تو اس کے لئے نہایت آسان ہے۔ کسی بے حیا عورت کا مقولہ مشہور ہے کہ۔

”اس نے مجھے بت ہرایا میں باری ہی نا“

اگر آپ کا مناظرہ بھی اسی اصول پر ہے تو یقیناً آپ کو قیامت تک بھی نہیں ہرایا جاسکتا۔

بندہ خدا میں نے حفظ الایمان کی عبارت لفظ بہ لفظ مولانا تھانوی کے حق میں جاری کر دی اور یہ بھی کہہ دیا کہ

اگر آپ تحریر چاہیں تو میں لکھ بھی دوں۔ بلکہ نہ صرف مولانا اشرف علی صاحب کے حق میں بلکہ اپنے تمام بزرگوں کے حق میں۔ اس پر بھی آپ وہی کہہ جاتے ہیں کہ منظور تحریر دینے کے لئے تیار نہیں۔ بیچ بے ۷ بیچیا۔ باش و ہر چہ خواہی کن۔

رہی وہ عبارت جو آپ نے لکھ کر بھیجی ہے اس کے متعلق تو میں پہلے ہی عرض کر چکا کہ وہ حفظ الایمان کی عبارت نہیں ہے بلکہ آپ کی تصنیف ہے اور بحث حفظ الایمان کے الفاظ میں ہے نہ کہ آپ کے الفاظ میں۔ یہ عجیب منطوق ہے کہ گفتگو تو ہے حفظ الایمان کی عبارت میں اور دستخط کرنا چاہتے ہیں آپ اپنی عبارت پر جس کا حفظ الایمان میں پتہ نشان بھی نہیں۔ آپ کے اس مطالبہ کی معقولیت کی داد کچھ اہل بریلی ہی دے سکتے ہیں۔

بہر حال حفظ الایمان میں جو عبارت ہے اس کے متعلق میرا دعویٰ ہے کہ اس میں تو پتہ کاشا بہ بھی نہیں اور آپ نے خود اس کا آخری فیصلہ یہ تجویز کیا ہے کہ میں وہی عبارت مولانا اشرف علی صاحب کے حق میں بھی لکھ دوں چنانچہ اب آخری اتمام حجت کے لئے میں بعینہ وہی عبارت مولانا اشرف علی صاحب کے متعلق لکھتا ہوں۔

(اس کے بعد مولانا نے بعینہ حفظ الایمان کی عبارت مولوی اشرف علی صاحب کے حق میں لکھی اور دستخط کر کے مولوی سردار احمد صاحب کے حوالہ کی جس کی نقل یہ ہے)

در پھر یہ کہ آپ کی (یعنی مولوی اشرف علی صاحب کی) ذات پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر قبول زیر صبح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس سے مراد کل غیب ہے یا بعض غیب اگر بعض علوم غیبیہ میں تو اس میں مولانا اشرف علی صاحب کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی یا کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے سے مخفی ہے۔ تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے ؟

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ ۲۲۔ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ

یہ تحریر مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی سردار احمد صاحب کے پاس بھیج دی جس کا مجمع پر بہترین اثر ہوا اور اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب کو مخفی طلب کر کے مولانا نے فرمایا کہ آپ نے اس پر آخری فیصلہ رکھا تھا کہ جیسی عبارت حفظ الایمان کی ہے ویسی ہی مولانا اشرف علی صاحب کے حق میں لکھ دی جائے۔ میں نے بحمد اللہ ویسی ہی بلکہ بعینہ انہی الفاظ میں لکھ دی۔ اب اگر آپ کے اندر کچھ بھی صداقت اور شرافت ہے تو اپنے قول کے بموجب اسی پر فیصلہ کر لیجئے اور اب مجھ کو تحریر دے دیجئے کہ بے شک حفظ الایمان کی عبارت میں تو میں نہیں ہوں۔

میں نے عرض کیا تھا کہ در حفظ الایمان کی زیر بحث عبارت کی بنیاد مقدموں پر ہے۔ ایک یہ کہ دلائل نقلیہ

و حقیقے حضور کو کل غیوب کا علم نہ ہونا ثابت ہے۔ دوسرے یہ کہ غیب کی کسی دکنی بات کا علم ہر انسان بلکہ ہر انسانوں کو بھی ہو سکتا ہے۔ پھر میں نے اس آخری بات کے ثبوت میں مولوی احمد رضا خان صاحب کے ملفوظات کے دو عبارتیں پیش کی تھیں۔ اور عرض کیا تھا کہ خان صاحب کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر چیز کو غیب کی کچھ کچھ باتیں ضرور معلوم ہیں۔ اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ اس میں حفظ الایمان کے الفاظ کہاں ہیں، اور اس میں تو غیب کا لفظ بھی نہیں۔ اور اس میں ”ایسا“ کا لفظ نہیں۔

آپ تو مجھ سے فرما رہے تھے کہ تو نے کبھی کوئی مناظرہ نہیں دیکھا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ شاید آپ کو کبھی اہل علم بلکہ اہل عقل کی صحبت بھی نصیب نہیں ہوئی۔

میرا یہ دعوے ہی نہیں کہ ملفوظات میں حفظ الایمان کی عبارت لکھی ہوئی ہے نہ میں نے یہ کہا ہے کہ اس میں ”ایسا“ کا لفظ موجود ہے۔ میرا مدعا تو صرف یہ ہے کہ اس میں یہ بات ثابت ہے کہ مطلق بعض غیب کا علم کائنات کی ہر چیز حتیٰ کہ نباتات و جمادات تک کو حاصل ہے۔

کیونکہ اس میں یہ تصریح ہے کہ دنیا کی ہر چیز ایمان اور شیعہ خداوندی کے ساتھ مکلف ہے اور یہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ اور اس کی صفات، غیب میں سے ہیں اور ایمان اور شیعہ بغیر علم کے ممکن نہیں، تو صاف نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا کی ہر چیز کو بعض غیب کا علم ہے۔ اور اگر آپ اس کے متعلق بھی خان صاحب کی تصریح چاہتے ہیں کہ حق تعالیٰ اور اس کی صفات غیب میں سے ہیں تو لیجئے وہ بھی حاضر ہے۔ خان صاحب موصوف ”الدولۃ المکیہ ص ۱۳“ پر حق تعالیٰ اور اس کی صفات اعلیٰ اور قیامت اور جنت و دوزخ کا ذکر فرما کر لکھتے ہیں۔

کل ذالک غیب وقد علمنا کلاً
بجبالہ ممتازاً عن غیرہ فوجب
حصول مطلق العلم التفصیلی
بالغیوب لكل مومن

یہ سب کچھ غیب ہے اور ہم کو اس کا علم تفصیلی حاصل ہے اس طور پر کہ ان میں سے ہر ایک ہمارے علم میں ممتاز ہے پس غیب کے مطلق علم تفصیلی کا حصول ہر مومن کے لئے واجب ہوا۔

لیجئے یہ خان صاحب ہی کی عبارت ہے۔ اس میں یہ بھی تصریح ہے کہ حق تعالیٰ اور جنت و دوزخ وغیرہ یہ سب غیب کی چیزیں ہیں۔ اور یہ بھی تصریح ہے کہ ہم کو ان تمام چیزوں کا علم ہے۔ اور یہ بھی تصریح ہے کہ ہر مومن کو

مطلق بعض غیوب کا علم تفصیلی حاصل ہے بلکہ حاصل ہونا واجب ہے۔

اس کے بعد مجھے خان صاحب کی ایک اور عبارت یاد آگئی جس میں آپ نے گدھے کے لئے بھی بعض مخفی باتوں کا علم تسلیم کیا ہے اور چونکہ آپ کو گدھے سے بہت شوق ہے کہ ہر بار آپ کی زبان پر اس کا نام آتا ہے۔ اس لئے میں اس عبارت کو مزید پیش کر دوں گا۔ سنیے خان صاحب نے مصر کے ایک صاحب کشف گدھے کی حکایت اس طرح نقل کی ہے کہ۔

» ایک گدھا ہے اس کی آنکھوں پر ٹپی بندھی ہوئی ہے۔ ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے۔ اس گدھے سے پوچھا جاتا ہے، گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے، جس کے پاس ہوتی ہے سامنے جا کر ٹریک دیتا ہے «

خان صاحب نے اس قصہ کو نقل کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اس گدھے کو کشف تھا۔

(ملاحظہ ہو۔ ملفوظات، حصہ چہارم، ص ۱۱)

لیجئے اب تو خان صاحب کی تصریح سے گدھے کو بھی مطلق بعض غیب کا علم ثابت ہو گیا۔ یہ تو گدھے کے متعلق تھا اس کے بعد اگر آپ چاہیں گے تو خان صاحب ہی کے کلام سے سور اور بندر کے متعلق اور ثبوت دوں گا۔ کیوں کہ یہ دونوں چیزیں بھی شاید کسی وجہ سے آپ کو محبوب ہیں کہ آپ اپنی ہر تقریر میں ان کا بھی نام لیتے ہیں۔

آپ نے اس مرتبہ خان صاحب کے متعلق یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ تولیے عاشق رسول تھے کہ کھانا پینا بھی چھوڑ دیا تھا۔ (جل جلالہ) کاش یہ باتیں آپ کسی نادائق کے سامنے کرتے۔ آپ اس سے یہ باتیں کر رہے ہیں جو خان صاحب کی ہسٹری سے آپ سے بھی زیادہ واقف ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ وہ کیسے عاشق رسول تھے۔ اور انہوں نے کیسا کھانا پینا چھوڑ دیا تھا ان سے زیادہ تبارک الدنیا کون ہو گا کہ مرتے وقت بھی مرغن کھانے ہی یاد کرتے رہے۔ ذرا خان صاحب کا تحریری وصیت نامہ کا بارہواں نمبر ملاحظہ ہو لگتے ہیں۔

» اعزاء اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو ہفتہ بھر دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا

برف خاد ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو۔ مرغ کی بریانی۔ مرغ پلاؤ۔ بکری کا شامی کباب۔

پراٹھے اور بالائی۔ فیرنی۔ اردکی پھریری دال مع ادک و لوازم۔ گوشت بھری کچوریاں

سیب کا پانی۔ انار کا پانی۔ سوڑے کی بوتل۔ دودھ کا برف «

(دہلیا شریف : ص ۱۹، ۱۰ - مطبوعہ حسنی پریس بریلی)

سنا آپ نے یہ ہیں وہ بزرگ دار عاشق رسول جنہوں نے عشق رسول میں کھانا پینا تک چھوڑ دیا تھا اور صرف یہی ایک درجن کھانے چکھ لیا کرتے تھے۔

اس کے بعد اب بجز تھلے میں وہ طریقہ اختیار کرتا ہوں کہ آپ اپنی زبان سے اقرار کریں کہ بے شک حفظ الایمان کی عبارت میں توہین نہیں ہے۔ آپ پہلے صفائی کے ساتھ ان چند سوالوں کا جواب دیجئے۔

- ۱ : حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی باعث ایجادِ عالم ہونے کی حیثیت سے "خالق" کہہ سکتے ہیں یا نہیں ؟
- ۲ : قاسم نعم اللہ ہونے کی حیثیت سے "رازق" کہہ سکتے ہیں یا نہیں ؟
- ۳ : واسطی التزیت ہونے کی وجہ سے "رب العالمین" کہہ سکتے ہیں یا نہیں ؟
- ۴ : حضور کی شان میں اگر کوئی شخص یہ آیت کریمہ پڑھے "عالم الغیب والشہادۃ بہ الرحمن الرحیم" تو اس کا یہ فعل جائز ہوگا یا نہیں ؟

۵ : اگر ناجائز ہوگا تو مکروہ یا حرام ؟

- ۶ : جو شخص مطلق بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے حضور کو عالم الغیب کہتا ہے اگر اس پر اس طرح الزام قائم کیا جائے کہ "مطلق بعض غیب کا علم ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو ہے لہذا اتمارے اصول پر لازم آئے گا کہ ان سب کو عالم الغیب کہا جاوے"

تو کیا اس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوگی اور یہ الزام قائم کرنے والا شخص کافر ہو جائے گا ؟

- ۷ : مطلق بعض غیب کا علم عام انسانوں بلکہ حیوانات بلکہ نباتات و جمادات کیلئے ہونا آپ کو تسلیم ہے یا نہیں ؟
- ۸ : حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آپ کل غیب غیر متناہیہ کا علم مانتے ہیں یا بعض کا ؟
- ۹ : قرآن و حدیث کے محاورات میں غیب کس کو کہتے ہیں ؟

۱۰ : حق تعالیٰ اور اس کی واحدانیت غیب میں ہے یا شہادت میں ؟

۱۱ : مولوی احمد رضا خان صاحب نے "الدولۃ المکیہ" میں تسلیم کیا ہے کہ ہر مومن کو بعض غیب کا علم تفصیلی

حاصل ہے۔ اور ملفوظات سے ہیں مصر کے اس گدھے کا قصہ نقل کرچا جو مولوی احمد رضا خان صاحب کے نزدیک

مخفی باتوں کا کشف ہوتا تھا۔ اب بتلائیے کہ مطلق بعض غیب کے علم کی وجہ سے ہر مومن کو اور مصر کے اسے صاحب کشف گدھے کو "عالم الغیب" کہنا جائز ہے یا نہیں ؟

۱۲ : کہیں قرآن پاک میں یا حدیث شریف میں حضورؐ کو "عالم الغیب" کہا گیا ہے یا نہیں ؟ یا کسی صحابی یا کسی تابعی یا امت کے کسی مسلم امام نے کہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر "عالم الغیب" کا اطلاق کیا ہے یا نہیں ؟

سرپرست یہ صرف ایک درجن سوال ہیں اگر آپ نے ان کا صاف صاف جواب دے دیا تو اللہ بہت آسانی سے ہمارے آپ کے اس نزاع کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اور فیصلہ بھی آپ ہی کی زبان سے ہو گا۔ بس ضرورت اس کی ہے کہ آپ ان سوالوں کے صاف صاف جواب دے دیں اور تقیہ سے کام نہ لیں۔

اس کے بعد میں آپ کے اس سنگین جرم کی طرف آپ کو پھر توجہ دلاتا ہوں۔ جو آپ نے پنڈت گوپی چند کے اعتراضات کو معقول بتلا کر کیا ہے۔ آپ باکھلے لفظوں میں اس سے توبہ کیجئے یا ان اعتراضات پر مستقل مناظرہ کرنے کے لئے ابھی وقت مقرر کیجئے۔ میں آپ کے اس جرم کو کبھی ہرگز معاف نہیں کر سکتا کیوں کہ آپ کا وہ حملہ مجھ پر نہیں تھا بلکہ براہ راست اسلام پر تھا۔ آقاؐ کے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تھا۔ اس لئے کہ پنڈت گوپی چند کے اعتراضات مجھ پر تھے نہ میرے کسی بزرگ پر تھے بلکہ اسلام اور تعلیمات جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تھے۔ آپ نے ان ناپاک اعتراضات کو معقول بتلا کر تمام مسلمانوں کا دل دکھایا ہے اس لئے مسلمان آپ کے اس جرم کو ہرگز معاف نہیں کر سکتے۔ آپ اگر میری ذات پر حملہ کریں تو میں برداشت کر سکتا ہوں، میرے ماں باپ، میرے اکابر یا اساتذہ پر حملے کریں ان کو بھی ایک حد تک برداشت کر سکتا ہوں، آپ مجھ کو جسمانی تکلیف پہنچائیں میں اس پر بھی صبر کر سکتا ہوں۔ لیکن دین مقدس اور حضورؐ سرور عالمؐ کی ذات اقدس پر کوئی حملہ ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ دنیا بھر کے دشمنان اسلام کو ہمارا کھلا اعلان ہے

جو جان چاہو تو جان لے لو جو مال مانگو تو مال دیں گے

مگر یہ ہم سے نہ ہو سکے گا کہ نبیؐ کا جہاد و جلال دیں گے

لہذا میں پھر مکرر آپ سے کہتا ہوں کہ آپ یا اپنے اس سنگین جرم سے توبہ کیجئے یا ابھی اس کے لئے مناظرہ کا وقت

مقرر کیجئے۔ اور جو اعتراضات مذہب مقدس پر پنڈت گوپی چند نے کئے تھے جن کو آپ نے "نہایت معقول" کہا ہے ان

کی نامعقولیت بھی دیکھ لیجئے۔

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات ! پہلے زمانہ میں کافر بھی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور آپ کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ کبھی کسی غیر مسلم کو یہ جرات

نہ ہوتی کہ وہ حضورؐ کی ذات پاک پر کوئی حملہ کرتا۔ مگر جب سے دیوبندی پیشواؤں نے حضورؐ کی شان میں گستاخیاں کیں تو دوسروں کو بھی اس کی جرات ہو گئی۔ اگر پنڈت گوپی چند نے حضورؐ پر اعتراضات کئے تو اس کی ذمہ داری بھی دیوبندیوں ہی پر ہے۔ راجپال اور نتھورام نے جو کچھ کیا وہ بھی دیوبندیوں ہی کی دیکھا دیکھی کیا۔ آپ ہی لوگوں نے اس سے حضورؐ کو گالیاں دلوائیں، وہ وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ حضور اقدسؐ کی شان میں گستاخیاں کرنے کا دروازہ ہندوستان میں سب سے پہلے آپ کے امام طائفہ اسماعیل دہلوی نے کھولا ہے۔ یہ راجپال، اور نتھورام، اور پنڈت گوپی چند سب انہیں کے تقلید اور آپ کے بھائی بند ہیں۔ دیکھئے انہوں نے حضورؐ کی شان اقدس در فیض میں کس قدر شنیع گالیاں کی ہیں۔

_____ تقویۃ الایمان کے صفحہ ۴۴ پر ہے ”جن کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کے مختار نہیں“

_____ اسی تقویۃ الایمان کے صفحہ ۶۶ پر ہے۔ ”پر رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا“

_____ اسی کے صفحہ ۷۲ پر ہے۔ ”جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سوان معنی کو ہر سفیر اپنی امت کا

سردار ہے“

_____ اور اسی کے صفحہ ۶۳ پر ہے۔ ”سب انبیاء و اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں“

_____ اسی کے صفحہ ۱۶ پر لکھا ہے۔ ”ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چارے زیادہ ذلیل ہے“

_____ اسی کے صفحہ ۲۹ پر لکھا ہے۔ ”ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار“

_____ پھر اسی صفحہ پر لکھا ہے۔ ”ان باتوں میں بھی سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر ہیں اور نادان“

_____ اسی کے صفحہ ۲۵ پر انبیاء کرام وغیرہ کے متعلق لکھا ہے۔ ”ان کی خواہش کچھ نہیں چلتی“

_____ اسی کے صفحہ ۶۸ پر ہے۔ ”انسان آپس میں سب بھائی ہیں، جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے۔ سواس

کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے“

اور اسی صفحہ پر ہے ۔ ادلیا ، و انبیاء ، و امام زادہ پیر و شہید یعنی جیسے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی میں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ۴

اسی کے صفحہ ۹۶ پر لکھا ہے " میں بھی ایک دن مرکز مٹی میں ملنے والا ہوں " اسی کے صفحہ ۳۴ پر حضرات انبیائے کرام کی شان میں لکھا ہے ۔ " اس کے دربار میں ان کا تویہ حال ہے کہ جب وہ حکم فرماتا ہے وہ سب عجب میں آکر بے حواس ہوجاتے ہیں "

اسی کے صفحہ ۳۵ پر ہے " اس شہنشاہ کی تویہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک لاکھ کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتے جبرائیل و محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے "

حضرات ! یہ ہیں امام الوداعیہ کی گستاخیاں انبیائے کرام اور ادلیا نے عظام کی جناب میں ۔ درحقیقت ان ہی کی وجہ سے راجپال ، اور منصور رام اور دوسرے گستاخوں کو یہ جرات ہوئی ۔ اور میں تو کون گواہ کہ جو آریہ یا عیسائی بھی حضور کی ذات پاک پر حملہ کرتا ہے اس کی ذمہ داری دیوبندیوں پر ہی ہے ۔ لہذا آریوں سے اگر سادش ہو سکتی ہے تو آپ کی مذکورہ ہادی ۔ آپ اللہ ہم پر الزام رکھتے ہیں ۔

آپ نے اس تقریر میں بھی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کچھ باتیں پڑھی ہیں ۔ بتلایے ان میں " ایسا " کا لفظ کہاں ہے ؟ ان کی زبان مبارک سے کبھی ایسی ناپاک بات نہیں نکل سکتی ۔ وہ تو عشق رسول میں فاسق تھے ۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں اعلیٰ حضرت کے وصیت نامہ شریف کا بھی ذکر کیا ہے وہ بالکل شریعت کے مطابق ہے اس میں فاتحہ ہی کی تو وصیت ہے اس میں کیا حرج ہے ؟ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ وصیت اپنے سنی بھائیوں کو کی ہے آپ کا تو معاملہ یہ ہے " مرگئے مردود فاتحہ نہ درود " اور اصل بات یہ ہے کہ آپ کو یہ نہیں کھانے ملتے نہیں اس لئے آپ ان کے ذکر سے بھی چڑتے ہیں ۔

آپ نے اس مرتبہ جو بارہ سوال کئے ہیں وہ بحث سے غیر متعلق ہیں لہذا ان کا کوئی جواب نہیں دیا جائے گا ۔ آپ نے یہ تحریر لکھ کر بھیجی ہے میں نے اس کا مطالبہ نہیں کیا تھا آپ کو وہ تحریر دینی ہوگی جس کا میں مطالبہ کیا ہے آپ یا میری تحریر پر دستخط کیجئے یا اقرار کیجئے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں تو ہیں ہے اور تو بہ کیجئے ۔ میں اس کے بغیر آپ کا یہ کچا نہیں چھوڑوں گا ۔ آپ بہت ادھر ادھر بھاگتے ہیں مگر میں آپ کو آگے سے ہلے نہیں دوں گا ۔ میں گشت ہوں

حضور پر نور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جن کے نام سے دنیائے دہا بیت میں آگ لگتی ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب آپ یہ سچیا چھوڑنے کا لفظ کئی دفعہ کہ چکے ہیں ، اور اس کا دندان شکن

دبان دوز جواب بھی پا چکے ہیں۔ اگر آپ کی جگہ کوئی غیرت مند انسان

ہوتا تو اس جواب کے لینے کے بعد کبھی زبان پر یہ لفظ نہ لاتا۔ آپ تو بقول خود کہتے ہیں مولوی احمد رضا خان صاحب کے۔

میں نے تو ان کے فرزند اکبر اور آپ کے آقائے نعمت (مولوی حامد رضا خان صاحب) کا ناطقہ بند کر رکھا ہے، میرے

رجسٹریاں ان کے پاس جاتی ہیں وہ وصول کر لیتے ہیں مگر جواب دیتے ہوئے بخار چڑھتا ہے۔ آپ ذرا ان کے دل کو تو پوچھیں

کہ منظور کے مناظرانہ واروں نے کیا حال کر رکھا ہے ؟

آج بھگد اللہ منظور کے حقانی نعروں سے ہریلی کی فضا گونج رہی ہے ، حامیان باطل کے دل لرز رہے ہیں اور ہو کفر و

تکفیر کے علمبردار اس دنیا سے گزر گئے اگر دیدہ بصیرت ہو تو دیکھو کہ اس وقت جب کہ میں آپ کے مرکز جامعہ رضویہ میں

حق کا جھنڈا لے کھڑا ہوں اور رضا خانیت کی دھجیاں اڑا رہا ہوں ، ان کی قبروں میں کیسی داویلا پڑ رہی ہے ، اور اس

پر آپ کہتے ہیں کہ میں سچیا نہیں چھوڑ دوں گا۔ درحقیقت یہ صرف آپ ہی کی غیرت ہے۔

اس کار از تو آید و مردان چہ نہیں کنند

میں نے مولوی احمد رضا خان صاحب کی کتاب ”الدولۃ المکیہ“ اور ان کے مخطوطات سے ان کی چند عبارتیں

پیش کی تھیں اور ثابت کیا تھا کہ خان صاحب کے عقیدہ میں ”ہر مومن بلکہ ہر انسان بلکہ گھٹے جیسے حیوانات جگہ نما

نباتات اور جمادات کو بھی مطلق بعض غیب کا علم ہوتا ہے“ اس کے جواب میں آپ نے پھر فرمایا ہے کہ خان صاحب

کی ان عبارات میں ”ایسا“ کا لفظ نہیں ہے۔ حالانکہ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ میرا دعویٰ صرف یہ ہے کہ ان

عبارات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے ، الفاظ کے متعلق میرا دعویٰ نہیں اور نہ صرف لفظوں سے بحث ہے۔ اصل چیز

تو مضمون ہے۔ ہاں اگر آپ اس کا اقرار کر لیں کہ حفظ الایمان کا مضمون صحیح ہے اور صرف اس کے الفاظ پر ہم کو اعتراض

ہے تو پھر انشاء اللہ خاص ان الفاظ کا ثبوت بھی دیا جائے گا۔

میں نے اپنی تقریر میں بارہ سوال پیش کئے تھے اور عرض کیا تھا کہ اگر آپ ان کا ٹھیک ٹھیک جواب دے دیں

تو انشاء اللہ بہت جلد میں خود آپ کی زبان سے اقرار کر لوں گا کہ حفظ الایمان کی عبارت صحیح اور بے عیب ہے مگر آپ نے یہ

کہہ کر ٹال دیا کہ یہ سوالات مجھ سے خارج ہیں۔ درحقیقت یہ نہایت آسان جواب ہے کہ جس بات کا جواب نہ آئے یا نہ دینا ہو اس کو یہ کہہ دیا کہ خارج از بحث ہے، بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ آپ نے بلاوجہ اس بحث کو طول دیا اور خواہ مخواہ آپ تین دن سے الجھن میں پڑے ہوئے ہیں، میں نے اس وقت تک جتنی باتیں بھی کہی ہیں آپ ان سب کے جواب میں یہی فرما دیتے کہ یہ خارج از بحث ہیں۔ پھر تو بڑی آسانی سے اور بہت جلد آپ کی چھٹی ہوجاتی، فیصلہ حاضر بنی خود کرتے رہتے۔ خدا کے بندے کچھ تو سوچ سمجھ کر بات کہا کرو، یا یہ کچھ ضروری ہے کہ ہر بات بے تکی ہی کہی جائے، کیا ان بارہ سوالوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا ہے جس کو بحث سے بے تعلق کہا جاسکے؟

آپ نے اس تقریر میں پھر مجھ سے تحریر کا مطالبہ کیا ہے۔ مجھے وہ کہہ کر آپ کی اس دیدہ دلیری پر حیرت ہوتی ہے میں ابھی ابھی اس صحیح کے سامنے بعینہ حفظ الایمان کے الفاظ میں تحریر پیش کر چکا۔ اور یہ بھی عرض کر چکا کہ آپ جس تحریر پر دستخط کرنا چاہتے ہیں اس کے الفاظ خود آپ کے تصنیف کردہ ہیں حفظ الایمان میں وہ الفاظ نہیں ہیں۔ مگر اس کے باوجود آپ پھر اسی کا مجھ سے مطالبہ کر رہے ہیں۔

اچھا اب میں کہتا ہوں کہ پہلے آپ یہ تسلیم کر لیجئے کہ حفظ الایمان کے الفاظ میں تو ہیں نہیں ہے۔ کیوں کہ وہی الفاظ بعینہ میں نے مولوی اشرف علی صاحب کے حق میں لکھ دیئے ہیں اور انہی پر اصل بحث ہے۔ اس کے بعد میں آپ کی پیش کردہ تحریر کے متعلق بھی عرض کر دوں گا۔

آپ نے اپنی پہلی تقریر میں مولانا احمد رضا خان صاحب کا حال بیان کیا تھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں کھانا پسینا بھی چھوڑ دیا تھا۔ میں نے لوگوں کو یہ بتانے کے لئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے یا مرغن کھانوں کے؟ ان کے ”دھایا“ میں سے فاتحہ نامہ پڑھ کر سنایا۔ کہ وہ مرغن بریانی، مرغن پلاؤ، بکری کے شامی کباب، ارد کی پھریری دال، پراٹھے، بکری کا قورمہ، سوڈے کی بوتل، سیب اور انار کا پانی وغیرہ وغیرہ یاد کرتے ہوئے اس دنیا سے گئے۔ اس فاتحہ نامہ کا پڑھ دینا کوئی گالی نہیں تھی۔ لیکن نہ معلوم کہ آپ کے کیوں اس سے اگ لگ گئی اور آپ نے نہایت غصہ سے فرمایا کہ ”مرگئے مردود نہ فاتحہ نہ درود“ میں اس قسم کی لغو باتوں کا عادی نہیں ہوں۔ لیکن اگر آپ سنا چاہیں تو اس کے جواب میں عرض کر سکتا ہوں کہ۔

”مرگئے مردود از سنا تھ چہ سود“

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ چونکہ منظر کو یہ لُفیس کھانے نہیں ملتے اس لئے وہ ان کے نام سے چڑھتا ہے۔ یہ چڑھنے کی بات تو غلط ہے لیکن یہ آپ نے بالکل صحیح فرمایا کہ منظور کو یہ کھانے نہیں ملتے ”واقعی ان میں سے بعض کھانے تو شاید میں نے عمر بھر دیکھے بھی نہ ہوں گے۔ میں نہایت تنگی اور محسرت کے ساتھ روکھی بھیک کھا کے گزارا کرتا ہوں۔ اور اگر کسی وقت بالکل نہ ملے جب بھی خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اور اس فاقہ کشی پر نازاں ہوں، کیونکہ یہ میرے آقا کی سنت ہے۔ حضور مہنود ارشاد فرماتے ہیں۔

الفقر فخری — ”فقر کا میں میرے لئے فخر ہے“

جو چیز ہمارے آقا و مولا کے لئے باعث فخر ہو وہ ہمارے لئے صد ہزار بار مایہ فخر و ناز ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں۔

ما شيع ال محمد صلى الله عليه وسلم من خبز الشعير مذ يومين متتابعين۔

(حضور کے اہلبیت کبھی جو کی روٹی سے بھی دو دن متواتر شکم سیر نہ ہوئے)

تو جناب! ہم تو ان آقا کے غلام ہیں جو کبھی عمر میں دو دن جو کی روٹی سے بھی شکم سیر نہ ہوئے، جو بھوک میں شکم مبارک پر دو دو پتھر باندھا کرتے تھے، جو ریشی قالینوں یا مٹھی گدوں پر نہیں بلکہ بطحا کی کنگریوں پر بیٹھا کرتے تھے۔ جو اونچی اونچی مسہریوں پر نہیں بلکہ ٹوٹی پھوٹی چٹائی پر رات گزارا کرتے تھے کہ بعض اوقات جسد اطہر پر بورے کے نشان پڑ جاتے تھے۔ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقیرانہ زندگی ہم کو مبارک، اور آپ کے اعلیٰ حضرت کے اندر پراسٹے، مرغ پلاؤ، بکری کا قورمہ، اور شامی کباب، اٹس کریم اور فیرنی، ارد کی بھری دال مع گوم مصالحہ و ادراک، اور گوشت بھری کچوریاں، اور پھران نسب کے ہضم کرنے کے لئے سوڈے کی بوتل، یہ تمام چیزیں آپ کو مبارک!

آپ نے پنڈت گوپی چند کے اعتراضات کو معقول بنا کر جو کفر کی حمایت کی تھی جس سے مسلمانوں کے دل دکھے، اور جس پر میں احتجاج کیا اور آپ کو تہہ کی طرف توجہ دلائی۔ بجائے اس کے کہ آپ اس سے توبہ کرتے آپ نے اس کے جواب میں راجپال اور نٹھورام جیسے خبیث باطنوں کی حمایت شروع کر دی۔ آپ ان کی طرف سے صفائی پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے جو کچھ کیا دیوبندیوں کی دیکھا دیکھی اور ان ناپاک روجوں کو اس درجہ بے قصور ثابت کرتے ہیں کہ ان

ان کی طعنوں گستاخوں کی ذمہ داری بھی ان پر نہیں بلکہ دیوبندیوں پر رکھتے ہیں ؟ آپ کو خدا کے غضب سے ڈرنا چاہئے۔
 اللہ ! اللہ ! ایک غازی علم الدین شہید اور غازی عبد القیوم تھے جنہوں نے ان دریدہ دہن گستاخوں کو
 جہنم میں پہنچایا اور اپنے آقا و مولا پر قربان ہو گئے۔ اور ایک آپ ہیں کہ ان بدکرداروں کو بے قصور ثابت کر رہے ہیں
 اور اس پر دعوے ہے عشق رسول کا ؟ پھر یہ کس قدر شرمناک بہتان ہے کہ دیوبندی حضرات نے حضور اقدس م کی شان پاک
 میں یہ گستاخیاں کرائیں۔ آپ کا یہ افتراء ایسا ہی ہے جیسے کہ آج کوئی رافضی کہنے لگے کہ جس قدر عیسائی یا پنڈت حضور م کی
 توہین کرتے ہیں ان سب کے ذمہ دار (معاذ اللہ تعالیٰ) حضرت عمرؓ ہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے حضور م کی شان میں
 گستاخی کی، اور آپ کو ہزیان گو بتلایا۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں آپ عشق نبوی کے مدعی ہیں، بتلائیے کہ راجپال ایچی ٹیشن میں آپ نے کیا حصہ لیا ؟
 اور کیا قربانی پیش کی ؟ کون اس سلسلہ میں جیل خانوں میں گیا ؟ آپ گھر بیٹھے آرام سے گوشت بھری کچوریاں اور بکری
 کے شامی کباب کھاتے رہے، فریسی اور سوڈا واٹر اڑاتے رہے، اور جیل خانوں کو آباد کیا دیوبندیوں نے۔ میں آپ
 کو بتلاتا ہوں کہ خاص راجپال ہی کے معاملہ میں ہماری جماعت کے محترم بزرگ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ
 شاہ صاحب بخاری کو تین سال کی قید ہوئی۔ لیکن کیا آپ حضرات میں سے بھی کوئی صاحب اسلام اور پیغمبر اسلام صلی
 اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت کی حفاظت کے لئے کبھی دو چار منٹ ہی کے واسطے جیل خانے گئے، یا آپ غلوے پر اٹھے
 کھالے کے لئے عاشق رسول ہیں ؟

آپ نے تقویۃ الایمان کے حوالہ سے جو چند عبارتیں پیش کی ہیں ان میں نہایت شرمناک خیانت سے کام لیا ہے
 تفصیلی اور تحقیقی جواب تو انشاء اللہ ان کا اس وقت عرض کر دوں گا جب ان کی بحث آئے گی۔ اور حسام اکھرین کی چار
 بحثوں کے بعد انشاء اللہ تقویۃ الایمان کی انہی عبارت پر بحث ہوگی اس وقت بعون تعالیٰ ان عبارتوں کے متعلق میں

۱۹۵۳ء
 نے یہ تو ماضی کا ذکر تھا وہ حال حاضر کی تحریک ختم نبوت میں ان کی عدم شرکت اور لا تعلقی کسی تعارف کی محتاج
 نہیں جب کہ پوری کی پوری امت مسلمہ علمائے کرام و پیران عظام سے لے کر عوام الناس تک دوہا بتلا میں گزر رہی تھی لیکن
 مولوی صاحب موصوف راجپال ایچی ٹیشن کی طرح ان دنوں بھی حسین و جمیل مجردوں میں خلوت نشیں رہے۔ (نامشر)

آپ کی چوری دکھاؤں گا اور ثابت کروں گا کہ تقویۃ الایمان کی وہ تمام عبارات جن میں قطع و برید کر کے آپ نے یہ حوالے دیئے ہیں وہ سب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہیں۔ بلکہ ان میں قرآن و حدیث کی ترجیح کی گئی ہے۔

سر دست تو ان تمام عبارات کے متعلق صرف ایک مختصر بات عرض کرتا ہوں۔ لیکن ایسی فیصلہ کن کہ آپ بھی یاد ہی کریں۔ سنئے۔

آپ کا دعویٰ ہے کہ ان عبارتوں میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہے۔ بلکہ آپ کے نزدیک انہی عبارات نے راجہال اور مخدوم جیسے دریدہ دہنوں کو گستاخی کی جرأت دلائی۔ اور یہ ایک سلسلہ مسئلہ ہے کہ جن طرح حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر ہے اسی طرح جو اس بد بخت کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اگر ثبوت درکار ہو تو سنئے۔

آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب اپنی مشہور کتاب ”تہذیب ایمان“ میں لکھتے ہیں کہ۔
 ”تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں گستاخی کرے وہ کافر ہے۔ اور جو اس کے معذب یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔“

اور آپ کے یہ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کو (ان کی تمام کتابیں بالخصوص تقویۃ الایمان کا لفظ بہ لفظ دیکھنے کے باوجود) کافر نہیں کہتے۔ شہید مرحوم کے متعلق اسی تہذیب ایمان صفحہ ۳۴ پر ان کا فیصلہ یہ ہے۔

۱۔ افسوس ہے کہ رضا خانیوں نے اپنی کشتی ڈوبتی دیکھ کر حفظ الایمان کی عبارت ہی پر مناظرہ کو ختم کر دیا اور عبارات تقویۃ الایمان پر بحث کی نوبت نہ آئی۔ اگر ناظرین رد و ادا ان عبارتوں کا صحیح مطلب اور ان میں مولوی سرور احمد صاحب کی خیانت معلوم کرنا چاہیں تو وہ خود تقویۃ الایمان ملاحظہ فرمائیں وہیں ان کو وہ آیات و احادیث بھی مل جائیں گی جن کی ترجیح ان عبارات میں کی گئی ہے ۱۲۔ شاہ شہید کی تکفیر اور اعتراضات کے جواب کے لئے (۱) حضرت شاہ اسماعیل شہید اور معاصرین اہل بدعت کہ الزامات : اذافات حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مظلّم (۲) شہید کی سچی باتیں : از مولانا نور محمد کٹر العاظم ٹانڈہ - (۳) تذکار شہید : مابینامہ الفرقان لکھنؤ کا شاہ اسماعیل شہید ملاحظہ ہو۔

” اور امام طائفہ راسخ فی دہوی، کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے “

اور اسی تشہید ایمان صفحہ ۲۴ پر حضرت شہید مرحوم ہی کے متعلق لکھتے ہیں۔

” علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی جواب ہے۔ وهو الجواب وبہ یفتی علیہ

الفتویٰ وهو المذہب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامة وفیہ السداد

یعنی یہی جواب ہے اور اسی پر فتوے ہو اور اسی پر فتوے ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی

پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت “

پس جو عبارتیں آپ نے تقویۃ الایمان کے حوالہ سے پیش کی ہیں اگر آپ کے نزدیک ان میں حضور سرور عالم صلی

اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے تو مولوی احمد رضا خان صاحب، شہید مرحوم کو کافر نہ کہنے کی وجہ سے کافر ہوئے۔ اور اگر توہین

نہیں ہے تو آپ جھوٹے ہوئے۔ اب آپ کے لئے صرف دو راستے ہیں۔ ایک یہ کہ کھلے لفظوں میں آپ اقرار کریں کہ تقویۃ

الایمان کی ان عبارات میں درحقیقت توہین نہیں ہے۔ اور میں نے صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے ان میں خیانت

اور ناجائز قطع و برید کی تھی۔ اور اگر آپ یہ اقرار نہ کریں اور ان عبارات میں توہین ہی بتلائیں تو پھر آپ کو اپنے انحضرت

کے کفر کا اقرار کرنا ہوگا۔

بہر حال جو شخص حضرت شہید مرحوم کو کافر کہے اس کو مولوی احمد رضا خان صاحب کے کفر کا بھی اقرار کرنا پڑے گا۔

نوش فرمایاں حسن کو غیب سے مژدہ ملا

صیاد اپنے دام میں خود مبتلا ہونے کو ہے

دیکھی آپ حضرات نے شہید رحمۃ اللہ علیہ کی زندہ کرامت، جیسے ہی آپ نے ان کی عبارات میں خیانت کی اور ان

کے متعلق لب کشائی کی، خدا نے آپ کے اعلیٰ حضرت کو صفائی کا گواہ بنا کر پیش کر دیا۔ وہ فرما رہے ہیں کہ ” میں ان

کو کافر نہیں کہتا، اور علمائے محتاطین کو چاہئے کہ وہ بھی ان کو کافر نہ کہیں اسی میں سلامتی ہے “ اب فرمائیے کہ ان

اعلیٰ حضرت کے متعلق کیا رائے ہے؟ اب یا ان کو بھی کافر کہئے یا حضرت شہید مرحوم کی عبارات کو بے غبار مان کر اپنی خیانت

اور فریب کاری کا اعتراف کیجئے۔ اس کے بغیر آپ کو چارہ نہیں ہے

عجب شکل میں آیا سینے والا جیب واماں کا

جو یہ ٹانگا تو وہ اُدھڑا جو وہ ٹانگا تو یہ اُدھڑا

مولوی صاحب : یہ آپ نے بالکل غلط کہا اعلیٰ حضرت رضی اللہ

تعالیٰ عنہ اسماعیل دہلوی کو کافر نہیں کہتے۔ اعلیٰ حضرت نے اسماعیل

مولوی سردار احمد صاحب

کے کفر پر مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام "الکوۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہاب سیہ" ہے۔ اس میں دہلوی صاحب کے سینکڑوں کفریات لکھے ہیں، اور صاف لفظوں میں ان کو کافر لکھا ہے۔ آپ بالکل جھوٹ کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے اسماعیل دہلوی کو کافر نہیں لکھا۔

اور تمہید ایمان شریف کی جو عبارتیں آپ نے پڑھی ہیں ان کا مطلب آپ نے نہیں سمجھا۔ آپ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی وہ کتاب دیکھئے جس میں ان عبارتوں کا مطلب خود اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے۔ اس کتاب کا نام "الموت الاخر" ہے

جس کے معنی ہیں "سرخ موت" اور درحقیقت دیوبندیوں کے لئے وہ سرخ موت ہی ہے۔ اس کتاب نے دیوبندیت

کو ذبح کر ڈالا ہے۔ اس میں آپ کی اس سب خرافات کا جواب موجود ہے۔

آپ کہتے ہیں کہ تقویۃ الایمان کی ان عبارتوں میں ترجمانی ہے قرآن وحدیث کی۔ توبہ توبہ لاجمل ولا قوۃ الا باللہ !

بھلا قرآن وحدیث میں ایسی گستاخیاں ہو سکتی ہیں۔ قرآن تو بھرا پڑا ہے حضورؐ کی مدح سے۔ اس میں ہر ہر سورت بلکہ ہر

آیت میں تعریف سے حضورؐ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ وہ جا بجا خطبہ پڑھتا ہے حضورؐ کی مدح کا۔ اس میں کس طرح حضورؐ

کی توبہ ہو سکتی ہے ؟

خیر تقویۃ الایمان کی ان عبارتوں کی تو اس وقت بقول آپ کے بحث نہیں۔ آپ حفظ الایمان ہی کی عبارت کو

کسی ایک آیت سے ثابت کر دیجئے اور بتلایئے کہ وہ کس آیت کا ترجمہ ہے ؟ لیجئے میں پھر اس عبارت کو پڑھتا ہوں

اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے حفظ الایمان کی وہی عبارت پھر پڑھ دی اور اس کے متعلق پھر وہی تقریر کی جو

پہلے بار ہا کر چکے تھے اور مولانا محمد منظور صاحب سے مطالبہ کیا کہ اس عبارت کو آپ قرآن کریم سے ثابت کر کے دکھلایئے

اسکے بعد فرمایا کہ آپ نے پہلے دعویٰ کیا تھا کہ حفظ الایمان کا مضمون اعلیٰ حضرت کی کتابوں سے ثابت کر دوں گا مگر آپ

ابھی تک ثابت نہ کر سکے۔ بلکہ اس دفعہ تو آپ نے کھلے لفظوں میں اقرار کر لیا کہ اعلیٰ حضرت کی عبارات میں "ایسا" کا

لفظ نہیں ہے۔ خدا نے خود آپ کے منہ سے حق بات نکلوادی۔ ایسے ہی انشاء اللہ تعالیٰ و شاء رسولہ آپ قرآن شریف کے متعلق بھی اقرار کریں گے اور میں آپ سے اقرار کر کے چھوڑوں گا۔ میں ادنیٰ غلام ہوں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ آپ کہتے ہیں کہ حضرت حجۃ الاسلام قبلہ (مولانا حامد رضا خان صاحب) آپ کو جواب نہیں دیتے، تو وہ آپ کو کیوں جواب دیں، آپ کو ان سے مخاطب کیا کیا حق ہے وہ تو ہمارے آقا اور سردار ہیں، وہ ہماری جماعت میں سب سے بڑے بزرگ ہیں، آپ کے لئے ان کے خدام کافی ہیں۔ میں ان کا ایک ادنیٰ خادم بلکہ ادنیٰ غلام ہوں، میرے سامنے تو آپ کا یہ حال ہے، سب لوگ دیکھ رہے ہیں کہ آپ کس طرح میرے پنجے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ آپ بہت بھاگنا چاہتے ہیں مگر بھاگ نہیں سکتے اور نہ میں بھاگنے دوں گا۔ بڑی مشکل سے تو آپ پھنسے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ میں تمہارے گھر آیا ہوں آپ یہ غلط کہتے ہیں، ہم نے آپ کو زبردستی بلایا ہے۔ جس طرح آپ نے اپنے جلسہ میں پنڈت گوپی چند کو بلایا تھا تو اس میں فخر کیا بات ہے ؟

آپ تو اپنے گھر سے بس یہاں تک آئے ہیں مگر مجھے دیکھئے کہ میں پنجاب سے چل کر آپ سے مناظرہ کرنے کے لئے آیا ہوں اور اس طرح پیچھے پڑا ہوا ہوں کہ میں آپ کی نگر میں پنجاب سے چلا، راستہ میں مراد آباد پڑتا ہے اسی کے قریب کمیں سنجل ہے میں وہاں آپ کی نگر میں پہنچا تو پتہ چلا کہ وہ یہاں سے بریلی بھاگ گئے ہیں تو میں وہاں سے آپ کے پیچھے چھپے یہاں آیا ہوں۔ اور میں نے یہاں آکر آپ کو پکڑ لیا ہے اب میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا اور یہاں سے جہاں بھی آپ جائیں گے وہیں میں جاؤں گا اب آپ میرے پنجے سے نہیں نکل سکتے۔

اس سے پہلے بھی بہت سے بے غیرتوں سے مناظرہ کا اتفاق ہوا مگر

مولانا محمد منظور صاحب

اس فن میں جو کمال آپ نے پیدا کیا ہے وہ کسی میں نہیں دیکھا گیا۔

اور شاید آپ کی اسی خصوصیت کی وجہ سے آپ کے آقا صاحب (یعنی مولوی حامد رضا خان صاحب) نے آپ کو اس ڈروٹی کے لئے منتخب کیا ہے۔ یہاں کی تمام پبلک جانتی ہے کہ آپ مولوی حامد رضا خان صاحب کے مدرسہ میں نوکر ہیں اور یہیں رہتے ہیں مگر اس کے باوجود آپ کس قدر دلیری سے فرما رہے ہیں کہ میں تم سے مناظرہ کرنے کے لئے پنجاب سے آیا ہوں اور اس پر تبصرہ اور سفید جھوٹ کہ میں سنجل گیا تھا وہاں سے بریلی آیا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ بولنے میں آپ اپنے وطن مرزا قادیانی سے بھی زیادہ بہادر ہیں۔ شاہ شاہ ! پنجاب کے جوان شاہ شاہ !!

ایں کار آرزو آید و مردانِ حسنین گفتند

آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے تجھ کو زبردستی بلایا ہے " ددغ گویم بردے تو " اسی کا نام ہے میرے پاس آپ کی یہ تحریر موجود ہے جس میں آپ نے لکھا ہے کہ " میں منظور کا چیلنج قبول کرتا ہوں " اب فرمائیے کہ کس نے مناظرہ کے لئے منظور کیا ؟

آپ فرماتے ہیں کہ تجھ کو مولوی حامد رضا خان صاحب سے مخاطبہ کا حق نہیں وہ ہماری جماعت میں سب سے بڑے بزرگ ہیں " یہ عذر جب کیا جاسکتا تھا جب کہ لاہور میں وہ مجھ کو اپنا مخاطب تسلیم کر چکے ہوتے۔ وہاں انہوں نے مجھ کو ، حضرت حکیم الامت کا وکیل ہونے کی حیثیت سے اپنا مخاطب تسلیم کر لیا۔ اور مجھ سے مناظرہ کرنے کے لئے مولوی حسرت علی صاحب کو اپنی طرف سے وکیل بھی نامزد کر دیا اور مجھ کو اس کی تحریر بھی دے دی جو میرے پاس بحمد اللہ محفوظ ہے۔ لہذا یہ عذر تو ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔

رہا یہ کہ وہ آپ کی جماعت کے سب سے بڑے بزرگ ہیں تو ہوا کیس میں اپنی جماعت کا ایک ادنیٰ خادم ہوں اور سب سے چھوٹا ہوں مگر میری جماعت نے آپ کے سب سے بزرگ کے مقابلہ کے لئے میرا انتخاب کیا ہے اس لئے مجھ کو ان سے مخاطبہ کا جائز حق حاصل ہے۔ پھر جیسے کچھ وہ بزرگ ہیں میں خوب جانتا ہوں۔ میں ان کی ہسٹری سے اچھی طرح واقف ہوں۔ مجھے بدایوں کے رنگین واقعات بھی معلوم ہیں۔ من خوب سے شناسم پیرانِ پارا " مگر افسوس یہ ہے کہ مقابلہ میں وہ خود موجود نہیں ہیں ان کی عدم موجودگی میں ان کی رنگین زندگی کا تذکرہ میں کچھ اچھا نہیں سمجھتا۔

مصلحت نیست کہ از پرده بردار

ورنہ در مجلس رندان خبر نیست کہ نیست

آپ نے گوپی چند کے اعتراضات کو معقول بتلا کر جو کفر کی حمایت کی تھی اس کی دارد گیر سے بچنے اور خلطِ بحث کرنے کے لئے تقویۃ الامیان کے حوالہ سے چند عبارتیں نہایت شرمناک خیانت اور ناجائز قطع دہرید کر کے آپ نے پیش

پیش کیں، لیکن جب میں نے حضرت شہیدؒ کی طرف سے خود آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب کو گواہی میں پیش کر دیا اور حضرت شہید مرحوم کے کافر ہونے کے متعلق ”تہذیب ایمان“ سے خان صاحب کا فیصلہ پڑھ کر سنا دیا تو کمال حیا داری کے ساتھ آپ فرماتے ہیں کہ ”یہ بالکل جھوٹ ہے کہ اعلیٰ حضرت اسماعیل دہلوی کو کافر نہیں کہتے تھے“
 نا اللہ وانا الیہ راجعون۔ سچ ہے۔۔۔۔۔ ”بے حیا باسش دہر چہ خواہی کن۔“

حاضرین کرام! پھر شہید مرحوم کے متعلق مولوی احمد رضا خان صاحب کا فیصلہ سنیں اور مولوی سردار احمد صاحب کی حیا داری کی داد دیں۔ (اس کے بعد مولانا نے تہذیب صفحہ ۴۴ و صفحہ ۴۳ سے پھر وہی دونوں عبارتیں پڑھ کر سنائیں جو اس سے پہلے مولانا سنا چکے تھے۔ جن میں صاف تصریح ہے کہ ”میں امام الطائف اسماعیل دہلوی کے کفر پر حکم نہیں کرتا“ اور علما و محتاطین ان کو کافر نہ کہیں، یہی ٹھیک ہے اور اسی میں سلامتی ہے“ ان دونوں عبارتوں کو پڑھنے کے بعد مولانا نے فرمایا کہ، حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مولوی احمد رضا خان صاحب کا یہ کھلا فیصلہ ہے اور سیدھی سادی اردو زبان میں ہے۔ مگر مولوی سردار احمد صاحب فرماتے ہیں کہ ان عبارتوں کا تو نے مطلب نہیں سمجھا۔ ان کا صحیح مطلب اعلیٰ حضرت نے ”الموت الاحمر“ میں لکھا ہے۔

اشارۃ اللہ یہ بھی آپ کی ایک غی اداسی ہے۔ جس بات کا جواب نہ آیا بس اس کے متعلق کہہ دیا کہ اس کا جواب فلاں کتاب میں دیکھ لو ہمارے اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں ایڈی ایڈی موٹی کتابیں لکھ دی ہیں۔ حضرت! اگر ایسا ہی ہی مناظرہ کرنا تھا تو یہاں تشریف ہی کیوں لائے تھے گھر ہی سے کھلا بیچا ہوتا کہ ہمارے اعلیٰ حضرت کے فلاں نے فلاں نے رسالے دیکھ لو ان میں تمہاری سب باتوں کے جواب لکھے ہوئے ہیں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ آپ سمجھتے تھے کہ مناظرہ کرنا بھی تعویذ گنڈے کرنا یا مولود پڑھنا ہے۔ منظور سے مناظرہ کر کے ہم بھی مناظر مشہور ہو جائیں گے یہ خبر نہ تھی کہ وہاں جا کر آیا اولیائی بھول جائے گا۔

اب تو آپ جی جی میں مولوی حامد رضا خان صاحب کو خوب کوس رہے ہوں گے کہ مجھے کس مصیبت میں ڈال دیا۔

اس کش مکش دام سے کیا کام بچے

اے العتب چمن ترا خداداد خراب ہو!

مگر بات یہ ہے کہ آپ ان کے ملازم ہیں نوکری کے پیسے حلال کرنے ہیں۔ آپ نے بڑے زور کے ساتھ یہ بھی فرمایا

ہے کہ اعلیٰ حضرت نے "الکوئتہ الشہابیہ" میں مولانا شہید کو کافر لکھا ہے ۔ اگر یہ بات آپ کسی ایسے شخص کے ساتھ کہتے ہیں جس نے "کوئہ شہابیہ" نہ دیکھی ہو تو وہ شاید آپ کے دھوکہ میں آجائے۔ لیکن آپ اس کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں جس نے آپ سے زیادہ آپ کے اعلیٰ حضرت کی کتابوں کو کھنگالا ہے ۔

عقبات کار کس نشود دام باز چسپیں

کیں جا ہمیشہ باد برست است دام را

سنئے ! اسی کو کتبہ شہابیہ کے آخر میں مولوی احمد رضا خان صاحب نے صاف لکھ دیا ہے کہ مذہب مختار میں

ہے کہ شہید مرحوم کو کافر نہ کہا جائے۔ اس کے آخری صفحہ پر خان صاحب کی یہ عبارت ملاحظہ ہو۔

"ہمارے نزدیک مقام اعتیاد میں الکفار سے کتب لسان (یعنی کافر کہنے سے زبان روکنا) مانع ہو۔

مختار مرضی و مناسب" واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علیہ جل مجدہ اتم و احکم"

امی الفاظ پر "الکوئتہ الشہابیہ" ختم ہے ۔

دیکھیں آپ نے حضرت شہید مرحوم کی زندہ کرامت۔ کہ جس کتب کو آپ نے ان کے کفر کی تائید سمجھا تھا اسی سے

ان کا اسلام ثابت ہو گیا۔ بہر حال حضرت شہید مرحوم کو فی الحقیقت اور آپ کے اعلیٰ حضرت کے بیانات سے مسلمان ہے

لیکن اب ذرا اپنے اعلیٰ حضرت کی خبر لیجئے وہ کہاں پہنچے ؟

یہ تو نہایت صفائی کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب "شہید مرحوم کو کافر نہیں کہتے"

اور یہ بھی میں خان صاحب ہی کی تصریحات سے ثابت کر چکا ہوں کہ جو شخص حضور کی توہین کرے اس کو کافر نہ کہنے والا بھی

باجہاں مسلمین کافر ہے ؟ اور آپ کے نزدیک مولانا شہید علیہ الرحمۃ نے معاذ اللہ حضور کی توہین کی بلکہ انہوں نے ہی

توہین بری کا دروازہ کھولا ، لہذا مولوی احمد رضا خان صاحب کسی دوسرے کے نزدیک کافر ہوں یا نہ ہوں لیکن آپ

کے نزدیک حضرت مرحوم شہید کو کافر نہ کہنے کی وجہ سے ضرور بالضرور کافر ہوئے اور اگر آپ ان کو کافر نہ مانتیں تو انہیں کے

سے بلکہ خود مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی کوئہ میں ۳۱ و ۳۲ پر اس کی تصریح کی ہے۔ لہذا وہ خود اپنے اقرار سے

کافر ہوئے۔ اس بحث کی پوری تفصیل "آئینہ رضا خانیت" میں ملاحظہ ہو۔

اصول سے آپ بھی کافر ہوئے۔

دیکھی آپ نے حضرت شہید ملت اور حضرت حکیم الامت کی کراست۔ آپ ان کو گناہ ثابت کرنا چاہتے تھے اور خود مع اپنے اعلیٰ حضرت کے اقرار کی کفر کی دل دل میں بھینس گئے۔ دیکھا آپ نے مجرم یوں اپنے اقرار سے کپڑے جاتے ہیں۔ اصلی کافروں کا کفر اس طرح ثابت ہوتا ہے۔ مناظرہ اس کو کہتے ہیں کہ ”جو دوا ہر جگر سے پار ہو“

کیا ہے کوئی بدعت کافر ذلکہ حضرت شہیدؒ کو کافر کرنے کے ساتھ مولوی احمد رضا خان صاحب کو ادنیٰ درجہ کا

مسلمان ثابت کر سکے ؟ اذن عام ہے آئے جس کا جی چاہے ۔“

آپ نے اس مرتبہ مجھ سے حفظ الایمان کے مضمون کا ثبوت قرآن عزیز سے مانگا ہے۔ جزاک اللہ۔ اب ذرا حاضر

جو اس ہو کہ قرآن عزیز سے ثبوت سنئے۔ یہ میں پہلے بتلا چکا ہوں کہ حفظ الایمان کے اس مضمون کی بنیاد دو چیزوں پر ہے اور وہی دو حقیقت حضرت مولانا مٹھانوی کی اس دلیل کے دواہم جزو ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ مطلق بعض غیوب کا علم عام انسانوں بلکہ حیوانوں کو بھی ہے۔

۲۔ اور دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہیں تھا۔

پہلی بات کا ثبوت قرآن عزیز سے سنئے۔

وَأَنَّ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ
وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ۔ بنی اسرائیلؑ

تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کی تسبیح و تقدیس کرتی ہے۔ اور

یہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس بغیر خدا کی معرفت کے ممکن نہیں۔ لہذا اس آیت سے منشاء یہ بھی

معلوم ہو گیا کہ کائنات کی ہر چیز کو خدا تعالیٰ اور اس کی صفات قدسیہ کا علم ہے۔ اور یہ میں آپ کے اعلیٰ حضرت کی تصریح

سے ثابت کر چکا ہوں کہ حق تعالیٰ عز و جہ اور اس کی صفات حنیب سے ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ تمام کائنات حتیٰ کہ

نباتات و جمادات کو بھی مطلق بعض غیوب کا علم حاصل ہے۔ اور یہی حفظ الایمان کی عبارت کا پہلا اہم جزو ہے۔

دوسرا جزو یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ و عقلیہ سے ثابت

ہے۔ اس کا ثبوت بھی قرآن کریم سے سنئے۔

پہلی آیت۔

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِيَ خَزَائِنُ اللَّهِ
وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي
مَلَكٌ (سورۃ النعام، کورۃ ۴)

دے ہمارے رسول، آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے
یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدائے تعالیٰ کے خزانے ہیں
اور نہ میں تمام غیبیوں کو جانتا ہوں، اور نہ میں تم سے یہ
کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

دوسری آیت۔

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا
مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبُ
لَا سَكَنْتُ مِنْ الْخَيْرِ وَمَا مَسْنِيَ
السُّوْمُ (اعراف، ع ۲۲)

آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی ذات خاص کے لئے بھی کسی
نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا۔ لیکن یہ خدا
چاہے، اور اگر میں تمام غیبیوں کو جانتا تو میں بہت
سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی برائی مجھے نہ چھوٹی۔

تیسری آیت۔

قُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَاسْتَخِيرُوا اللَّهَ
مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظَرِينَ (یونس ع ۲)

آپ فرما دیجئے کہ سب غیب کا علم خدا ہی کے لئے ہے
سو تم منتظر رہو، میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔

چوتھی آیت۔

وَاللَّهُ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْإِلَهِ
يَرْجِعُ الْأَمْرَ كُلَّهُ (پ ۱۳ - ہود)

اور آسمان و زمین کے سب غیب کا علم بس خدا ہی کو
ہے، اور تمام امور اسی کی طرف لوٹیں گے۔

پانچویں آیت۔

لَهُ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَبْصُرُ
بِهِ وَأَسْمِعُ (کہف ع ۴)

صرف اسی کو ہے آسمان و زمین کے کل غیب کا علم، وہ کس
قد بصیر اور کتنا سمیع ہے۔

چھٹی آیت۔

وَاللَّهُ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

اور آسمان و زمین کی تمام پوشیدہ باتیں اللہ ہی کو

وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَكَلَمِ الْبَصِيرِ - (سورہ نحل ع ۱۱)
 معلوم ہیں۔ اور قیامت کا معاملہ بس ایسا ہوگا جیسے
 آنکھ جھپکنا، بلکہ اس سے بھی جلدی۔

یہ چھ آیتیں ہیں جو بیگانگ دہل اعلان کر رہی ہیں کہ کل غیوب کا علم صرف حق تبارک و تعالیٰ کو ہے مخلوق
 میں کسی کو حاصل نہیں۔

وقت کے ختم ہو جانے کی وجہ سے اسی پر انکشاف کرتا ہوں۔ بعد میں انشاء اللہ اور آیات بھی پیش کر دوں گا۔ آپ
 نے قرآن کریم سے ثبوت طلب کر کے حق و صداقت کے سارے اس تار کو چھیڑ دیا ہے جو اب کم از کم ایک سو آیات پیش کر کے
 دم لے گا۔ واللہ دل التوفیق۔

مولوی صاحب ! آپ آیتیں پڑھ پڑھ کر لوگوں کو دھوکا،
 دینا چاہتے ہیں۔ یہاں کوئی آپ کے دھوکے میں نہیں آئے گا۔

مولوی سردار احمد صاحب

قاریاں بھی جب جواب سے عاجز آتے ہیں تو آیتیں ہی پڑھا کرتے ہیں۔ رام چندر آریہ بھی مناظرہ میں قرآن شریف
 پڑھا کرتا ہے۔ ایسے ہی آپ بھی قرآن شریف پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ بتلائیے کہ ان آیتوں میں سے
 کس آیت کا ترجمہ ہے حفظ الایمان کی عبارت۔ آپ کے پاس مولوی اشرف علی کے ترجمہ کا قرآن شریف ہوگا۔ آپ
 اسی میں دکھلا دیجئے کہ انہوں نے کسی آیت کے ترجمہ میں حفظ الایمان والی عبارت لکھی ہو۔ بھلا قرآن مجید میں یہ
 گستاخانہ مضمون ہو سکتا ہے؟ وہ تو بھرا پڑا ہے حضور م کی مدح سے۔ اس میں تو جا بجا حضور اقدس کی تعریفیں
 ہیں۔ حضور کے علم غیب کے متعلق اس کا بیان یہ ہے۔

وَعَلَيْكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا۔

اور اے محبوب ہم نے تم کو وہ تمام غیب کی باتیں سکھائیں جو تم نہیں جانتے تھے۔

دیکھئے اس سے حضور م کا علم غیب کیسا صاف ثابت ہوتا ہے۔ اور یہی ایک ایسی ایسی سینکڑوں ہزاروں

آیتیں حضور م کی مدح میں موجود ہیں، وہ تو حضور م کے کمالات کا خطبہ دیتا ہے پھر آپ تھانوی صاحب کی گالیوں کا ثبوت
 بھلا قرآن پاک سے کس طرح دے سکتے ہیں۔ کیا دیوبندی دھرم میں قرآن بھی حضور کی توہین کرتا ہے۔

مولوی صاحب ! آپ قرآن کی آیتیں پڑھ پڑھ کر میرے بچے بچھوٹ نہیں سکتے، میں بڑا اکڑا پنجاہی ہوں۔

آپ کو باوجود حفظ الایمان کے کفری معنوں سے توبہ کرنی ہوگی یا اس کا ثبوت دینا ہوگا۔ آپ ایسی جگہ پر موقوف آیتیں پڑھئے۔ آپ سو نہیں ایک ہی آیت ایسی پیش کر دیجئے جس سے حفظ الایمان کا معنوں ثابت ہوتا ہو۔ اور بس غامضی صاحب ہی کے ترجمہ میں دکھلا دیجئے میں اسی کو مان لوں گا۔ آپ ادھر ادھر سے بھاگتے قاعدہ میں مناظرہ کیجئے، میں نے تو سنا تھا کہ آپ بہت بڑے مناظر ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اصول مناظرہ کی ایک کتاب بھی نہیں پڑھی ہے۔

مولوی صاحب ! میاں دغظ کئے اور آیتیں پڑھنے سے کام نہیں چلے گا، آپ کچھ حفظ الایمان کے ملعون معنوں کا ثبوت قرآن سے دینا ہوگا یا توبہ کرنی ہوگی، اس کے بغیر آپ کو نہیں چھوڑا جائے گا۔ حاضرین حفظ الایمان کی اس ٹھوس کفری عبارت کو پھر سن لیں وہ یہ ہے۔

اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے پھر حفظ الایمان کی عبارت پڑھی اور اس کے متعلق تقریباً وہی تقریر کی جو اس سے پہلے بار بار کر چکے تھے۔ (مرتب)

معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت شرافت اور غیرت کا جوہر تقسیم ہو رہا تھا اس وقت آپ کہیں سو رہے تھے۔ حاضرین دیکھ رہے، اور آپ کا دل جانتے کہ اس وقت آپ کس مصیبت میں ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ بار بار مجھ سے فرماتے ہیں کہ ”میں آپ کو چھوڑوں گا نہیں، آپ میرے پیچھے سے نکل نہیں سکتے“

اس وقت آپ کی مثال بالکل اس مچھلی کی سی ہے جو کسی شکاری کے جال میں پھنس گئی تھی۔ پہلے بہت کچھ تڑپے پھر لڑکھائی سے مایوس ہو گئی تو نہایت شوخ پیشی سے شکاری سے کہنے لگی کہ ”تو ہزار کوشش کر مگر میں تیرے جال سے بچھڑ نہیں سکتی، تو اب میرے قبضہ سے نکل نہیں سکتا، میں اب تیرے گھر تک جاؤں گی اور تیرا بیچھا نہیں سے چھوڑوں گی، شکاری اس کی ان باتوں پر ہنسنا تھا۔ اسی طرح مجھے بھی آپ کی ان باتوں پر ہنسی آتی ہے۔

اس مرتبہ آپ نے پھر حفظ الایمان کی عبارت پڑھی ہے اور اس کے متعلق وہی گہرا انسانی فرمائی ہے جس کا جواب میں بار بار دے چکا، میرے پاس اتنا بے کار وقت نہیں کہ میں ایک ہی بات کو بار بار دہرائے جاؤں۔ آپ کو اگر کچھ اور یاد نہیں ہے تو آپ مجبور ہیں۔

میں نے حفظ الایمان کے مضمون کی تائید میں اب تک سات آیتیں پیش کی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ بتلاؤ کہ حفظ الایمان کی عبارت کس آیت کا ترجمہ ہے ؟ معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کسی علمی حلقہ میں بیٹھنا بھی نصیب نہیں ہوا ہے۔ میرا یہ دعویٰ نہیں کہ حفظ الایمان کی عبارت کسی آیت کا بعینہ ترجمہ ہے۔ بلکہ میرا مدعا صرف یہ ہے کہ اس کا مضمون قرآن کریم سے ثابت ہے۔ میں ثابت کر رہا ہوں سات آیتیں پیش کر چکا اور اب اور پیش کر دوں گا۔ آپ سے ہو سکے تو رد کیجئے۔ اور ثابت کیجئے کہ ان سے حفظ الایمان کا مضمون ثابت نہیں ہوتا۔

میں نے عرض کیا تھا کہ حفظ الایمان کے زیر بحث مضمون کے دو اہم عنصر ہیں۔ ایک یہ کہ مطلق بعض غیوب کا علم (یعنی کسی دکنی غیب کی چیز کا علم) عام انسانوں بلکہ حیوانات بلکہ نباتات اور جمادات کو بھی ہے۔ اور دوسرا یہ کہ جمیع غیوب کا علم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں تھا۔ پہلے جُز کے ثبوت میں ایک آیت اور دوسرے کے ثبوت میں چھ صاف صریح آیتیں میں پیش کر چکا ہوں۔ اب اس سلسلہ کی دوسری آیتیں سنئے۔

ساتویں آیت -

وَ عِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۔ (سورۃ النعام ۵۹)

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”مفاتیح الغیب“ جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ پانچ چیزیں ہیں جو سورۃ لقمان کی آخری آیت میں مذکور ہیں۔ یعنی (۱) قیامت کا وقت مخصوص۔ (۲) بارش کا ٹھیک وقت کہ کب نازل ہوگی۔ (۳) مافی الارحام۔ (۴) مستقبل کے واقعات۔ (۵) موت کا صحیح مقام۔ اس کے بعد سورۃ لقمان کی وہ آیت بھی سنئے۔

آٹھویں آیت -

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ

ہر تحقیق اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم، اور وہی نازل کرتا ہے بارش کو، یعنی یہ بھی اسی کے علم میں ہوتا ہے کہ بارش کب ہوگی، اور وہی جانتا ہے جو کچھ مادہ کے رحم میں ہوتا ہے، اور کوئی نہیں جانتا کہ کل وہ کیا

کیا کرے گا، اور کسی کو خبر نہیں کہ وہ کہاں مرے گا۔

عَلِيمٌ خَبِيرٌ - (لقمان رکوع آخر)

بحقیق اللہ تعالیٰ ہی جانتے والا اور خبردار ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یہ پانچ چیزیں غیب کی وہ ہیں کہ ان کو حق تعالیٰ علام

خمس من الغیب استأثر بهنَّ اللہ

الغیب نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔ ان کی اطلاع نہ

فلم یطلع علیہن ملکا مقربا ولا نبیا

کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے نہ کسی نبی و رسول کو۔

مرسلہ - (تفسیر ابن کثیر)

نہیں آیت۔

(اے ہمارے رسول) آپ فرما دیجئے کہ جتنی مخلوقات بھی

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

زمین و آسمان میں موجود ہے (یعنی جن وانس اور فرشتے)

الْغَيْبِ إِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّاتِ

کوئی بھی تمام غیب کو نہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ جانتا

يُبْعَثُونَ - (نمل - ۷۵)

ہے اور اس زمین و آسمان کی مخلوقات کو خبر نہیں کہ

وہ کب دوبارہ زندہ کئے جائیں گے یعنی کسی مخلوق کو قیامت

کا وقت معلوم نہیں۔

دوسری آیت۔

بس اللہ ہی کو ہے قیامت کا علم اور تم سب اسی کی

وَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَالْيَوْمِ تَوَجَّوْنَ

طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

(زخرف ۶۷)

”تِلْكَ عَشْرَةٌ كَمَا إِلَهٌ“ یہ دس آیتیں ہیں جن سے نہایت صفائی کے ساتھ معلوم ہو رہا ہے کہ کل غیب

کا علم حق تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ نہ حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ کسی دوسری مخلوق کو۔ اور یہی حفظ الایمان

کے مضمون کا دوسرا عنصر تھا۔

ربا آپ کا یہ فرمانا کہ قرآن عزیز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہے یہ بالکل ٹھیک ہے بے شک قرآن

عزیز نے بہت سے مقامات پر کمالات بیان فرمائے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی بتانا

ہے کہ نہ آپ خدا ہیں نہ صفات خداوندی میں شریک، نہ خزان قدرت کے مالک و مختار، نہ آپ کو تمام غیوب کا علم ہے۔ لیکن چونکہ ایسا کہنا آپ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص ہے اس لئے آپ کے اصول پر قرآن پاک میں (معاذ اللہ) ضرور حضور کی توہین ہے۔

آپ نے اس تقریر میں ایک آیت بھی پیش کی ہے اس آیت بلکہ قرآن پاک کی ہر ہر آیت پر ہمارا ایمان ہے لیکن کل غیب کے علم کا ثبوت اس سے قیامت تک نہیں نکل سکتا، اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ”ہم نے آپ کو وہ علوم دیے جو آپ نہیں جانتے تھے“۔

سو بے شک حق تعالیٰ نے لاکھوں بلکہ کروڑوں علوم عالیہ کا ایسے حضور کو ایسے عطا فرمایا جو آپ کو پہلے سے معلوم نہ تھے بلکہ حضور کے تمام علوم شریفہ ایسے ہی تھے۔ آپ کے متعلق قرآن عزیز کا بیان ہے۔

مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ
وَلَا الْإِيمَانُ (النشور، ۵۲)

لے محبوب تم تو پہلے یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا چیز ہے۔

بہر حال حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمارے آقا و مولا کو بے حد شمار علوم عطا فرمائے لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ اب خدا کے خزانہ غیب میں کچھ بھی باقی نہیں رہا، نہ اس آیت میں یہ مذکور ہے۔ بہر حال اس آیت اور ایسی تمام آیتوں پر ہمارا ایمان ہے لیکن ان سے کل غیب کا علم قیامت تک بھی ثابت نہیں ہو سکتا اور حفظ الایمان میں کل غیب کے علم کو ہی دلائل عقلیہ و عقلیہ سے باطل کہا گیا ہے۔

آپ نے ایک آیت پیش کی تھی اس کا جواب میں عرض کر چکا۔ میں نے اس وقت تک گیارہ آیتیں پیش کی ہیں ان کا جواب دیجئے صرف یہ کہہ دینے سے کام نہیں چلتا کہ قرآن قادیانی بھی پڑھا کرتے ہیں اور آریہ بھی۔

اور جناب آپ نے اپنے اعلیٰ حضرت کے کفر کو تو مانتے بھی نہیں لگایا۔ ذرا سنئے! خان صاحب کی روح اپنی قبر میں سے آواز دے رہی ہے کہ مجھے اس کفر کی دلیل سے نکالو! خدا را اس کی کچھ تو سنو، کچھ تو ان کے نمک کا حق ادا کرو۔ اور غضب یہ ہے کہ میں ان کو کافر نہیں کہہ رہا وہ خود آپ کے اصول پر کافر ٹھہرتے ہیں۔

مسلمانان بریلی ذرا اس پہلو پر بھی غور فرمائیں کہ اس مناظرہ میں حضرت حکیم الامت پر کفر کا دعویٰ کیا گیا مگر اچھ لہ اللہ ان کے دکیل نے ان کو بری کر کے دکھلایا۔ اور ثابت کر دیا کہ ان کی عبارت بے داغ ہے۔ اور اس کی تائید

قرآن کریم کر رہا ہے۔ مگر اسی سلسلہ میں جب مولوی احمد رضا خان صاحب اپنے ہی تیار کئے ہوئے کفر کے جال میں پھنس گئے تو اب کوئی ان کا رد و حافی یا صلیبی فرزند ان کے نکالنے کے لئے تیار نہیں؟ ” کوئی خوش آمدنی پیش، اسی کو کہتے ہیں۔

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات! آپ دیکھ رہے ہیں کہ مولوی منظور صاحب میری

باتوں کا جواب نہیں دیتے۔ بس مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے

آیتیں پڑھ جاتے ہیں۔ مولوی صاحب! یہاں کوئی مسلمان آپ کی ان چالوں میں نہیں آسکتا۔ آپ تھانوی صاحب کی گستاخیوں اور سڑی گالیوں کا ثبوت قرآن سے دینا چاہتے ہیں ہم سب مسلمانوں کا ایمان ہے کہ قرآن میں کہیں حضور اقدس کی توہین نہیں۔ قرآن تو ہر صفحہ میں خطبہ پڑھ رہا ہے حضور سر پائے نور کے مدائح کو میر کا۔ قادیانیوں کی طرح آیتیں پڑھنے سے آپ کا بیچھا نہیں چھوٹ سکتا۔ آپ تھانوی صاحب کے کفر کا جواب دیجئے یا کھیلے لفظوں میں توہین کا اقرار کر کے توہین کیجئے میں آپ کو اپنے آگے سے ہٹے نہیں دوں گا۔ آپ بڑے چالاک ہیں لیکن کسی پنجابی سے آپ کا واسطہ نہیں پڑا۔ آپ بتلائیے کہ تھانوی صاحب کی کفری عبارت کس آیت کا ترجمہ ہے، آپ تھانوی صاحب ہی کے ترجمہ سے ثابت کر دیجئے مگر میں دعویٰ کرتا ہوں کہ آپ قیامت ثابت نہیں کر سکیں گے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو برے آزمائے ہوئے ہیں

مولوی صاحب! آپ کو بتلانا پڑے گا کہ تھانوی صاحب کی یہ کفری عبارت کہ

”اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو ہر زید و عمرو بلکہ ہر مہمی

و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے“

کس آیت کا ترجمہ ہے؟ آپ بتلائیے کہ قرآن شریف کی کس آیت میں کہا گیا ہے کہ حضور کا سا علم،

ہر گدھے، کتے، ہر سورا، بندر، ہر چوہے، بنی ہر محجر، پستو ہر کریمے، مکورے اور ہر کٹیا کٹا اور ہر بچھیا،

بچھا کو حاصل ہے۔ آپ ذرا ایک آیت سے تو اس کو ثابت کر دیجئے؟

اس کے بعد میں حضور کے علم غیب کے ثبوت میں ایک آیت کریمہ اور پڑھ کر سنا تا ہوں۔ قرآن شریف میں

ارشاد ہوتا ہے۔ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ اور اے محبوب ہم نے تم پر ایک ایسی کتاب میں نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا کھلا بیان ہے۔

دیکھئے اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں غیب و شہادت کی ہر چیز کا بیان ہے اور جب حضور پر وہ نازل ہوا تو اس کے ذریعے حضور کو بھی تمام باتوں کا علم ہو گیا۔ دیکھا آپ نے قرآن شریف کس طرح حضور کے علم غیب کا ثبوت دے رہا ہے۔ مگر دیکھنے کے لئے ایمان کی آنکھ چاہئے اور وہ دیوبندیوں و مایوں کو کہاں نصیب۔



مولوی سردار احمد صاحب کی اس تقریر پر مجلس مناظرہ ختم ہو گئی۔ آج کے مناظرہ کی کیفیت خصوصیت کیسے نقد قابل دیدہ تھی جو احاطہ تحریر میں نہیں آ سکتی، سچی کا غلبہ بہت نمایاں تھا اور پہلک اس کو محسوس کر رہی تھی کہ فریقین میں شیر و بکری کا بھی تناسب نہیں ہے۔ جتنی کہ مولوی سردار احمد صاحب اور ان کے ساتھ کے تمام مقامی و بیرونی علماء کے چہرہ لبشروں سے بھی یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ ان کے دل کس قدر پژمردہ ہیں۔ پھر اسی ہی سبب سے زندہ اور افسردہ منہ سے مولوی سردار صاحب کی تعلیمات اور بھی زیادہ لطف پیدا کر رہی تھیں اور درحقیقت اسی چیز نے ان کو اس پر مجبور کیا کہ کسی حیلہ بہانے سے مناظرہ درہم برہم کیا جائے چنانچہ اگلے دن انہوں نے کرہی دیا۔



مناظرہ ، کاچو تھا دن

مولانا محمد منظور صاحب بسم اللہ الرحمن الرحیم
 رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي
 أَمْرِي رَاحِلُ عُقْدَةٍ مِنْ لَسَانٍ يَفْقَهُوا قَوْلِي

حضرات گرامی ! حفظ الایمان کی عبارت پر اس مناظرہ کا آغاز ہوا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس وقت تک جو کاروائی ہوئی ہے آپ حضرات اس پر ایک سرسری نظر ڈال لیں۔

مولوی سردار احمد صاحب کا اعتراض یہ تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے اور حضور کے علم شریف کو جانوروں اور پالگوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ اور اس اعتراض کی بنیاد ”ایسا“ کے لفظ پر تھی۔

میں نے آپ کے اس اعتراض کا کچھ اللہ کافی شافی جواب دیا۔ اور ثابت کر دیا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین کا شائبہ بھی نہیں، اور اس میں زید و عمر و اور صبیان و مجاہدین اور حیوانات و بہائم کسے مطلق بعض غیب کا علم تسلیم کیا گیا ہے نہ کہ وہ علم جو واقع میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

۱۔ مولوی سردار احمد صاحب بار بار حفظ الایمان کی عبارت کا مطلب بیان کرتے ہوئے ”جیسا“ کا لفظ بولتے تھے کہ ”جیسا“ علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا علم غیب تو ہر زید و عمر و غیرہ کو حاصل ہے۔

میں نے ان سے مطالبہ کیا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں یہ ”جیسا“ کا لفظ کہاں ہے؟ تو اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ لفظوں میں مذکور تو نہیں مگر مخدوف اور مقدر ہے۔ مگر جب میں نے ان کی اس لغو بات کا زبردست رد کیا تو وہ اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔

۲ : اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ " ایسا " اگر بغیر جیسا کے ہو جب بھی وہ تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے میں نے ان کی اس بات کا بھی مدلل رد کیا۔ اور کچھ اللہ محاورات اور لغت سے ثابت کر دکھایا کہ " ایسا " بغیر جیسا کے تشبیہ کے علاوہ دوسرے معانی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ پھر اس کا وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔

۳ : میں نے ثابت کیا کہ حفظ الایمان میں لفظ " ایسا " سے مطلق بعض علوم غیبیہ مراد ہیں۔ اور اس کی دو صورتیں بیان کیں۔ ایک یہ کہ " ایسا " کو بلا تشبیہ کے " اتنا " کے معنی میں لیا جاوے، جیسا کہ شاعر کے اس شعر میں ہے۔

اُس بادہ کش کا جسم ہے ایسا لطیف و صاف

زناں پر گمان ہے موج شراب کا

یا اُس کو " یہ " کے معنی میں لیا جاوے۔ اور ثابت کیا کہ " ایسا " یہ کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ مگر مولوی سردار احمد صاحب ان میں سے کسی بات کو رد نہ کر سکے۔ واللہ اللہ علی ذالک۔

۴ : مولوی سردار احمد صاحب نے مولانا تھانوی کے متعلق ایک مثال پیش کی کہ " ان کو عالم کیوں کہا جاتا ہے، کل علم کی وجہ سے یا بعض علم کی وجہ سے الخ میں نے اُس میں اور حفظ الایمان کی عبادت میں کھلا فرق دکھلایا کہ کسی ذی علم شخص کو عرفاً اور شرعاً عالم کہنا درست ہے۔ اور " عالم الغیب " کہنا نا درست۔ لہذا عالم الغیب کی مثال عالم سے نہیں دی جاسکتی۔ مولوی سردار احمد صاحب اس کو بھی رد نہ کر سکے۔

۵ : پھر میں بتلایا کہ اس کی صحیح مثال رازق، اور رب العالمین کا لفظ ہے، ان کا اطلاق بھی مخلوق پر نہیں ہوتا اور اگر ان الفاظ میں حفظ الایمان کی تقریر کی جائے تو توہین نہیں لازم آتی۔ اسی طرح " عالم الغیب " کے متعلق جب " ایسا " کلام کیا جاوے گا تو توہین نہیں ہوگی۔

۶ : اس کے بعد آپ نے " قادر " کی مثال پیش کی، اس کا جواب بھی نہایت شافی دے دیا گیا اور بتلادیا گیا۔

۱۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے

وصل بہت خود سر کی تمنا نہ کریں گے ہاں نہ کریں گے کبھی ایسا نہ کریں گے

کہ چونکہ حق تعالیٰ کو قاعدہ کہا جاتا ہے۔ اس لئے اگر اس میں یہ تقریر جاری کی جائے تو استخفاف لازم آئے گا۔ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہیں کہا جاتا، اس لئے اگر اس میں یہ تقریر کی جائے تو کوئی قباحت نہیں۔ آپ اس کا بھی کوئی جواب نہ دے سکے۔

۸۱۔ پھر آپ نے غلط بحث کرنے کے لئے حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کے متعلق دو خوابوں کا ذکر چھیڑا۔ لیکن جب میں نے اس میں آپ کی خیانت پکڑی اور آپ کے افتراء کا پر زور رد کیا تو آپ اس کو بالکل ہی بھول گئے۔ اور اس کے بعد آپ نے ان خوابوں کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

۹ : لغایت۔

۱۲۰۔ پھر میں نے حفظ الایمان کی اس عبارت کے متعلق آپ سے بارہ سوال کئے، آپ نے قسم کھانے کو بھی ان کا جواب نہیں دیا۔

۱۲۱۔ پھر میں نے بتلایا کہ حفظ الایمان کی عبارت کے جس حصہ پر آپ کو اعتراض ہے اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ مطلق بعض غیوب کا علم عام انسانوں بلکہ حیوانوں کو بھی حاصل ہے اور اس کا اعتراف خود آپ کے اعلیٰ حضرت کو بھی ہے۔ پھر میں نے اس کے ثبوت میں ان کی مشہور کتاب "الدولۃ المکیہ" اور "ملفوظات" سے کئی عبارتیں پیش کیں ان کا بھی آپ کوئی جواب نہ دے سکے۔

۱۲۲۔ پھر آپ نے غلط بحث کر لے کے لئے حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کچھ عبارتوں کے حوالے دیئے۔ لیکن جب میں نے بتلایا کہ آپ کے اعلیٰ حضرت، شہید مرحوم کو کافر نہیں کہتے، اور اس کے ثبوت میں "تمہید ایمان" کی عبارات پیش کیں تو آپ اس کے سوا کچھ نہ کہہ سکے کہ "اعلیٰ حضرت نے "الکوئبۃ الشہابیہ" میں مولانا شہید کو کافر لکھا ہے۔ اور "تمہید ایمان" کی عبارتوں کا مطلب اعلیٰ حضرت نے "الموت الاحمر" میں لکھ دیا۔ لیکن جب میں نے ثابت کیا کہ۔

رد کو کبہ شہابیہ " اسی میں آپ کے اعلیٰ حضرت نے آخری فیصلہ شہید مرحوم کے متعلق یہ لکھا ہے کہ "ان کو کافر نہ کہنا ہی سب مختار اور مرضی و مناسب ہے" اور بتلایا کہ تمہید ایمان کی عبارتوں کا مطلب صاف ہے وہ کسی شرح کا محتاج نہیں کہ الموت الاحمر میں ان کا مطلب دیکھا جائے، اور نہ مناظرہ کا یہ اصول ہے کہ فریق متقابل کی کسی بات کے جواب میں کہا جائے کہ اس کا جواب فلاں کتاب میں لکھا ہوا ہے تم اس کو دیکھ لینا۔ تو آپ ان باتوں کا بھی کوئی جواب نہ دے سکے۔

— ۲۳ : آپ نے پندت گوپی چند کے کافرانہ اعتراضات کو معقول بتلا کر اسلام پر سخت ترین حملہ کیا۔ اور جب میں نے آپ کو توبہ کی طرف توجہ دلائی تو اس کے جواب میں آپ نے راجپال اور نتھورام جیسے دریدہ دہن اور ننگب انسانیت گستاخوں کو بے قصور بتلایا اور ان کی گستاخیوں کا ذمہ دار ان کو نہیں بلکہ دیوبندیوں کو ٹھہرایا، گویا اس پہلے جرم سے توبہ کرنے کی بجائے آپ نے یہ دوسرا سنگین جرم کیا اور ان دشمنان اسلام کی حمایت کر کے مسلمانوں کے دل دکھانے لیکن میرے بعد بار توجہ دلانے کے باوجود ابھی تک آپ نے ان سنگین جرموں سے توبہ کی، نہ گوپی چند کے اعتراضات پر غور کرنے کے لئے کوئی وقت ہی مقرر کیا۔ لہذا میرا یہ مطالبہ بھی ابھی تک علیٰ حال قائم ہے۔

— ۲۴ : لغایت۔

— ۲۴ : آپ نے کل حفظ الایمان کے مضمون کا ثبوت قرآن عزیز سے طلب کیا۔ چنانچہ میں نے اس کے مضمون کی تائید میں گیارہ آیتیں پیش کیں جن میں سے آپ نے کسی ایک کا بھی جواب نہیں دیا۔

— ۲۵ : پھر آپ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کل غیب کا علم ثابت کرنے کے واسطے آیت کریمہ وَعَلَّمَآلَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ پیش کی۔ میں نے اس کا صحیح مطلب بیان کیا اور ثابت کر دیا کہ اس سے کل غیب کا علم قیامت تک بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ آپ اس کا بھی کوئی جواب نہ دے سکے، گویا کل تک میرے پتیس مطالبے آپ کے ذمہ قرض رہے۔

— ۲۶ : آپ نے کل اپنی آخری تقریر میں علم غیب کے ثبوت میں آیت کریمہ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ بھی تلاوت فرمائی تھی۔ اس سے بھی آپ کا مدعا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ یہاں ”کل شئی“ سے صرف وہی چیزیں مراد ہیں جو دین سے متعلق ہوں اور انسان کو نجات بخود ہی کے لئے جن کی ضرورت ہو۔ اور اس آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ دین کی تمام ضروری باتیں قرآن کریم میں بیان کر دی گئی ہیں، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ معاذ اللہ قرآن عزیز میں ہر کھچی، مچھر اور پھلی مسینڈک کی سوانح عمری بھی درج ہے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)۔ اور میں یہ اپنی طرف سے نہیں کہتا، بلکہ عام مفسرین نے یہی لکھا ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے متعلق مفسرین کی وہ عبارات بھی پیش کر دوں گا۔

لے دھاشیہ پرمو آئندہ

۳۶ : اس کے میری طرف سے ایک نئی دلیل اور سنئے۔ وَمَا يَكْفُرُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ۚ
 اور خدا کے لشکر کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا ۝

مع اس آیت کے اب آپ کے ذہن میرے کیفیتیں مطالبے ہیں۔ اگر آپ ان سب کا جواب نہ دے سکیں۔ تو
 میں اوپر کے سات معاف کرتا ہوں آپ صرف تیس کا جواب دے دیجئے۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم اپنے اعلیٰ حضرت
 کے کفر کو ضرور اٹھائیں۔ آپ ان کے مدرسہ میں نوکر ہیں، ان کا نمک کھاتے ہیں، کچھ تو ان کے نمک کا حق ادا کچھ آپ
 نے شہید مرحوم اور حضرت حکیم الامت کیلئے جو کفر کا جال بچھایا تھا وہ بے چارے اُس میں پھنس گئے اُن کو کسی طرح نکالنے
 میں بھی اس معاملہ میں آپ کی مدد کروں گا۔

اور ہاں گویا چند کے اعتراضات کے معاملہ کو بھی ضرور صاف کیجئے۔ یا اپنے کلمات سے توبہ کیجئے، یا ان اعتراضات
 پر مناظرہ کرنے کے لئے وقت مقرر کیجئے۔

حضرات! آپ پرسوں سے برابر دیکھ رہے ہیں کہ مولوی منظور
 صاحب میرے اصل اعتراض کا کوئی جواب نہیں دیتے، بے کار

مولوی سردار احمد صاحب

ادھر ادھر کی باتوں میں وقت گزارتے ہیں، کبھی اپنے بارہ سوالوں کا ذکر کرتے ہیں جن کو اصل بحث سے کوئی تعلق نہیں
 کبھی مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے قادیانیوں کی طرح آیتیں پڑھتے ہیں۔ میں بھی اگر چاہوں تو ادھر سے کسی حافظ کو
 کھڑا کر دوں وہ مولوی منظور صاحب سے بھی زیادہ آیتیں پڑھ دے گا، مگر میں بے کار باتوں میں وقت ضائع کرنا نہیں
 چاہتا۔ آپ نے آیتیں تو بہت سی پڑھ دیں مگر یہ آپ ابھی تک نہیں بتلا سکے کہ حفظ الایمان کی عبارت ان میں سے کس
 آیت کا ترجمہ ہے ؟

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) لے چنانچہ علامہ نسفی حنفی کی مشہور دستند تفسیر مدارک التنزیل میں ہے: "تبیاناً لکل شیء من امور الدین"

یعنی قرآن عزیز میں دین کی ساری باتوں کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ تفسیر حلالین ص ۲۲۲، تفسیر معالم التنزیل ص ۱۷۷،

تفسیر الواسعہ ص ۲۶، تفسیر خازن ص ۱۲۹، تفسیر جامع البیان ص ۲۲۲، تفسیر بیضاوی ص ۳۲۲، تفسیر کبیر ص ۳۴۲

میں بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔ اصل عبارات "صاحفہ آسمانی حصہ دوم میں درج ہیں۔ مرتب

میں پھر آپ کو چیلنج دیتا ہوں آپ بتلائیے کہ حفظ الایمان کی عبادت میں جو یہ الفاظ ہیں کہ ”اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔“ آپ بتلائیے کہ یہ گستاخانہ الفاظ کس آیت کریمہ کا ترجمہ ہیں۔ میں آپ سے کل کہ چکا ہوں کہ آپ بخانوی صاحب ہی کے ترجمہ قرآن میں دکھلا دیجئے۔

مولوی صاحب! قرآن شریف پڑھنے کے لئے کوئی موقع محل ہوتا ہے، دیکھئے فقہ کی کتابوں میں ”سجدہ میں“ قرآن شریف پڑھنے سے منع لکھا ہے۔

آپ اپنے مطالبات گناتے ہیں پتیس ہو گئے، چھتیس ہو گئے، آپ کو معلوم نہیں کہ حفظ الایمان کی اس کفری عبارت کے متعلق اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین سو سوالات کتابوں میں چھپے ہوئے ہیں تین سو۔ آپ پہلے ان کا جواب دے دیجئے۔

آپ بار بار گوپی چند کا ذکر کرتے ہیں، میں کہہ چکا ہوں کہ گوپی چند نے یا دوسرے پنڈتوں، پادریوں نے جو علیٰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے ہیں ان کے ذمہ دار آپ ہی لوگ ہیں، آپ ہی لوگوں نے ان کو یہ جرات دلائی۔ میں نے کل آپ کے امام الطائفہ دہلوی صاحب کی بہت سی عبارتیں نمونہ کے طور پر پیش کی تھیں۔ آپ سے ان کا تو کوئی جواب نہیں دیا گیا، اور اس کے سچائے آپ نے اعلیٰ حضرت کے متعلق بحث شروع کر دی۔ میں کل ہی جواب دے چکا ہوں کہ اعلیٰ حضرت نے خاص اسی موضوع میں ”الموت الاحمر“ تصنیف فرما دیا ہے۔ آپ ان سب باتوں کا جواب اس میں دیکھ لیجئے۔ آج میں آپ کے مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کی ایک توہین اور پیش کرتا ہوں۔

تذکرۃ الرشید صفحہ ۶۴ پر حاجی امداد اللہ صاحب کے متعلق لکھا ہے۔

”اعلیٰ حضرت نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھادرج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی بھادرج سے فرمایا کہ اچھے تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمان کا کھانا پکائے، اس کے مہمان علماء ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔“

اور یہ سب کو معلوم ہے کہ حاجی امداد اللہ کے مرید بھی دیوبندی مولوی تھے، تو گویا معاذ اللہ حضور دیوبندی کے باورچی اور بھٹیاری ہو گئے۔ تو بہ تو بہ لاجل ولا قوت۔ بھلا اس سے زیادہ حضور کی اور کیا توہین ہو سکتی ہے کہ حضور (سے حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کو بھٹیادہ بنا دیا گیا۔ مولوی صاحب ! آپ کے پیشواؤں کی ان ہی گستاخیوں نے آریہ پنڈتوں اور مسیحیوں کو توہین کی جرات دلائی ہے۔ مولوی صاحب میں آپ سے پھر کتنا ہوں کہ آپ بے کار باتوں کو چھوڑیے میری اصل بات کا جواب دیجئے۔ میں آپ کو سامنے سے ہٹنے نہیں دوں گا۔ اور آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔

خدا کا شکر ہے اس نے مجھے اعلا رکھ کر اکتی کی ایسی توفیق بخشی ہے کہ

مولانا محمد منظور صاحب

آپ کے ہم وطن مرزا غلام احمد قادیانی۔ بانی مرزائیت کی کفریات کا

رد میں نے خاص قادیان میں پہنچ کر کیا۔ اور مولوی احمد رضا خان صاحب موجد رضا خانیہ کی خرافات کا رد ان کے وطن بلکہ اس وقت خاص ان کے گھر (جامعہ رضویہ) میں گھس کے کر رہا ہوں۔ مگر اس قدر حیرت کا مقام ہے کہ آپ پھر بھی یہ کہتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے کہ میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ سامنے سے ہٹنے نہیں دوں گا۔ درحقیقت بے حیائی بھی بڑی کراہت ہے۔

آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ تو نے اعلیٰ حضرت کے متعلق بحث شروع کر دی۔ حالانکہ واقعہ صرف یہ ہے کہ آپ نے غلط بحث کرنے کے لئے حضرت شہید مرحوم کی کچھ عبارتیں پڑھیں اور دھونسے کیا کہ ان میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے لہذا اسماعیل دہلوی کافر۔ میں نے حضرت شہیدؒ کی طرف سے بطور گواہ صفائی آپ کے اعلیٰ حضرت کو پیش کر دیا اور یہ بھی ثابت کر دیا جو شخص حضرت شہید مرحوم کو کافر کے اسکو آپ کے اعلیٰ حضرت کے کفر کا پتلا قرار کرتا پڑے گا۔ آپ خود ہی انصاف کیجئے کہ یہ بحث میں نے شروع کی یا آپ نے شروع کرائی؟ نہ آپ شہید مرحوم کے متعلق بحث چھیڑتے نہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا کفر ثابت ہوتا ہے۔

گل و گلچیں کا گلہ بلبل ناستد کر

تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

بہر حال مولوی احمد رضا خان صاحب کو اس کفر کی دلیل میں خود آپ نے پھنسا یا ہے اور پھر یہ کہتے بڑے افسوس

حاشیہ صفحہ گزشتہ: حضرت قطب العالم حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ مہاجر کی کوٹا تھ بریلی کے مشہور مولوی عبد السمیع صاحب رامپوری اور بریلوی مکتب فکر کے اکثر لوگ بھی اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہیں جس کی تائید انکی تصانیف سے ہو سکتی ہے۔ ناشر

کی بات ہے کہ اب آپ ان کو نکالنے کی فکر بھی نہیں کرتے۔ بس یہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے "الموت الاحمر" میں اس کا جواب دے دیا ہے۔

جناب ! اگر یہی جواب کافی ہے تو پھر اس تکلیف فرمائی اور مناظرہ کی دوسری کی کیا ضرورت تھی۔ گھر ہی سے ایک پرچہ پر لکھ کر بھیج دیا ہوتا کہ آپ کی تمام باتوں کے جواب اعلیٰ حضرت نے فلاں فلاں کتابوں میں لکھ دیئے ہیں اور اگر درحقیقت آپ کے نزدیک اعلیٰ حضرت کے وہ جوابات صحیح ہیں تو پھر میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ اس کتاب کو ہاتھ میں لے کر ایک طرف سے پڑھنا شروع کر دیجئے۔ اور جواب سنئے جائیے۔ تاکہ لوگ آپ کے اعلیٰ حضرت کی قابلیت بھی دیکھ لیں۔ بہر حال صرف یہ کہہ دینے سے کام نہیں چل سکتا کہ اس کا جواب فلاں کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ آپ نے اس مرتبہ تذکرۃ الرشید کے حوالہ سے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کا ایک خواب بھی نقل کیا ہے، اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ معاذ اللہ اس میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بادرچی اور بھٹیاریہ کہا گیا ہے، استغفر اللہ اعلیٰ اعظم،

گندی ذہنیت پر خدا کی لعنت، اس خواب سے یہ ناپاک نتیجہ تو قیامت تک بھی نہیں نکل سکتا۔ اس کی کھلی ہوئی تعبیر یہ ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین علمائے کرام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم ہے اور ان پر حضور کی بارگاہ سے فیوض و برکات اور علوم و معارف کا فیضان ہوتا ہے۔ اور درحقیقت سارے علماء صالحین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دسترخوان کرم کے خوشہ چین ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دودھ نوش فرمایا۔ اور پکا ہوا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پلا دیا۔ اور پھر خود ہی اس کی تعبیر علم سے دی۔ پس جس طرح اس خواب میں دودھ پلانے کی تعبیر علم سے دی گئی، اسی طرح حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خواب میں بھی کھالے سے روحانی غذا یعنی علوم و معارف کی تعبیر نکالی جائے گی۔ اور اشارہ اس طرف ہو گا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جو طالبان معرفت آتے ہیں ان کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے روحانی فیض پہنچتا ہے۔ مادہ ازیں یہ کہ کسی کو کھانا تیار کرنے کی وجہ سے "بادرچی" یا "بھٹیاریہ" کہہ دینا آپ ہی کی گندی ذہنیت ہے۔

آپ نے اگر حدیث کی سب سے پہلی کتاب ”مشکوٰۃ شریف“ پڑھی ہوگی تو اس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وہ روایت بھی دیکھی ہوگی جس میں انہوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ و بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حکان یخصف نعلہ ویحلب شاتہ یعنی میرے آقاؐ خود ہی اپنی پاؤں مبارک کو ٹانگ لیا کرتے تھے اور خود ہی اپنی بکری دودھ لیا کرتے تھے“

میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ کی یہی ذہنیت ہے تو اس حدیث کی وجہ سے آپ حضورؐ کو نہ معلوم کیا کیا کہیں گے؟ کیوں کہ آپ کے اس گندے اصول پر ہر جوتے سینے والے کو مچھی (یا چار) اور ہر دودھ دہنے والے کو گھوسا کہا جائے گا، ایسی گندی ذہنیت پر خدا کی لعنت۔ مولوی صاحب! اعتراض کرنے کے لئے بھی سلیقہ چاہئے ورنہ مجلس مناظرہ ہے خارجہ کا گھر نہیں۔

ہزار نکستہ بار یکستہ تر زمواہنجاست

نہ ہر کہ سر بستہ راشہ قلندر می داند

یہاں تک تو آپ کی خارجی باتوں کا جواب تھا۔ اس کے بعد میں اصل بحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ آپ کا مطالبہ تھا کہ ”حفظ الایمان“ کے مضمون کو قرآن کریم سے ثابت کیا جائے۔ میں اس سلسلہ میں گیارہ آیتیں پیش کر چکا ہوں، اب دو آیتیں اور پیش کرتا ہوں۔

سورۃ احزاب کے آخری رکوع میں ہے۔

يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ
قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ

لے ہمارے رسولؐ۔ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق

سوال کرتے ہیں یعنی یہ کہ کب آئے گی، آپ فرمادیجئے کہ

(۱۱ احزاب ۳، ۶۳)

اس کا علم بس اللہ کو ہے“

پچیسویں پارہ کی سب سے پہلی آیت ہے۔

دعاشیہ صفحہ گزشتہ ۱۷۰ رضا خانی مولوی صاحبان کے گھروں میں جوان کی عورتیں کھانا پکانے کا کام کرتی ہیں شاید یہ حضرات اپنی

ان ہوشیوں کو بھٹیایا رہی کہتے ہوں گے۔ ایسی گندی ذہنیت پر خدا کی لعنت۔ ۱۷ مرتب۔

إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۔ اللہ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے قیامت کا علم ۔

ان دونوں آیتوں سے بھی معلوم ہوا کہ قیامت کے وقت خاص کا علم صرف حق تعالیٰ کو ہے ۔ اس کے سوا کسی کو نہیں ، اور وہ بھی غیب میں سے ہے ۔ تو ثابت ہوا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عجوب کا علم حاصل نہ تھا اور یہی حفظ الایمان کے مضمون کا دوسرا اہم جزو ہے ۔ اور پہلے جز کے متعلق بھی ایک آیت میں پیش کر چکا ہوں ۔ اور ساتھ ہی خود آپ کے اعلیٰ حضرت کے اقوال سے بھی اس کو ثابت کر چکا ہوں ۔

آپ نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خواب پیش کر کے اور اس سے ایک گندہ نتیجہ نکال کر اپنی مخصوص ذہنیت کا ثبوت دیا تھا ۔ اس کا تحقیقی جواب تو آپ سن چکے ۔ اب ذرا اپنے گھر کا بھی ایک خواب ملاحظہ فرمائیے اور اس پر بھی فتوے لگائیے ۔

آپ کے قبلہ و کعبہ اعلیٰ حضرت اپنے پیر بھائی ” مولوی برکات احمد صاحب “ کے انتقال کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

” ان کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لئے جلتے ہیں ۔ عرض کی ،

یا رسول اللہ ! کہاں تشریف لئے جلتے ہیں ، فرمایا برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے “

اس خواب کو نقل فرمانے کے بعد آپ کے اعلیٰ حضرت بڑے فکر کے ساتھ فرماتے ہیں ۔ ” الحمد للہ یہ جنازہ

مبارک میں نے پڑھایا “ (ملفوظات حصہ دوم ص ۲۵)

اس خواب میں دو باتوں کی تصریح ہے ۔ ایک یہ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بقول خان صاحب مولوی

برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے تشریف لائے ۔ اور دوسری یہ کہ اس نماز کی امامت خود بدولت اعلیٰ حضرت

نے فرمائی ۔ نتیجہ صاف یہ نکلا کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے بقول خود امامت کی ۔ امام المرسلین خاتم النبیین صلی

اللہ علیہ وسلم کی ۔

اللہ ربے خان صاحب کا دل گردہ ، حالانکہ بہترین امت اور افضل البشر بعد الانبیاء ۔ بالتحقیق سیدنا

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ۔

• مَا كَانَ لِابْنِ الْاِخْتِ تَحَافُةً اَنْ يَوْمَ النَّاسِ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِمْ ۝

یعنی ابوتحافہ کے بیٹے ابوبکر سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگوں کی امامت کرے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ان میں موجود ہوں ۝

لیکن آپ کے اعلیٰ حضرت بڑے فخر سے فرماتے ہیں کہ ۝ الحمد للہ یہ جواز مبارک کہ میں نے پڑھایا۔ اب ذرا اپنے

ان بزرگوار کے متعلق بھی فتویٰ ارشاد ہو۔

سینٹیس^۳ مطالبے میرے آپ کے ذمہ پہلے ہیں اور دو آیتیں اس تقریر میں اور پیش کی گئی ہیں۔ اور ایک آپ

کے اعلیٰ حضرت کا یہ دعویٰ امامت ہوا۔ اس کا جواب بھی آپ کو دینا ہے۔ اب یہ کل چالیں ہو گئے۔ اگر آپ ان

سب کا جواب نہ دے سکیں تو صرف ان میں سے بیس کا جواب دے دیں، بیس میں معاف کرتا ہوں۔ دیکھئے! آپ

کے اعلیٰ حضرت نے تو بہت سے حیلوں سے سود بھی جائز کر دیا ہے کہیں نوٹ اور روپیہ کے تبادلہ کی صورت میں کہیں

دوسرے حیلوں سے، لیکن مجھ کو دیکھئے میں اپنے اصل مطالبہ میں سے بھی نصف چھوڑ دیتا ہوں۔ اس زمانہ میں الیاس قرض

نواہ بھی آپ کو دے گا۔

مولوی سردار احمد صاحب

مولوی صاحب! آپ نے بالکل جھوٹ کہا کہ اعلیٰ حضرت نے

امامت کا دعویٰ کیا ہے۔ آپ کو مسئلہ معلوم نہیں کہ جس نماز میں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہوں اس میں حضور ہی امام اول ہوتے ہیں اور جماعت کا امام حضور کا مقتدی

ہوتا ہے، اور باقی جماعت اس امام کی مقتدی ہوتی ہے۔ تو اعلیٰ حضرت کا مطلب بھی یہی ہے کہ اس جواز کے نماز

کے امام اول حضور تھے اور میں حضور کا مقتدی تھا اور میں نے باقی جماعت کو نماز پڑھائی۔ مولوی صاحب!

اعلیٰ حضرت سے کبھی بھول کر بھی حضور کی شان میں ایسی گستاخی نہیں ہو سکتی، وہ تو فنا ہو گئے تھے عیش

رسول میں۔

آپ نے اس تقریر میں دو آیتیں اور پڑھ دیں۔ مولوی صاحب! قادیانی بھی آپ ہی کی طرح آیتیں

پڑھا کرتے ہیں۔ اس طرح بے محل آیتیں پڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ قرآن شریف پڑھنے کا بھی ایک موقع ہوتا ہے

میں نے عرض کیا تھا کہ فقہائے کرام مسجد میں قرآن شریف پڑھنے کو ناجائز کہتے ہیں۔ کیا صحیح نہیں ہے؟ آپ
یہ بتلایئے کہ حفظ الایمان کی وہ ملعون عبارت کس آیت کا ترجمہ ہے، میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ آپ تھانوی صاحب
ہی کے ترجمہ قرآن میں دکھلا دیجئے، میں انہی کے ترجمہ کو مان لوں گا، اور اگر آپ یہ نہ دکھلا سکیں اور کبھی نہ دکھلا
سکیں گے، تو پھر آپ آیتیں پڑھ کر سسل لوں کو دھوکہ نہ دیں۔

حاضرین خیال رکھیں میرا یہ اہل مطالبہ ہے۔ مولوی صاحب! اب جب تک آپ قرآن شریف کے ترجمہ میں
کس حفظ الایمان کی عبارت نہ دکھلا دیں گے میں آپ کو چیلنج نہیں دوں گا، لیکن اب میں بھی حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کے علم غیب کے ثبوت میں آیتیں پڑھتا ہوں۔

۱۔ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ۔
یعنی خدا غیب کا جاننے والا ہے وہ نہیں مطلع کرتا
اپنے غیب پر کسی کو سوا برگزیدہ رسول کے۔

دیکھئے اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا اپنے برگزیدہ رسول کو علم غیب دیتا ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم سب سے زیادہ برگزیدہ تھے تو آپ کو بھی ضرور خدا نے علم غیب دیا۔

۲۔ قُلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوْحِيهَا إِلَيْكَ (سورہ ہود ۵۱-۵۲)
یہ غیب کی خبروں میں سے ہے اے محبوب ہم اس کو تمہاری
طرف وحی کرتے ہیں۔

دیکھئے اس آیت کریمہ سے بھی حضور کو علم غیب ثابت ہوتا ہے۔

۳۔ خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ۔
اللہ تعالیٰ نے انسان کو یعنی حضور اقدس کو پیدا کیا اور
ان کو تمام چیزوں کا بیان سکھایا۔

۴۔ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ۔
خدا نے اپنے محبوب پر وحی بھیجی جس قدر کہ بھیجی۔

۵۔ مَا هُوَ عَلَىٰ الْغَيْبِ بِضَنِينٍ۔
حضور اقدس غیب پر بخجل نہیں ہیں۔

یہ پانچ آیتیں ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور کو علم غیب تھا۔

غیر یہ تو میں نے آپ کی آیتوں کے جواب میں آیتیں پڑھ دیں۔ اصل بحث تو حفظ الایمان کی گستاخی کیے
آپ اس کو قرآن شریف سے ثابت کیجئے۔ لیکن میں اس کا ایک نوٹ اور پیش کرتا ہوں۔ اگر کوئی شخص آپ کے

مولوی تھانوی صاحب کے متعلق کہے کہ ان کے چہرے کو حسیں کیوں کہا جاتا ہے۔ کل حسن کی وجہ سے یا بعض حسن کی وجہ سے۔ کل حسن تو ان کو یقیناً نہیں ملا۔ اور اگر بعض کی وجہ سے کہا جائے تو اس میں ان کے چہرے کی کیا تخصیص ہے جیسا ان کا چہرہ ہے ایسا تو گدھے کا بھی ہے، سور کا بھی ہے، بندر کا بھی ہے؟ تو بتلایئے کہ اس میں مولوی تھانوی صاحب کی توہین ہوگی یا نہیں؟ آپ اس کا جواب ضرور دیجئے۔

آپ نے اپنی تقریر میں قادیان جانے کا بھی ذکر کیا تھا۔ آپ گئے ہوں گے مگر قادیانیوں کی تردید کے لئے نہیں بلکہ ان کی تصدیق کے لئے۔ کیوں کہ ان کی طرح آپ بھی ختم نبوت کے منکر ہیں۔ آپ کے مولوی قاسم صاحب نانوتوی دیوبندی نے ”تخذیر الناس“ میں صاف لکھا ہے کہ ”حضورؐ کے بعد اور نبیوں کے آنے میں کوئی حرج نہیں“۔ حضورؐ کو آخری نبی سمجھنا عوام کا خیال ہے۔ جب خود آپ کا عقیدہ یہ ہے تو آپ قادیانیوں کی کیا تردید کریں گے۔

قادیانیت کے فنا کرنے کے لئے جو کام اس وقت تک ہماری جماعت نے کیا ہے اور کر رہی ہے اس سے ہندوستان کا ہر واقف

مولانا محمد منظور صاحب

حال باخبر ہے۔ بہاولپور کا تاریخی مقدمہ، احرار کی یلغار، اور رد قادیانیت ہی کے سلسلے میں ہمارے محترم بزرگ سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی سزایابی جس کی اپیل اس وقت زیر سماعت ہے۔ یہ وہ واقعات ہیں جس سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ ان حالات میں آپ کا یہ فرمانا کہ تم مرزا کی تصدیق کے لئے قادیان گئے تھے، ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی بد بخت کہنے لگے کہ صحابہ کرامؓ کا جو شکر روم یا ایران جہاد کرنے کے لئے گیا تھا وہ درحقیقت اسلام کے خلاف قیصر و کسریٰ سے سازش کرنے کے لئے گیا تھا۔

تخذیر الناس کی بحث چھپرے آپ نے اپنے لئے ایک نئی مصیبت خریدی ہے۔ اب میں بتلاؤں گا کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے اُس کی عبارات میں کیسی شرمناک خیانت کی ہے کہ مختلف صفحات کے متفرق فقرہ کو جوڑ کر ایک

سے مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو علمائے ربانی کے بیانات ”حصہ اول، دوم، سوم، چوتھی“ (مقدمہ فیصلہ بہاولپور)

و ”سید عطاء اللہ شاہ بخاری“ از جناب شورش کشمیری مدیر چٹان لاہور۔ (ناشر)

مسئلہ مضمون بنایا اور اس کو تحذیر الناس کی طرف منسوب کر دیا۔ اور اس سے نتیجہ یہ نکالا کہ تحذیر الناس میں جہنم نبوت کا انکار کیا گیا ہے۔ لہذا اس کا مصنف کافر۔ درحقیقت جیسی کھلی بددیانتی انہوں نے تحذیر الناس کے معاملہ میں کی ہے ایسی کوئی کھلا کافر بھی مشکل سے کرے گا۔ اب حفظ الایمان کی بحث عنقریب ختم ہو چاہتی ہے۔ اس کے بعد میں انشاء اللہ تحذیر الناس کے مضمون پر مفصل روشنی ڈالوں گا۔ اور آپ کی اور آپ کے اعلیٰ حضرت کی دیانت اور امانت دکھلاؤں گا۔

میں نے آپ کے اعلیٰ حضرت کا ایک ملفوظ پیش کیا تھا اور ثابت کیا تھا کہ اس میں انہوں نے حضور کی امانت کا دعویٰ کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ "نماز حضور نے پڑھائی اور میں نے حضور کے پیچھے پڑھی اور میرے پیچھے باقی جماعت نے پڑھی" اگر عبارت کا مطلب اسی طرح نکالا جاتا ہے، تو پھر جس عبارت کا جو چاہا مطلب بیان کر دیا۔ جناب من! اس ملفوظ کو غور سے دیکھئے آپ کے اعلیٰ حضرت نے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نماز پڑھنے کا لفظ استعمال کیا ہے اور اپنے متعلق پڑھانے کا۔ لہذا اس میں آپ کی یہ تاویل نہیں چل سکتی

ولن يصلح العطار ما افسد الدهر

آپ کئی دفعہ فرما چکے ہیں کہ تم بے موقع آیتیں پڑھتے ہو۔ اور دلیل یہ ہے کہ سجدہ میں قرآن شریف پڑھنا ناجائز ہے "اگر آج دنیا میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تو آپ کے اس اجتہاد کی داد دیتے۔ معلوم نہیں مناظرہ اور سجدہ میں آپ نے کیا مشابہت سمجھی ہے۔ اور پھر غضب یہ ہے کہ آپ خود بھی کبھی کبھی آیتیں پڑھ دیتے ہیں۔ چنانچہ اس دفعہ بھی آپ نے پانچ آیتیں پڑھی ہیں، جن کو آپ کے مدعا سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا آپ کو فن مناظرہ سے۔ کیونکہ بحث کل علم غیب کی ہے اور اسی کو حفظ الایمان میں دلائل نقلیہ و عقلیہ سے باطل کہا گیا ہے اور اسی کی تائید میں میں نے اس وقت تک بارہ آیتیں پیش کی ہیں۔ لیکن آپ کی پیش کردہ پانچ آیتوں میں سے کسی ایک میں بھی کل غیب کا ذکر نہیں۔

لے افسوس کہ اس وقت کے آلے سے پہلے ہی رضا خانیوں نے مناظرہ ختم کر دیا۔ شائقین "تحذیر الناس" کے متعلق مفصل

بحث "معرکہ القلم" اور صاعقہ آسمانی حصہ اول میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ "مرتب

کیونکہ پہلی آیت کا حاصل صرف یہ ہے کہ حق تعالیٰ عالم الغیب ہے اور اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب کی اطلاع دیتا ہے۔ اس سے کل غیب کا علم ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ مطلق غیب کی اطلاع ثابت ہوتی ہے۔ جس سے کسی کو انکار نہیں۔

اور دوسری آیت میں ایک خاص واقعہ کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ”یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جن کی اطلاع ہم بذریعہ وحی آپ کو دیتے ہیں“

اس آیت سے بھی غیب کے بعض واقعات ہی کی اطلاع ثابت ہوتی ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ حضور کو غیب کی لاکھوں، کروڑوں باتوں کی اطلاع تھی لیکن کل کی نہیں، وہ صرف حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ بہر حال یہ آیت بھی ہمارے مخالف نہیں

تیسری آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ ”ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو گویائی سکھائی“ اس کو تو آپ کے دعوے سے کوئی دور کا بھی لگاؤ نہیں۔

چوتھی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف وحی فرمائی جو وحی فرمائی۔ اس کو کل غیب کے دعوے سے کیا واسطہ ؟

پانچویں آیت کا مطلب یہ ہے کہ ”آپ کو غیب کی جن باتوں کی اطلاع دی گئی ہے آپ ان کے بتلانے میں بخل نہیں اس سے بھی کل غیب کا علم ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے تو میری تائید ہوتی ہے، کیوں کہ میں اب تک کئی ایسی آیتیں پیش کر چکا ہوں کہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے تھے اور حضور فرما دیتے تھے کہ اس کا علم بس اللہ کو ہے۔ اور کبھی ایک دفعہ بھی حضور نے قیامت کا وقت نہیں بتلایا، تو ماننا پڑے گا کہ حضور کو اس کی اطلاع نہ تھی، اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ کو اطلاع تو تھی لیکن اوروں کو نہیں بتلاتے تھے تو بخل لازم آئے گا۔ اور آپ کی پیش کردہ یہ آیت بتلا رہی ہے کہ آپ غیب پر بخل نہیں۔

مولوی صاحب ! دیکھا منظرہ اس کا نام ہے کہ مخالف کی دلیل سے اپنا دعوے ثابت کر دیا جائے۔ ابھی کسی مناظرے سے کچھ دنوں منظرہ سیکھئے ۔

بہستانِ روکہ از بیلِ طریقہٴ عشقِ گیری یاد ۛ ۛ ہنمفل ۛ کہ از نا صبح سخن گفتن بیا سوزی

آپ کی پانچوں دلیلوں کا جواب میں دے چکا۔ میری طرف سے سارا حساب بے باق ہے۔ حفظ الایمان کے دوسرے دوسرے جز کی تائید میں بارہ آیتیں میں پہلے پیش کر چکا اب دو آیتیں اور سنئے، سورۃ انبیاء کے تیسرے رکوع میں ارشاد ہے۔

وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ
إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۚ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ
عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ
(الملك ۶۷، ۶۸، ۶۹)

یہ کفار (آپ سے) کہتے ہیں بتلاؤ یہ وعدہ (یعنی قیامت) کب ہوگا اگر سچے ہو: آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے اور میں تو بس ڈرانے والا ہوں صاف صاف بیان کرنے والا ہوں۔

سورۃ اعراف کے تیسویں رکوع میں ارشاد ہے۔
يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا
قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا
لِيُوقَّتَ إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ
حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ
وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۚ

دلے ہمارے رسول! یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ کب آنے گی؟ فرمادیجئے اس کا علم بس میرے رب ہی کو ہے، نہیں ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت پر مگر اللہ تعالیٰ بھاری ہے وہ آسمانوں اور زمینوں میں وہ اچانک بے خبری ہی میں آنے گی وہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا کہ آپ اس کو جانتے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ اس کا علم میرے اللہ ہی کو ہے لیکن بہت سے لوگ اس راز سے ناواقف ہیں۔

ان دونوں آیتوں سے بھی معلوم ہوا کہ قیامت کے وقت خاص کا علم صرف حق تعالیٰ ہی کو ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت نہیں فرمایا گیا، حالانکہ وہ بھی غیب میں سے ہے تو ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیب کا علم حاصل نہیں تھا۔ اور یہی حفظ الایمان کے مضمون کا دوسرا جزو ہے۔ اور میرا دعوے صرف یہی ہے کہ حفظ الایمان کے دونوں جزو قرآن کریم سے ثابت ہیں۔

آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ ”حفظ الایمان“ کی عبارت بعینہ کسی ترجمہ قرآن میں لکھی ہوئی دکھلا دو، کیا

کسی عبارت کے صحیح اور موافق قرآن و حدیث ثابت کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ بعینہ ترجمہ ہو قرآن و حدیث کا۔ اگر آپ کا یہی اصول ہے تو پہلے اپنے اعلیٰ حضرت کے فاتحہ نامہ کو اسی معیار پر قرآن و حدیث کے موافق ثابت کر دیجئے۔

بتلایئے ”دودھ کا برف خاد ساز“ قرآن و حدیث کے کس لفظ کا ترجمہ ہے ؟ ”مرغ پلاؤ“ اور مرغ کی بریانی ”کبری کا شامی کباب“ اور قورمہ“ کس لفظ کا ترجمہ ہے ؟ ”پراٹھے“ اردو کی پھریری دال مع ادک و گرم مصالحہ“ یہ کس آیت میں ہے ؟ اور ہاں ”گوشت بھری چٹائے دار کچوریاں“ اور سوڈا واٹر کی بوتل“ یہ کس آیت کا ترجمہ ہے ؟ اور خان صاحب کی قبر پر جو ترجمہ چڑھتا ہے اور جو گاگر چڑھائی جاتی ہے“ وہ کس آیت کا ترجمہ ہے ؟

آپ پہلے ان چیزوں کو قرآن و حدیث کے ترجموں میں دکھلا دیجئے اس کے بعد مجھ سے حفظ الایمان کی عبارت کا مطالبہ کیجئے۔

اس مرتبہ آپ نے حسین کی ایک مثال اور پیش کی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ تو ایک عالم باعمل اور اللہ تعالیٰ کے صالح بندے ہیں۔ اگر کوئی بے تمیز اور بدتمیزیب آپ سے سیکھ کر مولوی احمد رضا خان صاحب کے متعلق بھی یہ کہے کہ جیسا چہرہ ان کا تھا ایسا ہر بندر کا ہے، اور جیسی آنکھیں ان کی تھیں ایسی ہر آنکھ کی ہیں، اور جیسے کان ان کے تھے ایسے ہر گدھے کے ہیں۔ اور جیسے دانت ان کے تھے ایسے ہر کتے کے ہیں اور جیسی ناک ان کی تھی ایسی ہر سونہ کی ہے۔ تو میرے نزدیک تو اس میں مولوی احمد رضا خان صاحب کی بھی سخت توہین ہوگی۔ اور یہ بدتمیزیب شخص جو آپ سے سیکھ کر ایسے یہودہ کلمات بکتا ہے، میری رائے میں اس قابل ہے کہ اس کو بریلی کے پاگل خانہ میں داخل کر دیا جائے۔ میرے نزدیک یہ بد نصیب شخص انسان کہلائے گا بھی مستحق نہیں، بلکہ وہ اپنی بد اخلاقی کی وجہ سے حیوانوں سے بدتر ہے، لیکن حقیقت سے جس قدر دوری اس شخص کی اس کو اس کو ہے اس سے کہیں زیادہ آپ کی گندی مثال کو حفظ الایمان کی عبارت سے ہے۔ اگر آپ کو میرا یہ تلخ جواب ناگوار ہوا ہو تو معذرت کے طور پر میں صرف اتنا عرض کر دوں گا کہ

بدنہ بولے زیر گردوں کہ کوئی میری سنے ۶ یہ صد الغنبدہ کی سے جیسی کہے دلیسی سنے

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات ! آپ نے دیکھ لیا مولوی منظور صاحب کسی آیت کے ترجمہ میں حفظ الایمان کی عبارت نہیں دکھلا سکے۔ حتیٰ کہ

خود تھانوی صاحب کے ترجمہ میں بھی نہیں دکھلا سکے۔ اور بھلا وہ گستاخا عبارت کس طرح قرآن شریف میں نکل سکتی ہے۔ وہ قنازل ہوا ہے حضورؐ کی شان بڑھانے کے لئے، وہ جا بجا خطبے دیتا ہے حضورؐ کی مدح و ثنا کے۔ مولوی صاحب آپ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی لغی میں آیتیں پڑھتے ہیں اور قرآن شریف تو حضورؐ کے علم غیب کے منکروں کو کافر کہتا ہے۔ کسی منافق نے حضورؐ کی شان کدہ دیا تھا کہ ”ان کو غیب کی کیا خبر“ تو اس پر قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی۔

قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۚ اَمْ اَيَّانَ كَسَبْتُمْ الْكَفْرَ ۚ

بھلا جس قرآن میں منکرین علم غیب کو صاف صاف کافر کہا گیا ہو اس میں حضورؐ کے علم غیب کی لغی کس طرح ہو سکتی ہے ؟

آپ نے مجھ سے اعلیٰ حضرت کی فاتحہ اور حلوے کا ثبوت بھی طلب کیا ہے۔ اور اپنے مخصوص انداز میں اس پر تسخر بھی کیا ہے۔ آپ تو تسخر کریں گے ہی، فاتحہ تو ایمان والوں کے لئے ہے، بے ایمانوں کے لئے کچھ نہیں ”مرگئے مردود“ نہ فاتحہ نہ درود ”اور اصل بات یہ بھی ہے کہ آپ کو حلوہ الصیب ہی نہیں ہوتا، اس لئے ہمارے حلوے دیکھ کر آپ کے پیٹ میں آگ لگتی ہے۔ اچھا لیجئے اب فاتحہ اور حلوے کا ثبوت سنئے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا تو وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! اُم سعد کا انتقال ہو گیا اور میں کوئی ایسا کام کرنا چاہتا ہوں جس سے انکو ثواب پہنچے۔ تو حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کے لئے کنواں بنوادو ”چنانچہ حضرت سعدؓ نے اپنی والدہ کی طرف سے کنواں بنوا دیا۔“ اس سے ثابت ہو گیا کہ ہم کوئی نیک کام کر کے اس کا ثواب اموات کو پہنچا سکتے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت کی وصیت کا مطلب یہی ہے کہ ان نفیس اور عمدہ کھاناؤں کا ثواب مجھ کو پہنچایا جائے۔ اور بزرگوں کی قبروں پر جو حلوہ وغیرہ جاتا ہے وہ بھی اسی غرض سے۔ دیکھئے کیسا صاف ثبوت نکل آیا۔ اب آپ بھی ایسے ہی حفظ الایمان کی عبارت قرآن شریف کے ترجمہ میں دکھلا دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب

آپ نے مجھ سے مطالبہ کیا تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت بعینہ

کس آیت کا ترجمہ ہے؟ میں نے اس کا جواب دیتے ہوئے

آپ سے دریافت کیا کہ "خان صاحب کے چٹ پٹے مصالحو دار وصیت نامہ میں گوشت بھری کچوریاں اور ارد کی پھیری دال، اور سوڈا واٹر کی بوتل وغیرہ یہ چیزیں کس آیت یا حدیث کا ترجمہ ہیں؟

اس کے جواب میں آپ نے حضرت سعدؓ کے کنوئیں کی روایت نقل کر دی۔ جس میں خان صاحب کے تحریر

کہ وہ ایک درجن کھانوں میں سے کسی ایک کا بھی ذکر نہیں بلکہ اس میں تو سرے سے فاتحہ کا بھی ذکر نہیں یا آپ

نے کسی روایت میں دیکھا ہے کہ کنواں بنوانے کے بعد حضرت سعدؓ نے اس پر بیٹھ کر دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ بھی پڑھی

تھی جس طرح آپ لوگ حلویے اور مالیدے پر پڑھتے ہیں۔ بہر حال اس روایت سے تو صرف مطلق ایصال ثواب ثابت

ہوتا ہے نہ کہ فاتحہ مردیجہ، اور بالخصوص آپ کے اعلیٰ حضرت کا پٹاخے دار فاتحہ۔ لیکن اس وقت مجھے اس سے

بحث نہیں، مجھے تو یہ عرض کرنا ہے کہ خان صاحب کے فاتحہ نامہ کے ثبوت میں حضرت سعدؓ کی روایت پیش کر کے

آپ نے خود ثابت کر دیا کہ کسی عبارت کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ بعینہ

ترجمہ ہو کسی آیت یا حدیث کا پس اسی طرح حفظ الایمان کی عبارت کے صحیح اور موافق قرآن و حدیث ہونے کے

لئے بھی اس کی ضرورت نہیں۔ بلکہ صرف اس کا مضمون آیات و احادیث سے کسی طرح ثابت ہونا چاہئے چنانچہ

میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت تک پندرہ آیتیں اس سلسلہ میں پیش کر چکا ہوں۔ جن میں سے ایک آیت سے حفظ الایمان

کے مضمون کا پہلا جزو ثابت ہوتا ہے۔ اور چودہ آیتوں سے اس کا دوسرا جزو۔

اب ایک آیت اور سنئے۔ "سورہ طہ" میں قیامت کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

إِنَّمَا السَّاعَةُ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا۔ بحقیق قیامت آنے والی ہے میں ارادہ کرتا ہوں کہ

اس کو چھپا دوں "

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

يقول لا اظهر عليها احدا غيري ۛ
یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے سوا اس قیامت
پر کسی دوسرے کو مطلع نہیں کروں گا۔
(رداء ابن ابی حاتم «منثور»)

اور اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہؓ سے ابن منذر اور ابن ابی حاتم نقل کرتے ہیں۔
نصری لقد اخفاها الله من الملائكة
بجدا قیامت کو چھپا لیا ہے اللہ تعالیٰ نے مقرب فرشتوں
المقربین ومن الانبیاء المرسلین۔
اور نبیوں اور رسولوں سے ۛ

اس کے بعد ایک حدیث اور پیش کرتا ہوں۔ مسند احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں حضرت عیسیٰؑ ابن
مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَقِيتْ لَيْلَةً اسرى الى ابراهيم
شب معراج میں (حضرت) ابراہیم دموئے عیسیٰ،
وموسى وعيسى فتذاكروا امر الساعة
(علیہم السلام) سے میری ملاقات ہوئی۔ پس انہوں نے
فردوا امرهم الى ابراهيم فقال لا علم
آپس میں قیامت کے وقت کا ذکر کیا۔ پس پہلے حضرت
لى بها فردوا امرهم الى موسى فقال
ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے سوال کیا گیا۔ انہوں نے
لا علم لى بها فردوا امرهم الى عيسى
فرمایا مجھے اس کا علم نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ سے سوال
فقال اما وجبتما فلا يعلمها احدا الا
کیا گیا، انہوں نے بھی فرمایا کہ مجھے علم نہیں۔ پھر
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا، انہوں
لله۔
نے فرمایا کہ اس کے وقوع کے وقت کا علم خدا کے سوا کسی

کو بھی نہیں ۛ

یہ خدا کے چار اولو العزم پیغمبر ہیں۔ اور اس پر متفق ہیں کہ قیامت کے وقت کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں۔ اور
یہ اصول ہے کہ امت کے چاروں امام اگر کسی مسئلہ پر اتفاق کر لیں تو پھر کسی کو اس سے اختلاف کرنے کی گنجائش نہیں

لے مولانا محمد منظور صاحب نے اس حدیث کا محض مطلب بیان کیا تھا ہم نے تکمیل فائدہ کے لئے اس کے اصل الفاظ

بھی مولانا ہی سے حاصل کر کے لکھ دیئے ہیں۔ ۛ مرتب۔

رہتی اور میاں خدا کے چار عظیم المرتبہ پیغمبر اتفاق کر رہے ہیں اور آپ لوگ پھر بھی اس سے اختلاف کرتے ہیں ؟
 آپ نے اپنی اس تقریر میں یہ بھی فرمایا ہے کہ قرآن عزیز منکرین علم غیب کو کافر کہتا ہے "استغفر اللہ آپ
 بھی کس قدر تمہیں سے کام لیتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ منافقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہی کے منکر تھے اور وہ کہتے
 تھے کہ حضور کو غیب کی ایک بات کی بھی اطلاع نہیں اور آپ کا وحی کا دعوے (معاذ اللہ) غلط ہے۔ اس وجہ
 سے قرآن نے ان کو کافر قرار دیا، اور ایسے شخص کو ہم بھی کافر سمجھتے ہیں جو یہ کہے کہ معاذ اللہ حضور کو وحی کے ذریعے
 بھی غیب کی کسی بات کی اطلاع نہیں ہوتی۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیب کا علم نہ ہونا یہ تو خود قرآن
 کریم سے ثابت ہے۔ جس کا ثبوت کافی دیا جا چکا ہے اور ابھی بہت کچھ باقی ہے۔ اگر آپ نے ہمت کی اور یہ مناظرہ
 جاری رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ ایک سو آیتیں اور ایک سو حدیثیں اس موضوع پر پیش کر دیں گی۔ میں عرض کر چکا ہوں
 کہ اس مناظرہ میں مجھے پورے طور پر حجت حق تمام کر دینی ہے۔

اس مرتبہ آپ نے پھر مجھ کو طعنہ دیا ہے کہ تجھ کو حلوا نصیب نہیں ہوتا۔ درحقیقت میں ایسا ہی کم بخت ہوں
 ہوں، آپ حلویے کو کہتے ہیں مجھ کو تو اگر جو کی روٹی بھی مل جائے تو وہ محض اللہ کا کرم ہے۔ ہاں اگر میں بھی خدا نخواستہ
 کسی قبر کا مجاور بن کر بیٹھ جاتا تو شاید مجھ کو بھی روز حلوا مل جایا کرتا۔ مگر کیا کروں کہ میرا فہمب ان چیزوں کے
 اجازت نہیں دیتا، یہ ہمیشہ اور یہ حلوا آپ لوگوں کو مبارک۔

مولوی سردار احمد صاحب
 اکھٹہ اللہ ثم اکھٹہ اللہ ! آپ حضرات نے دیکھ لیا کہ مولوی منظور
 صاحب نے اقرار کر لیا کہ چونکہ مجھ کو فاتحہ کا حلوا نہیں ملتا اس

لئے میں کم بخت ہوں۔ معلوم ہوا کہ جس کو فاتحہ کا حلوا نہ ملے وہ کم بخت ہوتا ہے۔ اب تو مولوی منظور صاحب
 نے خود اپنے کم بخت ہونے کا اقرار کر لیا۔ درحقیقت جو فاتحہ کے حلویے سے محروم ہیں وہ سب کم بخت ہیں۔

آپ نے اس مرتبہ پھر آیتیں پڑھی ہیں۔ میں پھر آپ سے کہتا ہوں کہ قادیانیوں کی طرح آیتیں پڑھ پڑھ
 کر مسلمانوں کو دھوکا مت دیجئے۔ آپ یہ بتلائیں کہ "حفظ الایمان" کی وہ طعون عبارت کس آیت کا ترجمہ ہے ؟
 لیجئے سنئے ! میں حفظ الایمان کی عبارت پھر پڑھتا ہوں (اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے پھر حفظ الایمان
 کی عبارت پڑھی اور اس کے متعلق وہی تقریر کی جو اس سے پہلے بارہا کر چکے تھے۔ مرتب)

مولانا محمد منظور صاحب

حفظ الایمان کی عبارت کا مطلب میں کئی بار بیان کر چکا ہوں اور آپ کے اعتراض کا نہایت شافی جواب بھلا کر دے چکا ہوں

اسی کو یاد کر لیجئے۔ حفظ الایمان کی عبارت کسی آیت کا ترجمہ ہے یا نہیں، اس کا جواب بھی میں کئی بار دے چکا ہوں چونکہ آپ کو اس کے سوا کچھ یاد ہی نہیں اس لئے آپ بار بار وہی بات کہہ جاتے ہیں۔ میرا دعویٰ صرف یہ ہے کہ، حفظ الایمان کی عبارت کے دونوں جزو قرآن عزیز سے ثابت ہیں۔ پہلے جز کے ثبوت میں ایک آیت کریمہ اور دوسرے جز کے ثبوت میں پندرہ آیتیں ہیں اس وقت تک پیش کر چکا ہوں۔ اب سولہویں آیت سنئے۔

سورۃ مائدہ میں ارشاد ہے۔

یَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ÷
(المائدہ ۵۶، ۱۰۹)

جس دن کہ جمع کرے گا اللہ تعالیٰ رسولوں کو۔ پس فرمائے گا (ان سے) تم کو (امتوں کی طرف سے) کیا جواب ملا؟ وہ عرض کریں گے کہ ہم کو علم نہیں آپ ہی غیب کی باتوں کے جاننے والے ہیں۔

اس کی تفسیر میں سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ: «انبیاء علیہم السلام جو یہ فرمائیں گے کہ ہم کو علم نہیں» تو اس کا مطلب یہ ہے کہ لے خداوند! ہم کو ان کے باطن کا علم نہیں (اور ایمان و کفر کا تعلق باطن ہی سے ہے)۔

اس سے پہلی تقریر میں میں نے ایک حدیث پیش کی تھی جس سے معلوم ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے چار اولوالعزم پیغمبر جو جماعت انبیاء کے سردار ہیں اس پر متفق ہیں کہ قیامت کے وقت خاص کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں۔ اور «سورۃ مائدہ» کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن تمام پیغمبر خدا کے دربار میں ایک زبان ہو کر عرض کریں گے کہ ہم کو اپنی قوموں اور اپنی امتوں کے باطن کا حال معلوم نہیں صرف آپ ہی تمام غیوب کے جاننے والے ہیں» تو گویا تمام انبیاء علیہم السلام کا اجماع ہے کہ کل غیب کا علم حق تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ اگر ایسے روشن دلائل سے بھی آپ کی آنکھیں نہیں کھلتیں تو یقین کیجئے کہ یہ خدا کا عذاب ہے۔

تھی داستان قسمت راجع سودا ز رہبر کامل کہ خضر از آپ حیوان تشدد می آرد سکندر را

آپ نے اس مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ جن لوگوں کو فاتحہ کا حلو نہیں ملتا وہ سب کم بخت ہیں اور تو اپنے اقرار سے کم بخت ہے۔ بے شک مجھ کو چڑھا دے گا حلو نہیں ملتا، اور آپ کے اصول پر میں کم بخت ہی ہوں اور اسی حیثیت سے میں نے پہلے اپنے کو کم بخت کہا تھا۔ خوش بخت اور خوش نصیب تو آپ کے نزدیک فرعون تھا، ہامان اور قارون تھا، شداد اور نرد تھا اور آج کل کے موٹے موٹے کافروں نصیب ہیں جن کو آپ سے بھی زیادہ حلو اور مرغن کھانے ملتے ہیں۔

میں کیسے خوش بخت اور خوش نصیب ہو سکتا ہوں مجھ کو تو پیٹ بھر کے روٹی بھی مشکل سے ملتی ہے۔ مگر خدا کی قسم جس قدر آپ کو اپنے حلوے پر اٹھے پر، بالائی اور فیرنی پر، گوشت بھری کچوریوں اور سوڑے کی بوتل پر نار ہے اس سے بدرجہا زیادہ مجھے اپنی فاقہ کشی پر تازہ ہے کیوں کہ وہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ میں بھی بھوکا رہتا ہوں میرے آقا بھی بھوکے رہتے تھے، خدا میرا حشر بھی ان ہی کے ساتھ کرے۔

حضرت مولانا غیر معمولی ایمانی جوش کے ساتھ یہ تقریر فرما رہے تھے۔ اور آپ کی تقریر ہمیں تک پہنچی تھی کہ رضا خانیوں کے صدر مولوی حبیب الرحمن کھڑے ہو گئے اور شور مچانا شروع کر دیا کہ توبہ کرو، توبہ کرو حضور کو بھوکا کہہ دیا، تم مرتد ہو گئے، تم واجب القتل ہو۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب صدر اہلسنت نے مولوی حبیب الرحمن کا یہ فساد انگیز رویہ دیکھ کر ان کو متنبہ کیا اور فرمایا کہ آپ صدر اپنی ذمہ داریاں محسوس کریں۔ ورنہ اگر کوئی ہنگامہ ہو گیا تو اس کی ذمہ داری محض آپ پر عائد ہوگی۔ لیکن معلوم ہوتا تھا کہ مولوی حبیب الرحمن کی یہ کاروائی وقتی نہیں تھی بلکہ کسی خاص مشورہ اور سازش کے ماتحت تھی۔ کہ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب کے اس اعتبار کے بعد بھی وہ باز نہیں آئے۔ بلکہ اب ان کے ساتھ ان کا سارا پلیٹ فارم کھڑا ہو گیا اور سب نے یہی شور مچانا شروع کر دیا کہ وہ تم نے حضور کو بھوکا کہہ دیا، تم مرتد ہو گئے۔ تم واجب القتل ہو، ابھی توبہ کرو۔ جب رضا خانی پلیٹ فارم سے سب نے یہی آواز بلند کی تو،

لے اس جاہل سے کوئی پوچھے کہ تمہارے نزدیک تو مولانا مسلمان ہی نہیں تھے، پھر اب یہ ارتداد کیا؟ کہو کہ

صرف مناظرہ سے جان بچانے کا ایک حیلہ تھا۔ مرتب۔

رضا خانی غنڈوں کے ایک جھٹے نے حضرت مولانا محمد منظور صاحب اور آپ کے دفعتاً پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن اہلسنت کی ایک کثیر جماعت نے جیسے ہی صورت حال کو نازک ہوتے دیکھا اپنے علماء کرام کو ایک زبردست حصار میں لے لیا۔ اور اسی حفاظت کے ساتھ مقام مناظرہ سے باہر لایا گیا۔ اور رضا خانیوں نے اس طرح ہنگامہ فساد برپا کر کے مناظرہ ختم کر دیا۔

اگرچہ مناظرہ کے اس ناخوشگوار طریقہ پر درہم برہم ہونے کا ہم کو بے حد افسوس ہے مگر اس سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ رضا خانی علماء اور عوام کی شرافت و انسانیت بے نقاب ہو گئی۔ اور برآی العین سب مسلمانوں نے مشاہدہ کر لیا کہ یہ لوگ جب جواب سے عاجز آتے ہیں تو کس طرح شرارت اور بدتمیزی کی عمریاں تصویر بن جاتے ہیں۔ جس وقت اس فساد کی ابتدا ہوئی ہے تو یہ دیکھا گیا کہ کچھ رضا خانیوں نے اندر سے لاکھیاں اور چھریاں وغیرہ نکالیں جس سے اس خیال کی اور تائید ہوئی کہ یہ ہنگامہ وقتی نہیں تھا بلکہ پہلے سے اس کے متعلق کوئی مشورہ ہو چکا تھا۔ اور ان لوگوں کے ارادے بہت زیادہ خطرناک تھے مگر حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ان کے شر سے محفوظ رکھا اور اس وقت اس آیت کا مصداق اپنی آنکھ سے دیکھ لیا گیا۔

لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ
مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ۔
ہم کو صرف وہی تکلیف پہنچ سکتی ہے جو حق تعالیٰ نے
ہماری تقدیر میں لکھ دی ہے۔ وہی ہمارا مالک ہے
اور اسی پر ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہیئے۔
(التوبہ ۵۱، ۹)

مناظرہ کے اس طرح درہم برہم ہو جانے کے بعد اسی وقت مدرسہ اشفاقیہ کی وسیع مسجد میں (جو جامعہ رضویہ کے قریب ہی واقع ہے) اہلسنت کا ایک جلسہ ہوا جس میں حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب اور مولانا محمد منظور صاحب نے تقریریں فرمائیں اور واقعات مناظرہ پر تبصرہ کرنے کے ساتھ اہلسنت کو نہایت مؤثر انداز میں امن و امان کے ساتھ رہنے کی تلقین کی اور فرمایا کہ اگر کوئی تم کو گالیاں دے تو تم اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اس کے حق میں دعائے خیر کرو۔ اگر کوئی تمہارے ساتھ بدی سے پیش آئے تو اس کا جواب نیکی سے دو۔ اگر ایسا کر دو گے تو قرآن کا وعدہ ہے کہ یہ دشمن بھی ایک دن تمہارے دوست بن جائیں گے۔

نیز مولانا محمد منظور صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہا تھا

کہ آپ بھوکے رہتے تھے یہ میرا ذاتی خیال نہیں ہے بلکہ کتبِ حدیث و سیر میں اس کے متعلق صد بار روایات موجود ہیں چنانچہ مولانا نے چند حدیثیں حضورؐ کی معاشرت کے متعلق بیان فرمائیں۔ لیکن چونکہ اس کے متعلق ہم مولانا کا ایک مکتوب بھی اس رو داد میں درج کر رہے ہیں اس لئے بقصد اختصار یہاں ان احادیث کو ذکر نہیں کرتے۔

یہاں تک مناظرہ کے واقعات تھے۔ ہم نے بہت کوشش کی ہے کہ اس میں کوئی کمی بیشی نہ ہو ممکن ہے کہ رضا خانی صاحبان بھی اس مناظرہ کی کوئی رو داد شائع کریں۔ اور ہمارا تجربہ ہے کہ ان کی رو داد ایک مستقل تصنیف ہوا کرتی ہے جس کو مناظرہ کے اصل واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہوا کرتا۔ اس لئے ہماری پیشین گوئی ہے کہ اس مناظرہ کی رو داد بھی ایسی ہی گھڑی جائے گی۔ اگر ایسا ہی ہوا تو اس پر ایک مستقل رسالے میں ہم تنقید کریں گے اور دنیا دیکھے گی انجام کار انشاء اللہ صداقت ہی غالب آئے گی۔ والعاقبہ للمتقین۔



بانی مناظرہ کا فیصلہ

مناظرہ ختم ہو جانے کے بعد جناب محمد شبیر صاحب بریلوی سیکرٹری اسلامی تجارتی کمیٹی کھٹونے اپنا فیصلہ دیا جو بعض مقامی اخبارات میں بھی شائع ہوا ہے۔ اس فیصلہ کی تمہید میں جناب موصوف نے مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی یا مخصوص دیوبندی بریلوی مناقشات سے اپنی کامل بیزاری ظاہر فرمانے کے بعد اجمالاً وہ اسباب لکھے ہیں جن کی وجہ سے باوجود خلاف مذاق ہونے کے وہ اس مناظرہ میں حصہ لینے بلکہ اس کا باعث اور بانی بنتے پر مجبور ہوئے۔ مگر چونکہ ان اسباب کے متعلق جناب موصوف کا مفصل بیان اس روداد کے ابتدائی سے اوراق میں درج کر چکے ہیں اس لئے فیصلہ کے اس تمہیدی حصہ کو حذف کر کے صرف وہ حصہ نقل کرتے ہیں جس میں انہوں نے مناظرہ کے متعلق اپنی رائے ظاہر کی ہے۔ چنانچہ تمہید ختم کرنے کے بعد آپ لکھتے ہیں۔

» یہ مناظرہ چار یوم تک مرزائی مسجد میں ہوا۔ اور میں نے پورے اطمینان اور توجہ

کے ساتھ پورا مناظرہ سنا اور فریقین کی تقریریں سننے کے بعد میں اس نتیجہ پر

پہنچا کہ مولوی اشرف علی صاحب اور ان کے ماننے والوں کے متعلق کفر کا فتوے

غلط ہے اور مجھ کو پورا یقین ہو گیا کہ وہ سنی مسلمان ہیں اور ان کو کافر اور

وہابی تائفے والے غلطی پر ہیں «

یہ فیصلہ میرے دل نے مندرجہ ذیل وجوہات سے کیا

- ۱ : مولوی سردار احمد صاحب مدرس مدرسہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو اعتراض حفظ الایمان کی عبارت پر کیا تھا، مولوی اشرف علی صاحب کے وکیل مولوی محمد منظور صاحب نے اس کا جواب نہایت کافی دے دیا جس کی وجہ سے میری تسلی اور تشفی ہو گئی۔
- ۲ : مولوی منظور صاحب نے بار بار صاف طریقہ سے فرمایا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ گستاخی کرنے والا ناکہ۔ یہ طیبہ کی خاک پاک کی توہین کرنے والا بھی کافر اور جہمی ہے۔
- ۳ : مولوی محمد منظور صاحب نے خود مولوی اشرف علی صاحب کی کتاب ”بسط البنان“ سے دکھایا کہ مولانا اشرف علی صاحب خود ایسے شخص کو کافر کہتے ہیں جو حضور کی توہین کرے اور آپ کے علم شریف کی تنقیص کرے۔
- ۴ : مولوی محمد منظور صاحب نے نہایت مدلل طریقہ سے ثابت کیا کہ حفظ الایمان کی اس عبارت میں صرف دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ غیب کی کچھ باتیں تمام انسانوں بلکہ حیوانات تک کو معلوم ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ کل غیب کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت نہیں فرمایا گیا تھا۔ پھر مولانا نے پہلی بات کے ثبوت میں ایک قرآنی آیت اور مولوی احمد رضا خان صاحب کے چند اقوال پیش کئے۔ اور دوسری بات کے ثبوت میں قرآن پاک کی سولہ آیتیں اور چند حدیثیں اور کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ارشادات پیش کئے تھے جن کا مولوی سردار احمد صاحب نے کوئی بھی جواب نہیں دیا۔
- ۵ : حفظ الایمان کی عبارت کا کافی جواب پالینے کے بعد بھی وہ بار بار اسی عبارت کو پڑھتے رہے۔ جس کی وجہ سے میں یہ سمجھا کہ مولوی سردار احمد صاحب قصودت گزارے کے لئے ایک ہی بات کو بار و بار متعدد بار جواب دل جانے کے بلا وجہ دہراتے ہیں۔
- ۶ : دلو بندہ جماعت کے صدر مولانا محمد اسماعیل صاحب مراد آبادی نے نہایت خوبی کے ساتھ صدارت کے

فرائض انجام دیئے۔ اور اپنی جماعت کو قابو میں رکھا۔ اور کسی وقت بھی مشتعل ہونے نہ دیا۔ بخلاف رضائی جماعت کے صدر مولوی حبیب الرحمن صاحب بہاری کے کہ وہ بار بار مجمع کو مشتعل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ انہیں کی اشتعال انگیزی لے بالآخر مناظرہ کو درہم برہم کر دیا۔ میرے نزدیک یہ خلاف اصول کا دوائی جو صدر بھی کرتا اسی کی شکست ہوتی۔ کیونکہ شورش و فساد عاجزی کی دلیل ہے۔ مثل مشہور ہے کہ

تنگ آمد بنگ آمد

یہ وہ خاص خاص باتیں ہیں جن کی وجہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ مولوی منظور صاحب حتیٰ پر ہیں۔“



مجھے معلوم ہوا ہے کہ رضوی جماعت نے مولانا محمد منظور صاحب کو بدنام کرنے اور اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ شہرت دی ہے کہ

ایک افتراء کی تردید

مولانا محمد منظور صاحب نے یہ فرمایا کہ۔

” میں بھی بھوکا مرتا ہوں اور میرے آقا بھی بھوکے مرتے تھے “

میں دیانت کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں نے یہ الفاظ نہیں سنے بلکہ بعض تعلیم یافتہ حاضرین سے جب میں نے اس

کی تحقیق کی تو انہوں نے مجھ کو بتلایا کہ مولانا محمد منظور صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ

” میں بھی بھوکا رہتا ہوں میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم بھی بھوکے

رہتے تھے خدا نے تعالیٰ میرا حشر بھی ان کے ساتھ کرے “

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ کسی فریق کے دھوکے میں نہ آئیں۔ اور صرف سپاہی کی پیروی کریں اور دونوں فریقے

میں سے جو غلط پردہ پیگنڈا کرے اس کی شکست سمجھیں فتح مند کو جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

علاوہ اس کے یہ کہ مولانا محمد منظور صاحب بریلی میں موجود ہیں۔ ان سے خود دریافت کیا جاسکتا ہے کہ ان کے کیا

الفاظ تھے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نیک توفیق دے۔



ایک افسوسناک انکشاف

مولوی سردار احمد صاحب کے فریق کے بعض آدمیوں نے بہت سے ناقابل ذکر حیلوں سے مجھ سے اس قسم کی تحریر لینا چاہی کہ

”مولوی محمد منظور صاحب ٹھیک جواب نہیں دیتے اس لئے مناظرہ بند کر دیا جائے“۔ اس سے ان کا جو مقصد تھا وہ ظاہر ہے مگر میں ان کی چالوں میں نہ آیا۔ انہوں نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ تم صرف سادہ کاغذ پر دستخط کر دو مضمون ہم خود لکھ لیں گے مگر میں اس ضمیر فردشی کے لئے کسی طرح تیار نہ ہوا۔ بلکہ ان باتوں نے مجھے اس فریق سے زیادہ بدظن کر دیا۔ اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ لوگ محض دفریب سے کام لیتے ہیں۔ حالانکہ مذہب تو سچائی کا نام ہے۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ اس

لے افسوس ہے کہ جناب محمد شبیر صاحب نے اس واقعہ کو یہاں نہایت محفل لکھا حتیٰ کہ ان صاحب کا نام بھی ظاہر نہیں کیا جو ان سے یہ تحریر لینا چاہتے تھے۔ لیکن بعد میں زبانی طور پر آپ سے اس کی تفصیل اس طرح معلوم ہوئی کہ شنبہ اور یکشنبہ کی درمیانی شب میں ”حامد یار“ نے (جو رضا خانیوں کی طرف سے مناظرہ کے منتظم تھے) جناب محمد شبیر صاحب سے کہا کہ آپ کل صبح کو اس مضمون کی ایک تحریر مناظرہ شروع ہوتے وقت پیش کر دیجئے کہ۔

”مولوی منظور صاحب، مولوی سردار احمد صاحب کی بات کا ٹھیک جواب نہیں دیتے لہذا اب مناظرہ بند کر دیا جائے“

جناب محمد شبیر صاحب نے فرمایا کہ اول تو یہ بات واقعہ کے خلاف ہے۔ دوسرے یہ کہ ابھی مناظرہ جاری ہے جب مناظرہ ختم ہو جائے گا تو میں اپنی رائے ظاہر کر دوں گا، ابھی آپ مناظرہ کو کیوں ختم کراتے ہیں؟۔ اس کے بعد اگلے دن جس دن کہ مناظرہ ختم ہوا ہے، صبح کے آٹھ بجے کے بعد ”حامد یار“ جناب محمد شبیر صاحب کو پھر اپنے گھر لے گئے اور ہنت مننت و سماجت کی اور کہا کہ آپ صرف دستخط کر دیجئے مضمون ہم خود لکھ دیں گے، اور قرآن شریف اپنے ہاتھ میں لے کر کہنے لگے کہ میں آپ کو اس کا واسطہ دیتا ہوں آپ ہماری یہ بات مان لیجئے۔ اور یہ بھی کہا کہ ہم اور آپ ایک ایک محلہ کے رہنے والے ہیں اور ایک ہی جگہ رہنا ہے مولوی منظور سے آپ کا کوئی واسطہ نہیں۔ لیکن جناب محمد شبیر صاحب نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں اپنے اور آپ کے تعلق کی وجہ سے ایسی خلاف انصاف بات نہیں کر سکتا۔

یہ واقعہ خود جناب محمد شبیر صاحب نے ہم سے بیان کیا جس کی تصدیق خود ان سے کی جاسکتی ہے۔

اعلانِ حق کے بعد شاید ان لوگوں کی طرف سے مجھے تکلیفیں پہنچیں گی اور گالیاں دی جائیں گی۔ اور ممکن ہے کہ کوئی اور خطرناک کاروائی بھی کی جاوے، مگر میں ان خطرات کی وجہ سے حق کے اظہار سے باز نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ میرا مددگار ہے۔

میں نے جو کچھ لکھا ہے سچائی کے ساتھ لکھا ہے اور میں حلف کیساتھ ان واقعات کا اظہار کرتا ہوں۔

یہ میری طرف سے اس مناظرہ کے متعلق مختصر بیان ہے اگر ضرورت پڑی تو اس کے بعد ایک اور مفصل بیان شائع کروں گا۔

آخر میں مسلمانانِ بریل سے خصوصاً اور مسلمانانِ ہند سے عموماً میری گزارش ہے کہ وہ فتنہ و فساد کی باتوں سے بچیں اور سب اتفاق و اتحاد پیدا کر کے خدا اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کی فکر کریں کہ دنیا و آخرت کی بھلائی اسی میں ہے۔

خادمِ قوم و ملت

محمد شبیر بریلوی - بانیِ مناظرہ

سیکرٹری اسلامی تجارتی کمیٹی لکھنؤ۔ ۳۰ اپریل

مناظرہ کے اثرات

اس مناظرہ میں حق کی جو شاندار فتح اور باطل کی جو شرمناک شکست

ہوتی اس کا کچھ اندازہ ہمارے ناظرین کو روئداد بذلکے ملاحظہ سے ہو

چکا ہوگا پھر بانی مناظرہ کے حق پر در فیصلہ نے اور بھی اس کو زیادہ نمایاں اور روشن کر دیا اور بریلی میں رضا خانیت کے اقتدار کو غیر معمولی صدر پہنچا۔ اور رضا خانی حضرات با آنکہ جھوٹی اشتہار بازی میں بہت کچھ مہارت رکھتے ہیں اور مناظرہ کے ختم ہونے سے پہلے ہی فتح کا اشتہار بھی چھپوایتے ہیں۔ مگر اس مناظرہ نے اس طرح ان کو سرنگوں کیا کہ بیس دن تک بالکل خاموش رہے۔ بلکہ اس عرصہ میں ان کے بعض سرغنے اس کا اعتراف کرتے تھے کہ میدانِ مناظرہ مولانا محمد منظور صاحب کے ہاتھ رہا۔ لیکن خود ہی اس کا سبب وہ مولوی سردار احمد صاحب کی ناقابلیت اور نا تجربہ کاری کو بتلاتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ہمارا مناظرہ بھی کوئی تجربہ کار ہوتا تو فتح ہماری ہوتی۔

بہر حال مناظرہ کے بعد تقریباً بیس روز تک رضا خانی بالکل خاموش تھے۔ بلکہ پرائیویٹ گفتگوؤں میں اپنی شکست کا اعتراف کرتے تھے۔ لیکن بانی مناظرہ جناب محمد شبیر صاحب کا فیصلہ جو نیک مقامی اخبارات کے علاوہ بعض بیرونی اخبارات میں بھی شائع ہو گیا اور اس نے ملک کے گوشہ گوشہ میں یہ غلط فہمیاں پھیل کر دیا کہ رضا خانیوں کے خاص مرکز میں رضا خانیت کو شکست ہو گئی اور ملک اس آواز سے گونج اٹھا۔ اور اطراف و جوانب سے عسائے رضا خانیت کے پاس بہت سے خطوط آئے تو رضا خانی کمیٹی نے بھی ایک لمبا چوڑا اشتہار ”مناظرہ بریلی کی مختصر تاریخ“ کے عنوان سے مرتب کیا اور چھاپ چھاپ کر بیرونِ نجات میں بھیجا گیا۔ مگر بریلی میں اس کی عام اشاعت نہیں کی گئی بلکہ صرف اپنے خاص خاص مریدوں کو بھیجا گیا۔

یوں تو رضا خانی مولوی صاحبان کو دروغ بیانی اور غلط گوئی کے فن میں خصوصی مہارت ہے۔ لیکن اس ناپاک فن کی جیسی مشق اور مہارت اس اشتہار میں دکھلائی گئی ہے اس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔ جو حضرات بریلی کے مناظرہ میں شریک تھے ان سے پتہ چلے کہ وہ اس کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ اور رضا خانی پیروں اور سجادہ نشینوں کی صداقت شعاری اور راست بازی کی داد دیں۔ ہم نے اس اشتہار پر ایک مختصر تبصرہ بھی لکھا ہے جو انشاء اللہ عنقریب ”الفرقان“ کے کسی نمبر میں بریہ ناظرین ہوگا۔

تذیل

بریلی کے اس مناظرہ میں جس شرح و بسط کے ساتھ حفظ الایمان کی عبارت پر روشنی پڑی ہے اور جیسی جامع اور مکمل بحث اس پر اس مناظرہ میں ہوئی ہے، ایسی اس سے پہلے

کبھی نہ ہوئی ہوگی۔

مگر پھر بھی مناظرہ کے قبل از وقت ختم ہو جانے کی وجہ سے ایک آخری چیز باقی رہ گئی ہے اور مولانا موصوف اس کو اپنی اسی تقریر پیش کرنے کا ارادہ رکھتے تھے جس تقریر کے اشار میں رضا خانیوں نے ہٹ بونگ مچا کر مناظرہ درہم برہم کر دیا، اب ہم مولانا کے حکم سے اس کو یہاں درج کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ

”حفظ الایمان کی جس عبارت پر یہ مناظرہ ہوا اگرچہ وہ بحدہ اللہ بالکل بے غبار ہے اور اس میں اس مطلب کا شائبہ بھی نہیں جو رضا خانی حضرات لیتے ہیں۔ جیسا کہ روئداد ہذا کے مطالعہ سے بھی ناظرین کو معلوم ہوا ہوگا۔ لیکن حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ نے برعایت عوام قطع نزاع کے لئے اس عبارت کا بھی عنوان بدل دیا ہے۔ چنانچہ ۱۳۲۲ھ سے اس وقت تک جتنے ایڈیشن حفظ الایمان کے شائع ہوئے ہیں ان سب میں اس پہلی عبارت کی جگہ یہ عبارت ہے۔“

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔“

اگر رضا خانیوں کی نیتوں میں کچھ بھی اخلاص ہوتا تو چاہئے تھا کہ مولانا کی اس ترمیم پر وہ خاموش ہو جاتے اور اس جگہ کو ہمیشہ کے واسطے ختم کر دیتے۔ لیکن چونکہ ان کی روزی مسلمانوں کی اسی خانہ جنگی سے والبتہ ہے اس لئے ان کی تکفیر میں ابھی دم خم ہیں۔

صدق الله عز وجل وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ۔

رضا خانیت کا آخری سہارا

اب رضا خانیوں نے ہر طرف سے عاجز آ کر یہ پروپیگنڈا شروع کیا ہے کہ مناظرہ میں مولانا محمد منظور صاحب نے حضور علیہ

الصلوة والسلام کو "بھوکا" کہا جس سے حضور کی سخت توہین ہوئی، کیوں کہ آپ زمین و آسمان کے خزانوں کے مالک اور بادشاہ کو نین تھے۔ اور افسوس ہے کہ بعض نیک بخت سادہ لوح بھی ان کے اس فریب میں آجاتے ہیں۔ اس لئے بعض احباب نے خود مولانا محمد منظور صاحب سے درخواست کی کہ آپ اس کے متعلق "الفرقان" میں چند سطریں تحریر فرمادیں۔ چنانچہ مولانا ممدوح نے ایک مختصر مضمون اسی درخواست پر اقام فرمایا جو تکیلا لفظاً وہ اس جگہ درج کیا جاتا ہے۔

مرتب

میرے آقا بھوکے رہتے تھے

یہ وہ حقیقت ہے جو تاریخ و حدیث کی متواتر شہادتوں سے ثابت ہے اور اس کا انکار صرف وہی کر سکتا ہے جو علم اور حیا دونوں سے عاری ہو۔ لیکن چونکہ آج کل بریلی کے بعض حیا بانستہ شدت سے اس کا انکار کر رہے ہیں۔ اور اس کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین بتلا رہے ہیں اس لئے بعض احباب کے توجہ دلانے کے لئے چنانچہ آقاؐ کے کوئین صلی اللہ علیہ وسلم کی تنگی معاشرت کے متعلق چند روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔

جامع ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم
يبسيت الليالي المتتابعة واهله طاولا
يوجدون عشاء (الحدیث) نہیں ملتا تھا۔

مسلم شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں۔

لقد رأيت النبي صلى الله عليه وسلم
يظل اليوم يلتوي ما يجد من الدقل
ما يملأ به بطنه
میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس حال میں دیکھا
ہے کہ آپ دن بھر بھوکے رہتے تھے معمولی کھجوریں بھی
انہی نہ ملتی تھیں جن سے آپ اپنا پیٹ بھریں۔

بزرگوار شریف میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ۔

شكونا الى النبي صلى الله عليه وسلم
الجوع ورفضنا شايبنا عن حجر حجر
في بطوننا فرجع صلى الله عليه وسلم عن
حجرين -

ہم لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت
کی اور ہمارے پیٹوں پر ایک ایک پتھر بندھا ہوا تھا
جس کو ہم نے کپڑے اٹھا کر دکھایا ، تو حضور نے
کپڑے اٹھا کر دو پتھر بندھے دکھائے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ، انہوں نے اپنے بھانجے عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

يا ابن اختي انا كنا لننظر الى الملال ثم
الملال ثم الملال ثلاثة اهلة في
شهرين وما اوقد في ابيات النبي صلى
الله عليه وسلم نازك قال قلت يا خالة فما
كان بعيشكم قالت الاسود ان التمر
والسما - (الحديث)

اے بھانجے ہم کے بعد دیگرے تین تین چاند دو بیٹے ہیں
دیکھ لیتے تھے اور اس عرصہ میں حضور کے گھروں میں آگ
بھی نہ جلتی تھی۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ
خالہ جان پھر کس چیز سے آپ لوگوں کی زندگی قائم رہتی
تھی ؟ فرمایا کہ بس کھجوریں اور پانی ۔

اصحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

تعلى النبي صلى الله عليه وسلم ودرعه
مرهونه عند يهودى في ثلثين صاعا
من شعير -

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں دفات پائی کہ
آپ کی زرہ مبارک تین سٹل صاع جو کے بدلے میں ایک
یہودی کے یہاں گمادی رکھی ہوئی تھی ۔

نظر باختصار یہاں صرف یہ پانچ روایتیں حضور آقاؐ کے کوفین کی معاشرت کے متعلق نقل کر دی گئی ہیں
اور حدیث و سیر کے دفتر میں اس قسم کی صد ہا روایات موجود ہیں۔

رہا یہ دوسرے کہ جب حضور خدا کے محبوب اور مقرب ترین بندے تھے تو آپ کا یہ حال کیوں تھا ؟
تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے خود ہی اپنے لئے دنیا کے عیش و آرام کو پسند نہیں فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنه راوی ہیں کہ ایک دن حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ کے گھر میں کھانے پینے کا کوئی سامان

نہیں ہے۔ اور آپ ایک بوریے پر استراحت فرما رہے ہیں، اور کھجور کی چھال کا تکیہ سر مبارک کے نیچے ہے۔ اور جبہ اطہر پر بوریے کے نشانات پڑ گئے ہیں۔ تو حضورؐ کی یہ حالت دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا۔ عمر! کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ یہ قیصر و کسریٰ خدا کے باغی ہیں اور عیش و راحت کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور حضور خدا کے رسول ہیں اور اس قدر تکلیف میں ہیں۔

ارشاد ہوا، اے ابن الخطاب! تم کو یہ دوسو۔

اولئك قوم عجلت لهم طيباتهم
في الحياة الدنيا وما لهم في الآخرة
من خلاق -
وہ ایسے لوگ ہیں جن کو ان کے مرغوبات دنیا ہی میں
دے دیئے گئے ہیں اور آخرت میں ان کا کوئی حصہ
نہیں ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے حضرت عمرؓ سے ارشاد فرمایا۔ کہ تم اس سے راضی نہیں کہ قیصر و کسریٰ
کے لئے دنیا کی لذتیں ہوں اور ہمارے لئے دوا آخرت۔ بہر حال دنیاوی عیش و راحت کو حضورؐ نے نہ اپنے لئے
پسند فرمایا نہ اپنی ذریت کے لئے نہ اپنے مجتہدین کے لئے۔ چنانچہ آپؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

ان الفقر اسرع الى من يحبني من
السييل الى منتهاه -
سیلاب جس تیزی سے اپنے منہا پر پہنچتا ہے اس سے
زیادہ تیزی کے ساتھ فقر اس شخص کی طرف دوڑتا ہے
جو مجھ سے محبت کرے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ مَنِ اتَّبَعَ الرَّهْذِي : مُحَمَّدٌ مِّنْظُورٌ لِّعَمَّانِي عَفَا اللَّهُ عَنْهُ

۱۴ صفر - ۵۴ ھ ۱۳

و دعا ہے کہ حق تعالیٰ نے جس طرح اس مناظرہ کو حاضرین کے لئے باعث ہدایت بنایا اسی طرح اس
روندا کو بھی ناظرین کے لئے نافع بنائے۔ و ما هو علی اللہ بعزیز وله الحمد و علی رسولہ الصلوٰۃ
و السلام -
خاکسار

محمد فائق حسین فاروقی عمر دی غفرلہ

صفر، ۵۴ ھ ۱۳

ضمیمہ روداد مناظرہ بریلی

”مختصر روداد پر مختصر تنقید“

(جناب مولانا طاقت حسین صاحب فاروقی)

ہم مناظرہ بریلی کی مفصل روداد (فتح بریلی کا دلکش نظارہ) کے خاتمہ میں جناب محمد شبیر حسینی بانی مناظرہ کا فیصلہ بخیرہ درج کر چکے ہیں اور یہ بھی بتلا چکے ہیں کہ جناب موصوف نے مناظرہ کے ختم ہونے کے بعد متصل ہی اپنا یہ فیصلہ شائع کر دیا تھا اور مقامی اخبارات کے علاوہ بعض بیرونی اخبارات نے بھی اس کو شائع کیا جس کی وجہ سے دور دراز تک یہ غلط فہم ہو گیا کہ رضا خانیت کو اپنے مرکز میں شکست ہو گئی۔ خود بریلی کے رضا خانی صاحبان بھی اپنی اس کھلی شکست اور بانی مناظرہ کے اس فیصلہ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ خلافِ عادت بیس دن تک بالکل خاموش رہے۔ مگر اللہ بھلا کرے ان بیرونی رضا خانیوں کا جنہوں نے بریلی کے قلوب کعبوں کو خط پر خط لکھ کر جھنجھوٹا اور لکھا کہ اگر شبیری فیصلہ کے خلاف کوئی بیان آپ کی طرف سے شائع نہ ہوا تو ساری برادری کی سخت ذلت اور رسوائی ہوگی اور اس سے جو جماعتی نقصان پہنچے گا وہ ناقابلِ تلافی ہوگا۔ اہل چیزوں سے مجبور ہو کر یہاں کے عمائد رضا خانیت نے بھی ایک اشتہار ”مناظرہ بریلی کی مختصر روداد“ کے عنوان سے مرتب کیا اور بیرونِ نجات میں کثرت کے ساتھ بھجا۔ لیکن بریلی میں صرف اپنے خاص خاص آدمیوں کو دیا گیا۔ اس اشتہار پر تاریخ اگرچہ ۱۷ مئی لکھی گئی ہے لیکن ہم کو بڑی تلاش و جستجو کے بعد اس کی ایک کاپی مئی کی آخری تاریخوں میں مل سکی۔ اس اشتہار میں دروغ بیانی اور غلط گوئی کا جو حیرت انگیز کمال دکھلایا گیا ہے وہ حقیقت اس کی لپٹ کسی مذہبی لٹریچر میں نہیں مل سکتی۔

جو حضرات اس مناظرہ میں شریک تھے ان سے تو ہماری صرف یہ درخواست ہے کہ وہ علماء رضا خانیت

کے اس اعمال نامہ کو دیکھیں اور ان کی صداقت شعاری اور راست بازی کی داد دیں۔ اور جو حضرات وہاں موجود نہیں تھے ان کے لئے اگرچہ اصل حقیقت کا پتہ چلنا دشوار ہے لیکن ہم انشاء اللہ ایسے پختہ اصولوں پر تنقید کریں گے کہ غائبین بھی حقیقت حال معلوم کر سکیں۔ و ما توفیقی الا باللہ۔

رضا خانیوں کا یہ طویل و عریض اشتہار ”حامد یار“ کے نام سے شائع کیا گیا ہے گویا مناظرہ کے متعلق یہ اس بے چارہ کا تحریری بیان ہے۔ لیکن جو لوگ اس شخص سے واقف ہیں ان کو معلوم ہوگا کہ وہ غریب تو دو سطریں بھی نہیں لکھ سکتا اور جو واقف نہیں ہیں وہ اس سے گفتگو کر کے اور اسی اشتہار کی دو چار سطریں بطور اظہار لکھ کے معلوم کر سکتے ہیں کہ آیا یہ اسی بے چارہ کا لکھا ہوا ہے یا کسی دوسرے حامد کا۔

چرخ کو کسب یہ سلیقہ ہے ستم گاری میں
کوئی ہے اس پردہ زنگاری میں

اس تمہید کے بعد ہم نمبر وار تنقید شروع کرتے ہیں۔

۱ اشتہار نویس صاحب (حامد) اپنے اس اشتہار میں لکھتے ہیں کہ۔

” میں جو کچھ بھی اپنے اس اشتہار کے اندر مناظرہ بریلی کے متعلق مختصر لکھوں گا اس کا عہد کرتا ہوں کہ اپنے اللہ کو سمیع و بصیر جانتے ہوئے امانت و دیانت کے ساتھ صحیح لکھوں گا کہ قرآن کریم کا یہ ارشاد کہ ”لعنة الله على الكاذبين“ میرے پیش نظر ہے مجھے کسی فریق کی جانب داری سے کوئی علاقہ نہ ہوگا۔“

لیکن اس عہد پر وہ کہاں تک قائم رہے اس کی تفصیل آگے ملاحظہ ہو۔

۲ : اس کے بعد ہی متصلاً لکھتے ہیں کہ ” میں وہ شخص ہوں جس نے فریقین کے علماء کو مناظرہ کی

دعوت دی، انہیں مناظرہ پر آمادہ کیا۔“ حالانکہ العقاد مناظرہ سے پہلے کبھی ایک مرتبہ بھی مولانا

محمد منظور صاحب نے ان کی صورت نہیں دیکھی۔ البتہ جناب محمد شبیر صاحب اس مناظرہ کے سلسلہ میں کئی بار مولانا کے پاس آئے گئے، نیز اسی اشتہار میں آگے یہ بھی مذکور ہے کہ مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی سردار احمد صاحب کو مناظرہ کا چیلنج دے دیا جس کو نہایت ادولوا العزمی کے ساتھ مولوی سردار احمد صاحب نے منظور کر لیا۔

پھر فریقین کو مناظرہ پر آمادہ کرنے کے کیا معنی؟ سچ ہے ”دردخ گور حافظ نہ باشد“

۲ اس کے بعد یہی حامد میاں العقاد مناظرہ کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

”ماہ محرم الحرام کے دوسرے عشرہ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

کی کتاب ”حفظ الایمان“ کی ایک عبارت کے متعلق شہر کشمیر بریلی سے جناب مولانا مولوی

سردار احمد صاحب گورداسپوری مدرس دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے پاس ایک سوال آیا اور

اس میں ایک صاف صریح جھوٹ تو یہ ہے کہ ”جناب محمد شبیر صاحب“ کے جس سوال کا یہ

ذکر ہے اس میں کہیں ”حفظ الایمان“ کا تذکرہ نہیں۔ اور دوسرا فریب یہ ہے کہ سوال کرنے والے ”جناب

محمد شبیر صاحب“ کا نام نہیں لکھا گیا تاکہ کہیں لوگوں کو یہ معلوم نہ ہو جائے کہ محمد شبیر صاحب ہی درحقیقت اس

مناظرہ کے بانی مہمان تھے اور وہ دیوبندی نہیں تھے بلکہ رضا خانی ملتے ایسی عقیدت رکھتے تھے کہ ایک اہم مسئلہ

میں ان سے فتوے لینے گئے تھے۔

اور تیسرا جھوٹ یہ ہے کہ ”یہ سوال شہر کشمیر سے مولوی سردار احمد صاحب کے پاس آیا۔ ہم نے اپنی

رونداد کے ابتدائی اوراق میں جہاں محمد شبیر صاحب کا سوال اور مولوی سردار احمد صاحب کا جواب نقل کیا ہے

وہیں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جناب محمد شبیر صاحب نے اپنا سوال جناب مولوی حامد رضا خان صاحب کے سامنے

پیش کیا تھا لیکن (شاید ساٹھ سالہ تجربہ کی وجہ سے ان کو اس سوال ہی میں مناظرہ کی بو آگئی اس لئے) انہوں نے

خود جواب نہیں لکھا اور اس طرح وہ بلا بے چارے مولوی سردار احمد کے سر پر گئی۔

یہ تین سطروں میں صرف تین جھوٹ اس راست باز کے ہیں جو خدا کو سب و بصیر مان کر ”لعنہ اللہ علی

الکاذبین“ پڑھ کر ابھی ابھی یہ عہد کر چکا ہے کہ ”میں جو کچھ لکھوں گا صحیح لکھوں گا“ معلوم ہوتا ہے کہ

نئے مجدد کے نئے دین و مذہب میں شاید غلط اور صحیح، سچ اور جھوٹ کے معنی بھی بدل گئے ہیں۔

صحیح کا نام غلط رکھ دیا اور غلط کا صحیح

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

۴ پھر یہی راست باز (واقعی یا فرضی حامد) مناظرہ کے پہلے دن کے متعلق لکھتے ہیں۔

” وہ ساعت آگئی جس کے تصور سے دہائی جماعت کا دل لرز رہا تھا یعنی دس بج گئے اور دہائی جماعت کے مناظر مولوی منظور صاحب میدان مناظرہ سے اس طرح غائب ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ “

۵ : پھر اسی سلسلہ میں چند سطر کے بعد لکھتے ہیں۔

” جب دہائیوں کے مناظر مولوی منظور صاحب کو پاب دست دگرے دست بدست دگرے میدان مناظرہ میں لایا گیا ” الخ “

قطع نظر اس سے کہ اس میں کیسا صدی فی صدی جھوٹ بولا گیا ہے ہم اپنے ناظرین کو یہاں صرف اس طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ یہ ناپاک الفاظ اس شخص کے ہیں جو ابھی ابھی خدا کو تسبیح و تعظیم جان کر اور حضرت علی کا ذمہ ” کی تلاوت کر کے کہہ چکا ہے کہ ” مجھے کسی فریق کی جانب داری سے کوئی علاقہ نہ ہوگا “ ہم بھی کہتے ہیں کہ ایسے جھوٹوں پر خدا کی ایک نہیں بلکہ ہزار بلکہ شمار لگتیں، کہو آمین۔

۶ : پھر اسی اشتہار میں لکھا گیا ہے کہ۔

” اس مناظرہ کا انعقاد دونوں فریقوں کے اتفاق سے اس لئے ہوا تھا کہ مولانا مولوی سردار احمد صاحب نے مولوی اشرف علی صاحب کی حفظ الایمان کی عبارت پر جو فتوے دیا ہے اس عبارت پر کلام ہوگا “

اس سے زیادہ سفید جھوٹ اور کیا ہو سکتا ہے۔ مولانا محمد منظور صاحب اور مولوی سردار احمد صاحب کی تحریریں ہم اپنی بونداد کے شروع میں نقل کر چکے ہیں۔ مولانا محمد منظور صاحب کی تحریر میں یہ تصریح ہے کہ۔

” میں تمام زامی امور میں مولوی سردار احمد صاحب سے مناظرہ کرنے کو تیار ہوں “

اور مولوی سردار احمد صاحب کے الفاظ یہ ہیں کہ۔

” مولوی منظور صاحب کا چیلنج مناظرہ فقیر کو بغیر نظر و فکر منظور ہے جن امور میں وہ مناظرہ کرنا

چاہیں فقیر بھی کچھ نہ تھائے ان امور میں مناظرہ کئے تیار ہے۔ ” ناظرین کرام فریقین کی تحریروں میں موضوع مناظرہ کی تفصیل دیکھیں اور اس اشتہار نویس کے اس بہادرانہ جھوٹ کی داد دیں۔
 ۱۔ اس کے بعد اشتہار میں لکھا ہے کہ۔

” مولوی منظور صاحب نے اس عبارت (یعنی عبارت حفظ الایمان) کو چھوڑ کر دوسرے مسائل پر کلام کئے جانے کی شرط کو پیش کیا اور اس پر نہایت سختی کے ساتھ اصرار کیا۔“
 جو حضرات مناظرہ میں موجود تھے وہ خاص طور پر اس سفید جگہ سیاہ جھوٹ کو ملاحظہ فرمائیں۔ اور حامد میاں کی اس راست بازی کی داد دیں، اور جو حضرات وہاں نہیں تھے ان کو تفصیلی روزنامہ کے مطالعہ سے معلوم ہو چکا ہوگا کہ موضوع مناظرہ کے متعلق نزاع یہ تھا کہ مولوی سردار احمد صاحب کہتے تھے کہ مناظرہ صرف ”حفظ الایمان“ کی عبارت پر ہوگا اور مولانا محمد منظور صاحب کا اصرار تھا کہ حسام اکرمین کے تمام مباحث پر بالترتیب اور دوسرے اختلافی مسائل پر بھی مناظرہ ہوگا۔ اور مولانا کا یہ اصرار بالکل بجا تھا جس کے سامنے بالآخر مولوی سردار احمد صاحب کو بھی جھکنا پڑا اور ان کو اس کی تحریر بھی دینی پڑی اگرچہ عمل کے وقت وہ اس سے گریز کر گئے۔

۸۔ اس اشتہار میں مولانا محمد منظور صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ۔

” آپ نے ایک موقع پر ”تعلیق بالاحمال“ کا لفظ بولا اور تحریر میں لکھا جب ان سے مولانا سردار احمد صاحب نے مطالبہ کیا کہ بتاؤ تعلیق بالاحمال کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا مطلب ہے تو حیران و ششدر ہو کر اور سر کلپ کر بیٹھ گئے اور جواب نہ دے سکے۔“

جو لوگ مجلس مناظرہ میں موجود تھے وہ تو اس جھوٹ پر لعنت بھیجیں گے لیکن جو وہاں موجود نہ تھے وہ

۱۔ ان عقل کے دشمنوں کے نزدیک شاید تعلیق بالاحمال کا لفظ بھی کوئی ایسا دقیق اور غامض لفظ ہے جس کے لئے راہی

اور غزالی کے آنے کی ضرورت ہے۔ مگر ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہمارے یہاں اس قسم کے جوابات دینے کے لئے مضمری کبریٰ پڑھنے والے

طلباء تیار ہیں۔ مدرسہ میں اگر ان سے استفادہ کیجئے۔

بھی مولانا محمد منظور صاحب کی علی جلالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے غالباً بات آملی کہیں گے۔ ” ان هذا الاختلاق“
 اصل واقعہ یہ تھا کہ جب مولوی سردار احمد صاحب نے یہ پوچھا کہ تعلیق بالمحال کس کو کہتے ہیں؟ تو مولانا
 نے یہ فرمایا کہ یہ بات مجلس مناظرہ میں پوچھنے کی نہیں ہے بلکہ مدرسہ میں پوچھنے کی ہے۔ اس وقت میں مناظرہ کے
 لئے کھڑا ہوں سبق پڑھانے کے لئے نہیں بیٹھا ہوں۔ لیکن اس کے بعد بھی مولوی سردار احمد صاحب اپنی کج بکثی
 سے باز نہیں آئے تو مولانا نے فرمایا کہ اگر میری منطق دانی کا امتحان لینا ہے تو پھر اچھا یہ ہے کہ آپ حضرات میں
 جو سب سے بہتر منطق جانتا ہو اس کو کھڑا کر دیجئے اور ایک گھنٹہ خالص علمی گفتگو کے لئے مقرر کر لیجئے خدا لے جا یا
 تو چند منٹ میں معلوم ہو جائے گا کہ آپ حضرات کو منطق کی ہوا بھی نہیں لگی۔ لیکن اگر صرف غلط بحث کرنے اور
 وقت ضائع کرنے کے لئے آپ اس قسم کی کج بحثیاں کریں گے تو میں ہرگز جواب نہیں دوں گا۔ میرے نزدیک یہ وقت
 نہایت قیمتی ہے اور مجھے اسی وقت میں لوگوں کو آپ حضرات کی مذہبی گمراہیوں پر مطلع کرنا ہے۔ مولوی سردار احمد
 صاحب نے کہا کہ اگر آپ جواب نہیں دیتے تو پھر اپنی تحریر میں سے تعلیق بالمحال کا لفظ نکال دیجئے۔ مولانا نے
 فرمایا کہ اگر آپ تعلیق بالمحال کا لفظ نہیں سمجھ سکتے تو مجھ کو اس کے نکال دینے میں کوئی عذر نہیں۔ اس کے بعد
 مولانا نے اپنی تحریر سے وہ لفظ نکال دیا۔“

۹ اس اشتہار میں یہ بھی لکھا ہے کہ۔

” مولانا سردار احمد صاحب جن قدر علی سوالات کرتے تھے جواب دینا تو درکنار مولوی منظور
 صاحب اور نہ صرف مولوی منظور احمد صاحب بلکہ تمام دیوبندی جماعت انہیں سن کر حیران
 و ششدر ہو جاتی تھی۔“

مشرک کا یہ مناظرہ غور فرمائیں کہ یہ بریلی کے مناظرہ ہی کا واقعہ ہے یا کسی خواب کے مناظرہ کا۔ کیا مولوی
 سردار احمد صاحب نے کوئی ایک بھی ایسا سوال کیا تھا جس کو علی کہا جاسکے، معلوم ہوتا ہے کہ رضائی محکمات
 میں روئداد کے پڑ کرنے کے لئے کچھ سوالات ڈھلے جا رہے ہیں۔ یہ انہیں کی پیش بندی ہے بہت اچھا ہم بھی کہیں
 نہیں گئے ہیں۔

۱۰۔ اس اشتہار میں مولانا محمد منظور صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ وہ۔

” اس عبارت (یعنی عبارت حفظ الایمان) کا کوئی مطلب ایسا نہ بتا سکے جس سے اس عبارت

سے توہین گستاخی ہونے کا حکم اٹھ جائے۔“

جو حضرات مناظرہ میں شریک تھے وہ حضرات تو مولانا کی ان رضا خانیت شکن تقریروں کو یاد کریں جنہوں نے روز روشن کی طرح واضح کر دیا تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین کا شائبہ بھی نہیں اس پر کفر کا فتوے دینے والے یا مفسری کذاب ہیں یا جاہل ناقابل خطاب۔ اور جو وہاں مناظرہ میں موجود تھے وہ حضرات مولانا کی وہ تقریریں تفصیلی روداد میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱۔ مولانا محمد منظور صاحب نے حفظ الایمان کے مضمون کی تائید میں قرآن کریم سے سورہ بکہہ سترہ آیتیں پیش کی تھیں ان کے متعلق اس اشتہار میں لکھا گیا ہے کہ۔

” مولوی منظور صاحب نے عوام کو دھوکہ دینے کے لئے قرآن حکیم کی سورہ آیتیں تلاوت کیں

مگر کسی ایک کے ترجمہ یا مطلب سے بھی حفظ الایمان کی اس عبارت کو ثابت نہ کر سکے۔“

یہ آیتیں اپنے موقع پر تفصیلی روداد میں آچکی ہیں۔ ناظرین فیصلہ فرمائیں کہ ان سے حفظ الایمان کا

مضمون ثابت ہوتا ہے یا نہیں ؟

۱۲۔ مولوی سردار احمد صاحب نے اپنے نزدیک حفظ الایمان کی عبارت کے دو فوٹو بنا کر پیش کئے

تھے۔ ایک یہ کہ۔

” مولوی اشرف علی صاحب کی ذات پر عالم ہونے کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو“

اور دوسرا فوٹو یہ کہ۔

” مولوی اشرف علی صاحب کے چہرہ پر حسین ہونے کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو۔“

مولانا محمد منظور صاحب نے ان فوٹوؤں کو غلط اور عبارت حفظ الایمان کے غیر مطابق ثابت کرنے کے بعد

ان کا جو دندان شکن دہان دوز جواب دیا تھا کہ جس سے مولوی احمد رضا خان صاحب کی روح بھی تھوڑی دیر کے لئے تڑپ گئی ہوگی اور جن زندہ رضا خانیوں نے بھی اس کو سنا تھا یقین ہے کہ وہ بھی تازہ لیست اس کو نہ بھولیں گے

اُس کا اس اشتہار میں کوئی ذکر نہیں کیا بلکہ اس کے متعلق یہ صریح جھوٹ بولا گیا کہ۔

۱۲۔ نہ صرف مولوی منظور صاحب بلکہ وہاں بیان بریلی کی وہ قلیل جماعت جو میدانِ مناظرہ میں موجود تھی ان دونوں فٹوؤں کی عبارت کو سن کر کرب و بے چینی سے تلملا اٹھی۔ (ادرجواب کا ذکر نہ وارد)۔

مولانا کا وہ دندان شکن جواب اپنے موقع پر تفصیلی رواد میں نقل کیا جا چکا ہے۔ ناظرین کرام ملاحظہ فرما کر اس اشتہار نویس کی راستبازی کا اندازہ کریں۔

۱۳۔ رضا خانیوں نے حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے رضا خانیت شکن بے پناہ واروں سے تنگ آ کر مجلسِ مناظرہ کو درہم برہم کرنے کے لئے جو شرمناک اور انسانیت سوز طریقہ اختیار کیا انسانیت و شرافت ہمیشہ اس پر لعنت کرے گی۔ بالخصوص رضا خانیوں کے صدر مولوی حبیب الرحمن کا شور و شغب اور ان کے اشارہ پر رضا خانی غنڈوں کی وحشیانہ بدشہسائی وہ چیزیں ہیں جن پر بعض ان رضا خانیوں نے بھی نفرت کی جو تہذیب و انسانیت سے بالکل محروم نہیں تھے۔ لیکن اس اشتہار میں ان چیزوں پر پردہ ڈالنے کے لئے وہ سفید جھوٹ بولا گیا ہے جس کی نظیر رضا خانی لٹریچر کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتی اور نہ چشم دید واقعات میں فرزندِ ان رضا خانیت کے علاوہ کوئی دوسرا اس دلیری کے ساتھ جھوٹ بول سکتا ہے ہم اختتامِ مناظرہ کے صحیح واقعات تفصیلی رواد میں لکھ چکے ہیں ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔

۱۴۔ جناب محمد شبیر صاحب ہائیٰ مناظرہ کے فیصلہ کو بے اثر کرنے کے لئے اس اشتہار میں ان بیچاروں کو بھی دیوبندی لکھا گیا ہے ہم تو اس سے بہت خوش ہیں کہ ہماری جماعت میں ایک آدمی کا اضافہ ہوا۔ اللہ و زدِ فرد۔

لیکن یہ چیز واقع کے بالکل خلاف اور نہایت سفید جھوٹ ہے۔ اگر جناب محمد شبیر صاحب پہلے سے دیوبندی ہوتے تو مولانا اشرف علی صاحب کے متعلق فتوے لینے کے لئے مولوی حامد رضا خان صاحب کے پاس نہ جلتے اور ان سے یہ نہ پوچھتے کہ میرا بھائی مولوی اشرف علی صاحب کو مانتا ہے میں اس سے ملوں یا نہ ملوں، کیا کسی دیوبندی کو بھی یہ دوسرا ہو سکتا ہے؟ پس جناب محمد شبیر صاحب کا فتویٰ لینے کے لئے مولوی

حامد رضا خان صاحب کے پاس جانا اور ان کا زبانی ، اور مولوی سردار احمد صاحب کا تحریری یہ فتوے دینا کہ اگر تمہارا بھائی مولوی اشرف علی صاحب کی حقیقت سے باز نہ آئے تو اس سے ترک تعلق کر دیا جائے ، اس سے میل جول ، سلام کلام ، کھانا پینا ، سب حرام ہے ۛ یہ صریح دلیل اس کی ہے کہ جناب محمد شبیر صاحب دیوبندی نہیں تھے بلکہ مولوی حامد رضا خان صاحب سے علمی اور مذہبی حقیقت رکھتے تھے اور مولوی صاحب موصوف بھی ان کو اپنا برادر مذہبی جانتے تھے جب ہی تو ان کو یہ ترک موالاتی فتویٰ دیا۔

علاوہ اس کے مسلمانان بریلی کو یہ بھی یاد ہو گا کہ اب سے کئی سال پہلے جب کہ جناب محمد شبیر صاحب بریلی ہی میں مقیم تھے انہوں نے مسلمانوں کے سود و بیہود کے لئے ایک انجمن قائم کی تھی اور اس کا ایک جلسہ بھی کیا تھا جس میں صرف رضا خانی علماء کو بلایا تھا اور اسی سلسلہ میں جناب مولوی حامد رضا خان صاحب نے مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی کے بلانے کے لئے ایک خط بھی لکھ کر جناب محمد شبیر صاحب کو دیا تھا ، مولوی حامد رضا خان صاحب سے بکلف اس کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔

نیز بعض انجمنوں میں جناب محمد شبیر صاحب اور مولوی حسنین رضا خان صاحب خلیفہ خاص و داماد جناب مولوی احمد رضا خان صاحب نے مل کر دوش بدوش کلم کیا ہے۔ ان انجمنوں کے رجسٹر اگر تلف نہ ہوتے ہوں تو وہ اس حقیقت کی شہادت دیں گے۔

بہر حال جناب محمد شبیر صاحب کو صرف مضفاز فیصلہ دے دینے کی وجہ سے دیوبندی کہہ دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ یہود مدینہ حضرت عبداللہ بن سلام کو ۛ خیرنا و ابن خیرنا ۛ کہتے تھے یعنی قوم یہود کا افضل ترین فرد (لیکن جیسے ہی انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کی شہادت دی اور اسلام قبول کیا تو وہی کذاب یہودی کہنے لگے ۛ مشرنا و ابن مشرنا ۛ (یعنی یہ تو ہم میں بدترین شخص ہے اور اس کا باپ بھی ایسا ہی خراب تھا)۔

۱۵ : بعض رضا خانی ایجنٹ جناب محمد شبیر صاحب باقی مناظرہ سے جو خلاف بیانت تحریر مناظرہ کے متعلق لینا چاہتے تھے اس کا ذکر و تعداد میں کیا جا چکا ہے لیکن اشتہار میں اُس سے صاف انکار کیا گیا ہے مگر اباب بصیرت کے لئے اسی انکار میں اس گنہ جرم کا صریح اقرار موجود ہے اس موقع پر اس اشتہار کی عبارت

یہ ہے کہ

” بعض اہلسنت جن پر یہ اقرار کیا جاتا ہے کہ انہوں نے محمد شبیر صاحب سے تحریر

لینی چاہی، ان افراد نے جو زبردست احسان دیوبندی علماء اور دیوبندی مناظر مولوی منظور صاحب پر کیا تم سب تمام عمران کے ذمہ شکر سے عمدہ برا نہیں ہو سکتے کہ چار دن تک برابر آپ کے مناظر نے ہر قسم کے گندے حملے علماء اہلسنت پر کئے مگر ان افراد نے اثنائے مناظرہ میں کسی قسم کی کوئی ذلت یا تکلیف نہیں پہنچے دی “

جن لوگوں کے دماغ جو ہر لطیف سے خالی نہیں ہیں وہ ان سطر دل کو غور سے پڑھیں جناب محمد شبیر صاحب نے اپنے فیصلہ میں ان لوگوں کا نام نہیں لکھا تھا جو ان سے وہ تحریر حاصل کرنا چاہتے تھے بلکہ انہوں نے صرف یہ لکھا تھا کہ۔

” مولوی سردار احمد صاحب کے فریق کے بعض آدمیوں نے بہت سے ناقابل ذکر حیلوں سے مجھ سے اس قسم کی تحریر لینا چاہی “

بہر حال محمد شبیر صاحب کے اس فیصلہ میں کوئی ہلکا اشارہ بھی ایسا نہیں تھا جس سے یہ معلوم ہو سکتا کہ وہ کون لوگ تھے لیکن مثل مشہور ہے کہ ” چور کی داڑھی میں تنکا “ اس اشتہار میں ان لوگوں کو متعین کر دیا گیا کہ وہ وہی تھے جو اثنائے مناظرہ میں امن قائم رکھنا چاہتے تھے اور وہ یہی ” حامد یار تھے “ جو پولیس میں حفظ امن کی ذمہ داری دے کر آئے تھے اور اسی ذمہ داری کی وجہ سے وہ امن قائم رکھنے کی کوشش کرتے تھے ، دیکھو چوہ لیل اپنے اقرار سے پکڑا جاتا ہے ۔

دغا ہوتی ہے جس دل میں وہی چھاتی دھڑکتی ہے

فساد بلندی سے آنکھ رہ رہ کر چھٹکتی ہے

اگر واقعی حامد یار صاحب نے ایسی حرکت نہیں کی تھی تو ان کو چاہئے تھا کہ انکار کرنے سے پہلے جناب محمد شبیر صاحب سے دریافت کرتے کہ کس شخص نے آپ سے ایسی تحریر لینی چاہی تھی ؟ لیکن پہلے ہی سے یہ شور مچا دینا کہ میں نہیں تھا میں نہیں تھا اصول نفیث کی بنا پر الزام کو اور قومی کردیتا ہے حقانیت کا معجزہ دیکھو کہ قدرت انکار کرنے

والوں سے اقرار کراتی ہے

کیا لطف — کہ غیبر پر وہ کھولے

جادو وہ ہے جو سر پہ پڑھ کے بولے

ربا یہ ہستان کہ مولانا محمد منظور صاحب نے رضا خانی علی پر گندے حملے کے یہ بھی نہایت سفید جھوٹ ہے جو مسلمان مناظرہ میں موجود تھے ان کو یاد ہو گا کہ بعض اوقات مولوی سردار احمد صاحب نہایت ناپاک اور گندے الفاظ مولانا اور آپ کے اکابر کے متعلق استعمال کرتے تھے جس سے سننے والوں کو بھی اشتعال ہوتا تھا اور ان کا پیمانہ صبر چھلک جاتا تھا مگر مولانا محمد منظور صاحب اپنے خداداد تحمل سے اس کو برداشت کرتے تھے اور اہلسنت کے مشعل جذبات کو بھی فرو کرتے تھے البتہ کبھی کبھی مولانا نے ایسا ضرور کیا ہے کہ مولوی سردار احمد صاحب نے خود مولانا یا ان کے کسی بزرگ کے متعلق سخت کلمات کہے تو مولانا نے بعینہ وہی کلمات مولوی احمد رضا خان صاحب پر ٹوٹا دیئے۔ گویا عطائے تو برحقانے تو پر عمل کرتے ہوئے ان کا بدیہ انہیں کو واپس کر دیا۔ مگر وہ بھی ہر دفعہ نہیں بلکہ بعض دفعہ مجبور ہو کر ہم نے مناسب نہیں سمجھا کہ مولوی سردار احمد صاحب کی وہ گندی گالیاں نقل کر کے رد و داد کو گندگی سے ملوث اور ناظرین کے طبیعت کو مکدر کریں۔ چنانچہ اسی وجہ سے ہم نے رد و داد میں ان کی وہ گالیاں نقل کرنے سے چھوڑ دیں۔ مگر رضا خانیوں کے اس اشتہار نے ہم کو مجبور کیا کہ ہم ناظرین کو رضا خانی گالیوں کی بھی سیر کرائیں۔ لیکن اب اگر ہم مولوی سردار احمد صاحب کی وہ گالیاں نقل کریں جن سے انہوں نے حاضرین مجلس مناظرہ کی طبیعتوں کو منقبض کیا تھا اور جن کے بیان کرنے میں انہوں نے مسجد حبیبی مقدس جگہ کا احترام بھی بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ تو اندیشہ بلکہ یقین ہے کہ مناظرہ کے دوسرے واقعات کی طرح ان کا بھی صاف انکار کر دیا جائے گا۔ اس لئے ہم ان کے قبلہ و کعبہ خان صاحب بریلوی کی گندہ تہذیب کے چند نمونے ان کی بعض مطبوعہ کتابوں سے پیش کرتے ہیں۔ بس ناظرین سمجھ لیں کہ یہی گندی گالیاں مولوی سردار احمد صاحب کی زبان پر پڑھی ہوئی تھیں، جن کو وہ مختلف الفاظ اور نئے نئے انداز سے بیان کرتے تھے الفاظ مختلف اور مضمون سب کا ایک ہوتا تھا۔

اس وقت ہمارے سامنے خان صاحب کی مشہور اور مایہ ناز کتاب ”وقعات النان“ ہے جو اب سے پچوٹیس برس پہلے اسی حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے رسالہ بسط البنان کے

جواب میں لکھی گئی ہے۔ ہم اس وقت صرف اسی ایک کتاب سے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

رضا خانی تہذیب کی عریاں تصویر

۱۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

” یہ اپنی دوستی میں وہ تیسرا داخل کر کے۔ “ ”وقعات السان“ ص ۲۵

۲۔ اس کے چند سطر بعد اسی صفحہ پر مکرر ارشاد ہے۔

” اس کی دوستی میں اس تیسرے کا دخول۔ “ ص ۲۵

۳۔ ایک جگہ ارقاء فرماتے ہیں۔ ” مسماۃ یہ تیسرا بھی کیسا ہضم کر گئی “ ص ۲۵

۴۔ ” سیلیا والا بیچ لیا یاد کرے گا کسی کرے سے پالا پڑا تھا “ ص ۴۹

۵۔ ” اب وہ کھولوں جس سے مخالف چوندا ہیا کرپٹ ہو جائے اور آنکھ کھولے تو جو پٹ ہو جائے “

ص ۴۹

۶۔ ” سیلیا کتنی ہے میں یوں نہیں مانتی میری ٹھیرائی پر اترو “ ص ۵۲

۷۔ ” دیکھوں تو اس میں تم میری ڈیرہ گرہ کیسے کھولے لیتے ہو “ ایضا ص ۵۲

۸۔ ” سیلیا کی کلا بازیاں ملاحظہ ہوں، خصم کے کرے دار کی گھبراہٹ میں سب کچھ تو ان کی بول گئی “

ص ۶۶

۹۔ حضرت مولانا مفتاح نووی مظلوم کے متعلق صفحہ ۶۸ پر لکھا ہے۔

” اب جو مسلمانوں نے آڑے ہاتھوں لیا چھکے چھوٹ گئے سینے ٹوٹ گئے یہ تو بھٹ گئے دم الٹ گئے معاف

کیجئے معاف کیجئے آپ جیتے میں ہمارا ج لب نازک سے آنے لگی صدالیں بس کی “ ص ۶۸

۱۰۔ ” سیلیا کی چسپ پیریاں تو گوہر کو بھی مات کر گئیں اب مسلمانوں کے چھلنے کو پھر کاوا کاٹتی ہے “ ص ۶۹

تلاٹ عشرۃ کاملہ : یہ پوسے دس نمبر ہوئے۔ مگر چونکہ رضا خانی امت کو گیارہویں سے بہت زیادہ محبت ہے اس لئے ہم ایک گیارہویں نمبر اور بڑھاتے ہیں۔ اور جانے کی ضرورت نہیں اسی ”دقائق السنن“ صفحہ ۶۰ پر ربط اہلستان ہی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے اور کس قدر پاکیزہ ارشاد ہے کہ منتہیاں بھی شرعاً جائیں۔

۱۔ ان رمی سلیا تیرا بھولا پن خون پو پھنسی جا اور کہہ خدا بھوٹ کرے ص ۶۰
مسلمانو! مسلمانو!! لئے شمع محمدی کے پروانو!!! تمہیں اخلاق محمدی کا واسطہ، اپنے دین و ایمان کا واسطہ اللہ کی دمی ہوئی شرافت و انسانیت کا واسطہ، خدا را غور کرو کیا کوئی مہذب انسان ایسی مغالطات بک سکتا ہے؟ کیا تم نے تنبیہ کنجریوں کے سوا کسی کافر سے بھی یہ ناپاک گالیاں سنی ہیں، او ان ناپاک اور گندی باتوں سے عیا و شرم کی ناک کٹ جاتی ہے جہیں انسانیت عرقی افعال سے تر بتر ہو جاتی ہے مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ یہ گندے کلمات نہ ناپاک گالیاں اس شخص کے قلم سے نکل رہی ہیں جو چودہویں صدی کی مجددیت کا مدعی ہے اور جس کی ذریت اس کو حضور پر نور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت صاحب حجت قاہرہ، مجدد آیۃ حاضرہ نوید ملت طاہرہ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیہ وسلم کے موٹے موٹے خطابات سے یاد کرتی ہے اور جن کو شیخ محشر سائی کوثر وغیرہ وغیرہ سمجھتی ہے۔

لے اگرچہ خان صاحب نے اس کتاب کو اپنے صاحب زادے بلذا اقبال کے نام سے شائع کیا ہے لیکن دنیا جانتی ہے کہ یہ لب و لہجہ خان صاحب کے سوا کسی اور کو نصیب ہی نہیں ہوا۔ علاوہ ازیں یہ کہ صاحب زادے صاحب کی پوزیشن بھی رضا خانیوں میں کوئی معمولی نہیں ہے وہ خان صاحب کے سچے جانشین اور رضا خانیت کے قبلہ و کعبہ سمجھے جاتے ہیں۔ اور ان کے نام کے ساتھ، ”محی الدین جیلانی“ اور ”آل الرحمن“ (یعنی خدا کی اولاد) جیسے موٹے موٹے الفاظ لکھے جاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ، رضا خانی حضرت شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانیؒ کو بھی اسی کٹر کاسمجھتے ہیں۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ ۱۲ مرتب۔

بہ مسلمان خمد کریں کہ خان صاحب اپنے صاحب زادے کو آل الرحمن لکھ کر خود کیا بننا چاہتے ہیں۔ مرزا قادیانی کو یہ دوسرے بھائی اور خلیفہ محمود کو سنے چچا مبارک ہوں ۱۲

۱۲ دیکھو مائج اعلیٰ حضرت، مطبوعہ حسنی پریس بریلی ۱۲

بہر حال مولوی سردار احمد صاحب مناظرہ میں ایسی ہی گندی ذہنیت کی نمائش بار بار کرتے تھے جس سے مدبر
حاضرین کو بھی سخت کوفت ہوتی تھی اور مولانا محمد منظور صاحب بڑی حد تک برداشت کرتے تھے لیکن اس اشتہار میں
مولانا محمد منظور صاحب کی سخت گفتاری کی شکایت کی گئی ہے ۔

تم وہ نازک کہ خموشی کو فغاں کہتے ہو

ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی ستم ہے ہم کو

۱۶۔ اس اشتہار کے اخیر میں اس بہادر اشتہار نویس نے مسلمانان بریلی سے اپیل کی ہے کہ ” ہمارا اشتہار

اور دیوبندی جماعت کا وہ اشتہار جو شائع ہو چکا ہے (یعنی جناب محمد شبیر صاحب کا فیصلہ غور سے پڑھیں اور
جس فریق کے اشتہار میں کذب بیانی سے کام لیا گیا ہو اس پر لغتوں کی پیہم بوجھاڑ کریں “

ہم بھی اس اپیل پر صاد کرتے ہیں لعنة الله و الملیکۃ و الناس اجمعین علی الکذابین
الدجالین الذین یفترون الکذب و ہم یعلمون ۔ آمین۔

رضا خانی اشتہار پر صرف سولہ نمبروں میں سرسری تنقید کر دی گئی ہے ۔ ان حضرات کو گوارا ہو میں بارہویں بہت
محبوب ہے مگر ہم اس پر چند گنتیوں کا اور اضافہ کر کے یہ سولہویں شریف کا ہدیہ اور پیش کرتے ہیں ۔ ع
گر قبول افتد رہے عز و شرف

احقر

رفاقت حسین فاروقی عمر وی

یکم ریح الاول ۱۳۵۴ھ

روداد مناظرہ سلاوالی (ضلع گوجرانوالہ)

هو الظفر المبين

۵۵ ۱۳ھ

مناظرہ علم غیب

مرتبہ

مولانا محمد عطاء اللہ قاسمی

انجمن ارشاد المسلمین

۱۴- بہاولپور روڈ، منگ لاہور

عرضِ ناشر

انگریز نے ہندوستان میں اپنی حکومت کی بقا کے لئے لڑاؤ اور حکومت کرو کے اصول کو بنیاد بنایا اور جب تک وہ برصغیر میں رہا اسی پر عمل کرتا رہا۔ کبھی ہندوؤں اور مسلمانوں کو محرم اور دیوالی کے سہارے لڑاتا رہا، کبھی شیعوں کی جھگڑے کرواتا رہا، اسی سلسلہ میں اس نے چند نام نہاد علماء کو آلہ کار بنا کر ایسے مسائل کو جو امت کے لئے کبھی نزاع اور اختلاف کا باعث نہ بنے تھے اور ہمیشہ سے تمام امت کے نزدیک وہ مسائل مسلم اور متفق علیہ تھے ایسے علماء کے ذریعہ ان کو بہادری اور ایسی خلیج پیدا کر دی جو دن بدن وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئی۔ علماء برحق اور امت کے درود حضرات نے ہر چند کوشش کی کہ ایسے اختلافات جن کو انگریزوں نے محض اپنی سیاسی مصالح کے پیش نظر بہادری اور بڑھایا کسی دکی طرح ختم ہو جائیں اور اس کے لئے انہوں نے ہر قسم کے مساعی جمیلہ کیں، کتابیں لکھیں، اور مناظر بھی کئے۔

اگرچہ ایسی چیزیں ہمارے اکابر کو نہ پہلے پسند تھیں اور نہ آج پسند ہیں بلکہ ان کا مسلک ہمیشہ یہی رہا کہ صحیح عقائد پر پوری امت کو مجتمع کیا جائے، انکا غیار کی سازشوں اور اپنوں کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے وہ کامیاب نہ ہو سکے جس کا انہیں ہمیشہ دکھ اور قلق رہا۔ اختلافات مٹانے کے لئے انہوں نے ہمیشہ مصالحت کا رویہ اپنایا اور کوئی ایسی بات جو اختلاف کا ذریعہ بنے ہمیشہ گریز کرتے رہے۔ اسلام میں عقیدے کو ایک بنیاد کی حیثیت حاصل ہے اس کے بغیر دین کی عمارت استوار اور مکمل نہیں ہو سکتی اس لئے عقیدہ صحیح کی حفاظت کا اہم فریضہ سمجھ لیں ہمارے اکابر نے پوری ہمت سے ادا کیا۔

یہ کتاب ہوا لظفر المبین یعنی مناظرہ علم غیب جو آپ کے ہاتھ میں ہے اسی مقصد کے لئے شائع کی گئی تھی۔

کچھ عرصہ سے "نیا جال لائے پرانے شکاری" کے مصداق بدخواہان ملت نے پھر وہی فرسودہ اور غلط باتیں دہرائی
 شروع کر دی ہیں جس سے عوام کے گمراہ ہونے کا خطرہ تھا صرف اسی مقصد کے لئے کہ صحیح عقائد امت کو معلوم ہو جائیں
 اور صحیح الفطرت ناواقف لوگ اپنی کم علمی کی وجہ سے کسی غلط طرف نہ چل دیں۔ یہ کتاب دوبارہ چھاپ رہے ہیں
 حق تعالیٰ اس کو امت میں اتفاق کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
حَمْدًا وَسَلَامًا

تہدید

یوں تو ہندوستان کے مسلمانوں میں علم طوہر پر قہر پستی اور پیر پستی بہت زیادہ رواج پا چکی ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ صوبہ پنجاب اس معاملہ میں دوسرے صوبوں سے بہت زیادہ ممتاز ہے اس میں شک نہیں کہ اس سرزمین سے پہلے بڑے بڑے اکابر اولیاء اللہ اسٹھے جو آج اس کے تحتانی طبقہ میں آرام فرما رہے ہیں۔ لیکن فی زمانہ اس کے سجادوں پر جو لوگ قابض ہیں ان میں اکثر نااہل اور محض دنیا دار ہیں اور یہی لوگ عوام میں شرک و بدعت پھیلنے کے ذمہ دار ہیں اور چونکہ ان کی عیش پرستانہ زندگی کا مدار مریدوں کے تذرانوں اور چڑھاؤں پر ہے اس لئے یہ ان تمام گمراہوں کے حامی اور مبلغ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ پنجاب میں حامیان توحید و سنت کے لئے نسبتاً زمین زیادہ سخت ہے۔ لیکن حق تعالیٰ نے اپنی سنت قدیمہ کے مطابق وہیں چند ہستیاں ایسی بھی پیدا کر دی ہیں کہ جنہوں نے اپنی زندگیاں توحید و سنت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے وقف کر رکھی ہیں۔ ان ہی بزرگوں میں سے حامی توحید و سنت ماجی شرک و بدعت عارف باللہ حضرت مولانا مولوی شاہ حسین علی صاحب دامت برکاتہم و فیوضہم کی ذات بابرکات بھی ہے آپ کو توحید و سنت سے جس قدر گہرا عشق ہے، شرک و بدعت سے اتنی ہی شدید عداوت بھی ہے اور آپ کے متوسلین و تبعین کا حلقہ بھی اسی رنگ میں رنگا ہوا ہے وہ حضرت سے فیض پا کر اس تبلیغ کو قرآن و سنت کی روشنی میں عوام میں وضاحت و تفصیل سے پھیلاتے ہیں۔

لے آپ کے خلفاء میں ایک پرورش اور مجاہد عالم مولانا منور الدین صاحب بھی ہیں آپ نے تو اپنے آپ کو تبلیغ توحید اور اعلا:

کارہ انہی کے لئے بالکل ہی وقف کر رکھا ہے اور آپ کا وطن ضلع سرگودھا کے ایک گاؤں چک منگلیا نوالہ میں ہے آپ ہر ماہ خاص

بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ

اور جن لوگوں کی طبائع کو شرک و بدعت سے کچھ انس تھا وہ توحید و سنت کی اس تبلیغ کو ٹھنڈی نظروں سے نہ دیکھ سکے اور انہوں نے ان داعیانِ توحید و سنت کے خلاف و باہیت اور امانتِ رسولؐ وغیرہ اتھانے کے اور چھ ہمتیہ استعمال کرنا شروع کر دیئے اور بڑے زور و شور کے ساتھ پرستانِ توحید کی اس جماعت کے خلاف یہ ناپاک پروپیگنڈا شروع کر دیا گیا کہ یہ بدویں ہیں، دشمنِ رسولؐ ہیں، آئندہ اولیاء کی عظمت کے منکر ہیں (والعیاذ باللہ)

یہاں تک کہ اسی سلسلہ میں سیال شریف کے سجادہ نشین قمر الدین صاحب نے اپنے چند آدمیوں کے ساتھ ۲۱ ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ کو ایک موحّد عالم کے ساتھ مسئلہ علم غیب پر گفتگو شروع کر دی۔ موحّد عالم نے اپنے عقیدہ کے ثبوت میں سورۃ الفام کی یہ آیت پیش کی۔

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدَ عِزِّ
خَزَائِنِ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبِ
(الأنعام ۶۰ = ۵۰)

اور ترجمہ یہ کیا کہ اے رسولؐ آپ کہہ دیجئے کہ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔

اس پر سجادہ نشین نے کہا کہ آیت کا یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس طرح ہے کہ۔
”اے نبیؐ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم کو نہیں کہتا کہ میرے پاس خزانے اللہ کے ہیں اور میں تم کو نہیں کہتا کہ میں غیب نہیں جانتا ہوں۔“

موحّد عالم نے کہا کہ یہ ترجمہ غلط ہے اور کسی معتبر مفسر نے ایسا نہیں لکھا، مگر سجادہ نشین اپنی بات پر قائم رہے پھر موحّد عالم نے قرآن صحابہؓ کا واقعہ پیش کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شتر جلیل القدر صحابیوں کو تبلیغِ تعلیم (بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اہتمام کیساتھ تبلیغی دورہ فرماتے ہیں اس دورہ میں آپ کی توسلین کی جماعت ساتھ ہوتی ہے جن کی تعداد بعض اوقات تیس چالیس تک پہنچ جاتی ہے کھانے پینے وغیرہ ضروریات کا کل سامان آپ کے ساتھ اونٹوں پر لدا ہوتا ہے یہ قافلہ کسی لٹی میں جا کر قیام کرتا ہے اور محض خالصاً لوجہ اللہ تبلیغ حق کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ مراعظ کا زیادہ تر حصہ دعوتِ توحید و سنت پر مشتمل ہوتا ہے کیونکہ مومن کے حالات کا تعاضل ایسی ہے۔ اس نیک کام کے آغاز کو قریباً دو سال کا عرصہ ہو چکا ہے اللہ کے سیکڑوں بندوں کو اس کے ذریعہ سے بحمد اللہ ہدایت ہوئی اور وہ شرک و بدعت سے تائب ہو کر توحید و سنت پر قائم ہو گئے۔ فوٹو: ۱ رویت دارناظرہ میں بعض جگہ ایک موحّد عالم کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس سے مراد حضرت مولانا منور الدین صاحب کی ذات والا صفات ہے۔

کے لئے ایک دفعہ بھیجا اور بعض قبائل کے لوگوں نے دھوکہ دیکر انکو نہایت بے دردی سے شہید کر ڈالا جس پر حضرت کو سخت رنج ہوا۔ پس اگر حضرت کو یہ انجام پہلے سے معلوم ہوتا تو کبھی آپ نہ بھیجتے۔

سجادہ نشین نے اس کے جواب میں فرمایا کہ حضور کو پہلے سے علم تھا کہ یہ سب شہید کر دیئے جائیں گے لیکن اس کے باوجود آپ نے ان کو بھیج دیا تھا۔ غرض کچھ دیر اسی طرح گفتگو ہوئی۔ اخیر میں سجادہ نشین صاحب باصنا بط مباحثہ اور مناظرہ کے لئے زور دیا اور فرمایا کہ میں اور علماء کو بھی اپنے ساتھ لاؤں گا۔ موعود عالم نے ابتداءً اس تجویز سے انکار کیا اور فرمایا کہ مناظرہ کے بارے میں ہمارا تجربہ اچھا نہیں ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہمارے مخالفین مناظرہ سے کرپتے ہیں اور پھر وقت پر نہیں پہنچتے اور کبھی جلد تولا کر کے ٹال دیتے ہیں اور کبھی اپنی کمزوری محسوس کر کے فساد کر دیتے ہیں، ہمارے علماء کو ناسحق تکلیف ہوتی ہے اور بلا نتیجہ خرچ کی زیرباری بھی ہوتی ہے۔ (جیسا کہ لاہور و گجرات میں وغیرہ میں ہو چکا ہے)۔

مگر سجادہ نشین صاحب نے مناظرہ پر بہت زیادہ اصرار کیا اور فرمایا کہ ۱۵ ذی الحجہ کو میں اپنی جماعت کے دیگر علماء کے ساتھ میاں ضرور پہنچوں گا۔ موعود عالم نے فرمایا کہ اگر آپ کو مناظرہ کا اتنا ہی شوق ہے تو پھر یہ اچھا ہو کہ کوئی آزاد جگہ مقرر کی جائے جو نہ میرا وطن ہو نہ آپ کا۔ چنانچہ اس کے لئے ضلع سرگودھا کا مشہور مقام "سلانوالی" مقرر ہوا۔

بنیاد مناظرہ کے طور پر فریقین نے اپنا اپنا عقیدہ بھی قلم بند کر دیا۔ پہلے موعود عالم نے اپنا عقیدہ ان الفاظ میں لکھا۔
 ”ہر چیز کا علم ہر وقت اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اگر کوئی کہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر وقت ہر چیز کو جانتے تھے تو وہ مسلمان نہیں ہے وہ کافر ہے۔“
 (نام موعود عالم)

اس کے بعد سجادہ نشین صاحب نے اپنا عقیدہ لکھا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آغاز آفرینش عالم سے تاقیامت کا علم محیط ثابت کیا ہے۔ موعود عالم نے فرمایا کہ آپ کی گفتگو علم کلی میں تھی اور جو آپ نے لکھا ہے وہ کلی نہیں بلکہ دو ہے لہذا جو آپ کا اصلی عقیدہ ہو صاف صاف لکھئے ! اس پر سجادہ نشین صاحب نے اپنا عقیدہ ذیل کے الفاظ میں لکھا۔

”اللہ کریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مغیبات کا علم دیا ہے اور حضور علم کلی جانتے ہیں جو

شخص اس عقیدہ والے کو کافر کہے وہ خود کافر ہے " (فقیر قمر الدین)

ان تمام چیزوں کے طے ہو جانے کے بعد متحد عالم نے مناظرہ کے لئے حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدبر الفرقان بریلی کو مفصل حالات لکھ کر دعوت دی۔ نیز حضرت مولانا شاہ حسین علی صاحب اور حضرت مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین لاہور نے بھی مولانا مسدوح کو تحریر فرمایا کہ اس مناظرہ نے غیر معمولی اہمیت اختیار کر لی ہے لہذا آپ کی شرکت لاہوری اور نہایت ضروری ہے۔

اگرچہ الفرقان کے اختتام سال کی وجہ سے یہ وقت مولانا کے لئے بہت زیادہ مصروفیت کا تھا مگر حضرات مذکورین کے اصرار نے مجبور کر دیا اور آپ نے شرکت منظور فرمائی اور ۱۳ ذی الحجہ کو بریلی سے روانہ ہو کر ۱۴ کی شام کو آپ سلاوالی پہنچ گئے۔

مجدد العصر حضرت مولانا شاہ حسین علی صاحب و حضرت مولانا فضل کریم صاحب بندیالی و مولانا صفی شمس الدین صاحب کیمپوری، حال بہتم و بانی مدرسہ صدیقیہ مجاہد پورہ گوجرانوالہ و شیخ الحدیث و التفسیر پہلے ہی سے وہاں پہنچ چکے تھے۔ پھر ۱۵ ذی الحجہ کی صبح کو حضرت مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین لاہور و حضرت مولانا شہاب الدین صاحب خطیب جامع مسجد چوہدری کوادر لاہور و حضرت مولانا عبدالحنان صاحب خطیب جامع مسجد سٹرکیلا لاہور و حضرت مولانا کریم بخش صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور۔ نیز بعض دیگر علماء کرام بھی پہنچ گئے مناظرہ کے لیے صبح کا وقت مقرر تھا لیکن فریق ثانی کے مناظرین وقت موعود پر نہ پہنچ سکے اس لئے بارہ بجے کے بعد کاروائی شروع ہو سکی پہلے فریقین کی طرف سے صدر کا انتخاب ہوا۔ اہلسنت نے اپنی جانب سے حضرت مولانا عبدالحنان صاحب خطیب جامع مسجد سٹرکیلا لاہور کو منتخب کیا۔ اور فریق ثانی نے مولوی کریم الدین صاحب ساکن بھین ضلع جہلم کو اپنا صدر منتخب کیا۔ سب سے پہلے شرائط کے متعلق گفتگو ہوئی۔ اور خدا کا شکر ہے کہ خلاف توقع بہت تھوڑی دیر میں ضروری شرائط طے ہو گئے۔ طے شدہ شرائط یہ تھیں۔

۱۔ مناظرہ مولوی منور الدین صاحب و صاحبزادہ قمر الدین صاحب کے ان تحریری عقیدوں پر ہوگا جو انہوں نے لکھے ہیں پہلے مولوی منور الدین صاحب کی تحریر پر بحث ہوگی جس میں ان کے فریق کی حیثیت مدعی کی ہوگی۔ اس کے بعد صاحبزادہ کی تحریر پر بحث ہوگی اور اس میں ان کے فریق کی حیثیت مدعی کی ہوگی۔

۲ : ہر بحث میں مدعی کی تقریر اول و آخر ہوگی۔

۳ : ہر بحث کے لئے سچا چار گھنٹے وقت ہوگا۔

۴ : ہر بحث میں ہر فریق کی پہلی پہلی تقریر ۱۵-۱۵ منٹ کی ہوگی اس کے بعد دس دس منٹ کی۔

اس کے بعد مناظرین کی تعیین ہوئی۔ مولوی عبدالکھان صاحب نے بحیثیت صدر منجانب اہلسنت

اعلان کیا کہ ہماری طرف سے حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی "مذیر الفرقان" مناظر ہوں گے۔ اور فریق ثانی کی طرف سے مولوی کرم الدین صاحب اعلان کیا کہ ہماری طرف سے مولوی حسنت علی صاحب مناظر ہوں گے۔

ان تمام شرائط کے بسبب طے ہو جانے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اس ساری گفتگو میں مولوی حسنت علی صاحب

اور ان کے خاص رفقاء کو دخل اندازی کا کوئی موقع نہ ملا۔ کیونکہ یہ حضرات اسی وقت ریل سے اترے تھے اور کوئی مشورہ

اس بارہ میں پہلے سے نہ ہو سکا تھا۔ اور شرائط کی گفتگو مولوی کرم الدین صاحب نے خود کی۔ یہ تمام چیزیں طے ہو

جانے کے بعد نماز ظہر کے لئے وقفہ کا اعلان کر دیا گیا۔ اہلسنت نے وہیں میدانِ مناظرہ میں نماز باجماعت ادا کی اور اتنی

ہی دیر میں مولوی حسنت علی صاحب نے مولوی کرم الدین صاحب و غیرہ کو کوئی خاص ٹی پڑھائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

بعد فراغت نماز حسب کاروائی شروع ہوئی تو فریق ثانی کی طرف سے طے شدہ شرائط میں ترمیم بازی شروع ہو گئی اور

بہت زیادہ وقت اسی کی نذر ہو گیا لیکن اہلسنت کی طرف سے ان کی ترمیمات کو تسلیم نہیں کیا گیا اور انجام کار مندرجہ بالا

شرائط ہی پر مناظرہ شروع ہو گیا جس کی کیفیت صفحات مابعد میں درج کی جاتی ہے۔ اس کیفیت کی ترتیب میں ہم نے

اس کا پورا لحاظ رکھا ہے کہ کسی فریق کی کوئی دلیل بلکہ کوئی بات بھی ذکر سے نہ رہ جائے بلکہ جہاں تک ممکن ہو سکا الفاظ

اور طرزِ ادا کی بھی رعایت کی ہے اور اس لحاظ سے یہ روئےداد اتنی مکمل ہے کہ شاید کسی مناظرہ کی روئےداد اب تک اتنی

مکمل شائع نہ ہوئی ہو۔ اس بارہ میں ہم کو جو غیر معمولی کامیابی ہوئی اس کے لئے ہم اپنے عنایت فرما دوست جناب

عنایت اللہ صاحب جی لئے گوجرانوالہ کے شکریہ گزار ہیں۔ آپ ایک اعلیٰ درجہ کے زود نویس ہیں۔ اور تقریروں کے قلم بند

کرنے میں آپ کو خاص مہارت ہے آپ اس مناظرہ میں شریک تھے اور آپ نے فریقین کی پوری پوری تقریریں قلم بند

کی تھیں ان کی اس یادداشت سے ہم کو بڑی مدد ملی۔ جو حضرات اس روئےداد سے فائدہ اٹھائیں وہ رقم الحروف کے

ساتھ موصوف کے لئے دعوئے خیر فرمائیں۔

روئداد ہذا کے متعلق دو ضروری نوٹ

۱: کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ فریقین کی بعض تقریروں میں کوئی

نئی بات نہیں ہوتی تھی اور صرف پہلی ہی باتوں کی تکرار یا

توضیح و تشریح ہوتی تھی۔ ہم نے ہر فریق کی ایسی تقریروں کو نظر انداز کر دیا ہے اس کے علاوہ اور تقریروں سے بھی ہم نے بلا فائدہ تکرار کو حذف کر دیا ہے۔ یہاں یہ بتلادینا ہمارا فرض ہے کہ غیر ضروری تکرار زیادہ تر مولوی حسنت علی صاحب کی تقریروں میں ہوتی تھی اور اسی وجہ سے ان کی تقریریں کہیں کہیں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کی تقریروں کے مقابلہ میں زیادہ مختصر نظر آئیں گی۔

۲: نیز مولوی حسنت علی صاحب کی تقریروں میں بعض اوقات اس قدر سوقیت (بازاری پن) ہوتا تھا اور اتنی غلیظ اور متعفن گالیاں ہوتی تھیں کہ جن کو انسانی شرافت کسی طرح برداشت نہیں کر سکتی ہم نے ان کو بھی بالقصد اس روئداد سے حذف کر دیا ہے اور جو بعض سخت اور دل آزار کلمات ان کی تقریروں میں ہم نے نقل کئے ہیں وہ صرف اس لئے کہ ہمارے ناظرین کو ان ذہنیت اور تہذیب و شرافت کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

محترم ناظرین کرام! یقین فرمائیں کہ ان کی جو گالیاں ہم نے نقل کرنے سے چھوڑ دی ہیں وہ منقولہ سے بدرجہا زیادہ سخت اور غلیظ تر تھیں جن کو ہمارا قلم نقل کرنے پر بھی آمادہ نہیں ہوا۔

جن حضرات نے مولوی حسنت علی صاحب کا کوئی مناظرہ اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا، اور خود راقم الحروف بھی ان ہی میں سے ہے، وہ حیران تھے کہ ایک شخص ”مولوی“ عالم اور ایک جماعت کا مذہبی نمائندہ بلکہ دلیل اور نصیب ہو کر تہذیب و متانت اور علمی وقار سے کس درجہ عاری ہے۔ درحقیقت یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے کردار سے علماء کرام کو بدنام کیا ہے اور حاطین مذہب کے خلاف قوم کے آزاد رجوعوانوں میں ایک عام بغاوت پھیلا دی ہے خدا ان کو ہدایت دے اور قوم کو وہ بصیرت عطا فرمائے جس سے وہ علماء اور عالم نما رہنماؤں دین میں تمیز کر سکیں۔ اس مختصر تمہید کے بعد ملاحظہ فرمائیے اصل مناظرہ ۱۔

ناپجیز محمد عطاء اللہ قاسمی کان اللہ

ربیع الاول ۱۳۵۶ھ

مَنَاطِرُ

پہلا دن

(بعد از خطبہ سنونہ)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

فاضل محترم مخاطب و محترم حضرات ! اس وقت علم غیب کی بحث

ہے اور مجھے یہ ثابت کرنا ہے کہ تمام اشیاء کا علم کلی تفصیلی محیط ہر وقت حاصل ہونا یہ حق تعالیٰ کے ساتھ ہے خاص اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ وہ مسئلہ ہے جس کو قرآن کریم نے بلا مبالغہ سینکڑوں جگہ بیان فرمایا ہے علیٰ ہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار احادیث اس کی شہادت دے رہی ہیں اور اس پر امت کا اجماع بھی ہے اور آج تک امت کے کسی ایک عالم نے بھی اس چیز سے اختلاف نہیں کیا حتیٰ کہ ہمارے فاضل مخاطب مولوی حسنت علی صاحب کے پیر و مرشد فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب جن کو اس قسم کے مسائل میں بہت زیادہ غلو ہے وہ بھی اس کے قائل نہیں چنانچہ وہ اپنی شہور کتاب ”الدولة المکیة ص ۲۳“ میں ارقام فرماتے ہیں۔

وَلَا تُنَبِّتُ بِعَطَايَا اللَّهِ تَعَالَى

أَيْضًا إِلَّا الْبَعْضَ

یعنی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے

اللہ کا عطا کیا ہوا بعض ہی علم ملتا مانتے

ہیں نہ کہ جمیع

بہر حال میرے دعوے کے اس جز سے فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب کو بھی اتفاق ہے اور اب

سے پہلے مولوی حسنت علی صاحب سے اس ناچیز کے جس قدر مناظرے ہوئے ان سب میں انہوں نے بھی اپنا عقیدہ یہی بیان فرمایا تھا جس کا میرے پاس تحریری ثبوت بھی موجود ہے مگر معلوم نہیں کہ یہاں مولوی حسنت علی صاحب اپنے

اسی عقیدہ کے ماتحت گفتگو کریں گے یا یہاں کے ماحول اور اپنے بلانے والوں کی رعایت کرتے ہوئے علم کلی کی حمایت کریں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ وقت مولوی حسرت علی صاحب کے لئے بڑی آزمائش کا ہے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مشکل کو آسان کرے۔

اس کے بعد میں اصل مسئلہ پر کلام شروع کرتا ہوں، حاضرین کرام توجہ سے سنیں۔
حق تعالیٰ سورۃ طہ میں ارشاد فرماتا ہے۔

إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِنُجْزِيَ كُلَّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَى - آیت ۱۵۱

قرآن مجید کے پہلے مترجم حضرت سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ اس کے ترجمہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔
”بدستیکے قیامت آئندہ است میخوام کہ پنهان دارم آن وقت را تا جزا و پند ہر تنے را با آنچه می کند“

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ترجمہ قرآن ففتح الرحمن میں فرماتے ہیں۔
”ہر آئینہ قیامت آمدنی است میخوام پنهان دارم وقت آن را تا جزا دادہ شود ہر شخصے بقابلہ آنچه می کند“

ان دونوں ترجموں کا حاصل یہ ہے کہ قانون جزا کے بروئے کار لانے کے لئے قیامت ایک وقت ضرور آئی ہے اور ہم اس کے وقت کو مخفی رکھنا چاہتے ہیں۔

سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنہوں نے علم قرآن براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا اور جن کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر فہم قرآن کی دعا فرمائی تھی وہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا يَقُولُ لَا أَظْهَرُ عَلَيْهَا أَحَدًا

عَبْدُ الرَّحْمَنِ (تفسیر ابن جریر ج ۱۶ ص ۹۸ و تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۹)

یعنی آیت ہذا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے سوا کسی کو اس وقت قیامت

کی اطلاع دے دوں گا۔

اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ جوطبقہ تابعین میں امام تفسیر ہیں اسی آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

لَعَزَّيْ لَقَدْ أَخْفَاَهَا اللَّهُ مِنْ الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَمِنْ
الْأَنْبِيَاءِ الْمُرْسَلِينَ - (ابن جریر وابن کثیر)

یعنی میری جان کے مالک کی قسم اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقت کو ملائکہ مقربین اور انبیاء
مرسلین سے مخفی ہی رکھا ہے۔

اور سدی کبیر رضی اللہ عنہ کہ وہ بھی آئمہ تابعین مفسرین میں سے ہیں اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں

لَيْسَ مِنْ أَهْلِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَحَدٌ إِلَّا وَقَدْ أَخْفَى اللَّهُ
عَنْهُ السَّاعَةَ (تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۹)

یعنی زمین و آسمان میں جس قدر بھی مخلوق ہے (یعنی جن وانس اور فرشتے) ان سب سے
اللہ تعالیٰ نے قیامت کا علم مخفی رکھا ہے۔

یہاں تک اس آیت کریمہ کے متعلق میں نے صرف بعض صحابہ و تابعین کے ارشادات پیش کئے ہیں۔

ان کے علاوہ بعد کے آئمہ تفسیر مثلاً امام ابن جریر طبری و حافظ ابن کثیر دمشقی و علامہ بغوی و خازن و خطیب
شربینی و علامہ معین بن صفی اور دیگر حضرات نے بھی اس آیت کی تفسیر میں اسی مضمون کو ادا کیا ہے جس کی
تفصیل آپ میری کتاب ”درواقع الغیب“ میں (جو دو سال سے قسط وار الفرقان میں شائع ہو رہی ہے)
ملاحظہ فرما چکے ہوں گے۔ یہ تمام حضرات اس آیت کی تفسیر میں اس بات پر متفق ہیں کہ اس میں حق تعالیٰ نے اپنے
اس ارادے کو ظاہر فرمایا ہے کہ میں قیامت کی خاص گھڑی کو اپنے ماسواہ سب سے مخفی رکھنا چاہتا ہوں یعنی کسی کو
بتلانا نہیں چاہتا۔ اور اللہ تعالیٰ فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ ہے وہ ہر ارادہ کرتا ہے وہ ضرور پورا ہوتا ہے۔
چنانچہ اس کا یہ ارادہ بھی پورا ہوا اور اس نے کسی مقرب سے مقرب مخلوق کو بھی اس کا علم عطا نہیں فرمایا۔ قرآن مجید
میں تقریباً پندرہ جگہ اس حقیقت کا اعلان کیا گیا ہے کہ قیامت کا علم صرف خدا ہی کو ہے اس کے سوا کسی کو نہیں۔

ان میں سے ایک آیت میں اس وقت اور پیش کرتا ہوں۔ سورۃ اعراف میں ارشاد ہے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسُهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي

لَا يُجَلِّيهَا لِوَقَّتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمُ إِلَّا بَغْثَةً يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيفٌ عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ - (الطہ ۱۸۷)

اس آیت کا ترجمہ بجائے اس کے کہ میں اپنی طرف سے کروں حضرت شاہ عبد القادر صاحب کا ترجمہ

پیش کرتا ہوں جو اردو کا مستند ترین ترجمہ سمجھا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

”تجھ سے پوچھتے ہیں کیا مت کس وقت ہے، تو کہہ اس کی خبر تو بت میرے رب ہی پاس وہی کھول دکھا دے گا اس کو اپنے وقت، بھاری بات ہے آسمان و زمین میں تم پر آدمے کی تو بے خبر آدمے کی تجھ سے پوچھنے لگتے ہیں گویا کہ تو اس کا تلاشی ہے تو کہہ اس کی خبر ہے خاص اللہ پاس، لیکن اکثر لوگ سمجھ نہیں رکھتے“

بظاہر تو یہ ایک آیت ہے لیکن اس کا ہر کلمہ مستقل طور پر اعلان کر رہا ہے کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ اگرچہ یہ آیت اپنے مضمون کے لحاظ سے بہت واضح ہے مگر تاہم مزید تشریح کے لئے میں اس کی تفسیر میں چند اکابر مفسرین کے ارشادات پیش کرتا ہوں۔

سیدنا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔
إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَهُ يَسْتَأْثَرُ بِعِلْمِهَا فَلَمْ يُطْلَعْ عَلَيْهَا مَلَكًا وَلَا رَسُولًا -

(تفسیر ابن جریر ج ۹: ص ۸۸ و تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۶۵)

یعنی وقت قیامت کا علم بس خدا ہی کو ہے اس نے اپنے ہی لئے اس کو خاص کر لیا ہے پس اسی واسطے کہ کسی فرشتے کو اس کی اطلاع دی ہے نہ کسی رسول کو۔

اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي کی تفسیر میں فرماتے ہیں
يَقُولُ عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ هُوَ يُجَلِّيهَا لِوَقَّتِهَا لَا يَعْلَمُ ذَلِكَ إِلَّا اللَّهُ -

(تفسیر ابن جریر ج ۳ ص ۸۷)

اور حضرت سعدی تابعی ثَقُلَتْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

يَقُولُ خَفِيتَ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فَلَمْ يَعْلَمْ قِيَامَهَا مَتَى
تَقُومُ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ۔ (تفسیر ابن جریر ج ۹ ص ۸۸)

یعنی وقت قیامت کو نہ کوئی قرب فرشتہ جانتا ہے نہ کوئی فرستادہ پیغمبر، وہ تمام زمین و آسمان
کی مخلوق سے مخفی ہے؟

اور امام ابن جریر طبریؒ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّكَ لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ کی
تفسیر میں فرماتے ہیں۔

إِنَّهُ أَمْرٌ مِّنْ اللَّهِ تَعَالَى نَبِيُّهُ مُحْتَدًا بِأَنَّهُ يُحِيبُ سَائِلِيهِ
عَنِ السَّاعَةِ بِأَنَّهُ لَا يَعْلَمُ وَتُتِ قِيَامَهَا إِلَّا اللَّهُ الَّذِي يَعْلَمُ
الْغَيْبَ وَإِنَّهُ لَا يَظْهَرُ لَوَقْتِهَا وَلَا يَعْلَمُهَا غَيْرُ حَلٍّ ذِكْرُهُ۔

(تفسیر ابن جریر ج ۹ ص ۸۸)

یعنی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ جو لوگ آپ
سے قیامت کے وقت کا سوال کرنے والے ہیں ان کو آپ یہ جواب دیں کہ اس کے وقت خاص کا علم اللہ عالم الغیب
کے سوا کسی کو نہیں اور وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا دوسروں کو اس کی کچھ خبر نہیں۔

پھر آیت ہذا کے آخری حصہ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ کی تفسیر میں بھی امام مہدویؒ فرماتے
ہیں کہ۔ مَعْنَاهُ قُلْ يَا مُحَمَّدُ إِنَّمَا عِلْمُكَ عَنْ وَتُتِ السَّاعَةِ وَحِينَ
مَجِيئِهَا لَا يَعْلَمُ بِذَلِكَ وَلَا يَعْلَمُ بِهِ إِلَّا اللَّهُ الَّذِي يَعْلَمُ
غَيْبَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ
أَنَّ ذَلِكَ لَا يَعْلَمُ إِلَّا اللَّهُ بَلْ يُحْسِبُونَ أَنَّ عِلْمَ ذَلِكَ يُوجَدُ
عِنْدَ بَعْضِ خَلْقِهِ۔ (ابن جریر ج ۹ ص ۸۸)

یعنی حق تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ وقت قیامت کے
متعلق سوال کرنے والی اس جماعت سے فرمادیجئے کہ مجھ کو اس کا علم نہیں اور اس کو خدا نے علیم وخبیر کے سوا کوئی

نہیں جانتا ہو آسمان و زمین کے تمام غیوب کا جاننے والا ہے لیکن بہت سے لوگ اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ اس کا علم صرف خدا ہی کو ہے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ کی بعض مخلوق کو بھی قیامت کے وقت خاص کی خبر ہے۔

اس سلسلہ میں بعض مفسرین کی تصریحات مجھے اور بھی پیش کرنی تھیں لیکن اب وقت ہو جانے کی وجہ سے آئندہ کے لئے چھوڑتا ہوں۔ جتنی چیزیں میں نے اب تک پیش کی ہیں ان سے قطعی اور یقینی طور پر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ قیامت کے وقت خاص کا علم صرف حق تعالیٰ ہی کو ہے اور اس نے اپنی کسی مخلوق کو اس کا علم نہیں دیا۔

ایک طویل خطبہ کے بعد جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں **مُولَوٰی حُشْمَتِ عَلٰی صَاحِبِ**
 اَقْدَسِ مِیْن رَاقِبُنَا وَ مَالِکُنَا وَ مَالِکُ السَّمَوٰتِ وَ
 رَالْاَرْضِیْنَ وَ مَالِکُ الْجَنَّةِ وَ النَّارِ وَ مَالِکُ التَّوْحِیْدِ وَ الْمَلٰئِکَہِ وَ مَالِکُ رِیْقَابِ الْاَنْعَامِ
 اور ان جیسے بہت سے کلمات تھے۔ نیز حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں بھی قریب قریب اسی قسم کے توحید سوز الفاظ تھے۔

پیارے سنی بھائیو! اسلام زندہ ہے اسی طرح ہمارا خدا بھی زندہ ہے، ہمارا پیغمبر بھی زندہ ہے اور اس کے معجزات بھی زندہ ہیں۔ آپ نے دیکھا اس مجمع میں ہمارے حضور خدا کے محبوب علام الغیوب کا کیسا روشن معجزہ ظاہر ہوا۔ مولوی منظور صاحب ایک موحّد عالم کی طرف سے یہ ثابت کرنے کے لئے کھڑے کئے گئے تھے کہ سیال شریف کے صاحبزادے حضرت مولانا حافظ قمر الدین صاحب مدظلہ العالی اور ان کے تمام مریدین بلکہ سیال شریف کی گدی کے تمام والہنگان سب کے سب کافر ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور حضرت صاحبزادے صاحب کی کرامت دیکھو کہ موحّد مولوی کے دیل مولوی منظور صاحب نے کفر کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہا اور کسی کو بھی کافر ثابت نہیں کیا۔ مثل مشہور ہے ”مدعی سُست گواہ چست“ مگر یہاں اس کا الٹا ہوا ”مدعی چست گواہ سُست“ اور مولوی صاحب! آپ سجادہ نشین صاحب کو اور دوسرے مسلمانوں کو کافر ثابت کرنے کے لئے اتنی دور کا سفر کر کے آئے مگر آپ نے بے نازیوں سے نہیں کہا کہ نماز پڑھو، سو دُخوروں سے نہیں کہا کہ سو دمت لو،

آپ آریوں کو مسلمان کرنے کے لئے نہیں گئے بتلایئے آپ نے کتنے کافروں کو مسلمان بنایا ہے ، آپ یہاں مسلمانوں کو کافر بنانے کے لئے آگئے ؛ لیکن آپ تو کسی کو کافر نہیں کہہ سکے ، مگر میں کہتا ہوں کہ آپ کافر ہیں ، آپ کے بلائے والے کافر ہیں ، جو آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں وہ بھی کافر ہیں ۔ اگر بہت جلد اسکا مجھے ثبوت مانگئے میں بھی اس کا ثبوت دینے کو تیار ہوں مگر چونکہ میں آپ کا پرانا خصم ہوں اور آپ مجھے خوب جانتے ہیں اس لئے آپ کبھی بھی اس بحث کے لئے تیار نہ ہوں گے ۔ آپ کہتے ہیں کہ "حضور کو قیامت کا علم نہیں تھا اور معاذ اللہ حضور جاہل تھے اور پھر آپ مسلمانی کا دعویٰ کرتے ہیں ۔

سنی بھائیو ! آپ نے دیکھ لیا ، مولوی منظور یہ ثابت کرنے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں کہ حضور آقائے جہان جاہل تھے ۔ کیا اس کے بعد بھی وہ مسلمانی کا دعویٰ کر سکتے ہیں ؛ آپ نے علم قیامت کے متعلق جو آیاتیں پڑھی ہیں میں سنجل اور اداری کے مناظروں میں ان سب کے جوابات آپ کو دے چکا ہوں ۔ میں نے سنجل ہی کے مناظرہ میں آپ سے پوچھا تھا کہ اَحْكَادُ اُخْفِيْهَا میں انھانے مطلق ہے یا مطلق اخفاء ۔ آپ ہاں اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے ۔ پھر یہی میں نے آپ سے اداری میں پوچھا وہاں بھی آپ اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے ۔ اب بھی میں آپ سے یہی پوچھتا ہوں ۔ آپ پہلے میرے اس سوال کا جواب دے دیجئے اس کے بعد آیت سے استدلال کیجئے ۔ دوسری بات یہ بتلایئے کہ اس آیت میں حضور کا ذکر کہاں ہے ؟

اے مولوی صاحب ! آپ کو کچھ خبر بھی ہے ؛ مفسرین نے لکھا ہے کہ وقت قیامت کے اخفاء میں یہ حکمت ہے کہ لوگ معاصی پر دلیر نہ ہو جائیں ، اور انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں ۔ اس لئے ان کے متعلق یہ خطرہ نہیں ہو سکتا ۔ لہذا ان سے اخفاء کی کوئی وجہ نہیں ۔ دوسری آیت جو آپ نے سورہ اعراف کی پیش کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس علم کو خاص بتایا گیا ہے وہ صرف علم ذاتی ہے کیوں کہ علم عطائی تو اس کی جناب میں محال ہے لہذا وہ آیت آپ کے دعویٰ سے بالکل غیر متعلق ہے ۔ علاوہ ازیں اس میں یہ کہاں ہے کہ بعد میں بھی حضور کو یہ علم نہیں دیا جائے گا ۔ اور ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے پہلے حضور کو تمام علوم عطار فرما دیئے گئے تھے ۔ پس اگر پہلے کسی وقت میں کسی خاص علم کی حضور سے نفی بھی کی گئی ہو تو وہ ہمارے لئے مضر نہیں ہے ۔

مولوی صاحب ! میں آپ کی ان تمام باتوں کا جواب پہلے مناظروں میں دے چکا ہوں مگر ہر دفعہ آپ ہی پرانی باتیں پیش کر دیتے ہیں اگر بہت ہو تو نئے دلائل پیش کیجئے اور بہت ہو تو اپنا اسلام ثابت کیجئے یا مجھ سے کفر کا ثبوت لیجئے۔ گپ کے بعد ابھی تو موقع ملا ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ یہ وقت پر نہیں بے کار باتوں میں ضائع ہو جائے میں اس مرتبہ آپ کو نہیں چھوڑوں گا اور آپ سے کفر کا اقرار کر کے ہٹوں گا۔

پڑا فلک کو کبھی دل جہلوں سے کام نہیں

جلا کے خاکے نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (بعد حمد و صلوة) حاضرین کرام ! آپ حضرات نے میرے مخاطب مولوی حشمت علی صاحب کی جوابی تقریر سنی۔ انہوں

اس وقت میرے متعلق جو بحث سے سخت کلمات کہے ہیں اعتراف کرتا ہوں کہ ان کا ترکی بہ ترکی جواب دینے سے میں بالکل عاجز ہوں۔ یہ فن مولوی صاحب ہی کو آتا ہے اور انہی کے لئے زیبا ہے۔ میرا جواب حافظ شیرازی کی زبان میں صرف یہ ہے۔

ہدم گفتی و نخر ستم عفاک اللہ بگو گفستی

جواب تلخ نے ز سب لب لعل شکر خارا

بہر حال میں نے آپ کی وہ ساری گالیاں معاف کیں۔ البتہ آپ نے یہ جو بحث ترین بلکہ ناپاک ترین حملہ مجھ پر کیا ہے کہ معاذ اللہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جاہل کہتا یا جاہل جانتا ہوں اس کو میں معاف نہیں کر سکتا اور آپ کو صاف صاف بتلا دینا چاہتا ہوں کہ اگر اس کے بعد یہ خبیث کلمہ آپ نے منہ سے نکالا تو انجام وہ ہوگا جس کو آپ دیکھیں گے اور اس کی تمام ذمہ داری صرف آپ پر ہوگی۔ آپ کو اگر گالیاں دینے کا شوق ہے تو آپ مجھ کو گالیاں دے لیجئے۔ اس پر بھی پیاس نہ بجھے تو میرے اساتذہ و مشائخ کو دے لیجئے، اس پر بھی پیاس نہ بجھے تو میرے آباء و اجداد کو دے لیجئے میرے دوسرے بزرگوں کو دے لیجئے، ممکن ہے کہ اس پر میں کسی حد تک صبر کر سکوں لیکن اس قسم کے ناپاک کلمے کہ معاذ اللہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا دلیسا سمجھتا ہوں، میں ایک لمحے کے لئے بھی سننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ ہمارے لئے دنیا میں عزیز ترین متاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا ناموس مقدس ہی ہے۔

آپ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسے ناپاک خیالات رکھتے ہیں اور بحمد اللہ ہمارا حال بہت
 کہ اگر کوئی بذنبیب ہمارے سامنے ایسے گستاخانہ کلمات زبان سے نکالے تو ہم ایک لمحہ کے لئے بھی اس کو دنیا میں زندہ نہ
 رہنے دیں گے خواہ اس راہ میں خود ہی فنا ہو جائیں، ناموس نبوی کے تمام دشمنوں کو ہمارا پیر بنجست ہے
 جو جان چاہو تو جہاں لے لو جو مال مانگو تو مال دیں گے
 مگر یہ ہم سے نہ ہو سکے گا نبی کا جہاد و جلال دیں گے

بہر حال میں ایک دفعہ پھر آپ کو غبردار کرتا ہوں کہ اب کے بعد یہ ناپاک کلمہ زبان سے نہ نکلے، ورنہ انجام خطرناک
 ہوگا۔

آپ نے مجھے اور موحّد عالم صاحب کو کافر کہہ کر اشتعال انگیزی کی بھی پوری کوشش کی ہے جس سے آپ کا
 مقصد صرف یہ ہے کہ یا تو مناظرہ درہم برہم ہو جائے یا میں علم غیب کی اصولی بحث کو چھوڑ کر دوسری شخصی بحثیں شروع
 کروں اور آپ کی جگہ آپ کے سارے طائفہ کی گراہیاں طشت از بام نہ ہونے پائیں۔ لیکن یقین کیجئے کہ انشاء اللہ آپ
 کی کوئی آرزو بھی پوری نہ ہوگی۔ البتہ اگر فی الواقع آپ کو میرے یا موحّد عالم کے متعلق کوئی بحث کرنی ہے تو اسی وقت
 اس کے لئے بھی وقت طے کر لیجئے۔ ”علم غیب“ کی اس بحث سے فارغ ہونے کے بعد اس پر بھی گفتگو ہو جائے گی اور
 کافروں کا کفر اور مومنوں کا ایمان سب سامنے آجائے گا، لیکن آپ یہ چاہیں کہ خلطِ مبحث ہو جائے اور علم غیب کی طے
 شدہ اصولی بحث سے آپ کی جان چھوٹ جائے سو انشاء اللہ ایسا نہیں ہو سکتا اور آپ کی یہ کوشش بالکل بے کار ہی
 رہے گی۔ آپ کے سامنے وہ ہے جس کو بار بار آپ کے اساتذہ بھی آڑا چکے ہیں۔

عَنْتَ شَكَارُ كَسْ نَشْتَد دَام بَارِحِیْن

کیں جا ہمیشہ باد بدست است دام را

ہاں آپ نے ایک عجیب و غریب بات یہ بھی کہی ہے کہ ”منظور“ صاحبزادہ صاحب اور ان کی تمام جماعت
 کو کافر ثابت کرنے کے لئے آیا تھا مگر اس نے کفر کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہا، یہ بھی آپ کا محض افراء ہے۔
 میری بحث کسی خاص شخص یا کسی جماعت سے متعلق نہیں ہے اور موحّد عالم نے بھی جو کچھ اپنی تحریر میں لکھا ہے وہ بھی
 محض ایک اصولی مسئلہ ہے کہ ”جو شخص یہ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ہر چیز کو جانتے تھے وہ مسلمان نہیں“

اور صاحبزادہ صاحب کے متعلق بلکہ کسی مسلمان کے متعلق بھی میں گمان نہیں کرتا کہ اس کا ایسا عقیدہ ہو۔
صاحبزادے صاحب کی جو تحریر میرے سامنے ہے میرے نزدیک یقینی طور پر اس سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ وہ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حق تعالیٰ کے برابر علم کلی اور وہ بھی ہر وقت مانتے ہیں بلکہ میرے نزدیک اس تحریر کے، اس کے علاوہ دوسرے محمل بھی ہیں۔ پس تا وقتیکہ وہ خود یہ نہ بتلائیں کہ میرا عقیدہ فی الواقع یہی ہے اور اس تحریر سے میرا مطلب وہی ہے جس کو موحّد عالم نے کفر لکھا ہے اُس وقت تک میں ان کو مسلمان ہی سمجھوں گا اور سمجھتا ہوں اور مجھے تو آپ کے متعلق بھی ابھی تک یہی معلوم ہے کہ آپ بھی اس کے قائل نہیں ہیں اور اگر آپ قائل ہیں تو براہ کرم مجھے تحریر دیکھئے۔ مگر میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ آپ کبھی مجھے اس عقیدہ کی تحریر نہیں دیں گے۔ کیونکہ آپ کے پیرو مشد فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب خود اس کے خلاف ہیں اور انہوں نے اس عقیدہ (علم کلی محیط تفصیلی) کو خلاف نصوص اور عقلاً بھی باطل لکھا ہے۔

بہر حال میں ہرگز گمان نہیں کرتا کہ صاحبزادہ صاحب کا عقیدہ وہی ہو جس کو موحّد عالم نے کفر لکھا ہے اور نہ صرف انہوں نے بلکہ بہت سے فقہاء حنفیہ نے اس کے کفر ہونے کی تصریح کی ہے۔ بلکہ علامہ علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس کے کفر پر اجماع نقل کیا ہے جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آمندہ میں ان کی وہ عبارت بھی پیش کروں گا۔
الغرض یہ آپ کا مجھ پر افتراء ہے کہ میں صاحبزادہ صاحب کو کافر کہتا ہوں اور ان کا کفر ثابت کرنے کے لئے ہی میں یہاں آیا ہوں۔ ہاں اسی کے ساتھ آپ نے عجیب و غریب انداز میں اس پر بھی ماتم کیا تھا کہ میں ان مسلمانوں کا کفر ثابت کرنے کے لئے تو آگیا مگر کافروں کو مسلمان کرنے کے لئے کوئی کوشش نہیں کی۔ اللہ اللہ !! آج آپ کی سمجھ میں یہ بات آئی اور ساری دنیا کو کافر بنانے کے بعد آج آپ کو محسوس ہوا کہ یہ بھی کوئی گناہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بعض اہل کوفہ نے پوچھا تھا کہ مجرم اگر کبھی مار دے تو اس کا کیا فدیہ ہے ؟
اس پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔

مَا لِأَهْلِ الْعِرَاقِ يَسْأَلُونَنِي عَنْ قَتْلِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا سَأَلُونَنِي ؟

یعنی عراق والوں کی ذہنیت تو دیکھو کہ آج مجھ سے کبھی مارنے کا مسئلہ پوچھنے آئے ہیں اور کہہ بلکہ میرا

میں کل حیب انہوں نے نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا تو مجھ سے کوئی بھی پوچھنے نہ آیا ۔

مولوی صاحب ! پہلے ذرا اپنے پیرو مشد اعلیٰ حضرت کے کارناموں پر تو نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ انہوں نے کتنے مسلمانوں کو کفر کے گھاٹ اتارا ہے اور ہاں ذرا خود اپنے گریبان میں تو منہ ڈال کر دیکھئے کہ آپ مسلمانوں کو کافر کہنے میں کس قدر جے باک ہیں اور آپ نے اسی تقریر میں کیا کمی کی ہے ؟

چہ دلاور اسست — دزدے بگفت چراغ دارو

نیر یہ تو آپ کی خارجی باتوں کا جواب تھا اور مجھے افسوس ہے کہ اس میں میرا بہت کافی وقت ضائع ہو گیا۔ اس کے بعد میں اصل موضوع کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ میں نے اپنے مدعا کے ثبوت میں دو آیتیں پیش کی تھیں اور ان کی تفسیر میں بعض صحابہ کرام و تابعین عظام اور دیگر ائمہ مفسرین کی تصریحات بھی پیش کی تھیں۔ اپنے ان سب سے اعراض کرتے ہوئے دونوں آیتوں کے متعلق وہی پرانی اور فرسودہ باتیں کہی ہیں جن کا جواب بار بار میں ہی آپ کو دے چکا ہوں۔ اور اب پھر عرض کرتا ہوں۔

آپ نے شاید حاضرین پر اپنی علمیت کا سکہ بٹھانے کے لئے مجھ سے پوچھا ہے کہ سورۃ ظہ کی آیت میں اخفاء سے مطلق اخفاء مراد ہے یا اخفائے مطلق ؟ سنئے میں اور میں کے مناظرہ میں آپ کو تباہ چکا ہوں کہ یہاں اخفاء مطلق ہے یا نہیں معنی کہ تمام ماسوئی اللہ سے اخفاء مقصود ہے لیکن صرف الیوم القیامہ ۔

دوسری بات آپ نے اسی آیت کے متعلق یہ بھی کہی ہے کہ یہ اخفاء صرف گنہگاروں اور سیہ کاروں سے ہے نہ کہ انبیاء علیہم السلام سے جو معصوم ہوتے ہیں ، آپ کا یہ خیال بھی محض غلط اور سرسراہٹ باطل ہے۔ اس کی تفسیر میں حضرت قتادہؓ کا جو ارشاد میں نے اپنی کچھلی تقریر میں پیش کیا تھا اس میں صاف ملا کہ مقربین اور انبیاء برسلین کے لفظ موجود ہیں اور صراحت مذکور ہے کہ حق تعالیٰ نے ان سے بھی قیامت کا وقت خاص مخفی رکھا ہے ۔

علاؤ دوسری آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک ارشاد میں اپنی پہلی تقریر میں پیش کر چکا ہوں جس میں لَعَوْ يُطْلِعُ عَلَيْنَا مَلَكًا وَلَا رَسُولًا کے الفاظ موجود ہیں۔ پس یہ کتنا محض ادعیٰ باطل ہے کہ قیامت کے وقت کو صرف گنہگاروں اور بدکاروں سے چھپایا گیا ہے ۔

دوسری آیت کے متعلق آپ نے ایک بات تو یہ کہی ہے کہ اس میں صرف علم ذاتی کی نفی ہے اس کا جواب تو اتنا ہی کافی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کریم آپ سے بہت بہتر سمجھتے تھے اور انہوں نے علم قرآن بڑا بہت صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا جب انہوں نے اس آیت سے غیر اللہ سے قیامت کے علم عطائی کی بھی نفی نکالی جیسا کہ ان کے اُس ارشاد سے ظاہر ہے جو میں بحوالہ تفسیر ابن جریر پہلی تقریر میں پیش کر چکا ہوں تو آپ کو کیا کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ اس میں صرف علم ذاتی کی نفی ہے۔ علاوہ ازیں علم ذاتی تو حضور کو بلکہ کسی مخلوق کو ایک ذرہ کا بھی نہیں، پھر قیامت ہی کی کیا خصوصیت ہے جو اسی کے علم کو حق تعالیٰ کے لئے خاص کیا گیا ہے۔ بہر حال یہ دلیل کہ اس آیت میں صرف علم ذاتی کی غیر اللہ سے نفی کی گئی ہے نہایت مبہل ہے۔

ایک بات آپ نے یہ بھی کہی ہے کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد بھی آپ کو یہ علم عطا نہیں فرمایا گیا، ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد حضور کو قیامت کا وقت خاص بتلادیا گیا ہو ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ سورۃ اعراف کی اس آیت و نیز قرآن پاک کی بہت سی دوسری آیات میں علم قیامت کے ساتھ حق تعالیٰ کا تفرد بیان کیا گیا ہے۔ پس اگر یہ مان لیا جائے کہ بعد میں کسی مخلوق کو اس کا علم عطا فرما دیا گیا، تو پھر یہ تفرد باطل ہوتا ہے۔ لہذا اسی آیت میں غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ قیامت کا وقت خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ کسی مخلوق کو اس آیت کے نزول کے بعد بھی نہیں بتلادیا گیا۔ یہاں تک تو آپ کی تقریر کا جواب تھا۔ اب میں اپنے بقیہ دلائل پیش کرتا ہوں۔

سورۃ اعراف والی آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت سدی کبیرؒ، حضرت امام ابن جریر طبریؒ کے ارشادات میں پہلے پیش کر چکا ہوں، اب آگے سنئے۔

علامہ علی ابن محمد خازنؒ اسی آیت کے ماتحت اِنَّمَا عَلِمَهَا عِنْدَ رَبِّكَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں
 اَمَّا لَا يَعْلَمُ الْوَقْتَ الَّذِي تَقُومُ فِيهِ اِلَّا اللّٰهُ اَسْتَأْشَرَ اللّٰهُ بِعِلْمِهَا
 فَلَمْ يُطْلِعْ عَلَيْهِ اَحَدًا - (تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۶۵)

یعنی اس قیامت کے وقت خاص کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس نے اس کے علم کو اپنے ہی لئے خاص کر لیا ہے اسی واسطے کسی کو اس کی اطلاع نہیں دی ہے ؟

اور اس موقع قریب قریب یہی مضمون امام ابوہی نے تفسیر معالم التنزیل میں اور خطیب شریعی نے سراج نور
میں اور علامہ نسفی نے مدارک التنزیل میں اور قاضی بزاری نے انوار التنزیل میں و نیز دیگر مفسرین کوام نے لکھا ہے۔
اس کے بعد میں ایک حدیث اور پیش کرتا ہوں جس سے اس مسئلہ پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ قریباً تمام حدیث
میں متعدد مسندوں کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبریلؑ حضور اقدسؐ کی خدمت اقدس میں حاضر
ہوئے اور آپ سے ایمان، اسلام، احسان کے متعلق کچھ سوالات کئے جن کے آنحضرتؐ نے جوابات ارشاد فرما
دیتے۔ اخیر میں انہوں نے سوال کیا کہ مَتَى السَّاعَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ کہ حضرت! قیامت کب
آئے گی؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا مَا السُّؤْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّأْلِ یعنی کہ جس سے یہ
سوال کیا جا رہا ہے وہ سوال کرنے والے سے اس بارے میں زیادہ علم نہیں رکھتا (یعنی اس کا علم جس طرح تم کو نہیں
ہے اسی طرح مجھ کو بھی نہیں ہے) پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم صرف
اللہ ہی کہے اور حضورؐ نے استشہاد میں سورہ لقمان کی یہ آخری آیت پڑھی۔ اِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ
السَّاعَةِ الْاٰیۃ

اس حدیث سے صاف معلوم ہو گیا کہ قیامت کے وقت خاص کا علم سید المرسلین حضرت محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عطا نہیں ہوا تھا اور سید الملائکۃ المقربین حضرت جبریلؑ کو بھی۔ اور بعض صحیح روایات
میں یہ بھی تصریح ہے کہ یہ واقعہ حضورؐ کی عمر شریف کے آخری حصہ کا ہے۔ (کافی فتح الباری و مسند القاری)
پس یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضورؐ کے آخری عمر تک یہی حال رہا۔ (دیکھو مشکوٰۃ ص ۴۸۰)

مولوی حسنت علی صاحب گرامی حضرات! آپ نے دیکھا مولوی منظور صاحب نے بڑا جوش
دکھایا بہت اچھے کوڑے مگر کھڑکے ثبوت میں ایک لفظ بھی نہیں

کہا۔ نہ اپنے یا اپنے داعی کے کھڑکے کوئی جواب دیا۔ میں پھر کہتا ہوں مولوی منظور صاحب تم کافر ہو آپ کا داعی بھی
کافر ہے۔ اگر ہمت ہو تو مجھ سے ثبوت مانگو میں ابھی ثبوت دینے کو تیار ہوں۔ ہمیں میدان ہمیں چڑگا دے
ہمیں گوئیے۔

میں نے کہا تھا کہ مولوی منظور صاحب یہ ثابت کرنے کے لئے آئے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم،

جاہل تھے اس پر مولوی منظور صاحب بہت زیادہ چراغ پا ہوئے۔

مولوی صاحب ! اس میں غصہ کی کیا بات ہے سب حاضرین دیکھ رہے ہیں آپ نے اپنی دونوں تقریریں میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کا علم نہیں تھا اس کا مطلب یہی تو ہوا کہ حضور معاذ اللہ اس سے جاہل تھے۔ آخر نہ جانتے اور جاہل ہونے میں کیا فرق ہے۔ ناک ادھر سے پکڑی جائے یا ادھر سے ایک ہی بات ہے۔ لیکن اگر آپ کو ناگوار ہوتی ہے تو لیجئے میں اب نہیں کہوں گا۔

میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ اَکَادُ اُخْفِیْہَا میں اخفاء مطلق ہے یا مطلق اخفاء ؟ آپ نے اس کا جواب دیا کہ اخفاء مطلق ہے اور ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ صرف قیامت تک محدود ہو۔ تو اخفاء مطلق کہاں ہو گیا۔ اخفاء مطلق کا تو یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ کسی کو کبھی بھی نہ بتلایا جائے۔ خیر یہ تو آپ کی علیت تھی کہ آپ اخفاء مطلق بھی کہتے ہیں اور پھر قیامت تک کی قید بھی لگاتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کہاں لکھا ہوا ہے کہ یہ اخفاء قیامت تک رہے گا آپ اپنی طرف سے قرآن کریم میں پونہ لگاتے ہیں اور اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے۔

مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

جو قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے وہ جہنم میں اپنا ٹھکانا بنائے۔

بہر حال میرا ایک مطالبہ تو آپ پر یہ ہے کہ آپ بتلائیں کہ یہ قیامت تک اخفاء باقی رہنا کہاں سے معلوم

ہوا۔ دوسرے یہ کہ جو دو آیتیں آپ نے اب تک پیش کی ہیں ان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کہاں

ہے ؟ آپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کر کے جو عبارت پڑھی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں

لَوْ يُطْلَعُ عَلَيْهِمَا مَلَكًا مُّقَرَّبًا وَلَا نَبِيًّا مُّرْسَلًا اور یہ ضروری نہیں کہ اس میں حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام بھی داخل ہوں۔ دیکھئے حدیث شریف میں آیا لَحِقَ مَعَ اللَّهِ دَقْتُ لَا يَسْعُ فِيهِ

مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ۔ یعنی میرے لئے اللہ کے ساتھ ایک ایسا خاص وقت ہے کہ

اس میں کسی مقرب فرشتے اور نبی رسول کی بھی گنجائش نہیں۔

اب دیکھئے اس میں وہی نبی مرسل کے الفاظ ہیں مگر اس میں حضور کے علاوہ دوسرے پیغمبر ہی مراد ہیں۔

بس ایسے ہی سمجھ لیجئے کہ جتنی تفسیری عبارتیں آپ نے پڑھی ہیں جن میں ملک مقرب و نبی مرسل کے الفاظ ہیں ان میں حضور کے علاوہ دوسرے پیغمبر ہی مراد ہیں ایسی آپ کوئی کتاب نہیں دکھلا سکے جس میں صحت کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ مذکور ہو کہ آپ کو قیامت کا علم عطا نہیں فرمایا گیا تھا۔

میں نے بتلایا تھا کہ سورہ اعراف کی جو آیت آپ نے پیش کی ہے اس میں صرف علم ذاتی کا بیان ہے اور اس کو حق تعالیٰ سے خاص بیان کیا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ کسی مخلوق کو ذاتی طور پر قیامت کے وقت کا علم نہیں ہے یہ قرآن پاک میں کہیں نہیں ہے کہ حضور کو خدا تعالیٰ کے بتلانے سے بھی قیامت کا علم نہیں تھا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ حضرات مفسرین نے ایسا ہی لکھا ہے۔ چنانچہ امام صادی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے ذیل میں تفسیر صادی میں لکھتے ہیں۔

إِنَّمَا مِنَ الْأَمْرِ الْمَكْتُومِ الَّذِي اسْتَأْذَنَ اللَّهُ بِعِلْمِهِ فَلَوْ يُطْلَعُ عَلَيْهِ أَحَدٌ إِلَّا مِنْ أَرْقَضْنِي مِنَ الرُّسُلِ ۝

یعنی وقت قیامت ایسے پوشیدہ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے علم کے ساتھ مختص ہے

تو اللہ نے وقت قیامت پر کسی کو مطلع نہیں فرمایا مگر جس کو رسولوں میں سے پسند فرمایا۔

دیکھئے! امام صادی رحمہ اللہ نے کس صفائی سے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ اور برگزیدہ رسول

صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت قیامت کی خبر دے دی تھی۔ الغرض جو آیتیں آپ نے پیش کی ہیں اول تو خاص حضور کا ذکر نہیں اور پھر علم عطائی سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

آپ نے آخر میں جو حدیث جبریلؑ پیش کی ہے اس کے ترجمہ اور مطلب بیان کرنے میں آپ نے مسلمانوں سے

کو سخت دھوکہ دیا ہے اس میں الفاظ یہ ہیں مَا الْمُسْتَوَلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ۔ اس کا مطلب

یہ ہوا کہ اے جبریلؑ وقت قیامت کے بارے میں میرا علم تم سے زیادہ نہیں یعنی ہم اور تم دونوں ہی کو معلوم ہے

کہ وہ کس وقت آئے گی۔ تم پھر کیوں پوچھتے ہو۔

اور چونکہ حضرت جبریلؑ کا یہ سوال ایک عام مجلس میں ہوا تھا اس لئے حضور نے صاف صاف جواب

نہیں دیا کیونکہ آپ کو یہ حکم تھا کہ قیامت کا وقت اپنے عام امتیوں کو نہ بتلائیں۔

الغرض اس حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے معلوم ہو کہ خود حضور کو وقت قیامت کا علم عطا نہیں فرمایا گیا تھا۔ اور اس حدیث کے آخر میں خود حضور کا ارشاد ہے **فِيْ خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ** کہ یہ وقت قیامت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ بغیر خدا کے بتلانے کوئی نہیں جان سکتا۔ لیکن خدا کے بتلانے سے رسول کو اور پھر رسول کے بتلانے سے دوسروں کو بھی اطلاع ہو سکتی، چنانچہ حضرت امام بدرالدین عینیؒ جو حنفیوں کے مسلم امام ہیں اور جنہوں نے بخاری کی شرح عمدة القاری اور دوسری مفید کتابیں لکھ کر حنفی دنیا پر بہت بڑا احسان کیا ہے وہ اسی حدیث کی شرح میں **فِيْ خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ** کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فَمَنْ اَدَّاهُ عَلِمَ شَيْءٌ مِنْهَا غَيْرَ مُسْنِدٍ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ كَاِذَا فِيْ دَعْوَاهُ "

جو کوئی ان پانچوں چیزوں وقت قیامت اور مافی الارحام وغیرہ کے علم کا دعویٰ کرے اور اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف نسبت نہ کرے یعنی یہ نہ کہے کہ حضور کے بتلانے سے مجھے یہ علم حاصل ہوا ہے تو وہ مدعی اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص حضور کی طرف نسبت کرے ان پانچوں چیزوں کے علم کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا نہیں کہا جائے گا، اس سے روشن ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پانچوں چیزوں کا علم تھا اور آپ جس کو چاہتے بتلا سکتے تھے اور بتلاتے تھے اس موقع پر عبید بن جریسؓ نے امام احمد قسطلانی رحمہ اللہ نے ارشاد الساری شرح بخاری میں بھی لکھا ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانی (بعد حمد و صلوٰۃ) حاضرین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا مولوی حشمت علی صاحب نے اس مرتبہ پھر کوشش کی ہے کہ بحث مقرر شدہ اصولی

موضوع سے ہٹ کر شخصی چیزوں پر آجائے میں پہلے بھی بتلا چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ آپ اس کوشش میں ناکام ہی رہیں گے۔ ہاں اس کی صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ آپ اتنا لکھ دیں کہ میں طے شدہ بحث (علم غیب) پر گفتگو نہیں کر سکتا بلکہ محمد منظور اور اس کے داعی کے متعلق بحث کرنا چاہتا ہوں۔ یقین کیجئے کہ میں فورا

اس بحث کو چھوڑ دوں گا ، لیکن آپ یہ چاہیں کہ آپ کے اشتعال انگیز کلمات سے متاثر ہو کر میں دوسری بحث شروع کر دوں اور مسئلہ علم غیب سے آپ کی جان چھوٹ جائے اور آپ کی گراہیاں طشت از بام نہ ہوں تو ایسا نہیں ہو سکتا ہے

برو این دام بر مرغ دیگر نہ
کہ غنقا را بلند است آشیانہ

اس مرتبہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہنا کہ حق تعالیٰ نے آپ کو فلاں چیز کا علم عطا نہیں فرمایا تھا اور یہ کہنا کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ آپ جاہل تھے دونوں برابر ہیں۔ فی الحقیقت حب کوئی شخص تعلیمات الہیہ اور سنن نبویہ سے بغاوت کرتے تو خدا تعالیٰ اس کی عقل بھی سلب کر لیتا ہے۔ ورنہ دنیا کا کوئی معمولی سمجھ والا انسان بھی ایسی لغو بات منہ سے نہیں نکال سکتا۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں اگر کوئی شخص آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے متعلق یہ کہے کہ من کو انگریزی اور سنسکرت کا علم نہیں تھا اور دوسرا یہ کہے کہ وہ جاہل تھے تو کیا آپ کے نزدیک یہ دونوں باتیں ہم وزن ہوں گی ؟

علامہ قاضی عیاض کتاب الشفا میں فرماتے ہیں۔

وَإِذَا تَكَلَّمَ عَلَى الْعِلْمِ قَالَ هَلْ يَجُوزُ أَنْ لَا يَعْلَمَ إِلَّا مَا عِلِمٌ
..... وَلَا يَقُولُ بِجَهْلٍ لِقَبْحِ اللَّفْظِ وَبَشَاعَتِهِ -

یعنی حضور کی شان اقدس کے متعلق یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ آپ کو فلاں چیز کا علم تھا یا نہیں لیکن یہ نہیں کہا جائے گا کہ معاذ اللہ آپ فلاں چیز سے جاہل تھے کیونکہ یہ لفظ بُرا اور بد تمیزی کا ہے۔

(شرح الشفا لعلامہ القاری ج ۱ ص ۱۸۸)

غیر مولانا ! میں نے تو جواب دے دیا لیکن اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جب آپ کے نزدیک یہ دونوں باتیں ہی حقیقت رکھتی ہیں ، اور ادھر آپ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ماکان و مایکون کا علم آخر مادہ حیات میں عطا فرمایا گیا تھا اور اس سے پہلے آپ کو یہ علم حاصل نہ تھا ، تو کیا معاذ اللہ آپ اس ابتدائی زمانہ نبوت کے لحاظ سے حضرت مکی شان اقدس میں جہل کا لفظ بولا کرتے ہیں۔ اور جب کہ آپ کے خیال میں کسی چیز کا

علم نہ ہونا اور جاہل ہونا برا حیثیت رکھتا ہے تو ضرور آپ بولا کرتے ہوں گے (معاذ اللہ معاذ اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ) بخیر یہ چند لفظ تو آپ کی خارجی چیزوں کے متعلق عرض کر دیتے گئے ہیں۔ اب اصل موضوع کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ میں نے آپ کے سوال کے جواب میں عرض کیا تھا کہ سورۃ طہ کی آیت میں جس اخفاء کا ذکر ہے وہ اخفاء مطلق ہے بایں معنی کہ تمام ہی مخلوق سے اخفاء مقصود ہے اور یہ اخفاء قیامت تک رہے گا۔

آپ نے مجھ کو دریافت کیا ہے کہ اخفاء مطلق کے ساتھ یہ قیامت تک کی قید کیسی ہے، اخفاء مطلق کا تقاضا تو یہ ہے کہ کسی وقت اظہار نہ ہو ؟

میرا جواب یہ ہے کہ یہاں اطلاق زمانہ کے لحاظ سے نہیں ہے بلکہ مخفی عنہم کے لحاظ سے اطلاق ہے ورنہ یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ جب قیامت قائم ہو جائے گی تو تمام مخلوق کو اس کا علم ہو جائے گا۔ بلکہ آپ نے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ اخفاء قیامت تک باقی رہنا کہاں سے معلوم ہوا ؟ سنتے !

سورۃ اعراف کی جو آیت میں نے پیش کی ہے اس میں لَا يُجَلِّیْہَا لَوْ قَتِمَا إِلَّا هُوَ کا لفظ واضح طور پر بتلا رہا ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خود حق تعالیٰ قیامت کو اس کے وقت پر ہی ظاہر فرمائے گا اس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک یہ اخفاء باقی رہے گا چنانچہ قاضی بیضاویؒ اسی کلمہ لَا يُجَلِّیْہَا لَوْ قَتِمَا إِلَّا هُوَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

الْمَعْنَى أَنَّ الْخِفَاءَ بِهَا مُسْتَمِرٌّ عَلَى غَيْرِهِ إِلَى وَقْتٍ وَقَوْعِهَا۔

یعنی ان کلمات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں پر وقت قیامت کا پرشیدہ رہنا

اس کے آنے تک مستمر رہے گا۔ (تفسیر بیضاوی ج ۱ - ص ۲۶۷)

اور علامہ معین بن صفی انہیں کلمات قرآنی کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

أَيُّ لَا يُظْهِرُ أَمْرَهَا فِي وَقْتِهَا إِلَّا هُوَ أَيْ الْخِفَاءُ بِهِ مُسْتَمِرٌّ إِلَى

وَقْتِ الْوُقُوعِ - (جامع البیان ص ۱۳۳)

یعنی قیامت کے وقت خاص کی پرشیدگی اس کے آنے تک مستمر رہے گی۔

نیز اسی آیت میں لَا تَأْتِيْكُمْ إِلَّا بَفْئَةٍ کے الفاظ بھی یہ بتلا رہے ہیں کہ قیامت کے آنے کے

وقت تک تمام مخلوق اس سے بے خبر رہے گی۔ بہر حال میں نے جو کچھ کہا ہے اللہ قرآن کریم ہی کی روشنی میں کہا ہے اس کو تفسیر بالاسانے کنہ محض جہالت کا کرشمہ ہے۔

آپ نے عجیب و غریب بات یہ فرمائی تھی کہ وقت قیامت کا انخفاء صرف گنہگاروں اور سیہ کاروں سے ہے میں نے جواب دیا کہ یہ محض بے دلیل ادعا ہے باطل ہے اور ساتھ ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد پیش کیا کہ
لَعَلَّ يُطْلَعُ عَلَيَّهَا مَلَكًا مُّقْرَّبًا وَلَا نَبِيًّا مُّرْسَلًا اس کے جواب میں آپ نے فرمایا ہے کہ اس میں نبی مرسل کے لفظ سے حضور کے علاوہ دوسرے پیغمبر مراد ہیں۔ اور مثال میں رَجُلٍ مَعَ اللَّهِ وَقْتُ وَالِي مَدِينَةٍ پیش کی ہے، خدا کا شکر ہے، آپ نے اتنا تسلیم کر لیا کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام سے وقت قیامت محقق کھا گیا ہے، ورنہ پہلی تقریر میں آپ نے فرمایا تھا کہ یہ انخفاء صرف گنہگاروں اور سیہ کاروں کے لحاظ سے ہے۔ صبح کا بھولا اگر شام کو واپس آجائے تو غنیمت ہے۔ اب میں امید رکھتا ہوں کہ آپ جلد ہی یہ بھی تسلیم فرمائیں گے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دوسرے مفسرین کی عبارات میں اس موقع پر بنیامرسل کا جو لفظ آیا ہے اس کے عموم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں۔

سنئے ! رَجُلٍ مَعَ اللَّهِ وَقْتُ وَالِي مَدِينَةٍ میں نبی مرسل کے لفظ سے آنحضرت بقرینہ مقام خارج ہیں کیونکہ ایسے مواقع میں مکمل مستثنیٰ ہوتا ہے۔

بخلاف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دوسرے مفسرین کے ارشادات کے کہ وہاں ایسا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف قرینہ موجود ہے کیونکہ جس آیت کی تفسیر میں یہ الفاظ فرمائے گئے ہیں اس کے مخاطب اول براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اس لئے آپ سب سے پہلے اس کے مصداق ہوں گے۔ آپ نے مجھ کو چیلنج کیا ہے کہ میں اس موقع پر کسی تفسیر میں خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی تصریح نہیں دکھا سکتا، حالانکہ تفسیر ابن جریر کی عبارت میں پہلے پیش کر چکا ہوں۔ اس میں قُلْ إِنَّمَا عَلَّمَنَا اللَّهُ کی تفسیر میں مرقوم ہے إِنَّ مَعَهُ قُلُوبًا يَأْمُرُ بِمَا يَشَاءُ وَيُؤْتِي مَا يَؤْتِي وَجِبِينَ مَجِيئُهَا لَا عِلْمَ لِي بِذَلِكَ الْعَمَلِ۔

یعنی اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں سے فرما دیجئے جو آپ سے

وقت قیامت کے متعلق سوال کر رہے ہیں کہ مجھ کو اس کا علم نہیں۔

یعنی اس عبارت میں تو خاص اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح موجود ہے۔ کیا اب آپ اپنی غلطی تسلیم کر کے اپنی صداقت پرستی کا ثبوت دیں گے ؟

آپ نے سورہ اعراف کی آیت کے متعلق پھر یہ فرمایا ہے کہ اس میں غیر اللہ سے قیامت کے صرف علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے اور اپنی تائید میں اس مرتبہ آپ نے احمد صادی کی ایک عبارت پیش کی ہے۔ خدا کی شان ہے۔ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما صحابی اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما عظیم المرتبت تابعی کے ارشادات پیش کر رہا ہوں جن میں انہوں نے اسی آیت سے علم عطائی کی نفی بھی ثابت کی ہے اور آپ اس کے مقابلہ میں تیرہویں صدی کے ایک عالم احمد صادی کو پیش کر رہے ہیں جن کا شمار علماء معتبرین میں بھی نہیں ہے۔

بہر حال صادی کا قول مجھ پر حجت نہیں۔

میں نے اپنی اس سے پہلی تقریر میں حدیث جبریل پیش کی تھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ تو نے اس کا مطلب غلط بیان کیا۔ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ کا مطلب یہ ہے کہ اسے جبریل ! ہم اور تم دونوں وقت قیامت کو جانتے ہیں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

آپ کسی معتبر عالم کو نہیں بتلا سکتے کہ انہوں نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہو، تمام شارحین حدیث اس پر متفق ہیں کہ حضور کے اس ارشاد کا مطلب یہی ہے کہ اے سائل ! ہم تم دونوں ہی قیامت کے وقت خاص سے بے خبر ہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ "اشتعالیات" میں اس جملہ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" یعنی من و تو برابریم در فداستن آن بلکہ ہر سائل و مستول ہمیں حکم دارد کہ آن را جز خداوند

تعالیٰ کے نداند و دے تعالیٰ هیچ کس را از انبیا۔ و رسل براں اطلاع نداده "

یہی دوسرے شارحین حدیث نے بھی لکھا ہے۔ چنانچہ علامہ قسطلانی رحمہ جن کا ابھی آپ نے نام لیا تھا وہ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ کی شرح میں فرماتے ہیں الْمَسْئُولُ نَفِيٌّ عَنْهَا وَقْتَهَا کہ اس سے وقت قیامت کے علم کی نفی مراد ہے۔

اور شیخ الاسلام زکریا تحفۃ الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں اِنَّمَا الْمُرَادُ الشَّادِي فِي
 نَفْخِ الْعِلْمِ بِ۔ یہ تمام شارحین اس پر متفق ہیں کہ حضورؐ کے اس ارشادِ گرامی کا مطلب یہ ہے کہ اے سائل!
 ہم اور تم دونوں وقتِ قیامت کے نامعلوم ہونے میں برابر ہیں، اس بارہ میں میرا علم تم سے زیادہ نہیں اور پھر
 انہی میں حضورؐ کا یہ ارشاد فِيْ خُسْبٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ یعنی قیامت ان پانچ چیزوں میں داخل ہے
 جن کو بجز خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ اس کی صریح دلیل ہے کہ حضورؐ کا مقصد عدمِ علمِ قیامت میں برابری بیان کرنا ہے
 اور آپ کا مطلب یہی ہے کہ ہم کو اور تم کو، دونوں کو ہی اس کی خبر نہیں ہے کہ قیامت کب اور کس دن اور کس وقت آئے
 گی (نیز یہ معنی عربی محاورے کے مطابق ہے جیسے مِسْكُوَةٌ صَاءٌ سے معلوم ہوتا ہے۔ (نیلوے) “

اپنے اپنی اس تقریر میں علامہ عینیؒ اور علامہ قسطلانیؒ کے حوالے سے بھی ایک عبارت پیش کی تھی اور اس سے
 آپ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضورؐ کو قیامت وغیرہ امورِ غیب کا علم بھی بطلانِ خداوندی حاصل تھا، اور آپ دوسروں کو
 بھی بتلا سکتے تھے بلکہ بتلاتے تھے حالانکہ اس عبارت سے یہ مدعا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا بلکہ ان دونوں مصنفوں علامہ
 عینیؒ و علامہ قسطلانیؒ کی تصریحات اس کے صریح خلاف موجود ہیں۔ اسی حدیثِ جبریلؑ کے ذیل میں علامہ عینیؒ
 قیامت کے متعلق فرماتے ہیں

الْاِعْتِقَادُ بِوُجُوْدِهَا وَاِبْعَادِ الْعِلْمِ بِوَقْتِهَا لِغَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی
 مِنَ الدِّیْنِ ۔ (ج ۱ ص ۳۲۸)

یعنی قیامت کے آنے کا یقین رکھنا اور ساتھ ہی یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کے وقت خاص کا علم اللہ
 کے سوا کسی کو نہیں ہے اجزاءِ دین میں سے ہے۔ اور بعینہ یہی مضمون اس موقع پر علامہ قسطلانیؒ
 نے بھی لکھا ہے، ملاحظہ ہو قسطلانی ج ۱ ص ۲۷۷

نوٹ از مرتب حضرت مولانا کی تقریر میں تک پہنچی تھی کہ مولوی حسرت علی صاحب نے فرمایا

کہ عینی کی عبارت آپ کہاں سے پڑھ رہے ہیں؟ مولانا ممدوح نے فرمایا کہ
 میں اپنی یادداشت سے پڑھ رہا ہوں اگر آپ کو شک ہو تو آپ کے پاس عینی موجود ہے دیکھ لیجئے یا میرے پاس بھیج
 دیجئے میں خود ہی عبارت نکال دوں۔ مولوی حسرت علی صاحب نے کہا کہ آپ کتاب سے پڑھتے، مولانا نے فرمایا

کہ اس وقت میرے ساتھ عینی نہیں ہے اور نہ ساری کتابیں ساتھ رکھی جاسکتی ہیں۔ ہاں جو چیزیں پیش کر دیں گے اس کے لفظ لفظ کی ذمہ داری ہوں گا، اور اگر میرا کوئی حوالہ غلط نکلے گا تو میں اپنی شکست تسلیم کر لوں گا۔ لیکن مولوی حسنت علی صاحب اسی پر اصرار کرتے رہے کہ صرف اسی کتاب کا حوالہ دیا جائے جو یہاں آپ کے پاس موجود ہو۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ کوئی اصول نہیں ہے، ہاں البتہ میرے جس حوالہ میں آپ کو شک ہو اس کی صحت ثابت کرنی میرے ذمہ ہوگی۔

پھر مولانا نے فرمایا کہ اس وقت یہ بحث فضول ہے کیونکہ جو عبارت میں نے اپنی یادداشت سے پیش کی ہے عینی کی ہے اور عینی آپ کے پاس موجود ہے ابھی اس کو دیکھ لیجئے۔ مولوی حسنت علی صاحب نے کہا میرے پاس جو عینی ہے اس سے آپ کا کوئی تعلق نہیں آپ اپنی کتاب پیش کیجئے میں اپنی کتاب آپ کو نہیں دوں گا۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ عاجزی کی اس سے زیادہ دشمنی دل اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ میرے پیش کردہ حوالہ کو بھی نہیں مانتے اور کتاب سے اس کی تصدیق بھی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور پھر اپنی اس حرکت پر شرماتے بھی نہیں۔ اس گفتگو میں مولانا کا وقت ختم ہو گیا۔

مولوی حسنت علی صاحب حضرات گرامی! آپ نے دیکھ لیا مولوی منظور صاحب اپنا اور اپنے موکل کا کفر اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ ارے مولوی

صاحب! آپ پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم عظیم گھٹانے کے لئے آیتیں حدیثیں اور بزرگوں کی عبارتیں کو بڑھاتے جاتے ہیں مگر اپنا اسلام ثابت کرنے کے لئے ایک لفظ منہ سے نہیں نکلتا جب تک آپ اپنا سلمان ہونا ثابت نہ کر لیں آپ کو آیتیں، حدیثیں اور بزرگان دین کے اقوال کے پیش کرنے کا کیا حق ہے۔ آپ مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما اور دوسرے بزرگان دین کا نام لیتے ہیں مگر اب تک جتنے اقوال بھی پیش کئے ہیں ان میں سے کسی میں صراحت کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر نہیں ہے۔ آپ نے اس مرتبہ ایک بڑا جھوٹ یہ بولا ہے کہ حضور کو یہ خبر نہ تھی کہ قیامت کس تاریخ یا کس دن اور کس وقت قائم ہوگی۔

میں آپ کو بتلاتا ہوں میرے آقا اللہ کے محبوب مطلع علی الغیوب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تمام باتیں معلوم تھیں اور آپ نے اپنے اقیوں کو بھی بتلایں۔ سنو! حدیث میں آتا ہے کہ قیامت محرم کے مہینہ میں آئے گی تاریخ دسویں

ہوگی ، دن جمعہ کا ہوگا ۔ کیا اب بھی وہابی یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور کو قیامت کے دن اور اس کی تاریخ کا علم نہ تھا ؟
حضور کو حضور اس کا علم تھا اور آپ کے مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو سب کچھ بتلادیا تھا ۔

آپ نے سورۃ اعراف کی جو آیت پڑھی ہے اس میں لَا يُجَلِّیْمَا یَوْ قِیْمَتِہَا اِلَّا هُوَ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے بتانے سے اس کے محبوبوں کو بھی اس کا علم ہوگا اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا وقت ظاہر کر دیا تھا ۔

آپ نے اس مرتبہ پھر کہا ہے کہ اَکَادُ اُخْفِیْمَا میں اخفاء مطلق ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ یہ اخفاء بس قیامت تک رہے گا ۔ ارے جب الی یوم القیامتہ کے ساتھ مقید ہوا تو پھر مطلق کہاں رہا ، آپ کو انہی جاہلانہ باتوں سے شرم نہیں آتی ؟ کیا ابھی آپ کو مطلق اور مقید کے معنی بھی معلوم نہیں ؟

علامہ احمد صاوی رحمہ اللہ کے متعلق آپ نے کہا ہے کہ وہ تیرہویں صدی کے عالم ہیں لہذا معتبر نہیں ۔ آپ نے ابھی شاہ عبد القادر دہلویؒ کا ترجمہ پیش کیا تھا حالانکہ وہ بھی تیرہویں صدی کے ہیں تو اس کے کیا معنی کہ شاہ عبد القادرؒ کو معتبر ہوں اور احمد صاوی معتبر نہ ہوں ، جب آپ شاہ عبد القادر صاحب کے کلام سے استناد کر سکتے ہیں تو میں بھی احمد صاوی سے استدلال کرنے کا حق رکھتا ہوں ، اور آپ صرف یہ کہہ کر نہیں چھوٹ سکتے کہ وہ ہمارے نزدیک معتبر نہیں ۔ لہذا جو عبارت میں ان کی پیش کی ہے اس کا جواب دیجئے ۔ اور ایک اور عبارت انہیں کی سنئے زیر آیت اِلَیْہِ یُسْرَدُ حِلْمُ السَّاعَةِ فرماتے ہیں ۔

المعنی لا یضید علمہ غیرہ تعالیٰ فلا ینافی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم ینخرج من الدنیا حتی اطلع علی ما کان وما ینحون وما ہو کائن ومن جملة وقت الساعة ۔

یعنی علم قیامت کے اللہ کے ساتھ خاص ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وقت قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور عطا نہیں کرتا پس یہ اس کے مخالف نہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہاں تک کہ جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا اور جو کچھ ہو رہا ہے سب پر حضور کو مطلع فرمایا گیا اور اس میں سے وقت قیامت بھی ہے ۔

دیکھئے ! اس میں کیسی صاف تصریح ہے کہ حضور اقدس کو تمام ماکان و مایکون و ماہو کائن کا علم بشمول وقت قیامت اسی حیات دنیا میں عطا فرما دیا گیا تھا۔ پھر علامہ نے یہ بھی بتلادیا کہ یہ عقیدہ ان آیات کے خلاف نہیں جن میں وقت قیامت کے علم کو اللہ عزوجل کے ساتھ خاص بتلایا گیا ہے۔ کیونکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور قیامت کا علم عطا نہیں کر سکتا۔ پس وقت قیامت کے متعلق جو آیتیں آپ نے اب تک پیش کیں یا آئندہ آپ پیش کریں گے ان سب کے لئے میرا یہی جواب کافی ہے۔ واللہ اعلم۔

میاں تک تو میں نے آپ کی تقریر کا جواب دیا۔ اب میرے دلائل سنئے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔
وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ . یعنی اسے محبوب ! ہم نے تم پر کتاب نازل فرمائی جو ہر شے کا روشن بیان ہے۔ (النحل ۱، ۸۹)

دوسری جگہ اسی کتاب عزیز کے متعلق ارشاد فرمایا مَا فَتَرْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ۚ
یعنی ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز ایجاد نہ رکھی، ہر چیز کو بیان کر دیا ہے۔ (الزمر ۲، ۳۸)
ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں ہر چیز کا بیان بلکہ روشن بیان ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جس کا واضح بیان قرآن میں نہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم کا پورا پورا علم تھا کیونکہ خود اللہ عزوجل نے آپ کو قرآن کی تعلیم دی تھی جیسا کہ سورہ رحمن میں ارشاد ہے الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ پس جب کہ قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے اور حضور اس کے پورے عالم ہیں تو نتیجہ یہ نکلا کہ بتعلیم الہی حضور کو ہر چیز معلوم ہو۔ مولوی منظور صاحب ! دیکھا آپ نے ؟ قرآن سے اس طرح دعویٰ ثابت کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد ایک حدیث بھی سنئے۔ مشکوٰۃ شریف باب آداب المساجد ص ۶۹۔ پر ہے حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

رَأَيْتُ رَبِّيَّ عَزَّ وَجَلَّ فِي أَحْسَنِ صُوَرَةٍ قَالَ فِيهِ يَخْصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى قُلْتُ أَنْتَ أَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيْ فَوَجَدَتْ بَرْدَهَا بَيْنَ شَدَائِحَ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ . الحدیث
یعنی میں نے اپنے رب عزوجل کو نہایت اچھی نگاہ میں دیکھا اس نے پوچھا فرشتے کس بات میں ہم

بحث کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کی تو یہی جانتے والا ہے۔ فرمایا کہ پھر میرے رب عز وجل نے اپنا دستِ رحمت میرے دونوں شانوں کے بیچ میں رکھا تو میں نے اس کے فیض کی تحفہ کہ اپنے ہمتانوں کے درمیان پانی تو جان لیا میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

دیکھئے اس حدیث پاک سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زمین و آسمان کی تمام چیزوں کا علم کلی محیط حاصل ہے۔ واللہ اعلم۔

میرے پاس حضور اقدس کا علم غیب ثابت کرنے کے لئے بجز اللہ سبحانہ کے دلائل موجود ہیں مگر میں چاہتا ہوں کہ کسی طرح آپ اپنے اور اپنے بڑوں کے کفر و اسلام پر بحث کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب (بعد حمد و صلوٰۃ) اب تک میرے لائق مخاطب مولوی حسرت علی

صاحب نے جو تقریریں کی تھیں ان میں موضوع سے خارج اور بیکار

باتیں زیادہ ہوتی تھیں خدا کا شکر ہے کہ اس تقریر میں تناسب بدل گیا ہے اور خارجی باتیں نسبت کم رہیں۔ اس ہم غنیمت است۔

تاہم میں نے یہ طے کر لیا ہے کہ اب مولوی صاحب کی کسی خارجی بات کا جواب نہ دیا جائے اس لئے آخری مرتبہ میں ان سے پھر کتا ہوں کہ یہ وقت علم غیب پر بحث کے لئے مقرر ہے اس میں دوسری بحثیں چھیڑنے کی کوشش کرنا کمزوری اور عاجزی کی دلیل ہے اگر آپ کو فی الحقیقت کسی دوسرے موضوع پر گفتگو کرنا ہے تو بندہ بعون اللہ اس کے لئے بھی ہر طرح تیار ہے آپ جس بحث کے لئے چاہیں اسی وقت مستقل وقت طے کر لیں لیکن غلط بحث کی پالیسی میں آپ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ یہ آپ کو میرا آخری انتباہ ہے۔ اس کے بعد میں آپ کی کسی خارجی بات کا جواب دینے کی کوشش نہیں کروں گا۔ ہاں صرف حاضرین کرام سے یہ عرض کر دوں گا کہ وہ آپ کے اس غلط بحث سے صحیح نتیجہ نکالنے کی کوشش کریں۔ اس کے بعد میں آپ کی تقریر کے جواب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں سنئے۔

اس مرتبہ پھر آپ نے یہ کہا ہے کہ علم قیامت کی نفی کے متعلق جتنی چیزیں اب تک پیش کی گئیں ان میں بصاحت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ذکر نہیں، حالانکہ میں ابن جریر کی صریح عبارت پیش کر چکا ہوں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صاف طور پر لَا يَخْلَعُ عَلَيَّ بِذَلِكَ کا جملہ مذکور ہے اس سے زیادہ تفصیل اور

تصریح اور کیا ہو سکتی ہے ؟ علاوہ ازیں میں آپ سے پوچھتا ہوں اگر کوئی غالی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجسم خدا اور معبود کہنے لگے اور کوئی متحد مسلمان اس کے مقابلہ میں قرآن پاک سے توحید کی وہ آیتیں پیش کرے جن میں بتلایا گیا ہے کہ ایک ایسے خدا کے سوا کوئی معبود نہیں تو کیا اس کے جواب میں اس غالی شخص کا یہ کہنا درست ہوگا کہ تم جو آیتیں پیش کرتے ہو ان میں سے کسی میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک مذکور نہیں اور کسی میں بھی صراحتہ یہ نہیں بتلایا گیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا اور معبود نہیں ہیں ؟ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے نزدیک بھی اس کا یہ جواب کسی طرح درست نہ ہوگا۔

پس اسی طرح سمجھ لیجئے کہ جب قرآن پکار پکار کے یہ کہتا ہے کہ اِنَّمَا عَلِمَهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَقَتِ قِيَامٍ کا علم بس خدا ہی کو ہے۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کرتا ہے اِنَّمَا عَلِمَهَا عِنْدَ رَبِّیْ کریم رب کے سوا کسی کو اس کا علم نہیں۔ اور عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ یعنی صرف اسی کو قیامت کا علم ہے تو ان صاف صریح اعلانات کے بعد آپ کا یہ کہنا کہ چونکہ ان آیتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی نہیں آیا اور آپ کا نام مبارک لے کر علم ساعۃ کی نفی نہیں کی گئی اس لئے ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کو بھی وقت قیامت کا خاص معلوم نہ تھا، نہایت ہی لغو اور مضحکہ خیز ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ بلا سوچے سمجھے آپ کی زبان سے یہ نکل گیا ہے۔

آپ نے اس مرتبہ میرے دعوے کی تکذیب کرتے ہوئے بڑے زور سے فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا مہینہ، تاریخ، دن اور وقت تک معلوم تھا۔ اور اس کے ثبوت میں آپ فرماتے ہیں کہ حدیثوں میں وارد ہے کہ قیامت محرم کے مہینہ میں دسویں تاریخ کو آئے گی، دن جمعہ کا ہوگا اور وقت صبح کا، لکاشس ! آپ ذرا وہ حدیثیں بھی پیش کر دیتے تو میں کچھ تفصیل سے عرض کرتا۔ اس وقت اجمالاً صرف اتنا بتلاتا ہوں کہ وہ حدیثیں کمزور قسم کی ہیں اور ان کی بنیاد پر یہ تعینات نہیں کئے جاسکتے۔ اور اگر بغرض ان کو صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی میرے مدعا کے خلاف نہیں کیونکہ صرف اتنی چیز سے تعین نہیں ہو جاتی جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ کس سز کے محرم کے مہینہ میں اور کون سے جمعہ کو آدے گی ؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے لے کر اب تک قریباً ساڑھے تیرہ سو دفعہ محرم کا مہینہ اور

لاکھوں دفعہ جمعہ کا دن اچکا ہے اور معلوم نہیں کہ ختم دنیا تک کتنی مرتبہ یہ چکر اور آئے گا پس جب تک یہ متعین نہ ہو کہ کون سے جمعہ کو اور کون سے محرم کے ہیندر میں قیامت آئے گی اس وقت تک آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا اور یہ تعین آپ کسی ضعیف سے ضعیف بلکہ منکر روایت سے بھی ثابت نہیں کر سکتے۔

اس دفعہ پھر آپ نے اخفاء مطلق اور الی یوم القیامہ کی قید کے متعلق اظہار خیال کیا ہے اور اس کو جاہلانہ بات بتلایا ہے۔ اس کے جواب میں میں صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہ علمی باتیں کوئی جاہل نہیں سمجھ سکتا تو وہ اپنی جہالت کا ماتم کرے۔

آپ نے احمد صادی کی ایک عبارت پہلے بھی پیش کی تھی اور اس مرتبہ بھی پیش کی ہے میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ وہ میرے نزدیک علمائے معتبرین میں سے نہیں جن کا قول قابلِ حجت ہو۔ آپ نے فرمایا ہے کہ شاہ عبد القادر رحمہ اللہ بھی تیرہویں صدی کے ہیں۔ اس کے جواب میں گزارش ہے کہ میں نے شاہ عبد القادر رحمہ اللہ کا صرف ترجمہ قرآن پیش کیا ہے۔ اگر آپ کے نزدیک ان کا ترجمہ بھی قابلِ اعتبار نہ ہو تو آپ اس کا اظہار کر دیں میں انشاء اللہ نہیں پیش کروں گا۔

آپ نے اس مرتبہ معارضے کے طور پر دو آیتیں بھی پیش کی ہیں، حالانکہ اس سے پہلے مناظروں میں ان کا صحیح مطلب میں آپ کو بتلا چکا ہوں۔ اب پھر سن لیجئے۔

آپ کی پہلی پیش کردہ آیت وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تَبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ کی تفسیر جلالین شریف میں اس طرح کی گئی ہے تَبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ يُحْتَاجُ إِلَيْهِ مِنَ أَمْرِ الشَّرِيعَةِ یعنی قرآن پاک میں ان تمام چیزوں کا بیان ہے جن کی ضرورت لوگوں کو شریعت کے بارے میں پڑتی ہے۔

اور تفسیر رضی صادی میں ہے تَبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ مِنْ أُمُورِ الدِّينِ۔ اور بعینہ یہی عبارت تفسیر مدارک میں ہے اور اس کے قریب قریب دوسرے مفسرین کرام نے بھی لکھا ہے، غرض عام مفسرین کے نزدیک اس آیت کا مطلب یہی ہے کہ قرآن پاک میں دینی اور شرعی باتوں کا پورا بیان ہے۔ پس اس سے علم کلی پر استدلال کسی طرح درست نہیں۔

اسی طرح جو دوسری آیت آپ نے مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ پیش کی ہے اس کی

تفسیر میں حضرات مفسرین نے یہ تصریح فرمادی ہے کہ یہاں شیئی سے وہی اشیاء مراد ہیں جن کی معرفت ضروری ہوتی ہے۔ چنانچہ امام رازیؒ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں

مَا قَرَرْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ يَجِبُ أَنْ يَكُونَ مَخْصُوصًا بِبَيَانِ الْأَشْيَاءِ الَّتِي يَجِبُ مَعْرِفَتُهَا۔

یعنی آیت میں جو شیئی کا لفظ ہے اسے عام نہیں رکھا جاسکتا بلکہ اس کا ان اشیاء کے ساتھ خاص کرنا

ضروری ہے جن کی معرفت ضروری اور جن کا علم لازمی ہو، اسی طرح ابی السعود کی تفسیر میں ہے

أَمْ مَا تَرَكْنَا فِي الْقُرْآنِ شَيْئًا مِنَ الْأَشْيَاءِ الْمَهْمَةِ۔

یعنی ہم نے قرآن میں کوئی چیز بھی ضروریات میں سے نہیں چھوڑی۔

بہر حال حضرات مفسرین کی ان تصریحات کے مطابق اس آیت کا مطلب بھی صرف یہی ہے کہ قرآن

پاک میں تمام وہ چیزیں بیان کر دی گئی ہیں جن کو جاننا لازمی ہے اور ان میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی گئی۔ الغرض

ان دونوں آیتوں سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ قرآن پاک میں سب دینی اور ضروری باتیں بیان کر دی گئی ہیں اور

بے شک اس پر مہار ایمان ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ قرآن ان تمام دینی باتوں

کا علم تھا، بلکہ ہمارے نزدیک آپ کو بہت سے ایسے علوم بھی عطا ہوئے تھے جو قرآن پاک میں نہیں ہیں۔ حضور م خود

ارشاد فرماتے ہیں۔ أَلَا إِنَّهُ أُوتِيَتِ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ یعنی مجھ کو قرآن بھی عطا فرمایا

گیا اور اس جیسے اور علوم بھی۔

بہر حال آپ کی پیش کردہ دونوں آیتوں میں سے کوئی بھی مثبت مدعی نہیں۔

آپ نے اس مرتبہ ایک حدیث بھی پیش کی ہے۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ وہ حدیث مضطرب ہے۔ اور

امام بیہقیؒ نے اس کے تمام طرق کو ضعیف کہا ہے۔ چنانچہ علامہ علی بن محمد خازنؒ اسی حدیث پر کلام کرتے ہوئے،

لکھتے ہیں۔

قال البخاری عبد الرحمن بن عائش الحضرمی له حدیث واحد الا انهم

یضطربون فیہ وهو حدیث الرؤیہ قال البیہقی وقد روی من طرق

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں اضطراب ہے اور اس کے تمام طرق ضعیف ہیں۔ اور وہ ثابت نہیں۔

علاوہ ازیں اس حدیث میں جس واقعہ کا ذکر ہے وہ ایک کشف شہودی ہے جس کے لئے مشہور چیزوں کا بھی تفصیلی علم لازم نہیں اور اس کو علم غیب کی سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔

سعدی شہید ازہی علیہ الرحمۃ نے اس مسئلہ علم غیب کی کو ایک واقعہ کے رنگ میں خوب سمجھایا ہے، فرماتے ہیں :-

یکے پر سید ازال گم کردہ فرزند کہ اے روشن دل و پیر خردمند

زمهرش بونے پیرا ہن شنیدی چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی

بگفت احوال بابرہن جہاں است دے پیدا و دیگر دم نہاں است

گجے بر طارم اعلیٰ شینم گجے بر پشت پائے خود بینم

ان اشعار کا مطلب یہ ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کی قمیص لے کر ان کے بھائی مصر سے کنعان کی طرف

روانہ ہوئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں بیٹھے بیٹھے فرمایا کہ مجھے یوسفؑ کی پاکیزہ بو محسوس ہوتی ہے۔ تو

بعض لوگوں نے حضرت یعقوبؑ سے دریافت کیا کہ یہ کیا فلسفہ ہے کہ مصر سے چلے ہوئے کڑے کی خوشبو تو آپ کو محسوس

ہو گئی لیکن جب یوسفؑ یہیں کنعان کے کنوئیں میں تھے تو آپ کو پتہ نہ چلا ؟ آپ نے جواب دیا کہ ہمارے علم و ادراک

کا حال بکلی سا ہے کہ اک دم ظاہر اور اک دم غائب ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب اللہ چاہتا ہے تو ہمیں مصر کی خوشبو یہاں محسوس ہوتی ہے اور جب وہ نہیں چاہتا تو خود اپنی بستی

کنعان کے کنوئیں کی چیز بھی نظر نہیں آتی۔

پس زیر بحث حدیث میں جس واقعہ کا ذکر ہے اس کی حقیقت یہی ہے کہ اس خاص عالم میں ایک خاص تجلی

ظاہر ہوئی اور اس وقت زمین و آسمان میں جو چیزیں تھیں ان کا علم حضورؐ کو حاصل ہو گیا، لیکن اس علم کے لئے تفصیلی

ضروری نہیں، بالکل اسی طرح کہ ایک شخص ہر وقت اپنے ہاتھ کو دیکھتا ہے مگر اس کی رگوں کے متعلق تفصیلی معلومات

نہیں رکھتا، یا رات کے وقت آسمان کے ستارے دیکھے جاتے ہیں لیکن ان کے صحیح شمار اور ان کے طول و عرض وغیرہ کے

متعلق صحیح معلومات نہیں ہوتیں۔

بہر حال یہ حدیث اول تو ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل استناد نہیں، علاوہ ازیں علم غیب کی تفصیلی محیط

پر اس کی دلالت بھی نہیں۔

یہاں تک آپ کی تقریر کا جواب ہوا۔ اس کے بعد میں اپنے دلائل کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اور چونکہ اب میرا وقت قریب الختم ہے اس لئے صرف ایک آیت اور پیش کر کے تقریر ختم کرتا ہوں۔ سورۃ احزاب میں ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ

یعنی (اے نبیؐ) لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم بس

اللہ ہی کو ہے (الاحزاب ۳۳ - ۶۳)

اس آیت کا مضمون بھی بالکل وہی ہے جو اس سے پہلی اعراف والی آیت کا تھا تاہم اس کی مزید تشریح اور اپنے استدلال کی توضیح کے لئے کچھ اور بھی عرض کرنا ہے جو انشاء اللہ آئندہ عرض کروں گا۔

حضرات گرامی! آپ نے دیکھ لیا کہ مولوی منظور صاحب اپنا اور اپنے موکل کا اسلام ثابت کرنے سے کیسے عاجز ہیں کہ میں بار بار مطالبہ

مولوی حسرت علی صاحب

کر رہا ہوں اور اب تک وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ اور اس مرتبہ تو انہوں نے صاف اعلان بھی کر دیا کہ اس وقت ہم کوئی اور بحث کرنا ہی نہیں چاہتے، بس علم غیب ہی پر بحث کریں گے۔ بہت اچھا لیجئے ہم بھی علم غیب ہی پر بحث کرتے ہیں۔

آپ نے اب تک علم غیب علم قیامت کے متعلق کئی آیتیں اور حدیثیں پڑھی ہیں جن کے میں حلیات دے چکا ہوں اب ایک آخری اور فیصلہ کی بات کہتا ہوں۔ آپ دس بیس بلکہ دو چار بھی نہیں صرف ایک ہی ایسی آیت یا حدیث پیش کر دیجئے جس میں صراحت یہ مذکور ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے وقت کا علم عطا نہیں فرمایا گیا تھا۔ اب تک جو آیتیں یا حدیثیں آپ نے پیش کی ہیں ان میں سے کسی میں بھی نہ تو تخصیص کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے اور نہ صاف طور پر علم عطائی کی نفی ہے۔

آپ نے جو میرے مطالبہ کے جواب میں امام ابن حنبلہؒ کی عبارت ”لَا عِلْمَ لِي بِذَلِكَ“

پیش کی ہے اس میں بھی علم عطائی کی نفی نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہی ہے کہ مجھ کو اس کا ذاتی علم نہیں۔ اور جو

آیات و احادیث بھی علم قیامت کے متعلق آپ نے پیش کی ہیں یا آئندہ پیش کریں گے ان سب میں بھی علم ذاتی

ہی کی نفی ہے۔ میں چیلنج کرتا ہوں، آپ بلکہ دنیا بھر کے دہائی مل کر بھی ایسی ایک آیت یا حدیث نہیں پیش کر سکتے جس میں صاف مذکور ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کا علم عطا بھی نہیں فرمایا گیا تھا۔

آپ نے علامہ صدیقی کے متعلق پھر فرمایا ہے کہ وہ قابل اعتبار نہیں، یہ آپ کی عاجزی کی نہایت روشن دلیل ہے۔ جب جواب نہیں بنا تو کہہ دیا کہ یہ قابل اعتبار ہی نہیں۔ آپ جن مفسرین کی عبارتیں پیش کرتے ہیں، میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ وہ قابل اعتبار نہیں۔ میں نے آیت کریمہ *تَبَيَّنَا لِكُلِّ شَيْءٍ* اور *مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ* پیش کی تھیں، آپ کہتے ہیں کہ ان آیتوں میں *شَيْءٍ* سے صرف دینی اور ضروری باتیں مراد ہیں۔ اور آپ نے بعض تفسیروں کی عبارتیں بھی پیش کی ہیں *كُلِّ شَيْءٍ* کی تفسیر میں *يَتَعَلَّقُ بِأُمُورِ الدِّينِ* اور اس معنی میں دوسرے الفاظ ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ دنیا کی اور آخرت کی کون سی چیز ہے جس کا تعلق دین سے نہیں۔ کم سے کم یہ کہ کائنات کی ہر چیز اپنے خالق جل و علا کا پتہ دیتی ہے اور اس کے وجود وحدانیت پر دلالت کرتی ہے۔ شاعر کہتا ہے۔ ۷

وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهُ آيَةٌ
تَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ وَاحِدٌ

دوسرا فارسی شاعر کہتا ہے۔ ۷

ہر گویا ہے کہ از زمین و آسمان کے تارے، سمندر کے قطرے، عرض
وَحَدَّهُ لَا شَرِيكَ لَهُ گوید

تو دنیا کی ہر چیز، زمین کے تمام ذرے، درختوں کے پتے، آسمان کے تارے، سمندر کے قطرے، عرض ساری چیزیں خدا کی معرفت کا سبق دیتی ہیں۔ تو اس لئے تمام ہی چیزوں کا تعلق دین سے ہوا اور آپ تسلیم کرتے ہیں کہ جن چیزوں کا تعلق دین سے ہوا ان سب کا روشن بیان قرآن پاک میں موجود ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہر چیز کا مفصل بیان قرآن میں موجود ہے۔

اور جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن پاک کے عالم بلکہ معلم ہیں تو آپ کو چیزوں کا تفصیلی علم ہونا بھی آپ کے اقرار سے ثابت ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

میں نے مشکوٰۃ شریف سے جو حدیث پیش کی تھی اس کے متعلق آپ نے کہا کہ تفسیر خازن میں اس کی بابت لکھا ہے کہ روی بطریق عذیدۃ کلمہ ضعیف مگر آپ کو یہ بھی خبر نہیں یا جان بوجھ کر آپ اس بات سے غافل بن رہے ہیں کہ باب فضائل میں ضعیف حدیثیں بھی مقبول ہیں اور یہ محبت علم ضعیف فضائل ہی کا تو ایک سلسلہ ہے اور ہم اس کے ذریعہ سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ایک فضیلت ہی تو ثابت کرنا چاہتے ہیں لہذا اس کے لئے ضعیف حدیث بھی کافی ہے۔ پھر کیا آپ کو اصول حدیث کا یہ مسئلہ معلوم نہیں کہ اگر کوئی حدیث چند ضعیف طریقوں سے مروی ہو تو اس تعدد طرق کی وجہ سے وہ صحیح لغیرم یا حسن کے درجے کو پہنچ جاتی ہے۔ تو گویا علامہ خازن نے یہ جملہ لکھ کر بتا دیا کہ یہ حدیث کم سے کم حسن کے درجے کی ہے مگر افسوس ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کی دشمنی کی وجہ سے آپ کی سمجھ میں یہ باتیں نہیں آتیں۔

دوسری بات آپ نے اس حدیث کے متعلق یہ کہی ہے کہ اس سے علم تفصیلی ثابت نہیں ہوتا بلکہ صرف صرف علم اجمالی مفہوم ہوتا ہے جیسے آسمان پر نظر ڈالنے والوں کو ستاروں کا اور مائع دیکھنے والوں کو ہاتھ کی رگوں وغیرہ کا اجمالی علم ہوتا ہے۔

یہ آپ کا صرف اختراع ہے حدیث کی مراد کے متعلق حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ میں فرماتے ہیں۔

”عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی و کلی و احاطہ آں؟ یعنی اس فرمان (قُلْتُ

مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ) سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ حضور کو تمام جزوی و کلی علوم حاصل ہو گئے اور حضور نے ان سب کا احاطہ فرمایا۔

کہتے کیا اس کے بعد بھی یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ اس سے علم تفصیلی ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے بعد میں ایک آیت اور ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔ قرآن پاک ارشاد ہے۔

مَا كَانَتْ حَدِيثًا يَفْتَرَىٰ وَلَكِنْ تَصْدِيقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ

وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ - یعنی یہ کتاب (قرآن) کوئی گھڑی ہوئی چیز نہیں بلکہ

اگلی کتابوں کی تصدیق اور ہر چیز کی تفصیل ہے۔ (سورۃ الرعد آخری آیت)

اس آیت سے بھی صاف معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں ہر چیز کی تفصیل ہے اور جب حضور کو اس کا پورا علم ہے تو بے شک حضور کو ہر چیز کا تفصیلی علم ہوگا اور یہی ہمارا دعویٰ ہے۔

اس کے بعد حدیث سنئے ! موابہب لدنیہ میں خطیب قسطلانی ناقل ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ان الله رفع لي الدنيا فانا انظر اليها والما هو كائن فيهما
الح يوم القيامة كأنما انظر الى كفى هذه۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کو اٹھا کر سامنے کر دیا پس میں دیکھتا ہوں اس کو اور ان باتوں کو جو اس میں ہونے والی ہیں قیامت تک جس طرح کہ دیکھتا ہوں میں اپنے اس ہاتھ کو دیکھتے ! اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ ساری دنیا حضور اقدس علیہ السلام کے سامنے مثل کف دست پیش کر دی گئی اور آپ نے اس کو اور اس ساری کائنات کو ملاحظہ فرمایا۔ اس سے بڑھ کر حضور کے علم غیب کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے ؟

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (بعد حمد و صلوة) میرے مخاطب مولوی حسنت علی صاحب

نے بہت کوشش کی اور بہت ہاتھ پیر مارے کہ کسی

طرح بحث علم غیب سے ان کا چھٹکارا ہو جائے لیکن وہ اتنی سخت گرفت میں تھے کہ کامیاب نہ ہو سکے اور چار دن پچاس ان کو وہ پیالہ منہ سے لگانا پڑا جس کے لئے وہ کسی طرح تیار نہ تھے

میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اور پھر برہانگ دہل کہتا ہوں کہ اگر فی الحقیقت مولوی حسنت علی صاحب علم غیب کے علاوہ کسی دوسرے موضوع پر بحث کرنا چاہتے ہیں تو وہ اسی وقت اس کے لئے مستقل وقت طے کر سکتے ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ ان کے یہ بلند بانگ دعوے صرف غلط بحث کے لئے تھے جس میں ناکام رہے اور اس قسم کی فریبچیز چالوں کے انجام میں ناکامی ہی ہوتی ہے۔ اس کے بعد میں آپ کی ان نئی دلیلوں کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو آپ نے اسی تقریر میں پیش کی ہیں۔

آپ نے جو آیت کریمہ اس مرتبہ پیش کی ہے اس کے آخری لفظ حکل شئیء کی تفسیر میں علامہ سیوطیؒ

جلالین شریف میں لکھتے ہیں۔

کل شیء یحتاج الیہ فی الدین - یعنی قرآن پاک میں ہر اس چیز کی تفصیل ہے کہ

دین کے بارہ ہیں جس کی احتیاج ہو ۹

اور علامہ نسفی رحمہ اللہ نے مدارک التنزیل میں - اور امام رازی نے تفسیر کبیر میں اور دیگر مفسرین نے بھی اس کی تفسیر میں قریب قریب یہی لکھا ہے - بہر حال اس آیت کا مطلب بھی وہی ہے جو آپ کی پہلی پیش کردہ آیتوں کا حضرات مفسرین نے لکھا ہے - اور اس بناء پر ان تمام آیات سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ قرآن پاک میں دین کی ضروری باتوں کا روشن بیان ہے نہ یہ کہ اس میں ہر زمانہ کی مردم شماری، تمام چھوٹے بڑے انسانوں، کافروں، اور مسلمانوں بلکہ تمام حیوانوں، چرندوں، پرندوں حتیٰ کہ دریا کی مچھلیوں، مینڈگوں اور زمین کے کیڑے مکوڑوں کی تفصیلی تعداد اور ان کے مکمل حالات بھی درج ہیں کہ وہ کیا کھاتے پیتے ہیں؟ کتنی دفعہ پشیاں اور کتنی مرتبہ پاخانہ کرتے ہیں؟ بہر حال حسب تصریحات مفسرین ان تمام آیات میں کل شیء سے وہی چیزیں مراد ہیں جن سے دین کا کوئی تعلق ہو اور جن کی معرفت دینی حیثیت سے ضروری ہو۔

آپ نے پچھلی تقریر میں فرمایا تھا کہ دنیا میں کوئی چیز ایسی ہے نہیں جس کا تعلق دین سے نہ ہو۔

مجھے حیرت ہے کہ آیا آپ دین کے تعلق کے معنی ہی نہیں سمجھے یا دیدہ دانستہ لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اگر

آپ کی یہ بات مان لی جائے تو حضرات مفسرین کو اس قید لگانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ کل شیء کے ساتھ

یتعلق بامور الدین اور یحتاج الیہ فی الصلۃ الشریعۃ اور اس قسم کی جو اور قیود مفسرین نے

لگائی ہیں ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بعض چیزیں دنیا میں وہ ہیں جن کا تعلق دین سے نہیں ہے اور بعض وہ ہیں جن

کا تعلق دین سے ہے اور ان کی معرفت دینی حیثیت سے ضروری ہے اور انہی کا قرآن پاک میں بیان ہے - درمیان آپ

سے پوچھتا ہوں کہ کیا آسمان کے ستاروں، اور زمین کے فردوں کی تعداد معلوم کرنا بھی دینی حیثیت سے ضروری ہے؟

اور کیا زمین کے کیڑے مکوڑوں کی نقل و حرکت اور ان کے پاخانہ، پشیاں کے حالات کی معرفت کو بھی دین سے کوئی خاص

تعلق ہے؟ اور کیا ایمان داری کے ساتھ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تمام باتیں قرآن مجید میں لکھی ہوئی ہیں؟ بلکہ میں تو سمجھتا ہوں

کہ آپ کا ضمیر بھی اس کے خلاف ہوگا۔

اس کے بعد گزارش ہے کہ خدا کے واسطے قرآن پاک کے معاملہ میں ایسی بیجا جرات نہ کیجئے، یہاں غیر مسلم بھی موجود ہیں وہ آپ کی باتوں کو کبھی کیا راستے قائم کریں گے۔

آپ نے اس مرتبہ مواہب لدنیہ کے حوالہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی جو روایت پیش کی ہے اس کے متعلق پہلی گزارش تو یہ ہے کہ وہ حدیث طبقہ رابعہ کی ہے اور اصول حدیث میں یہ طے ہو چکا ہے کہ جس حدیث کو صرف طبقہ رابعہ یا اس کے بعد والے محدثین روایت کریں وہ قابل استناد نہیں تا وقتیکہ کسی ناقد بصیر محدث سے اس کی تصحیح منقول نہ ہو اور آپ کسی محدث سے اس کی تصحیح ثابت نہیں کر سکتے۔ بلکہ اس کے برعکس میں آپ کو بتانا ہوں کہ محدثین نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ چنانچہ حافظ علی متقی "کترالعمال جلد ششم ص ۹۵" پر اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں "سندہ ضعیف" یعنی اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

علاوہ ازیں اس حدیث سے بھی جمیع اشیاء کا علم تفصیلی محیط ثابت نہیں ہوتا بلکہ ایک اجمالی مشاہدہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ خود اسی حدیث میں اس مشاہدہ کی مثال ہتھیلی کے مشاہدہ سے دی گئی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہے تو تفصیلاً اس کے رگ وریشہ کا علم عام طور پر نہیں ہوتا، آپ نے ہزار بار اپنے ہاتھ کو دیکھا ہوگا مگر میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ نہیں بتلا سکتے کہ آپ کے ہاتھ میں کتنی رگیں ہیں۔ خیر بحث تو ممنوعی ہے اور بعد کی ہے۔ اصل جواب میرا یہی ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے لہذا قابل استناد ہے نہیں۔

آپ نے ابھی یہ بھی فرمایا ہے کہ چونکہ مسئلہ علم غیب باب فضائل کا ایک مسئلہ ہے اس لئے اس میں ضعیف حدیثوں سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے۔ فی الحقیقت یہ غلطی آپ ہی کی نہیں بلکہ آپ کی جماعت کے استاذ العلماء مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے بھی اپنے رسالہ "الکلمۃ العلیا" میں یہی لکھا ہے۔ حالانکہ یہ علمی اصطلاحوں سے جہالت کا افسوسناک مظاہرہ ہے۔ آپ لوگ شاید یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ فضیلت خواہ کسی قسم کی اور کسی درجہ میں ثابت کی جائے اس کے لئے ضعیف حدیث بھی کافی ہے۔ حالانکہ اصول یہ ہے کہ فضیلت اگر فضیلت ہی کے درجے میں ثابت کی جائے اور اس کو عقیدہ نہ بنایا جائے تو اس کے لئے ضعیف حدیث کافی ہے۔ اور علم غیب کا مسئلہ آپ کے نزدیک عقیدہ کا درجہ اختیار کر چکا ہے۔ لہذا اب وہ باب عقائد کا مسئلہ ہے نہ باب فضائل کا۔

میں نے آپ کی پیش کردہ پہلی حدیث کے متعلق تفسیر خازن کے حوالہ سے امام بیہقیؒ کی عبارت پیش کی تھی

قد روی بطرق عديدة كلها ضعاف وفي ثبوته نظر۔ اس کے جواب میں آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس عبارت کا فشاء یہ ہے کہ تعدد طرق کی وجہ سے یہ حدیث صحیح لغیرہ اور حسن کے درجہ کو پہنچ گئی ہے۔ لہذا قابل احتجاج ہے۔ ہندۃ خدا کچھ تو سوچ سمجھ کر کہا کر۔ امام بیہقیؒ کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ وفی ثبوته نظر کہ تعدد طرق کے باوجود اس حدیث کے ثبوت میں کلام ہے۔ گویا امام محدوح کے نزدیک اس حدیث کے طریقوں میں جو ضعف ہے وہ اس درجہ کا ہے کہ تعدد طرق سے بھی اس کی غلافی نہیں ہوتی اور اس لئے وہ لائق احتجاج نہیں۔

پھر اس حدیث کے متعلق میں تفصیل بتلا چکا ہوں کہ اس سے علم محیط تفصیلی ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے جواب میں آپ نے حضرت شیخ عبدالحی محدث دہلویؒ کی جو عبارت اشعة اللمعات سے پیش کی ہے اس میں بھی استفراق حقیقی مراد نہیں ہے اور اس کا قرینہ وہی اشعة اللمعات کی وہ عبارت ہے جو میں حدیث جبریل کی شرح کے ذیل میں اپنی پھلی بعض تقریروں میں پیش کر چکا ہوں۔ وہاں شیخؒ نے علم قیامت کے متعلق صاف الفاظ میں لکھا ہے ”کہ دے تعالیٰ پہنچ کس را از ملاکہ در سل برآں اطلاع نہ دادہ“ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور رسولوں میں سے کسی کو وقت قیامت کی اطلاع نہیں دی ہے۔

اس کے علاوہ بھی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی میرے پاس ایسی عبارات موجود ہیں جن میں بعض چیزوں کے متعلق صریحہ حضرت شیخؒ نے لکھا ہے کہ ان کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہیں ہوا اور آپ پر یہ چیزیں مبہم رہیں۔ بہر حال حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی اس قسم کی تصریحات اس بات کا زبردست قرینہ ہیں کہ آپ کی پیش کردہ عبارت میں استفراق حقیقی مراد نہیں بلکہ استفراق عرفی مراد ہے (جیسا کہ مصنفین کی عبارتوں میں بکثرت ہوتا ہے) تو اس بنا پر شیخؒ کی اس عبارت کا مطلب صرف یہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام وہ جزئی و کلی علوم حاصل ہو گئے تھے جو حق تعالیٰ کے نزدیک آپ کی شان کے مناسب تھے، یا دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ آپ کو بہت سے جزئی و کلی علوم حاصل ہو گئے تھے اور اس سے کسی کو انکار نہیں۔

ہیاء تک تو آپ کے پیش کردہ معارضات پر کلام تھا۔ اس کے بعد میں اپنے دلائل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ میں نے اپنی پھلی تقریر میں سورۃ احزاب کی آیت یَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ

پیش کی تھی اور وقت ختم ہو جانے کی وجہ سے اس کے متعلق کچھ اور عرض نہیں کر سکا تھا۔ اب اس کی تفسیر میں حضرات مفسرین کرام کے اقوال پیش کرتا ہوں۔

عمدة المفسرین حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں۔
 يقول تعالى مخبر الرسول صلوات الله وسلامه عليه انه لا علم له
 بالساعة وان ساله الناس عن ذلك وارشده ان يرد عليها الى
 الله عز وجل كما قال تعالى في سورة الاعراف وهي مكة وهذه
 مدنية فاستمر الحال في رد علمها الى الذي يقيها۔

یعنی اس آیت میں حق تعالیٰ نے اپنے رسول صلوات اللہ وسلامہ علیہ کو بتلایا ہے کہ آپ کو وقت قیامت کا علم نہیں ہے اگرچہ لوگ پوچھا کریں اور آپ کو ہدایت کی ہے کہ اس کے علم کو خدا ہی کے سپرد کریں جیسا کہ سورۃ اعراف والی آیت میں بھی یہی حکم دیا ہے (جس کو میں پہلے پیش کر چکا ہوں) اور وہ آیت کی ہے اور یہ مدنی۔ پس علم قیامت کو خدا ہی کے حوالہ کرنا مستمر رہا۔

دیکھئے اس عبارت میں مفسر علیہ الرحمۃ نے آیت کا مطلب صاف یہی بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کو وقت قیامت کا علم نہیں تھا اور پھر یہ بھی تصریح کر دی کہ حضور کی حیات طیبہ میں یہی حال دائم و مستمر رہا۔

اور علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے لفظ قُلْ اِنَّمَا عَلِمَهَا عِنْدَ اللّٰهِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔
 یعنی ان الله تعالى قد استأثر به ولم يطلع عليه نبيا ولا ملكا۔

(خازن ۱ ج ۵ ص ۲۲۸)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی لئے وقت قیامت کے علم کو خاص کر لیا اور کسی نبی اور فرشتے کو بھی اس کی اطلاع نہیں دی ہے۔

اور امام بغویؒ تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کے لفظ وما یدریک کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

ای انت لا تعرفه (معالم ص ۲۲۸) یعنی اے رسول! تم اس کو (یعنی وقت قیامت کو) نہیں جانتے۔

علیٰ ہذا تفسیر جلالین میں بھی اسی لفظ وما یدریک کی تفسیر میں لکھا ہے ای انت لا تعلمها،

یعنی مطلب یہ ہے کہ آپ کو اس کا علم نہیں۔

کیا ان تصریحات کے بعد بھی آپ کو یہ کہنے کی گنجائش رہتی ہے کہ آیات و احادیث اور عبارات مفسرین میں خاص حضور کا ذکر کمین نہیں ہے یا ہے تو صرف علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے ؟ معاذ اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

اچھا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کلمہ توحید لا الہ الا اللہ سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مجبوز نہ ہونا بھی آپ کے نزدیک ثابت ہوتا ہے یا نہیں ؟ حالانکہ اس میں بھی حضور کا اسم مبارک صراحتہ مذکور نہیں ہے اور پھر آپ کی طرح ایک ہٹ دھرم جو حضور کو معبود باذن اللہ مانے، یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اس میں صرف ذاتی الٰہیت کی نفی ہے نہ کہ عطائی کی اور میں حضور کو بالذات معبود نہیں مانتا، بلکہ یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قابل عبادت بنا دیا ہے۔ گویا آپ معبود بالعطاء ہیں۔ فرمائیے کہ آپ اس ہٹ دھرم کا منہ کس طرح بند کریں گے ؟

اس کے بعد میں اپنے جدید دلائل پیش کرتا ہوں۔ چوتھی آیت سنئے ! سورۃ ملک میں ارشاد ہے۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۖ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ

اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۖ اٰیہ ۲۱۲

یعنی، اور یہ لوگ کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ (یعنی قیامت) اگر تم سچے ہو، اے رسول ! آپ کہہ

دیجئے کہ اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے اور میں تو بس صاف صاف ڈرسانے والا ہوں۔

اس کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ای لا یعلم وقت ذلک علی التعیین

الا اللہ یعنی قیامت کے وقت کو تعین کے ساتھ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اور علامہ ابوالسعود رحمہ اللہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ای العلم بوقت معی الساعۃ

عندہ عز وجل لا یطلع علیہ غیرہ یعنی قیامت کے آنے کے وقت خاص کا علم بس اللہ عز وجل

ہی کو ہے اس کے سوا کسی کو اس کی اطلاع نہیں۔

پانچویں آیت سنئے ! سورۃ انبیاء میں ارشاد ہے۔ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ أَذْنُكُمْ عَلَىٰ سَوَادٍ وَأَنْ

أَذْرِي ۖ أَمْ بَعِیْدُ مَا تُوعَدُونَ ۖ یعنی اگر یہ لوگ نہ مانیں تو اے رسول ! آپ ان سے

فرمیں کہ تم کو خبردار کرتا ہوں مسادات پر، میں نہیں جانتا کہ آیا قریب ہے یا دور جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے

(یعنی قیامت) - (الانبیاء ۲۱ - ۱۰۹)

علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے اسی لا ادری متی یوم القیامة لان اللہ تعالیٰ لو یطلعنی علیہ ، مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کا دن کب ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر مطلع نہیں کیا ۔

افسوس ہے کہ وقت میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے میں ہر آیت کی تشریح میں ایک دو ہی تفسیری عبارت پیش کر رہا ہوں ورنہ قریب قریب تمام ہی معتبر تفاسیر میں ان آیات کی بھی تفسیر کی گئی ہے۔ کیا یہ تمام مفسرین غلام آپ برابر بھی قرآن کا مطلب نہیں سمجھتے ؟ یا معاذ اللہ ! یہ سب بزرگان امت بھی آپ کے نزدیک دہلانی اور دشمن رسول تھے ؟

مولوی حسرت علی صاحب سنی بھائیو ! آپ نے دیکھ لیا۔ میں نے مولوی منظور صاحب سے کہا تھا کہ آپ علم قیامت پر اتنا نڈر لگا رہے ہیں ، زیادہ نہیں ایک آیت یا حدیث ایسی پیش کر دیجئے جس میں صراحۃً حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام لے کر یہ بتلایا گیا ہو کہ آپ کو قیامت کا علم عطا ہے خداوندی بھی نہیں تھا۔ مولوی صاحب نے آپ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے کئی آیتیں پڑھیں اور کئی ایک تفسیری عبارتیں بھی پیش کیں ، لیکن ان میں سے کسی میں بھی یہ صراحت حضور آقاؐ کے کوئین صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں ہے بلکہ ان سب میں صرف علم قیامت کا حصر حق تعالیٰ کی ذات عالی میں بیان کیا گیا ہے اور وہ صرف علم ذاتی ہی ہو سکتا ہے کیونکہ علم عطائی اس کی جناب میں محال ہے۔

الغرض جو آیتیں آپ نے اب تک علم قیامت کے متعلق پیش کیں یا آئندہ آپ پیش کریں گے ان سب میں وقت قیامت کے علم ذاتی ہی کا اختصاص حق تعالیٰ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم اللہ کے بتلانے سے بھی نہ ہو۔

حضرت علامہ اسماعیل حقّی آقندی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان شریف جلد سوم کے صفحہ ۲۹۳ میں فرماتے ہیں۔

قَدْ ذَهَبَ بَعْضُ الْمَشَايِخِ إِلَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْرِفُ وَقْتَ السَّاعَةِ بِأَعْلَامِ اللَّهِ تَعَالَى وَهُوَ لَا يُنَافِي الْحَصْرَ فِي الْآيَةِ

کَمَا لَا يَخْفَى .

یعنی بعض مشائخ کرام اس طرف گئے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے قیامت کے وقت کو جانتے تھے اور قرآنی آیات میں علم قیامت کا جو حصر حق تعالیٰ کی ذات میں کیا گیا ہے یہ اس کے منافی نہیں ہے۔

دیکھئے ! علامہ حقّی رحمۃ اللہ علیہ نے کیسی صاف تصریح فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بظاہر محدّد مذکور وقت قیامت کا علم ماننا آیاتِ حضر کے خلاف نہیں اور یہ اسی واسطے ہے کہ آیاتِ حضر میں صرف علم ذاتی اور علم استقلالی مراد ہے۔ علم عطائی سے وہ آیات بالکل ساکت ہیں۔ لیجئے یہ آپ کی پیش کردہ تمام آیات کا جواب ہو گیا۔ میں اس کے بعد اپنے دلائل کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ میں نے تین آیتیں اب تک پیش کی تھیں جن میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ قرآن پاک میں تمام اشیاء کا بیان ہے۔ ”سب چیزوں کی تفصیل ہے“ اور اس میں کوئی بات نہیں چھوڑی گئی ہے۔ ان آیتوں کے جواب میں مولوی منظور صاحب کہتے ہیں کہ ”کل شیء“ سے صرف وہ چیزیں مراد ہیں جو دین سے متعلق ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ اول تو یہ تخصیص بے دلیل ہے قرآن پاک میں ”کل شیء“ کے ساتھ کوئی قید نہیں لگائی گئی۔ پھر آپ پیوند لگانے والے کون ہوتے ہیں۔ دیکھئے قرآن مجید میں دوسری جگہ ہے اِنَّ اَشْءَ اللّٰهِ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۰۱ ایک اور جگہ ہے وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ تو کیا یہاں بھی آپ ”کل شیء“ کی تخصیص کریں گے ؟ اور یہاں یہ بھی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ سب چیزوں پر نہیں بلکہ فلاں قسم کی خاص خاص چیزوں پر قادر ہے ، اور اس کو تمام باتوں کا نہیں بلکہ فلاں فلاں خاص قسم کی باتوں کا علم ہے۔ الغرض میرا پہلا جواب تو یہ ہے کہ آپ کی یہ تخصیص بے دلیل ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں کہہ چکا ہوں کہ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کا دین سے تعلق نہ ہو۔

میں نے اپنی پہلی تقریر میں مشکوٰۃ شریف سے جو حدیث پیش کی تھی اس کے متعلق آپ نے اس مرتبہ پھر یہ کہا ہے کہ اس حدیث کے تمام طریقے ضعیف ہیں حالانکہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ جو حدیث چند طریقوں سے مروی ہو وہ صحیح یغیرم ہو جاتی ہے لہذا وہ قابلِ حجت ہے۔ دوسری بات آپ نے یہ کہی تھی کہ اس سے صرف علم اجمالی ثابت ہوتا ہے۔ میں کہہ چکا ہوں کہ یہ بالکل غلط ہے۔ حضرت شیخ محقق محدث دہلوی رحمہ فرماتے ہیں کہ ”عبارت است

الحصول تمام علم کلی و جزوی و احاطہ اُس : شیخ تو کہتے ہیں کہ تمام علوم جزوی و کلی حضور کو حاصل ہو گئے اور آپ نے ان کا احاطہ فرمایا اور تم کہتے ہو کہ حضور کو صرف اجمالی علم حاصل ہوا تھا ۔

میں نے وہ سری حدیث مواہب لدنیہ سے پیش کی تھی ۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ حدیث طبقہ ثالثہ یا رابعہ کی ہے اور جب تک کہ کوئی محدث اس کی تصحیح نہ کرے وہ قابل حجت نہیں ۔

ارے مولوی صاحب ! آپ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جب علامہ قسطلانی محدث نے اپنی کتاب میں اس کو نقل کر دیا تو گویا اس کو صحیح مان لیا کیونکہ اگر وہ اس کو صحیح نہ سمجھتے تو اپنی کتاب میں نقل ہی کیوں کرتے ۔ الغرض اس حدیث کا مواہب لدنیہ میں منقول ہونا خود اس کی دلیل ہے کہ اس کے محدث مصنف نے اس حدیث کو صحیح مانا ۔ لہذا وہ قابل حجت ہے ۔

یہاں تک آپ کی تقریر کا جواب ہوا ۔ اب میری نئی دلیلیں سنئے ! قرآن پاک میں ارشاد ہے ۔

وَكُلُّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا یعنی ہم نے ہر چیز کو قرآن پاک میں پوری پوری تفصیل سے بیان کر دیا ہے اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں ہر چیز کی تفصیل ہے ۔ اور جب حضور قرآن پاک کے عالم بلکہ معلم ہیں تو حضور کو تمام چیزوں کا تفصیلی علم ہو گا اور یہی ہمارا دعوئے ہے ۔

اس کے بعد ایک حدیث بھی سنئے ! بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكُ شَيْئًا يَكُونُ فِي مَقَامِهِ ذَلِكَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا حَدَّثَ بِهِ حِفْظُهُ مِنْ حِفْظِهِ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ ۔

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار ہم میں کھڑے ہوئے تو کوئی چیز آپ نے ایسی نہیں چھوڑی جو قیامت تک ہونے والی تھی مگر یہ کہ آپ نے اس کو بیان فرمادیا جس نے یاد رکھا اسے یاد رہا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا ۔

دیکھتے اس میں صاف تصریح ہے کہ قیامت تک ہونے والی ساری چیزیں آپ نے بیان فرمادیں اور ان میں سے کوئی

بات بھی آپ نے نہیں چھوڑی ۔ کیا ان آیتوں اور حدیثوں پر آپ کا ایمان نہیں ہے ؟ کیا دیوبند کے مدرسہ میں یہ حدیثیں

نہیں پڑھائی جاتیں ؟

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (بعد حمد و صلوٰۃ) میں طے کر چکا ہوں کہ اپنے مخاطب

صاحب کی کسی فضول اور خارج از بحث بات کا جواب

نہیں دوں گا اس لئے ان کی لغو تعلیموں اور ناروا طعنہ زنیوں سے اعراض کرتے ہوئے اصل بحث کی طرف متوجہ

ہوتا ہوں۔

میرے دلائل کے معارضہ میں جو آیتیں اور حدیثیں مولوی صاحب نے اپنی پہلی تقریروں میں پیش کی تھیں میں بعد اللہ

ان سب کے جوابات دے چکا ہوں۔ اور اس کے جواب الجواب میں جو کچھ بعد میں کہا گیا ہے اس کی حقیقت انشاء اللہ بھی

عرض کر دوں گا۔ پہلے ان کی ان نئی دلیلوں کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو انہوں نے اپنی اس تقریر میں پیش کی ہیں۔

آیت کریمہ **كُلُّ شَيْءٍ بِفَضْلِنَا تَفْصِيْلًا** کے متعلق میرا پہلا مختصر جواب یہی ہے کہ یہاں بھی ”کل شی“

سے صرف وہی چیزیں مراد ہیں جن کی معرفت ہمارے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ تفسیر جلالین میں اس کی تفسیر اس طرح کی گئی

ہے **وَكُلُّ شَيْءٍ يُحْتَاجُ اِلَيْهِ فَضْلُنَا تَفْصِيْلًا** (جلالین، ص ۲۲۹) یعنی مطلب آیت کا یہ ہے

کہ ہم نے ہر ضروری چیز کی تفصیل کر دی ہے۔“

اسی طرح امام رازی علیہ الرحمۃ نے تفسیر کبیر میں اس مرقعہ پر لکھا ہے **وَكُلُّ شَيْءٍ فَضْلُنَا تَفْصِيْلًا**

ای کل شیء بحکما لیه حاجۃ الخ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۲۷۷) یعنی ہم نے ان تمام چیزوں کی پوری تفصیل

کر دی جن کی تم کو ضرورت ہے۔“

یہاں بقصد اختصار صرف دو تفسیروں کی عبارتیں میں نے پیش کی ہیں درہ دیگر حضرات مفسرین نے بھی ایسا ہی

لکھا ہے۔

الغرض حسب تصریحات مفسرین اس آیت کا مطلب بھی یہی ہے کہ جن باتوں کا معلوم ہونا ضروری تھا وہ قرآن

مجید میں تفصیل سے بیان کر دی گئیں نہ کہ اس میں ساری کائنات ارضی و سماوی کے تمام احوال و کیفیات کی تفصیل کی گئی

ہے اور حشرات الارض (زمین کے کیڑے مکوڑوں) دریا کی مچھلیوں اور مینہ کون، جنوں اور مجہولوں کی سوانح عمریاں بھی اس

میں درج ہیں۔ (نعوذ باللہ)

آپ نے اس تقریر میں فرمایا ہے کہ ”کل شیء“ کی یہ تخصیص بے دلیل ہے۔ معلوم نہیں کہ یہ اعتراض آپ کا کچھ ہے یا ان ائمہ مفسرین پر جنہوں نے یہ تفسیر کی ہے (اور یہ تخصیص کی ہے) آپ نے اس سلسلہ میں بطور نفیر کے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ کو پیش کیا ہے حالانکہ اس کی صحیح نظر قرآن مجید کی وہ آیتیں ہیں جن میں خدا کی دوسری کتاب ”تورات“ کے متعلق قریب قریب یہی الفاظ آئے ہیں۔ چنانچہ سورۃ النعام میں ہے

ثُمَّ اَتَيْنَا مُوسٰى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلٰى الَّذِیْ اٰحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ اٰیٰتِ ۱۳۵ اور دیگر جگہ ارشاد ہے وَكُتِبَ اِلَیْهِ فِی الْاَنْوَاجِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةٌ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (الاعراف : ۱۳۵)

ان دونوں آیتوں میں تورات مقدس کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے کہ اس میں ہر چیز کی تفصیل کی گئی ہے۔ اور بعینہ یہ الفاظ قرآن مجید خود اپنے متعلق کتاب ہے۔ اب اگر آپ کے نزدیک ”کل شیء“ میں کوئی تخصیص نہیں کی جاسکتی تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ تورات و قرآن دونوں میں صغیر و کبیر، عظیم و حقیر، ارضی و سماوی، دینی و دنیوی ہر چیز کا پورا پورا مفصل بیان ہو۔ اور اس صورت میں لازم آئے گا کہ قرآن کے علوم تورات کے برابر ہوں اور اس میں کوئی بات بھی تورات سے زیادہ نہ ہو۔

فرمائیے! کیا آپ کا یہی خیال ہے۔ اور اگر آپ کا عقیدہ یہ نہیں ہے تو مہربانی کر کے بتلائیے کہ تورات کے متعلق جو آیتیں میں نے پیش کی ہیں ان میں لفظ ”کل شیء“ سے کیا مراد ہے ؟

آپ نے اس مرتبہ پھر یہ مہمل بات کہی ہے کہ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کا تعلق دین سے نہ ہو۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں میرے در آپ کے مر کے بالکل اقدار کو دین سے کیا تعلق ہے ؟ اسی طرح اس بات کا معلوم کرنا کہ آج کتنی کھیاں پیدا ہوئیں اور کتنی مریں۔ کتنے چھر مرے اور کتنے پیدا ہوئے، آج ان معلومات کا دین سے کیا تعلق ہے ؟ اور آپ کے نزدیک یہ قرآن پاک کے کس پارے کی کون سی آیت میں لکھا ہوا ہے ؟

یہاں تک آپ کی پیش کردہ آیات کے متعلق بحث تھی۔ اب احادیث کے متعلق سنئے۔

آپ نے پہلی حدیث جو مشکوٰۃ شریف سے پیش کی تھی۔ اس کے متعلق میں نے کہا تھا کہ چونکہ اس کے تمام طرق ضعیف

ہیں اور اس کے ثبوت میں محدثین کو کلام ہے اس لئے وہ قابل استدلال نہیں۔ اس کے جواب میں آپ نے جو کچھ کہا ہے اس کا جواب الجواب میں اپنی پہلی تقریر میں دے چکا ہوں اعادہ کی ضرورت نہیں۔ علیٰ خدا آپ نے اسی حدیث کی شریعت میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جو عبارت پیش کی ہے اس کا مطلب بھی خود حضرت شیخ رحمہ اللہ کی تصریحات کی روشنی میں پہلے بیان کر چکا ہوں جس کے جواب میں آپ کچھ نہیں کہہ سکے۔

دوسری حدیث جو آپ نے مواہب لدنیہ سے پیش کی تھی اس کے متعلق میں نے عرض کیا تھا کہ جس طبقہ کے محدثین نے اس کو روایت کیا ہے صرف اس کی روایت کردہ احادیث اس وقت تک لائق استدلال نہیں جب تک کہ کوئی ناقد بعیر ان کی تصحیح نہ کرے۔ اس کے جواب میں آپ نے بڑے زور سے فرمایا ہے کہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے جب اپنی کتاب مواہب لدنیہ میں نقل کر دیا تو بس اس کی تصحیح ہو گئی۔

مجھے افسوس ہے کہ فن کی نفاذ کیفیت کی وجہ سے آپ کیسی مہل اور مضحکہ خیز باتیں کہہ دیتے ہیں۔ میرے مہربان! مواہب لدنیہ ان کتابوں میں سے نہیں ہے جن میں صرف احادیث صحیحہ کی نقل کا التزام کیا گیا ہے، اس کے مصنف نے اس کا دعویٰ کیا ہے۔ پس اس میں کسی حدیث کا درج ہو جانا کسی طرح اس کی ضمانت نہیں کہ وہ صحیح ہی ہو، یہ شان تو صحیح بخاری صحیح مسلم وغیرہ صحاح کی ہے جن کے مؤلفین نے اس کا التزام کیا ہے کہ وہ صرف وہی حدیثیں درج کریں گے جو ان کے نزدیک صحیح ہوں گی۔ اور پھر میں تو حافظ علی متقی رحمہ اللہ کی تصریح پیش کر چکا کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ پس آپ کی ان اگلی کچھ باتوں سے کیونکر صحیح ہو سکتی ہے۔

بہر حال جو دو حدیثیں آپ پہلے پیش کی تھیں وہ ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں۔ اس مرتبہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی جو روایت آپ نے پیش کی ہے وہ بے شک صحیح ہے۔ لیکن کاش اس کے پیش کرنے سے پہلے آپ شروع حدیث میں یہ بھی دیکھ لیتے کہ علامہ نے حدیث نے اس کا کیا مطلب بیان کیا ہے۔

علامہ علی قاری حنفی رحمہ اللہ "شرح شفا" میں اس حدیث کے لفظ "فَمَا تَوَلَّى شَيْئًا" کی شرح میں فرماتے ہیں "ای مَحْضًا" تو گویا حضرت علامہ علی رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں تمام مہتمم بالشان اور ضروری چیزیں بیان فرمائیں اور یہی قرین قیاس بھی ہے۔ یہ کسی طرح سمجھ میں نہیں آسکتا کہ حضور نے مہتمم بالشان پر کھڑے ہو کر یہ بیان کیا ہو کہ فلاں دن اتنی کھیاں مریں گی، اتنے

اور امام رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اَلْيَوْمَ بُرُءُ عَلْوُ السَّاعَةِ هَذِهِ الصَّلَاةُ قُنْيِدُ
الْحَضَرِ اِی لَا یَعْلَمُ رُقَّتِ السَّاعَةِ بِعَیْنِهِ اِلَّا اللّٰهُ الخ یعنی کہ یہ علم الیومہ علم الساعۃ
منیہ صریحہ۔ اور مطلب یہ ہے کہ قیامت کے وقت محین کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

آٹھویں آیت اسی مضمون کی اور سنئے ! سورۃ الزخرف میں ارشاد ہے

وَ عِنْدَ ذٰلِكَ عَلَّمُ السَّاعَةَ وَاِلَیْہِ تَرْجَعُوْنَ ۝

قیامت کی خبر اور اس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ۝ الزخرف ۲۸ (۸۵)

علامہ معین بن صفیؒ اس کی تفسیر میں "جامع البیان" میں لکھتے ہیں (عِنْدَہ) لَا عِنْدَ غَیْرِہ (وَعَلَمُ
السَّاعَةِ) خدا ہی کے پاس ہے قیامت کا علم نہ اس کے سوا کسی کے پاس۔

ان تمام آیات میں بھی نہایت طرحت کے ساتھ اعلان فرمایا گیا ہے کہ وقت قیامت کا علم اللہ کے سوا کسی کو
نہیں اور اس عموم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں جس طرح کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰهُ کے عموم میں حضور
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مقررین و مرسلین علیہم السلام بھی داخل ہیں۔ اب تک آٹھ آیتیں میں پیش کر چکا ہوں
جن میں سے ایک بھی مومن کے لئے کافی ہے۔ اور جن کے دلوں میں ایمان اور قرآن کی عظمت نہ ہو ان کے لئے قرآن پاک
کے تیسوں پارے بھی کوئی وزن نہیں رکھتے۔

تمی وستان قسمت راسچہ سوداز رہبر کامل

کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکنہ را

مسلمان بھائیو ! مولوی منظور صاحب نے اپنی تقریر میں ایک نہایت

مولوی حسرت علی صاحب

شرمناک خیانت کی ہے اور وہ خیانت بھی کسی اور کتاب میں نہیں

اللہ تعالیٰ کی کتاب مقدس قرآن مجید میں کی ہے۔ مولوی صاحب نے سورۃ جن کی آیت قُلْ اِنْ اَدْرِیْ

اَقْرَبُیْ مَا تُوعَدُ وَاَنْ اَمْ یَجْعَلُ لَہٗ رَبِّیْ اَمَدًا ۝ اس مرتبہ پیش کی ہے، لیکن

بس ادھی آیت پڑھ کر چھوڑ دی۔ کیونکہ اس کے اگلے حصہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلکہ تمام رسولوں کے لئے علم

غیب اور خاص کر قیامت کا علم ثابت کیا گیا ہے، اس لئے مولوی صاحب اس کو مہتمم کر گئے۔

مولوی منظور صاحب ! ویلے تو آپ بڑے سیدھے بنتے ہیں مگر اللہ کے پیارے رسول کا علم گھٹانے کے لئے آپ کو ایسی خیانتیں کرنی خوب آتی ہیں آپ نے لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ تَوْبَعًا وَلَا تَكُونُوا مِثْلَهُ سُكَّارًا يَحْمِلُونَ أَثْقَالًا بَعْضُ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ۔
مسلمانو! بس اسی سے مولوی صاحب کی عاجزی کا اندازہ کر لو کہ اب جب کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں رہی تو انہوں نے قرآن میں خیانتیں کرنی شروع کر دیں۔

سنئے ! مولوی صاحب نے جو آیت چھوڑ دی وہ یہ ہے۔
عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ
یعنی اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا بجز پسندیدہ اور برگزیدہ رسولوں کے۔

اس سے صاف ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ رسولوں کو علم غیب دیتا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں میں زیادہ پسندیدہ ہیں۔ لہذا آپ کو ضرور علم غیب عطا ہوا۔ اس سے بڑھ کر حضور کے علم غیب کی اور کیا دلیل ہوگی ؟ اور بعض مفسرین نے اس آیت میں غیب کے لفظ سے خاص قیامت ہی کو مراد لیا ہے تو اس صورت میں اس آیت سے خاص وقت قیامت کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہو جاتا ہے جس کی نفی کے لئے آپ صبح سے زور لگا رہے ہیں۔ سید المفسرین امام الشکلبین مفسر المنبت حضرت امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۳۳۰ میں اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا اِی وَقْتُ وُقُوعِ الْقِيَامَةِ مِنَ الْغَيْبِ الَّذِي لَا يُظْهِرُهُ اللَّهُ تَعَالَى لِأَحَدٍ فَإِنْ قِيلَ فَإِذَا أَحْمَلْتُمْ ذَلِكَ عَلَى الْقِيَامَةِ فَكَيْفَ قَالَ إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ مَعَ أَنَّهُ لَا يُظْهِرُ هَذَا الْغَيْبَ لِأَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ قُلْنَا بَلْ يُظْهِرُهُ عِنْدَ الْقُرْبِ مِنْ أَقَامَةِ الْقِيَامَةِ

یعنی آیت کے معنی یہ ہیں کہ وقت قیامت ان غیبیوں میں سے ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ کسی کے لئے ظاہر نہیں کرتا بجز اپنے پسندیدہ رسولوں کے اس پر جو شبہ ہے اس کا جواب امام رازی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے قریب اس کی اطلاع دے گا اور اس کے وقت کو ظاہر کر دے گا۔

دیکھئے! جس آیت میں خیانت کر کے آپ نے علم قیامت کی نفی ثابت کی تھی اسی سے امام رازی نے حضور کے لئے بلکہ تمام رسولوں کے لئے قیامت کا علم ثابت کر دیا۔ کہئے! اب کے نزدیک امام رازی معبر ہیں یا نہیں؟

اور سنئے! حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عربیہ میں ص ۲۵ پر وقت و قیامت قیامت اور احکام تکوینیہ و تشریعیہ اور معارف ذات و صفات ربانیہ کو غیب علی میں داخل فرمایا۔ اس کے بعد اسی آیت کریمہ **فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ** کا تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں۔

” پس مطلع نمی کند بر غیب خاص خود هیچ کس را بوجہی کہ رفع تلبس و اشتباه خطا بجای در آن حاصل شود و احتمال خطا و اشتباه اصلاً نماند مگر کسی را کہ پسند می کند و آن کس رسول می باشد خواه از جنس ننگ باشد مثل حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام و خواه از جنس بشر مثل حضرت محمد و موسیٰ و عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام (کہ اورا اظہار بر بعضی از غیوب خاصہ خود می فرماید)“

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب خاص پر کبھی اس طرح مطلع نہیں فرماتا کہ اس اطلاع میں خطا اور غلطی کا بالکل ازالہ ہو جائے اور خطا و اشتباه کا احتمال بالکل نہ رہے گرایہ شخص کہ جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرمائے خواہ وہ فرشتوں میں سے ہو جیسے حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام یا انسانوں میں سے ہو جیسے حضرت محمد و موسیٰ و عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ ان کو اپنے خاص غیبوں پر مطلع فرما دیتا ہے۔

دیکھئے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیوب خاصہ کی بھی اطلاع دیتا ہے اور اس طرح دیتا ہے کہ اس میں کسی قسم کی غلطی اور خطا کا احتمال ہی نہیں رہتا

اور وقت قیامت بھی غیوب خاصہ ہی میں سے ہے۔ پس ثابت ہو کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی اطلاع بھی خدا کے برگزیدہ رسولوں کو دی جاتی ہے۔

اب کہنے کیا شاہ صاحب بھی آپ کے نزدیک نامعتبر ہیں؟

بھائیو! یہ ہے حق کا معجزہ، جو آیت مولوی صاحب نے خیانت کر کے پیش کی تھی اور جس سے یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ میرے حضور کو وقت قیامت کا علم نہیں تھا، اسی سے ثابت ہو گیا اور میں نے نہیں بلکہ حضرت امام محمد تقی رازی رحمہ اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ثابت کر دکھایا کہ اللہ تعالیٰ نہ صرف حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلکہ تمام برگزیدہ نبیوں اور رسولوں کو وقت قیامت کی اطلاع دیتا ہے۔ واللہ اعلم۔

اور جب ایک آیت سے یہ بات ثابت ہو گئی تو تمام ان آیتوں کو جن میں علم قیامت کا حصہ اللہ تعالیٰ میں کیا گیا ہے علم ذاتی پر محمول کرنا پڑے گا تاکہ آیات قرآنیہ میں تعارض نہ ہو۔

اسی واسطے علامہ احمد صاوی اور علامہ اسماعیل آقندی نے لکھا ہے کہ یہ حصہ صرف علم ذاتی اور علم استقلال کے اعتبار سے ہے مگر آپ نے پہلے صادی کو اور اب اسماعیل جیسے جلیل القدر علامہ کو بھی غیر معتبر ٹھہرا دیا۔ حالانکہ تمام علماء ان کو معتبر مانتے ہوئے آئے ہیں۔ خیر اب میں ایسے ہی حضرات کی عبارتیں پیش کر دوں گا جن کو آپ غیر معتبر نہ کہہ سکیں۔

امام رازی رحمہ اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی عبارتیں میں ابھی پیش کر چکا ہوں۔ حضرت شاہ عبدالحی محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ کی ایک عبارت میں نے پہلے پیش کی تھی جس کا آپ کوئی جواب نہیں دے سکے۔ اب حضرت شیخ رحمہ اللہ کی دوسری کتاب "مدارج النبوت" سے ایک عبارت اور پیش کرتا ہوں۔

شیخ علیہ الرحمۃ مدارج النبوت شریف جلد اول صفحہ ۳ پر وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ کی تفسیر

اس طرح فرماتے ہیں۔

”دوے صلی اللہ علیہ وسلم دانا است برہمہ چیز از شیوہ ذات و صفات حق و اسماء و

افعال و آثار و جمیع علوم ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ نموده و مصادق فوق کُلِّ

ذی عِلْمٍ عَلِيمٌ شدہ“

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی شانوں اور اس کے اسماء و افعال

اور اس کی نشانیوں کو سب کو جانتے ہیں۔ اور حضورؐ نے ظاہر و باطنِ اول و آخر تمام علوم کا احاطہ

فرمایا ہے اور حضورؐ فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ کے مصداق ہیں۔

کہنے کیا حضرت شیخ بھی آپ کے نزدیک غیر معتبر ہیں ؟ آخر میں ایک عبارت حضرت ملا علی قاریؒ کی اور پیش کرتا ہوں۔ مرقات شریف شرح مشکوٰۃ شریف جلد اول صفحہ ۵۴ میں تحریر فرماتے ہیں۔

اِذَا تَنَوَّرَتِ الرُّوحُ الْقُدْسِيَّةُ وَازْدَادَ نُورَانِيَّتُهَا وَاشْرَافَتِهَا بِالْأَعْرَاضِ

عَنْ ظُلُمَةِ عَالَمِ الْحَدَثِ وَبِتَجَلِّيَةِ الْقَلْبِ عَنْ صَدَاءِ الطَّبِيعِيَّةِ

وَالْمُوَاطَّئَةِ عَلَى الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ وَفِيضَانِ الْأَنْوَارِ الْإِلَهِيَّةِ حَتَّى

يَقْوَعُ النُّورُ وَيَنْبَسِطُ فِي فُضَاءِ قَلْبِهِ وَتَنْعَكِسُ فِيهِ النُّقُوشُ

الْمُرْتَسِمَةُ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ وَيُطْلِعُ عَلَى الْمَغْشِيَّاتِ النَّجْمِ

یعنی جب روحِ قدسی منور ہوتی ہے اور تزکیہ قلب و علم و عمل وغیرہ مداومت سے اس کی نورانیت

میں ترقی ہوتی ہے تو اس کے دل کی فضا میں نور ہی نور پھیل جاتا ہے اور پھر لوحِ محفوظ کے نقوش

اس میں منعکس ہوتے ہیں اور اس صاحبِ روحِ قدسی کو مغیبات پر اطلاع ہو جاتی ہے ۵

اجی مولوی منظور صاحب ! آپ تو خدا کے محبوب سید الاولین و الآخرینؑ کے علمِ غیب کے منکر ہیں اور حضرت

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ تمام ارجحِ قدسیہ والوں کے دلوں میں لوحِ محفوظ کا عکس پڑتا ہے اور وہ سب غیب پر مطلع ہوتے

ہیں۔ کہنے ! کیا حضرت ملا علی قاریؒ بھی آپ کے نزدیک نامعتبر ہیں۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (بعد حمد و صلوة) آپ نے اپنی تقریر میں مجھ پر ایک سنگین

الزام یہ لگایا ہے کہ میں نے آیت قرآنی پیش کرنے میں نیت

کی ہے اور صرف آیت پڑھی۔ مجھے تعجب ہے کہ آپ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے کیسی صریح غلط بیانی سے کام

لیتے ہیں۔ میں نے جو آیت سورہ جن کی پڑھی تھی وہ اسی قدر ہے۔ اس کے بعد کی جو آپ نے پیش کی ہے وہ پہلی آیت

کا ٹکڑا نہیں بلکہ مستقل آیت ہے۔ اگر واقعی آپ کو اس معاملہ میں غلط فہمی ہے تو قرآن مجید دیکھ لیجئے آپ کو معلوم ہو جائے

گا کہ میری پیش کردہ آیت کے آخری لفظ اَمْ يَجْعَلُ لَهُ رَجُلًا مِّنْ دُونِهَا پر آیت ختم ہے۔

بہر حال یہ آپ کا محض بہتان ہے کہ میں نے پوری آیت نہیں پڑھی۔ اور معاف کیجئے چونکہ آپ خود اس قسم کی مجرمانہ
خیانتوں کے عادی ہیں اس لئے دوسرے کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ میں انشاء اللہ ابھی بتلاؤں گا کہ آپ نے اپنی تقریر میں کیسی
کیسی اسوسنہا کی خیانتیں کی ہیں۔ پہلے اس آیت کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں جو آپ نے اس مرتبہ پیش کی ہے اور
جس کو میری پیش کردہ آیت کا ٹکڑا بتلایا ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ

علامہ نسفیؒ اس کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں

اَمْ رَسُوْلًا قَدْ ارْتَضَاہُ لِعِلْمِ بَعْضِ الْغَيْبِ (تفسیر الکالتنزیل ج ۴ ص ۲۲۶)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو
مطلع نہیں کرتا البتہ اپنے برگزیدہ رسولوں کو بعض غیبوں کی اطلاع دے دیتا ہے اور یہ میرے دعوے کے خلاف نہیں اور
آپ کے موافق نہیں کیونکہ آپ کا دعویٰ کل کا ہے۔

دیگر ائمہ مفسرین نے بھی اس آیت کے ذیل میں قریب قریب یہی لکھا ہے میں صرف ایک عبارت علامہ ابوالسعودؒ
کی پیش کرنا چاہتا ہوں اِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اَمْ رَسُوْلًا ارْتَضَاہُ لِظَهَائِرِهِ عَلٰی بَعْضِ غُیُوْبِهِ السَّعْلَقَةِ بِرِسَالَتِهِ.....

..... تَعْلَقًا تَامًا اِمَّا لِيَكُوْنِيْهِ مِنْ مَّبَادِيْ رِسَالَتِهِ..... وَاِمَّا لِيَكُوْنِيْهِ

مِنْ اَرْكَانِهَا وَاَحْكَامِهَا كَمَا مَلَّ التَّكْلِيفِ الشَّرْعِيَّةِ..... وَاِمَّا

مَا لَا يَتَعَلَّقُ بِهَا عَلٰی اَحَدٍ الرَّجَحَيْنِ مِنَ الْغُیُوْبِ الَّتِي مِنْ جُسُلَتِهَا وَقْتُ

قِيَامِ السَّاعَةِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَیْهِ اَحَدًا اَبَدًا (تفسیر ابوالسعود ج ۸ ص ۳۴۳)

دیکھئے اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کی پیش کردہ آیت میں جن غیبوں پر رسولوں کو مطلع کئے جانے کا ذکر
ہے وہ صرف وہی بعض غیبوں میں جن کا رسالت سے خاص تعلق ہو اور جن غیبوں کا تعلق رسالت سے نہ ہو جیسے کہ علامہ

ابوالسعودؒ کی تصریح کے مطابق ”علم قیامت“ تو ان پر بھی کسی کو مطلع نہیں کیا جاتا۔

بہر حال حضرات مفسرین کی اس قسم کی تصریحات سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ اس آیت سے انبیاء علیہم السلام

کھٹے گل غیب کی اطلاع ثابت نہیں ہوتی۔ علیٰ ہذا آپ کا یہ دعویٰ بھی بالکل غلط ہے کہ اس آیت سے خاص وقت قیامت کی اطلاع ثابت ہوتی ہے اور اس کی تائید میں آپ نے امام رازی کی جو عبارت پیش کی ہے اس میں صرف یہ ہے قیامت کے بالکل قریب حتیٰ تعالیٰ اس کو ظاہر کرے گا۔ اور میری آپ کی بحث اس حیات دنیا کے متعلق ہے اور آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام غیوب حتیٰ کہ قیامت کے وقت خاص کا علم بھی اس دنیا میں حاصل ہو گیا تھا پھر آپ کی یہ کتنی بڑی خیانت ہے کہ امام رازی کی اسی عبارت کا وہ حصہ آپ نے چھوڑ دیا جس سے اصل بحث کے متعلق ان کی رائے معلوم ہوتی ہے۔ آپ کی پیش کردہ عبارت سے صرف ایک سطر پہلے **إِنْ أَدْرِي أَقْرَبُ مِمَّا تَوَعَّدُونَ** کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں **يَعْنِي لَا أَدْرِي وَقْتُتْ وَقُوعِ الْقِيَامَةِ** یعنی اسے رسول (فرما دیجئے) کہ قیامت کے آنے کے وقت کو میں نہیں جانتا۔

مولوی صاحب ! آپ ایسی صریح خیانت کرتے ہوئے دوسروں پر خیانت کا الزام لگاتے ہو۔

چہ دلاور است دزدے کہ بجھن چراغ دارو

اسی طرح حضرت شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے بھی آپ نے لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اس کے آخری الفاظ یہ تھے۔ **« اظہار بر بعض از غیوب خاصہ خود می فرماید »** آپ نے مطلب بیان کرتے ہوئے **« بعض »** کا لفظ کو بالکل اڑا دیا۔ اور علم غیب کی ثابت کر ڈالا، پھر اس سے بڑھ کر دلیری آپ نے یہ کہ حضرت شاہ صاحب کی اسی عبارت سے وقت قیامت کا علم بھی آپ نے ثابت کر دیا حالانکہ اس عبارت میں اس کا خفیہ سا بھی نشان نہیں۔ بلکہ آپ کی پیش کردہ عبارت سے چند سطر پہلی عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے نزدیک وقت قیامت کا علم حتیٰ تعالیٰ نے کسی کو نہیں عطا فرمایا۔ اور پھر اسی ایک جگہ نہیں بلکہ تفسیر عزیزی میں متعدد جگہ اس کی تصریح موجود ہے۔ چنانچہ تفسیر عزیزی پارہ تبارک الذی سورۃ ملک کی تفسیر میں زیر آیت **وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۖ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۖ**

اور پھر **عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ** سورۃ النافات کی تفسیر میں آیت کریمہ

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسِلُهَا فِيهِمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرِيهَا إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهَا

کے ذیل میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت صراحت کے ساتھ اس مسئلہ پر کلام کیا ہے اور پوری وضاحت کے ساتھ بتلایا ہے کہ وقت قیامت کا علم حق تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ کسی مخلوق کو نہیں عطا فرمایا۔ اور آپ ﷺ کے لئے انہوں نے وقت قیامت کے علم کو آپ کے لئے ثابت کیا ہے۔ حیرت ہے آپ کی دیدہ دلیری پر۔

آپ نے اس مرتبہ حضرت شیخ عبدالحی کی مدارج النبوت کے دیباچہ کی ایک عبارت بھی پیش کی ہے میری طرف سے اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے جن جہت علوم کا حصول تسلیم کیا گیا ہے وہ وہی ہیں جو حضور کی شان نبوت کے مناسب تھے۔ اور الفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ اس میں استغراق عرفی ہے جو ایسے مواقع پر محاورات میں عام طور پر مستعمل ہوتا ہے اور اس کا قرینہ وہی ہے جو میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہی حضرت شیخ کے دوسرے مواقع پر بعض خاص چیزوں کے متعلق تصریح فرماتے ہیں کہ اُن کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا نہیں فرمایا گیا۔ مثلاً وقت قیامت ہی کے متعلق نہیں اُن کی تصریح ”اشقۃ اللمعات“ سے پیش کر چکا ہوں کہ۔

”وہ تعالیٰ ہی کس را اذلا تک و رسل برآں اطلاع نہ دادہ“

اس کے علاوہ بھی ان کی اس قسم کی تصریحات بکثرت پیش کی جاسکتی ہیں اور اگر مجھے موقع ملا تو انشاء اللہ میں آئندہ تقریروں میں ان میں سے کچھ پیش بھی کر دوں گا۔ پس حضرت شیخ کی ان تمام عبارتوں میں تطبیق اسی طرح ہو سکتی ہے کہ جہاں انہوں نے عموم واستغراق کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں ان کو استغراق عرفی پر حمل کیا جائے اور اگر آپ کو یہ بات تسلیم نہیں ہے تو پھر براہ کرم ”مدارج“ کی اس عبارت کو حضور شیخ کی ان عبارت سے منطبق کر کے دکھلائیں۔

آخر میں آپ نے علامہ قاری کی عبارت بھی پیش کی ہے اور افسوس ہے کہ اس میں آپ نے نہایت افسوسناک خیانت سے کام لیا ہے اور اس عبارت کا وہ ابتدائی حصہ جس میں آپ کے دعویٰ کے صریح خلاف موجود ہے اس کو آپ نے چھوڑ دیا۔ دراصل عبارت یہاں سے شروع ہوتی ہے۔

إِنَّ لِلْغَيْبِ مَبَادِيَّ وَلَوْ أَحَقَّ فَمَبَادِيهَا لَا يُطْلَعُ عَلَيْهِ مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ، وَأَمَّا الْوَأَحَقُّ فَهُوَ مَا أَظْهَرَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى بَعْضِ أَحْبَابِهِ لَوْحَةً عَلَيْهِ وَخَرَجَ بِهَا إِلَيْكَ عَنِ الْغَيْبِ الْمُطْلَقِ وَصَارَ غَيْبًا أَضَافِيًّا وَذَلِكَ إِذَا تَنَوَّصَتِ الرُّوحُ الْقُدُّوسِيَّةُ

اس کا مطلب یہ ہوا کہ غیب کے لئے کچھ مبادی ہیں کچھ لواحق، پس مبادی غیب پر تو کسی فرشتہ مقرب اور فرستادہ رسول کو بھی اطلاع نہیں ہوتی، البتہ لواحق غیب کی اطلاع بعض محبوبانِ خدا کو دے دی جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ عبارت ہے جو آپ نے پیش کی۔ پس اس ابتدائی حصہ میں تصریح کی کہ مبادی غیب کی اطلاع کسی ملک مقرب اور نبی مرسل کو بھی نہیں ہوتی۔ تو اس ابتدائی حصہ کو چھوڑ کر باقی عبارت کو پیش کر دینا اور اس سے حضرت مصنف رحمہ کے خلاف علم غیب کی ثابت کرنا صریح خیانت اور افسوسناک بددیانتی ہے۔ حضرت علامہ قاریؒ نے تالیف لوگوں کی تکفیر کی جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کی کئی قائل ہیں۔ یہ میرے پاس علامہؒ کی مشہور کتاب ”شرح شفاء“ ہے اس کے صفحہ ۴۶۹ پر مسئلہ علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، ہی پر کلام کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

وَالْحَاصِلُ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يَعْلَمُوا الْمَغِيبَاتِ مِنَ الْأَشْيَاءِ إِلَّا بِمَا أَعْلَمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى أَحْيَانًا وَقَدْ صَرَّحَ عَلَمَانَا الْحَنْفِيَّةُ بِتَكْفِيرِ مَنْ اِعْتَقَدَ أَنَّ النَّبِيَّ يَعْلَمُ الْغَيْبَ بِمَعَارَضَةِ قَوْلِهِ تَعَالَى قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ كَذَٰلِكَ فِي الْمَسَائِرَةِ لِابْنِ الْمَمَامِ۔
یعنی انبیاء علیہم السلام کو غیب کا علم نہیں بجز ان چیزوں کے جو اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً ان کو بتلائیں اور ہمارے علما حنفیہ نے اس شخص کے کفر کی تصریح کی ہے جو یہ اعتقاد رکھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہے، کیونکہ یہ عقیدہ حق تعالیٰ کے ارشاد قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ کے خلاف ہے۔“

مولوی حشمت علی صاحب! سنا آپ نے حضرت ملا علی قاریؒ کی زبان سے علما حنفیہ کا فتویٰ؟ آپ کا مجھ سے یہ بھی مطالبہ تھا کہ عقیدہ علم غیب کی کافر ہونا ثابت کر دو۔ لیجئے آپ کا وہ مطالبہ بھی پورا ہو گیا۔

اس کے بعد میں اپنے دلائل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ آٹھ صاف صریح آیتیں پہلے پیش کر چکا ہوں۔ نویں آیت وہی سنئے جو حضرت ملا علی قاریؒ نے اپنے فتویٰ کفر میں نقل فرمائی ہے۔ یعنی

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ
آيَاتٍ يُبْعَثُونَ۔ (النمل ۲۷، ۶۵)

یعنی اے رسول! فرما دیجئے کہ زمین اور آسمانوں کے رہنے والوں میں سے کوئی غیب کو نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ اور ان کو معلوم نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔
علامہ علی بن محمد خازنؒ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

الْمَعْنَى أَنَّ اللَّهَ هُوَ الَّذِي يَعْلَمُ الْغَيْبَ وَحْدَهُ وَيَعْلَمُ مَتَى تَقُومُ السَّاعَةُ وَمَا يَعْلَمُونَ بِآيَاتِ يُبْعَثُونَ يَعْنِي أَنَّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَهُمْ الْمَلَائِكَةُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَهُمْ بَنُو آدَمَ لَا يَعْلَمُونَ مَتَى يُبْعَثُونَ وَاللَّهُ تَعَالَى تَفَرَّدَ بِعِلْمِهِ ذَلِكَ -

مطلب یہ ہوا کہ بس اللہ تعالیٰ ہی کل غیب کا علم رکھتا ہے اور اسی کو معلوم ہے کہ قیامت کب آئے گی اور آسمانوں میں رہنے والے فرشتے اور زمین میں بسنے والے بنی آدم اس کو نہیں جانتے اور بس تنہا اللہ تعالیٰ ہی کو اس کا علم ہے۔

اس آیت سے بیک وقت دو باتیں معلوم ہوتیں ایک یہ کہ غیب کا علم کلی حق تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں اور دوسرے یہ کہ وقت قیامت کی خبر کسی فرشتے اور کسی فرزند آدم کو نہیں۔

اس کے بعد دوسری آیت اور سنئے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسِمُهَا فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا - یعنی اے رسول! آپ سے یہ لوگ سوال کرتے ہیں قیامت کے متعلق کہ کب ہے اس

کا آنا۔ آپ کو اس کے ذکر سے کیا سر و کار، آپ کے پروردگار ہی کی طرف ہے اس کی انتہا۔ ناخدا علیہ السلام اس کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اِی لَیْسَ عَلَیْهَا إِلَیْكَ وَلَا إِلَی أَحَدٍ مِّنَ الْخَلْقِ - یعنی اس کا علم اے رسول! نہ آپ کو ہے اور ہماری کسی اور مخلوق کو۔

اور علامہ بغویؒ رحمۃ اللہ علیہ میں فرماتے ہیں اِی لَا عَلَیْهَا

یعنی اے ہمارے رسول! آپ اس کو نہیں جانتے۔

آٹھ پہلی اور دوسری ان دسویں آیتوں سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وقت قیامت کا علم حق تعالیٰ نے کسی کو

نہیں عطا فرمایا اور صرف اپنے لئے خاص کر رکھا ہے۔ پھر ائمہ مفسرین کی عبارات میں نے اب تک ان آیات کی تفسیر و تشریح میں پیش کی ہیں ان سب نے بھی اُن کا یہی مطلب سمجھا ہے۔ پس میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان تمام چیزوں کے معلوم ہو جانے کے بعد ایک باایمان شخص کس طرح اس کے خلاف عقیدہ رکھ سکتا ہے۔

حضرات گرامی ! آپ نے دیکھا مولوی منظور صاحب نے سورہ جن
مولوی حسنت علی صاحب
 کی ایک آیت پیش کی اور اس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضور

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت قیامت کا علم نہیں تھا مگر اس کے ساتھ کی دوسری آیت جس میں صاف مذکور تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو علم غیب دیتا ہے، اس کو آپ اڑا گئے، جب میں نے مولوی صاحب کی گرفت کی اور ان کی خیانت ثابت کی تو وہ کہتے ہیں کہ چونکہ یہاں سے دوسری آیت شروع ہوتی ہے اس لئے خیانت نہیں ہوئی۔

ارے مولوی صاحب ! دوسری آیت شروع ہوتی ہو یا تفسیری آیت۔ جب مضمون مسلسل ہے اور پھر آپ نے اس میں سے آدھا پیش کیا اور آدھے کو اپنے خلاف دیکھ کر مضمون کر لیا تو خیانت ہو گئی۔ اور خیانت کس کا نام ہے ؟
 آپ کہتے ہیں کہ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا میں بعض غیب مراد ہے اس کی آپ کے

پاس کیا دلیل ہے ؟ قرآن میں اپنی رائے سے پیوند لگاتے ہو، کیا یہ حدیث نہیں پڑھی مَن فُتِّرَ الْقُرْآنَ بِالزَّأْيِ فَلْيَتَّبِعْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ جو اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے اور اگر بعض اس سے بعض ہی غیب مراد لے سہائیں تو بھی چونکہ اس سے پہلی آیت میں وقت قیامت کا ذکر ہے

اس لئے اس سے یہی خاص غیب یعنی وقت قیامت مراد ہو گا اور اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اس خاص غیب یعنی وقت قیامت کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے برگزیدہ اور پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی اور کو اس کی اطلاع نہیں دیتا۔ تو نتیجہ یہ نکالے گا کہ رسولوں کو اس کی اطلاع دی جاتی ہے اور اس صورت میں بھی یہ آیت آپ کے خلاف ہو گی۔

الغرض اگر آیت میں غیب سے کل غیب مراد لیا جائے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کی ثابت ہو گا۔ اور اگر بعض غیب مراد لیا جائے تو چونکہ پہلی آیت میں وقت قیامت کا ذکر تھا اس لئے وہی مراد ہو گا اور اس صورت میں اس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقت قیامت کا علم ثابت ہو گا۔ غرض یہ آیت ہر حال میں آپ کے خلاف حجتہ قاطعہ ہے اور قریب قریب اسی مضمون کی ایک اور آیت یہ ہے۔

مَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهِ
مَنْ يَّشَاءُ - آل عمران ۳، ۱۷۹

یعنی اللہ اس لئے نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب پر مطلع کرے لیکن وہ اپنے رسولوں میں سے جس کو
چاہتا ہے اس بات کے لئے چن لیتا ہے تو اسے غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

اس آیت سے بھی صاف معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ اپنے پسندیدہ اور چسپندیدہ رسولوں کو غیب پر مطلع کرتا ہے۔ اور
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے مقرب اور سب سے زیادہ پسندیدہ رسول ہیں تو ضرور آپ کو علم غیب دیا گیا جتنوں
کے علم غیب کے لئے اس سے زیادہ صاف اور روشن دلیل اور کیا ہو سکتی ہے لیکن محبت کی آنکھ چاہئے، دشمنوں کو
تو ہر کمال بھی عیب نظر آتا ہے۔

میں نے حضرت شیخ محقق (محدث) دہلویؒ کی عبارت مدارج شریف سے پیش کی تھی، آپ فرماتے ہیں کہ اس میں
استفراق عرفی ہے۔ بہت خوب! حضرت شیخؒ تو صاف فرماتے ہیں کہ ”جمع علوم ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ
نمودہ“ اور آپ فرماتے ہیں کہ یہ استفراق حقیقی نہیں بلکہ عرفی ہے۔ اگر ایسا ہی جواب دینا ہے تو میری سب پیش کردہ
آیتوں اور حدیثوں کے متعلق یہی کہہ دیجئے کہ ان میں استفراق عرفی ہے۔

یعنی میں حضرت شیخ محققؒ کی ایک عبارت اور اسی مدارج سے پیش کرتا ہوں۔ اس کے صفحہ ۱۶۵ پر ہے۔

”ہرچہ در دنیا است از زمان آدم تا نفع اولیٰ بروے صلی اللہ علیہ وسلم منکشف ساختند تا احوال

ہمہ را از اول تا آخر معلوم کرد“

یعنی آدم علیہ السلام کے زمانہ سے نفع صورت تک جو کچھ ہے سب حضورؐ پر منکشف فرما دیا یہاں تک کہ حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام مخلوق کے حالات معلوم ہو گئے۔

دیکھئے حضرت شیخؒ نے کیسے کھلے لفظوں میں حضورؐ کے لئے جمیع ماکان و مایکون کا علم ثابت کیا ہے کیا اس کو بھی

آپ استفراق عرفی کہیں گے؟

آپ نے اس مرتبہ شرح شفاء شریف سے حضرت ملا علی قاریؒ کی ایک عبارت پیش کی ہے اور اس سے آپ نے

لوگوں کو یہ دھوکا دینا چاہا ہے کہ علامہ علی قاریؒ کے نزدیک وہ لوگ (معاذ اللہ) کافر ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

اے مولوی صاحب ! یہ مولویت اور یہ دھوکہ بازی ! آپ کو شرم نہیں آتی ۔ علامہ علی قاری نے تو اس عبارت میں ان لوگوں کی تکفیر کی ہے جو حضور کے لئے بلا تعلیم خداوندی یعنی ذاتی طور پر علم غیب مانتے ہیں ۔ دیکھئے اس کا پہلا ہی جملہ یہ ہے **إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يَعْلَمُوا الْغَيْبَاتِ إِلَّا بِمَا عَلَّمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى** یعنی انبیاء غیب نہیں جانتے ، مگر وہ جو انہیں اللہ تعالیٰ نے بتلادیا ۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ خود ملا علی قاری کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے انبیاء علیہم السلام کو علم غیب ہوتا ہے تو کیا اس عقیدہ کو کفر کہہ سکے ملا علی قاری نے خود اپنی تکفیر کی ہے ۔ ذرا کچھ سوچ سمجھ کر تو بات کہادو ۔ بہ حال ملا علی قاری کی اس عبارت میں علم غیب ذاتی کا عقیدہ رکھنے والوں کی تکفیر کی گئی ہے اور بے شک ہم بھی اس کو کفر سمجھتے ہیں الغرض آپ نے یہ عبارت پیش کر کے مسلمانوں کو صریح دھوکا دیا ۔

لیجئے اسی شرح شفاء شریف کی ایک عبارت میں پیش کرتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ حضرت ملا علی قاری کا عقیدہ اس بارے میں کیا ہے ۔ ص ۷۱ جلد دوم میں تحریر فرماتے ہیں ۔

لَإِنَّ رُوحَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَاضِرَةٌ فِي بَيْتِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ :

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مسلمان کے گھر میں تشریف فرما ہیں ۔

مولوی صاحب ! دیکھا آپ نے یہ ہے حضور کے متعلق حضرت ملا علی قاری کا عقیدہ ۔ بتلایئے جب حضور ہر جگہ اور ہر گھر میں ہوں گے تو آپ کو سب کچھ معلوم ہو گیا یا نہیں ؟ اور آپ عالم کل ہوں گے یا نہیں ؟ مولوی صاحب ! آپ کو شرح شفاء شریف میں یہ عبارت نظر نہیں آتی ؟

اس کے بعد مولوی حسرت علی صاحب نے مولانا نعمانی کی پیش کردہ نہیں اور دسویں آیت کے متعلق وہی ذاتی اور عطائی کی بحث کی جو اس سے پہلے تقریریں میں مکرر کر چکی ہے ۔ ہم اس کا اعادہ فضول سمجھتے ہیں اور اسی پر مولوی حسرت علی صاحب کی تقریر ختم ہو گئی ۔ مرتبہ حضرت

مولانا محمد منظور صاحب نعمانی

آپ نے اپنی پچھلی تقریر میں مجھ پر آیت قرآنی میں خیانت کرنے کا جو الزام لگایا تھا احمد شہ میں دلائل کی روشنی میں اس کا افتراء محض اور بہتان خالص

ہونا ثابت کر چکا ہوں۔ آپ نے اس سلسلے میں میری کسی دلیل کو **غائب** نہیں لگایا۔ اور آپ نے اسی غلط الزام کو اس تقریر میں پھر دہرا دیا ہے۔ میں حاضرین کرام سے یہ درخواست کروں گا کہ **دور** دُکھ سے کام لیں اور انصاف کریں۔ چونکہ مجھے ابھی بہت سی باتیں عرض کرنی ہیں اس لئے اب میں کسی مضمون کو بار بار **غائب** نہیں کر سکتا۔

آپ نے جو اہمیت کریمہ سورہ جن کی پیش کی تھی **لَا يُطْلِعُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا** (الایت) میں نے علامہ نسفیؒ اور علامہ ابوالسعودؒ کی تصریحات سے ثابت کیا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں کو بھی بعض غیب کی اطلاع دیتا ہے۔ اور اس لئے اس آیت سے **غائب** کلی پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

اس کے جواب میں آپ نے فرمایا ہے کہ یہ تفسیر بالرائے ہے اور اپنی طرف سے قرآن میں پونہ لگانا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ آپ کا یہ اعتراض مجھ پر ہے یا ان ائمہ مفسرین پر جنہوں نے اس آیت کا مطلب یہ بیان کیا۔ اگر آپ علامہ نسفیؒ اور علامہ ابوالسعودؒ کی تفسیروں کو تفسیر بالرائے سمجھتے ہیں اور ان کو

مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِالرَّأْيِ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ الشَّارِ -

کا مصداق ٹھہراتے ہیں تو پھر حجت کر کے صاف صاف کہئے تاکہ آپ کے بلانے والوں کو بھی آپ کا مسک اور عندیہ معلوم ہو جائے۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں اسی مضمون کی ایک دوسری بات **وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ** بھی پیش کی ہے۔ حالانکہ حضرات مفسرین نے اس کی تفسیر میں بھی ”بعض غیب“ کی تصریح فرمائی ہے۔ علامہ نسفیؒ اپنی تفسیر معالم التنزیل میں ارقام فرماتے ہیں۔ **وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ** (فَيُطْلِعُهُ عَلَى بَعْضِ عِلْمِ الْغَيْبِ) اور قاضی بیضاویؒ اسی سورتہ پر لکھتے ہیں **لَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي لِرِسَالَتِهِ مَنْ يَشَاءُ فَيُوحِي إِلَيْهِ وَيُخْبِرُهُ بِبَعْضِ الْمَغْشِيَّاتِ**۔

ان تصریحات کے مطابق آیت سے صرف یہ ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ اپنے رسولوں کو بعض مغیبات کی اطلاع دیتا ہے اور اس پر ہمارا ایمان ہے، بے شک حق تعالیٰ نے اپنے تمام انبیاء کو بالخصوص سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو لاکھوں کروڑوں غیب کی چیزیں بذریعہ وحی بتلائی تھیں لیکن یہ غلط ہے کہ انھیں علی الصلوٰۃ والسلام کو تمام غیب غیر مفسرین

کا علم عطا فرمایا ہو۔

بہر حال آپ کی پیش کردہ یہ آیت بھی پہلی آیتوں کی طرح آپ کے دعویٰ کی دلیل نہیں بن سکتی۔

دیکھئے پہلے کی طرح یہ نہ کہہ دیجئے گا کہ یہ "بعض" کا پیوند تو نے کہاں سے لگا دیا؟ اور یہ تفسیر بارگاہی کیوں
میں نے جو مطلب بیان کیا ہے وہ علامہ نجویؒ اور قاضی بیضاویؒ کا بیان کردہ ہے اور ان کی تفسیر کے محبتہ ہونے سے
آپ بھی انکار نہیں کر سکتے۔ پھر یہی مطلب دوسرے مفسرین نے بھی بیان کیا۔ میں نے بقصد اختصار ان دو کا حوالہ
دیا ہے۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں مدارج النبوت کی جو نئی عبارت پیش کی ہے بے شک اس کے متعلق بھی میرا جواب
یہی ہے کہ اس میں بھی استغراق عرفی ہی مراد ہے۔ میں تو عرض کر چکا کہ حضرت شیخ دہلویؒ کی اس قسم کی تمام عبارتوں
میں استغراق عرفی ہی ہے کیونکہ بعض خاص خاص اشیاء کے متعلق وہ اپنی کتابوں میں تصریح فرماتے ہیں کہ ان کا علم رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا نہیں ہوا۔ چنانچہ وقت قیامت کے متعلق ان کی ایک تصریح میں اپنی پہلی تقریر دل میں پیش
بھی کر چکا ہوں۔ اب ایک اور فیصلہ عبارت "اشد اللغات" ہی سے اور پیش کرتا ہوں۔ حضرت شیخ ابن صیاد
کے بارے میں اپنا قول فیصل یہ لکھتے ہیں۔

وہ بالجملہ حال دے مبہم است و در این باب بر آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی نہ شدہ و حال دے
مبہم داشتند "

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت شیخؒ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ان صیاد کے معاملہ میں وحی
نہیں ہوئی اور اس کا حال مبہم رکھا گیا۔ حضرت شیخؒ کی اس صاف اور واضح تصریح کے جوتے ہوئے اس کا احتمال بھی نہیں
رہتا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیبی کی کے قائل ہوں۔ پس یہ اور اس جیسی ان کی دوسری عبارات
اس بات کا زبردست قرینہ ہیں کہ حضرت شیخؒ نے جہاں کہیں اس بارے میں عموم و استغراق کے لفظ لکھے ہیں وہاں ان
کی مراد استغراق عرفی ہے جو ایسے مواقع میں عام طور پر استعمال ہوتا ہے۔

میں نے اپنی پچھلی تقریر میں علامہ ملا علی قاریؒ کی شرح شفاء سے جو عبارت پیش کی تھی جس میں انہوں نے
ایسے لوگوں کی تکفیر فقہاء حنفیہ سے نقل کی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جمیع منجیات کا علم مانتے ہیں۔ اس کے

جواب میں بھی آپ نے وہی عجیب بات فرمائی کہ وہ کھیز صرف ذاتی علم ماننے والوں کی ہے حالانکہ اس میں اس کا کوئی ملکا
 اشارہ بھی نہیں ہے۔ پھر آپ نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اس علم غیب کی کے عقیدہ میں علامہ علی قاریؒ بھی آپ کے
 ہمنوا ہیں۔ شرح شفاء سے ایک محرف عبارت بھی پیش کی۔ میں اس کے متعلق تحقیقی جواب ”اوری“ کے منظرہ
 میں دے چکا ہوں۔ لیکن اس وقت بحث کو مختصر کرنے کے لئے اس عبارت کو صحیح فرض کر کے میں کہتا ہوں کہ اس سے صحت
 اثبات ہوتا ہے کہ ہر مسلمان کے گھر میں حضورؐ کی روح آقدس ہے اور اس سے زیادہ سے زیادہ یہی قیچہ نکالا جاسکتا ہے
 کہ حضورؐ کو مسلمانوں کی خانگی باتوں کا علم ہوتا ہے۔ اور آپ کا دعویٰ اس سے بہت زیادہ عام ہے۔ آپ تو اس کے مدعی
 ہیں کہ حضورؐ کو تمام انسانوں بلکہ تمام حیوانوں حتیٰ کہ زمین کے کثیروں مکڑوں، سمندر کی مچھلیوں اور پتندوں، فضائی دنیا
 بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں تک غرض عالم علوی و سفلی بلکہ تمام عالمین کے متعلق علم تفصیلی کی محیط حاصل ہے اور
 گویا مقداری حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم، علم باری تعالیٰ کے مساوی ہے۔ تو شرح شفاء کی اس عبارت
 سے آپ کا یہ طویل و درمیان دعویٰ کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اگر غور کیا جائے تو روح مقدس کے اسلامی
 گھرانوں میں موجود ہونے سے تمام مسلمانوں کے تمام حالات کا معلوم ہونا بھی لازم نہیں آیا۔ بس زیادہ سے زیادہ ان واقعات کا
 علم ثابت ہو سکتا ہے جو گھروں کے اندر پیش آئیں، اور کجاہ محدود دائرہ اور کمال وہ غیر متناہی وسعت۔
 الغرض اگر آپ کی پیش کردہ شرح شفاء کی عبارت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو اس سے آپ کے دعویٰ کا دسواں،
 بیسواں بلکہ ہزارواں اور لاکھواں جزیرہ بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔

میرا یہ جواب تو برہنہ تسلیم ہے۔ اور اصل حقیقت وہی ہے جو میں آپ کو ”اوری“ کے منظرہ میں بتلا
 چکا ہوں کہ درحقیقت یہاں مطبوعہ نسخہ کی غلطی ہے ورنہ اصل عبارت غالباً اس طرح ہوگی۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ حَاضِرَةٌ فِيْ مَبْنُوتِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ اس کے بعد بحث ہی ختم ہو جاتی ہے۔
 یہ تو آپ کی پیش کردہ عبارت کا جواب ہوا۔ اب ذرا انہی علامہ علی قاریؒ کی ایک بصیرت افروز اور
 فیصلہ کن عبارت اور بھی سن لیجئے جس میں انہوں نے نہایت صفائی کے ساتھ ایسے لوگوں کے کفر پر امت کا اجماع نقل
 کیا ہے جو حضورؐ کے لئے علم کلی کے قائل ہوں اور علم نبوی اور علم النبی کو کمیت اور مقدار کے لحاظ سے برابر مانتے ہوں جیسا
 کہ اس وقت آپ کا دعویٰ ہے۔

سنئے علامہ مدوح ؒ اپنی مشہور کتاب موضوعات کبیر میں اسی مسئلہ پر کلام کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

وَمَنْ اَعْتَقَدَ تَسْوِيَةَ عِلْمِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ يَكْفُرُ اَجْمَاعًا كَمَا لَا يَحْتَقِ

یعنی جو شخص علم الہی اور علم نبویؐ کی برابری کا عقیدہ رکھے وہ بالاجماع کافر ہے۔

کئے مولوی صاحب ! کیا یہی علامہ علی قاری ؒ عقیدہ علم غیب کے بارے میں آپ کے موافق ہیں ؟

یہی آپ فتویٰ کفر کا بھی مطالبہ کر رہے تھے ، علامہ علی قاری ؒ نے آپ سب لوگوں پر اجماعی کفر کا حکم لگا کر آپ کی

اس خواہش کو بھی پورا کر دیا۔ یہاں تک تو آپ کی تقریر کا جواب تھا اب میں پھر اپنے دلائل کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

پچھلی تقریروں میں میں دس آیتیں اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کر چکا ہوں ، ان سب سے قطعی اور

صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت قیامت کا علم عطا نہیں فرمایا گیا تھا۔ ان تمام آیات کی

تفسیر میں ائمہ مفسرین ؒ سے پیش کر چکا ہوں اور جو کچھ تاویل میں آپ نے ان کی کیں ان سب کے جوابات بھی بعد اللہ دے

چکا ہوں جن کے اعادہ کی حاجت نہیں۔

اب میں مزید تائید کے لئے چند حدیثیں بھی اس مضمون کی پیش کرتا ہوں۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ بِشَهْرٍ

تَسْأَلُونِي عَنِ السَّاعَةِ وَإِنَّمَا عَلِمَهَا عِنْدَ اللَّهِ أَحَدِيْثٌ

یعنی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات شریف سے صرف ایک مہینہ پیشتر فرماتے ہوئے سنا کہ تم

مجھے وقت قیامت کے متعلق سوال کرتے ہو حالانکہ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

حضرت شیخ عبدالحی دہلوی ؒ اس حدیث کی شرح فرماتے ہوئے ”اشعۃ اللمعات“ میں ارقام فرماتے ہیں۔

” یعنی از وقت وقوع قیامت کبریٰ می پرسید آن خود معلوم من نیست و آن را جز خدا کے تعالیٰ

ندانند “ (اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۷۷)

یعنی حضورؐ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ لوگو! تم مجھ سے قیامت کبریٰ کا وقت پوچھتے ہو، پوچھنا چاہئے

ہو حالانکہ وہ خود مجھے معلوم نہیں اور اس کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

ایک اور حدیث سنئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔
سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلِمَهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّئُهَا
لَوْ قَتَلَهَا إِلَّا هُوَ۔

یعنی حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے وقت قیامت کا سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس

کا علم میرے خدا کو ہے الخ

اس حدیث کو امام احمدؒ کی روایت سے ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں نقل کیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۶۴)

اس مضمون کی اور بھی کثرت احادیث ملتی ہیں لیکن وقت میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے میں ان کو اس وقت پیش

نہیں کر سکتا۔ صرف ایک حدیث پاک اور پیش کرتا ہوں۔ اور وہ اس مسئلہ میں میری آخری حجت ہے۔

”مسند احمد“ وغیرہ کتب حدیث میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

بیان فرمایا کہ شبِ معراج میں میری ملاقات حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہم

الصلوة والسلام سے ہوئی۔ اور ہم سب ایک جگہ جمع ہو گئے اور قیامت کا ذکر چھڑا گیا۔ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے

دریافت کیا گیا، آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کے وقت کا علم نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا گیا، آپ نے بھی فرمایا

کہ مجھے معلوم نہیں۔ اس کے بعد جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی باری آئی تو آپ نے فرمایا

يَعَا أَحَدُ إِلَّا اللَّهُ يَعْنِي قِيَامَتُكَ آتِيكَ كَيْفَ تَقْتَدِرُ تَقَالُفُكَ سَوَاسِي كَوَيْفِي نَحْنُ۔ (مسند احمد ص ۳۲۵ ج ۱)

حضرت مسیح علیہ السلام کے اس فیصلہ کن جواب کی کسی نے تردید نہیں کی بلکہ اسی پر اجماع اور اتفاق ہو گیا۔ اس

سے ثابت ہوا کہ وقت قیامت کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہ ہونا خدا کے تمام اولو العزم اور مقدس رسولوں کا اجماعی مسئلہ ہے

اور اس سے اختلاف کرنا گویا اللہ کے ان تمام جلیل القدر اور اولو العزم رسولوں سے اختلاف کرنا ہے وَالْعِيَاذُ بِاللَّهِ

رَبِّ الْعَالَمِينَ وَمَنْ لَوْ يَجْعَلُ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَعَالَهُ مِنْ نُورٍ۔

آیات قرآنی، احادیث نبوی اور پھر بعض صحابہؓ و تابعینؓ اور ائمہ فہرینؒ کے ارشادات تو بحمد اللہ میں بقدر

کافی پیش کر چکا۔ اب آخر میں ایک ایسی ہستی کا ارشاد آپ کے سامنے رکھتا ہوں جس سے عقیدت کے آپ حضرات بہت

زیادہ مدعی ہیں۔ اور وہ ہستی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ سنئے! اور بگوش ہوش سنئے!

حضرت ممدوح اپنی مبارک تصنیف غنیۃ الطالبین میں ارشاد فرماتے ہیں۔

كُلُّ مَا فِي الْقُرْآنِ وَمَا أَدْرَاكَ فَقَدْ أَعْلَمَهُ اللَّهُ إِيَّاهُ وَمَا فِيهِ
وَمَا يُدْرِيكَ فَلَمْ يُذِرْهُ وَلَمْ يُطْلِعْهُ عَلَيْهِ كَقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَا يُدْرِيكَ
لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا وَمَا يَنْبَغِي لَكَ وَقْتُهَا ۔

(غنیۃ الطالبین مطبوعہ لاہور ص ۶۲)

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جن چیزوں کے متعلق قرآن پاک میں حق تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے وَمَا أَدْرَاكَ فرمایا ہے اس کا علم آپ کو دے دیا ہے اور جن چیزوں کے متعلق وَمَا يُدْرِيكَ فرمایا ہے ان کی اطلاع حضور کو نہیں دی ہے جیسے کہ قیامت کے متعلق فرمایا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا وقت معلوم نہیں ہوا ۛ

حضرت شیخ جیلانی علیہ الرحمۃ وقدس سرہ کی یہ صاف و صریح عبارت پیش کرنے کے بعد میں آپ سے کہتا ہوں کہ اگر قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے آپ کی تشفی نہیں ہو سکتی تو حضرت غوث اعظمؒ کے ارشاد سے ہدایت حاصل کیجئے۔

اگرچہ اس کے بعد ضرورت باقی نہیں رہتی مگر میں انام حجت کو آخری حد تک سنبھالنے کے لئے ایک چیز اور پیش کرتا ہوں۔ پیر مر علی شاہ صاحب پنجاب کے موجودہ مشائخ میں ایک امتیازی شان رکھتے ہیں۔ اور میں نے سنا ہے کہ جن حضرات نے آپ کو یہاں مناظرہ کے لئے بلایا ہے وہ بھی ان کو اپنا مقدمہ امانتے ہیں اور غالباً آپ بھی ان کی جلالت قدر سے اس وقت انکار نہیں کر سکتے ہیں وہ اپنی کتاب ”شمس الہدیٰ“ میں مرزا قادیانی کے اس دعوے کو رد کرتے ہوئے کہ ”قیامت سات ہزار سال پر آوے گی“ ارقام فرماتے ہیں۔

”اور یہ جو لکھا ہے کہ قیامت سات ہزار سال سے پہلے نہیں آ سکتی، میں کہتا ہوں کہ یہ سات ہزار

سال کی تحدید جو آپ نے لگائی ہے یہ منافی ہے لَا يُجَلِّئُهَا لَوْ قُبِحَ إِلَّا هُوَ کے اور اللہ

احادیث کے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لاعلیٰ بیان فرمائی ۛ

(رسالہ شمس الہدیٰ ص ۱۹)

آپ اپنی جوابی تقریر میں اب ذرا یہ بھی فرمادیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور پیر مہر علی شاہ صاحب کی ان تصریحات کے بعد ان کے متعلق کیا فتویٰ ہے۔ بینوا و تو جروا۔ ۹

مولوی حسرت علی صاحب

آپ نے اس مرتبہ بڑے ناز کے ساتھ حضرت شیخ محقق دہلوی رح کی عبارت ایک اور پیش کی ہے۔ مگر فی الحقیقت آپ نے حضرت شیخ

کا نام لے کر مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔ اس عبارت میں یہ کہاں ہے کہ ابن صیاد کا حال حضور کو معلوم نہیں تھا۔ حضرت شیخ کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ ہم مسلمانوں پر اس کا حال مبہم ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس کے بارے میں وحی نہیں ہوئی لیکن اس سے تو صرف علم بالوحی کی نفی ہوتی ہے نہ کہ مطلق علم کی۔ حضور کو اللہ تعالیٰ نے وحی کے علاوہ اور جو ذرائع علم عطا فرمائے تھے مثلاً مشاہدہ وغیرہ ان کے ذریعہ سے حضور کو ابن صیاد کا حال بھی معلوم تھا۔ ہاں اس کے بارے میں آپ پر وحی نہیں ہوئی۔ تو وحی نہ ہونے سے علم نہ ہونا کیسے ثابت ہو سکتا ہے کیا جن لوگوں کو وحی نہیں ہوتی ان کو کسی بات کا علم ہی نہیں ہوتا؟

بہر حال یہ آپ کا حضرت شیخ پر افتراء ہے کہ ان کے نزدیک حضور کو ابن صیاد کا حال معلوم نہ تھا وہ ایسا کیسے لکھ سکتے ہیں وہ تو خود اسی اشقۃ اللغات میں عَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ والی حدیث کے تحت میں فرما چکے ہیں ” پس دانستم ہرچہ بود در آسمانها و زمینها “ تو کیا ابن صیاد زمین و آسمان سے باہر کی چیز ہے؟ اور پھر زمین و آسمان کا کیا ذکر حضرت شیخ کا عقیدہ تو یہ ہے کہ

” ہرچہ در دنیا است از زمان آدم تا نفعہ اولے بروئے صلی اللہ علیہ وسلم منکشف ساختہ احوال ہمساز اول تا آخر معلوم کرد “

یعنی زمانہ آفرینش آدم سے قیامت تک جو کچھ ہو گا وہ سب اللہ تعالیٰ نے حضور پر کھنول دیا اور حضور نے اول سے آخر تک اس سب کو جان لیا۔

بتلائیے کیا ابن صیاد زمانہ آدم سے قیامت تک کے درمیان ہی کی ایک مخلوق نہیں ہے؟ اگر ہے اور ضرور ہے تو حضرت شیخ کی ان عبارات سے حضور کے لئے اس کا علم بھی ثابت ہوتا ہے۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شیخ مروج و حضور کے لئے اس کے علم کے حصول سے انکار کریں۔ لہذا حضرت شیخ کی عبارت کا مطلب وہی ہو سکتا ہے جو میں نے بتلایا یعنی یہ کہ

اگرچہ حضور کو وحی سے ابن صیاد کا حال نہیں معلوم ہوا لیکن دوسرے ذرائع سے معلوم ہو گیا تھا اگر یہ مطلب نہ لیا جائے تو پھر حضرت شیخ کی عبارات میں مخالف و متناقض ہو جائے گا۔

میں نے شرح شفاء کی جو عبارت اپنے استاد لالہ میں پیش کی تھی جس میں حضرت ملا علی قاری نے حضور کے حاضر و ناظر ہونے کی تصریح فرمائی ہے اس کے متعلق یہاں بھی آپ نے وہی لغو اور مضحکہ خیز بات کہی ہے کہ یہ چھپے ہوئے نسخہ کی غلطی ہے اور اصل عبارت میں لَا لِاتَّ رُوْحَهُ ہے حالانکہ میں اور ہی میں آپ کے اس جواب کو مردود کر چکا تھا۔ میں نے وہاں کہا تھا اور اب پھر کہتا ہوں کہ اس طرح تو ہر نفی کو مثبت اور ہر مثبت کو منفی بنایا جا سکتا ہے آپ کی یہ بات جب قابل سماعت ہو سکتی ہے کہ آپ کسی نسخہ میں لَا کا ہونا ثابت کر دیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ شرح شفاء کے کسی نسخے میں بھی اس جگہ لَا نہیں ہے اور عبارت کا سیاق بھی یہی بتلاتا ہے کہ اس جگہ لَا کا لفظ نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر بفرض وہاں لَا ہو تا تو بَل ہو تا ضروری تھا اور عبارت اس طرح ہونی چاہئے تھی کہ لَا لِاتَّ رُوْحَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاضِرَةٌ فَبُيُوتِ اَهْلِ الْاِسْلَامِ بَلْ لِاتَّ النَّحْم پس جب کہ آخر میں ”بَل“ نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ شروع میں لَا بھی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ جو آپ نے یہ کہا کہ اس سے پورا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا تو جتنا ثابت ہوتا ہے پہلے آپ اتنے کا اقرار کر لیجئے، باقی ہم دوسرے دلائل سے ثابت کر دیں گے۔

آپ نے اس مرتبہ بڑے زور کے ساتھ موضوعات کبیر کی عبارت پیش کی ہے۔ مولوی صاحب! ایسی بے خبری سے مناظرہ کرتے ہو! یہ بھی خبر نہیں کہ وہ عبارت خود ملا علی قاری کی یا انہوں نے اور کسی کی نقل کی ہے۔ وہ عبارت درحقیقت ابن قیمؒ بد مذہب کی ہے۔ اس موقع پر حضرت ملا علی قاریؒ نے اس کا طویل کلام نقل کیا ہے اور اس کا قول ہم پر حجت نہیں وہ نہایت بد مذہب تھا خَذَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ اَخْلَلَهُ عِلْمُہٗ کیا اسی گمراہ بد مذہب کے قول سے آپ ہم پر حجت قائم کرتے ہیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ اس میں ان لوگوں کی تکفیر کی گئی ہے جو اللہ اور رسولؐ کے علم میں مساوات کا عقیدہ رکھیں

اور مساوات حجب ہو سکتی ہے کہ حجب دونوں کے لئے ایک سا علم مانا جائے۔ اور ہم اللہ کے علم کو ذاتی مانتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو عطائی کہتے ہیں تو مساوات کہاں رہی ؟

آپ نے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس مرتبہ سیدنا حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی لیا ہے آپ ان مقدس اکابرین کے ارشادات کو کیا سمجھ سکتے ہیں حضرت غوث پاک نے یہ کہاں لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت قیامت کا علم عطا بھی نہیں ہوا۔ جو عبارت آپ نے پڑھ کر سنائی ہے اس میں آپ نے خود ہی یہ لفظ پڑھے ہیں کہ لَمْ يَسْبِقَنَّ لَهُ وَفَتْحُهَا کہ حضور کے لئے اس کا وقت ظاہر نہیں ہوا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ کو خود بخود معلوم نہیں لیکن ان کے مولیٰ تعالیٰ نے ان کو بتلادیا تھا۔

ایسے ہی پیر مہر علی شاہ صاحب کی جو عبارت آپ نے پیش کی ہے اس میں بھی یہ کہیں نہیں کہ حضور کو اس کا علم عطا نہیں فرمایا گیا تھا بلکہ اس میں صرف بعض آیتوں اور حدیثوں کا حوالہ ہے جن کے متعلق میں پہلے ہی آپ کو بتلا چکا ہوں کہ ان میں صرف علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے۔ پھر یہ بھی آپ نے غلط کہا کہ وہ ہم لوگوں کے مقتدار ہیں۔ حضرت صاحبزادے صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ وہ تو خود ہمارے یہاں کی گدھی کے مرید ہیں۔

اس مرتبہ آپ نے جو تین حدیثیں علم قیامت کے متعلق اور پیش کی ہیں ان میں سے بھی کسی ایک میں یہ مذکور نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم عطا نہیں فرمایا بلکہ ان کا منشاء صرف اتنا ہے کہ اس کا علم بالذات صرف خدا کو ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بالکل علم نہ ہونے پر ان حدیثوں کی کوئی دلالت نہیں۔ مولوی صاحب ! آپ نے ملا علی قاری کی طرف جھوٹی نسبت کر کے کہا تھا کہ انہوں نے موضوعات کبیر میں ان لوگوں کو کافر کہا ہے جو اللہ و رسول و جمل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم میں مساوات کے قائل ہوں۔ اس کا جواب تو میں دے چکا کہ یہ آپ کا سفید جھوٹ ہے۔ وہ عبارت ملا علی قاری کی اپنی نہیں بلکہ ابن قیم بدیع البیان نے انہوں نے نقل کی ہے۔ اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اکابر علماء راست نے ایسے لوگوں کو عرفاء کاملین میں شمار کیا ہے جو حضور کے لئے تمام معلومات النبیہ کا علم مانتے ہیں۔ سنتے !

حضرت شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج شریف ج ۱ - ص ۱۷۵ میں فرماتے ہیں -

۵۔ از بعض صلحاء از اہل فضل شنیدہ شد کہ بعضی از عرفاء کتابی نوشتہ و در ان اثبات

کردہ کہ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم را تمامہ علوم الہی معلوم ساختہ بودند ۶

یعنی بعض صالحین اہل فضل سے سنا گیا ہے کہ بعض عارفین نے ایک کتاب لکھی تھی اور اس

میں ثابت کیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام معلومات الہیہ کا علم عطا فرمایا گیا تھا -

دیکھئے ! حضرت شیخ محقق دہلوی رضی اللہ عنہ نے اولیائے کرام کا یہی مذہب نقل فرمایا اور ان کو عارف

بتلایا - اور آپ کے فتوے سے معاذ اللہ یہ حضرات عرفاء کافر ہوئے - اور چونکہ حضرت شیخ نے ان کو عارف لکھا ہے

لہذا وہ بھی کافر ہوئے اور پھر چونکہ آپ حضرت شیخ کو مسلمان بلکہ مسلمانوں کا پیشوا مانتے ہیں اس لئے آپ بھی اپنے

ہی فتوے سے کافر ہو گئے -

اچھا ہے پاؤں یار کا زلف - دراز میں

لو آپ اپنے دامن میں صیاد پھنس گیا

مولوی منظور صاحب ! دیکھا ؟ علم غیب ماننے والوں کو کافر کہنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی خود کافر ہو جاتا ہے

اب میں قرآن سے ثابت کر کے دکھاتا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے منکر کافر ہیں - تفسیر ابن جریر

میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی شخص کی اونٹنی گم ہو گئی تھی ، اس کی تلاش تھی - خدا

کے محبوب غلام الغیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا کہ جاؤ ، اونٹنی فلاں جگہ میں فلاں جگہ ہے اس پر ایک منافق بولا -

يُحَدِّثُنَا مُحَمَّدٌ اَنَّ فَاثَةَ فُلَانٍ يُّوَادُّ كَذَا وَكَذَا وَمَا يُدْرِىهُ بِالْغَيْبِ .

یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں جگہ ہے ، وہ غیب کیا جانیں ؟

اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی -

وَلٰكِنْ سَالْتَهُمْ لِيَقُولُوْا اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَلَنَلْعَبُ قُلْ اِنَّ بِاللّٰهِ

اٰيَاتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تُسْتَهْزَءُوْنَ ۝ لَا تَقْذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ

بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ = یعنی یہ گستاخ اس گستاخی کی وجہ سے کافر ہو گئے اور اب ان کا

کوئی عقد مسموع نہ ہوگا۔

اس سے صاف ظاہر ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے منکر کافر ہیں۔ واللہ اعلم۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (بعد حمد و صلوة) مجھے حیرت بھی ہوتی ہے اور افسوس بھی کہ آپ، لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے نصوص شرعیہ میں کس قدر

سخت تحریریں کرتے ہیں۔ آپ نے ابھی تفسیر ابن جریر کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے اس میں ایک منافق کا یہ گستاخانہ قول ہے: **يُحَدِّثُنَا مُحَمَّدٌ أَنَّ نَاقَةَ فُلَانٍ بِوَادٍ كَذَا وَكَذَا وَمَا يُدْرِيه بِالْغَيْبِ**۔ اور اس کی اسی گستاخی پر قرآن نے اس کو کافر کہا ہے۔ ایک معمولی عربی جاننے والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس منافق کے اس ناپاک قول کا مطلب یہ تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو جی الٰہی غیب کی باتوں کی بالکل خبر نہیں اور گویا آپ کا وحی کا دعویٰ (معاذ اللہ) بالکل جھوٹ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا کہنا یا اس قسم کے ناپاک خیال رکھنا یقیناً کفر ہے۔ بے شک جو بیعت حضور علیہ السلام کے متعلق یہ کہے کہ معاذ اللہ آپ کو اور غیب کی بالکل بھی اطلاع نہیں تھی، اور وحی سے آپ کو غیب کی کوئی بات بھی معلوم نہیں ہوتی وہ یقیناً اور قطعاً کافر ہے۔ لیکن یہاں تو بحث علم غیب کی میں ہے تو اگر آپ کے نزدیک علم غیب کلی کا انکار بھی کفر ہے اور آپ کا خیال یہی ہے کہ اس منافق نے **وَمَا يُدْرِيه بِالْغَيْبِ** کہہ کر حضور کے صرف علم غیب کلی کی نفی کی تھی جس کے آپ مدعی ہیں اور اسی کے انکار کی وجہ سے قرآن نے اس پر کفر کا فتوے لگایا تو پھر یہ تکفیر صرف ہم ہی تک نہیں پہنچے گی بلکہ اس صورت میں تو معاذ اللہ تمام وہ اکابر ملت صحابہ و تابعین و ائمہ مفسرین بھی کافر ٹھہریں گے جن کے ارشادات اور جن کی عبارات میں آپ کے سامنے اب تک پیش کر چکا ہوں۔ اور حد یہ ہے کہ سینا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے اس فتوے کفر کی زد میں آجائیں گے کیوں کہ وہ بھی ہرگز علم غیب کلی کے قائل نہیں ہیں۔ چنانچہ وقت قیامت کے متعلق میں ان کی تصریح ابھی ابھی ان کی مبارک کتاب ”غیۃ الطالبین“ سے پیش کر چکا ہوں اور اس میں جو تاویل آپ نے کی ہے کہ حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب صرف علم ذاتی کی نفی کرنا ہے وہ اس قدر مہمل ہے کہ صرف ایسا ہی شخص اس کو پیش کر سکتا ہے جس کو عربی زبان سے مفسر نہ ہو، اس میں صاف الفاظ میں مذکور ہے۔

وَمَا يَذُرُّكَ خَلَوْ يَذُرُّهُ وَلَوْ يُطْلَعُهُ عَلَيْهِ حَقُّرُهُ
عَزَّ وَجَلَّ وَمَا يَذُرُّكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ۝

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت قیامت کی اطلاع نہیں دی۔
کیا لَوْ يَذُرُّهُ اور لَوْ يُطْلَعُهُ عَلَيْهِ کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ حضرت شیخ ؒ صرف علم ذاتی
کی نفی کر رہے ہیں انتہائی جہالت نہیں ہے ؟ اگر آپ کے پلیٹ فارم پر کوئی معمولی عربی دان بھی موجود ہے تو
میں اس سے درخواست کروں گا کہ وہ اس معاملہ میں اظہار رائے کرے۔ هَلْ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ ۝
اسی طرح حضرت پیر مر علی شاہ صاحب ؒ کی عبارت کے متعلق یہ کہنا کہ اس میں صرف علم ذاتی کی نفی ہے
اس سے بھی بڑھ کر جہالت کا ثبوت دینا ہے اگر ان کی عبارت کا مطلب یہ لیا جائے تو پھر تو مرزا قادیانی کا مدعا
ثابت ہو جائے گا جس کی وہ تردید کر رہے ہیں اور ان کا کلام لغو و مہمل قرار پائے گا۔ کیونکہ مرزا نے یہی لکھا تھا کہ قیامت
سات ہزار سال پر آئے گی۔ اس کے رد میں پیر صاحب ؒ فرماتے ہیں کہ یہ سات ہزار کی تحدید منافی ہے۔ لَا
يُجَلِّيْهَا لَوْ قَتَبَهَا إِلَّا هُوَ ۝ کے اور ان احادیث کے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت قیامت
سے لاعلمی بیان فرمائی ہے۔ اب اگر خدا نے تھوڑی سی بھی عقل دی ہو تو سوچئے کہ جن آیات و احادیث
کا پیر صاحب نے حوالہ دیا ہے اگر ان کے نزدیک صرف علم ذاتی کی نفی تھی تو وہ مرزا کے دعویٰ کے کس طرح خلاف ہو
سکتی ہیں کیونکہ وہ علم ذاتی کا کب مدعی ہے ؟ بلکہ اس صورت میں تو مرزا کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا اور پیر صاحب
کی بات غلط ہو جائے گی۔ بہر حال کچھ تو سوچ سمجھ کر بات کہنا کیجئے یا آپ کے نزدیک بس بولے جانے کا نام مناظرہ
ہے ؟

بات طویل ہو گئی، میں اصل میں عرض یہ کر رہا تھا کہ مَا يَذُرُّكَ بِالْغَيْبِ کا مطلب اگر یہ لیا جائے
کہ وہ مناقق صرف علم غیب کلی کا منکر تھا جس کے آپ لوگ مدعی ہیں اور اسی بنا پر آپ کے نزدیک قرآن نے اس کو
کافر کہا تو پھر یہ تکفیر ان تمام بزرگان دین تک متعدی ہو گئی جن کے ارشادات میں پیش کر چکا ہوں۔ جتنی کہ حضرت پران
پیر رحمۃ اللہ علیہ اور پیر مر علی شاہ صاحب کو بھی آپ کو کافر کہنا پڑے گا۔ کیجئے ! کیا آپ اس کے لئے تیار
ہیں ؟ اور پھر اسی پر بس نہیں، سب سے بڑی قیامت آپ کے لئے یہ ہے کہ اپنے پیر و مرشد مولوی احمد رضا

خان صاحب بریلوی کو بھی کافر مانا پڑے گا، کیونکہ وہ خود علم غیب کلی کے منکر ہیں۔ چنانچہ اپنی مایہ ناز کتاب
 ”الدولۃ المکیہ“ کے صفحہ ۳۸ پر لکھتے ہیں۔

وَلَا تُنْبِئُ بِعَطَائِ اللَّهِ تَعَالَى اَيْضًا اِلَّا الْبَعْضُ

اور پھر خود ہی اپنے دوسرے رسالے ”خالص الاعتقاد“ میں اسی عبارت کو نقل کر کے ان لفظوں میں اس
 کا ترجمہ کرتے ہیں۔ ”اور ہم عطاء الہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع“ (خالص الاعتقاد ص ۲۳)

نیز اسی ”الدولۃ المکیہ“ کے صفحہ ۳۸ پر فرماتے ہیں۔
 اِنَّا لَا نَدَّعِيْ اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ احَاطَ بِجَمِيعِ
 مَعْلُوْمَاتِ اللّٰهِ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی فَاِنَّہٗ مَحَالٌّ لِّلْمَخْلُوْقِ۔

یعنی ہم اس کے مدعی نہیں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام معلومات الہیہ کا علم حاصل
 تھا کیونکہ وہ مخلوق کے لئے حاصل ہونا محال ہے۔

پس اب آپ کو چاہئے کہ سب سے پہلے اپنے پیر و مرشد فاضل بریلوی کو کافر کہیں، کیونکہ وہ علم کلی کے نہ صرف
 منکر ہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مخلوق کے لئے اس کے حصول کو محال کہتے ہیں۔ کہئے! کیا ہے اتنی بہت؟
 آن شوخ سرخ جامہ سوار سمن شد
 یار اں! حذر کنید کہ آتش بلند شد

الغرض آپ کی پیش کردہ اُس روایت میں دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو پر تمام اکابر امت کو حتیٰ کہ حضرت غوث اعظم
 اور اپنے پیر و مرشد مولوی احمد رضا خان صاحب کو بھی آپ کو کافر کہنا پڑے گا، اور دوسرے پہلو سے وہ ہم پر حجت
 نہیں، ہمارا عقیدہ بھی وہی ہے۔

میں نے اپنی پچھلی تقریر میں ”اشعۃ اللمعات“ سے حضرت شیخ عبدالحی محدث دہلویؒ کی جو ایک فیصلہ کن
 عبارت ابن صیاد کے متعلق نقل کی تھی اس کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ اس سے مطلق علم کی نفی نہیں نکلتی بلکہ صرف
 علم بالوحی کی نفی نکلتی ہے۔

یہ جواب بھی اس قدر مہمل ہے کہ ہر معمولی سمجھ رکھنے والا بھی اس کی لغویت کو سمجھ سکتا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

” بالجملہ حال دے مبہم است و در این باب بر آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی نہ شدہ “

ہر معمولی فارسی دان بھی اس کی روشنی میں سمجھ سکتا ہے کہ شیخ دہلوی کے نزدیک ابن صیاد کا حال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم پر پوشیدہ رہا اور وحی الہی نے بھی اس ابہام کا پردہ نہیں اٹھایا۔

حضرت شیخ کی یہ صاف و صریح عبارت اس بات کا زبردست قرینہ ہے کہ ان کی جن عبارتوں میں عموم و استغراق کے الفاظ میں ان میں استغراق عرفی مراد ہے درہ اگر آپ کی طرح حضرت شیخ بھی علم کلی کا محتیدہ رکھتے تو ابن صیاد کے متعلق ہرگز یہ نہ لکھتے۔ نیز وقت قیامت کے متعلق یہ نہ فرماتے کہ ” اے راجز خداوند تعالیٰ کے نہ داند و دے تعالیٰ ہیچ کس را از ملائکہ در سل بر آن اطلاع نداده “

شرح شفاء سے آپ نے جو عبارت پیش کی تھی لَاَنَّ رُوْحَهُ صَلَّی اللہ علیہ وسلم اللہ میں نے رب بنائے تسلیم اس کا جواب یہ دیا تھا کہ اس سے آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا، بلکہ دعویٰ کا سوال بیسواں جزو بھی ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ اچھا جتنا ثابت ہوتا ہے پہلے اس کو مان لو، باقی ہم دوسرے دلائل سے ثابت کر دیں گے۔ مجھے رہ رہ کر تعجب ہوتا ہے کہ آپ اس قدر لالینی باتیں کس طرح کرتے ہیں۔ میرے جواب کا منشاء یہ تھا کہ از روئے اصول مناظرہ وہ دلیل نہیں پیش کی جاسکتی جو کل دعویٰ کو ثابت نہ کر سکے۔ پس یا تو آپ دلیل کو واپس لیں یا اپنے دعویٰ کو واپس لے کر اس کے مطالبی محدود دعویٰ کریں، کل کا دعویٰ کرنا اور اس کے ثبوت میں ایسی ناقص دلیل پیش کرنا جو اس کے دسویں بیسویں حصے کو بھی ثابت نہ کر سکے اسی شخص کا کام ہے جس کو اصول مناظرہ کی ہر دمک نہ لگی ہو۔

میں نے ایک جواب اس عبارت کا یہ بھی دیا تھا کہ اصل میں وہ نسخہ کی غلطی ہے اور اصل عبارت یوں ہے لَاَنَّ رُوْحَهُ صَلَّی اللہ علیہ وسلم اور اہل مطہر کی غلطی یا کسی محرن کی تحریف سے بجائے اس کے اسی لَاَنَّ رُوْحَهُ اللہ چھپ گیا ہے اور میرے پاس اس کے دوزبردست قرینے ہیں۔ ایک یہ کہ اگر اس جگہ ” لَا “ نہ مانا جائے تو پوری عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ حب کوئی شخص کسی گھر میں داخل ہو اور اس میں اہل خانہ موجود ہوں تو ان کو سلام کرے اور اگر گھر میں کوئی موجود نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے۔ کیوں کہ آپ کی روح مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ تعلیل اس صورت میں بالکل لغو ہے اس لئے کہ

روح مبارک کے برگھر میں حاضر ہونے کا مقتضی تو یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی گھر میں داخل ہو خواہ وہ مسکونہ ہو یا غیر مسکونہ ، اس میں اہل خانہ موجود ہوں یا نہ ہوں ، بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجا جائے روح مبارک کے تمام گھروں میں ہونے کا مقتضی کیسے ہو سکتا ہے کہ جن گھروں میں کوئی نہ ہو پس ان گھروں میں داخل ہوتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجا جائے ۔ ان اگر عبارت اس طرح ہوتی کہ

لَاَنَّ رُوحَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاضِرَةٌ فِي الْبُيُوتِ الْخَالِيَةِ

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک خالی اور غیر آباد گھروں میں رہتی ہے ۔ تو بے شک کسی گھر میں یہ تفسیل درست ہو جاتی ۔ الغرض اگر اس عبارت کو صحیح مانا جائے تو نتیجہ یہ ہو گا کہ دلیل دعویٰ کے اور علت معلول کے مطابق نہ ہوگی ۔

دوسری بات یہ ہے کہ روح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب مسلمانوں کے گھر میں ہونا بالکل بے بنیاد اور بے اصل خیال ہے ۔ شریعت میں اس کی کوئی دلیل نہیں ۔ اور حضرت ملا علی قاری ؒ سے یہ بعید ہے کہ ان کے قلم سے کوئی ایسی بے اصل اور بے بنیاد بات نکلے ۔ یہ دو قرینے اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہاں عبارت میں تصحیف اور تحریف ہوئی ہے اور اصل عبارت یوں تھی لَا لِأَنَّ رُوحَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور گویا ملا علی قاری ؒ یہاں ایک پیدا ہونے والے وہم کا ازالہ فرما رہے ہیں ۔ متن شفا میں جو مسئلہ مذکور ہوا تھا کہ اگر کسی خالی گھر میں کوئی جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے ، اس سے یہ وہم ہو سکتا تھا کہ شاید یہ حکم اس لئے ہے کہ حضور کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر رہتی ہے تو اس وہم کے دفع کے لئے علامہ ؒ نے یہ تصریح فرمادی کہ یہ حکم اس لئے نہیں ہے ۔ رہا آپ کا یہ فرمانا کہ پھر اس صورت میں ” بَلَىٰ “ ہونا چاہئے تھا تو اس کے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ صرف اس وہم کے دفع کر دینے سے یہ پہلو خود بخود متعین ہو جاتا ہے کہ یہ ایک تعبدی حکم ہے اور اس لئے ” بَلَىٰ “ کی ضرورت نہیں رہتی ۔ الغرض ان زبردست قرآن کی بنیاد پر میں کہتا ہوں کہ اصل نسخہ میں اس جگہ ” لَا “ تھا اور اس صورت میں آپ کا استدلال بالکل ہی ختم ہو جاتا ہے ۔

میں نے موضوعات کبیر سے جو عبارت پیش کی تھی اس کے متعلق آپ نے خوف خدا سے بالکل بھی بے پرواہ ہو کر کہا ہے کہ وہ ” ابن قیم “ بد مذہب “ کی عبارت ہے پھر خذ لہ اللہ تعالیٰ واسئلہ علی علمہ

کہہ کر آپ نے مزید ثواب حاصل کیا ہے۔ خیر اس کا انتقام تو ان کا رب تعالیٰ خود لے گا البتہ یہاں کے حاضرین کو بھی اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ آپ کی ہرگوئیوں کا نشانہ ہم گنہگار ہی نہیں ہیں بلکہ اللہ کے وہ نیک بندے بھی آپ کی اس کفریہ لاشکار ہیں جن کے متعلق خدا کی رحمت سے امید ہے کہ اب سے پانچ چھ سو برس پہلے جنت الفردوس میں پہنچ چکے ہوں گے۔

گھانٹل تری نظر کا بنوے دگر ہر ایک

زخمی کچھ ایک بندہ درگاہ ہی نہیں

میں اس وقت علامہ ابن قیمؒ کی علمی عظمت اور دینی جلالت کے متعلق کچھ زیادہ نہیں کہنا چاہتا کیونکہ وہ اصل موضوع بحث سے خارج ہے اور پھر میرے وقت میں بھی زیادہ گنجائش نہیں تاہم اتنا ضرور عرض کروں گا کہ آیت کے مسلم علماء نے ان کے مستقل مناقب لکھے ہیں۔ خود علامہ قاریؒ اور حافظ عماد الدین ابن کثیر صاحب تفسیرؒ نے ان کی بہت زیادہ تعریف لکھی ہے اور ان کی عظمت و جلالت کا اعتراف نہایت بلند الفاظ میں کیا ہے۔ علامہ شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی رد المحتار کتاب الجنائز میں ان کا ذکر عزت کے کلمات میں کیا ہے۔

اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات کبیر میں جہاں ان کا ایک طویل کلام نقل کیا ہے وہاں ان کا ذکر اسی طور پر کیا ہے جس طرح کہ ائمہ دین کا کیا جاتا ہے۔ خیر یہ تو ان کی جلالت قدر اور رفعت شان کے متعلق چند مختصر اشارات میں نے کئے ہیں۔ اب اصل بحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

میں نے جو عبارت موضوعات کبیر کی پیش کی تھی آپ نے اس کا جواب ایک تو یہ دیا کہ وہ عبارت خود ملا علی قاریؒ کی نہیں بلکہ ابن قیمؒ کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ آپ نے بالکل غلط اور محض جھوٹ کہا۔ جو عبارت میں نے پیش کی ہے اور جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم کلی ماننے والوں کی اجماعی تکفیر موجود ہے وہ خود علامہ قاریؒ کی ہے جو ”قُلْتُ“ کے لفظ سے شروع ہے۔ ہاں بے شک اس سے پہلے حافظ ابن قیمؒ کی عبارت ہے جس کو علامہ قاریؒ نے حق جان کر نقل کیا ہے اور اپنی کتاب کا جزر بنایا ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ لفظ ”قُلْتُ“ سے شروع کر کے جو عبارت لکھی ہے اس سے ان کی غرض حافظ ابن قیمؒ کی تائید ہی ہے جیسا کہ ہر وہ شخص سمجھ سکتا ہے جس کو عربی کی معمولی سی بھی مناسبت ہو۔ الغرض موضوعات کبیر سے جو عبارت میں نے پیش کی ہے کہ ”مَنْ اَعْتَقَدَ تَسْوِيَةً عَلَيْهِ“

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ يَكْفُرُ اِجْمَاعًا وَهٖ تَقِيْنًا وَقَطْعًا وَهُوَ عَلَامَةُ قَارِي وَهٖ كِيْ سَبِّ

دوسری عجیب بات آپ نے اس کے جواب میں یہ کہی ہے کہ اللہ و رسول کے علم مساوات جب ہو سکتی ہے جب دونوں کے لئے ایک سا علم مانا جائے۔ یعنی دونوں کے لئے ذاتی یا دونوں کے لئے عطائی تسلیم کیا جائے۔ اور ہم چونکہ اللہ کا علم ذاتی مانتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عطائی اس لئے ہمارے عقیدے کی بنا پر علم میں مساوات لازم نہیں آتی اور اس واسطے موضوعات کبیر کی عبارت ہمارے عقیدے سے غیر متعلق ہے۔ اس کا جواب بجائے اس کے کہ میں خود دوں آپ کے پیرو مرشد اعلیٰ حضرت بریلوی کی زبان سے سنا دینا چاہتا ہوں۔ سنئے! اور

گوش ہوش سنئے! وہ اپنی کتاب "الدولة المحيية" کے حاشیہ ص ۳۲ پر موضوعات کبیر کی اسی عبارت میں

اَعْتَقَدَ تَسْوِيَةَ عَلِيٍّ وَاللّٰهِ الْوَاحِدِ بِرَبِّحَتِ كَرْتِ هُوْنِ لِّكُفْتِ هِي

وَ اِنْ اَرَادَ مُجَرَّدَ التَّسْوِيَةِ فِي الْمَقْدَارِ كَمَا هُوَ ظَاهِرُ كَلَامِهِ الْوَاحِدِ

اس سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کے پیرو مرشد فاضل بریلوی کے نزدیک بھی اس عبارت میں مساوات فی المقدار مراد ہونا ظاہر کلام ہے۔ لہذا آپ نے جو توجہ کی وہ خلاف ظاہر ہوئی۔ بہر کیف علامہ علی القاریؒ کی وہ عبارت صراحتاً اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو علم الہی کے برابر مانتے ہیں جیسا کہ اس وقت آپ کا دعویٰ ہے وہ بالاجماع کا فر ہیں۔

آپ نے مدارج النبوت کا حوالہ دیتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے لوگوں کو عرفاء میں شمار کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ آپ کا محض اقراء ہے اور آپ نے حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی عبارت میں نخیات کی ہے آپ برائے کرم مدارج النبوت میرے پاس بھیج دیجئے، اس میں اسی موقع پر حضرت شیخؒ نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ عقیدہ بہت سے نصوص شرعیہ کے خلاف ہے۔ اور معلوم نہیں کہ ان بزرگوں کے کلام کا مقصد کیا ہے؟ الغرض حضرت شیخؒ نے اس عقیدے کو نصوص شرعیہ کے خلاف بتلایا ہے۔ البتہ چونکہ حضرت شیخؒ نے ان لوگوں کی عبارات خود نہیں دیکھیں اس لئے حسن ظن کے طور پر یہ سمجھا کہ شاید ان کا کچھ اور مقصد ہو اسی وجہ سے ان پر کفر وغیرہ کا حکم نہیں کیا۔ اور بے شک جب تک کہ کسی کے متعلق قطعی طور پر یہ نہ معلوم ہو جائے کہ وہ ایسا گمراہانہ عقیدہ رکھتا ہے تو محض سنی سنائی باتوں پر اس کی تکفیر یا تضلیل نہیں کی جاسکتی۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت شیخ نے علم کلی کے عقیدے کو صاف لفظوں میں نصوص قطعیہ کے خلاف لکھ کر مسترد واضح کر دیا۔ اور جن بزرگوں کے متعلق آپ کو یہ بتلایا گیا کہ وہ اس کے قائل ہیں، چونکہ ان کی اصل عبارات حضرت شیخ کے سامنے نہیں تھیں اور ان کی مراد کا علم ان کو نہیں تھا اس واسطے تھمیں لفظ ان کو عارف لکھا اور یہ ظاہر کر دیا کہ معلوم نہیں کہ ان کی کیا مراد ہوگی اور ان کے کلام کا کیا مطلب ہوگا ورنہ ظاہر ہے کہ جو شخص نصوص شرعیہ کے خلاف عقائد رکھتا ہو اس کو حضرت شیخ ہر کس طرح عارف لکھ سکتے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ میں آپ کی تمام چیزوں کا جواب دے چکا اور چونکہ مدعی ہونے کی حیثیت سے میری یہ آخری تقریر ہے اس لئے اب میں کوئی نئی دلیل پیش کرنا نہیں چاہتا۔ البتہ حاضرین سے یہ درخواست ضرور کر دوں گا کہ وہ غور کریں اور انصاف سے کام لیں۔

محترم سامعین! کیسا ہی باطل پرست ہو، مناظرہ میں اس کی زبان بند نہیں ہوا کرتی۔ سچی و باطل کا فیصلہ دلائل سے ہوتا ہے۔ میں نے جو دعویٰ شروع میں کیا تھا کہ علم کلی محیط تفصیلی صرف سچی تعالے کو ہے اور جو کسی مخلوق کے لئے بھی اس کے برابر علم مانے وہ کافر اور اسلام سے خارج ہے۔ الحمد للہ میں اس کے ثبوت سے سبکدوش ہو چکا اور میں نے آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور ارشادات سلف صالحین سے اس کا اتنا روشن ثبوت پیش کر دیا کہ اس کے بعد ہمارے مخالفین کے لئے کوئی عذر باقی نہیں رہ سکتا۔ میرے مخاطب مولوی حسنت علی صاحب نے بھی آیتیں اور حدیثیں پڑھیں، لیکن میں نے بحمد اللہ سلف امت ہی کے ارشادات سے ان کے جوابات دیئے کہ جن کے جواب الحجاب مولوی حسنت علی صاحب کچھ نہیں دے سکے اور نہ قیامت تک دے سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ لا جواب ہیں۔ اور میرے دلائل کے متعلق مولوی حسنت علی صاحب نے جو کچھ کہا، میں الحمد للہ اس کے لفظ لفظ کا جواب دے چکا۔ یہ پہلا منظر ختم ہو چکا۔ اب دوسرا سلسلہ شروع ہو گا۔ مسئلہ یہی ہو گا۔ البتہ اس میں مولوی حسنت علی صاحب کی حیثیت مدعی کی ہوگی۔ آپ حضرات نے جس طرح اب تک صبر و سکون سے سنا میں امید کرتا ہوں کہ آخر تک آپ اسی صبر و سکون سے سنیں گے۔ اب میں مولوی حسنت علی صاحب سے درخواست کر دوں گا کہ وہ حسب قرار مدعی بلکہ وکیل مدعی کی حیثیت سے اپنے موکل صاحبزادہ صاحب کے دعویٰ و علم غیب کلی کا ثبوت پیش کریں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

خَيْرِ خَلْقٍ مُّحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ ۔

نوٹ از مرتب غفرلہ پہلے دن کا یہ مناظرہ جس میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ

مدعی تھے چار گھنٹے ہوا، تین گھنٹے سے کچھ کم ۱۵ ذی الحجہ کو اور ایک گھنٹہ سے کچھ زیادہ ۱۶ ذی الحجہ کو ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ فریقین کی تقریروں کو بلا کسی کمی بیشی کے پیش کریں۔ تاہم اتنا تصرف ہم نے ضرور کیا ہے کہ فریقین کی تقریروں کے بعض مکرر اجزاء کو کہیں کہیں حذف کر دیا۔

نیز مولوی حسرت علی صاحب اپنے خاص انداز میں جو دل آزار فقرے حضرت مولانا شاہ حسین علی صاحب یا حضرت مولانا محمد منظور صاحب یا مولانا منور الدین صاحب یا ان کے اکابر مرحومین کے متعلق کہہ کر اپنی مخصوص بریلویانہ تہذیب کا مظاہرہ کرتے تھے ان کو ہم نے یہاں بالعقد قلم انداز کر دیا کہ ان کے نقل کرنے میں طول بھی ہوتا اور وہ ناظرین کے لئے صرف تکدر طبع ہی کا باعث ہو سکتے تھے، اس کے علاوہ کوئی تصرف ہم نے نہیں کیا۔ اور پورے وثوق کے ساتھ ہم کہہ سکتے ہیں کہ کسی فریق کی کوئی دلیل یا مناظر کا کوئی جواب ہم نے اپنی دانست میں نقل کرنے سے نہیں چھوڑا ہے اور نہ کسی کی تقریر میں کوئی اضافہ کیا ہے۔ بہر حال ہم نے اپنی طرف سے رد و ادائیگی کی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے پوری طرح انصاف کی کوشش کی ہے۔ تاہم اگر کسی جگہ ہمارے قلم سے کوئی لغزش ہوئی ہو اور کوئی بات اصلیت سے کم یا زیادہ لکھی گئی ہو تو اس کے لئے ہم اپنے خدا سے معافی کے خواستگار ہیں۔

❖

❖

❖

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ نے اپنی آخری تقریر میں علامہ ابن القیمؒ کے متعلق فرمایا تھا کہ حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی بہت زیادہ تعریف کی ہے اور ان کی عظمت و جلالت کا اعتراف نہایت شاندار الفاظ میں کیا ہے، لیکن وہاں حضرت علی قاریؒ کی وہ عبارت پیش نہیں ہوئی تھی، ہم مولانا ممدوح ہی سے اصل عبارت حاصل کر کے تکمیل فائدے کے لئے یہاں درج کرتے ہیں۔

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ”جمع الوسائل فی شرح الشامل“ میں علامہ ابن القیمؒ

اور ان کے اساتذہ امام ابن تیمیہؒ کے متعلق ارقام فرماتے ہیں۔

”وَمَنْ طَالَعَ سُورَاحَ مَنَازِلِ السَّامِرِيِّ تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّ مَا كُنَّا مِنْ

اَكْبَرِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَ الْجَمَاعَةِ وَ مِنْ اَوْلِيَائِهِ هَذِهِ الْاُمَّةُ

(جمع الوسائل فی شرح الشامل ج ۱ ص ۲۰۸ مطبوعہ مصر)

یعنی جو شخص ابن قیمؒ کی کتاب "شرح منازل السائرين" کا مطالعہ کرے اسے معلوم ہو جائے گا کہ

وہ دونوں علامہ ابن قیمؒ اور امام ابن تیمیہؒ اکابر اہل سنت و جماعت اور امت محمدیہؐ کے

اولیاء اللہ میں سے تھے۔

اسی کے ساتھ علامہ سیوطیؒ کی ایک شہادت بھی ملاحظہ ہو۔ اپنی کتاب "بغیۃ الوعاة" میں نقل

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

صَنَّفَ وَفَاطَرَ وَاجْتَهَدَ وَصَارَ مِنَ الْاَئِمَّةِ الْكِبَارِ فِي التَّفْسِيرِ وَ

الْحَدِيثِ وَ الْفُرُوعِ الخ

یعنی علامہ ابن قیمؒ نے بہت سی تصنیفیں کیں، اہل باطل سے مناظرے کئے اور مجتہدانہ طور پر شریعت

کی خدمت کی اور تفسیر و حدیث اور فقہ میں ائمہ کبار میں سے ہوئے۔

❦

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی آخری تقریر کے بعد مولانا عبدالحق صاحب صدر من جانب اہلسنت

نے مختصر تقریر فرمائی اور حاضرین کو بتایا کہ مناظرہ کی پہلی قسط ختم ہو گئی۔ اب دوسرا مناظرہ شروع ہوتا ہے۔ اور ساتھ

ہی مولوی حسنت علی صاحب سے درخواست کی کہ وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں تقریر شروع فرمائیں۔ لیکن پہلے مناظرہ

میں جو چیزیں پیش کی جا چکی ہیں اب ان کا ذکر کر کے پھر انہی کی تکرار کے لئے راستہ نہ کھولیں اور یہی استدعا آپ نے مولانا

محمد منظور صاحب سے بھی کی۔ اور اس کے بعد دوسرا مناظرہ شروع ہو گیا۔ جس کی کاروائی اب درج کی جاتی ہے۔

ناچیز مرتب غفرلہ

دوسرا مناظرہ

مولوی حسرت علی صاحب

ایک طویل مگر خالص بریلو یا نہ خطبہ کے بعد ہے

نالہ بلبلی شیدا تو سنا ہنس نہیں کرے اب جگر تھام کے بیٹھو کہ میرا نمبر آیا
حضرت گرامی ! اب تک جو مناظرہ ہوا اس میں مدعی مولوی منظور صاحب تھے اور ان کا دعویٰ یہ تھا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا اور جو حضور اقدس کے علم غیب کا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے۔ آپ حضرات
نے دیکھ لیا کہ مولوی صاحب دونوں باتوں میں سے کچھ بھی ثابت نہیں کر سکے۔ علم نہ ہونے پر تو انہوں نے دوچار غلط
سلط و دلیلیں پیش بھی کیں جن کی دھجیاں میں نے اڑا دیں لیکن کفر کی تو وہ کوئی برائے نام دلیل بھی پیش نہیں کر سکے۔
اب لیجئے میرا نمبر آیا ہے۔ میں پہلے اپنا دعوے پیش کرتا ہوں۔

بھائیو ! ہم اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق کونین نے اپنے حبیب مالک کونین کو تمام غیب
پر مطلع فرمایا۔ اور نہ صرف غیب پر بلکہ عالم شہادت کے بھی تمام علوم عطا فرمائے، یہاں تک کہ علم اقدس جمیع ماکان
و مایکون کو محیط ہو گیا اور زمین و آسمان، دنیا و آخرت کا کوئی ذرہ حضور کے علم شریف سے خارج نہ رہا۔
یہ ہے ہمارا دعوے اور ہم اہلسنت کا عقیدہ۔ اب تک کی تقریروں میں میں نے جو آیتیں، اور
حدیثیں بطور معارضہ کے پیش کی تھیں وہ سب بھی میرے دعوے کی دلیلیں ہیں۔ لیکن اب میں دوسرے دلائل د
براہین پیش کرتا ہوں۔ سنئے ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ﴿۱۱۳﴾ (الفناء، ۱۱۳)

یعنی اے محبوب ! اللہ تعالیٰ نے تم کو سکھایا ہے جو کچھ تم نہیں جانتے تھے اور تم پر اللہ کا فضل عظیم ہے ۔

دیکھئے ! اس آیت میں ” مَا “ کلمہ عام ہے ۔ لہذا مطلب یہ ہے کہ حضور کو جو علوم حاصل نہ تھے وہ سب آپ کے مولا تعالیٰ نے آپ کو سکھلا دیئے ۔ اب آپ غیب و شہادت کی کوئی جزئی اور ماکان و مایکون میں سے کوئی چیز بھی پس وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اس آیت کے نزول سے پہلے حضور کو معلوم تھی یا نہیں معلوم تھی ۔ اگر معلوم تھی تو اس کا علم خود ہی ثابت ہو گیا اور جو معلوم نہ تھی تو اس آیت نے بتلایا کہ جو کچھ حضور کو معلوم نہ تھا وہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلادیا ۔ بہر حال ” مَا “ کے عموم میں سب ہی چیزیں آگئیں ۔ اب جو شخص کسی ایک چیز کے متعلق بھی یہ کہے کہ اس کا علم حضور کو نہیں عطا فرمایا گیا تو وہ اس آیت کریمہ کے مضمون کا منکر ہے ۔ اور آپ جانتے ہیں کہ قرآن پاک کے ایک لفظ اور اس کے کسی ایک حکم کے انکار سے آدمی کافر ہو جاتا ہے ۔ لہذا ثابت ہوا کہ جو لوگ حضور کے لئے علم کلی نہیں مانتے وہ کافر ہیں ۔

لیجئے ! مولوی منظور صاحب ! آپ تو علم غیب کے مسئلہ میں صاحب زادہ صاحب کا کفر ثابت کرنے آئے تھے ، اور یہاں خود آپ کا اور آپ کے موکل منور دین اور ان کے پیر و مرشد مولوی حسین علی صاحب بلکہ حضور کے علم کلی کے منکر سارے وہابیوں کا کفر ثابت ہو گیا ۔ خدا تو فوق دے تو اب بھی توبہ کر لیجئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کلی پر ایمان لا کر مسلمان ہو جائیے !

لیجئے اس کے بعد ایک حدیث پاک بھی سنئے ۔ مشکوٰۃ شریف باب المعجزات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ۔

جَاءَ ذِئْبٌ إِلَى رَاعِيٍّ عَنْهُمْ فَأَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِيُّ حَتَّى
انْتَزَعَهَا مِنْهُ قَالَ فَصَعِدَ الذِّئْبُ عَلَى تَلٍّ فَأَقْبَضَ أَوْ اسْتَفْرَدَ
قَالَ مَدُّ عِمَدَتِي إِلَى رِزْقِي رَزَقْنِيهِ اللَّهُ تَعَالَى أَخَذَتْهُ ثُمَّ انْتَزَعَتْهُ
مِنِّْي فَقَالَ الرَّجُلُ تَأَلَّاهُ إِنْ رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ ذِئْبٌ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ
الذِّئْبُ أَعْجَبُ مِنْ هَذَا رَجُلٌ فِي النَّخْلَةِ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ

يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضَىٰ وَ مَا هُوَ كَاثِنٌ بَعْدَ كُمْ قَالَ فَكَانَ
الرَّجُلُ يَهُودِيًّا فَجَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ
وَأَسْلَمَ فَصَدَّقَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۝

یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بھیڑیا بکریوں کے ایک چرواہے
کی طرف آیا اور اس نے ریڑ میں سے ایک بکری پکڑ لی۔ چرواہے نے اس بھیڑیے کو ڈھونڈا یہاں
تک کہ اس بکری کو اس سے چھڑا لیا۔ فرماتے ہیں کہ پھر وہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور اس نے
کہا کہ میں نے وہ روزی لینی چاہی تھی جو اللہ نے مجھے دی تھی اور میں نے اسے پکڑ لیا تھا مگر تو
نے اسے مجھ سے چھین لیا، چرواہے نے کہا بخدا آج کا سا واقعہ تو کبھی بھی نہیں دیکھا کہ بھیڑیا بتیں
کر رہا ہے، بھیڑیا بولا کہ اس سے زیادہ قابل تعجب بات یہ ہے کہ ایک صاحب جو ان دونوں
سنگستانوں کے درمیان کھجور کے درختوں یعنی مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہیں وہ تم کو ان سب
باتوں کی جو تم سے پہلے ہو چکی ہیں اور ان سب باتوں کی جو تمہارے بعد ہونے والی ہیں خبر دیتے
ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ وہ چرواہا یہودی تھا۔ یہ واقعہ دیکھ کر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔ اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی اور مسلمان بھی ہو گیا۔ اور حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کی تصدیق بھی فرمائی ۝

مسلمان بھائیو! آپ نے یہ حدیث پاک سنی، دیکھئے اللہ تعالیٰ نے بھیڑیوں تک سے اپنے محبوب مطلع
علی الغیب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب اور علم جمیع ماکان و مایکون کی گواہی دلوائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
اس معجزہ علم غیب کو دیکھ کر کافر اسلام لائے مگر آج بہت سے مسلمان کہلانے والے انسان اس کے منکر میں حقیقت
وہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔ انہیں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّهُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ
بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيلًا ۝

لیجئے ایک حدیث پاک اور سنئے۔ صحیح بخاری شریف کتاب بدأ الخلق میں سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی

قَالَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدِيعِ اللَّهِ
حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذَلِكَ
مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَ مَنْ نَسِيَ

یعنی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ہم میں کھڑے ہو کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتوں اور دوزخیوں کے اپنی اپنی منزلوں میں
داخل ہونے تک کی خبر دی، یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا، اور بھلا دیا اس کو جس نے
بھلا دیا

یہ حدیث صحیح بخاری شریف کی ہے اور پہلی حدیث کی مصدق ہے اس سے صاف ثابت ہوا کہ حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ملی حاصل تھا اور ابتدائے آفرینش دنیا سے لے کر حشر نشر بلکہ داخلہ جنت و نار تک کا تمام
ماکان و مایکون آپ نے اپنے صحابہ کے سامنے بیان بھی فرمایا۔

مولوی منظور صاحب! کیا یہ حدیثیں آپ کی نظر نہیں پڑتیں؟ کیا دیوبند کے مدرسہ میں ان حدیثوں
کی تعلیم نہیں دی جاتی جس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی فضیلت ثابت ہوتی ہو؟ کیا ان حدیثوں
پر آپ لوگوں کا ایمان نہیں ہے؟

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (بعد خطبہ مسنونہ) اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ہے کہ

مناظرہ کا پہلا سلسلہ جس میں میں مدعی تھا بحیرہ خوبی ختم

ہوا۔ اب خواہ کسی کی زبان اقرار کرے یا نہ کرے لیکن میں امید کرتا ہوں کہ فریقِ مقابل کے دلوں کو بھی اس کا اندازہ
ہو گا کہ میں نے جو دعوے پیش کیا تھا اس کو بعون اللہ کیسے دلائل و براہین کی روشنی میں میں نے ثابت کر دیا۔ لیکن
یقین کیا جائے کہ اس میں میری قابلیت کو دخل نہیں، نہ میں قابلیت کا مدعی ہوں۔ جو کچھ ہوا وہ محض حق تعالیٰ
کی تائید و نصرت سے ہوا۔ فَلَهُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ اب یہ دوسرا سلسلہ شروع ہوا ہے جس میں مدعی مولوی
حشمت علی صاحب ہیں خدا کرے یہ بھی بحیرہ انجام کو پہنچے۔ نیز میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں بھی میری زبان
سے حق ہی نکلوائے اور اس کے قبول کرنے کے لئے ہمارے مخالفین کے بھی سینے کھول دے۔

اس کے بعد اصل بحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

فاضل مخاطب مولوی حسرت علی صاحب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں ایک آیت اور دو حدیثیں پیش کی ہیں آیت سے آپ کے استدلال کا مدار اس پر ہے کہ ”مَا“ کا عموم ہے اور اس لئے آیت کا مطلب یہ ہے کہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ نہیں جانتے تھے وہ سب آپ کو اللہ تعالیٰ نے سکھلادیا۔

اس کے جواب میں میری پہلی گزارش یہ ہے کہ ”مَا“ کا ہمیشہ عموم واستفراق حقیقی کے لئے ہونا صحیح نہیں، خود قرآن مجید میں ”مَا“ بغیر عموم واستفراق کے بکثرت مستعمل ہوا ہے، چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی شان میں قرآن پاک کا ارشاد ہے - **وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ** اور ہمارے رسول تم کو وہ باتیں سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے تھے۔ دیکھئے اس آیت میں اگر ”مَا“ کو عموم واستفراق کے لئے مانا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح صحابہ کرام کے لئے یہی علم کلی ماننا پڑے گا۔ ایک اور موقعہ پر ارشاد ہے -

وَعَلَّمْتُم مَّا لَمْ تَعْلَمُوا اَنْتُمْ وَلَا اَبَاؤُكُمْ یعنی تم کو ان باتوں کی تعلیم دی گئی **(الدنعام، ۹۲)**

ہے جو تم نہیں جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا نے۔ اس آیت میں بھی وہی ”مَا“ کا کلمہ ہے اگر اس کو عموم واستفراق کے لئے مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ اس آیت میں جن لوگوں کو خطاب ہے ان سب کو بھی علم کلی دیا گیا۔

اور واضح رہے کہ اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت کے مخاطب یہودی ہیں اور آیت کا سیاق و سباق بھی یہی چاہتا ہے۔ کہوں کہ اوپر سے خطاب یہودی سے چلا آ رہا ہے۔ الغرض اس آیت میں ”وَمَا“ کو عموم واستفراق کے لئے مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ عمدہ نبوت کے یہودیوں کو بھی علم غیب کلی حاصل تھا۔ اور سنئے قرآن پاک ہی میں ہے - **عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالًا يُعْلَمُ** یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا تھا۔

لے نسخہ منقول جنہا میں اسی طرح ہے مگر اصل عبارت یوں ہونی چاہئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی شان میں۔ (دنیوی)

اس آیت میں اگر مَا کو عموم و استغراق کے لئے مانا جائے تو پھر سارے ہی انسانوں کے لئے علم کلی مانا پڑے گا۔ یہ میں نے صرف تین آیتیں پیش کی ہیں جہاں تعلیم ہی کے ساتھ مَا کا استعمال ہوا ہے۔ اور ان میں سے کسی ایک جگہ بھی وہ عموم و استغراق کے لئے نہیں ہے۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ اس آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے ایسی باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم فرمائیں جو آپ پہلے سے نہ جانتے تھے بلکہ جن کو از خود آپ جان بھی نہیں سکتے تھے اور اس سے مراد احکام شرعیہ اور معارف الہیہ اور گزشتہ قوموں کے واقعات اور مستقبل کے وہ اہم حوادث ہیں جن کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ دی گئی اور جس کا کافی حصہ خود قرآن پاک میں موجود ہے۔

میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آپ کسی ایک ایسے معتبر مفسر کا نام نہیں بتلا سکتے جس نے اس آیت میں مَا کو عموم و استغراق حقیقی کے لئے لے کر اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم کلی ثابت کیا ہو۔ علاوہ انہیں اس آیت سے علم کلی ثابت کرنا خود آپ کو مشکلات میں ڈال دے گا۔ کیونکہ آپ حضرات بھی ختم نزول قرآن سے پہلے اس علم کلی کے حصول کے قائل نہیں ہیں اور یہ آیت ختم نزول قرآن سے سات برس پہلے اوائل سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔ پس اگر فی الحقیقت آپ کے نزدیک اس آیت سے علم غیب کلی ثابت ہوتا تو آپ کم از کم سلسلہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کلی مانتے، حالانکہ آپ لوگ اخیر زمانہ حیات میں اس کے حصول کے قائل ہیں۔ بہر حال اس آیت سے تو کسی طرح بھی آپ کا استدلال صحیح نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح جو دو حدیثیں آپ نے پیش کی ہیں ان سے بھی کسی طرح آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔ پہلی حدیث جو بھیڑیے والی آپ نے پیش کی ہے اس کے وہ الفاظ جن سے آپ کا استدلال ہے یہ ہیں۔ **يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضَىٰ وَ مَا هُوَ كَائِنٌ** اس میں بھی وہی مَا کا لفظ ہے اور میں ثابت کر چکا کہ وہ ہمیشہ عموم و استغراق کے لئے نہیں ہوتا۔ اور اس حدیث میں تو بالیقین وہ عموم و استغراق کے لئے نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا مانا جائے تو حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کو بھی علم غیب کلی کی تعلیم دیتے تھے اور اس صریح میں لازم آئے گا کہ صحابہ کرام و تابعین بھی اس علم غیب کلی میں آپ کے شریک ہوں حالانکہ یہ عقیدہ خود آپ حضرات کا بھی نہیں ہے۔ لہذا حدیث کا صحیح مطلب یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی وحی سے معجزہ کے طور پر گزشتہ باتوں اور آئندہ

ہونے والے واقعات کی خبر دیتے ہیں۔ اور بے شک ہمارا ایمان ہے کہ آپ نے جو وحی الہی ماضی مستقبل کے بہت سے واقعات کی خبریں اپنے صحابہ کو دیں جو ان کی روایت سے ہم تک بھی پہنچی ہیں۔ الغرض اس پر وہاں ہے دلی حدیث کو بھی آپ کے مدعی سے کوئی تعلق نہیں۔

دوسری حدیث آپ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی جو پیش کی ہے اس میں تو کوئی لفظ بھی ایسا نہیں جس سے کھینچ کر بھی علم غیب کلی ثابت کیا جاسکے۔ اس کا مفاد تو صرف یہ ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے آغاز آفریش سے روزِ آخر تک کے احوال بیان فرمائے۔ اس کا ظاہر اور واضح مطلب یہی ہے کہ روزِ اول سے روزِ آخر تک جو قابل ذکر واقعات پیش آنے والے تھے وہ آپ نے بیان فرمائے، نہ یہ کہ ساری دنیا کے درختوں کے پتوں، قیامت تک ہونے والی بارشوں کے قطروں، تمام دریاؤں کے نہروں، تالابوں کی مچھلیوں، مینڈکوں اور قیامت تک پیدا ہونے والی مرغیوں، بکریوں، بلکہ مکھیوں، مچھر وں اور زمین کے سارے کیڑے مکوڑوں کی تعداد اور ان کی سوانح عمریاں آپ نے بیان کی ہوں۔ اور ہر چیز کے جزئی جزئی واقعات بیان فرمائے ہوں۔ ذرا سوچئے تو کہ آپ کتنا لغو دعوئے کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہاں کے غیر مسلم حاضرین میں سے جنہوں نے آپ کی اس بات کو سمجھا ہو گا وہ بھی ضرور اپنے دل میں منہتے ہوں گے۔ بہر حال صحیح بخاری کی اس حدیث میں آپ کے اس دعوئے کے لئے کوئی اشارہ بھی نہیں۔

یہ تو آپ کی پیش کردہ دلیلیں پر میری سرسری تنقید تھی۔ اب معارضہ سنئے۔ جو دس آیتیں اور چند حدیثیں میں پہلی بحث میں مدعیانِ حقیقت سے پیش کر چکا ہوں وہ سب آپ کے معارضہ میں پیش ہو سکتی ہیں۔ لیکن میں ان کا اعادہ نہ کرتے ہوئے دوسری آیات اور احادیث پیش کرنا چاہتا ہوں۔

سورہ لقمان کی آخری آیت ہے۔

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي
الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ عَدَا وَمَا تَدْرِي
نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝

ترجمہ : یقیناً اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور وہی اپنے علم سے نازل فرماتا ہے بارش

اور وہی جانتا ہے اس کو جو رحموں میں ہوتا ہے ، اور کسی نفس کو پتہ نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا ، اور

کسی کو خبر نہیں کہ وہ کہاں مرے گا ، یہ تحقیق اللہ ہی ہے ان باتوں کا جاننے والا اور خبردار ۔

دیکھئے اس آیت میں پانچ چیزوں کا ذکر ہے اور ان کے متعلق بتلایا گیا ہے کہ ان کا علم صرف اللہ ہی کہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی آیت کے مضمون کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الْآيَةُ

(رواہ الامام احمد عن بریدۃ کما فی ابن کثیر ج ۶ ص ۲۳)

پانچ چیزیں وہ ہیں جن کا علم خدا کے سوا کسی کو بھی نہیں ، وہی جو لقمان کی اس آیت (إِنَّ اللَّهَ

عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ) میں مذکور ہیں ۔

نیز میں نے کل کی بحث میں صحیح بخاری وغیرہ کے حوالہ سے جو حدیث جبریل پیش کی تھی اس کے آخر میں

بھی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہی پانچ چیزوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ ان کو بجز اللہ علام الغیوب کے کوئی نہیں جانتا ۔

قرآن پاک کی ایک اور آیت میں بھی اسی مضمون کو بالا اجمال اس طرح فرمایا گیا ہے ۔

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ - (انعام ، ع ۷)

ترجمہ : اللہ ہی کے علم میں ہیں ”مفاتیح الغیب“ ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔

اس آیت کی تفسیر میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔

مَفَاتِحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ ، لَا يَعْلَمُ مَا فِي بَيْتِ اللَّهِ ، وَ

لَا يَعْلَمُ مَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ إِلَّا اللَّهُ ، وَلَا يَعْلَمُ مَا مَتَى يَأْتِي الْمَطَرُ

أَحَدٌ إِلَّا اللَّهُ ، وَلَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ، وَلَا يَعْلَمُ مَتَى

تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا اللَّهُ (صحیح بخاری تفسیر سورۃ الرعد عن

ابن عمر)

مفاتیح الغیب پانچ چیزیں ہیں جن کو بجز خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا ۔ خدا کے سوا کوئی نہیں

جانتا کہ کل کیا واقعات رونما ہوں گے، اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کچھ دانیوں میں کیا ہے (نریا مادہ) اور اس کے سوا کسی کو خبر نہیں کہ بارش کب ہوگی، اور کسی نفس کو معلوم نہیں کہ اس کی موت کس سرزمین میں واقع ہوگی، اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی۔
اس حدیث سے جس کو امام بخاری و امام مسلم و اور ان کے علاوہ بھی قریباً تمام اکابر محدثین نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے صاف صریح طور پر معلوم ہوا کہ میری پیش کردہ آیت میں ”مفتاح الغیب“ کے لفظ سے یہی پانچ مخفی چیزیں مراد ہیں اور خدا کے سوا کسی کو بھی ان کا پورا علم نہیں۔

اور سیّد المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔
هٰنَ خَمْسٌ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الْاَيَةُ (در شرح ج ۳ ص ۱۵)
”مفتاح الغیب“ وہی پانچ چیزیں ہیں جو اس آیت اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الْاَيَةُ
میں مذکور ہیں۔

نیز یہی جبر امت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ انہی پانچ چیزوں کے متعلق فرماتے ہیں۔
هٰذِهِ الْخَمْسَةُ لَا يَعْلَمُهَا مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُّصْطَفًى نَعْنِ اَدْعٰى
اَنَّهُ يَعْلَمُ شَيْئًا مِّنْ هٰذِهِ فَقَدْ كَفَرَ بِالْقُرْآنِ لِاَنَّهُ خَالَفَ۔

(تفسیر خازن ج ۵ ص ۱۸۳)

یہ پانچ چیزیں وہ ہیں جن کو نہ کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے اور نہ کوئی برگزیدہ نبی، پس جو کوئی ان میں سے کسی چیز کے علم کا بھی دعویٰ کرے تو اس نے قرآن کے ساتھ کفر کیا، کیونکہ اس کی کھلی مخالفت کی۔

اب حاضرین کلام غور فرمائیں کہ ان آیات و احادیث کے ہوتے ہوئے علم غیب کلی کا دعویٰ کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے، اور یہ کہ ایمان بالقرآن کے دعوے کے ساتھ اس کی کہاں تک گنجائش ہے۔
میں قائلین علم غیب کی تکفیر و عدم تکفیر کے متعلق اپنا نظریہ پہلی بحث میں پوری وضاحت سے پیش کر چکا ہوں اور جس عقیدہ کو میں کفر سمجھتا ہوں اس کے کفر ہونے پر دلائل بھی عرض کر چکا ہوں۔ اب اگر ہمارے قاضی مخاطب کے

ذہن میں میرے وہ دلائل نہیں رہے تو ذرا وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر بھی غور فرمائیں اور سوچیں کہ کہیں وہ
فَقَدْ كَفَرَ بِالْقُرْآنِ کے مصداق تو نہیں ہیں۔

مولوی حسنت علی صاحب
حضرات گرامی ! آپ نے مولوی سنبھلی صاحب کی جوابی تقریر سن لی

میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت جلیلہ علم غیب

کلی " کے ثبوت میں قرآن پاک کی نہایت واضح اور روشن آیت دَعَلَمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَقْلَعُ پیش کی تھی۔
اور بتلایا تھا کہ اس میں " مَا " کلمہ عموم ہے اور اس واسطے اس سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم کلی
ثابت ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں سنبھلی صاحب نے کہا ہے کہ " مَا " عموم کے لئے نہیں آتا۔ میں کہتا ہوں سنبھلی
صاحب ! یہ آپ کی نادانی اور جہالت ہے، آپ کسی " اصول الشاشی " پڑھنے والے طالب علم سے بھی چھپن
گئے تو وہ آپ کو بتلا دے گا کہ " مَا " عموم کے لئے آتا ہے اور شریعت مطہرہ میں وہ موجبہ کلیہ کا سور ہے۔

دیکھئے قرآن پاک میں جا بجا ہے لَّهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ہمارے نزدیک
تو اس کا مطلب یہی ہے کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو بھی کچھ ہے وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ لیکن آپ کے
نزدیک جب " مَا " کلمہ عموم نہیں تو مطلب یہ ہو گا کہ آسمان و زمین میں بعض چیزیں اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ حالانکہ
جو شخص زمین و آسمان کی ساری چیزوں کو خدا کی مخلوق و مملوک نہ مانے وہ کافر ہے، لیجئے " مَا " کے عموم کا انکار
آپ کا ایک اور مستقل کفر ہو گیا۔

آپ نے جو تین آیتیں اپنی سند میں پیش کی ہیں وہ بھی آپ کی جہالت ہی کا کرشمہ ہے درحقیقت ان تینوں
آیتوں میں بھی " مَا " عموم ہی کے لئے ہے ایک آیت آپ نے عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ پیش کی
ہے اور بیان کیا ہے کہ میاں اگر " مَا " عموم کے لئے ہو گا تو ہر انسان کے لئے علم غیب کلی ثابت ہو گا۔ ارے !
آپ کو اتنی بھی خبر نہیں کہ جب عام لفظ مطلق بولا جائے تو اس سے اس کا فرد کامل مراد ہوتا ہے۔ اسی قاعدے
سے اس آیت میں انسان سے عام انسان مراد نہیں ہیں بلکہ نوبع انسان کے فرد کامل حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
ہی مراد ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس انسان کامل کو وہ سب کچھ سکھلا اور بتلایا جو یہ نہ جانتے تھے۔
سنبھلی صاحب ! آپ اس آیت کو میرے مقابلہ میں پیش کر رہے ہیں، یہ تو میرے دعویٰ کی مستقل دلیل ہے۔

دوسری آیت آپ نے پیش کی ہے **وَلْيَعْلَمَنَّ مَالَهُ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ** بے شک

اس میں بھی "مَا" عموم ہی کے لئے ہے اور اس کا مطلب یہی ہے کہ حضور اپنے صحابہ کرام رضہ کو وہ سب کچھ تعلیم فرماتے تھے جو وہ نہیں جانتے تھے اور بے شک ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ حضور تمام علوم غیب و شہادت کے عالم بھی تھے اور معلم بھی۔ اور آپ کی تعلیم سے آپ کے خدام کو بھی ماکان و مایکون کا علم حاصل تھا۔

تیسری آیت آپ نے **عَلِمْتُمْ مَالَهُ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ** پیش کی ہے اور

آپ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں خطاب یہودیوں سے ہے اور اگر "مَا" اس میں عموم کے لئے مانا جائے گا تو ان یہودیوں کے لئے بھی علم کلی ماننا پڑے گا۔ سنبھلی صاحب ! یہ آپ کی سب سے بڑی جہالت فاحشہ ہے۔ دیکھئے یہ میرے پاس تفسیر ابن جریر ہے۔ اس میں امام ابن جریر طبریؒ اپنی سند سے عبد اللہ بن کثیر سے روایت کرتے ہیں۔

إِنَّهُ سَمِعَ مُجَاهِدًا يَقُولُ فِي قَوْلِهِ تَعْلَمُوا وَعَلِمْتُمْ مَالَهُ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قَالَ هَذِهِ لِلْمُسْلِمِينَ

یعنی حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مسلمانوں کے حق میں ہے :-

مسلمان بھائیو ! آپ نے دیکھا ؟ سنبھلی صاحب نے صحابہ کرام رضہ کو یہودی بنا دیا۔ یہ ان کا اور مستقل کفر

ہوا۔ سنبھلی صاحب ! دیکھئے یہ خدا کا عذاب ہے آپ جب تک حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب پر ایمان

نہیں لائیں گے یوں ہی آپ پر کفر چھایا رہے گا اب بھی توبہ کر کے مسلمان ہو جائیے !

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا میں کہہ رہا تھا کہ آپ کی پیش کی ہوئی آیت **عَلِمْتُمْ مَالَهُ تَعْلَمُوا**

أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ بھی صحابہ کرام رضہ ہی کی شان میں ہے اور اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ صحابہ کرام رضہ کو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے وہ سب علوم حاصل ہو گئے جو پہلے سے ان کو حاصل نہ تھے۔ اور میں نے حضرت

فاروق اعظم رضہ کی جو حدیث پیش کی تھی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے ایک ہی مجلس میں صحابہ کرام رضہ کے سامنے

ابتداءً دنیا سے روز آخر تک کے سارے احوال بیان فرمادیئے۔ اور حضرت فاروق اعظم رضہ خود ہی فرماتے ہیں کہ

ہم میں سے بعض نے اس سب کو یاد رکھا اور بعض بھول گئے۔ اور قریب قریب اسی مضمون کی ایک حدیث میں علیؓ بحث

میں حضرت خذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے پیش کر چکا ہوں۔ اور مشکوٰۃ شریف سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ

تعالےٰ عنہ کی بھڑیلے والی جو حدیث میں نے ابھی پیش کی ہے اس میں بھی صاف مذکور ہے کہ - یخبرکم
بما مضی وما ہو کابن بعدکم یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تم کو وہ سب چیزیں بتلاتے ہیں
جو ہو چکیں اور جو آئندہ ہوں گی۔

جب ان تمام احادیث کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام
کو تمام ماکان و مایکون اور حسب روایت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے انتہائے دنیا تک کے تمام احوال
و واقعات جزئی جزئی اور کلی کلی کر کے بتلائے اور تعلیم فرمائے۔ تو محض قیاسی باتوں سے اس کا انکار کرنا الحاد اور بے بنی
ہے۔ آپ نے مجھ سے پوچھا ہے کہ کیا حضورؐ نے دریا کی پھلیوں، مینڈکوں، مرغیوں، بکریوں اور کیتے مکوڑوں کے
بھی حالات بیان کئے تھے؟ میں کہتا ہوں جی ہاں بیان کئے تھے۔ اور یہ بیان کرنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
کا معجزہ تھا۔

آپ نے کہا تھا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ نے قابل ذکر باتیں بیان فرمائیں،
میں کہتا ہوں کہ یہ قابل ذکر کا پیوند آپ کہاں سے لگاتے ہیں۔ دیکھئے یہ میرے ہاتھ میں امام علامہ بدر الدین عینی حنفی
کی صحیح بخاری شریف کی شرح عمدۃ القاری ہے۔ اس میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔
فَیْهِ دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّهُ أَخْبَرَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِیعِ أَحْوَالِ
الْمَخْلُوقَاتِ مِنْ إِبْتِدَائِهَا إِلَى أَنْتِمَائِهَا۔

اور لیجئے علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شریف شرح بخاری شریف میں اسی حدیث کی شرح
میں فرماتے ہیں۔

وَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّهُ أَخْبَرَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِیعِ أَحْوَالِ
الْمَخْلُوقَاتِ مِنْذُ إِبْتِدَائِهَا إِلَى أَنْ تَكْفَى إِلَى أَنْ تُبْعَثَ۔

ان دونوں عبارتوں کا مطلب یہی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اسی حدیث میں اس امر پر دلالت
ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں تمام مخلوق کے تمام احوال ابتداء سے انتہاء اور آغاز از فریش
سے حشر و نشر تک کے بیان فرمائے۔

دیکھئے ان دونوں مسلم اماموں نے حضور کے علم کی تعلیم کی اور اخبار کی کیسی صاف تصریح فرمائی۔ ان ائمہ کرام کی ان جلیل القدر اور ایمان افروز تصریحات کے مقابلہ میں آپ کا ”قابل ذکر“ والا پیوند قطعاً باطل اور مردود ہے۔ اور لیجئے اسی مضمون کی میں ایک حدیث اور پیش کرتا ہوں۔ یہ میرے پاس صحیح مسلم شریف کی دوسری جلد ہے۔ اس میں حضرت ابو زید یعنی حضرت عمرو بن الخطاب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں۔

صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الظُّمُرُ فَنَزَلَ فَصَلَّى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَأَخْبَرْنَا بِمَا هُوَ كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ فَأَعْلَمْنَا أَحْفَظْنَا -

(یعنی) ایک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو فجر کی نماز پڑھائی اور پھر منبر پر تشریف لے گئے اور ہمارے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا تو آپ نے اتر کر نماز پڑھی اور پھر منبر ہی پر تشریف لے گئے اور خطبہ ارشاد فرمایا یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا، آپ نے پھر اتر کر عصر پڑھی اور پھر منبر پر تشریف لے گئے اور پھر خطبہ دیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا، پس اس خطبہ میں حضرت نے ہم کو اس سب چیز کی خبر دی جو پہلے ہوا ہے اور جو آئندہ ہوئی والا ہے۔ حضرت عمرو بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سب سے زیادہ علم والا وہ ہے جس نے

اس روز کے حضرت کے بیان کو زیادہ یاد رکھا ۔

دیکھئے اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو تمام ماکان اور مکاں کی تعلیم دی۔ نیز ان حدیثوں سے عَلِّمُكُمْ مَا لَكُمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ اور عَلِّمْتُكُمْ مَا لَكُمْ تَعْلَمُوا اَنْتُمْ وَلَا اَبَاؤُكُمْ کی تفسیر بھی معلوم ہو گئی اور ثابت ہو گیا کہ ان دونوں آیتوں میں ”مَا“ عموم و استغراق ہی کے لئے ہے اور یہ کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ”عالم کل“ ہی نہیں تھے بلکہ معلم کل بھی تھے۔ اور آپ کی تعلیم سے آپ کے غلاموں کو بھی تمام ماکان و مکاں کی علم حاصل تھا۔

اب ایک اور اہمیت اسی مقصد کی تائید میں سنئے ! سورۃ مکریم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ارشاد

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ اَيْ آپ غیب پر بخل نہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو علم غیب آپ کو عطا فرمایا ہے اسے دوسروں کو بتلانے میں آپ بخل نہیں فرماتے بلکہ پوری فراخ دلی کے ساتھ دوسروں کو بھی وہ سب بتا دیتے ہیں، اس آیت سے بھی صاف معلوم ہوا کہ حضور اقدس صرف عالم الغیب ہی نہیں بلکہ معلّم الغیب بھی ہیں۔ یہاں تک تو میں نے اپنی دلیلیں پیش کیں اور میری دلیلوں کے جواب میں سنہلی صاحب نے جو کچھ کہا تھا اس کا رد کیا۔ اب میں ان کی پیش کردہ آیتوں کا جواب دیتا ہوں۔

انہوں نے دو آیتیں اس مرتبہ پیش کی ہیں۔ اور دونوں کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قیامت، بارش، مافی الارحام، مافی الغدد، مقام موت۔ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو ان پانچوں چیزوں کا علم ذاتی ہے یا عطائی؟ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تمام علم ذاتی ہی ہے اور عطائی اس کی جناب میں محال ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے لئے پانچوں چیزوں کا علم ذاتی ثابت کیا گیا ہے تو غیر اللہ سے منفی بھی وہی علم ہوگا۔ اور اگر جانب لغی میں علم عطائی مراد لیا جائے تو جانب ثبوت میں بھی وہی مراد لینا پڑے گا اور حق تعالیٰ کے واسطے بھی علم عطائی ماننا پڑے گا اور یہ کفر ہوگا۔ پس یقینی طور پر متعین ہو گیا کہ ان دونوں آیتوں میں غیر اللہ سے ان پانچوں چیزوں کے صرف علم ذاتی کی لغی کی گئی ہے، اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ذاتی کے مدعی نہیں، بلکہ اس کا عقیدہ رکھنے والے کو مشرک سمجھتے ہیں۔ لہذا یہ دونوں آیتیں ہمارے خلاف نہیں ہوئیں۔

دوسری دلیل اس بات کی کہ ان آیتوں میں علم ذاتی ہی کی لغی غیر اللہ سے کی گئی ہے نہ کہ علم عطائی کی، یہ ہے کہ حدیثوں سے حضور مکے لئے یہ علم ثابت ہیں۔ مثلاً علامات قیامت کی حدیثوں میں آتا ہے کہ حضورؐ نے قیامت سے پہلے ہونے والی ایک عالم گیر بارش کی خبر دی ہے۔ اور شکوۃ شریف میں حضرت ام الفضل کی حدیث موجود ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام جب بطنِ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی میں تھے تو آپؐ نے ان کی ولادت کی خبر دی، اسی طرح غزوہ بدر میں آپؐ نے سردارانِ قریش کی قتل گاہیں متعین کر کے بتلا دی تھیں، اور غزوہ خیبر میں آپؐ نے ایک دن فرمایا تھا کہ میں یہ جھنڈا کل ایک ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ و رسولؐ کا محبوب و محبوب ہوگا۔ اب دیکھئے یہ علوم وہی ہیں جن کا ذکر آپؐ کی پیش کی ہوئی آیتوں میں ہے اور ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ

حضرت اقدس علیہ السلام کو یہ سب علوم حاصل تھے تو ماننا پڑے گا کہ ان آیتوں میں علم ذاتی ہی کی نفی ہے تاکہ آیتوں اور حدیثوں میں تعارض نہ رہے۔ اسی طرح ان علوم خمس کے متعلق آپ نے جو حدیثیں یا صحابہ کرام کے اقوال پیش کئے ہیں ان میں بھی علم ذاتی ہی کی نفی مقصود ہے۔ آپ ایک حدیث یا کسی صحابی کا ایک ارشاد بھی ایسا نہیں پیش کر سکتے جس سے معلوم ہو کہ حضور کو یہ پانچوں علوم بے عطائے خداوندی بھی حاصل نہ تھے۔

مولانا محمد منظور صاحب لغمانی (بعد حمد و صلوة) محترم حاضرین کرام! میرے مخاطب مولوی حسرت علی صاحب نے اپنی اس تقریر میں حسبِ عادت سخت

کلامی کر کے مجھے ہوش متعل کرنا چاہا ہے اس سب کا جواب میری طرف سے صرف یہ ہے ع

تو دشنام دہ من دعا می کنم

اس کے بعد اصل تقریر کا جواب ترتیب دار سنئے!

میں نے یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ کلمہ مَا عموم و استغراق کے لئے آتا ہی نہیں، بلکہ میں نے یہ کہا تھا کہ وہ ہمیشہ عموم و استغراق کے لئے نہیں آتا، اگر آپ ان دونوں باتوں کا فرق سمجھنے سے قاصر ہوں تو اپنے کسی سمجھ دار رفیق سے سمجھ لیجئے۔

میں نے اپنے اس ادعا کے ثبوت میں تین آیتیں پیش کی تھیں۔ ایک عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ اور عرض کیا تھا کہ اگر اس آیت میں مَا کو عموم کے لئے مانا گیا تو تمام انسانوں کے لئے علم کلی ماننا پڑے گا۔ اس کے جواب میں آپ نے بڑی جرأت سے فرمایا ہے کہ۔

”عام لفظ جب مطلق بولا جاتا ہے تو اس سے اس کا فرد کامل ہی مراد ہوتا ہے۔ اور اسی قاعدہ کے مطابق

اس آیت میں لفظ انسان سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں“

میں حیران ہوں کہ آپ اس قدر مہمل اور بے تکلی باتیں اتنی بے باکی کے ساتھ کیسے منہ سے نکال دیتے ہیں۔ بندہ

خدا اس پر بھی تو غور کیا ہوتا کہ اس آیت کے بعد متصلاً ہی دوسری آیت یہ ہے كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ

لَيَظْلَمُ (یعنی بے شک انسان سرکشی کرتا ہے)

دیکھئے یہاں وہی کلمہ ”انسان“ ہے۔ کیا معاذ اللہ آپ اپنی اس منطق کی رو سے اس سے بھی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو مراد لیں گے ؟

اگر آپ کی طرح مجھے بھی زبردستی کافر بنانے کا شوق ہوتا تو میں بھی کہتا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ سرکش کہہ دیا ، یہ آپ کا ایک اور مستقل کفر ہوا ۔

علاوہ ازیں یہ بھی تو سوچئے کہ یہ آیت نزول کے لحاظ سے قرآن مجید کی سب سے پہلی آیتوں میں سے ہے ۔ یعنی جس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت عطا فرمائی گئی ہے اسی وقت آپ پر یہ آیت نازل ہوئی تھی ۔ تو اگر اس آیت میں لفظ ” انسان “ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہوں اور کلمہ ” ما “ عموم و استغراق حقیقی کے لئے ہو تو اس سے اسی وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب کلی ثابت ہوگا ، حالانکہ آپ خود اس کے تیس برس بعد ختم نزول قرآن کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس علم کلی کے حصول کے قائل ہیں ۔ بہر حال اس آیت میں لفظ ” انسان “ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد لینا اور کلمہ ” ما “ کو عموم و استغراق کے لئے لینا علمی اور واقعی طور پر تو غلط ہے ہی ، خود آپ کے عقیدہ اور اصول کے بھی خلاف ہے ۔

ایک آیت میں نے عَلِمْتُمْ مَالَهُ تَعْلَمُوا اَنْتُمْ وَلَا اَبَاؤُكُمْ پیش کی تھی اور عرض کیا تھا کہ اگر اس آیت میں بھی ” ما “ کو عموم و استغراق کے لئے مانا جائے تو لازم آئے گا کہ جو لوگ اس کے مخاطب ہیں ان کو بھی علم کلی عطا ہوا ہو ۔ اسی کے ساتھ میں نے یہ بھی بتلایا تھا کہ اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت کے مخاطب یہودی ہیں ۔

اس کے جواب میں آپ نے تفسیر ابن جریر سے حضرت مجاہدؒ کا قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت مسلمانوں کی شان میں ہے ۔ بے شک مجھے بھی معلوم ہے کہ حضرت مجاہدؒ کی رائے یہی ہے لیکن ان کے علاوہ اکثر مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ اس کے مخاطب یہودی ہیں ۔ آپ ذرا اسی آیت کے ذیل میں عام تفاسیر کو اٹھا کر دیکھئے ، قریش سب میں یہ تصریح ملے گی کہ اکثر ائمہ تفسیر کے نزدیک اس کے مخاطب یہودی ہیں ۔ اور میں کہتا ہوں کہ خود نظم قرآن سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اوپر کی آیات میں یہودی ہی سے خطاب ہو رہا ہے ۔ بہر حال صرف حضرت مجاہدؒ یا کسی اور مفسر کا یہ رائے رکھنا کہ اس آیت کے مخاطب مسلمان ہیں میرے اس دعوے کے خلاف نہیں کہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں یہودی مخاطب ہیں ۔

ہاں آپ نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ تو نے اس کا مخاطب یہودیوں کو قرار دے کر گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معاذ اللہ یہودی بنادیا اور یہ ایک اور مستقل کفر ہوا۔ آپ کی اس زالی منطق کی داد تو آپ کے بھائی برادر ہی دے سکتے ہیں۔ میں تو صرف یہ سوال کر دوں کہ یہ کفر صرف میرا ہے یا ان اکثر مفسرین کا بھی جنہوں نے تصریح کی ہے کہ اس کے مخاطب یہودی ہیں۔ دیکھئے تفسیر مدارک التنزیل، تفسیر معالم التنزیل، تفسیر خازن، ان تینوں تفسیروں کے علاوہ دوسری تفسیریں میں بھی صاف مذکور ہے کہ اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت عَلِمْتُمْ مَالَهُ تَعْلَمُوا اَمْشَرُوا اَبَاؤُكُمْ کے مخاطب یہودی ہیں۔

اب فرمائیے کہ کیا میرے ساتھ یہ تمام مفسرین بھی کافر ہو گئے؟ اگرچہ اب میں آپ ہی کے اصول پر کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے اس لغو منطق سے اکثر مفسرین کو کافر کہہ دیا اور یہ آپ کا ایک اور مستقل کفر ہوا۔ لیکن یہ منطق جس کا نتیجہ ہمیشہ کفر ہی کفر ہو، آپ کو اور صرف آپ کو مبارک!

میں نے تیسری آیت يُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ پیش کی تھی اور عرض کیا تھا کہ اس آیت میں اگر ”مَا“ کو محوم کے لئے لیا گیا تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے بھی علم غیب کلی ماننا پڑے گا، آپ نے اس لزوم کو تسلیم کیا ہے اور اپنے اس نئے عقیدہ کا اظہار کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی یہ علم کلی حاصل تھا۔

میں کہتا ہوں کہ اگر آپ کی اس بات کو تسلیم کر لیا جائے تو لازم آئے گا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہو حالانکہ یہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تمام مخلوق سے زیادہ ہے اور آپ علم اخلق ہیں۔ اور علمائے امت نے اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والے شخص کی تکفیر کی ہے۔ لیجئے یہ آپ کا ایک اور کفر ہوا۔

پھر آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس علم کلی کے ثبوت میں جو حدیثیں پیش کی ہیں وہ کسی طرح بھی اس کی ثبوت نہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی جو حدیث آپ نے پہلی بحث میں پیش کی تھی اور جس کا اس تقریر میں آپ نے پھر حوالہ دیا ہے اس کا صحیح مطلب میں حضرت علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے پہلے پیش کر چکا ہوں جس کے اعادہ کی اب ضرورت نہیں سمجھتا۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مطلب بھی میں پہلے بیان کر چکا ہوں، اور بتلا چکا ہوں کہ جو مطلب اس کا آپ نے رہے ہیں وہ براہست کے خلاف ہے۔ اس کا منشاء درحقیقت صرف یہی ہے کہ حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحبت میں سلسلہ دنیا کے اہم اور قابل ذکر واقعات بیان فرمائے نہ یہ کہ ساری دنیا میں جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو گا حتیٰ کہ ہر ہر حیوان کی پیدائش اور موت اور اس کا چلنا پھرنا ، ہر ہر کڑی مکھی کے تمام حالات اور اس کا پیدا ہونا ، بڑھنا ، ایک جگہ سے ارکڑ دوسری جگہ بٹھینا ، کھانا ، پینا ، پیشاب اور پاخانہ پھرنا وغیرہ وغیرہ بھی حضور نے بیان فرمایا ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسا لغو ، بے ہل اور مضحکہ خیز دعویٰ ہے دنیا کا کوئی عقل والا انسان ہرگز نہیں کر سکتا۔ پھر یہ ایسی بدیہی بات ہے کہ جس کے لئے کسی دلیل و برہان کی بھی ضرورت نہیں اور اگر آپ کو دلیل ہی کی ضرورت ہو تو سنئے۔

سنن ابن ماجہ و مسند احمد میں خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے آپ نے فرمایا۔
 خَرَجَ عَنَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُبَيِّنْ أَبْوَابَ الرِّبَا
 یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے تشریف لے گئے اور آپ نے ربا کے ابواب کی تفصیل نہیں بیان فرمائی۔

لیجئے یہ خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت ہے کہ حضور نے تا ذات شریف ابواب ربا کو مفصلاً بیان نہیں فرمایا ، اس کی روشنی میں اس حدیث کا مطلب یہی ہو گا کہ حضور نے سلسلہ عالم کی اہم اور قابل ذکر چیزیں یعنی امت کی فلاح و نجات کے لئے جن کی ضرورت تھی بیان فرمائیں۔ ورنہ اگر حضور نے ہر ہر چیز کا پورا پورا حال پوری سے تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہوتا تو ”ابواب ربا“ کے متعلق حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ نہ فرماتے کہ حضور نے ان کو تفصیل بیان نہیں فرمایا۔ لیجئے یہ میں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مطلب خود انہی کی ایک حدیث کی روشنی میں بیان کر دیا۔ اور اب اس کے سوا دوسرا مطلب ہو نہیں سکتا۔

اس مرتبہ آپ نے اسی کے ہم مضمون حضرت عمرو بن الخطاب انصاری رضی اللہ عنہ کی جو حدیث صحیح مسلم شریف سے پیش کی ہے اس کا مفاد بھی صرف یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس دن بھر کے خطبہ میں تمام اہم اور قابل ذکر باقی جن سے امت کی فلاح و البستہ تھی اور امت کو جن کے معلوم ہونے کی خاص ضرورت تھی وہ سب بیان فرمائیں۔ بہر حال آپ کی پیش کردہ کسی حدیث کا بھی یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا بھر کی چھوٹی موٹی ڈھکی چھپی خلوت کی اور جلوت کی انسانوں کی اور حیوانوں کی تمام باتیں ، مکھیوں کی اور مکوٹیوں کی،

مرغیوں کی اور بکریوں، کیڑوں کی اور مکوڑوں کی پوری پوری سرگزشت اس خطبہ میں بیان فرمائی ہو۔

آپ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں عینی اور فتح الباری کی جو عبارت پیش کی ہے اس کا مفاد بھی ہرگز یہ نہیں ہے بلکہ وہی ہے جو میں عرض کر رہا ہوں، شاید اس کے لفظ ”جميع“ سے آپ کو دھوکا ہو رہا ہے۔ سورہ ”جميع“ دہاں ایسا ہی ہے جیسا کہ آیت کریمہ **لَا مَلْأَتْ جَمْعًا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ** میں لفظ ”اجمعین“۔ میرا خیال ہے کہ اگر آپ نے میری اس بات کو غور سے سنا ہو گا تو میرے اس اشارہ کو آپ سمجھ گئے ہوں گے۔

بیان تک تو میں نے آپ کے دلائل پر بحث کی تھی۔ اب میں اپنے دلائل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ میں نے پہلی تقریر میں دو آیتیں پیش کی تھیں جن میں علوم خمس کا حق تعالیٰ کے لئے مخصوص ہونا اور دوسروں کو ان کا حاصل نہ ہونا بیان فرمایا گیا ہے۔ اور ان کی تشریح بھی میں نے خود احادیث ہی سے پیش کی تھی۔ ان آیتوں کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ ان میں غیر اللہ سے امور خمس کے صرف علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے اور دلیل میں آپ نے یہ زالی منطق پیش کی ہے کہ چونکہ حق تعالیٰ کو ان امور کا علم ذاتی ہے لہذا جانب منفی میں بھی وہی علم ذاتی ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی اس مہمل منطق کی رو سے ایک شخص غیر اللہ کو ”خالق“ بھی مان سکتا ہے۔ اور جب کوئی موحّد مسلمان اس کے سامنے وہ آیتیں پیش کرے جن میں خالق کا حق اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا اور کسی اور کا خالق نہ ہونا بیان کیا گیا ہے تو وہ بالکل آپ کی طرح کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو خالق بالذات ہے اور اس لئے غیر اللہ سے جو خالقیت کی نفی کی گئی ہے تو اس کا مقصد صرف ذاتی خالقیت ہی کی نفی ہے اور میں فلاں شخص یا فلاں بت یا فلاں دیوی کو خالق بظہار اللہ مانتا ہوں۔ کہئے کیا آپ اس مشرک کی اس مشرکانہ منطق سے بھی اتفاق کریں گے ؟

ہاں ایک بات آپ نے یہ بھی کہی ہے کہ احادیث سے ان امور خمس کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہوتا ہے اور اس کے لئے آپ نے چند حدیثوں کا حوالہ بھی دیا ہے جن کا جواب آپ کو پہلے مناظروں میں بھی دیا جا چکا ہے اب میں آپ کو پھر وہی جواب یاد دلانا ہوں۔ سنتے !

جن احادیث کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے ان سے و نیز اس قسم کے جو اور واقعات احادیث میں ملتے ہیں ان سے امور خمس کی بعض منتشر جزئیات کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہوتا ہے۔ اور ہمارا دعوئے یہ نہیں ہے کہ

ان امور کی کسی ایک جزئی کی اطلاع بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تھی بلکہ ہمارا دعویٰ ہے ان کے علم کلی کے متعلق ہے اور اس بارہ میں جو آیات و احادیث وارد ہوتی ہیں ان کا منشاء ہمارے نزدیک یہی ہے کہ ان امور خمس کا علم کلی یا بالفاظ دیگر ان کے اصول و کلیات کا علم حق تعالیٰ عز و جل کے سوا کسی کو نہیں، نہ یہ کہ ان کی کسی جزئی کا علم بھی کسی کو عطا نہیں فرمایا گیا۔ پس آپ کی پیش کردہ احادیث ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں کیوں کہ ان سے بعض امور خمس کی صرف بعض جزئیات کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہوتی ہے اور اس سے خود ہم کو انکار نہیں۔ اب میرے ذمہ اس کا ثبوت البتہ باقی رہ جاتا ہے کہ قرآن و حدیث میں امور خمس کے علم کی غیر اللہ سے نفی کی گئی ہے دال اس سے ان کے علم کلی کی نفی مقصود ہے۔ تو لیجئے اس کی دلیل سنئے !

یہاں نفس الامر میں یقین احتمالات ہیں۔

۱ : ان آیات و احادیث میں صرف علم ذاتی کی نفی مقصود ہو جیسا کہ آپ کا خیال ہے۔

۲ : مقصد یہ کہ ان امور خمس کی کسی جزئی کا علم بھی خدا کے سوا کسی کو نہیں۔

۳ : یہ مطلب ہو کہ ان امور کا علم کلی اور دوسرے الفاظ میں ان کے اصول و کلیات کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ جیسا کہ میرا دعویٰ ہے۔

بیچ کا احتمال تو آپ کے نزدیک بھی غلط ہے اور میرے نزدیک بھی۔ اور جن احادیث کا حوالہ آپ نے دیا ہے جن سے بعض امور خمس کے بعض جزئیات کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بالیقین ثابت ہوتا ہے، وہ احادیث اس احتمال کے باطل ہونے پر واضح طور پر دال ہیں۔ اب صرف اول اور آخر احتمال رہ گیا۔

پہلا احتمال جس کے آپ معنی ہیں یہ ہے کہ ان آیات و احادیث کا مقصد صرف یہ ہو کہ امور خمس کا محض علم ذاتی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور کسی کو حاصل نہیں ؟

اب سنئے ! کہ اس احتمال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صریح حدیث نے باطل کر دیا۔ مسند امام احمد میں حضرت ربیع بن حراش رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے قبیلہ بنی عامر کے ایک شخص حضور کے ایک صحابی نے بیان کیا۔

إِنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ بَقِيَ مِنَ الْعِلْمِ شَيْءٌ لَا تَعْلَمُهُ ؟ قَالَ قَدْ

عَلَّمَني اللَّهُ خَيْرًا وَإِنَّ مِنْ الْعِلْمِ مَا لَا يَكْتُمُهُ إِلَّا اللَّهُ الْخَسَنُ
 إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ
 وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْتُمُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ
 تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝

کہ انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! کیا علم میں سے کوئی ایسی چیز بھی ہے
 جس کو آپ نہ جانتے ہوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: » بے شک مجھے اللہ نے بہت سے علوم خیر عطا
 فرمائے اور یقیناً بعض علوم وہ بھی ہیں جنہیں اللہ پاک کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا (مثلاً) وہ پانچ
 چیزیں جو سورہ لقمان کی اس آخری آیت إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الْآیۃ

میں مذکور ہیں: (تفسیر ابن کثیر ج ۸ ص ۲۴)

دیکھئے اس حدیث میں امور خمس کے علم عطائی کی بھی صریح نفی موجود ہے اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
 اس موقع پر سورہ لقمان کی یہ آیت تلاوت فرماتے تھے بھی ثابت ہو گیا کہ آیت علم عطائی کی نفی کو بھی حادی ہے۔ ورنہ
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ استہناد معاذ اللہ غلط اور بے موقع ہو گا۔

بہر حال اس حدیث سے ایک تو یہ معلوم کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امور خمس کا علم بہ تعلیم الہی بھی حاصل نہ
 تھا۔ اور ساتھ ہی ضمناً یہ بھی ثابت ہو گیا کہ میری پیش کردہ سورہ لقمان کی آیت غیر اللہ سے ان امور خمس کے علم عطائی
 کی نفی کو بھی حادی ہے۔ اور جب اس آیت کے متعلق یہ ثابت ہو گیا تو دوسری آیت عِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ
 لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ کے متعلق بھی خود بخود ثابت ہو گیا۔ کیونکہ ان دونوں آیتوں کا ہم مضمون اور ہم مقصد ہونا
 خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہے۔ جن میں سے بعض میں پہلی تقریر میں پیش بھی کر چکا ہوں
 بہر حال مسند احمد کی اس صحیح حدیث نے آپ کے علم ذاتی والے احتمال کو واضح طور پر باطل کر دیا۔ اب صرف آخری
 احتمال باقی رہ گیا اور وہی متعین ہو گیا۔ یعنی یہ کہ ان آیات و احادیث کا مقصد امور خمس کے علم کلی کی غیر اللہ سے نفی کرنا
 ہے اور نفی علم عطائی کو بھی شامل ہے اور یہی میرا دعویٰ ہے۔

اس کے بعد میں انہی علم خمس کے مخصوص سبب بتائے ہوئے کے متعلق اپنے اور آپ کے واحکم امام عالی مقام سیّدنا

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ارشاد پیش کرتا ہوں۔ میرے پاس یہ تفسیر مدارک التنزیل ہے جس کے مصنف بھی ایک جلیل القدر حنفی امام ہیں۔ اس میں سورۃ لقمان کی اسی آیت **إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ** الایۃ کے ذیل میں وہ نقل فرماتے ہیں۔

وَرَأَى الْمَنْصُورُ فِي مَنَامِهِ صُورَةَ مَلَكٍ الْمَوْتِ وَسَأَلَهُ عَنْ مُدَّةِ عُمُرِهِ فَأَشَارَ بِأَصَابِعِهِ الْخَمْسِ فَعَبَّرَهَا الْمُعَيَّرُونَ بِخَمْسِ سَنَوَاتٍ وَبِخَمْسَةِ أَشْهُرٍ وَبِخَمْسَةِ أَيَّامٍ فَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ هُوَ إِشَارَةٌ إِلَى هَذِهِ الْآيَةِ فَإِنَّ هَذِهِ الْعُلُومُ الْخَمْسَ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ - (تفسیر مدارک التنزیل ج ۳ ص ۲۱۹)

یعنی خلیفہ منصور عباسی نے ملک الموت کو خواب میں دیکھا اور اپنی مدتِ عمر کے متعلق ان سے سوال کیا۔ انہوں نے جواب میں صرف اپنی پانچ انگلیوں سے اشارہ کر دیا، تبیر دینے والوں نے اس کی مختلف تعبیریں دیں کسی نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری عمر صرف پانچ برس کی اور ہے کسی نے کہا کہ پانچ مہینے، کسی نے کہا پانچ دن۔ پھر جب حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے یہ معاملہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ سورۃ لقمان کی آخری آیت **إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ** کی طرف اشارہ ہے اور ان کا مطلب اس اشارہ سے یہ ہے کہ یہ بات ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

اس روایت سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ آیت لقمان کی روشنی میں سیدنا حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

محترم حاضرین کرام! اپنے عقیدہ کی تائید میں قرآن عظیم، احادیث نبوی کریم تو میں کل سے برابر پیش کر رہا ہوں، لیکن آپ حضرات اس طرف بھی توجہ فرمائیے کہ کل میں نے فقر و تصوف اور حقیقت و معرفت کے امام علی مقام سیدنا حضرت شیخ جیلانی رحمہ اللہ کا ایک ارشاد پیش کیا تھا اور آج فقہ و شریعت کے سب سے بڑے امام سیدنا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ ارشاد پیش کیا ہے۔ پس بحمد اللہ تعالیٰ کتاب و سنت کے علاوہ اکابر و ائمہ کی تائید بھی ہمارے ہی ساتھ

ہے اور ان کی اتباع کا فخر بھی ہم ہی کو حاصل ہے۔۔۔ ہمارے فاضل مخاطب مولوی حسنت علی صاحب اپنے نام کے ساتھ کاوری اور خفی تو لکھتے ہیں لیکن عقائد جو بنسبیا و دین ہیں ان میں وہ ان دونوں بزرگوں سے پھرے ہوئے بلکہ ان کے کھیلے مخالف ہیں **وَاللّٰهُ الْهَادِي إِلَى سَبِيلِ الرَّشَادِ** -

سنبھل صاحب ! آپ جب ان اکابر دائرہ کو مانتے ہی نہیں

مولوی حسنت علی صاحب تو ان کے نام لینے کا آپ کو کیا حق ہے اور ان بزرگوں پر افسردہ

کرتے ہوئے آپ کو شرم بھی نہیں آتی۔ حضرت غوث الثقلین نے کہاں فرمایا ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب نہیں تھا۔ کل جو عبارت آپ نے غنیۃ الطالبین سے پیش کی تھی، اس کا جواب میں کل ہی دے چکا ہوں اس سے ہرگز بھی آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بڑی شان ہے حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دعویٰ تو خود اپنے متعلق قصیدہ غوثیہ میں یہ ہے ۔

نَظَرْتُ لِلَّهِ بِلَادِ اللَّهِ جَمْعًا

كَخَرَدَلَةٍ عَلَىٰ حُكْمٍ اِتِّمَالٍ

یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کو مثل رائی کے دانے کے دیکھا اور اتصال کے ساتھ دیکھا یعنی برابر دیکھتا ہی رہا۔ جب ساری دنیا خود حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی نظر میں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ مبارک سے کیا پوشیدہ رہ سکتا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر بھی آپ نے افتراء کیا ہے کہ آپ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی کسی کی موت کا وقت معلوم نہیں۔۔۔ لیجئے میں اس بارہ میں حضرت امام ابوحنیفہ کا عقیدہ آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں۔ میرے پاس یہ مسلم شریف ہے۔

خوف : مولوی حسنت علی صاحب نے اتنا ہی کہا تھا کہ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے دوران

تقریر ہی میں ان سے دریافت کیا کہ کیا مسلم شریف میں کہیں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ کا کوئی ارشاد لکھا ہوا ہے جس سے آپ ان کا عقیدہ بیان کرنا چاہتے ہیں ؟

مولوی حسنت علی صاحب نے فرمایا کہ اس میں حضرت امام صاحب کا کوئی ارشاد تو نہیں ہے مگر میں اس سے

ایک حدیث پیش کرنا چاہتا ہوں ، اسی سے امام صاحبؒ کا عقیدہ بھی معلوم ہو جائے گا کیونکہ ان کا عقیدہ حدیث شریف کے موافق ہی ہوگا۔

اس پر مولانا مولوی نعمانی نے مکرر دریافت کیا کہ آپ مسلم سے حضرت امام اعظمؒ کا عقیدہ ہی پیش کرنا چاہتے ہیں نا ؟

اس کے جواب میں مولوی حسنت علی صاحب نے پھر فرمایا: جی ہاں میں مسلم شریف سے حضرت امام ابو حنیفہؒ ہی کا عقیدہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر ایک عام قہقہہ لگا۔ اور مولانا نعمانی نے فرمایا ، بہت اچھا پیش کیجئے۔ چنانچہ مولوی حسنت علی صاحب نے اس طرح کلام شروع کیا۔

حضرت ! یہ میرے پاس مسلم شریف کی دوسری جلد ہے۔ اس میں حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نطفہ جب رحم مادر میں قرار پاتا ہے اور جب اس پر تین چلے گزر جاتے ہیں اور اس میں روح ڈالی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو حکم دے کہ بھیجتا ہے کہ چار چیزیں لکھ۔ ایک اس کا رزق ، دوسرے اس کی اجل (موت)۔ تیسرے اس کے اعمال ، چوتھے اس کی بد بختی یا نیک بختی۔۔ حدیث شریف کے اصل لفظ یہ ہیں۔

يَوْمَ مَرُّ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ بِكِتَابِ رِزْقِهِ وَأَجَلِهِ وَعَمَلِهِ وَشَقِيٍّ أَوْ سَعِيدٍ۔

دیکھئے اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ اس فرشتہ کو بھی ہر شخص کی موت کے وقت کا علم ہوتا ہے۔ لہذا یہ عقیدہ کہ کسی کی موت کے وقت کی اطلاع خدا کے سوا کسی کو بھی نہیں ہوتی غلط اور اس حدیث کے خلاف ہے۔ اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی عقیدہ ہرگز کسی حدیث کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ لہذا معلوم ہوا کہ آپ نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے حضرت امام صاحب پر محض جھوٹ افرا کیا ہے۔ اور تفسیر مدارک شریف کی عبارت کا مطلب غلط بیان کیا ، اس میں تو ملک الموت کا ذکر ہے ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تو اس میں نام بھی نہیں آیا ہے۔

مسلمانو ! آپ نے ایسا جیتا جاگتا جھوٹ اس پر پہلے کبھی نہ سنا ہوگا جیسا سنبھلی صاحب نے اس

دقت بولا۔ سنبھلی صاحب ! اگر آپ ثابت کر دیں کہ مدارک شریف کی اس عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے تو میں منہ مانگا انعام دوں گا۔ کیا آپ نے حاضرین کو بالکل جاہل سمجھ لیا ہے۔ خوب سمجھ لیجئے ! میرے سامنے آپ کا جھوٹ نہیں چل سکتا، میں آپ کے جھوٹ فریب کے بچنے اور پٹے کے رکھ دوں گا۔

حضرات گرامی ! میں نے جو حدیث مسلم شریف کی ابھی پیش کی ہے اس سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ ہر شخص کے رزق، اس کے عمل، اس کی سعادت و شقاوت اور اس کی موت کے وقت کی خبر، اس کی پیدائش سے بھی پہلے فرشتے کو ہو جاتی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن آیات و احادیث میں فرمایا گیا ہے کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں، ان میں علم ذاتی ہی کے متعلق فرمایا گیا ہے، کیونکہ اگر عطائی کی بھی نفی مقصود ہوتی تو فرشتہ کو سب انسانوں کے رزق، ان کی زندگی بھر کے واقعات اور ان کی موت کی گھڑی کا علم کیسے ہو سکتا تھا۔ پس علوم خمس کے متعلق جو آیتیں اور حدیثیں اب تک آپ نے پیش کی ہیں ان سب کا جواب بھی مسلم شریف کی اسی حدیث سے ہو گیا۔ واللہ اعلم

میں نے جو دلیلیں اپنے دعوے کی پیش کی تھیں، ان کے جواب میں آپ نے پھر وہی باتیں دہرا دی ہیں جن کا جواب میں پہلے دے چکا ہوں۔ مختصراً پھر سن لیجئے۔

میں نے آیت کریمہ **عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ** پیش کی تھی آپ نے کہا کہ اس میں ”مَا“ عموم کے لئے نہیں ہے اور اس کی نظیر میں تین آیتیں پیش کیں، میں نے ثابت کیا کہ ”مَا“ عموم و استغراق ہی کے لئے آتا ہے اور آپ کی پیش کی ہوئی تینوں آیتوں میں بھی وہ استغراق ہی کے لئے ہے۔ پھر اس کے جو دلائل قاہرہ میں نے پیش کئے تھے آپ ان کا کوئی معقول جواب نہیں دے سکے۔

میں نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت عمرو بن خطاب انصاری رضی اللہ عنہ کی صریح حدیثیں پیش کیں جن میں صاف طور پر مذکور ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے خطبہ کریمہ میں ابتدائے دنیا سے انتہائے دنیا تک کا تمام ماکان و مایکون بیان فرمایا۔ آپ ان کا بھی کوئی جواب نہیں دے سکے۔ ان حدیثوں کے جواب میں آپ نے اس مرتبہ بھی یہی کہا ہے کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے سب اہم اور قابل ذکر باتیں بیان فرمائیں، میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ آپ یہ اہم اور قابل ذکر کا پیوند کہاں

سے لگاتے ہیں ؟ کیا کسی روایت میں کوئی ایسا نقطہ ہے جس سے یہ بات نکلتی ہو ؟ تو آپ اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے اور نہ قیامت تک اس کی کوئی دلیل پیش کر سکتے ہیں۔ ارے سنبھلی صاحب ! آپ کو خدا سے ڈرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرم کرنی چاہئے ، آپ حدیث نبوی میں بے دلیل یہ پیوند اپنی طرف سے لگا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء کر رہے ہیں حضور اقدس م فرماتے ہیں۔

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعِمِّدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

یعنی جو جان بوجھ کر جھوٹی بات مجھ پر گھڑے اس کا ٹھکانا جہنم ہے ۔

میں نے اپنی پھلی تقریر میں حضرت علامہ بدر الدین عینیؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی عبارتیں پیش کی تھیں جن میں ان ہر دو مسلم بزرگوں نے تصریح فرمائی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حدیث صاف دلائل کو رہی ہے کہ حضور م نے اپنے اس خطبہ کریمہ میں مبداً اور معاش اور معاد کے تمام احوال اول سے آخر تک بیان فرمائے۔ ان مسلم الثبوت اماموں کی اس تصریح کے ہوتے ہوئے آپ کے ”قابل ذکر“ کے پیوند کو کون سن سکتا ہے ؟ آپ بار بار ان حدیثوں کے متعلق کہتے ہیں کہ کیا حضورؐ نے پزندوں کا بھی حال بیان کیا تھا ؟ پزندوں اور دندوں کا بھی حال بیان کیا تھا ؟ مکھیوں اور مکڑیوں کا بھی حال بیان کیا تھا ؟ اور اس طرح آپ حدیث رسولؐ کا مذاق اڑاتے ہیں اور دعوے کرتے ہیں اسلام و ایمان کا ؟ کیا کوئی حدیث رسولؐ کا مذاق اڑا کر بھی مسلمان رہ سکتا ہے ؟ حضور اقدسؐ کے متعلق جو کچھ آپ کے دل میں ہے آپ اپنے بڑوں کی طرح صاف صاف کیوں نہیں کہتے ؟ تاکہ مسلمانوں کو آپ کے اسلام و ایمان کا حال معلوم ہو جائے۔ ارے آپ جس بات کا مذاق اڑاتے ہیں وہ ہمارا دین و اسلام ہے ، ہم کہتے ہیں اور ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ ہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر پزندے اور مکھی بچھر کا حال بیان فرما دیا تھا۔ نہ سنو !

مواہب لدنیہ میں طبرانی کے حوالے سے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔

لَقَدْ تَرَكْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَحْرِكُ طَائِفًا
بِجَنَاحِيهِ إِلَّا ذَكَرْنَا مِنْهُ عِلْمًا

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں ہم سے مفارقت اختیار فرمائی کہ کوئی پرندہ ایسا

نہیں جو اپنے بازوؤں کو حرکت دیتا ہو، مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس کا حال

بھی بیان فرمادیا۔

سنجھلی صاحب! اب بتائیے کہ کبھی اور کبھی بھی فضا میں اپنے پروں سے اڑتے ہیں یا نہیں؟ اور حضورؐ کا سارے اڑنے والے جانوروں کے احوال بیان فرمانا اس حدیث شریف سے صاف طور پر ثابت ہوا یا نہیں؟ میں نے اپنی پچھلی تقریر میں ایک آیت کریمہ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ پیش کی تھی اور بتلایا تھا کہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضورؐ صرف عالم الغیب ہی نہیں بلکہ معلّم الغیب بھی تھے۔ اس آیت کو آپ نے چھوٹا ٹکٹ نہیں اور اس کے جواب میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔

لیجئے اب ایک آیت اور پیش کرتا ہوں۔ سورۃ رحمن میں ارشاد ہے۔

الرَّحْمَنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ

یعنی بڑی رحمت والے خدا نے قرآن سکھایا، انسان کامل یعنی اپنے محبوب و مطلوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا اور ان کو ہر چیز کا بیان سکھایا۔

تفسیر معالم التّزئیل میں اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔

قَالَ ابْنُ كَيْسَانَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ يَعْنِي مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَعَلَّمَهُ الْبَيَانَ يَعْنِي بَيَانَ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ

یعنی ابن کيسان نے اس آیت کی تفسیر اس طرح فرمائی کہ خَلَقَ الْإِنْسَانَ سے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق مراد ہے۔ اور عَلَّمَهُ الْبَيَانَ کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ کو

آپ کے رب جل جلالہ نے تمام ماکان و مایکون جو کچھ کہ ہوا اور جو کچھ کہ آئندہ ہونے والا ہے

اس سب کا بیان تعلیم فرمایا۔

دیکھئے اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ماکان و مایکون کا علم ہی

نہ تھا بلکہ اب اس سب کو یہ تعلیم الہی بیان بھی فرماتے تھے اس سے بھی ان احادیث کے مضمون کی تائید ہوتی

ہے جن میں یہ بتلایا گیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رض کے مجامع میں تمام ماکان و مایکون

بیان فرمایا۔ کیا اب آپ اس آیت کا بھی اسی طرح مذاق اڑائیں گے جس طرح کہ ان احادیث کا اڑایا تھا ؟
اب تو اس قرآنی آیت نے بھی بتلا دیا کہ حضور اقدسؐ بہ تعلیم الہی تمام کان دما کیون بیان فرماتے تھے۔ کیا اس مکان
دما کیون میں آپ کی مرضی، بکری، مینڈک، مچھلی، کھڑی، کھٹی، کھٹل، پستو، ہر قسم کے درندے، پرندے، چرند
سب داخل نہیں ہیں ؟ کیا اس آیت سے ان کا بیان حضرت سے ثابت نہیں ہوتا ؟

مسلمانو ! آپ نے دیکھا کہ یہ ہے ان لوگوں کا ایمان، حضور اقدسؐ کے لئے جو کمالات قرآن و حدیث سے
ثابت ہوتے ہیں یہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اسے اسی پر ایمان و اسلام کا دعویٰ ہے ؟ ایسوں ہی کے حق میں
قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے قَدْ كَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ کہ یہ لوگ مسلمان ہونے کے بعد پھر مرتد ہو گئے

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (بعد حمد و صلوة) حاضرین کرام !
میرے مخاطب مولوی حشمت علی صاحب نے مجھے مشغل

کرنے یا اپنی گالی بازی کا کمال دکھلانے کے لئے جو بدگلامی میری ذات کے متعلق اس دفعہ کی ہے میں اس کے جواب
میں پھر یہی عرض کر دوں گا۔ ع

تو دشنام وہ من دُعا کی قسم

اللہ تعالیٰ ان کو آدمیت دے اور اس بری نضلت کو ان سے دور فرمائے، آپ حضرات بھی کہیں آمین ؟
اس کے بعد میں ان کی تقریر کی قابل جواب باتوں کا جواب عرض کرتا ہوں خود اور آپ سب حضرات بھی فرمائیں۔
مولوی صاحب نے اس تقریر میں مجھ پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں معاذ اللہ آیتوں اور حدیثوں کا مذاق اڑاتا ہوں
مولوی صاحب ! میرے نزدیک وہ شخص مرتد ہے جو کسی آیت یا حدیث کے کسی جز کا بھی مذاق اڑائے یا دین کی کسی
چیز کے ساتھ بھی استخفاف سے پیش آئے۔ ہمارے نزدیک تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم و ارشاد
پر ہر تسلیم خم کر دینے ہی کا نام ایمان و اسلام ہے۔ قرآن مجسم نے اسی حقیقت کو اس طرح ادا فرمایا ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحِثُّوا بِكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ
ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْهِمْ اَنْفُسَهُمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا
تَسْلِيْمًا . (النساء ۴-۶۵)

آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق جو کچھ دل میں ہے وہ صاف صاف کیوں نہیں کہہ دیا جاتا ؟ آپ شاید دوسروں کو اپنے پر قیاس کرتے ہیں ۔ ہمارے نزدیک عقائد کے بارے میں جس کے دل و زبان میں مطابقت نہ ہو وہ منافق ہے ، اور ہم منافقت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں ۔

ہاں اگر میں آپ سے یہ مطالبہ کرتا تو بے جا نہ ہوتا ۔ کیونکہ آپ اس مناظرہ میں جس عقیدہ (یعنی علم غیب کلی) کی حمایت کر رہے ہیں وہ آپ کا اصل عقیدہ نہیں ہے جس کی میرے پاس تحریر بھی موجود ہے ۔ نیز یہ عقیدہ آپ کے پیرو " ارشد " اعلیٰ حضرت " فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب کے عقیدہ کے بھی خلاف ہے ۔ وہ اپنی کتاب " الدلائل الحکیمہ " میں فرما چکے ہیں ۔

” وَلَا تُنَبِّتُ بِعِطَاءِ اللَّهِ تَعَالَىٰ أَيْضًا إِلَّا الْبَعْضَ ”

یعنی ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کی عطائے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع ”

بہر حال آپ کا اصل عقیدہ علم غیب کلی کا نہیں ہے لیکن آپ صرف اپنے بلائے والوں کی خاطر یہاں اپنے اصل

عقیدہ کے خلاف بول رہے ہیں ۔ اور پھر دوسروں کو بھی ایسا ہی ” رکابیا ” سمجھتے ہیں ۔

کار پا کاں را قیاس از خود نگھیر

الغرض ہم بجز اللہ اپنے ضمیر کے خلاف کسی عقیدہ کے اظہار کو منافقت اور کسی آیت یا حدیث کے ادنیٰ اتحاف

کو کفر سمجھتے ہیں ۔ ہاں آپ جو بعض آیتوں یا حدیثوں کا اپنی طرف سے مطلب بیان فرماتے ہیں وہ ضرور قابلِ مصلحہ

ہوتا ہے ۔ اور میں نے اگر کوئی مذاقہ جملہ کہا ہے تو وہ آپ کے بیان کردہ مطلب ہی کے متعلق کہا ہے اور جو کچھ داد دی ہے

وہ آپ کی خوش فہمی کی داد دی ہے ۔ اور یقین کیجئے کہ اس بارہ میں آپ کو معاف نہیں کیا جاسکتا کہ آپ کوئی ” قابلِ تفریح ”

بات کہیں اور کوئی اس سے تفریح بھی حاصل نہ کرے ، آپ کوئی مصلحہ نیز چیز کہیں اور کوئی اس پر پہنچے بھی نہیں ۔

درا سوچئے تو احب آپ کسی آیت یا حدیث کا یہ مطلب بیان کریں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی خطبہ میں

برسر منبر تمام مکھیوں ، مکڑیوں ، مچھروں ، پسوؤں غرض ہر قسم کے کیڑے مکوڑوں کی بھی پوری پوری سوانح عمریاں بیان

کی تھیں اور اسی طرح میرے اور آپ کے بلکہ سارے انسانوں کے سروں اور داڑھیوں کے بالوں کی تفصیلی شمار بھی نام بنام

بیان فرمائی تھی۔ اور اس دنیا میں ہونے والے اپنے اور دوسروں کے ان تمام ناجی اور پراپیٹیٹ معاملات کو بھی آپ نے بیان فرمایا تھا۔ جو کوئی شریف اور معقول آدمی کسی مجلس میں بیان نہیں کر سکتا، تو بتلائے کہ کوئی سنجیدہ آدمی جو اس آیت و حدیث کا صحیح مطلب بھی سمجھتا ہو کسی طرح ہنسی ضبط کر سکے گا۔ پھر اگر آپ کی اس لغویت کی داد دی جائے اور آپ کی اس خوش فہمی کے متعلق کوئی مذاقیہ جملہ کہہ دیا جائے تو آپ کے نزدیک وہ آیت یا حدیث کا مذاق ہے، گویا آپ کا ہر لفظ اور ہر ارشاد قرآن و حدیث ہے۔ ”ایاز! قدر خود بشاس“

میرے مہربان! ان تمام احادیث کا مطلب وہی ہے جو عرض کر چکا ہوں۔ یعنی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس خطبہ مبارکہ میں ابتدائے دنیا سے انتہائے دنیا تک کی تمام اہم باتیں جن کے بیان کی امت کو ضرورت تھی بیان فرمائیں۔ یہ بعینہ وہ مطلب ہے جو آپ کی پیش کردہ حضرت خذیفہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کی شرح میں حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح شفاء میں بیان فرمایا ہے۔ اور حضرت علامہ عینی و حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ذیل میں جو کچھ لکھا اس کا منشاء بھی یہی ہے جیسا کہ میں پہلے بتلا چکا ہوں۔ اور اس مطلب کا واضح قرینہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ ہی کا وہ ارشاد ہے جو مسند احمد اور ابن ماجہ کے حوالہ سے پیش کر چکا ہوں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ربوا کے احکام کو تفصیل سے بیان نہیں فرمایا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد اور آپ کی بدراخلق والی روایت میں تطبیق یہی ہو سکتی ہے کہ اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ حضور نے تمام وہ چیزیں بیان فرمائیں جو آپ کے نزدیک زیادہ اہم تھیں اور امت کو ان کے بیان کی خاص ضرورت تھی۔ ہاں یاد آیا مشکوٰۃ شریف میں جہاں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی یہ بدراخلق والی حدیث مذکور ہے وہاں حاشیہ پر حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی لمحات شرح مشکوٰۃ کے حوالہ سے اس حدیث کی شرح میں یہ الفاظ نقل ہیں۔ ”اَمَّا مِمَّا يَتَعَلَّقُ بِالْذِّنِّ اَمَّا كَلَيَاتٍ“ یعنی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضور نے اس خطبہ مبارکہ میں دین کے متعلق تمام ضروری اصول اور کلیات بیان فرمائے۔

بہر حال ان احادیث سے آپ کا استناد بالکل غلط ہے، ان کا مطلب وہی ہے جو میں عرض کر رہا ہوں۔ اور جو مطلب ان کا آپ نے دہے ہیں وہ عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے۔

اس مرتبہ آپ نے بڑے ناز کے ساتھ ایک حدیث حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی اور پیش کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں

لَقَدْ تَرَكْنَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا يُحَرِّكُ طَائِفَةً جَانِحِيهِ إِلَّا ذَكَرْنَا مِنْهُ عِلْمًا

اور اس سے آپ نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر ہر پرندہ کا حال بیان فرمایا۔ اور

گویا اس کو آپ نے مکھیوں اور مچھروں کے تفصیلی احوال کے بیان میں نص صریح سمجھا ہے ، میں آپ کی اس خوش فہمی کی کیا

داد دوں۔ اگر عربی دانوں کا یہ مجمع ہوتا تو عام حاضرین کی طرف سے آپ کو اس حدیث فہمی کی اچھی داد مل جاتی۔

بندۂ خدا ! اگر محاورات عرب سے آپ کو واقفیت نہیں ہے اور خدا نے کلام فہمی کا ذوق بھی نہیں دیا ہے

تو لفظی ترجمہ ہی پر غور کیا ہوتا۔ اس حدیث کا خالص لفظی ترجمہ یہ ہو گا کہ۔

” ہم کو چھوڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حال یہ کہ کوئی پرندہ اپنے پروں کو نضار آسمانی

میں حرکت نہیں دیتا مگر آپ نے ہمارے لئے اس سے علم لے لیا “

آپ غالباً اس کو علم سمجھتے ہیں کہ ہر پرندہ کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ دن میں کسے بار پشیا کرتا ہے ، کتنی دفعہ

پاخانہ کرتا ہے ، اس کے پاخانے میں کیسی بو آتی ہے ، کیسا رنگ ہوتا ہے ، اور اس کا کتنا وزن ہوتا ہے ، حالانکہ

شرعی اصطلاح میں علم صرف ان چیزوں کے علم کو کہتے ہیں جن کا تعلق شریعت سے ہو ، پس تمام پرندوں کے متعلق علم

بیان فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام نے تمام پرندوں کی حلت و حرمت وغیرہ شرعی احکام کے متعلق

ایسے جامع اور اصولی احکام بیان فرمائے ہیں کہ ان کی روشنی میں ہر پرندہ کا حلال یا حرام ہونا ، اس کے گوشت وغیرہ

کا ظاہر یا غیر ظاہر ہونا معلوم ہو سکتا ہے۔ اور یہی وہ علم شریف ہے جس کے بیان فرمانے کے لئے آپ دنیا میں تشریف

لائے تھے۔ — بہر حال اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضور نے ہر ہر پرندہ اور ہر مکھی ، مچھر کی پوری پوری

سوانح حیات اور سرگزشت بیان فرمائی ، منصب نبوت سے ناواقف اور تفقہ فی الدین سے محرومی کی دلیل ہے۔

ان احادیث کے علاوہ آپ نے دو آیتیں بھی اور پیش کی ہیں۔ ایک وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ

جس کا ترجمہ ہے کہ ”حضور غیب پر سنجیدہ نہیں“ اس کا مطلب بالکل ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے غیب کی جو باتیں

آپ کو بتلائی ہیں آپ اقیوں تک پہنچانے میں نکل نہیں فرماتے۔ اور یہی ہمارا ایمان ہے ، لیکن اس سے ”علم غیب کلی“

سے کیا واسطہ ؟ پھر نہ اس میں لفظ کل یا جمیع کا لفظ ہی ہے۔

دوسری آیت آپ نے پیش کی ہے خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ اور ”معاظم“ کے حوالہ

سے ابن کیسان کا یہ قول آپ نے بیان کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا اور ان کو ماکان و مایکون کا بیان تعلیم فرمایا۔

اس کے جواب میں پہلی بات تو یہ عرض کرنی ہے کہ یہ تفسیر بالکل خلاف ظاہر اور مرجوح ہے اور اسی سبب ان مفسرین نے اس قول کو نقل بھی نہیں کیا جو صرف صحیح اقوال کے نقل کرنے کا التزام کرتے ہیں۔ اور خود بخود نے بھی ”معالم“ میں اس کو دوسرے اقوال کے بعد بالکل آخر میں صرف احتمال کے طور پر ذکر کیا ہے۔

اس کی صحیح ترین تفسیر وہ ہے جس کو ”معالم“ ہی میں اس سے پہلے نقل کیا ہے۔ یعنی یہ کہ انسان سے جنس انسان مراد ہے اور بیان سے مراد انسان کی وہ گویائی اور قوت ناطقہ ہے جس کی وجہ سے وہ تمام حیوانات سے ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ امام رازیؒ نے اسی کو صحیح ترکہا ہے اور تفسیر جلالین و جامع البیان جیسی معتبر ترین تفسیروں میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔ اور اگر ان تمام چیزوں سے قطع نظر بھی کر لیا جائے جب بھی اس سے آپ کا دعویٰ علم کلی کا ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ زیادہ سے زیادہ اس میں وہی کلمہ ”ما“ ہے جس کے متعلق میں ثابت کر چکا ہوں کہ وہ ہمیشہ عموم و استغراق کے لئے نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں ان دونوں آیتوں سے آپ کا استدلال اس لئے بھی غلط ہے کہ یہ دونوں کی ہیں اور اگر ان سے علم کلی ثابت ہو گا تو کی زندگی میں ثابت ہو گا۔ اور آپ حضرات مدنی زندگی کے بھی بالکل آخری ایام میں یعنی ختم نزول قرآن کے بعد حضور کے لئے اس علم غیب کلی کے حصول کے قائل ہیں۔ لہذا ان آیتوں سے آپ کا استدلال اس درجہ سے بھی غلط اور خلاف قاعدہ ہے۔

یہ بحث تو آپ کے دلائل کے متعلق تھی۔ اب میں اپنے دلائل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

میں نے علوم خمس کے متعلق دو آیتیں اور ان کی تفسیر میں چند حدیثیں پیش کی تھیں، آپ نے ان سب کے جواب میں کہا تھا کہ ان سب میں غیر اللہ سے امور خمس کے صرف علم ذاتی کی نفی ہے اور اس مرتبہ پھر آپ نے اسی چیز کو دوبارہ بیان کیا ہے۔ میں اپنی پہلی تقریر میں آپ کے اس خیال کی مدلل تردید کر چکا ہوں۔ اور میں نے مسند احمد کے حوالہ سے حضرت ربیع بن حراش رضی اللہ عنہ کی جو حدیث پیش کی تھی، اس سے تو آپ کے اس خیال کی بالکل ہی زنج کٹی ہو جاتی ہے اور اس کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی اس لئے اب اس احتمال کو زبان پر لائیے

ہی نہیں۔

ہاں ! یاد آگیا سنبھل کے مناظرہ میں آپ نے اس بات کو خود تسلیم کیا تھا کہ اس حدیث سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے امور خمس کے علم عطائی کی نفی بھی ثابت ہوتی ہے اور آپ کا یہ اقرار خود آپ کی چھاپی ہوئی روئداد میں بھی موجود ہے۔ اور میں اپنی پہلی تقریر میں ثابت کر چکا ہوں کہ اس ایک حدیث سے جب علم عطائی کی نفی ثابت ہوگی تو علوم خمس کے متعلق اس کے ہم مضمون جو اور آیات یا احادیث ہیں ان سب سے بھی علم عطائی کی نفی ثابت ہوگی۔ میں نے اسی سلسلہ میں سیدنا امام ابو حنیفہؒ کا ایک فیصلہ کن ارشاد بھی پیش کیا تھا، اس کے جواب میں آپ نے یہ عجیب و غریب بات فرمائی ہے کہ اس میں تو ملک الموت کا ذکر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو اس میں نام مبارک بھی نہیں۔

اس کے جواب میں اس کے سوائے اور کیا کہوں کہ جواب دینے سے پہلے ذرا تفسیر مدارک کی عبارت کو دیکھ تو لیا ہوتا، سنئے ! اس میں حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے آخری کلمات یہ ہیں **فَإِنَّ هَذِهِ الْعُلُومَ الْخَمْسَ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ** (یعنی یہ پانچ علوم حق تعالیٰ شاذ کے سوا کسی کو نہیں)۔

فرمائیے ! کہ اس میں علوم خمس کی نفی صرف ملک الموت سے کی گئی ہے یا کل ماسوا اللہ سے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے صحیح مسلم سے ایک حدیث بھی پیش کی تھی۔ اور اس دعویٰ کے ساتھ پیش کی تھی کہ میں مسلم شریف سے حضرت امام ابو حنیفہؒ کا عقیدہ پیش کرتا ہوں، جس پر میرے ساتھ اور بھی بہت سے حضرات کو مہنی آگئی اور اس تاریخی شعر کی یاد تازہ ہو گئی۔

یہ خوش گفت است سعدی در زبانی
أَلَا يَا أَهْلَ السَّائِي أَوْزَ كَأْسًا وَنَا وَلِيًّا

بہر حال صحیح مسلم کی اس حدیث سے آپ نے یہ ثابت کیا ہے کہ تقدیر کا نوشتہ لکھنے والے فرشتہ کو ہر شخص کی موت کے وقت کا علم ہے۔ اس کے جواب میں پہلی گزارش تو یہ ہے کہ گفتگو ان امور خمس کے علم کلی میں ہے جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں، اور اس حدیث سے اس کا تب تقدیر فرشتہ کے لئے ہر شخص کی موت کے علم کا حصول ثابت نہیں ہوتا، بلکہ اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ جنین میں نفع روح کا وقت آتا ہے تو اس سے

وقت اس کو اس کی عمر بتلا دی جاتی ہے نہ یہ کہ اس فرشتہ کو سب کی موت کا وقت معلوم ہے۔

علاوہ ازیں اس کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ تمام پیدا ہونے والے فرشتوں کی تقدیر لکھنے کے لئے ایک ہی فرشتہ مقرر ہے ؟ ہو سکتا ہے کہ اس کے لئے فرشتوں کا ایک ٹکڑا ہو، اور یہی زیادہ قرین قیاس ہے بہر حال اس حدیث سے کسی طرح بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ علوم خمس والی آیات و احادیث میں ”موت“ کے متعلق جس علم کی نفی غیر اللہ سے کی گئی ہے وہ کاتب تقدیر فرشتہ کو حاصل ہو۔

میں نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے ساتھ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کا بھی تذکرہ کر دیا تھا۔ اور کل جو میں نے حضرت ممدوح کی کتاب ”غنیۃ الطالبین“ سے ایک فیصلہ عبادت پیش کی تھی، آج پھر اس کی طرف میں نے آپ کو توجہ دلائی تھی، آپ نے اس کے جواب میں ایک شعر پیش کیا ہے۔ اول تو وہ بحث سے بالکل غیر متعلق ہے اور زیادہ سے زیادہ اس سے حضرت شیخؒ کے لئے اس زمانہ کے آباد مشردوں کا ایک اجمالی مکاشفہ ثابت ہوتا ہے اور اس میں کوئی بحث نہیں، اور نہ کسی طرح اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی پراستدلال کیا جاسکتا ہے۔ پھر اس شعر کو حضرت شیخؒ کا شعر ثابت کرنے کی آپ کوئی یقینی دلیل نہیں پیش کر سکتے۔ اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ حضرت ممدوح کی کسی کتاب میں آپ یہ شعر نہیں دکھلا سکتے۔ اکابر امت اور بزرگان دین کی طرف لوگوں نے ہزاروں شعر اور قصیدے ایسے منسوب کر رکھے ہیں جو ہرگز ان سے ثابت نہیں۔

خیر یہ بحث تو اپنے اور آپ کے گزشتہ دلائل کے متعلق تھی۔ اب کچھ نئی چیزیں اور پیش کرنا چاہتا ہوں۔ قرآن مجید سورہ مدثر میں ارشاد ہے۔ **وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ** اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (المذثر ۷، ۸، ۹)

حافظ ابن کثیرؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ **أَيُّ مَا يَعْلَمُ عَدَدَهُمْ وَكَثْرَتَهُمْ إِلَّا هُوَ تَعَالَى** = (تفسیر ابن کثیر ۵، ۱۰، ص ۱۱۵)

یعنی اللہ کے لشکروں کی شمار اور ان کی کثیرت و مقدار کا علم اس کے سوا کسی کو نہیں۔

اس آیت کا صاف مطلب، مفہوم و منطوق یہی ہے کہ جنود اللہ کا ٹھیک علم بس اللہ ہی کو ہے اس سے

صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو یہ ”علم محیط“ حاصل نہیں۔ اور سنئے! سورۃ نسا میں ہے

”وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ

عَلَيْكَ - اور کتنے رسول ہیں ایسے کہ ہم نے ان کو تم سے (لئے رسول) بیان کر دیا

کتنے ہی رسول ہیں کہ ہم نے تم سے ان کو بیان نہیں کیا“ (النساء: ۱۶)

علامہ خازنؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اُمّی لَمْ نُسَيِّمَهُمْ لَكَ وَلَمْ نَعْرِفْكَ

اَخْبَارَهُمْ۔ یعنی لے رسول! بہت سے ایسے رسول ہیں جن کے نام اور ان کے احوال ہم نے تم کو نہیں

بتلائے۔

اور حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ۔

”بَعَثَ اللَّهُ عَبْدًا أَحَبُّ شَيْءٍ بَنِيًّا فَهُوَ مِمَّنْ لَمْ يَقْصُصْ عَلَى

مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - (درغشور: ص ۴۰۳)

”اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک حبشی بندہ کو نبی بنا کر بھیجا تھا اور وہ ان پیغمبروں میں سے ہیں

جن کا قصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بتلایا گیا“

بہر حال اس آیت اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس تفسیری ارشاد سے معلوم ہوا کہ بعض انبیاء

کے احوال بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بتلائے گئے، حالانکہ اگر آپ کو علم کلی عطا ہوتا تو کسی کا کوئی

حال بھی آپ کے علم سے باہر نہ ہوتا۔ نیز اسی آیت کے ہم مضمون ایک آیت سورۃ مومن میں بھی ہے۔

ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ

وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ - (المؤمن: ۷۸)

اور یہ تحقیق ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے ان میں سے بعض وہ ہیں جن کو

ہم نے آپ سے بیان کیا اور بعض وہ ہیں جن کو ہم نے بیان نہیں کیا“

حضرت علی مرتضیٰؑ کا جو ارشاد میں ابھی درغشور سے پیش کر چکا ہوں وہ آپ سے اس آیت کی تفسیر

میں بھی مردی ہے۔

ان قرآنی تصریحات اور اکابر امت کے ان ارشادات کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے ”علم کلی“ کا دعویٰ کرنا کسی ایمان والے کا کام نہیں۔

آخر میں گزارش ہے کہ براہ کرم اب بار بار ان باتوں کو نہ دہریتے جن کا جواب میں بار بار دے چکا ہوں۔ آپ کی اس فضول تکرار سے بہت وقت ضائع ہوتا ہے۔

مولوی حسنت علی صاحب حضرت گرامی ! آپ نے دیکھ لیا مولوی منظور صاحب میری باتوں کا کوئی جواب نہیں دیتے بس اپنی کسے جاتے ہیں۔

ارے مولوی صاحب ! آپ یہاں جواب دیں یا نہ دیں، خدا کے یہاں آپ کو جواب دینا پڑے گا۔ آپ میرے مطالبات قاہرہ کو ہضم کئے جاتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے نئی نئی آیتیں اور حدیثیں پڑھ جاتے ہیں، جب تک میری باتوں کا جواب آپ نہ دے لیں، آپ کو نئے دلائل پیش کرنے کا کیا حق ہے، کیا پھر میں بھی ایسے ہی بے اصولے پن سے کام لوں۔ یاد رکھئے ! میں ایک ایک تقریر میں پچاس پچاس دلیلیں پیش کر سکتا ہوں، آپ مجھے خوب جانتے ہیں۔

جو دلیلیں آپ نے پہلے پیش کی تھیں میں ان کا جواب اپنی پہلی تقریروں میں دے چکا ہوں، اور برابری قاہرہ سے ثابت کر چکا ہوں کہ ان میں صرف علم ذاتی کا ذکر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں صرف وہی ممکن ہے، علم عطائی وہاں محال قطعی ہے۔ لہذا جن آیتوں یا حدیثوں میں کسی علم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کر کے ماسوا سے اس کی نفی کی گئی ہے ان سب میں صرف علم ذاتی ہی مراد ہو سکتا ہے۔

آپ نے جو آیتیں اور حدیثیں پہلی تقریروں میں پیش کی تھیں، ان سب کا میری طرف سے یہی دندان شکن جواب ہے۔ اگر ہو سکے تو اس کو توڑیے اور غلط ثابت کیجئے لیکن میں پیشگوئی کرتا ہوں کہ اگر سارے دہائی دیوبندی بھی جمع ہو جائیں تو وہ اس کا جواب نہیں دے سکتے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

آپ نے اس مرتبہ سورہ مدثر کی جو آیت وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ پیش کی ہے اس کا جواب بھی میری طرف سے یہی ہے کہ اس میں بھی ”جنود الہی“ کے علم ذاتی کی نفی غیر اللہ سے کی گئی ہے دیکھئے اس کا ترجمہ یہی تو ہے کہ اللہ کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا ”یعنی بس اللہ تعالیٰ ہی اپنے لشکروں کی تعداد جانتا ہے۔

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو جو اپنے لشکروں کا علم ہے تو یہ ذاتی ہے یا عطائی؟ ظاہر ہے کہ ذاتی ہی ہے۔ ”عطائی“ تو وہاں محال ہے۔ لہذا آیت کا مطلب یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے لشکروں کا علم ذاتی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ اب بتائیے کہ اس سے علم عطائی کی نفی کس طرح ثابت ہوتی ہے؟ اس کے علاوہ جو دو آیتیں آپ نے اس مرتبہ اور پیش کی ہیں، جن سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام کے احوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بتلائے گئے ہیں۔

ان دونوں آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک میں ان انبیاء کے تفصیلی حالات نہیں بیان کئے گئے لیکن اس کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ وحی غیر متلو کے ذریعے بھی آپ کو ان کا علم عطا نہیں ہوا؟ میں نے سورہ نساء کی آیت وَاعْلَمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ پیش کی تھی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جن چیزوں کا علم نہیں تھا ان سب کا علم آپ کو عطا ہو گیا، پس جن انبیاء علیہم السلام کے حالات پہلے سے آپ کو معلوم نہیں تھے اس آیت سے ثابت ہوا کہ ان کے حالات بھی آپ کو بتلا دیئے گئے۔ لیجئے ان چند جملوں میں آپ کی ساری دلیلوں کا جواب ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

اب میرے دلائل قاطعہ سنئے!

میں نے ایک آیت تو یہی وَاعْلَمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ پیش کی تھی اور بتلایا تھا کہ ”ما“ چونکہ عموم کا کلمہ ہے اس لئے اس آیت سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم کلی ثابت ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے جو تاویلیں کیں میں ان سب کو باطل اور مردود ثابت کر چکا ہوں۔ آپ میرے اس جواب الجواب کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔ دوسری آیت میں نے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ پیش کی تھی اور اس سے میں

نے ثابت کیا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صرف عالم الغیب ہی نہیں بلکہ معلم الغیب بھی ہیں۔ آپ نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ اس سے علم کلی ثابت نہیں ہوتا، کیوں کہ اس میں کُل کا لفظ نہیں۔

اے مولوی صاحب! آپ اتنا بھی نہیں جانتے کہ کُل کی طرح الف لام بھی استفراق کے لئے آتا ہے اور اس آیت میں بھی وہ استفراق ہی کے لئے ہے۔ لہذا آیت کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے رسول کُل غیب بتلانے میں نکل نہیں فرماتے۔ یعنی اپنی امت کو کُل غیب کی تعلیم دیتے ہیں۔ کہئے اب بھی اس آیت سے "علم غیب کلی" بلکہ تعلیم غیب کلی کا ثبوت ہوا یا نہیں؟

تیسری آیت میں نے خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ پیش کی تھی اور بتلایا تھا کہ تفسیر "معالم التنزیل" میں امام ابن کیسان سے اس کی تفسیر یہ نقل کی گئی ہے کہ خَلَقَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَّمَهُ بَيَانَ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا اور آپ کو جو کچھ کہ ہوا اور جو کچھ کہ ہوگا اس سب کا بیان تعلیم فرمایا۔

اس کے جواب میں آپ نے کہا ہے کہ یہ تفسیر خلاف ظاہر ہے۔ بہت خوب! کیا آپ امام ابن کیسان سے بھی زیادہ علم رکھتے ہیں؟ آپ کو یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ حیب ابن کیسان جیسے جلیل القدر امام نے یہ تفسیر کردی اور امام بخاری نے تفسیر معالم التنزیل میں اس کو نقل بھی کر دیا تو اب اس کے صحیح ہونے میں کیا شبہ رہا۔ بہر حال اس آیت سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جمیع ماکان و مایکون کا بیان عطا فرمایا گیا۔ یعنی آپ تمام ماکان و مایکون کے صرف عالم ہی نہیں تھے بلکہ صحابہ کرام رض سے آپ اس کو بیان بھی فرماتے تھے۔ واللہ اعلم۔

پھر اس مضمون کی تائید حضرت ابوہریرہ رض، حضرت حذیفہ رض، حضرت عمرو بن الخطاب انصاری رض اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کی ان احادیث سے بھی ہوتی ہے جو پہلے پیش کر چکا ہوں۔ اس کا صریح مضمون یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رض کے سامنے ہر سبب تمام ماکان و مایکون یعنی دنیا کے شروع سے آخر تک کی تمام باتیں پوری تفصیل کے ساتھ بیان فرمائیں۔ آپ نے ان تمام احادیث کے جواب میں کہا ہے کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ حضور ص نے تمام قابل ذکر اور اہم باتیں بیان فرمائیں۔ لیکن میں

نے آپ سے بار بار پوچھا کہ یہ "قابل ذکر" کا پیوند آپ کہاں سے لگاتے ہیں تو آپ ابھی تک کوئی جواب نہیں دے سکے۔

ارے مولوی صاحب! خدا سے ڈرو! حدیثوں کے معنی اپنے جی سے نہ گھڑو۔ ان احادیث پاک کا مطلب یہی ہے جو حضرت علامہ بدر الدین عینیؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بیان فرمایا ہے۔ پھر سن لو! ان بزرگانِ کرام کے الفاظ گرامی یہ ہیں۔

فِيهِ دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّهُ أَخْبَرَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِيعِ أَحْوَالِ
الْمَخْلُوقَاتِ مِنْ أَوَّلِهَا إِلَى آخِرِهَا (عینی)

اور حافظ ابن حجر ارقام فرماتے ہیں۔

وَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّهُ أَخْبَرَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِيعِ أَحْوَالِ
الْمَخْلُوقَاتِ مِنْ أَوَّلِهَا إِلَى آخِرِهَا (فتح الباری)

ان دونوں عبارتوں کا صریح مفاد بلکہ ترجمہ بھی یہی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بدرِ اُحلیق والی حدیث اس بات پر واضح طور سے دلالت کرتی ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اول سے آخر تک تمام مخلوقات کے تمام احوال گویا ابتدائے آفرینش سے قیامت، اور قیامت سے آخر تک کے سارے واقعات بیان فرمائے اب بتلایے ان جلیل القدر اماموں کی اس تصریح کے بعد آپ کے "قابل ذکر" کے پیوند کو کون سن سکتا ہے۔

الغرض ان تمام احادیث سے نہایت روشن طریقہ پر میرا مدعا ثابت ہے اور آپ کی ساری تاویلیں مردود و مطرود ہیں۔ لیجئے اب میں ایک آخری حدیث اسی مضمون کی اور پیش کرتا ہوں۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ حدیث مروی ہے
قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا بَعْدَ الْعَصْرِ
فَلَمْ يَدْعُ شَيْئًا يَكُونُ الْيَوْمَ قِيَامَ السَّاعَةِ إِلَّا ذَكَرَهُ حِفْظُهُ

مَنْ حَفِظَهُ وَتَسِيَهُ مَنْ تَسِيَهُ (الحدیث)

یعنی ایک دن عصر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ہمارے سامنے ایک خطبہ ارشاد فرمایا، پس قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس میں سے آپ نے کوئی چیز بھی ایسی نہ چھوڑی جس کا ذکر اس خطبہ میں نہ فرمایا ہو، جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

اس حدیث شریف سے بھی صاف معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کے سامنے ختم دنیا تک ہونے والے سارے واقعات ایک ایک کر کے بیان فرمادیئے اور کوئی ایک واقعہ بھی بلا بیان کئے نہ چھوڑا۔ واللہ اعلم۔

اچھا لیجئے ایک شیطان سوز ایمان افروز حدیث اور سنئے !

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ پہلے یہ کہنا کا پیشہ کرتے تھے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی اطلاع ان کے منبر جن نے ہی دی تھی۔ اسی کی اطلاع کی بنا پر یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوتے اور اسی وقت انہوں نے حضورؐ کی شان میں اپنا ایک نعتیہ قصیدہ عرض کیا جس کا ایک شعر یہ ہے۔

خَاشِعًا أَنْتَ اللَّهُ لَا رَبَّ غَيْرُكَ

وَإِنَّكَ مَا مَوَّنَ عَلَى كُلِّ غَائِبٍ

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں اور اے رسولؐ! آپ ہر

غیب کے امین ہیں۔

اس حدیث کو سیدی امام احمد عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے۔ اور حدیث کے آخر میں یہ بھی

ہے کہ حضور اقدسؐ اس قصیدہ سے خوش ہوئے۔ لیجئے اس میں توصیف ”کل غائب“ کا لفظ موجود ہے

اب اس میں آپؐ کیا تاویل کر سکتے ہیں۔ مسلمانو! آپؐ نے دیکھا جو عقیدہ ہمارا ہے وہی صحابہ کرامؓ کا بھی

عقیدہ ہے اور وہ حضور اقدسؐ کے سامنے اس کا اظہار بھی کرتے تھے اور آپؐ اس سے مسرور بھی ہوتے

تھے۔ سنی بھائیو ! تمہیں مبارک ہو، تمہارا عقیدہ وہ عقیدہ ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
خوش ہیں۔ ان کا رب خوش ہے، تمام صحابہ کرام رضہ اور تمام ائمہ اور تمام ہندوگان دین خوش ہیں۔ اور
وہی تمام اکابر دین کا عقیدہ ہے۔
اچھا آخر میں ایک بزرگ کا ارشاد اور سن لیجئے۔

عارف ربانی سیدی امام عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ کتاب الابرار شریف میں اپنے شیخ سے
نقل فرماتے ہیں۔

وَاقْوَى الْأَرْوَاحِ فِي ذَٰلِكَ رُوحَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَإِنَّهَا لَمْ يَحْتَجِبْ عَنْهَا شَيْءٌ مِّنَ الْعَالَمِ فَمَنْ مُّطْلَعٌ عَلَى
عَرْشِهِ وَسُفْلِهِ وَدُمِّيَّاهُ وَآخِرَتِهِ وَنَارِهِ وَجَنَّتِهِ لَا تَكُ
جَمِيعَ ذَٰلِكَ خُلِقَ لِإِجْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

یعنی ساری روحوں میں قوی روح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک ہے۔ پس دنیا
جہاں کی کوئی چیز اس سے پردہ میں نہیں۔ پس عرش اور علو و سفلی سب پر آپ مطلع ہیں اور
دنیا و آخرت اور جنت و دوزخ سب پر آپ کو اطلاع ہے کیونکہ یہ سب انہی کے لئے تو
پیدا کیا گیا ہے صلی اللہ علیہ وسلم

مولوی منظور صاحب ! دیکھا آپ نے یہ ہے اکابرین دین کا عقیدہ۔ لیجئے ! اسی ابرار شریف

کی ایک اور ایمان افروز شیطان سوز عبارت سنئے۔ امام شعرانی فرماتے ہیں۔

سَمِعْتُ أَحْيَانًا يَقُولُ وَمَا السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ
السَّبْعُ فِي نَظَرِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ إِلَّا كَحَلَقَةٍ
مُّلَقَاةٍ فِي فَلَاةٍ مِّنَ الْأَرْضِ۔

یعنی ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں بندہ مؤمن کی نظر میں بس ایسی ہیں جیسے کہ ایک

لق و دق میدان میں پھلتے پڑا ہو۔

مولوی منظور صاحب ! دیکھا آپ نے آپ کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی میں کلام ہے لیکن عرفانہ کرام فرماتے ہیں کہ ہر عہد مومن کو تمام آسمانوں اور زمینوں کا اس طرح شہودی علم ہوتا ہے جس طرح کہ میدان میں پڑا ہوا چھٹا ہر شخص دیکھتا ہے۔ اور بے شک ایمان کی شان یہی ہے۔ لیکن جو خود ہی سے مسلمان نہ ہو، جو انبیاء کرام اور سید الانبیاء (علیہم السلام) ہی کی عظمت کا منکر ہو، وہ اس کو کیا سمجھ سکتا ہے۔ ہاں اگر آپ لوگ توبہ کر کے ابھی مسلمان ہو جائیں تو یہ باتیں آپ کی بھی سمجھ میں آسکتی ہیں۔ اس کے بعد میں پھر کہتا ہوں، ادمولوی منظور صاحب ! اومنور الدین صاحب ! اپنی اپنی ہڈیوں پر رحم کرو۔ ان کو دوزخ کا ایندھن نہ بناؤ اور اب بھی توبہ کر کے مسلمان ہو جاؤ۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (بعد حمد و صلوة) میں آپ کی اس کفر بازی اور

بے جا تعلق کے جواب میں قرآن حکیم کی صرف ایک

وہ آیت پیش کر دینا کافی سمجھتا ہوں جس میں زمانہ نبوی کے مشرکین عرب کی اسی قسم کی تعلیوں کا جواب دیا گیا ہے بلکہ حضور ص سے دلویا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ

بس خدا جانتا ہے کہ ہم میں اور تم میں کون حق پر ہے اور کون ناحق پر، کون مومن ہے اور کون کافر جنتی کون ہے اور ناری کون ہے۔ اور وہی قیامت کے دن ہمارا تمہارا فیصلہ کرے گا۔ (سبا ۳۳، ۳۶)

آپ کی کفر بازی اور کفر بازی کے اس قرآنی جواب کے بعد میں اصل بحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ آپ

نے اپنی اس تقریر میں بہت سا حصہ تو پہلی ہی تقریروں کا دہرایا ہے اور انہی باتوں کا پھر اعادہ کر دیا ہے جن کا میں بار بار جواب دے چکا ہوں۔ مگر مجھے چونکہ ابھی بہت سی نئی باتیں پیش کرنی ہیں اس لئے اب میں ان کے جوابات کو بار بار دہرائیں سکتا۔ میں امید کرتا ہوں کہ میرے وہ جوابات اتنی جلدی حاضرین کے حافظہ سے محو نہیں ہوئے ہوں گے۔ البتہ جو نئی چیزیں آپ نے اس تقریر میں پیش کی ہیں ان کے جواب میں مجھے کہنا ہے۔ آپ و نیز حاضرین کرام لغد سنیں۔

آپ نے آیت کریمہ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ کے متعلق دعویٰ کیا ہے کہ اس

میں غیب پر الف لام استغراق کا ہے۔

آپ نے غالباً خود نہیں کیا، اگر فرض یہ الف لام استغراق کا بھی ہو جب بھی اس سے »علم غیب کلی« ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس صورت میں آیت کا مفاد بخل کل غیب کا سلب ہوگا اور اس کے لئے صرف ایجاب جزئی لازم ہوگا نہ کہ ایجاب کلی۔ یعنی عدم بخل کل غیب کے لئے کل غیب کا اظہار ضروری نہیں بلکہ صرف بعض غیب کے اظہار سے بھی بخل کل غیب کی نفی ہو جائے گی۔ الغرض اس صورت میں بھی آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور پھر یہ منشاء قرآن کے بھی خلاف ہوگا۔ کیونکہ اس سے بخل کی کامل نفی نہیں ہوگی بلکہ اس کے صرف ایک فرد بخل کل غیب کی نفی ہوگی۔

آپ نے آیت کریمہ خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ کی تفسیر میں معالم کے حوالہ سے ابن کیسان کا ایک قول نقل کیا تھا۔ میں نے اس کے متعلق کہا تھا کہ یہ تفسیر خلاف ظاہر اور مرجوح ہے۔ آپ نے اس کا ایک یہ »علمانہ« جواب دیا ہے کہ کیا تم امام ابن کیسان سے بھی زیادہ علم رکھتے ہو؟

اس جواب کی داد کچھ اہل علم ہی دے سکتے ہیں۔ بندہ خدا میں نے اس کو ان مفسرین کی تفسیر کے مقابلہ میں مجروح کہا ہے جو ابن کیسان سے بہت اونچے مرتبے کے ہیں۔ پھر آپ نے کہا ہے کہ جب ابن کیسان جیسے جلیل القدر امام نے یہ تفسیر کر دی اور علامہ بغوی نے اسے نقل کیا تو اس کے صحیح ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ بھی پتہ نہیں کہ ابن کیسان کون اور کس طبقہ کے شخص ہیں اور مفسرین میں ان کا کیا درجہ ہے۔ اور غالباً آپ کو یہ بھی پتہ نہیں کہ معالم التنزیل علامہ بغوی نے کس اصول پر لکھی ہے۔ سنئے! نہ ابن کیسان ان لوگوں میں سے ہیں جن کی طرف کسی قول کی نسبت اس کی صحت کی دلیل ہو اور نہ معالم التنزیل ان کتابوں میں سے ہے جن میں صرف صحیح اور قابل اعتماد اقوال ہی کے نقل کا التزام ہو۔ سنئے! اس خصوصیت کی تفاسیر میں تفسیر ابن کثیر، تفسیر جلالین اور تفسیر جامع البیان جیسی تفاسیر ہیں۔ ان میں صرف وہی اقوال نقل ہوتے ہیں جو ان کے مؤلفین کے نزدیک کسی درجہ میں قابل اعتبار ہوتے ہیں، اور ایسی کسی تفسیر میں بھی ابن کیسان کا یہ قول نقل نہیں کیا گیا۔

اور قطع نظر اس ساری بحث سے میں تو پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ اگر ہر فرض ابن کیسان کی اس تفسیر کو صحیح بھی

مان لیا جائے جب بھی اس سے آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا جیسا کہ میں پہلے ثابت کر چکا ہوں۔

پھر میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ ان دونوں آیتوں رَعَاهُ عَلَى الْغَيْبِ بِضَمِّينَ اور خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَصَ الْبَيَانِ سے آپ اس لئے بھی استدلال نہیں کر سکتے کہ یہ دونوں آیتیں ملی ہیں۔ اور اگر ان سے علم کلی ثابت ہوگا تو ہجرت سے بھی پہلے ثابت ہوگا۔ اور آپ حضرات ہجرت سے قریباً دس برس کے بعد حضور مکہ کے لئے اس علم کا حصول مانتے ہیں۔ پس ان آیتوں کا جو مطلب آپ بیان کرتے ہیں اس کی رو سے تو آپ خود ان آیات کے منکر ٹھہریں گے۔ آگے کو کفر کی گردان آپ خود کر لیجئے وہ آپ کو اچھی کرنی آتی ہے۔

ان آیات کے علاوہ جراحادیت آپ نے پہلی تقریروں میں پیش کی تھیں ان سب کا مفصل و مدلل جواب میں مکرر بہکڑ دے چکا ہوں۔ اور ان کا صحیح مطلب ہدایت و ہدایت کی روشنی میں بتلا چکا ہوں کہ جس کا آپ کوئی رد نہیں کر سکتے ہیں۔ اس مرتبہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی جو نئی حدیث آپ نے پیش کی ہے اس کا بھی میری طرف سے وہی جواب ہے اور اس کا بھی وہی مطلب ہے جو اس کے ہم مضمون دوسری احادیث کا میں عرض کر چکا ہوں۔ چنانچہ علامہ علی قاری نے مرقاة شرح مشکوٰۃ میں اس کے الفاظ فَلَمَّا يَدْعُ شَيْئًا کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے اَيُّ مَتَابَعَةٍ بِالْبَيِّنِ مَتَابَعًا لَا بُدَّ مِنْهُ (مرقاۃ جلد پنجم ص ۸)

یعنی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ نے اپنے اس خطبہ میں دین کے متعلق تمام ضروری اور اہم ترین باتیں بیان فرمائیں اور ان میں سے کوئی بات بھی حضرت نے بغیر ذکر کے نہ چھوڑی۔

کہئے ! یہ بعینہ وہی مطلب ہے یا نہیں جو میں بیان کر چکا ہوں کیا اس کے بعد بھی مجھ سے یہ پوچھنے لگا کہ یہ "اہم اور قابل ذکر" کا پیوند کہاں سے لگاتے ہو۔ بہر حال اس قسم کی جتنی بھی احادیث مروی ہیں ان سب کا یہی مطلب ہے اور آپ جو مضحکہ خیز مطلب بیان فرماتے ہیں وہ سوائے آپ جیسے حضرات کے کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا۔ آپ نے علامہ عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارتیں پھر پیش کی ہیں حالانکہ میں ان کا بھی کئی دفعہ جواب دے چکا ہوں اور بتلا چکا ہوں کہ ان کا منشا یہ بھی یہی ہے جو میں بیان کر رہا ہوں۔

میں نے عرض کیا تھا کہ شاید آپ کو ان کے لفظ "جميع" سے شبہ ہو رہا ہے۔ سورہ جمع "ایسا ہی ہے جیسا کہ آیت کریمہ لَا مَلَكُوتَ جَمْعٍ مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ میں لفظ "اجمعین" ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے میرے اس جواب کو ابھی سمجھا ہی نہیں۔ اگر واقعی آپ نہ سمجھ سکے ہوں تو صاف کہہ دیجئے میں اس کو تفصیل سے عرض کر دوں گا۔

علاوہ ازیں عینی اور فتح الباری میں بلا مبالغہ سینکڑوں جگہ آپ کے عقیدہ علم غیب کلی کے خلاف تصریحات موجود ہیں۔ اگر مناظرہ کا وقت بڑھانے کے لئے آپ تیار ہوں تو میں اسی مجلس میں پیش کر سکتا ہوں۔

ہاں یاد آیا، کل کے مناظرہ میں علامہ عینیؒ کی ایک فیصلہ کن عبارت علم قیامت کی نفی پر میں پیش کر چکا ہوں۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے بھی اسی موقع پر حدیث جبریل ہی کے ذیل میں اور اس کے علاوہ اور دیگر مقامات پر بھی علم قیامت کے مخصوص بننا ہونے کے متعلق تصریحات کی ہیں۔ غرض عینی اور فتح الباری میں ایسی صدہا تصریحات ہیں جن کے مطالعہ سے ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے علم غیب کلی کے عقیدہ سے ان کا دامن بالکل پاک ہے۔

بہر حال عینی اور فتح الباری کی آپ کی پیش کردہ عبارات سے علم کلی بلکہ تعلیم کلی کا نتیجہ نکالنا صرف آپ کے خوش فہمی ہے۔ آپ نے اس مرتبہ سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کا ایک شعر بھی پیش کیا ہے۔ اول تو اس روایت کی سند صحیح نہیں ہے۔ پھر عربی محاورات میں کبھی کبھی لفظ کل بمعنی کثیر بھی مستعمل ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں بعض معنوب و مضروب اقوام کے حق میں فرمایا گیا ہے کہ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ اور ظاہر ہے کہ یہاں ”کل شیء“ سے صرف اشیاء کثیرہ ہی مراد ہو سکتی ہیں۔ اور خود آپ کے پیرو مرشد فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں۔ ”کبھی کل سے اکثر مراد ہوتا ہے“

(فتاویٰ رضویہ ۱ جلد اول ص ۳۷)

پس اگر اس روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ آپ کے پیش کردہ شعر میں ”کل غائب“ کے لفظ سے امور غائبہ کی صرف مقدار کثیر مراد ہے۔ اور اس صورت میں شعر کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ غیب کی بہت سی باتوں کے امین ہیں۔ اور اس پر ہمارا ایمان ہے لہذا اس شعر میں آپ کے لئے کوئی حجت نہیں۔ پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ اگر آپ شعر کا مطلب یہ نہیں کریں گے اور کل کو اپنے اصلاحی معنی میں لے کر اس سے تمام غیب کا علم انحصار صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کریں گے تو یہ شعر آپ کے پیرو مرشد فاضل بریلوی کے عقیدہ کے بھی خلاف

ہوگا۔ میں ان کی کتابوں سے ان کی یہ تصریح پیش کر چکا ہوں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے "کل غیب" کے قائل نہیں۔ اور یہی ایک شعر کیا آپ نے جو آیتیں اور حدیثیں اب تک پیش کی ہیں اور ان سے علم غیب کی کا ثبوت جس طرح دینا چاہتے وہ سب آپ کے پیرو مرشد کے عقیدہ کے خلاف ہے اور گویا آپ کے اصول پر وہ ان تمام آیات و احادیث کے منکر ہیں لہذا اس مرتبہ ذرا دل کڑا کر کے یہ تو بتلا دیجئے کہ ان کا آپ کے نزدیک کیا حکم ہے ؟ آپ جو بڑی فیاضی کے تجاہل کفر تقسیم فرما رہے ہیں اس میں ان کا کتنا حصہ ہے ؟ ہماری بڑیوں پر تو آپ کو برا رحم آتا ہے لیکن اپنے مرشد کی سوکھی ہڈیوں کی بھی آپ نے کوئی فکر کی ہے یا ان کے ساتھ آپ کو کوئی ہمدردی نہیں، خواہ وہ کسی طبقہ میں جلیں۔ ہاں ذرا دل تھام کے اس مرتبہ میرے اس سوال کا جواب ضرور دے دیجئے۔ اس تقریر میں آپ نے "کتاب الابریز" کے حوالہ سے ایک بزرگ کا کلام بھی پیش کیا ہے اگرچہ اس کی توجیہ ہو سکتی ہے لیکن میں اس کے متعلق کچھ عرض کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتا۔ کیونکہ جن بزرگ کا وہ کلام ہے وہ ان علماء راہنہ میں سے نہیں ہیں جن کے کلام سے ایسے مسائل میں استناد کیا جاسکتا ہو، وہ تو ارباب منکر میں سے ہیں اور اس طبقہ کے لوگوں میں سے ہیں جن کے بعض افراد نے غلبہ حال کے وقت "انا الحق" اور "سبحانی ما اعظم شانی" بھی کہا ہے۔ پس شرعی مسائل اور بالخصوص عقائد کے متعلق مباحث میں ان کے اقوال پیش کرنا ان کے مقام سے بجا نہ ہے اور بے خبری کا ثبوت دینا ہے۔ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

"حجتہ در اقوال و اعمال مشائخ نیست و حجت آنست کہ در کتاب و سنت"

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کسی ایسے ہی بزرگ کا ایک کلام ایک شخص نے پیش کیا۔ اس پر حضرت نے برا فردختہ ہو کر تحریر فرمایا۔

"کلام محمد عربی علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام در کار است نہ کلام محی الدین اکبر بن عربی و صدر الدین قنوی و حیدر الرزاق کاشی"

بہر حال شرعی مسائل و مباحث میں ان بزرگوں کے اقوال سے استناد صحیح نہیں۔ لہذا مجھے اہل بزرگی عبارات کا جواب دینے کی مطلق ضرورت نہیں۔

لیجئے یہاں تک آپ کی ساری دہلیوں کا جواب ہو گیا۔ مرے لئے پیش کردہ دلائل کے متعلق اس مرتبہ بھی

آپ نے وہی ذاتی و عطائی والی بات کہی ہے جس کو میں بارہا دلائل سے رو کر چکا ہوں لہذا اب مجھے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ جو تین آیتیں میں نے پچھلی تقریر میں پیش کی تھیں ان کے جواب میں جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اس کا جواب مجھے دینا ہے۔

میں نے ایک آیت وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ پیش کی تھی۔ آپ نے کہا ہے کہ اس میں بھی غیر اللہ سے "جنود الہی" کے صرف علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ آیت کا مقصد جنود اللہ کی کثرت بیان کرنا۔ اور گویا یہ بتلانا ہے کہ خدا کے لشکر اس قدر کثیر ہیں کہ اس کے سوا ان کی تعداد و شمار کا کسی کو علم بھی نہیں۔ اور جب اس کا مطلب آپ یہ لیں گے کہ اس کا علم ذاتی اللہ کے سوا کسی کو نہیں تو اس سے اس کی کثرت کا کچھ بھی پتہ نہیں چلے گا۔ کیونکہ علم ذاتی تو ایک ذرہ کا بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔

بہر حال آپ کے اس مطلب سے تو آیت کا مقصد ہی خبط ہو جاتا ہے۔۔۔ رہی آپ کی یہ منطق کہ اللہ تعالیٰ کو چونکہ علم ذاتی ہے لہذا جانب منفی میں بھی وہ ہی مراد ہوگا۔ تو یہ محض مخالطہ ہے۔ آیت کا معنی صرف یہ بتلانا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لشکروں کا علم اس کے سوا کسی کو نہیں۔ گویا یہاں نفی و اثبات دونوں میں مطمح نظر نفس علم ہے ذاتی یا غیر ذاتی کی یہاں کوئی بحث ہی نہیں۔ اور یہی صورت ان تمام آیات میں ہے جو میں نے علم قیامت یا علوم خمس کے متعلق پہلے پیش کی ہیں۔

میں نے اس سے پہلی تقریر میں دو آیتیں اور بھی پیش کی تھیں جن کا مضمون یہ تھا کہ اے رسول! ہم نے کچھ انبیاء کے حالات تو آپ کو بتلائے ہیں اور کچھ انبیاء کے نام اور بھی ہیں جن کو ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔ ان دونوں آیتوں کا مطلب آپ نے یہ بیان کیا ہے کہ ہم نے قرآن پاک میں بعض پیغمبروں کے تفصیلی احوال بیان نہیں کئے جب لاکھ دونوں میں سے کسی آیت میں نہ قرآن کا لفظ ہے نہ اس کا کوئی اشارہ ہی ہے، بلکہ وہاں تو صرف یہ ہے کہ لَوْ نَقْصُصُ عَلَيْكَ (یعنی ہم نے ان کو آپ سے بیان نہیں کیا)

علاوہ ازیں کل آپ نے بڑے زور و شور کے ساتھ یہ دعویٰ کیا تھا کہ قرآن پاک میں ہر چیز کی تفصیل اور ہر چیز کا بیان ہے اور اسی پر آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کلی کی بنیاد رکھی تھی۔ لیکن اس تقریر میں

آپ نے اس دعوے کو خود ہی توڑ دیا اور اقرار کر لیا کہ بعض انبیاء علیہم السلام کا بیان قرآن پاک میں نہیں ہے
 کل میں نے ہر چند آپ کو سمجھایا کہ آپ کا یہ دعویٰ غلط ہے۔ اور قرآن پاک کے ”تَقْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ“
 اور ”رَبِّیْ اَنَا لِكُلِّ شَيْءٍ عَزِیْمٌ“ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے، اور اس کے لئے میں نے ائمہ مفسرین کی تصریحات
 بھی پیش کیں، لیکن آپ نہ مانے اور بضد رہے۔ مگر حق کا معجزہ دیکھئے کہ آپ آج خود اقرار کر رہے ہیں کہ قرآن پاک
 میں بعض انبیاء علیہم السلام کے احوال بیان نہیں فرمائے گئے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں۔ ”حق پر زبان جاری“۔
 خیر یہ بحث تو میرے گزشتہ دلائل کے متعلق تھی۔ اب چند نئے دلائل اور سنئے۔

— سورہ ہود کی آخری آیت ہے

وَاللّٰهُ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْیَّوْمِ یَرْجِعُ الْاَمْرُ كُلُّهُٓ -

یعنی زمین و آسمان کا پورا غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے اور سب کچھ اسی کی طرف لوٹنے
 والا ہے۔

— اور سورہ نحل میں ارشاد ہے۔

وَاللّٰهُ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلِمَةٍ الْبَصِرِ اَوْ هَوَاقِفٍ -

یعنی زمین و آسمان کے تمام غیب صرف اللہ کے علم محیط میں ہیں اور قیامت کا معاملہ بس نگاہ
 جھپکنے کی طرح ہوگا۔ (النحل ۱۶ = ۷۷)

— اور سورہ کہف میں ارشاد ہے۔

لَهُ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَدْبَسُ رِیْبٍ وَّ اَسْمَعُ - (کہف ۱۸، ۲۶)

یعنی زمین و آسمان کے غیبوں کا علم صرف اسی اللہ کو ہے وہ کس قدر دیکھنے اور سننے والا ہے۔
 ان تینوں آیتوں میں زمین و آسمان کے کل غیب کے علم کو یعنی علم کلی کو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص
 بتلایا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ اور لہ کو مقدم کرنے سے ظاہر ہے۔ اور امام رازیؒ وغیرہ مفسرین نے اس کی
 تصریح بھی فرمائی ہے۔

غالباً ان آیات کے متعلق بھی آپ وہی فرسودہ بات کہیں گے کہ ان میں بھی صرف علم ذاتی کی تخصیص ہے

اس لئے میں پہلے ہی عرض کئے دیتا ہوں کہ علم ذاتی اگر مراد لیا جائے تو ان آیات میں غیب کا ذکر بے کار ہوگا۔
 کیونکہ علم ذاتی تو دنیا کی کسی چیز کا بھی کسی مخلوق کو نہیں ہو سکتا، اس میں غیب کی کوئی خصوصیت نہیں۔ بہر حال ان تمام
 تمام آیات کا مطلب یہی ہے کہ زمین و آسمان کے تمام غیوب کو اللہ تعالیٰ ہی کا علم محیط ہے، اس کے سوا کسی کو یہ
 علم کلی حاصل نہیں۔

ایک آیت اور سنئے۔ سورۃ یسین شریف میں ارشاد ہے۔ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ۔

یعنی ہم نے اپنے رسول کو شعر کا علم نہیں دیا اور نہ وہ ان کے لئے مناسب ہے۔ آیہ ۶۹۔

دیکھئے اس آیت میں کس صراحت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علم شعر کی نفی کی گئی ہے کہ وہ ہم
 نے ان کو نہیں دیا اور نہ وہ ان کے شایانِ شان ہے۔ پھر اس آیت کے لفظ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ نے یہ بھی واضح

کر دیا کہ بعض علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان نہ تھے اور وہ آپ کو عطا نہیں ہوتے۔

آپ نے اب تک کے مناظروں میں اس آیت کے مجھے دو جواب دیئے ہیں ایک یہ کہ اس آیت میں مکہ شعر

کی نفی مقصود ہے اور مطلب صرف یہ ہے کہ ہم نے آپ کو شعر گوئی کا مکہ عطا نہیں فرمایا۔ اور دوسرا جواب آپ

نے منجھل اور ادبی کے مناظروں میں یہ دیا تھا کہ اس شعر سے شعر منطقی یعنی قضایا محکمہ (خیالی باتیں) مراد ہیں اور

اہمیت کا منشاء ان کی تعلیم کی نفی کرنا ہے۔

لیکن یہاں ان باتوں کو آپ نہ دہرائیں۔ آپ کو شاید یاد ہو میں کچھ مناظروں میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی

اللہ عنہا کی وہ روایت پیش کر چکا ہوں جس میں مذکور ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مشہور شعر پڑھ

رہے تھے۔

كَفَى الشَّيْبُ وَالْإِسْلَامُ لِلْمَرْءِ نَاهِيًا
 وَيَا تَيْلُكَ بِالْأَنْخَبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدْ

لیکن آپ نے اس کو اس طرح الٹ پلٹ کر پڑھا کہ اس کی شہرت ختم ہوگئی اور وزن شعر باقی نہیں رہا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور، شعر اس طرح ہے..... آنحضرتؐ نے پھر پڑھا اور پھر

اسی طرح وزن ٹوٹ گیا۔ اور اس میں رد و بدل ہو گیا۔ اس پر حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا میں گواہ ہوں کہ

آپ خدا کے رسول برحق ہیں۔ خدا نے آپ کی شان میں فرمایا ہے کہ ہم نے اپنے رسول کو شعر کا علم نہیں دیا :
اس روایت سے آپ کی ان تاویلات کی قطعی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔

علاوہ ازیں پہلے مناظروں میں میں یہ بھی عرض کر چکا ہوں کہ اگر آپ کی ان تاویلات کو مان بھی لیا جائے تو جب بھی میرے استدلال پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ شعر سے خواہ آپ ”عکہ شعر مراد لیں یا قضا یا شعر“ بہر حال میرا مدعا ثابت ہے کیونکہ آپ تو علم کلی کے مدعی ہیں جس میں یہ چیزیں بھی آجاتی ہیں۔ الغرض بہر صورت اس آیت سے میرا مدعا ثابت ہے۔

اب آخر میں ایک فیصلہ کن آیت اور سنئے ! سورۃ مائدہ میں ارشاد ہے۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا
إِنَّا كُنَّا نَعْلَمُ عِلَامَ الْغُيُوبِ ۝ (مائدہ ۱۰۹)

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ جب بروز قیامت اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کرے گا تو ان سے ارشاد فرمائے گا کہ تم کو کیا جواب ملا ؟ وہ عرض کریں گے کہ ہم کو علم نہیں آپ ہی غیب کی باتوں کو پورے جانتے ولے ہیں :

اس آیت کی تفسیر و تشریح میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَعْنَاهُ لَا عِلْمَ لَنَا كَعِلْمِكَ فِيهِمْ لِأَنَّكَ تَعْلَمُ مَا
أَضْمَرُوا وَمَا أَظْهَرُوا وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ إِلَّا مَا أَظْهَرُوا ۝

(تفسیر خازن ۱ ج ۱ ص ۱۲۷)

انبیاء علیہم السلام کے اس جواب کا کہ ہم کو علم نہیں، یہ مطلب ہے کہ اے اللہ ! ان کے

بارے میں ہم کو آپ کا سا علم نہیں کیونکہ آپ تو اس کو بھی جانتے ہیں جو انہوں نے زبان سے

ظاہر کیا، اور اس کو بھی جو دل میں پوشیدہ رکھا، اور ہم کو ان کے صرف ظاہری حال

کا علم ہے :

سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس تفسیر و تشریح کی روشنی میں غور فرمائیے تو اس آیت سے

معلوم ہوگا کہ بروز قیامت بارگاہِ خداوندی میں تمام انبیاء علیہم السلام کا متفقہ بیان یہ ہوگا کہ اپنے امتیوں کے ظاہر و باطن کا پورا علم ہم کو نہیں ملے گا ! آپ ہی کو تمام غیب کا علم ہے۔

اصول کا مشورہ مسئلہ ہے کہ جب کسی مسئلہ پر ائمہ مجتہدین کا اجماع ہو جائے تو اس سے اختلاف کرنے کی گنجائش کسی کو نہیں رہتی۔ پھر یہاں تو آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک کے تمام پیغمبرانِ الہی کا اتفاق ہو رہا ہے کہ ہم کو اپنے امتیوں کے ظاہر و باطن اور ایمان و اخلاص کا پورا علم نہیں پھر اس اجماع پیغمبران سے اختلاف کی جرأت کسی با ایمان کو کس طرح ہو سکتی ہے۔

حضرات گرامی ! آج کی بحث میں پانچ آیتیں ہیں اپنی اس سے پہلی تقریروں میں پیش کر چکا تھا اور پانچ اس تقریر میں پیش ہوئیں۔ ان کے علاوہ ضعیفی طور پر بعض احادیث نبوی اور حضرات صحابہ کرام و ائمہ سلف کے ارشادات بھی بحمد اللہ بقدر کافی پیش ہو چکے۔ آخر میں چند فیصلہ کن فقہی تصریحات بھی پیش کر دینا چاہتا ہوں۔

امام ابن ہمام رحمہ اللہ جن کو فقہائے حنفیہ میں خاص امتیاز حاصل ہے اور جن کو مجتہد فی المذہب تسلیم کیا گیا ہے۔ اپنی نفیس کتاب ”مسایرہ“ میں اس تصریح کے بعد کہ انبیاء علیہم السلام کو بعض غیب کا علم حاصل نہیں ہوتا فرماتے ہیں۔

وَذَكَرَ الْحَقِيقَةَ فِي فُرُوعِهِمْ تَصْرِيحًا بِالتَّكْفِيرِ بِإِعْتِقَادِ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ لِمُعَارَضَةِ قَوْلِهِ تَعَالَى
قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ۔

اور فقہائے حنفیہ نے کتب فتاویٰ میں اس عقیدہ رکھنے پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ”علم غیب“ تھا صراحت کفر کا (فتویٰ) حکم لگایا ہے کیوں کہ یہ عقیدہ آیت
قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ کے صریح معارض

اور منافی ہے۔

اور علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ جن کو لغمان ثانی اور محرر مذہب ابن حنیفہ کہا جاتا ہے۔ ”البحر الرائق“ میں فتاویٰ

قاضی خان اور خلاصۃ الفتاویٰ کے حوالہ سے ارقام فرماتے ہیں۔

لَوْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ لَا يَنْعَقِدُ وَيَكْفُرُ لَا عِتْقَ إِلَّا
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ

یعنی اگر کسی نے اللہ و رسول کو گواہ قرار دے کر نکاح کیا تو نکاح درست نہ ہوگا۔ اور وہ شخص

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے اعتقاد کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔

اور درمختار میں ہے۔

تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ لَمْ يَجُزْ بَلْ قِيلَ يَكْفُرُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

یعنی اللہ و رسول کو گواہ بنا کر نکاح کیا تو درست نہ ہوگا۔ بلکہ کہا گیا ہے کہ وہ اس کی وجہ سے

کافر ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔

فقہ حنفی کی دوسری کتابوں میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ مگر میں یہاں صرف انہی تین حوالوں

پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور اپنے لائق مخاطب مولوی حسنت علی صاحب سے عرض کرتا ہوں کہ لیجئے آپ کو فتویٰ کفر

سننے کا بہت شوق تھا اب حضرات فہمائے کرامؒ کی زبان سے آپ لے دیکھیں لیا۔ خدا تو فیق دے تو اب تو اس گمراہی سے

توبہ کر لیجئے۔

حضرات گرامی! سنبھلی صاحب نے یہ بالکل جھوٹ کہا ہے

مولوی حسنت علی صاحب

کہ اللہ و رسول کو گواہ بنا کر نکاح کرنے والے کے کفر کا مسئلہ

فقہ حنفی کی تمام کتابوں کا مسئلہ ہے۔ بعض کتابوں میں بعض لوگوں کا یہ قول نقل ضرور کیا گیا ہے۔ لیکن یہ بالکل

ضعیف قول ہے۔ دیکھیے سنبھلی صاحب نے ابھی درمختار کی جو عبارت پیش کی ہے اس میں بھی قِيلَ يَكْفُرُ

کا لفظ ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ ایسے موقع پر ”قِيلَ“ کا لفظ قول کا ضعف ظاہر کرنے کے لئے ہی لایا جاتا

ہے۔ آپ نے کتنی بڑی خیانت کی ہے کہ آپ ”درمختار“ کی اس عبارت سے سند پکڑ رہے ہیں۔ حالانکہ اس سے

تو آپ کا رد ہوتا ہے۔ اس کے لفظ ”قِيلَ“ کا تو صاف مطلب یہ ہے کہ یہ قول ضعیف اور غیر معتبر ہے۔

چنانچہ علامہ ابن عابدین شامیؒ نے ”رد المحتار“ حاشیہ درمختار میں اس کو کھول کر بیان کر دیا ہے اس میں ہے:

کفر والا قول نقل کرنے کے بعد علامہ شامیؒ لکھتے ہیں۔

قَالَ فِي التَّارِخَانِيَةِ وَفِي الْحُجَّةِ ذَكَرَ فِي الْمُلَقَّطِ أَنَّ لَا يَكْفُرُ
لَا نَبِيَّ إِلَّا شَيْءٌ تَعَرَّضَ عَلَى رُوحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَأَّ
الرَّسُلَ يَعْرِفُونَ بَعْضَ الْغَيْبِ قَالَ تَعَالَى عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ
عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ ، قُلْتُ بَلْ
ذَكَرُوا فِي كُتُبِ الْعَقَائِدِ أَنَّ مِنْ جُمْلَةِ كَرَامَاتِ الْأَوْلِيَاءِ
الْإِطْلَاعُ عَلَى بَعْضِ الْمَغِيبَاتِ .

یعنی فتاویٰ تارخانہ اور ”حجۃ“ میں ہے کہ کتاب ملقط میں مذکور ہے کہ خدا و رسول کو
گواہ بنا کر نکاح کرنے والا عقیدہ علم غیب کی وجہ سے کافر نہ ہوگا۔ کیوں کہ چیزیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک پر پیش کی جاتی ہیں۔ اور بے شک خدا کے رسول علیہم الصلوٰۃ و
السلام بعض غیب جانتے ہیں جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عالم الغیب ہے اللہ تعالیٰ۔
نہیں ظاہر کرتا کسی شخص پر اپنے غیب کو بجز اپنے برگزیدہ رسول کے۔ (انبیاء علیہم السلام
کے علم غیب کا قرآن پاک سے یہ ثبوت دینے کے بعد علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ) —
میں کہتا ہوں عقائد کی کتابوں میں تو مصنفین نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامتوں
میں سے یہ بھی ہے کہ ان کو مغیبات کی اطلاع ہو جاتی ہے۔

دیکھا سنبھلی صاحب آپ نے! فقہائے حنفیہ کا عقیدہ تو یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے
علاوہ حضرات اولیاء کرام کو بھی علم غیب ہوتا ہے۔ آپ ان پر یہ تہمت رکھتے ہیں کہ حضرات رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہتے ہیں۔ اور میں آپ کو بتلا چکا کہ نکاح والے
مسئلہ کے متعلق جو قول آپ نے درمختار وغیرہ سے نقل کیا ہے وہ ضعیف اور مرجوح ہے۔ اور خود صاحب مختار
نے لفظ قلیل کے ساتھ اس کو ذکر کر کے اس کا ضعیف اور غیر مفتی بہ ہونا ظاہر کر دیا ہے۔ پس آپ کا اس کو
اپنی سند میں پیش کرنا یا تو دبا یا نہ بخیا نہت ہے یا پھر ملعون جہالت۔

دوسری بات یہ ہے کہ کتب فقہ کی ان عبارتوں میں جو کفر کا حکم لگایا گیا ہے وہ صرف اس صورت کے متعلق ہے کہ عجب کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب بالذات سمجھ کر نکاح کا گواہ ٹھہرائے اور ایسے شخص کو ہم بھی کافر کہیں گے۔ الغرض کتب فقہ کی ان عبارات سے آپ کا استدلال کسی طرح صحیح نہیں لیجئے آپ کی تمام فقہی عبارات کا جواب ہو گیا۔

اس کے علاوہ جوئی آیتیں آپ نے اس تقریر میں جلدی جلدی تلاوت کر کے گنتی بڑھانے کی کوشش کی ہے وہ بھی محبت سے بالکل غیر متعلق ہیں۔ جو پہلی تین آیتیں آپ نے پیش کی ہیں جن میں ”غیب السموات والأرض“ کا صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا بیان کیا گیا ہے۔ ان میں اول تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ پھر حضور کے علم غیب کی بحث میں ان کا کیا ذکر۔ دوسرے یہ کہ ان میں بھی صرف علم غیب ذاتی کا حصر ذات حق تعالیٰ میں کیا گیا ہے، کیونکہ علم عطائی تو اس کے لئے ثابت ہی نہیں کیا جاسکتا۔ پس ان سے علم عطائی کی نفی پر استدلال محض جہالت یا دیوانگی ہے۔

ایک آیت جو آپ نے یسین شریف کی وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ پیش کی ہے۔ اس سے استدلال کرنا بھی محض آپ کی جہالت کا کرشمہ ہے۔ اس کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کافن نہیں دیا۔ یعنی آپ کو شعر گوئی کا ملکہ عطا نہیں فرمایا گیا۔ اور ہمارا دعویٰ علم کلی کا ہے ملکہ کا نہیں ہے اور نہ اس میں بحث ہے۔

آخری آیت آپ نے سورہ مائدہ شریف کی يَوْمَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرُّسُلَ اللّٰہ پیش کی تھی اس کا جواب بھی میں آپ کو کچھ مناظروں میں بار بار دے چکا ہوں۔ اب پھر سن لیجئے :

تفسیر ابن جریر میں حضرت مجاہد، حضرت حسن بصری، حضرت سدی کبیر، ان تینوں تابعین کرام سے اس آیت کی تفسیر یہ نقل کی ہے کہ محشر میں جب حضرات انبیاء علیہم السلام سے یہ سوال ہوگا کہ مَاذَا أُجِبْتُمْ تو اس وقت ان پر مہیبت اور گھبراہٹ طاری ہوگی اور دنیا میں جو کچھ ماجرا اپنی قوموں کیساتھ گزرا تھا جس کا ان کو علم تھا وہ اس وقت انہیں یاد نہیں رہے گا اور ذہول ہو جائے گا اور اسی ذہول کی وجہ سے اس گھبراہٹ کے عالم میں ان کی زبانوں سے یہ نکل جائے گا کہ ہمیں خبر نہیں۔ پھر اس کے بعد جب

وہ گھبراہٹ دور ہو جائے گی تو وہ خود اپنی اپنی قوموں کے بارے میں بارگاہ الہی میں گواہی دیں گے جیسا کہ
خود قرآن پاک ہی میں دوسری جگہ ارشاد ہے اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيدٌ وَجِئْنَا
بِكَ عَلٰی هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا یعنی ہم ہر امت پر اس کے پیغمبر سے گواہی دلائیں گے اور اے محبوب
مطلع علی الغیوب تم ان سب پر گواہ ہو گے۔ (النساء ۷۱، ۷۲)

مولوی سنبھلی صاحب ! دیکھا آپ نے ! قرآن پاک تو کہتا ہے کہ ہر پیغمبر اپنی امت کے بارے میں گواہی
دے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب پر گواہی دیں گے۔ اور آپ کہتے ہیں کہ نبیوں کو اپنی قوموں کے
ایمان و کفر کا علم ہی نہیں۔۔۔۔۔ کیوں بھائیو ! کہیں دنیا میں ایسی بھی گواہی آپ نے سنی ہے کہ گواہ کو
علم تو ہو نہیں اور وہ یونہی بلا علم کے عدالت میں گواہی دینے کے لئے پہنچ جائے، مولوی صاحب ! ایسا گواہ
عدالت سے نکال دیا جاتا ہے۔ خدا کے پیغمبر اور خاص طور پر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو گواہی دیں گے
تو یہ علم ہی سے ہوگی۔ لیجئے یہ میرے دعویٰ علم غیب کی ایک اور دلیل ہو گئی۔ اور ساتھ ہی آپ کی دلیل
کا جواب بھی ہو گیا۔ فلتہ الحمد۔

میں نے اپنی پچھلی تقریر میں کتاب الابریز سے دو عبارتیں پیش کی تھیں۔ آپ نے اس کے جواب میں کہا
ہے کہ صوفیائے کرام کے کلام سے دلیل نہیں پیش کی جاسکتی۔ بہت خوب ! اور کیوں صاحب ! آپ نے
حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ اور حضرت پیر مر علی شاہ صاحب کی عبارتیں کل کیوں پیش کی تھیں ؟
کیا وہ صوفیائے کرام میں سے نہیں ہیں ؟

سستی بھائیو ! آپ نے دیکھ لیا۔ اب تو مولوی سنبھلی صاحب اور ان کے ساتھیوں کی دہابیت بالکل
کھل گئی کہ یہ لوگ بزرگوں کو بالکل نہیں مانتے۔ ارے یہی تو ہے دہابیت، اب تو پردہ بالکل کھل گیا۔ کیا اب
بھی آپ لوگ انہیں سنی مسلمان سمجھیں گے ؟ اچھا لیجئے ! اب آخر میں میں وہ چیز پیش کرتا ہوں جس
کا سنبھلی صاحب بلکہ ساری دنیا کے دہابی قیامت تک بھی جواب نہیں دے سکتے۔ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ
رَبُّ بَعْضٍ ظَهِيرًا۔

حضرات گرامی ! آپ نے سنا ہوگا قصیدہ بردہ ایک مشہور متبرک قصیدہ ہے اس کا ایک شعر ہے

فَاتِّبْ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَصَرَّتْهَا
وَمِنْ عُلُومِكَ عِلْمُ اللُّوحِ وَالْقَلَمِ

یعنی اسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کل دنیا اور عقبیٰ آپ کے دریائے کرم کی ایک موج ہے اور آپ کے علوم میں سے لوح و قلم کا علم ہے :

دیکھئے ! اس میں صاف موجود ہے کہ لوح و قلم میں جو کچھ ہے وہ سب حضور کے علوم کا ایک حصہ ہے یعنی حضور کا کل علم بھی نہیں ہے حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ لوح محفوظ میں سب ہی کچھ لکھا ہوا ہے علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "شرح بردہ" میں اس شعر ہی کی شرح کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

رَكُونُ عُلُومِهِمَا مِنْ عُلُومِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ عُلُومَهُ
تَتَنَوَّعُ إِلَى الْكُلِّيَّاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ وَحَقَائِقَ وَمَعَارِفَ تَتَعَلَّقُ
بِالذَّاتِ وَالْصِّفَاتِ وَعِلْمُهُمَا يَكُونُ نَهْرًا مِنْ عِلْمِهِ
وَحَرْفًا مِنْ سَطُورِ عِلْمِهِ -

یعنی علوم لوح و قلم آپ کے علم میں سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے علوم کلیات و جزئیات اور ایسے حقائق و معارف کی طرف منقسم ہوتے ہیں کہ جن کا تعلق ذات و صفات الہیہ سے ہے اور لوح و قلم کے سب علوم آپ کے علم کے سمندر میں سے ایک نہر اور آپ کے علم وسیع کی سطرول میں سے ایک حرف ہیں :

دیکھئے ! علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی صاف تصریح فرمائی کہ لوح محفوظ اور قلم اعلیٰ کے

تمام علوم حضور اقدس کے سمندرِ علم کی ایک نہر اور آپ کے دفترِ علوم کا ایک حرف ہیں۔

اب بتلائیے کہ اس کے بعد اب کیا رہ گیا علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے نزدیک کا فرہیں ؟ یا وہ بھی ان صوفیوں میں ہیں جن کے کلام سے استدلال نہیں کیا جاسکتا ؟ مگر یاد رہے کہ آپ خود بھی ان کے کلام سے استدلال کر چکے ہیں۔ کہئے اب تو خود آپ کے مسلم و مستند ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہی علم غیب کا فیصلہ کر دیا۔ اب بھی آپ ایمان لائیں گے یا نہیں ؟

اچھا لیجئے اب میں خود آپ کے امام الطائفہ اسماعیل صاحب دہلوی کی ایک عبارت پیش کرتا ہوں
سنئے ! وہ صراطِ مستقیم میں لکھتے ہیں۔

” برائے کشف ارواح و ملائکہ و مقاماتِ آنہا و سیرِ امکنہ و زمین و آسمان و جنت و
نار و اطلاع بر لوج محفوظ شغل دورہ کند “

یعنی ارواح و ملائکہ کے کشف اور ان کے مقامات کے دریافت کرنے کے لئے زمین و آسمان
جنت و دوزخ اور لوج محفوظ پر اطلاع حاصل کرنے کے واسطے شغل دورہ کرے۔ یعنی
شغل دورہ سے یہ سب باتیں حاصل ہو جائیں گی “

لیجئے مولوی سنبھلی صاحب ! آپ کو تو خدا کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کلی سے انکار ہے اور
آپ کے امام الطائفہ ہر شغل دورہ کرنے والے کے لئے اس کو ثابت کر رہے ہیں۔ دیکھئے یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا معجزہ کہ دشمنوں سے اقرار کر لیا۔ اچھا ایسا ہی ایک اور ثبوت لیجئے اور آقائے کونین صلی اللہ علیہ و
وسلم کا اس سے بڑا معجزہ دیکھئے۔ سارے دہائیوں، دیوبندیوں کے سرگرم وہ تھانوی صاحب اپنے ملفوظات
” مجالس الحکمۃ “ میں فرماتے ہیں کہ۔

” اب ہم میں اور ان میں (یعنی دہائیوں دیوبندیوں اور سنیوں میں) خلاف ایک امر
ممکن میں رہا کہ وہ واقع ہوا یا نہیں، یعنی یہ علم الی ما یدخل اہل الجنتہ و اہل النار
الناظر حضور کو دیا گیا یا نہیں، ہم کہتے ہیں دیا جانے کی نفس ممکن ہے مگر وقوع اس کا،
شرعیّت سے کہیں ثابت نہیں۔ اور وہ کہتے ہیں ” ثابت بھی ہے “

دیکھئے تھانوی صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شروع دنیا سے
آخرت تک کا علم تفصیلی محیط حاصل ہونا اس طرح کہ زمین و آسمان کا کوئی گوشہ، دنیا کا کوئی ذرہ، ہندو
کا کوئی قطرہ، دنیا بھر کے درختوں کا کوئی پتہ، غرض دنیا کی کوئی چھوٹی بڑی چیز بھی آپ کے علم اقدس سے
خارج نہ ہو، ایسا علم تفصیلی محیط جس کے ہم اہل سنت قائل ہیں تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کا حاصل ہونا ممکن ہے۔

اس کے بعد دیکھئے اپنے نانوتوی صاحب کی ”تخذیر الناس“ وہ اس کے صفحہ ۴۱ پر لکھتے ہیں۔

”جب علم ممکن بشری ختم ہو لیا تو پھر سلسلہ علم و عمل کیا چلے“

اب غور کیجئے ! تھانوی صاحب کی عبارت سے ثابت ہوا تھا کہ علم غیب کی محیط تفصیلی کا حصول حضور کے لئے ممکن ہے۔ اور نانوتوی صاحب رحمہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جو علم بشر کے لئے ممکن تھا وہ سب حضور پر ختم ہو گیا، یعنی آپ کو عطا ہو گیا۔ نتیجہ صاف یہ نکلا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو علم غیب کی عطا ہو گیا۔ فتنہ احمد۔

مسلمان بھائیو ! دیکھا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قاہرہ۔ آپ نے علم غیب کی کیا کیا اقرار اپنے دشمنوں سے کرایا۔ یہ نانوتوی اور تھانوی صاحبان دونوں، سنبھلی صاحب کے پیشوا اور سارے دہائیوں دیوبندیوں، علم غیب رسول کے منکر دل کے سرگردہ ہیں۔ مگر اللہ کی شان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت دیکھو کہ علم غیب کا اقرار کیسے کھلے لفظوں میں کر رہے ہیں۔ کیوں بھائیو ! کیا اس کے بعد کچھ کوئی اور دلیل پیش کرنے کی ضرورت ہے ؟ سنبھلی صاحب ! اگر آپ قرآن کو نہیں مانتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نہیں مانتے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ارشادات اور بزرگان دین کے اقوال کو نہیں مانتے تو اپنے دیوبندی دھرم کے ان پیشواؤں، نانوتوی اور تھانوی صاحبان کی تو مانتے ! یا آج آپ قسم کھا کے آئے ہیں کہ کسی کی مانیں گے ہی نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب لغمانی (بعد حمد و صلوة) مولوی حسنت علی صاحب کے لب و لہجہ اور ان کی ”مذہب“ گفتار کی شکایت فضول ہے معلوم

ہوتا ہے کہ ان کی یہ عادت پڑ چکی ہے اور اب اس بدگفتاری کی قیامت کا احساس بھی غالباً ان کو نہیں رہا۔ میری یہ آخری تقریر ہے۔ میں چلتے چلتے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد اس بارے میں سنا دینا چاہتا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی چند علامتیں ایک حدیث میں ارشاد فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ”اِذَا خَاصَمَ فَجْرٌ“، یعنی منافق کی نشانی ہے کہ وہ نزاعی باتوں میں بدزبانی کرنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ہر مسلمان بندے کو اس منافقانہ عادت سے بچا دے۔

مولوی صاحب نے بڑے ناز سے اس مرتبہ حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہ اور حضرت مولانا مہمانی مدظلہ

کی دو عبارتیں پیش کی ہیں اور ایک صریح مغالطہ دے کر دونوں کو ملا کے علم غیب کی ثابت کرنا چاہا ہے۔

اجی جناب! تحذیر الناس کی عبارت میں جس "علم ممکن للبشر" کا ذکر ہے اس سے مراد وہ علم اعلیٰ ہے

جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب خاتمیت مبنی ہے۔ اسی کا "تحذیر الناس" صفحہ ۳۱ پر ذکر ہے۔ اور

وہ بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ اگر آپ جان بوجھ کر دھوکہ نہیں دے رہے ہیں تو ذرا تحذیر الناس

کی اس عبارت کو سیاق و سباق کے ساتھ دیکھتے آپ کو خود ہی اپنے مطالعہ کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

دوسری بات یہ سمجھے کہ حضرت مولانا مہمانی مدظلہ نے صرف "داخلہ جنت و نار" تک کے علم کو ممکن

غیر ثابت الوقوع کہا ہے اور وہ محدود اور متناہی علم ہے۔ اور اس وقت آپ کا دعویٰ علم کلی کا ہے جو غیر متناہی

ہے اور جو مقدار اور کمیت کے لحاظ سے علم الہی کے برابر ہے۔ اور اس کا حصول ہرگز کسی بھی مخلوق کے لئے ممکن نہیں۔

حضرت مولانا مہمانی مدظلہ تو بھلا اس کو کیوں کر ممکن کہہ سکتے ہیں۔ خود آپ کے پیر و مرشد فاضل بریلوی اپنے

رسالہ "الدولہ المکیہ" میں فرماتے ہیں۔

إِنَّا لَا نَدَّعِي أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَحَاطَ بِجَمِيعِ مَعْلُومَاتِ

اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى قَاتَهُ مَحَالٌ لِلْمَخْلُوقِ۔

یعنی ہم ہرگز اس کے مدعی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام معلومات الہیہ کا علم محیط

حاصل تھا کیونکہ وہ تو مخلوق کے لئے قطعاً محال ہے۔

اب میں بھی آپ کی زبان میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر قرآن و حدیث پر آپ کا ایمان نہیں ہے تو اپنے اعلیٰ حضرت

بھی کی مان لیجئے وہ علم کلی کو محال فرما رہے ہیں۔

علیٰ ہذا "صراط مستقیم" کی عبارت میں بھی آپ نے خوب مغالطہ آفرینی کی ہے۔ فی الحقیقت اس فن میں

آپ کو پورا پورا کمال حاصل ہے۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ شغل دورہ کرنے والے کو جمیع مافی اللوح کا علم تفصیلی حاصل

ہو جاتا ہے۔ اس کے الفاظ و اطلاق بر لووح محفوظ کا مقتضا تو صرف مندرجات لوح پر فی الجملہ اطلاع ہے اور

اگر بالفرض جمیع مافی اللوح پر اطلاع مراد ہوتی تب بھی اس سے آپ کا علم کلی کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ

لوح محفوظ بھی کل علوم غیر متناہیہ پر حاوی نہیں ہے۔ اس کی تصریح بھی خود آپ کے اعلیٰ حضرت نے اپنی اسی مد الدولۃ المکیہ " میں کی ہے۔ (دیکھئے المدولۃ المکیہ ص ۳۳ کی آخری سطوریں)

آپ نے اپنی تقریر میں قصیدہ بردہ کا ایک شعر اور اس کی شرح میں علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت بھی پیش کی ہے۔ اس کا بھی ایک مختصر جواب تو یہی ہے کہ آپ کا دعویٰ اُس علم کلی کا ہے جو غیر متناہی ہے اور کسیت کے لحاظ سے علم خداوندی کے برابر ہے اور لوح و قلم کے تمام علوم اس کا لاکھواں، کروڑواں حصہ بھی نہیں۔ پس اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ اس شعر سے حضور کے لئے جمیع مافی اللوح و القلم کا علم تفصیلی محیط ثابت ہوتا ہے جب بھی اس سے آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ لوح و قلم میں جو کچھ بھی ہے وہ متناہی ہے۔ اور کل علم غیب سے اس کو کوئی نسبت نہیں جیسا کہ خود آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے المدولۃ المکیہ میں لکھا ہے۔

یہ جواب تو اس تقدیر پر ہے کہ اس شعر میں علم اللوح و القلم سے جمیع مندرجات لوح کا علم تفصیلی محیط مراد ہو۔ اور یہ مراد لینا اس لئے ضروری ہے کہ اس شعر کا مضمون نصوص شرعیہ کے خلاف نہ ہو۔ علیٰ ہذا علامہ علی نقی کی شرح کی عبارت میں بھی علم لوح و قلم سے یہی علم محتہ بہ مراد ہے نہ کہ ان کے کل علوم کا احاطہ۔ اور اس کی دلیل خود علامہ موصوف کی وہ عبارات ہیں جو میں پہلے پیش کر چکا ہوں۔ جس سے صراحتہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ علم غیب کلی حاصل تھا اور نہ جمیع ماکان و مایکون الی یوم القیامہ کا علم محیط تفصیلی جس پر لوح محفوظ مشتمل ہے۔

یہ تو آپ کی نئی پیش کردہ چیزوں کا مختصر جواب ہوا۔ میرے دلائل کے جواب میں آپ نے جو کچھ کہا ہے اگرچہ اس کے جواب کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ میں نے پیش بندی کے طور پر پہلے ہی آپ کی ان تاویلوں کا جواب دے دیا تھا۔ لیکن پھر مختصر اچھہ عرض کئے دیتا ہوں بغور سنئے !

میں نے تین آیات میں وہ پیش کی تھیں جن میں زمین و آسمان کے غیب کے علم کو معنی تعالیٰ کے ساتھ خاص بیان کیا گیا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے وہی ذاتی و عطائی کی لغو اور فرسودہ بات کہی ہے۔ میں پہلے ہی عرض کر چکا تھا کہ علم ذاتی تو عالم شہادت کے کسی ذرہ کا بھی غیر اللہ کو نہیں پھر غیب اور وہ بھی غیب السموات والارض ہی کی کیا

خصوصیت ہے۔

بہر حال ان تینوں آیتوں کا مفاد یہی ہے کہ زمین و آسمان کے تمام غیوب کا علم صرف حق تعالیٰ کو ہے الغرض ان آیات میں ذاتی اور عطائی کی تقسیم مد نظر ہی نہیں ہے اگرچہ فی الواقع حق تعالیٰ کے سارے علوم ذاتی ہی ہیں اور عطائی کا اس کی جناب میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

ایک آیت میں نے نہیں شریف کی وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ پیش کی تھی اس کے جواب میں بھی آپ نے دی فرسودہ بات کہی ہے کہ اس کا مقصد مکہ شعر کی نفی کرنا ہے۔

میں پہلے ہی جواب دے چکا ہوں کہ اس کا میرے استدلال پر کوئی اثر نہیں۔ کیونکہ جب یہ مان لیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ شعر یعنی بقول آپ کے شعر گوئی کا فن عطا نہیں ہوا تھا تو یہ ثابت ہو گیا کہ حضور کو علم کلی عطا نہیں ہوا۔ کیونکہ آپ کے کلی دعوے میں تو فن شعر بھی داخل ہے۔ بہر حال اس آیت سے میرا مدعی نہایت روشن طور پر ثابت ہے۔

آخری آیت میں نے سورہ مائدہ کی پیش کی تھی جس میں مذکور ہے کہ بروز قیامت امتوں کے متعلق جب انبیاء علیہم السلام سے سوال ہو گا تو وہ جواب دیں گے لَا عَلَّمْنَا ہِمَّیْن علم نہیں۔

اس کے جواب میں آپ نے بعض ائمہ تفسیر کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے کہ روز قیامت کی ہولناکیوں کی وجہ سے اس دن انبیاء علیہم السلام کو سخت گھبراہٹ ہوگی اور اسی گھبراہٹ میں ان کو دنیا کی بہت سی باتوں کا ذہول ہو جائے گا اور اسی ذہول و نسیان کی وجہ سے وہ جواب میں لَا عَلَّمْنَا کہیں گے۔ مجھے اس سے انکار نہیں کہ یہ بھی بعض اکابر سے منقول ہے لیکن محققین مفسرین نے اس پر سخت اعتراضات کئے ہیں اور اس کو ضعیف ثابت کیا ہے۔ دیکھئے ! میرے ہاتھ میں یہ تفسیر کھیر ہے۔ اس میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اسی قول کو نقل کر کے اس طرح

اس پر تنقید کرتے ہیں۔

هَذَا الْجَوَابُ وَإِنْ ذَهَبَ إِلَيْهِ جَمْعٌ عَظِيمٌ مِنَ الْكَابِرِ فَهُوَ
عِنْدِي ضَعِيفٌ لِأَنَّهُ تَعَالَى قَالَ فِي صِفَةِ أَهْلِ الثَّوَابِ لَا يَحْزَنُهُمُ
الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَقَالَ أَيْضًا وَجَّوَهُ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ

بَلْ إِنَّهُ تَعَالَى قَالَ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَى
وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ
أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۖ فَكَيْفَ
يَكُونُ حَالُ الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ وَمَعْلُومٌ
أَنَّهُمْ لَوْ خَافُوا كَانُوا أَقَلَّ مَثَلَةٍ مِمَّنْ هُوَ لَا يَخَافُ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ أَنَّهُمْ لَا يَخَافُونَ اللَّهَ ۖ

(تفسیر کبیر، جلد ۳، ص ۲۶۸)

امام رازیؒ کی اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ یہ خیال کہ قیامت کے دن حضرات انبیاء علیہم السلام کو اس قدر
گھبراہٹ ہوگی کہ ان کو دنیا میں اپنے ساتھ گزرے ہوئے واقعات بھی یاد نہ رہیں گے اور اسی گھبراہٹ کے عالم میں
وہ سوال خداوندی کے جواب میں ”لَا عَلَمَ لَنَا“ کہہ دیں گے، اگرچہ بہت سے اکابر نے ظاہر کیا ہے اور وہ صحرا
اس آیت کی توجیہ میں اس طرف گئے ہیں، لیکن یہ بہت کمزور خیال ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی شان تو بہت
بڑی ہے، قرآن پاک تو عام اہل ثواب کے حق میں کتا ہے کہ وہ فزع اکبر سے کچھ بھی پریشان نہیں ہوں گے اور
دوسری جگہ فرمایا گیا ہے کہ مومنین صالحین کے چہرے اس روز چمکتے ہوں گے، ہشاش بشاش ہوں گے —
اور ایک اور جگہ فرمایا گیا ہے کہ تمام مومنین صالحین کو وہاں نہ خوف ہوگا نہ حزن و ملال۔ پس جب کہ حسب بیان
قرآن عظیم تمام مومنین صالحین بے خوف ہوں گے، اور ہشاش بشاش ہوں گے تو پھر انبیاء علیہم السلام کے متعلق
یہ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ وہ وہاں اس قدر سرسیمہ اور پریشان ہوں کہ دنیا میں اپنے اوپر گزرے ہوئے واقعات
کابھی نہ بھول ہو جائے اور وہ بھی انہیں یاد نہ رہیں ۖ

علامہ خازنؒ نے بھی اس بارہ میں یہی خیال ظاہر کیا ہے۔ اور اس قول کو نقل کر کے فرماتے ہیں۔

هَذَا فِيهِ ضَعْفٌ وَنُظَرٌ لَا إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ فِي حَقِّ الْأَنْبِيَاءِ

لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ (تفسیر خازن، ج ۱، ص ۲: ۸۹)

یعنی یہ خیال بہت کمزور ہے کیوں کہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں خود ہی تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

ان کو فرج اکبر، بڑی گجراہٹ، کا کوئی غم نہ ہوگا۔
 پھر میں کہتا ہوں کہ اگر بالفرض اور انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ان کو دہاں کچھ
 خوف و ہراس ہوگا تو خاتم النبیین، شفیع المذنبین، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو کہیں بھی ثابت
 نہیں کہ قیامت کے دن آپ پر بھی ایسا خوف و ہراس اور ایسی گجراہٹ طاری ہو کہ اپنے واقعات اور معلومات
 کا ذہول ہو جائے۔ ذرا سوچئے تو کہ آپ اپنے خاندان ساز عقیدہ کی حمایت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی
 عظیم الشان اس فضیلت کو قربان کر رہے ہیں جو احادیث صحیحہ سے آپ کے لئے ثابت ہے کہ قیامت میں جب کساری
 مخلوق پریشان اور سراسیمہ ہوگی تو آپ کو اس وقت بھی پوری استقامت اور دل جمعی حاصل ہوگی۔

آپ نے سورہ مائدہ کی آیت کا جواب دیتے ہوئے ضمنیہ آیت بھی پیش کی تھی۔ اِذَا جِئْنَا مِنْ
 كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيدٌ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا اور اہم سابقہ کے متعلق حضور کی شہادت
 سے یہ نتیجہ نکالنا چاہیے کہ حضور اقدس کو علم کلی تھا۔ کاش آپ نے کچھ غور کیا ہوتا، قرآن پاک
 میں تو یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بھی اگلی امتوں کے متعلق شہادت دے گی۔ چنانچہ ارشاد ہے
 وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شٰهَدًا عَلٰی النَّاسِ
 وَیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِيدًا (البقرہ - ۱۴۳)
 پس اگر اس شہادت سے علم کلی ثابت ہوتا ہے تو پھر ہر امتی کے لئے بھی علم کلی مانئے! اور سب کو عالم الغیب

بنا دیجئے!

بندۂ خدا اس شہادت کی تفصیل تو خود حدیث پاک میں بھی وارد ہوئی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت
 نوح علیہ السلام وغیرہ کی بعض اگلی کافر امتوں کا معاملہ جب بارگاہِ خداوندی میں پیش ہوگا اور ان کے پیغمبر یہ شہاد
 دیں گے کہ ہم نے ان کو آپ کا پیغام پہنچایا تھا مگر انہوں نے تکذیب کی اور انکار کیا، تو وہ لوگ صاف مُکْر جاتے
 اور کہیں گے مَا جَاءَنَا مِنْ نَّذِیْرِ یعنی ہمارے پاس کوئی نبی نہیں پہنچا۔ اس پر ان پیغمبروں سے فرمایا
 جہلے گا کہ کیا آپ کوئی گواہ پیش کر سکتے ہیں؟ تو وہ کہیں گے کہ ہاں آپ کے محبوب ترین پیغمبر حضرت محمد
 (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت ہمارے گواہ ہیں۔ چنانچہ پہلے حضور کی امت گواہ کی حیثیت سے پیش

ہوگی اور گواہی دے گی۔ اس پر اُن منکر قوموں کی طرف سے یہ اعتراض ہوگا کہ یہ تو ہزاروں برس بعد دنیا میں پیدا ہوئے تھے انہیں ہمارے معاملہ کی کیا خبر اور ان کی گواہی کا کیا اعتبار ؟

اس پر وہ جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے صادق و مصدق پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خبر دی تھی اور ان کی خبر میں غلطی کا احتمال نہیں۔ اس پر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلب ہوں گے اور آپ اپنی امت کے بیان کی تصدیق فرمائیں گے کہ ہاں بے شک میں نے ان کو یہ خبر دی تھی۔ اور مجھے یہ چیز وحی الہی سے معلوم ہوئی تھی۔

بہر حال یہ ہے حقیقت اس شہادت کی جس سے آپ علم کلی ثابت فرما رہے ہیں۔ معلوم نہیں کہ آپ نے یہاں کے حاضرین کو اتنا بے وقوف کیوں سمجھ لیا ہے جو آپ ایسے صریح مغالطے دینے کی جرات کرتے ہیں۔ میں نے حضرات فقہانے کرامؒ کی جو بعض عبارات عقیدہ علم غیب کلی کے کفر ہونے کے متعلق پیش کی تھیں ان کے جواب میں آپ نے عجیب و غریب مضحکہ خیز خط کا ثبوت دیا ہے۔ پہلے تو آپ نے یہ کہا کہ یہ قول ”ضعیف“ اور غیر مفتی ہے“ اور پھر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ان عبارات میں علم غیب ذاتی کے عقیدہ کو کفر کہا گیا، تو گویا آپ کے نزدیک علم ذاتی کا عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہنا بھی ضعیف اور غیر مفتی ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ اعظم۔ بندہ خدا کچھ تو سوچ سمجھ کر بات کہا کیجئے یا محض بولے جانے کا نام آپ نے مناظرہ سمجھا ہے۔

شامی کی عبارت پیش کر کے بھی آپ نے اپنی خوش فہمی کا ثبوت دیا ہے۔ اس سے تو خود میرا دعویٰ اور ثابت ہوتا ہے۔ دیکھئے غور کیجئے ۱ اس میں ملقط وغیرہ کے حوالے سے جو نقل کیا گیا ہے اس کا حاصل یہی ہے کہ نکاح کے مذکورہ بالا مسئلہ میں تکفیر نہ کی جائے کیونکہ بعض خیوب کا علم تو انبیاء علیہم السلام کے لئے ثابت ہے۔ شامی کے الفاظ اس موقع پر یہ ہیں اَنَّ الرُّسُلَ يَعْرِفُونَ بَعْضَ الْغَيْبِ ۖ الغرض اس عبارت کا مفاد خود یہی ہے کہ جب کوئی شخص بعض علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہوئے حضورؐ کو گواہ قرار دے کہ نکاح کرے تو وہ کافر نہ ہوگا۔ اس سے تو میرے اس دعویٰ کی اور تائید ہوگئی۔ کہ علم غیب کلی کا عقیدہ رکھنے کی صورت میں وہ کفر سے نہیں بچ سکے گا۔

بہر حال صاحب ملقط وغیرہ حضرات کی عدم تکفیر کی جو رائے ہے وہ بعض غیب کا عقیدہ رکھنے والے کے حق میں ہے نہ کہ علم غیب کلی کا عقیدہ رکھنے والے کے حق میں۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ فقہائے حنفیہ میں کسی ایک ایسے بزرگ کا نام نہیں بتلا سکتے جنہوں نے علم غیب کلی کے عقیدہ کے کفر ہونے سے اختلاف کیا ہو۔ اور کیوں کر کوئی اس سے اختلاف کر سکتا ہے جب کہ وہ تمام امت کا اجماعی مسئلہ ہے۔ آپ حضرت علامہ علی قاریؒ کی تصریح سن چکے۔

وَمَنْ اَعْتَقَدَ تَسْوِيَةَ عَلِيٍّ وَاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ يَكْفُرُ اَجْمَاعًا كَمَا لَا يَخْفٰى ۝

یعنی جو ایسا اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم برابر ہے یعنی

اللہ کی طرح حضور کو بھی علم کلی حاصل ہے وہ بالاجماع کافر ہے۔

یعنی آپ کی تمام قابل جواب چیزیں کا جواب میں دے چکا۔ فضولیات اور لغویات کا جواب مجھے

دینا نہیں، ان کو حاضرین کے ایمان والہ صاف پر چھوڑتا ہوں اور چونکہ یہ میری آخری تقریر ہے اس لئے میرے

اب کوئی نئی دلیل بھی پیش کرنا نہیں چاہتا۔ البتہ حاضرین کرام سے اللہ رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم)

کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ وہ ایمان کی روشنی میں فیصلہ کریں۔ اگر کچھ نہیں تو کل سے آج تک یہ اندازہ انہوں نے ضرور

کیا ہو گا کہ مولوی حسرت علی صاحب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں جتنی بھی آیتیں، حدیثیں یا اکابر امت کے

ارشادات پیش کئے اھم شدہ اس ناچیز نے ان سب کے تحقیقی اور تشفی بخش جوابات دیئے۔ اور ادھر سے جو

چیزیں پیش کی گئیں ان میں سے کسی ایک کا بھی صحیح جواب اُدھر سے نہیں ہو سکا۔ اور یہ اس لئے کہ میں نے

بجائے تعالیٰ صرف وہی دلائل پیش کئے جو بالکل اٹل تھے اور جن میں کوئی تاویل و توجیہ چل ہی نہیں سکتی

تھی۔ مجھے اس سے انکار نہیں کہ میرے فریق مخالف مولوی حسرت علی صاحب نے بھی اس کے

کوشش کی کہ میرے دلائل و براہین کا جواب دیں۔ اور ہر نئی دلیل کے متعلق انہوں نے کچھ نہ کچھ ضرور کہا۔

لیکن مجھ اللہ میں نے ہر چیز کا جواب البجواب دیا اور ان کے ہر مغالطہ اور تاویل و تحریف کا پردہ چاک کر کے

رکھ دیا۔ یہاں تک کہ اھم شدہ ثم اھم شدہ واضح سے واضح تر ہو گیا۔ اور اس مناظرہ میں ”مسئلہ علم غیب“

اس قدر صاف ہو گیا کہ اب ہمارے جو مخالفین یہاں موجود ہیں اور انہوں نے کل اور آج کی ساری بحث سنی ہے اب ان کے لئے بجز توبہ کے کوئی چارہ نہیں۔ اور اگر وہ اب خدا کے یہاں یہ عذر کریں گے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کلی کا یہ عقیدہ کسی غلط فہمی سے یا اپنے مولویوں کے کہنے سے قائم کر لیا تھا تو ان کا یہ عذر ہرگز مسوج نہ ہوگا۔ اس حق افروز مناظرہ نے ان پر خدا کی محبت تمام کر دی اور آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہو گیا کہ علم غیب کلی کا عقیدہ بالکل بے اصل اور محض بے دلیل ہے۔ بہت سی قرآنی آیات و بکثرت احادیث نبویؐ کے صریح خلاف ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنا اللہ کی کتاب عزیز قرآن پاک سے کھلی بغاوت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی صریح مخالفت ہے۔ اور اسی واسطے فقہائے حنفیہ کی تصریحات کے مطابق کفر ہے بلکہ بقول علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ایسے عقیدہ رکھنے والوں کے کافر ہونے پر امت کا اجماع ہے۔

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔

لہذا جن لوگوں کا اب تک ناواقفی کی وجہ سے یہ عقیدہ تھا، میں ان سے پورے اخلاص اور دلسوزی کے ساتھ اپیل کرتا ہوں کہ وہ ضد اور سخن پرستی کو چھوڑ کر حق کو قبول کریں۔ یہاں عزت و ذلت، ہار اور جیت کا سوال نہیں ہے بلکہ اپنی عاقبت کا سوال ہے۔ عزت اسی کی ہے جو خدا سے ڈر کر حق کو قبول کر لے۔ اور اس سے زیادہ ذلت اور خسارہ کسی کے لئے نہیں جو اپنی جھوٹی عزت کا بھرم قائم رکھنے کیلئے حق واضح ہو جانے پر بھی باطل پر چمار ہے۔ اَلَا إِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ۝

اب میں آخر میں اپنے دلائل بلکہ اپنے گواہوں کی اجمالی فہرست پیش کر کے اپنی

میرے شاہد

تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ سنئے! میرے شاہد جن کے ارشادات و بیانات سے

میرا دعویٰ ثابت ہوتا ہے، یہ ہیں۔

۱۱۔ جس کی کتاب عزیز سے آج اور کل کے مناظرہ میں میں نے بیسی

آیات اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کیں۔

حق تعالیٰ جل جلالہ

۲ : حضرت سید الرسل خاتم الانبیاء

حضرات انبیاء و مرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم

صلی اللہ علیہ وسلم جن کی بہت سی

احادیث کریمہ پیش ہوئیں۔

۳ : حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام۔

۴ : حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام

۵ : حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام شب معراج کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ والی جو حدیث مسند احمد

وغیرہ کے حوالہ سے پیش ہو چکی ہے اس میں ان تینوں حضرات کا اس امر پر اتفاق مذکور ہے کہ وقت

قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔

۶ : سیدنا حضرت جبریل امین علیہ السلام حدیث جبریل میں

ملائکہ اللہ سلامہ علیہم

آپ کی شہادت مذکور ہوئی۔

۷ : حضرت عزرائیل یعنی ملک الموت ان کی شہادت خلیفہ مضور کے خواب والی اس روایت سے معلوم

ہوئی جو تفسیر بدارک کے حوالہ سے پیش ہو چکی ہے۔

۸ : حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

جن کی شہادت آیت وما علمنا الشفر

کی تشریح کے سلسلہ میں مذکور ہوئی۔

۹ : حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جن کی روایت سے حدیث جبریل مروی ہے۔

۱۰ : حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ آپ کا ارشاد بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا حَبِشِيًّا وَهُوَ مِمَّنْ

لَمْ يَقْصْ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مذکور ہو چکا ہے۔

۱۱ : حضرت عبید اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ جن کی روایت سے شب معراج کا انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ

در بارہ علم قیامت مذکور ہوا۔

۱۲ : حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔ جن کی روایت در بارہ عدم علم وقت قیامت صحیح مسلم کے حوالہ

سے پیش ہو چکی ہے۔

- ۱۳ : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔ آپ کے متعدد فیصلہ کن ارشادات پیش ہو چکے ہیں۔
- ۱۴ : حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ۔ آپ کی روایت دربارہٴ عدم علم قیامت مسند احمد کے حوالہ سے پیش ہو چکی ہے۔
- ۱۵ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔ آپ کی روایت علوم خمس کے متعلق مذکور ہو چکی ہے۔
- ۱۶ : رجل من بنی عامر من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کی حدیث بھی علوم خمس ہی کی بحث میں مذکور ہو چکی ہے۔

- ۱۷ : حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ۔ آپ کی روایت بھی علوم خمس کے متعلق مذکور ہو چکی ہے۔

حضرات ائمہ مفسرین و محدثین و فقہاء امت

- ۱۸ : حضرت قتادہ تابعی :- حضرت سدی کبیر تابعی :-
- ۱۹ : حضرت سدی کبیر تابعی :-
- ۲۰ : حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی :- ۲۱ : حضرت امام احمد :-
- ۲۲ : امام بخاری :- ۲۳ : امام مسلم :- وغیرہ حضرات جنہوں نے وہ احادیث روایت کیں جو اب تک پیش ہوئیں۔

- ۲۴ : امام ابن جریر :- ۲۵ : امام ابن کثیر :- ۲۶ : امام بخاری
- ۲۷ : امام رازی :- ۲۸ : علامہ خازن :- ۲۹ : علامہ نسفی :-

مفسرین عظام

- ۳۰ : علامہ ابوالسعود :- ۳۱ : قاضی بیضاوی :- ۳۲ : خطیب شربینی :- ۳۳ : علامہ معین بن صفی :- ۳۴ : علامہ جلال الدین سیوطی :- ۳۵ : جلال الدین محلی :- ۳۶ : حضرت شاہ عبد العزیز :- ان تمام حضرات کی عبارات مختلف آیات کی تفسیر میں پیش ہو چکی ہیں۔

- ۳۷ : حافظ ابن حجر عسقلانی :- ۳۸ : علامہ بدر الدین

محدثین اور شارحین حدیث

- عینی :- ۳۹ : علامہ قسطلانی :- ۴۰ : شیخ الاسلام
- ذکر یا صاحب تحفۃ الباری شرح بخاری :- ۴۱ : علامہ علی قاری :- ۴۲ : شیخ عبدالحق محدث دہلوی :-

ان تمام حضرات کی تصریحات پیش کی جا چکی ہیں۔

میں سے علاوہ سید الفقہاء امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رحمہ کے ان حضرات کی

فقہائے کرام

عبارات پیش ہو چکی ہیں۔

۴۳، امام ابن ہمام رحمہ - ۴۴، علامہ ابن نجیم صاحب بکرحہ - ۴۵، ۴۶، قاضی خان صاحب

خلاصۃ الفتاویٰ - جن کے حوالہ سے تجر میں نکاح کا مسئلہ نقل ہوا - ۴۷، صاحب درمختار - ۴۸، علامہ شامی

میں سب سے زبردست اور فیصلہ کن ۴۹، شہادت

ائمہ طریقت اور طبقہ عارفین قطب ربانی سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ

کی ہے جو پوری تفصیل سے پیش ہو چکی ہے۔

میرے یہ انچ ۴۹ شاید تو وہ ہیں جو میرے اور آپ کے درمیان یکساں مسلم ہیں۔ پچاسویں شہادت

پیر مہر علی شاہ صاحب کی سمجھ لیجئے۔ اور میرا ایک نواں گواہ اپنے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو سمجھ

لیجئے جن کی متعدد صاف صریح شہادتیں علم کلی کے خلاف میں پیش کر چکا ہوں۔

اپنے ان معزز اور مسلم الثبوت گواہوں کی فرست پیش کرنے کے بعد میں اپنے مخاطب مولوی مشتعل علی

صاحب اور ان کے اخوان و انصار کو بیانگاہ دہل چلیج کرتا ہوں۔

أُولَٰئِكَ أَشْهَادُكُمْ فَجِئْنَا بِمِثْلِهِمْ

إِذَا جَمَعْتُنَا بِحَافِظِ السَّجَا مَعْ

یہ آخری تقریر ختم کرتے ہوئے میں پھر ایک دفعہ اپنے مخالفین کو محض لٹھی نصیحت کرتا ہوں کہ وہ سخن

پرستی اور ہیٹ دھرمی چھوڑ کر محض اللہ کے لئے حق و باحق کو پہچاننے کی کوشش کریں اور جس عقیدہ کا

باطل اور خلاف کتاب و سنت و خلاف ائمہ امت ہونا آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہو چکا اور جس کے کفر

ہونے پر وہ فقہاء کی تصریحات بلکہ علامہ علی قاریؒ کی زبان سے اجماع امت کا حوالہ بھی سن چکے ہیں اس

سے تائب ہو کر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کریں کہ اسی پر انسان

کی نجات کا مدار ہے۔

باز ۱، باز ۲ ہر چہستی باز ۱ کافر و گنبد و یہودی ہر چہستی باز ۲
 کیں در گہ مادر گہ نومیدی نیست صد بار اگر تو ہر شکستی باز ۲

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ صَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّم
 عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ وَ نُوْرٍ عَرْشِهِ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهِ وَ صَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ ۝



حضرت مولانا نعمانی مدظلہ کی اس آخری تقریر کا موافقین و مخالفین سب
 پر گہرا اثر پڑا۔ معاند مخالفین نے اپنی فاحش شکست محسوس کی۔ اور موافقین

یعنی گروہ اہلسنت و جماعت کا اور زیادہ شرح صدر ہو گیا۔ اور انہوں نے فرط جوش و مسرت میں ”اللہ اکبر“
 حق کا بول بالا۔ اور ”اسلام زندہ باد“ مولانا محمد منظور نعمانی زندہ باد“ کے فلک شکاف نعرے لگائے
 جس سے میدان مناظرہ گونج اٹھا۔

مخالفین کو اہل کو مولانا نعمانی کی اس آخری تقریر ہی نے بہت زیادہ سراسیمہ اور شکستہ دل کر دیا تھا
 پھر اہلسنت کے اس فاتحانہ مظاہرہ نے اور بھی ان کی کمر توڑ دی۔ اس وقت مولوی حسنت علی صاحب اور
 ان کے رفقاء کی صورتیں قابل دید تھیں۔ اہلسنت فرط مسرت سے اس قدر از خود رفتہ ہو رہے تھے کہ صدر
 اہلسنت جناب مولانا عبدالحنان صاحب اور مولانا نعمانی کے کوشش کرنے کے باوجود نعروں کا مظاہرہ کئی
 منٹ تک جاری رہا۔ اور بڑی جدوجہد کے بعد جلسہ میں سکون پیدا کیا جاسکا۔ مولوی حسنت علی صاحب
 اس منظر سے اس قدر بھنبھلا گئے تھے کہ انہیں گویا کچھ خبر ہی نہ رہی تھی کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ اسی جھنبھلا ہٹ
 کے عالم میں آپ نے اس طرح تقریر شروع فرمائی ۝



بھائیو! آپ نے سنبھلی صاحب کی شرارت اور چالاک
 مولوی حسنت علی صاحب دیکھی۔ اپنی شرمناک شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے خود

تو اپنے ساتھ والوں سے نعرے لگوانے اور پھر خود ہی دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے کہتے ہیں کہ بھائیو! چپ ہو۔

خاموش ہو جاؤ ! ارے سنبھلی صاحب ! میں آپ کی ان چالوں کو خوب سمجھتا ہوں۔ آپ کو شرم نہیں آتی ؟ آپ ہم کو توبہ کا وعظ لکھتے ہیں۔ آپ کو اور آپ کے بڑوں کو تو سو میں شریفین تک کے علماء نے کافر کہا ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں آپ کے بڑوں نے جو بدگوئیاں کی ہیں، کیا وہ آپ کو یاد نہیں رہیں، اور کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا ان کو بھول گئی، اب تک تو صرف حضور کے علم غیب شریف کی بحث ہوئی۔ اب لیجئے ! میں آپ کے ناپاک عقیدوں کا پول کھولتا ہوں۔

بھائیو ! سنبھلی صاحب کے مقتدا بلکہ سارے دہائیوں دیوبندیوں کے پیشوا مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی نے اپنی کتاب ”براہین قاطعہ“ میں شیطان کے لئے تو علم کی وسعت کو تسلیم کیا ہے اور حضور کی وسعت علم سے انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ شیطان کے علم کی وسعت نص سے ثابت ہے اور حضور کے علم کی وسعت کی کوئی کوئی دلیل نہیں۔ ذرا سنئے ! اس کی اصل عبارت یہ ہے۔

”شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی

نص قطعی ہے، جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرنا ہے۔“

دیکھئے ! اس عبارت میں شیطان اور ملک الموت کی وسعت علمی پر تو ایمان لایا جا رہا ہے اور حضور کی وسعت علمی سے قطعی انکار کیا جا رہا ہے بلکہ اس کو شرک بتلایا جا رہا ہے۔ بھائیو ! کیا کوئی مسلمان ایسی ناپاک بات منہ سے نکال سکتا ہے ؟

اور سنئے ! سنبھلی صاحب : سارے دہائیوں کے ایک دوسرے زندہ پیشوا اور تمام دیوبندیوں کے مقتدا اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب ”حفظ الایمان“ میں لکھا ہے کہ جیسا علم غیب حضور اقدس علیہ السلام کو ہے ایسا ہرزید و عمرو اور ہر بچے اور ہر یا گل بلکہ جانوروں کو بھی ہے کہ کتوں بلیوں کو بھی ہے یہ دیکھتے ہیں ان کی اصل عبارت پڑھتا ہوں۔

مولوی حسرت علی صاحب کی یہ بے جوڑ اور جلالی تقریر یہاں تک پہنچی تھی

از مرتب غفرلہ

کہ مولانا نعمانی مدظلہ کھڑے ہو گئے۔ اور آپ نے مولوی حسرت علی صاحب

کی تقریر میں مداخلت کرتے ہوئے پر زور طریقہ پر کہا۔

جناب ! یہ مناظرہ مسئلہ علم غیب نبوی پر ہو رہا ہے اور یہ آپ کی آخری تقریر ہے جس کے بعد میری کوئی تقریر نہیں ہے۔ لہذا اس میں تو آپ اصولاً مسئلہ علم غیب کے متعلق بھی کوئی نئی چیز پیش نہیں کر سکتے، چہ جائیکہ آپ اپنی کھلی شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے ”براہین قاطعہ“ اور ”حفظ الایمان“ کی عبارات کے بحث شروع کر رہے ہیں جس کا یہاں کے موضوع سے کوئی تعلق نہیں۔ درحقیقت یہ آپ کی انتہائی عاجزی اور لاچارگی کی دلیل ہے کہ جب میرے براہین قاطعہ کا کوئی جواب آپ کے پاس نہیں ہے، اور جب آپ کی یہ آخری تقریر ہے اور آپ کو اطمینان ہے کہ اس کے بعد محمد منظور کو جواب دہی کا بھی موقع نہیں ملے گا تو آپ ایک بالکل نئی بحث شروع کر رہے ہیں۔ آپ اس آخری تقریر میں ہرگز اس قسم کی کوئی نئی بات کہنے کے مجاز نہیں ہیں۔

علاوہ انہی عبارات براہین قاطعہ اور حفظ الایمان کی اس بحث کے تو ذکر سے بھی آپ کو شرم آنی چاہئے۔ کیوں کہ ان کے متعلق میرا آپ کا تحریری مناظرہ جاری ہے۔ اور ان کتابوں کی عبارات پر آپ حضرات کو جو یہ اعتراضات ہیں، میں ان کا مفصل اور کافی شافی رد لکھ کر اب سے تین سال پہلے ”معرکہ اہل قلم“ کے عنوان سے شائع بھی کر چکا ہوں۔ اور آپ کی جماعت کے تمام ذمہ دار حضرات کو اور خاص طور پر آپ کو مخاطب کر کے اس کے جوابات جواب کی بار بار دعوت دے چکا ہوں۔ مگر آج تک آپ کی ساری جماعت اس سے عاجز ہے۔ خود آپ نے میرے مطالبہ اور کھلے چیلنج ہی سے مجبور ہو کر جمادی الاول ۱۳۵۶ھ میں اس کا جواب لکھنے کا اعلان کیا تھا، اور جواب ہی کے وعدے پر مجھ سے اس کا ایک نسخہ منگوایا تھا جو اسی وقت میں نے رجسٹری سے بھیج دیا تھا اور اس کی رسید بھی آپ نے مجھ کو لکھ دی تھی جو یہاں بھی میرے پاس موجود ہے۔ لیکن آج اس واقعہ کو ڈیڑھ برس گزر گیا مگر ابھی تک آپ اس کا جواب نہیں دے سکے، پس جب تک کہ آپ ”معرکہ اہل قلم“ کے جواب سے سبکدوش نہ ہو جائیں اس وقت تک تو آپ کو اس بحث کے تذکرے سے بھی شرمانا چاہئے، بشرطیکہ آپ کے نزدیک حیا و شرم کوئی چیز ہو۔

بہر حال اس آخری تقریر میں آپ کو براہین قاطعہ و حفظ الایمان وغیرہ کی کسی نئی بحث کا کوئی حق نہیں۔ ہاں اگر فی الحقیقت آپ ان مباحث پر بھی گفتگو کرنا چاہتے ہیں تو ایک صورت یہ ہے کہ علم غیب کی

بحث تو اب ختم ہو گئی۔ اب ان دوسری بحثوں کے لئے ابھی وقت ہے کہ لیجئے میں حاضر ہوں۔ اور ابھی دن کا کافی حصہ باقی ہے۔ انشاء اللہ حاضرین کو ان مباحث کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے گی اور پتہ چل جائے گا کہ کس کے عقیدے گندے ہیں ؟ کون اصل مجرم ہے ؟ اور کون مفتری و کذاب ہے ؟ لیکن خلیفہ بحث کے طور پر اس تقریر میں آپ ہرگز کوئی نئی بحث شروع نہیں کر سکتے۔ اس میں تو اگر آپ کو کچھ کہنا ہو تو صرف علم غیب ہی کے متعلق کہہ سکتے ہیں اور اسی کے متعلق سنا جاسکتا ہے۔



حضرت مولانا نعمانی جس وقت یہ تقریر فرما رہے تھے، اور جس وقت آپ ”معرکہ اقلیم“ کے جواب کا مطالبہ کر رہے تھے، مولوی حسنت علی صاحب نے ایک نیا رسالہ نکالا اور ایک عجیب اور قابل دید انداز میں اس کا گوشہ پیکر لٹکاتے دلاتے رہے۔ اور حبیب مولانا نعمانی اپنی مندرجہ بالا تقریر ختم فرما چکے تو آپ نے کہا، لیجئے آپ کے ”معرکہ اقلیم“ کا جواب یہ موجود ہے۔۔۔۔۔ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے سمجھا اور تمام حاضرین کو بھی یہی خیال ہوا کہ مولوی حسنت علی صاحب جو رسالہ پیش کر رہے ہیں وہ واقعی ”معرکہ اقلیم“ کا جواب ہو گا۔ چنانچہ مولانا نے فرمایا کہ آپ کو یہ جواب چھپنے کے بعد سب سے پہلے میرے پاس بھیجنا چاہئے تھا۔ اگر یہ میرے پاس یہ پہنچ چکا ہوتا تو بعون اللہ اب تک اس کا جواب الجواب بھی تیار ہو چکا ہوتا۔ خیر! اب یہ مجھے دے دیجئے اور جی چاہے تو ہاتھ کے ہاتھ نقد جواب زبانی سن لیجئے! اور اگر تحریری جواب مطلوب ہو تو انشاء اللہ جلد سے جلد ”الفرقان“ میں ملاحظہ فرما لیجئے گا۔۔۔۔۔ مولوی حسنت علی صاحب نے فرمایا میں ابھی آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔۔۔۔۔ مولوی حسنت علی صاحب کے وقت کا زیادہ حصہ اسی گفتگو میں گزر گیا۔ اس کے بعد انہوں نے مولانا نعمانی مدظلہ کے فرمانے کے مطابق ”براہین قاطعہ اور حفظ الایمان“ کی عبارات کی بحث چھوڑ کر علم غیب کے متعلق اپنے پہلے پیش کئے ہوئے دلائل کی فرست پیش کرنی شروع کی۔ اور ان آیات و احادیث اور اقوال و عبارات کو گناہا شروع کیا جو وہ دونوں دن کے مناظرہ میں پیش کر چکے تھے۔ لیکن ابھی یہ فرست پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ طے شدہ وقت ختم ہو گیا۔

موصوف وقت ختم ہو جانے کے باوجود تقریر کو ابھی جاری رکھنا چاہتے تھے مگر مقامی ذمہ داران اس نے

جنہوں نے پہلے مناظرہ کا انتہائی وقت فریقین کے کہنے کے مطابق نوٹ کر لیا تھا، آپ کو روک دیا اور اس طرح آپ اپنے دلائل کی پوری فہرست بھی پیش نہ کر سکے۔ ہم ناظرین کرام سے درخواست کریں گے کہ وہ اس پوری روایت کو ملاحظہ فرما کر ان کے تمام دلائل پر پھر ایک اجمالی نظر ڈال لیں تاکہ وہ پوری فہرست ان کے سامنے آجائے۔



مولوی حسرت علی صاحب کی اس آخری تقریر کے اختتام پر جب مجلس مناظرہ برخاست ہونے لگی تو مولانا نے مظلہ نے پھر ان سے فرمایا کہ جناب وہ ”معرکہ اعظم“ کا جواب ابھی تک میرے پاس نہیں پہنچا۔
 ”انہیں جواب دیا کہ میں ابھی بھیجتا ہوں۔“ چند منٹ کے بعد حبیب دہاں سے قیام گاہ کی طرف واپسی ہونے لگی تو پھر ان سے کہا گیا۔ ”انہوں نے کہا کہ میں نے ایک آدمی کو ابھی دیا، وہ آپ کو دے دیں گے؟“

چنانچہ قیام گاہ پر پہنچنے کے بعد جب وہ رسالہ مولانا کے پاس پہنچا تو یہ دیکھ کر حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی کہ اس رسالہ کا کوئی تعلق ”معرکہ اعظم“ سے نہیں تھا، اور نہ وہ مولوی حسرت علی صاحب کا تصنیف کردہ ہی تھا، بلکہ مولوی سردار احمد گورداس پوری مدس مدرسہ رضا خانہ بریلوی کا نام اس پر بحیثیت مصنف لکھا ہوا تھا۔ سب لوگ مولوی حسرت علی صاحب کی اس دیدہ دلیری اور دماغ دھڑلے اس دھوکہ بازی کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

گورداس پوری صاحب کے اس رسالہ کا نام تھا ”موت کا پیغام دیوبندی مولویوں کے نام“
 حضرت مولانا مظلہ نے یہ رسالہ اسی وقت جواب کے لئے ناچیز راقم الحروف کے حوالہ فرما دیا۔ اور اس عاجز نے بے لوث انہی ایام میں اس کا جواب ”جہنم کی بشارت“ لکھ دیا جو پہلے مجلہ جلیلہ ”الفرقان“ میں اور اس کے بعد کتابی شکل میں بھی شائع ہو گیا۔ فلتہ الحمد۔

یہ ہیں مناظرہ سلا نوالی کے کوائف

جو لوگ اس مناظرہ میں شریک تھے انہوں نے تو حقیقتی

کے اس معرکہ کو برآسی العین دیکھا۔ اور امید ہے کہ دوسرے لوگ اس رویتِ ادا کے مطالعہ سے بھی قریب قریب وہی لطف اٹھا سکیں گے، اور وہی فائدہ حاصل کر سکیں گے۔ کیونکہ ہم نے ہر فریق کے دلائل اور ہر مناظر کی تقریریں کو کابل دیانت داری سے پیش کرنے کی پوری پوری سعی کی ہے۔ اس پر بھی جو کوتاہی رہ گئی ہو، اس کے لئے ہم اپنے پروردگار

سے عفو خواہ ہیں۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ تَبَيَّنَا وَاَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْنَا
مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاعْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا
عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ .

وَاَنَا الْعَبْدُ الْمَذْنُوبُ

اسقر عباد اللہ محمد عطا اللہ کان اللہ



صاحب کتاب کا مختصر تعارف

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم ۱۸ شوال ۱۳۲۳ھ اواخر ۱۹۰۵ء میں ضلع سنہیل میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم پہلے سنہیل اور چند دن مدرسہ عبدالرب دہلی میں پائی۔ بعد ازاں دارالعلوم مئو، ضلع اعظم گڑھ میں پڑھتے رہے۔ ابتدائی تعلیم سے فارغ ہو کر مرکز علوم اسلامیہ ازہر ہند دارالعلوم دیوبند میں دو سال تک کسب فیض کے بعد ۱۳۲۵ھ میں دورہ حدیث شریف کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کر کے اول پوزیشن حاصل کی، فراغت کے بعد امر وہہ کے مدرسہ میں تین سال تدریس کے فرائض انجام دیے بعد ازاں چار سال تک دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔

۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۲ء میں بریلی سے ماہنامہ الفرقان جاری کیا۔ ۱۳۶۰ھ - ۱۹۴۱ء میں منعقد ہونے والے جماعت اسلامی کے تاسیسی اجلاس میں آپ کو نائب امیر منتخب کیا گیا اور تاسیسی اجلاس کے ۶ ماہ بعد جماعت اسلامی کے مرکز بھجان کوٹ کی بستی دارالاسلام میں ہجرت کی نیت سے مستقل قیام کے لیے تشریف لے آئے۔ افسوس مولانا مودودی کو فریب دینے کے بعد آپ متنفر اور بدل ہو گئے اور صرف ۶ ماہ کی قلیل مدت کے بعد شعبان ۱۳۶۱ھ میں واپس وطن سنہیل چلے آئے اور جماعت اسلامی سے علیحدگی اختیار کر لی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "مولانا مودودی کے ساتھ میری رفاقت کی سرگزشت اور اب میرا موقف"۔

۱۳۶۳ھ سے تبلیغی جماعت سے وابستہ ہیں۔

رابطہ عالم اسلامی (مکہ مکرمہ) کے مستقل رکن ہیں۔

۱۳۶۱ھ میں دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے۔

مولانا نعمانی اردو کے صاحبِ طرز ادیب اور مصنف ہیں ایک تصانیف عام فہم ہوتی ہیں

لرزنگارش سادہ سلیس اور شگفتہ ہے یہی وجہ ہے کہ وہ عوام و خواص دونوں حلقوں میں مقبول اور پسندیدہ ہیں۔

تصانیف : مولانا کی مقبول عام چند تصانیف کے نام یہ ہیں۔

- (۱) اسلام کیا ہے (۲) دین و شریعت (۳) قرآن آپ سے کیا کہتا ہے۔
- (۴) معارف الحدیث سات جلد (۵) کلمہ طیبہ کی حقیقت (۶) نماز کی حقیقت
- (۷) آپ حج کیسے کریں (۸) برکاتِ رمضان (۹) تحقیق مسئلہ ایصالِ ثواب۔
- (۱۰) تصوف کیا ہے (۱۱) تذکرہ امام ربانیؒ (۱۲) ملفوظات مولانا محمد الیاس۔
- (۱۳) بوارق الغیب (۱۴) حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ پر معاندین کے الزامات (۱۵)
- خاکسار تحریک (۱۶) قرآن علم کی روشنی میں (۱۷) اسلام اور کفر کے جدو (۱۸)
- تاوانی کیوں مسلمان نہیں (۱۹) سیبِ یمان (۲۰) مولانا مودودی کے ساتھ سری رفا
- کی سرگزشت اور اب میرا موقف (۲۱) شیخ محمد بن عبد الوہاب کے خلاف پریکٹس
- اور ہندوستان کے علماء حق پر اس کے اثرات (۲۲) ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت
- آپ کی تصانیف میں "معارف الحدیث"، "احادیث نبوی (علیٰ صا جھا
- الصلوۃ والسلام) کا ایک جامع اور شاہکار انتخاب ہے جس میں احادیث کی
- تشریح کے اندر جدید دور کی نفسیات اور اس کے جدید تقاضوں کا پوری طرح
- لحاظ رکھا گیا ہے،

مناظرے : حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم ایک ہ میاب ترین مناظر رہ چکے ہیں آپ نے اپنی زندگی میں بے شمار مناظرے کئے جن میں سے اکثر مناظرے بریلوی علماء کے ساتھ ہوئے۔ مولانا کی خوبی یہ ہے کہ یہاں مناظرہ میں قرین مخالفت کی گالم گلوچ اور سب و شتم کے مقابلہ میں کبھی بھی تہذیب و شائستگی، سنجیدگی و متانت اور وقار کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ عقلی اور نسلی دلائل کے زور پر ہی ہمیشہ فریق

مخالفت کو چاروں شانے چیت کیا ہے۔

مولانا کی اس خوبی کا اعتراف انہوں کے علاوہ غیروں نے بھی کیا ہے چنانچہ مولانا کا جو مناظرہ ۱۹۳۶ء میں سلا نوالی ضلع سرگودھا میں بریلویوں کے ساتھ ہوا اس میں بریلویوں کی طرف سے صدر مناظرہ مجاہد ملت قائد اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ کے والد ماجد مولانا کرم الدین صاحب مرحوم تھے جو مولانا کی اسی خوبی کی وجہ سے اکابر علماء دیوبند کے ملک کی حقانیت کے قائل ہی نہیں بلکہ ان کے عقیدت مندوں میں شامل ہو گئے تھے اس کی تفصیل خود حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم نے آفتاب ہدایت کے مقدمہ میں اس طرح درج کی ہے۔

” غالباً ۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے کہ سلا نوالی ضلع سرگودھا میں علماء دیوبند

اور علماء بریلی کے مابین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب

کلی ماکان وما یکون کے موضوع پر ایک موعزۃ الآزار مناظرہ ہوا

جس میں مولانا مرحوم (مولانا کرم الدین) علماء بریلی کی طرف سے

صدر مقرر ہوئے تھے اس مناظرہ سے واپس آکر آپ نے راقم الحروف

سے دیوبندی مناظر مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان کی

تہذیب و مناسبت کی بہت تعریف فرمائی اس کے علاوہ خدا جانے

آپ نے اس مناظرہ سے کیا کیا اثرات لیے اگلے سال رمضان ۱۳۵۱ھ

میں احقر نے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہونے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ

نے بخوشی اجازت دے دی اور خود اعلیٰ حضرت مولانا حسین احمد صاحب

مدنی مدظلہ کی خدمت میں اس مضمون کا عرضیہ لکھا۔

” میں اپنے فرزند کو دارالعلوم میں حضرت کے زیر سایہ تعلیم دلانا چاہتا

ہوں“ حضرت والا مدظلہ نے سہلٹ آسام سے جواب تحریر فرمایا جس

کا مضمون یہ تھا کہ

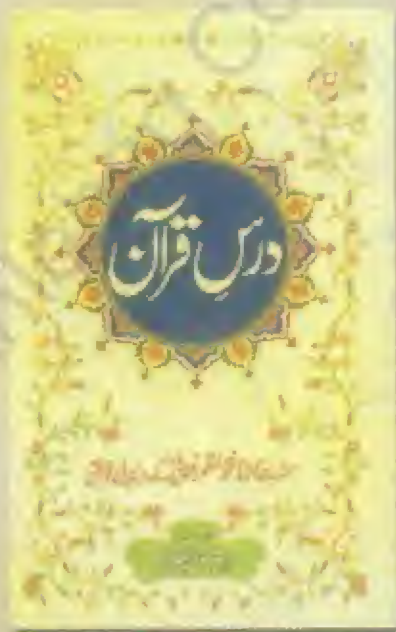
”آپ اپنے لڑکے کو ابتداءً شوال میں دیوبند بھیج دیں میں نے حضرت شیخ
الادب مولانا اعجاز علی صاحب کو اس کے متعلق لکھ دیا ہے وہ مہربانی فرما دیجے۔“
حضرت کے گرامی نامہ کو مولانا مرحوم نے اپنے لیے باعث افتخار جانا اور
فرمایا کہ آج ہندوستان کی بہت بڑی شخصیت کا خط آیا ہے، یہ الفاظ آپ
نے بڑی عقیدت سے کہے تھے شوال میں بندہ دارالعلوم میں داخل ہو گیا
شعبان ۱۳۵۸ھ میں جب وہاں سے فارغ ہو کر گھر آیا تو جناب والد مرحوم
سے اکابر دیوبند کے حالات بیان کئے حضرت مدنی مدظلہ کے بعض حالات
سنائے جو میں نے قلم بند کر لیے تھے تو آپ نے حضرت کے متعلق فرمایا
کہ ”آپ ولی اللہ ہیں۔“ قطب العارفین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی
قدس سرہ اور امام العالم حضرت مولانا محمود حسن صاحب شیخ الہند کے
حالات سن کر فرط عقیدت سے والد صاحب کی آنکھیں بعض اوقات
آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھیں تمام اکابر دیوبند سے مولانا مرحوم کو عقیدت
کا تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ ایک دفعہ راولپنڈی کے کسی کتب خانہ میں آپ
کو امام الطریقیت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ
کی تفسیر بیان القرآن کے بعض مقامات سننے کا موقع ملا، راولپنڈی جیل میں
عند الملاقات بندہ کے سامنے اس تفسیر کی بہت تعریف کی اور اس کی
بعض خصوصیات بھی بیان کیں۔“

گویا مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کی تہذیب و شائستگی، سنجیدگی و مسانت ہی کی
وجہ سے مولانا کریم الدین مرحوم علماء دیوبند کے عقیدت مند ہو گئے اور ان کے سبب

ملت، قائمہ طہنت ملا، حضرت قاضی مظہر حسین صاحب مزید لکھتے ہیں۔

”شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ سے بیعت : مولانا مرحوم ابتدائی عمر میں کتب درسیہ سے فارغ ہو کر پنجاب کے ایک شیخ سے بیعت ہوئے تھے لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد وہ بزرگ انتقال فرما گئے، پھر آپ دوسرے مشاغل میں پڑ گئے اور ماقاعدہ سلوک الی اللہ میں عملی قدم نہ اٹھا سکے، اب زندگی کی آخری منزل میں جب مصائب کا نزول ہوا اور منزل آخرت قریب نظر آئی تو کسی مرشد کامل سے استفاضہ ضروری سمجھا۔ اکابر دیوبند سے عقیدت تو پیدا ہو چکی تھی اس غرض سے جامع علوم و معارف قدوة الواصلین شیخ العصر حضرت مولانا حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں بیعت کے لیے درخواست بھیجی، حضرت والا مدظلہ نے اپنے کرامت نامہ میں ارشاد فرمایا۔

”تجدید بیعت کی ضرورت نہیں آپ اپنے سابق شیخ کے تلمیذین فرمودہ وظیفہ پر عمل کریں میں آپ کے لیے اور آپ کے عزیز کے لیے حسن خاتمہ کی دعا کرتا ہوں۔“ اس کے بعد جناب والد صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ جب سے بیعت کا تعلق اختیار کیا ہے حضرت مولانا مدنیؒ سے غائبانہ مجھ کو فیض حاصل ہوتا ہے، اس کے بعد جلد ہی مولانا مرحوم انتقال فرما گئے۔“



کتاب مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اردو بازار، لاہور 042-7235094

دارالکتاب